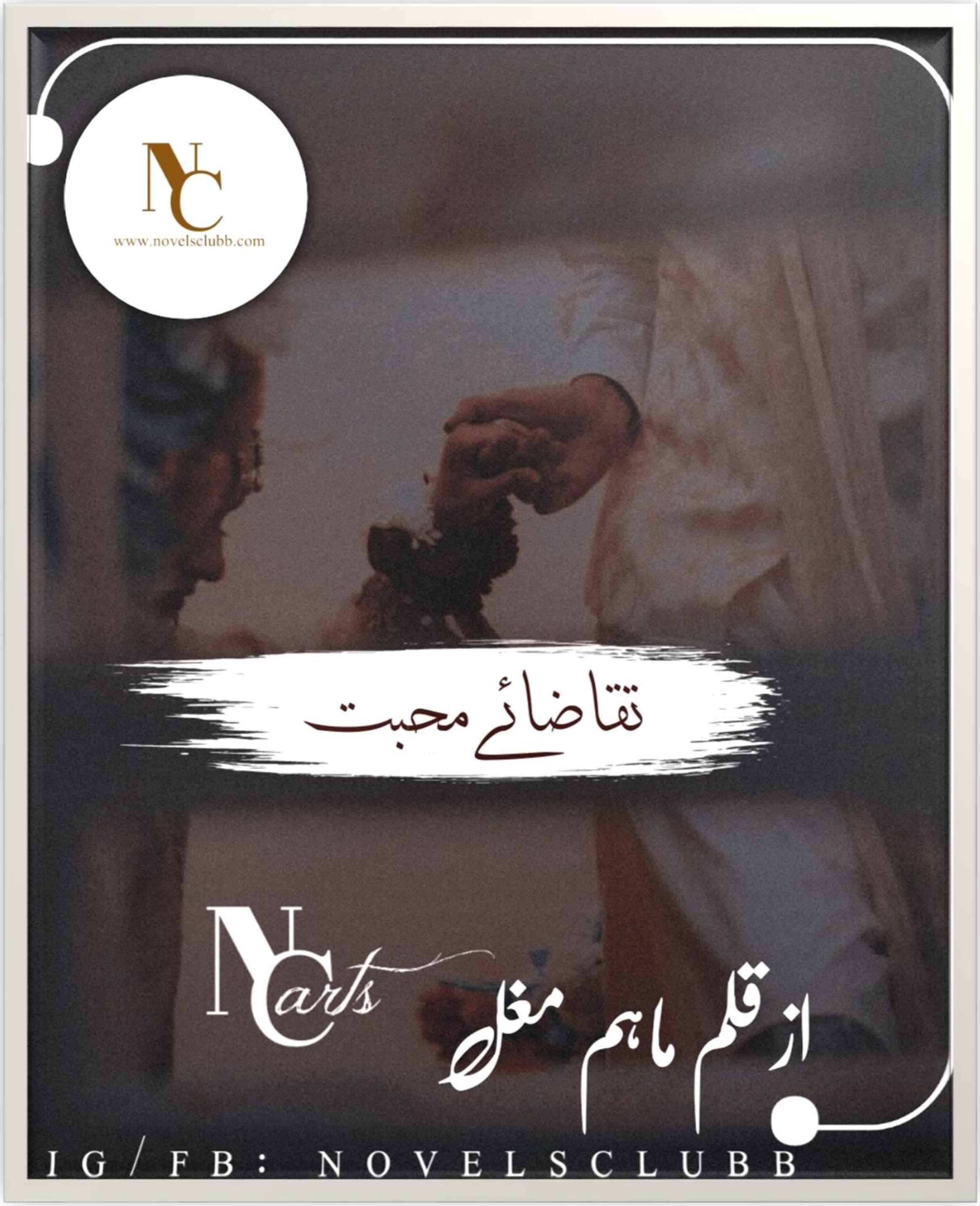
NC
www.novelsclubb.com
تقاضائے محبت
NC arts
از قلم ماہم مغل
IG / FB: NOVELSCLUBB

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

تقاضائے محبت

از قلم

ماہم مغل

www.novelsclubb.com

"چل اٹھ اور جا جلدی سے تیار ہو جا،اور شکل بھی سنوار اپنی۔" بازو سے پکڑ کے جھٹکا دیتے کھڑا کیا تو وہ توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے پیچھے کی طرف گرنے لگی جب انہوں نے اس کے بازو پہ گرفت سخت کرتے ایک اور آگے کی طرف جھٹکا دیا تو درد کے مارے اس کی دبی دبی سے چیخ نکل گئی۔

"آہ۔۔۔!"ساتھ ہی انکھوں میں آنسوں باہر نکلنے کو بے تاب ہونے لگے۔

"یہ ڈرامے بند کر چھوکری اور جا یہاں سے، تیار ہو اور اپنے شوہر کے کمرے میں چلی جانا، آیا ہے وہ آج حویلی اور خبردار اگر تو نے اس کے سامنے اپنے یہ ٹسوے بہائے تو۔" درشتگی سے اپنی بات کہی اور دھکا دیتے اس کو چھوڑا تو وہ انکھوں میں آنسوں لیے اپنی رہائش کی جانب بڑھ گئی جہاں اس کو رہنے کے لیے کہا گیا تھا۔

کمرے میں پہنچتے اس نے چارپائی کے پاس پڑی ایک پٹ والی الماری کھولی جو بہت ہی خستہ حالت میں تھی۔اپنا ایک جوڑا نکالا اور ساتھ ہی چھوٹے سے غسل خانے میں داخل ہو گئی فریش ہونے لیکن دل بھی عجیب ہی لے میں دھڑک رہا تھا اپنے

شریکِ حیات کو دیکھنے کی چاہ میں، اسے یہاں رہتے ہوئے تقریباً ایک مہینہ ہو چلا تھا اور اس نے اپنے شوہر تک کو دیکھا نہیں تھا، اب وہ ایک مہینے بعد واپس آیا تھا شہر سے اور اس بات کو سوچتے کہ وہ اس سے ملے گی، اسے دیکھے گی ایک مسرور سی لہر اس کے بدن میں سرایت کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں وہ خود کو فریش کرتی باہر آئی اور دیوار پہ لگے چھوٹے سے آئینے میں خود کو دیکھتے اپنے بال سنوارنے لگی۔ پھر اپنی الماری کی طرف دوبارہ بڑھی اور وہاں سے اپنے بیگ سے چھوٹے سے بُندے نکالے اور مسکراتے انہیں کان کی زینت بنایا، پھر آنکھوں میں کاجل کی ہلکی سی لکیر کھینچی۔

ہلکے نیلے رنگ کی شلوار قمیض جس پہ دھاگے کی کڑھائی کی گئی اور اس کے ساتھ شیفون کا ڈوپٹہ اوڑھے زرد رنگت لیے کمزور سی لیکن دوسرے دنوں کی بانسبت وہ آج کِھلی ہوئی لگ رہی تھی۔

دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اپنی معصوم تیاری کے ساتھ کمرے کی دہلیز سے قدم باہر نکالنے لگی اور وہاں سے گزرتی ملازمہ سے اس نے اپنے شوہر کی بابت دریافت کیا۔

"سنو! وہ کہاں ہیں؟ کیا کمرے میں موجود ہیں؟"اس نے ہلکی سی آواز میں دریافت کیا کہ کہیں اماں بیگم نہ سن لیں۔

"کون، چھوٹے خان؟ ہاں جی وہ تو تھوڑی دیر پہلے کمرے میں ہی موجود تھے۔" ملازمہ نے ایک نظر اس کی تیاری کو دیکھتے کہا اور آگے باورچی خانے کی طرف چل دی۔

اپنے ننھے سے دل پہ ہاتھ رکھتی وہ بھی چھوٹے خان کے کمرے کی جانب چل دی۔ سیڑھیاں چڑھتے وہ ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔ کمرے کے باہر کھڑے ہوتے اس نے اپنے اعصاب کو نارمل کرنے لیے ایک لمبا گہرہ سانس بھرا اور دروازہ دھکیلتے اندر داخل ہوئی، پورے کمرے کو ایک نظر دیکھتے وہ آرام سے بیڈ کی پائنتی کے قریب بیٹھ گئی یہ سوچ کے کہ چھوٹے خان ابھی آتے ہی ہونگے۔ پورے کمرے میں اس کی خوشبو اس کی آمد کا پتا دے رہی تھی، سیگریٹ اور پرفیوم کی ملی جلی سمیل، اس کو سیگریٹ کی سمیل اچھی نہیں لگتی تھی لیکن یہ سوچ کے کہ شاید اس کے چھوٹے

خان ہو جیتا ہو وہ خودی مسکرا دی اور بے اختیار اس کے گال دہک گئے اس بات کو سوچتے۔

دس منٹ گزرنے کے بعد اس کا دل بے چین ہو گیا کہ وہ ابھی تک آیا کیوں نہیں، مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا لیکن وہ کمرے میں آیا نہ ہی اس کی کوئی آہٹ، آہستہ سے اٹھ کے دروازے کے قریب آئی اور وہاں دائیں بائیں نظریں گھمائی لیکن وہاں بھی ایک دو ملازم کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

"چھوٹے خان کدھر ہیں؟" اب وہ کمرے سے باہر آ کے راہداری سے چلتی ہوئی دائیں جانب آئی جہاں ایک ملازم ریلینگ کو کپڑے سے صاف کر رہا تھا۔

"بی بی جی وہ تو تھوڑی دیر پہلے ہی ڈیرے پہ روانہ ہو گئے ابا سائیں سے ملنے۔" اس نے نظریں جھکا کے جواب دیا۔

"وا۔۔۔واپس آئیں گے کیا حویلی؟" ہمت باندھ کے دوبارہ سوال کیا کہ کیا پتا مثبت جواب مل جائے۔

"نہیں بی بی جی! وہ وہیں سے دوبارہ شہر روانہ ہو جائیں گے۔" مؤدب سا جواب

دے کے وہ مڑ گیا اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔اور ادھر اس کا دل ڈوب گیا ملازم کا جواب سنتے۔

بھلا وہ کیسے بھول گئی کہ جو شخص اس کو نکاح میں لے کے بغیر اسے دیکھے اکیلا چھوڑ گیا اپنے گھر والوں کے رحم و کرم پہ وہ کیسے اب اس کو ایک نظر بھی دیکھے گا۔

آنکھوں میں نمی تیرنے لگی جس کو چھپانے کی اس نے کوشش بھی نہیں کی۔ڈوبتے دل کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی وہ واپس اپنے پرانے کمرے میں آگئی اور خالی نظروں سے اپنے کمرے کی دیواروں کو دیکھنے لگی۔

__________**

موسم خراب ہونے کا پتا دے رہا تھا، جیسے ابھی برسنے والا ہو۔یونیورسٹی کا گراونڈ کچھ منچلوں سے بھرا تھا جو بارش کا شدید انتظار کر رہے تھے۔

اتنے میں وہ بھی تیز تیز قدم چلتی جا رہی تھی جب کسی سے اچانک ٹکرا گئی اور ہاتھ میں پکڑے کچھ نوٹس جو ابھی شاپ سے فوٹو کاپی کروا کے لائی تھی گر پڑے، کچھ تیز ہوا کا بھی اثر تھا جو کچھ پیپرز ہوا کی دوش میں اڑتے اِدھر اُدھر بکھر گئے۔

"اف خدایا یہ کیا ہو گیا۔" جلدی سے آگے بڑھتی وہ پیپرز کو سمیٹنے لگی جبکہ ٹکرانے والا شاید جا چکا تھا۔

"یہ لیں۔" دفعتاً وہاں ایک لڑکی آئی اور اس کو نوٹس سمیٹ کے دینے لگی جس کو اس نے مسکرا کے تھام لیا۔

"بہت شکریہ۔۔۔!" نوٹس کو ایک ہاتھ میں سمیٹ کے کھڑی ہوئی اور اپنے اڑتے ہوئے کالے سیاہ بالوں کو کان کے پیچھے کرنے لگی۔

"پہلا دن ہے آج؟" لڑکی نے ساتھ چلتے مسکرا کے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ویری فرسٹ۔" مسکرا کے جواب دیتی وہ اس کے ہم قدم چلنے لگی۔

"امم، میرا بھی اسی لیے یہی پہ تھی وہ تو آپ کو کسی سے ٹکراتے دیکھا تو میں ادھر ہی آ گئی۔ کیا پڑھ رہی ہیں؟ کس ڈیپارٹمنٹ میں ہیں؟"

گراؤنڈ کو کراس کرتیں اب وہ دونوں ایک ہی ڈیپارٹمنٹ کی طرف مڑی تو ساتھ

چلتی لڑکی نے دریافت کیا۔

"یہی جہاں آپ جا رہی ہیں۔" اس نے کھلکھلا کے کہا تو وہ بھی ہلکا سا ہنس دی۔

"ہائے۔۔! میرا نام صنم ہے اور تمہارا؟" دوسری لڑکی نے شرارت سے آنکھ دبا کے کہا تو اس نے مسکرا کے ہاتھ تھام لیا۔

"حیام، حیام نبیل چوہدری۔" آمنے سامنے کھڑے ہوتے دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا نام بتا پھر ایک دم ہی کھلکھلا دیں۔

" چلیں کلاس میں لگتا ہے یہی والی ہے۔" حیام نے کلاس کے باہر سائیکالوجی سمیسٹر ون کا بورڈ پڑھتے کہا تو صنم بھی تائید میں سر ہلاتی اس کے ساتھ اندر کو بڑھ گئی۔

اندر کلاس میں ہلکی پھلکی سی باتوں کی آوازیں آ رہی تھی، سب اپنی جگہ پہ بیٹھے ایک دوسرے سے رسمی علیک سلیک کر رہے تھے۔ وہ بھی خاموشی سے چلتی تیسری لائین میں پڑی دو ایک ساتھ کرسیوں پر بیٹھ گئیں اور ارد گرد کا جائزہ لینے لگیں جہاں ایک طرف لڑکوں نے اپنا گروہ بنایا تھا اور وہ آپس میں ہنسی مزاق کر رہے

تھے وہی تھوڑے سے فاصلے پہ لڑکیاں کھڑیں آپس میں مصروف تھیں۔

"ہمارے لیکچرز کی ٹائمنگ پتا ہے تمہیں؟" حیام نے مڑتے صنم سے استفسار کیا تو اس نے ایک منٹ کہہ کے اپنے بیگ سے ایک رجسٹر نکالا اور اس میں سے ایک نوٹ جس میں ٹائمنگ مینشن تھی ساری، دونوں وہ دیکھنے لگیں۔

"ٹھیک ہو گیا مطلب ہمارا پہلا لیکچر نیورو (Neuro) سائیکالوجی کا ہے جو کہ ایک سر نے پڑھانا ہے۔" حیام نے اپنے بال کان کے پیچھے اڑستے ہم کلامی کی تو اس کی بڑبڑاہٹ صنم نے سنتے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"ہمیں تقریباً تین میل ٹیچرز پڑھائیں گے اور باقی دو فیمیل ٹیچرز۔" صنم نے نوٹ اپنے ہاتھ میں لیتے کہا تو اتنے دیر میں دروازے کے پاس کھڑیں لڑکیاں اندر کی جانب جلدی سے بڑھیں۔

"سر آرہے ہیں۔" سرگوشیوں میں کہتے سب اپنی اپنی نشستوں پہ بیٹھ چکے تھے تبھی ایک وجود کلاس میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔

اٹھائیس سے تیس سالہ عمر کا وہ خوبرو مرد گرے ڈریس پینٹ پہ لائٹ بلیو شرٹ

پہنے، آنکھوں پہ رِملیس(Rimless) ،بغیر فریم کے)گلاسس پہنے،ایک کان میں بلیوٹوتھ لگائے دائیں ہاتھ میں لیپ ٹاپ کا بیگ پکڑے، چہرے پہ سنجیدگی سجائے ہوئے وہ لاپرواہی سے چلتا سٹیج پہ چڑھ کے ڈائزکے سامنے کھڑا ہو گیا۔اپنا بیگ ڈائز پہ رکھتے اس میں سے لیپ ٹاپ نکالتے اس نے رکھا اور بیگ کو نیچے ڈائز کے اندر بنی جگہ پہ رکھ دیا۔

ساری کلاس گہری خاموشی میں دلچسپی سے اپنے سر کو دیکھ رہی تھی جو کہ اب لیپ ٹاپ آن کر رہا تھا۔

لیپ ٹاپ کو سیٹ کرتے اس نے ایک سرسری سی نظر کلاس میں دوڑائی تو پوری کلاس کو اپنی طرف متوجہ پا کے اس کے لب ایک طرف مسکراہٹ میں ڈھلے،اس کے مسکراتے ہی باقی سب بھی مسکرا دیئے۔

"سر کی مسکراہٹ کتنی مسحور کن ہے ناں۔"صنم جیسے کسی سحر کے عالم میں جکڑی بڑبڑائی تو حیام اس کو دیکھتی ہلکا سا ہنس دی۔

"پاگل!"اس کو پیارے سے نام سے نوازتی دوبارہ سر کی جانب متوجہ ہوئی جواب لیپ ٹاپ کو ایک نظر دیکھتے ڈائیز سے تھوڑا فاصلے پہ رکتے سٹیج کے بالکل درمیان آ گئے۔

"جی السلام علیکم ایوری ون! کیسے ہیں سب ؟"نرم سی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اس نے سب کی خیریت دریافت کی تو سب نے مسکرا کے ایک ساتھ جواب دیا۔

"I'm Asim Malik, your Neuro Psycology teacher, If you have any questions then please you can ask without any hesitation, but don't cross limits. Okay!"

اپنے مختصر سے تعارف سے ساتھ انہیں کچھ سوال کرنے کی اجازت دیتے ساتھ بھی تنبیہہ بھی کر گیا کہ کوئی بدتمیزی نہ کریں۔

"سر آپ کی عمر کیا ہے؟"پہلا سوال لڑکی کی طرف سے آیا جو اتفاقاً پہلی لائن میں ہی تشریف فرما تھیں۔سر عاصم جو کہ باہر کھڑکی کی طرف منہ کیے شاید باہر کے

منظر کی طرف متوجہ تھے اس کے سوال پہ انہوں نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا اور اور فوراً نظریں پھیر لیں جیسے وہ سوال سنا ہی نہ ہو۔

باقی کلاس بھی خاموشی سے سر کے جواب کا انتظار کرنے لگی لیکن شاید انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ لڑکی غلط سوال پوچھ بیٹھی ہے۔

"سر؟" لڑکی نے دوبارہ سر عاصم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن وہ فوراً اس کو بات کو کاٹ گیا۔

"نوبڈی، نو کویسشنز؟ (Nobody, No questions)" آنکھوں میں سرد پن لیے وہ بولا تو لڑکی اپنے سوال پہ خود ہی شرمندہ ہو گئی۔

"آپ کو کتنے سال ہو گئے یہاں پڑھاتے؟" اس سے پہلے کہ سر عاصم مڑتے صنم نے جلدی سے سوال پیش کیا۔

"اس یونیورسٹی میں میرا دوسرا سال ہے۔ اور کچھ؟" سنجیدگی سے جواب دے کے وہ اب وائٹ بورڈ کی جانب متوجہ ہوا اور اپنی پینٹ کی جیب سے مارکر نکال کے وہاں پہ بالکل درمیان میں نیوروسائیکالوجی لکھا۔

اس کا سنجیدہ رویہ اس بات کی نشاندہی تھا کہ اب کوئی اور سوال نہیں کرے گا جبکہ اس کے مختصر دیے گئے جواب پہ ویسے ہی پوری کلاس خاموش تھی۔

"سائیکالوجی کو آپ نے پیچھے ڈیٹیل میں سٹڈی کیا ہی ہو گا اور اب سب اس جو مزید تفصیل سے جانیں گے۔اور مجھے پوری امید ہے کہ یہ آپ کو گھما کے رکھ دے گی۔"کلاس میں موجود طلباء کو دیکھتے اس نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

"جب میں بات کر رہا ہوں تو مجھے بہت ناگوار گزرتا جو میری بات سننے کے بجائے کسی اور چیز پہ دھیان دے۔"اس کے سرد لہجے میں کہے گئے جملے پہ سب کی نظریں اس کی نظروں کی تعاقب میں گئیں جہاں حیام بہت ہی انہماک سے رجسٹر پہ ٹائم ٹیبل نوٹ کر رہی تھی۔

"حیام سر تمہیں ہی گھور رہے ہیں۔"صنم نے اس کو ہلکی سی کہنی مار کے سر کی جانب متوجہ کروایا تو اس نے ناسمجھی سے صنم کو دیکھا اور آبرو اچکائے۔

"سر۔۔۔"اس نے آنکھوں میں اشارہ کیا تو حیام نے سامنے دیکھا جہاں سر عاصم اسے ہی گھورنے میں مصروف تھے۔

"اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ میں ایک وقت میں دو کام کرنے کی صلاحیت موجود ہے تو میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ خود کو دھوکا دے رہی ہیں۔"

لہجہ صاف صاف طنزیہ تھا جس پہ حیام نے شرمندگی سے اپنا سر جھکا لیا۔

"سوری سر!" حیام نے شرمندگی سے ہلکی آواز میں کہا تو اس بغیر اس کی بات کا جواب دیے سر عاصم پڑھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جبکہ باقی کلاس ان کے خشک اور سرد لہجے کو سوچتے اپنے خوبرو سر کو کھڑوس کا لقب دے چکے تھے۔

----------**

"جی! جی دادا سائیں ہم نے آپ کے کہنے پہ اس کو کال کر دی ہے اور جواب میں اس نے کل صبح ہی اپنے آنے کا بتا دیا ہے۔"

"ہاہا۔۔! جی جانتا ہوں دی جان کو بھی، آپ ہیں ناں ان کو منانے کے لیے تو بس بتا دیں کہ ان کا لاڈلا آ رہا کل۔" اس نے شرارت سے کہا تو دوسری طرف سے جھاڑ سنائی دی گئی جس پہ وہ قہقہہ لگا اٹھا۔

"خوش تو آپ بھی ہوتے ہونگے میرے اس طرح کہنے پہ دادا سائیں۔" وہ

شرارت سے باز نہ آیا تو دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی جس پہ وہ ایک بار پھر قہقہہ لگا اٹھا۔

"اس کا کمرہ سیٹ کر دیا ہے ناں۔" پاس سے گزرتے ملازم سے اس کے کمرے کی بابت دریافت کیا تو مثبت جواب ملتے ہی وہ اپنے قدم ڈیرے سے باہر لے جانے لگا۔

"تم آج ہی آ گئے۔ مجھے لگا تھا کہ کل اس کے ساتھ آؤ گے۔" کیف کو اپنی طرف آتا دیکھ خوشگوار حیرت سے بولا اور اس کے بغلگیر ہوا۔

"ہاں میرا کام ہو گیا تھا تو آج ہی آ گیا اور وہ ابھی مصروف تھا تو نہیں آ سکا۔" اس نے مسکراتے کہا اور پاس پڑی چارپائی پہ بیٹھ گیا۔

"ہاں اس سے بات ہو گئی ہے میں نے اطلاع دے دی ہے حویلی میں۔" عماد نے موبائل پہ ایک ضروری کام کرتے اس نے بند کر کے قمیض کی جیب میں رکھا اور کیف سے کام کے حوالے سے بات کرنے لگا۔

"یار ان کو کتنی بار منع کر چکا ہوں لیکن ہر بار کیوں آ جاتی ہیں یہاں۔" عماد نے گلِ

لالہ کو ڈیرے کی طرف آتا دیکھ کہ ماتھے پہ بل لیے کہا۔

"تجھے اتنے تڑکے کیوں لگ رہے ہیں دیکھ نہیں رہے کہ ان کے ساتھ دعا بھی ہے، کیا پتا وہ کہیں گھومنے یا چہل قدمی کے لیے نکلی ہوں۔" کیف نے مسکراہٹ دباتے کہا تو عماد نے ایک گھوری سے نوازا۔

"جانتا ہوں کتنی چہل قدمی کے لیے نکلی ہیں۔" برہمی سے کہتا وہ گلِ لالہ کی جانب چل دیا جو دعا سے ساتھ بظاہر انجان بنتی ڈیرے کے رستے پہ آ رہی تھی۔

"آپ یہاں اس وقت کیا کر رہی ہیں؟" عماد نے قریب جاتے سنجیدگی سے استفسار کیا تو گلِ لالہ اس کو اپنے آپ سے مخاطب پا کے گڑبڑا گئی۔

"آپ! آپ یہاں کیسے؟" جواب کے بجائے وہ سوال کر گئی۔

"میں تو اکثر یہی پایا جاتا ہوں اور یہ بات آپ اچھے سے جانتی ہیں لیکن فلحال میرے سوال کا جواب دیں آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" ایک نظر دعا کو دیکھا جو گلِ لالہ کا ہاتھ تھامے اسی کو دیکھ رہی تھی۔ عماد کے دیکھنے پہ دعا فوراً کھلکھلا اٹھی۔

"میں! میں تو یہاں اس لیے آئی کہ دعا ضد کر رہی تھی کہ اسے باہر جانا اور میرا

بھی زرا دل گھبرا رہا تھا تو یہاں آ گئی اس کے ساتھ لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ بھی یہاں موجود ہونگے۔" معصومیت سے جواب دے کہ وہ عماد کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

" چلیں اب پتا چل گیا ناں کہ ہم یہاں پہ موجود ہیں تو آپ کیف کے ساتھ گھر چلی جائیں ہمیں یہاں ابھی کام ہیں۔" عماد نے رسان سے کہا اور کیف کو اشارہ کیا کہ وہ انہیں حویلی واپس چھوڑ آئے۔

"کیف تو ابھی آیا ہے تھکا بھی ہو گا تو ہم آپ کے ساتھ واپس چلتے ہیں۔" گلِ لالہ نے کہا اور دعا سے تائید چاہی جس نے زور و شور سے سر ہلایا۔

"اچھا چلیں، کیف میں ان کو چھوڑ کے آیا تب تک تم سلیم کے ساتھ مل کے ایک چکر لگا آؤ۔" عماد نے دعا کو گود میں اٹھایا اور گل کو ساتھ چلنے کو کہا تو وہ مسکرا کے اس کے ساتھ چل پڑی۔

"طبیعت کیسی ہے آپ کی ؟" گل نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔اس کے پوچھنے پہ ایک پل کو عماد نے اس کی طرف دیکھا پھر سنجیدگی سے جواب دینے لگا۔

"اللہ کا شکر ہے بہتر ہے اب۔" اس کے جواب دینے پہ گل پورے دل سے مسکرائی۔

"گھر سے باہر نکلتے وقت احتیاط کیا کریں۔" دعا کو گود سے اتار کے اندر جانے کا اشارہ دیتے سپاٹ لہجے میں کہا تو گل کھلکھلا اٹھی۔

___________**

"گڑیا آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" پاس سے گزرتی لڑکی نے رک کے اس سے پوچھا جو ابھی تک دروازے پہ کھڑی جانے کیا سوچ رہی تھی۔

"وہ ادی میں یہاں اُن سے ملنے آئی تھی لیکن وہ یہاں ہیں ہی نہیں۔" اس نے کچھ شرمندہ ہوتے جواب دیا، خان کا ذکر کرنے سے وہ جھجھک رہی تھی۔

"ارے وہ تو چلا گیا، مل کے نہیں گیا کیا آپ سے؟" اس نے حیران ہوتے پوچھا کیونکہ دی جان نے بھی اسے یہی کہا تھا کہ چھوٹے خان آرہے ہے تو اس سے مل کے جائے گا۔

"پتا نہیں! میں تو یہاں ان کے کمرے میں آئی تھی لیکن وہ تھے ہی نہیں۔" کچھ

نادم سا ہوتے جواب دیا تو وہ اس کی معصومیت پہ ہلکا سا ہنس دی۔

"چلیں کوئی بات نہیں آپ آئیں دی جان کے پاس چلتے ہیں وہ آپ کو یاد کر رہی تھیں۔" اس کو مسکرا کے کہتی آگے بڑھ گئی اور وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیے اس کے پیچھے آنے لگی۔

___________**

دن کے بارہ بج رہے تھے اور صبح کے موسم میں اب یہ تبدیلی آئی تھی کہ بادل بس برسنے کے انتظار میں تھے کیونکہ ہوا اب اپنے زور و شور سے چلنا شروع ہو گئی تھی، ایسا لگ رہا تھا کہ شام کا وقت ہے، سورج بادلوں کے سائے میں کہیں چھپ گیا تھا۔ اور اس وقت وہ دونوں اپنے لیکچرز سے فارغ ہو کے کینٹین کے باہر موجود لگی کرسیوں اور میز میں سے ایک میز کے گرد بیٹھی تھیں اور آج کے نوٹ کیے ہوئے لیکچر پہ سرسری سی نظر ڈال رہی تھیں۔

"یار سر میں درد ہو گیا میرے تو۔" صنم بے زاریت سے اپنا سر میز پہ رکھتی ہوئی بولی تو حیا م اس کو دیکھ کہ ہنس دی۔

"ابھی تو بس دو لیکچر ہوئے ہیں ایک باقی ہے ابھی وہ بھی دو گھنٹے کا، سوچو اس میں کیا ہو گا۔" حیام نے اسے آنے والے لیکچر کے بارے میں ڈرانہ چاہا۔

پہلا لیکچر تو بس گزر ہی گیا کیونکہ پہلا دن تھا اور وہ بس تعارف میں ہی گزر گیا باقی ایک دو چیز کے بارے میں پڑھایا تھا سر عاصم نے۔اور دوسرا لیکچر بھی اچھا گزر گیا کیونکہ وہ فیمیل ٹیچر تھیں تو باتیں بھی ہوتی رہی ساتھ ساتھ۔

"یار بارش!" صنم جو اپنی ہی دھن میں ٹیبل پہ اپنی انگلیاں بجا رہی تھی اپنے ہاتھ کی پشت پہ بارش کے ننھے ننھے قطرے محسوس کرتی خوشی سی چیخ اٹھی۔

"اٹھو! ہمارے نوٹس گیلے ہو جائیں گے۔ جلدی کرو ورنہ بھیگتے ہوئے کلاس میں جائیں گے اور کیا پتا اگلے سر اندر آنے بھی نہ دیں۔" حیام نے جلدی سے پیپرز سمیٹتے صنم کو بھی لتاڑنا شروع کیا جو مزے سے وہی بیٹھی بارش کو انجوائے کرنے کی خواہشمند تھی۔ حیام کی جھاڑ سنتے اس پہ رتی برابر اثر نہ پڑا۔

"صنم! اٹھو۔" اب کی بار حیام نے زبردستی اس کا بازو پکڑتے کھڑا کیا لیکن تب تک اگلے لیکچر کی بیل ہو چکی تھی۔

"چل رہی ہوں آرام سے !" صنم نے احسان کرنے والے انداز میں کہا اور کاہلی سے چلنے لگی۔

"آپ دونوں میری کلاس کی سٹوڈنٹس ہیں ناں ؟" ابھی حیام اس کو گھسیٹتے ہوئے اپنے ڈپارٹمنٹ کی طرف جا ہی رہی تھی کہ پیچھے سے بھاری گھمبیر آواز پہ دونوں کے قدم رکے۔

"حیام میں کہہ رہی ہوں پیچھے نہ دیکھیں بس چلتی جا مجھے لے کے۔" صنم نے آہستہ آواز میں کہا اور اب وہ حیام کو گھسیٹنے کا ارادہ رکھتی تھی کیونکہ وہ اپنے پیچھے موجود وجود کی آواز کو پہچان چکی تھی لیکن حیام نے آنکھیں دکھاتے ہوئے پیچھے مڑ کے دیکھا تو سر عاصم ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"جی سر ؟" انجان بنتے سوال کیا گیا۔

"کلاس میں نہیں گئیں آپ ابھی تک ؟" سرد لہجے میں پوچھا اس وقت وہ بغیر گلاسس کے کھڑے انہیں دونوں کو گھور رہے تھے۔

"سر بس جا رہے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔" حیام کے بجائے صنم نے کہا، اس

وقت وہ شیڈ کے نیچے کھڑے تھے ورنہ اب تک وہ مکمل بھیگ چکے ہوتے۔

"اب آپ آدھے گھنٹے تک کلاس کے باہر رہیں گی جب تک بلایا نہ جائے اندر نہیں آئیں گی۔" ان کو سرد لہجے میں کہتا وہ لمبے قدم لیے وہاں سے اپنی کلاس کی جانب چل دیا جبکہ وہ دونوں پیچھے ہونقوں کی طرح اس کی بات اور لہجہ سمجھنے کی کوشش کرنے لگیں کہ آخری وہ کیوں ان کو سزا سنا کے گیا تھا۔

"ہیں! یہ کیا تھا؟" صنم نے منہ کے زاویے بگاڑ کے الجھ کے پوچھا جبکہ یہی حال حیام کا بھی تھا۔

"چھوڑ یار ایویں رعب جھاڑ کے گئے ہیں ہم پہ۔" صنم نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا اور دونوں اپنی کلاس کی جانب چل دیں۔

"پتا نہیں اب جن کی کلاس ہے وہ کیسے ٹیچر ہونگے، دعا کرتی ہوں کہ سر عاصم کی طرح کے نا ہوں کیونکہ ایک دن میں میں ایک ہی طرح کے سر برداشت نہیں کر سکتی۔" صنم اکتائے ہوئے لہجے میں کہتی جیسے ہی کلاس میں قدم رکھنے لگی ایک کرہت آواز سن کے وہی سن ہو گئی۔

"آپ دونوں کو کلاس میں آنے کی اجازت نہیں۔" کہنے والے سر عاصم تھے جو انہیں کی کلاس میں موجود تھے۔

"لیکن سر یہ تو ہماری کلاس ہے۔آپ یہاں کیسے ؟" صنم نے ناسمجھی سے پوچھا تو حیام نے پیچھے سے ہی ایک رکھ کے دی۔

"بد تمیز! سر عاصم کی ہی کلاس ہے شاید اب۔" حیام نے دانت پیستے کہا۔

"اسی لیے گیٹ آؤٹ!" سر عاصم غصے سے بولے تو دونوں اپنی زبان کو تالا لگاتی کلاس کے باہر جا کے کھڑی ہو گئیں۔

"ایک ہی طرح کے سر برداشت نہیں ہوتے تم سے، اسی لیے ایک ہی سر کو برداشت کرو۔" کچھ ہی دیر کی خاموشی کے بعد حیام نے طنزیہ لہجے میں صنم کو کہا تو وہ قہقہہ لگا اٹھی۔

____________**

کمرے میں جیسے ہی قدم رکھا تو حقے کی خوشبوناک کے نتھوں سے ٹکرائی جس پہ بغیر کوئی تاثر دیے وہ کمرے کا دروازہ بند کرتی چھوٹے چھوٹے قدم لیتی بیڈ کے ایک

کنارے پہ جا کے بیٹھ گئی۔

"میری دھی اتنی اداس کیوں اے؟کی خان مل کے نہیں گیا؟"دی جان نے اپنے پاس آنے کا اشارہ کرتے اس کے اداس چہرے کو دیکھتے پیار سے پوچھا تو اس نے ہلکا سا نفی میں سر ہلایا۔

حُقّے کو سائیڈ پہ کر کے وہ ان کے برابر آکے بیٹھ گئی، سر ہنوز جھکا یا ہوا تھا۔

"تاں پریشان ہونے کی کیا ضروت اے دھی، وہ تو ہے ہی کم چور، ایک نمبر دا بھلکڑ، ہن آئے گا تے کان کھینچوں گی اس کے۔"دی جان نے اسے اپنے سینے سے لگائے پیار سے کہا اور آئیندہ خان کے لیے منصوبے بنانے لگیں۔

"کھانا کھایا؟"پیار سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کے پوچھا اب کی بار روہانسی انداز میں بولی۔

"دل نہیں کیا۔۔۔"!

"مجھے تاں لگ رہا کہ تجھے بہت تیز بخار ہو گیا ہے۔"انہوں نے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں دی جان بس ہلکا سا بخار ہے اور کچھ نہیں، تھوڑی دیر تک ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے دی جان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے پیار سے کہا۔

"چلا آ جا مل کے کھانا کھاتے ہیں اور میری بات سن لے کان کھول کے، خان کی بیوی ہے تو اس کے کمرے میں رہا کر، اس اماں بیگم کی زیادہ سننے کی ضرورت نہیں ابھی میں زندہ ہوں۔"

انہوں نے زرا سخت لہجہ اپنایا کیونکہ وہ پہلے بھی کئی بار کہہ چکی تھیں کہ اپنے کمرے میں رہا کرے لیکن اماں بیگم کے کہنے پہ اس چھوٹے سے کمرے میں رہتی تھی جہاں اس کا حق نہیں تھا رہنے کا کیونکہ وہ گھر کے ولی وارث کی بیوی تھی تو کیوں اس کو حقیر سمجھا جاتا۔

______________**

رات کی چاندنی ہر سو چھائی ہوئی تھی، گہرے سناٹے کو اپنا رازدار بنائے ہر کوئی اپنے خوابوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا، اپنی بالکونی میں کھڑا ہونٹوں کے درمیان سیگریٹ دبائے وہ کسی غیر مرئی نقطے کو کھوج رہا تھا جب اس کا موبائل بیپ کیا۔

اندر آ کے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھایا تو '(K)' کے نام سے میسج شو ہو رہا تھا۔

"چھوڑ دے اس کو، جانتا بھی ہے کہ صحت کے لیے اچھی نہیں پھر بھی۔" خفگی بھرا میسج موصول ہوا تو لبوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔

"یار روز روز کہاں ہوتا ہے یہ سب! بس کبھی ہوا کہ دل نے بغاوت کر دی تو ایک آدھ بار۔" اس نے بھی شرارت سے جواب دیا تو اگلا کڑھ کے رہ گیا۔

"اچھا چھوڑ اس کمینی کو! یہ بتاؤ کہ کیا مجھے تمہارے ادارے سے کچھ معلومات مل سکتی ہیں کسی کے بارے میں۔؟" اس نے جھجک کے پوچھا۔

"ہاں مل جائے گی لیکن تمہیں کیوں ضرورت پڑی کسی کی معلومات حاصل کرنے کی؟" اس نے تعجب سے سوال کیا تو دوسری جانب ہلکا سا ہنس دیا۔

"بس ہے کچھ تمہیں بتاؤں گا جب کام ہو جائے گا، بس ابھی میری تھوڑی سی مدد کر دو اس میں۔" اس نے عاجزانہ رویہ اختیار کیا وہ مان گیا۔

_____________**

"حیام بیٹے آپ ابھی تک کیوں جاگ رہی ہیں، میں نے پہلے بھی آپ کو تاکید کی تھی کہ جلدی سو جایا کریں، مجھے تو لگتا ہے کہ آپ نے اب اپنی طبیعت ہی خراب کرنی ہے وہاں رہ کے۔ پہلے آپ لاہور گئی تھیں اور اب اسلام آباد چلی گئیں۔۔اب بس اس کے بعد میں آپ کی ایک نہیں سنوں گی۔" کمرے میں ہلکی سی نائٹ بلب کی روشنی میں اپنی چیزیں سمیٹتی ساتھ ساتھ اپنی دادو کی ڈانٹ سنتے وہ مسلسل مسکرا رہی تھی۔

"دادو، دادو، میری پیاری دادو! آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں، میں پہلی بار تھوڑی کہیں باہر رہ رہی ہوں آپ نے ہی کہا کہ میں لاہور بھی رہی ہوں تو تب بھی آپ ایسے ہی پریشان ہوتی تھیں لیکن اب تو میں بڑی ہو گئی ہوں ناں۔

تو آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں، پرسوں آؤں گی آپ سے ملنے اور میں بس ابھی سونے ہی جا رہی تھی تھوڑا کام تھا بس وہ کر رہی تھی۔" بیڈ پہ اپنے پاؤں سیدھے

کیے بیٹھی وہ اب مسکرا کہ اپنی دادو کو تسلیاں دے رہی تھیں جو خوامخواہ اس کی فکر کر رہی تھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ کے بھائی بھی آپ کا پوچھ رہے تھے کہ کب آنا ہے آپ نے۔" دادی کو اب جیسے اس کی بات سن کے سکون ملا تبھی اس کے بھائی کا بھی زکر کر دیا۔

"تو آپ نے لالہ کو کہنا تھا کہ مجھے کال کر لیں۔" اس نے پریشان ہوتے کہا۔

"کہا تھا آپ کے بھائی سے، لیکن وہ مصروف تھے تو آپ کو کال نہیں کر پائے۔ آپ خود ہی تھوڑا ٹائم نکال کے اپنے لالہ کو کال کر لیجیے گا ٹھیک ہے۔" تفصیل بتاتے ساتھ حل بھی پیش کیا جس پہ وہ سر ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے میں کر لوں گی، اب آپ بھی سو جائیں ورنہ لالہ غصہ ہونگے۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"چلو تم بھی اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ!" دادو نے مسکرا کے رابطہ منقطع کیا اور سکون کی سانس لی۔

____________**

ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اپنی نیند کو پانے میں ناکام رہا تھا، وہ چاہ کے بھی اپنی آنکھوں سے وہ منظر نہیں اوجھل کر پا رہا تھا، کہ کس طرح اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے دم توڑا اور وہ کچھ بھی نہیں کر پایا تھا الٹا مجرموں کی طرح خود کو تنہا کر بیٹھا تھا۔

"میں کیا کروں؟ مجھے سکون کیوں نہیں آ رہا؟" بے بسی سے کہتے اس نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"میری وجہ سے وہ اس طرح کی زندگی گزار رہی ہے، میری وجہ سے خوشیاں روٹھ گئی ہیں۔۔" کرب سے سوچتے وہ اپنے بیڈ سے اٹھا اور چلتا ہوا بالکونی میں آیا جہاں ہوا کے تھپیڑوں نے اس کا استقبال کیا۔

رات کی تنہائی کے ساتھ ساتھ اس کو اپنا وجود بھی بالکل تنہا محسوس ہو رہا تھا، اس کی ندامت اس کو ہتھوڑے کی طرح اپنے سر پہ پڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھے کسی بھی طریقے سے اسے یہاں واپس بلانا چاہیے تاکہ 'وہ' زندگی تو ٹھیک

سے گزار پائے، ایک بوجھ تو میرے سر سے اترے ورنہ یہی مجھے کھائے جائے گا۔" آسمان پہ نظریں مزکور کیے اس نے سوچا اور کچھ فیصلے ترتیب دینے لگا۔

----------**

"یار تم نے مجھے اپنا نمبر نہیں دیا تھا۔" کلاس میں بیٹھی حیام کو دیکھتے صنم نے خفگی سے پوچھا تو رجسٹر سے نظریں ہٹاتے اس نے اپنی ناراض دوست کو دیکھا۔

"ہاں وہ بس میں بھول گئی تھی لاؤ لکھ دوں۔" اپنی چیزیں سائیڈ پہ رکھتی اس نے موبائل ہاتھ میں لیتے اپنا نمبر لکھا۔

"آج کتنے لیکچر ہیں؟" اپنی نشست سنبھالتے صنم مصروف انداز میں بولی۔

"شاید دو ہی ہیں، اب دیکھو لگتا پتا تھوڑی دیر میں آرہی ہیں میم۔" موبائل پہ نظریں جماتے اس نے مسکرا کے کہا تو صنم مشکوک ہو کے دیکھنے لگی۔

"کون ہے۔۔۔!" معنی خیزی سے پوچھتی اس کا موبائل جھپٹنے ہی والی تھی کہ حیام نے موبائل کو بیگ میں رکھ دیا۔

"چلو نکلو۔۔۔۔" اس نے شرارت سے کہا تو صنم نے گھورا۔

"ارے دکھاؤ تو، مجھے کوئی لڑکا نظر آیا تھا۔" اس نے ضدی لہجے میں کہا تو ہنستے ہوئے حیام نے موبائل بیگ سے نکالا اور اپنا پاس ورڈ کھول کے اس کے سامنے کیا۔

"لالہ ہیں میرے۔" ایک محبت بھری نظر اپنے بھائی کو دیکھتے صنم کو بتانے لگی۔

"ماشاءاللہ۔" صنم نے بھی اس خوبرو شخصیت کے حامل انسان کو دیکھتے بے ساختہ کہا تو حیام کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"میم آگئی ہیں۔۔" کلاس میں پینتالیس سالہ عورت کو داخل ہوتے دیکھ صنم نے کہا تو دونوں کلاس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

پنک شلوار قمیض میں چلتی حیام اپنے ہی دھیان میں یونیورسٹی کی کینٹین میں اینٹر ہوئی اور ایک خالی ٹیبل دیکھتی اس پہ جا بیٹھی، ابھی کینٹین میں بس دو چار ہی سٹوڈینٹس تھے۔

"کیا آج سر عاصم کی کلاس نہیں ہے کوئی؟ ان سے بکس ریفرنس پوچھنی تھی اور کچھ نوٹس کا بھی پوچھ لیتے اگر ہیں تو ورنہ وہ تو بس کلاس کو پڑھاتے ہی چلے گئے

تھے۔"ساتھ والی کرسی پہ صنم دھپ سے آ کے بیٹھی اور اپنا بیگ کھنگالتے اس میں جیسے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

"معلوم نہیں، کیونکہ شیڈول میں بس ویکینڈ کی کلاسز ہیں بس کل دو لیکچر گزر گئے اور پریکٹیکل کے ہونگے باقی، اب نیکسٹ ویک ہی وہ کلاس لیں گے۔"کان کے پیچھے بال اڑستے ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے نارملی جواب دیا تو صنم سمجھ کے سر ہلا گئی۔

"وہ جارہے ہیں سر کسی کے ساتھ ان سے پوچھ لیتے ہیں۔"دور سے آتے وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے ایک خوبرو نوجوان کے ساتھ سر عاصم کو آتے دیکھا جو خود ڈارک بلیو شرٹ پہ ڈارک گرے پینٹ پہنے ہاتھ میں کوٹ تھامے ساتھ والے کے ساتھ کسی فائل کو کھولے بات کرنے میں مصروف تھے۔

"نہیں یار اچھا نہیں لگتا اس طرح، جب کلاس ہوگی تب ڈسکس کرلیں گے ابھی وہ جس کے ساتھ جارہے ہیں بہت مصروف لگ رہے ہیں تو وہ خوامخواہ ڈسٹرب ہونگے۔"پارکنگ ایریا سے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جاتے سر عاصم پہ حیام کی نظر پڑی تو اس نے ابھی بات کرنا ضروری نہیں سمجھا اسی لیے منع کردیا۔

"چلو ٹھیک ہے پھر۔" صنم بھی ہلکی ہو کے بیٹھ گئی اور موبائل میں بزی ہو گئی۔

"تمہاری ماما کی طبیعت کیسی ہے اب۔" کچھ یاد آنے پہ حیام نے صنم سے پوچھا تو وہ اپنے موبائل سے نظریں ہٹاتی ہوئی اس کو دیکھنے لگی۔

"اللہ کا شکر ہے بہتر ہیں اب، کل میرے جانے تک وہ دوائی لے آئیں تھیں، بابا بھی گھر نہیں تھے کزن کے ساتھ گئیں تھی، اب ٹھیک ہیں وہ شکر اللہ کا۔" صنم نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو حیام بھی اللہ کا شکر ادا کرتی ریلیکس ہو گئی۔

__________**

شام بھی ہو گئی دھندلا گئیں آنکھیں بھی مری

بھولنے والے میں کب تک ترا رستہ دیکھوں

~پروین شاکر

"دعا نہ کرو ایسے وہ ڈر جائے گا بیچارہ۔" دعا کے ہاتھ میں چھوٹا سا بلی کا بچہ دیکھتے وہ اس کو لینے کو آگے بڑھی جبکہ گلِ لالہ کو اپنی طرف دیکھتے وہ بلی کے بچے کو

بے ترتیب سے پکڑے بھاگنے لگی کہ بچے کی ٹانگ اس کے منہ کے اوپر دیکھتے وہ دہل کے اس کو ٹوکتی پیچھے بھاگی۔

"ہائے وہ مر جائے گا، گندی بچی چھوڑو اس کو۔" مسلسل چھت پہ بھاگتی دعا کو کوستی ڈرانے کی خاطر ایک طرف پڑی لکڑیوں میں سے بڑی سی چھڑی اٹھالائی۔

"نو۔۔۔" وہ بھی اسے سے کھٹک سے بولی کہ اس کی دیدہ دلیری پہ وہ صبر کے گھونٹ پی گئی۔

"پدی سی تو تم ہو اور اپنی جتنی جان کو تم نے پکڑا ہے چھوڑو ورنہ چاکلیٹس نہیں دونگی۔" چھڑی دور پھینکتی اس کو لالچ دینے لگی کہ وہ مان جائے ورنہ وہ چھوٹی سی جان اپنی آخری سانسیں گننے لگی کیونکہ اب اس کا ہاتھ بلی کے بچے کی گردن پہ تھا جس کو اس نے پکڑنے میں سہارہ لیا تھا لیکن وہ کیا جانے جس کا سہارہ لیا تھا وہ اسی جان کو مارنے کے لیے کافی تھا۔۔۔

"اوکے۔۔۔" یہ لالچ سنتے ہی اس نے جھٹ سے اس بچے کو چھوڑا کہ 'میاؤں' کی تیز آواز میں وہ پہلی فرصت میں بھاگا۔

"چاکلیٹ۔۔۔!" پاس آتے ہی اس نے فرمائش کی تو اس کا ہاتھ تھامتے وہ سیڑھیاں اترنے لگی لیکن ابھی دوسری منزل کی سیڑھیاں اتر ہی رہی تھی کہ رستے میں آتے وجود کو دیکھ گلِ لالہ ٹھٹھک کے رکی۔

"آپ۔۔۔؟" اوپر کی جانب جاتے دیکھ گل نے پوچھا کیونکہ کمرہ تو اس کا نیچے تھا۔

"جی میں۔۔! اور گڑیا کہاں سے آرہی ہے؟" مختصر سا کہتے اس نے دعا کو پکڑتے ہوا میں اچھالتے گود میں لیا جس سے وہ کھلکھلا اٹھی۔

"چھت پہ گئے تھے ہم، آپ بھی چھت پہ جا رہے۔" اس نے مسکرا کے کہا اور اس سے بھی اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

"نہیں میں لالہ کے کمرے میں جا رہا ہوں ایک فائل دیکھنی ہے۔" دعا کی گال پہ بوسہ دیتے کہا تو اس کی ہلکی بڑھی ہوئی داڑھی کی چھبن سے وہ ایک بار پھر کھلکھلا اٹھی۔

"بہت زیادہ اٹیچڈ ہے آپ سے یہ۔" دعا کی سرخ پڑتی گال کو نرمی سے سہلاتے اس نے کہا تو دعا نے عماد کی گال پہ بوسہ دیا۔

"اور میں بھی اپنی گڑیا سے بہت پیار کرتا ہوں۔" نرمی سے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیتے دعا کو نیچے اتارا اور اوپر جانے لگا لیکن اچانک گل کی پکار پہ رک گیا۔

"سنئیے۔۔۔!" سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ آسودگی سے مسکرا دی۔

"اچھے لگ رہے ہیں آپ۔" ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کو شلوار سوٹ میں دیکھتے اس نے تعریف کی تو وہ ایک سنجیدہ سی نظر ڈالتا سر نفی میں ہلاتے اوپر کمرے کی طرف گیا پیچھے وہ ہلکا سا ہنس دی۔

"اکھڑ شہزادہ۔" اس کو دو بول اور تعریف سے نوازتے دعا کو اپنی گود میں اٹھاتے پیار کرتے نیچے لے گئی۔

_____*______**

ستمبر کا شروع تھا اور گرمی آج بھی ایسی تھی جیسے جولائی کا مہینہ غلطی سے واپس آگیا ہو۔

سر پہ دوپٹہ اور کندھے پہ بیگ لٹکائے وہ اپنے بابا کا ویٹ کر رہی تھی کہ جلدی سے لینے آجائیں ورنہ اس گرمی میں جلتے رہنا ہوگا۔

"آہ۔۔! آج یہ کیوں آگیا؟" اپنے سامنے اس کی گاڑی کو دیکھتے وہ کوفت سے بولی جبکہ اندر بیٹھا وجود گہری مسکراہٹ سے اب گاڑی سے نکلتا اس جانب آیا۔

"چلو یا اب بھی یہی رہنے کا ارادہ ہے تمہارا؟" اس نے پاس پہنچتے ہی طنز کیا تو وہ سلگ اٹھی۔

"بابا کیوں نہیں آئے اور تم کیوں لینے آگئے ہو۔۔۔" بجائے گاڑی کی جانب بڑھنے کے وہی کھڑے وہ سنجیدہ سے بولی۔

"انہیں کام تھا تو میں آگیا میرے آنے سے تمہیں کیا مسئلہ ہو رہا ہے چلو بیٹھو۔" اسی لہجے میں جواب دیتے وہ بغیر اس کی سنے گاڑی میں جا کے بیٹھا اور سٹارٹ کر دی۔

وہ جانتی تھی کہ اگر مزید دو منٹ میں وہ نہ گئی تو اسکا کوئی بھروسہ نہیں ایسے ہی گاڑی اڑا لے جائے گا۔

"بندہ سلام دعا کر لیتا ہے۔" اس کے بیٹھتے اس نے اپنایت بھرا شکوہ کیا۔

"میں بندہ نہیں بندی ہوں اور بندیاں ہر ایرے غیرے کو سلام نہیں کرتی

پھرتی۔"اپنا بیگ پچھلی سیٹ پہ منتقل کرتے وہ بھی کٹھاک سے بولی تو وہ جل کے رہ گیا۔

"میں ایرا غیرا نہیں ہوں ہونے والا شوہر ہوں تمہارا۔"آنکھیں نکالتے اس نے بھی بے باکی سے کہا تو صنم کے منہ سے بے ساختہ ہی 'استغفر اللہ' نکل گیا جس پہ وہ مزید سیخ پا ہوا۔

"خواب دیکھتے رہو بس۔۔۔ تم نے گھر لے کے جانا ہے کہ نہیں ورنہ میں بابا کو کہوں گی کہ تم بس مجھ سے بکواس کرتے رہتے ہو۔"اتنی آہستہ گاڑی کی سپیڈ دیکھتے صنم بھڑک کے بولی تو وہ الٹا اس کو دانت دکھانے لگا۔

"جاؤ جا کے بتاؤ، میں تو کہتا ہوں کہ یہ بھی کہنا کہ میں شادی کے لیے بہت اتاولا ہو رہا ہوں لہذا 'تمہیں' یعنی تمہیں 'میری صنم کو میرے پلے باندھ دیا جائے۔"اس نے جیسے کھلے دل سے اجازت دی تو سلگ کے رہ گئی اس کو بے باک گفتگو پہ۔

"یار دیکھو میں تمہارے پیچھے کب سے لگا ہوا ہوں تمہیں میری تنہائی کا کوئی احساس نہیں، کچھ خیال کرو مجھ معصوم کا کب تک ایسے اکیلے زندگی گزار کے اپنے

دوستوں کی شادیاں ہوتے دیکھوں۔"اس کو مسلسل خاموش دیکھتے پھر سے ارتسام کی زبان نے پھر سے کھجلی کی تو وہ ایسے انجان بنی جیسے سنا ہی نہ ہو کچھ۔۔

"اتنی بھی کیا بے رخی، اب اپنی ہونے والی بیوی کو بھی میں امپریس بھی نہ کروں یااللہ یہ کیسا انصاف ہے ایک لڑکی سے محبت کی اور بھی سڑی ہوئی نکلی۔"اب کی بار صنم نے اسی خونخوار نظروں سے گھورا جو گاڑی سے دھیان ہٹائے باقاعدہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے دہائیاں دے رہا تھا۔

"دیکھیں ارتسام۔۔۔!"ابھی وہ ضبط کیے کچھ کہتی کہ وہ پھر سے بول اٹھا۔

"کتنا خوبصورت لگتا ہے نامیرا نام جب تم اسے ادا کرتی ہو۔"اس کی بات اچکتے وہ پھر شریر ہوا جبکہ اب کی بار صنم نے کچھ بولنا مناسب نہ سمجھا کہ پھر سے وہ کوئی گوہر فشانی ہی کرے گا۔

"تم کہاں چل دیئے۔۔!"گھر پہنچنے پہ جب صنم گیٹ کراس کرنے لگی تو ارتسام بھی ساتھ ہی اتر گیا اندر جانے کے لیے۔

"کیوں بھئی میں نہیں آسکتا کیا؟"اس نے رک کے حیرت سے پوچھا جس پہ وہ اکڑ

کے بولی۔

"بالکل نہیں! جاؤ یہاں سے۔" اتنا کہہ کے وہ خود اندر کی جانب بڑھی تو اس کی بات جو خاطر میں لائے بغیر اس کے قدموں کی اندر گیا۔

"ارے میرا بچہ کیسے ہو۔۔؟" ارتسام کو اندر آتے دیکھ صنم کی امی جان چھوٹے سے لاونج میں پڑے صوفے سے اٹھ کے اسے پیار کرنے لگیں لیکن وہ پہلے ہی ان کے احترام میں آگے بڑھا اور جھک کے پیار لیا۔

"میں ٹھیک ہوں ممانی جان آپ بتائیں کل سے طبیعت کیسی ہے آپ کی؟" ان کے پاس ہی صوفے پہ بیٹھتے نرمی سے پوچھا جبکہ صنم اس کو بغیر کچھ کہے اندر اپنے روم میں جا چکی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے کہ بہتر ہے، بس کل تھوڑی سی گھٹن ہو گئی تھی اسی وجہ سے طبیعت خراب ہو گئی تھی لیکن اب سب بہتر ہے شکر ہے۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑا اون کا سویٹر بنتے جواب دیا۔

"تم بتاؤ تمہارے ابو کیسے ہیں؟"

"ابو بھی ٹھیک ہیں اور باقی سب بھی آج کل کسی کام میں مصروف ہیں۔" اس نے سرسری سا جواب دیا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلیں ٹھیک ہے میں اب چلتا ہوں اپنا خیال رکھیے گا۔" صنم کو کیچن میں جاتے دیکھ وہ جانے کی اجازت چاہتا آہستہ سے کیچن کے دروازے کے پاس آیا۔

"اپنا خیال رکھنا تم بھی، اللہ حافظ۔" ہلکی سی مسکراہٹ سے اس کو کام میں مصروف دیکھتا کہا اور اس کا 'خدا حافظ' سنتے وہ وہاں سے رخصت ہوا۔

__________**

"تیری آج کوئی کلاس نہیں؟" فائنل سے نظریں ہٹاتے اپنے سامنے بیٹھے وجود کو دیکھتے پوچھا جو ہنوز فائل پہ نظریں گھاڑے ہوئے تھا۔

"نہیں ابھی نہیں ہے، صبح تھی ایک بس اور ابھی فارغ ہوں تیرے میسج آنے پہ رک گیا تھا۔" سنجیدگی سے جواب دیتا ایک پیپر اٹھا کے اس پہ کچھ لکھنے لگا۔

"اچھا وہ میں نے تم سے کہا تھا نا کسی کے بارے میں کچھ معلوم کرنا ہے۔" ادھر

اُدھر دیکھتے اس نے اپنی بات شروع کی۔

"ہاں بتا کیا کہہ رہا تھا رات کو۔" وہ اب فائل اور چیزیں سائیڈ پہ رکھتا اس کی بات کی جانب متوجہ ہوا۔

"یار کسی کے بارے میں پتا کرنا ہے، ادھر ہی دیکھا میں نے اور شاید پڑھتی بھی یہی ہے۔" ذرا سا آگے جھکتے کہا تو عاصم کی نظروں میں الجھن دیکھتے وہ کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا۔

"تم کب ان کاموں میں دلچسپی لینے لگا؟" عاصم نے اسے گھور کے کہا۔

"یار مجھے نہیں پتا بس مجھے اس کا معلوم کرنا ہے کہ وہ کہاں رہتی کیا کرتی سب کچھ۔۔" وہ جیسے اپنے بے قابو ہوتے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا تھا۔

"اور تو سب جان کے کیا کرے گا؟" اس نے پھر سوال داغا۔

"یار میں نہیں جانتا لیکن وہ مجھے بہت پسند آگئی ہے لیکن ابھی میں کوئی بڑا قدم نہیں اٹھانا چاہتا کہ فوراً ہی کوئی ریلیشن رکھ لوں اس سب کی عادت بھی نہیں لیکن میں بس یہ کنفرم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کہیں انگیجڈ تو نہیں۔" عاصم کی بات پہ اس

نے کھل کے وضاحت دی جس وہ سمجھ کے سر ہلا گیا لیکن کچھ توقف کے بعد قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"یار کیا ہے کیوں دانت نکال رہا ہے۔۔۔؟"اس کے دانت نکالنے پہ وہ جھلا کے بولا۔

"میرا مطلب کہ یہ نا ہو کہ جس کو میں ابھی پسند سمجھ رہا ہوں وہ بعد میں بس ایک ایٹریکشن نہ نکل آئے۔"اس کے ہنسنے پہ وہ منہ بناتے اپنی بات سمجھانے لگا۔

"سمجھ گیا ہوں یار، بس تمہیں چھیڑ رہا تھا، بتاؤ کون ہے وہ۔"عاصم نے کیف کو کہا اور اپنا لیپ ٹاپ سامنے رکھا۔

"مجھے نہیں معلوم، بس ایک دو بار دیکھا ہے پہلے کل دیکھا تھا اور آج بھی۔"

"اتنی سی معلومات سے میں تمہیں کیا بتا سکتا ہوں بھلا، کچھ اور بتاؤ کہ کس ڈیپارٹمنٹ میں دیکھا تھا یا کسی کلاس میں۔۔۔۔"اس نے جیسے اور جاننا چاہا۔

"نہیں یار، ایسا کرتا ہوں کہ اگر وہ مجھے دوبارہ دکھی تو تمہیں فوراً بتاؤں گا کیونکہ میں جب بھی یہاں تیرے کام سے آتا ہوں تم ساتھ ہی ہوتے ہو۔"کیف نے مشکل

آسان کرتے کہا۔

"ٹھیک ہے چلو ابھی چلیں یار بھوک بہت لگی ہے مجھے۔" عاصم کھڑے ہوتے بولا تو دونوں آفس سے باہر نکلے، ابھی تھوڑی آگے ہی گئے تھے کہ کیف نے عاصم کو رکنے کا اشارہ کیا۔

"یار وہ دیکھو وہ رہی۔۔۔" کیف نے کینٹین میں بیٹھی لڑکی کی طرف اشارہ کیا تو عاصم کی نظریں بھی اس سمت اٹھیں۔

"کون سی۔۔۔؟" یار پانچ لڑکیوں کو دیکھتے اس نے الجھ کے پوچھا۔

"یار کچھ شرم کر کیا کہیں گے سب کہ ایک ٹیچر ایسی حرکت کر رہا۔" عاصم نے مسلسل کیف کو ایک ہی طرف دیکھتا پا کے چوٹ کی تو وہ ہنسنے لگا۔

"وہ بلیک ڈریس میں جو موبائل میں لگی ہے۔" اب کی بار ساتھ چلتے جواد نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو عاصم نے پھر دیکھا اور اس کو ایک نظر دیکھتے پھر جواد کو دیکھا۔

"پتا چل جائے گا نا اس کا۔۔۔" وہ متجسس ہوا۔

"سٹوڈینٹ ہے میری بد تمیز! اسی پہ نظر جانی تھی تیری کچھ تو خیال کرتا۔" پارکنگ میں جاتے عاصم نے ہنس کے کہا تو کیف کھسیا گیا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ وہ تیری سٹوڈینٹ نکلے گی، خیر مجھے معلوم کر کے بتادینا سب میں انتظار کروں گا۔" گاڑی میں بیٹھتے اس نے آنکھ ونک کرتے کہا تو عاصم قہقہہ لگا اٹھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ تو عاشق بھی نکلے گا۔۔" وہ مزید اس کو چھیڑنے لگا جس پہ اب کی بار وہ بھی قہقہہ لگا اٹھا۔

__________**

"لالہ میں بس گھر جا رہی ہوں یہاں سے، جی کھانا کھا لیا تھا میں نے۔ آپ سنائیں دادو کہہ رہی تھیں کہ آپ کو میری بہت یاد آرہی تھی۔۔" بیگ کندھے پہ ڈالے وہ اپنے ہاسٹل کے کاریڈور میں چلتی ساتھ ساتھ اپنے بھائی سے بھی بات کر رہی تھی۔

"ہاں تو مجھے فکر لگی رہتی ہے کہ میری گڑیا نے کچھ کھایا ہو گا کہ نہیں چھوٹی سی تو

جان ہو تم۔" انہوں نے بھی پیار سے کہا تو وہ ان کے پیار پہ بے ساختہ ہی وہ کھلکھلا اٹھی۔

"اب بڑی ہو گئی ہوں میں بھائی۔۔۔۔" اس نے احتجاجاً کہا۔

"میرے لیے اب بھی چھوٹی ہی ہو تم اور میں ایسے ہی تم کو بچوں کی طرح ٹریٹ کروں گا میرا چھوٹا بچہ۔" بیڈ پہ بیٹھتے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی اپنی اور اس کی تصویر کو دیکھتے وہ محبت پاش لہجے میں بولا۔

"اصفہان بھائی۔۔۔۔!" وہ جیسے چڑ کے بولی جس پہ وہ قہقہہ لگا اٹھا۔

"اچھا بتائیں بھابھی کو کب لا رہے ہیں آپ، مجھے بھی اب بہت انتظار ہے کہ کب ہمارے گھر میں دلہن آئے اور گھر میں نئی رونق لگے۔" اپنے روم میں اینٹر ہوتے اس نے بیگ کو جگہ پہ رکھا اور پانی کی بوتل اٹھا کے گلاس میں پانی ڈال کے پینے لگی۔

"تمہاری دادی جان کو بس تمہارا انتظار ہے بس پھر آجائے گی تمہاری بھابھی، بتاؤ کب ختم ہو گا سمیسٹر تمہارا۔" اس کی بات پہ وہ متبسم ہوتے گویا ہوا۔

"ابھی تو شروع ہوا ہے، پریکٹیکل اور تھیسز بھی ہونگے ساتھ ساتھ، بس جلد ہی ہو

جائے گا ختم،اور ویسے بھی ہفتے میں بس دو کلاسز ہوتی ہیں ویکنڈ پہ تو آپ کبھی بھی ڈیٹ فائنل کر دیں نا میں آجاؤں گی۔"اس نے پر جوش ہوتے سارا منصوبہ بناتے کہا۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہو رہی ہے تمہیں، پہلے تمہیں نہ رخصت کر دیں ہم پھر تمہاری بھابھی بھی آجائیں گی ورنہ تمہارا کیا بھروسہ کہ ظالم نند بن کے میری بیوی پہ ظلم ڈھاتی رہو۔"دوسری طرف بھائی نے بھی شرارت سے کہا تو ادھر وہ منہ بنا گئی۔

"اب دیکھیئے گا کیسے میں نند بن کے دکھاتی ہوں اور پھر ظالم پھپھو بھی بنوں گی سن لیں آپ۔"وہ بھی دھمکی آمیز لہجے میں کہتی اپنے پاؤں اوپر کرتے بیٹھتے گئی۔

"ہاہا۔۔۔! ہاں جی بھئی لگ رہا ہے تمہارے ارادوں سے۔"اصفحان نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے کہا تو وہ خوشی سے کھلکھلا اٹھی۔۔

__________**

ان دونوں بھائی بہن کا پیار ہی بہت نرالہ تھا، اصفحان نے جب جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھا تو گاؤں واپس آتے کچھ ڈاکو لٹیروں نے ان کے والدین پہ حملہ کر دیا جس کی وجہ سے وہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، تب حیام ابھی نو سال کی تھی جبکہ اصفحان سترہ سال کا، دادا جان کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا سب بس ایک دادی جان تھی گھر میں جنہوں نے اپنی جان سے بڑھ کے دونوں کی پرورش کی تھی۔

اصفحان نے بہت چھوٹی عمر میں اپنی دادو کے ساتھ ساتھ اپنی حیام کو بھی سنبھالا تھا لیکن بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ دادی جان بھی کمزور ہوتی گئیں۔

اصفحان کے والد صاحب کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس بھی تھا اور ساتھ گاؤں میں کچھ زمینیں بھی تھیں جن کی دیکھ بھال کی زمہ داری ان کے منچھی پہ تھی۔۔۔

ان کے بزنس میں اصفحان کے والد کے دوست کمیل صاحب بھی ساتھ تھے ہی تھے حصے دار تھے لیکن جیسے ہی اصفحان نے شعور کی دنیا میں قدم رکھا تو کمیل صاحب نے ان کی امانت ان کے حوالے کی اور نیک تمنائیں دی ساتھ ہی اپنا حصہ لے کے اپنا نیا کاروبار شروع کر لیا تھا، کمیل صاحب نے اصفحان کی بہت مدد کی تھی

اور اب انہوں نے اپنی چھوٹی بیٹی کی نسبت اصفحان سے طے کر دی تھی کہ ایسے ہی ساری زندگی ان کے تعلقات قائم و خوشگوار رہیں۔

حیام بچپن سے ہی پڑھنے کی شوقین تھی انٹر تک وہ اپنے گاؤں میں ہی پڑھتی رہی تھی پھر بعد کی تعلیم کے لیے لاہور چلی گئی وہاں ہوسٹل میں رہ لیا کرتی تھی اور ہر ویک اینڈ پہ وہ گاؤں اپنی حویلی بھی چکر لگا جاتی تھی۔

پڑھائی مکمل کر لی تھی لیکن پڑھنے کا شوق نہیں گیا تھا تبھی مزید وہ ایم ایس کرنے اسلام آباد میں چلی آئی، لیکن یہاں اس نے کہا کہ مہینے میں ایک بار چکر لگائے گی کیونکہ ہفتے میں بس دو دن کلاسز تھی باقی تھیسز۔ اور پریکٹیکل وغیرہ کا کام ہونا تھا۔۔

اب اپنی مسلسل غیر حاضری پہ وہ بھائی کو فورس کر رہی تھی کہ وہ شادی کر لیں اب تاکہ گھر میں رونق ہو اور دادی کی بھی تنہائی دور ہو۔

لیکن اصفحان چاہتا تھا کہ پہلے اپنی بہن کو اچھے سے خاندان میں بیاہ دے تب وہ اپنی

زندگی کو آگے بڑھانے کے بارے میں سوچ گا۔۔

___________**

کیف جب سے عاصم کے پاس سے آیا تھا اس کے ذہن میں بس وہی لڑکی سوار تھی جس کو وہ آج پھر دوبارہ دیکھ آیا تھا، عاصم نے تھوڑی بہت ڈیٹیلز بتائیں تھیں کہ وہ نیو بیچ ہے اور یہیں ہوسٹل میں ہی رہ رہی تھی، اس کے پیرنٹس اور گارڈین کی جگہ بس بھائی کا نام لکھا تھا مطلب کہ وہ شادی شدہ نہیں تھی اور بہت اسرار پہ اس نے گھر کا پتہ بھی دیکھ لیا تھا جو خوش نصیبی سے ان کا ہمسایہ گاؤں تھا مطلب کہ اس کے دادا جان جانتے ہونگے ان کو۔

تھوڑے دن بعد وہ فیصلہ کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ اس بارے میں سیریس بھی ہے یا نہیں۔

ابھی وہ اس کے خیالوں کو کھویا کب سے ٹریفک روک کے کھڑا تھا جب پیچھے سے مسلسل گاڑیوں کے ہارنز سنائی دیئے تو شرمندہ سا سر کھجاتے وہ گاڑی کو آگے دوڑا گیا۔

گاؤں پہنچا تو حویلی میں داخل ہوتے ملازم سے پتا چلا کہ عماد تھوڑی دیر پہلے ہی یہاں سے ڈیرے پہ گیا ہے، ابھی سفر سے وہ تھکا ہارا لوٹا تھا تو کیچن میں جاتے ہی وہاں اپنی ماں سے مخاطب ہوا۔

"ماں ایک کپ چائے کمرے میں بھجوادیں تھکا ہوں۔" اپنی ماں کے ماتھے پہ بوسہ دیتے کہا تو انہوں نے بھی اس کی پیشانی چوم لی۔

"تم چلو میں ابھی آتی ہوں لے کے۔" چولہے پہ چائے کا پانی رکھتے انہوں نے پیار سے کہا تو وہ جی اچھا کہہ کے اپنے کمرے میں جانے لگا کہ رستے میں اس کو دعا مل گئی جو آتے ہی اس سے لپٹ گئی۔۔

"ارے میری جان ابھی تک کھیل رہی ہو سونا نہیں۔" دعا کو گود میں اٹھاتے اپنے کمرے میں لے آیا اور ہنوز اپنی گود میں بٹھاتے پیار سے پوچھا۔

"نیند نہیں آئی۔۔۔" ابھی دوپہر کے تین بج رہے تھے اور اس وقت اکثر ہی دعا سوئی ہوئی پائی جاتی۔

"اچھا تو آؤ اپنے کیف بھائی کے ساتھ ہی سو جاؤ کیونکہ کیف بھائی بہت تھکا واپس آیا

اور اسے نیند بھی بہت آ رہی۔" کیف نے شوز اتارتے اس کو بیڈ پہ بٹھایا تو وہ فوراً دوسری سائیڈ آتے ہی لیٹ گئی جیسے نیند ابھی مہربان ہو گی اس پہ۔

دعا کو دو منٹ کا کہہ کے وہ کپڑے چینج کر آیا تب تک گلِ لالہ خود اس کے کمرے میں چائے دینے آ گئی۔

"دعا آپ یہاں ہو آپ کی دادو آپ کو بلا رہی ہیں کب سے۔" دعا کو کیف کے بیڈ پہ پھیلتے دیکھ گل نے تاسف سے کہا تبھی کیف فریش سا باہر آیا۔

"ادی یہ میرے پاس ہی ہے ابھی، ہم دونوں تھکے ہوئے ہیں تو دعا اپنے بھائی کے پاس ہی آرام کرنے لگی ہے۔" گل کو کہتے اس نے دعا سے تائید چاہی جس پہ وہ خوش ہوتے اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"چلو ٹھیک ہے جب تنگ آ جاؤ تو چھوڑ جانا میرے پاس۔" گل نے ہنس کے کہا تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"سنا تھا کہ عماد آیا تھا کہاں ہے وہ؟" گل جب جانے کے لیے مڑی تو کیف نے سرسری کا پوچھا۔

"آئے تھے وہ کوئی فائل لینے پھر لے کے چلے گئے۔"اس نے بھی نارملی جواب دیا جس پہ وہ محض سر ہلا گیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔۔۔"

گل مسکراتی باہر چلی گئی۔

_________**

"یار کب سے کال کر رہا ہوں تم فون ہی نہیں اٹھا رہی یہ کیا بات ہوئی۔" مسلسل دس منٹ کی کالز کے بعد اس کی کال پک کی گئی تو وہ جھنجھلا کے بولا جبکہ دوسری طرف جیسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"دیکھیں ارتسام۔۔۔"ابھی وہ پھر کچھ کہتی کہ وہ بیچ میں بات کاٹ گیا۔

"کتنا خوبصورت لگتا ہے جب تم میرا نام پکارتی ہو۔"ہمیشہ والی بات پہ وہ پھر ضبط کر گئی کہ ہمیشہ ہی وہ ایسے ہی کرتا تھا اسکا نام لینے پہ۔

"آپ کیوں بار بار کال کرتے ہیں جبکہ آپ کو پتا ہے کہ میں نہیں کرنا چاہتی آپ سے بات پھر بھی۔"کچھ توقف کے بعد وہ سپاٹ لہجے میں بولی جبکہ وہ مسکرا دیا۔

"اور تم کیوں یہ بار بار کہتی ہو کہ تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا کہ اس کے لہجے کی سرد مہری پہ حیران ہو گئ۔

"آپ جانتے ہیں اس بات کا جواب۔" وہ بہت آہستگی سے کہتی اپنے روم کی بالکنی میں آگئ۔

یہ گھر ایک اچھے علاقے میں بنا تھا، زیادہ الیٹ کلاس نہیں تھی یہاں لیکن اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ تھے انہیں میں ایک چھوٹا سا خوبصورت گھر بنا تھا جو اونچائی والی جگہ پہ تھا، خوبصورت سالان بنا تھا جو اس کے والد کی پسند تھی کہ وہ گارڈننگ کا شوق رکھتے تھے۔

اپنی بالکنی میں کھڑی سرد ہواؤں کے جھونکوں کو محسوس کرتی اس سے بات کر رہی تھی۔

"اور وہ بے تکا جواب مجھے بالکل بھی نہیں پسند۔" وہ سنجیدگی لیے بولا تو ہواؤں کے سرد تھپیڑوں سے اس کو اپنا وجود بھی سرد ہوتا محسوس ہوا۔

"آپ کی فیملی بالکل بھی نہیں مانے گی کیوں نہیں سمجھ رہے آپ میری بات۔"

بے بسی کی انتہا تھی کہ اُس کی فیملی کے لیے یہ ایک ان چاہا رشتہ تھا جس کو ہر گز قبول نہیں کر پا رہی تھی۔

"تم نے شادی مجھ سے کرنی ہے یا میرے گھر والوں سے۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولا۔

"کسی سے بھی نہیں۔۔" وہ بھی بے حس ہو کے بولی۔

"کنوارہ مارنے کا ارادہ ہے مجھے؟" وہ پل بھر میں شریر ہوا۔

"میری بات سنیں ارتسام۔۔۔" ابھی وہ اس کو سمجھاتی کہ عادت سے مجبور وہ بول پڑا۔

"ہائے کتنا حسین لگتا میرا نام جب تم پکارتی ہو۔"

"ایک ہی بات کر کر کے آپ تھکتے نہیں مجھے یہ بتائیں اور مہربانی آپ مجھ سے ایسی باتیں نہ کیا کریں جب آپ کو پتا ہو کہ ایسا کچھ بھی ممکن نہیں۔۔" وہ دو ٹوک لہجے میں کہتی کال کاٹ گئی اور کافی دیر وہیں بالکنی میں کھڑی غیر مرئی نقطے کو سوچتی رہی۔

پانچ منٹ بعد اس کے موبائل پہ میسج بیپ ہوئی تو دیکھا کہ ارتسام کا میسج تھا۔

"ایک بار نام لینا میرا بس۔۔۔" بے تکی فرمائش پہ صنم کو سمجھ نہ آیا کہ قہقہہ لگائے یا ارتسام کو دو لگائے۔

ارتسام اس کی پھپھو کا بیٹا تھا اپنی پسند کا اظہار وہ بہت پہلے سے ہی اس سے کر چکا تھا جس پہ اس کا حیران ہونا بہت بنتا تھا کیونکہ وہ بچپن سے اس کو بھائی کہتی آرہی تھی، ارتسام کی پسندیدگی جاننے کے بعد بھی جب صنم اس کو بھائی کہتی تو وہ بری طرح سے ٹوک دیتا جس پہ اب وہ اس کو بھائی تو نہیں کہتی تھی لیکن جب کوئی بات کرنے لگتی تو اس کو جانے کون سا دورہ پڑ جاتا تھا۔

ارتسام کی والدہ کی بچپن میں وفات ہو چکی تھی والد صاحب کا اپنا اچھا خاصا کاروبار تھا جو وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کے کر رہے تھے۔

ارتسام نے جب اپنے گھر والوں کے آگے یہ بات رکھی کہ وہ صنم کو پسند کرتا ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو سب سے زیادہ اعتراض اس کے تایا کی طرف سے آیا تھا وہ اپنے سے کم لوگوں میں شادی نہیں کرانا چاہتے تھے اور ارتسام تو ہے بھی اس

گھر کا اکیلا لڑکا وارث تھا، لہذا وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی لڑکی کے پیچھے لگ کے وہ اپنا سارا کچھ گنوا بیٹھیں۔

یہ سب باتیں صنم اچھے سے جانتی تھی تبھی کبھی ارتسام کی حوصلہ افزائی نہ کی تھی کسی بھی بارے میں لیکن وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔

"اچھا وائس میسج کر دو مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔" چند پل بیتے تو پھر سے ایک میسج آیا۔

"سو جائیں جاگتے ہوئے خواب دیکھی جا رہے ہیں۔" بدلے میں وہ بھی رکھائی سے بولی۔

"خواب میں بھی تم نے ہی آ جانا ہے تو بہتر نہیں کہ ہمیشہ کے لیے زندگی میں آ جاؤ۔"

اس کا میسج دیکھتے پل بھر کو دھڑکنوں نے اپنی لے بدلی بغیر کوئی جواب دیئے موبائل کو سائلنٹ پہ کرتے کمرے میں آئی اور موبائل سائڈ پہ رکھتی بیڈ پہ آ کے نیم دراز ہو گئی۔

----------**

"جہانگیر ابھی تک نہیں آیا ملنے اور کل اس نے کہا تھا کہ وہ ضرور آئے گا۔" رات کا کھانا کھانے جب سب ٹیبل کے گرد بیٹھے تو تائی جان نے خفگی سے دادا جان کو دیکھتے کہا۔

"میری بات ہوئی تھی۔۔۔۔" اپنے سامنے چاولوں کی پلیٹ رکھتے عماد نے کہنا چاہا۔

"تم دونوں کی روز بات ہوتی ہے اس سے بس ہم ہی اس کو ملنے کو ترس رہے ہیں، مہینہ ہو گیا ہے۔" تائی جان نے گھور کے کہا جس پہ عماد کے ساتھ کیف بھی مسکرا اٹھا۔

"زمینوں کے معاملے میں مصروف ہے چکر لگا لے گا جلد ہی۔" کیف نے کہا تو دادا جان نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"تم چکر لگا آئے تھے زمینوں کا سب ٹھیک ہے کیف۔" دادا جان اب کیف سے مخاطب ہوئے تو کھانے سے نظریں اٹھا کے وہ دادا جان کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی میں دیکھ آیا تھا موسم میں تبدیلی کی وجہ سے تھوڑی خشک ہو گئی ہے زمین

لیکن آج کل کے موسم سے بارش کا پتا لگ رہا تو یہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔۔"

سرسری سی وضاحت دے کے وہ پھر کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔

"تائی جان ماں اور بابا کہاں ہے؟" کیف نے اپنی ماں کی ناموجودگی محسوس کر کے پوچھا۔

"بیٹے آپ کی ماں اور بابا پاس ہی گاؤں میں کسی کی عیادت کے لیے گئے ہیں اور دعا بھی ضد کر رہی تھی تو ساتھ ہی لے گئے تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔" اپنے شوہر کو پانی کا گلاس تھماتے انہوں نے مسکرا کے کہا۔

عماد مسلسل گل کی نظریں خود پہ محسوس کر پا رہا تھا جب اچانک ہی اس نے نظریں اٹھا کے سامنے بیٹھی گل کو دیکھا، عماد کے اچانک دیکھنے پہ گل سٹپٹا گئی اور فوراً سے چہرہ نیچے کر گئی جبکہ عماد ابھی بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ نہیں سدھرنے والیں۔" من ہی من میں بڑبڑاتے پانی سے بھرے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا۔

ڈیرہ غازی خان کا یہ ایک خوشحال گاؤں گا جہاں پہ یہ لوگ مکیں تھے۔

کہنے کو تو یہ مکمل دیہات تھا لیکن یہاں کے رہنے والوں کے زوق اب شہریوں جیسے ہو گئے تھے۔

گاؤں کی خوبصورت حویلی کے مالک رفاقت خان تھے قبائلی یا نسلی خان پٹھان نہیں تھے وہ لیکن ان کے بزرگ وغیرہ کا تعلق خیبر پختونخوا سے تھا۔

رفاقت خان اپنی اہلیہ کے ساتھ یہاں سالوں سے رہتے آرہے تھے۔ تین بیٹوں اور ایک بیٹی کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔ سب سے پہلا بیٹا آصف رفاقت جس کی شادی والدین کی مرضی سے گاؤں کی ایک اچھے خاندان کی لڑکی سے ہوئی تھی کچھ ہی عرصے بعد اللہ نے ایک بیٹے سے نوازا جس کی خوشی پورے گاؤں میں منائی گئی تھی کیونکہ وہ پہلا وارث تھا۔

آصف رفاقت کے بعد دوسرا بھائی اظہر رفاقت جن کی شادی اپنی خالہ زاد سے ہوئی تھی اپنی خالہ کی طرح وہ بھی پنجاب کی تھی ان کو اللہ نے پہلے بیٹی اور پھر بیٹے سے نوازہ تھا۔

بیٹی زر گل کی شادی انہوں نے پاس کے گاؤں اپنے جاننے والے کے ہاں کی تھی اور اب وہ ایک بیٹے کی ماں تھی اور کبھی کبھار ہی آتی تھی یہاں، بیٹے کا نام کیف تھا جو اکثر اپنے تایازاد جہانگیر کے ساتھ شہر میں ہوتا تو کبھی گاؤں میں زمینوں کی دیکھ بھال کرتا۔

تیسرے بھائی عامر رفاقت کی بھی گھر والوں کی مرضی سے شادی ہوئی تھی اور ان کا ایک ہی بیٹا تھا عماد۔

عماد کی والدہ کو سب تائی جان کہہ کے بلاتے تھے جبکہ کیف کی والدہ کو سب اماں بیگم۔

جہانگیر کی والدہ اپنی جوانی میں ہی اس دنیا کو الوداع کر گئیں جبکہ آصف رفاقت خان تین سال پہلے ہی جتنی عمر لکھوا کے آئے تھے گزار کے وہ بھی دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔

رفاقت خان کی اکلوتی بیٹی اور تین بھائیوں کی چھوٹی بہن کی شادی انہوں نے کم عمری میں کر دی تھی، شادی کے تھوڑے عرصے بعد ہی وہ اپنے شوہر کے ساتھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

باہر کے ملک چلی گئی تب اللہ نے ان کو ایک بیٹی سے نوازہ تھا۔
کسی حادثے کے شکار ہوتے گلِ لالہ بھی یتیم ہو گئی اور اس یتیم کو قبول نہ کرتے اب وہ اپنے ننھیال میں رہتی تھی۔اس نے نانا اور نانی نے اس کو پھولوں کی طرح گھر میں رکھا تھا۔
جہانگیر کیف کی عمر میں بس ایک سال کا فرق تھا، گلِ لالہ بھی ان کی ہم عمر تھی، سب سے چھوٹا ان سے عماد تھا جو تین سال پہلے ہی اپنی تعلیم سے فارغ ہوا تھا۔
جہانگیر اپنے والد کی وفات کے بعد زیادہ تر اپنا وقت شہر میں ہی گزارتا تھا اور یہاں تھوڑے دنوں بعد چکر لگا جاتا تھا لیکن اب اسے گئے مہینہ ہو گیا تھا اسی لیے سب اس کو ملنے کے لیے بے چین تھے۔
"اس نو سختی نال کہہ دیو کہ میں ناراض ہاں، بعد اچ مینوں منائے نا۔" دادی نے بھی اب اپنی کھلی ناراضگی کا اظہار کیا۔
"ویسے دی جان کتنا عرصہ ہو گیا شادی کو؟" کیف نے سنجیدگی سے پوچھا اس کے سنجیدگی میں چھپے غیر سنجیدہ سوال کو سنتے وہ سٹپٹا گئیں۔

"شریر۔۔۔!" انہوں نے خفگی سے کہا تو کیف کی اب کی بار نظر دادا جان پہ گئی۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو، کیا شادی کی سالگرہ منانے کا منصوبہ بنانا ہے؟" دادا جان نے کڑے تیوروں سے آنکھیں سکیڑ کے پوچھا تو وہ شرارت سے مسکرا دیا۔

"اتنے سال ہو گئے دی جان ابھی تک اپنا پنجاب نہیں بھولیں، دادا جان کی صحبت کا کوئی اثر نظر نہیں آرہا۔" کیف نے مزے سے دی جان کے پنجابی لب ولہجہ کو دیکھتے شرارت سے کہا تو اب کی بار انہوں نے ہاتھ بڑھا کے اس کے کندھے پہ مارا۔

"تا میرا کی قصور نالائق۔" گھوری ڈالتے واپس کھانے کی کی طرف راغب ہو گئے۔

"قصور تو سارا دادا جان کا ہے جنہوں نے اپنی محبت میں آپ کو بدلنے نہیں دیا۔" اب کی بار عماد نے بھی تڑکا لگایا تو دادا نے ہنکار بھرا جس پہ وہ مسکراہٹ دبا گئے۔

"نالائقو! شرم کرو پاس باپ بھی موجود ہے اور دادا بھی۔" عامر رفاقت نے دونوں کو ٹوکا جو اس وقت اپنی دی جان کو چھیڑتے مزے لے رہے تھے جبکہ گلِ لالہ اور تائی جان ان کی باتوں پہ مسکرا رہی تھیں۔

عمر رفاقت کی اہلیہ ویسے کو رشتے میں چھوٹی چچی لگتی تھیں لیکن کیف جہانگیر کی امی کو تائی جان کہتا تھا ان کے گزرنے کے بعد وہ چچی کو ہی تائی جان کہنے لگا جس کی دیکھا دیکھی باقی بھی انہیں تائی جان کہنے لگے۔

"جہانگیر کو فوری طور پہ کہو کہ یہاں واپس آئے سب یاد کر رہے ہیں اس کو۔"

اب کی بار دادا جان نے سختی سے کہا تو کیف نے اثبات میں سر ہلایا۔

__________**

"تم آج کیوں یونی چلی گئی اور مجھے بتایا بھی نہیں! مجھے کہتی تو میں بھی آجاتی تمہیں کمپنی دینے۔" بلیو پرنٹڈ شرٹ کے ساتھ ہم رنگ ڈوپٹہ پہنے، کندھے پہ بیگ لٹکائے، سر پہ سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے جس سے چند ایک لٹ باہر کو نکلی تھی، لمبے گھنے کالے سیاہ بالوں کی چوٹی پیچھے کمر پہ دوپٹے سے باہر اٹھکیلیاں کر رہی تھی۔ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے موبائل ایک ہاتھ سے تھامے ایک ہاتھ سے ریلینگ تھامے جا رہی تھی۔

"میں نے کل جانا تھا واپس اور آج فارغ ہی تھی تو یونیورسٹی کی ویب سائیٹ سے پتا

چلا کہ آج کوئی سیمینار ہے تو میں چلی آئی کہ فارغ بیٹھ کے کیا کروں گی۔"فرسٹ فلور پہ پہنچتے اس نے راہداری میں چلتے دائیں جانب مڑی اور تین چار قدم چلتے وہ ایک روم کے باہر آ کے کھڑی ہوئی جس کے باہر بورڈ لگا تھا۔

'Clinical Phycology Ceminar'

"تو مجھے بھی بتا دیتی ناں۔۔"وہ جیسے ناراض ہوئی۔

"سوری یارا۔۔۔!ابھی آجاؤ ابھی شروع نہیں ہوا۔"اس نے شرمندہ ہوتے اسے مشورہ دیا۔

"نہیں اب تو نہیں آسکتی کیونکہ بابا گھر نہیں ہیں اور ماما کی طبیعت بھی تھوڑی ٹھیک نہیں تو تم انجوائے کرو اور اس کے مین پوائنٹ بھی مجھے بتانا ضرور۔"صنم نے اداسی سے کہا۔

اندر حال نما کمرے میں داخل ہوتے تیسری لائین میں جا کے اس نے نشست سنبھالی اور اپنا بیگ اپنی سائیڈ پہ رکھتے ایک بار گردن گھماتے حال نما کمرے کا جائزہ لیا۔

پروجیکٹر کو سیٹ کر دیا گیا تھا شاید تھوڑی دیر میں شروع ہونے والا تھا کیونکہ پیچھے کی لائٹس آف کر دی گئی تھیں۔

"چلو ٹھیک ہے میں تمہیں بتاؤں گی اور آئندہ میں بتادیا کروں گی اگر ایسا کوئی پروگرام بنا ابھی کے لیے ایکسٹریملی سوری۔"اس نے نادم سا ہو کے کہا تو صنم ہنس کے تسلی دیتے ہوئے کال آف کی۔

چند پل ہی گزریں ہونگے کہ ساتھ والی نشست پہ کوئی وجود آکے بیٹھا' کچھ پہچانی پہچانی سی خوشبو پہ اس نے بائیں جانب دیکھا تو ساتھ بیٹھے وجود کو دیکھتے وہ چونک اٹھی۔

"سر آپ۔۔۔!"وہ حیرانگی سے بولی تو عاصم نے اس کی آواز پہ حیام کی جانب دیکھا تو سناشائی ہوتے وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"السلام علیکم!"سائیڈ کی مسکراہٹ لیے اس نے کہا تو حیام خجل سی ہوئی۔

"وعلیکم السلام! آپ یہاں پہ۔۔"وہ حیران ہوتے پھر بولی۔

"جی، کیا میرا یہاں آنا آپ کو ٹھیک نہیں لگا۔" نظریں سامنے ٹکائے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں 'میں ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔" وہ ہلکا سا ہنس کے بولی تو عاصم نے محض سر ہلایا۔

"میں ایسے سیمینار مس نہیں کرتا کبھی۔" اپنے آنے کی وجہ بتائی تو حیام نے بس سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

ایک طرف سے اس کو اچھا نہیں لگا کہ وہ اپنے سر کے ساتھ یہاں بیٹھی تھی تو جھجھک کے اٹھنا چاہا جب لائٹس ساری آف ہو گئی اور مجبوراً اس کو واپس سابقہ جگہ پہ بیٹھنا پڑا۔

"کوئی مسئلہ ہے؟" اس کو اٹھتے دیکھ عاصم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی۔۔ نہیں سر۔"

"ڈونٹ کال میں سر 'میں ابھی خود سٹوڈینٹ ہوں یہاں۔" اس کے بار بار سر کہنے پہ وہ ٹوک گیا کیونکہ یہاں سب سٹوڈینٹ موجود تھے اور وہ خود بھی بحیثیت

سٹوڈینٹ ہی اینٹر ہوتا تھا سیمینار میں۔

اس کے کہنے وہ ہلکا سا مسکرا بھی نہ سکی کہ لہجہ ہی اتنا سرد و سپاٹ تھا۔

"عجیب۔۔۔" وہ دل میں بس بڑبڑا ہی سکی۔

تھوڑی دیر میں ہی پروجیکٹر پہ ویڈیو چلنا سٹارٹ ہوئی تو ہر سوں خاموشی کا پہرہ چھا گیا۔

____________**

"آپ یہ میرے کمرے میں چھوڑ آئیں باقی میں خود لے آتا ہوں۔" حویلی کے باہر گاڑی روکتے ہی اس نے ملازم کو اپنا بیگ تھماتے ہدایت دی تو وہ سلام کر کے اس کی ہدایت پہ عمل کرنے لگا۔

"لالہ اب بھی نہ آتے 'اب کیا ضرورت بھی بھلا۔" پیچھے سے عماد کی خفگی بھری آواز سنائی دی تو وہ دلکشی سے مسکراتا اس کی طرف گھوما اور سینے میں زور سے بھینچا۔

"مہینے بعد دیکھ رہا ہوں تمہیں اور تم ناراضگی کا اظہار کر رہے ہو۔" اس کے کندھے کو تھپکتے جہانگیر نے شکوہ کیا تو عماد کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"قصور بھی آپ کا ہی ہے کس نے کہا تھا کہ شہر میں ہی سر کھپاتے رہیں۔" اس کو ساتھ لیے وہ اندر کی جانب بڑھا جب اماں بیگم نے سفید شلوار سوٹ پہ بلیک ویسٹ کوٹ پہنے اپنی بھرپور وجاہت سے اندر داخل ہوتے جہانگیر کو دیکھا تو لپک کے اس کے قریب آئیں اور صدقے واری گئیں۔

"ماں یہ ناانصافی نہیں کہ گھر میں جب میں موجود ہوتا ہوں تو تب تو آپ کا پیار ایسے نہیں جاگتا۔" اپنے کمرے سے باہر آتے کیف نے شرارت سے شکوہ کیا تو جہانگیر ہنس دیا۔

گیلے بالوں کو ہاتھ سے سنوارتے وہ دلکشی سے کہتا اس کے بغلگیر ہوا تو اماں بیگم نے باری باری سب کا ماتھا چوما۔

"تینوں میرے شیر ہو، ایک بھی گھر نہ ہو تو کمی محسوس ہوتی رہتی ہے۔" انہوں نے مامتا سے لبریز لہجے میں کہا تو آگے بڑھتے وہ بھی ان کو حصار میں لیتے ان کی صبیح پیشانی پہ باری باری بوسہ دینے لگے۔

"اگر آپ کو کمی محسوس ہوتی ہے تو آپ ایک کام کریں کہ گھر میں رونق لگالیں کسی کو یہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لاکے۔" جہانگیر نے کیف کو دیکھتے شرارت سے کہا تو وہ اسے گھور کے رہ گیا۔

"جی اماں بیگم بس آپ ایک بار کہیں، نام 'پتا' گھر' سب آپ کو ابھی بتادیں گے ہم۔" عماد بھی جہانگیر کی بات کی تائید کرتا بولا تو کیف نے اس وقت کو کوسا جب ان دونوں کمینوں سے اس نے دل کی بات کہی تھی۔

"ہائیں! کیا کہہ رہے ہو تم لوگ؟" اماں بیگم نے ناسمجھی سے پوچھا تو جہانگیر کے ساتھ عماد کا قہقہہ بھی بے ساختہ تھا کیونکہ کیف مسلسل انہیں خطرناک گھوریوں سے نواز رہا تھا۔

"بہو کے بارے میں کیا خیال ہے اماں بیگم۔۔۔" اب کی بار جہانگیر کھل کے بولا تو اماں بیگم جیسے نہال ہی ہو گئیں۔۔

"ارے میری تو کب سے خواہش ہے تم تینوں کا سہرہ سجانے کی، مجھے اور کیا چاہیئے بھلا۔"

وہ بلائیں لیتی گویا ہوئیں کہ کیف نے ایک رکھ کے جہانگیر کی کمر پہ رکھی۔

"بس کریں اماں بیگم کیا یہی پہ رات کر دینی ہے۔" کیف نے موضوع سے بچنے کے لیے اماں بیگم کا دھیان جہانگیر کی سفری تھکان کی طرف کیا تو وہ افسوس کرتی اس کو ساتھ لیے اندر بڑھیں۔

صبح کا سورج ہر سو اپنی روشنی بکھیر رہا تھا، پرندے اپنی اپنی خوارک کی تلاش میں نکل چکے تھے۔

آنکھوں کے پردوں پہ جب روشنی نے ہلکی سی دستک دی تو ایک زوردار انگڑائی لیتے کروٹ بدلی اور اپنی مندی مندی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگی جو اسے اس وقت ناممکن سا لگ رہا تھا۔

اپنی کوشش کو رد کرتے وہ دوبارہ سے نیند کی وادی میں جانے والی تھی کہ دروازے پہ اچانک سے دستک ہوئی۔

ایک بار، دو بار، مسلسل دستک پہ جب وہ کچھ نہ بولی تو دروازے کا ناب گھماتے وہ خود اندر داخل ہوا۔

"اٹھ جاؤ گڑیا اور کتنی دیر تک سونے کا ارادہ ہے۔" کھڑکیوں سے پردے پرے جرتے جو ہلکی سی روشنی آرہی تھی اس کو پوری اجاشت دیتے حیام سے کہا جواب پھر مکمل مدہوشی کی نیند میں جاچکی تھی۔

"رات کو آنے کی کے بجائے صبح آجاتی تو کوئی مسئلہ بھی نہیں ہوناتھا۔" اس کے ماتھے پہ بوسہ دیتے نیند کا خیال کرتے پھر سے پردے برابر کر دیئے کہ دادو ابھی اٹھا دیں گیں اسے۔

حیام نے آج صبح واپس گھر آناتھالیکن اس نے پہلے ہی ڈرائیور کو کال کر دی تھی کہ اس کو لینے آجائے تب شام کے سات بج رہے تھے۔

اور انہیں آتے آتے کافی ٹائم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ تھوڑی دیر مل کے ہی کمرے میں آتے سو گئی اور ابھی تک سو رہی تھی، سفر کی تھکان بھی تو اس نے اتارنی تھی نا۔

"کہاں ہے آئی نہیں ساتھ؟" اصفحان کو اکیلے ناشتے پہ دیکھ دادو نے پوچھا۔

"نہیں دادی جان سورہی ہے ابھی، آپ تھوڑی دیر میں اس کو جگادیجیے گا۔" دودھ

کا گلاس ختم کرتے اٹھا اور دادی جان کی پیشانی پہ بوسہ دیتے جانے لگا کہ ان کی آواز پہ رک گیا۔

"جی۔۔۔"!

"تمہارے سسرال والے آرہے ہیں شام میں تو وقت پہ آجانا ٹھیک ہے۔" وہ یاد کروانا نہ بھولیں جس وہ متبسم ہوا۔

"خیریت۔۔۔۔" کمیل صاحب تو آتے جاتے رہتے تھے لیکن آج دادی جان کا 'سسرال' کہہ کے ذکر کرنا حیران کن تھا تبھی وہ متجسس ہوا۔

"ہاں ایک ضروری بات طے کرنی ہے۔" انہوں نے سرسری سا بتایا تو 'ضروری بات' کا پس منظر سمجھ کے وہ سر ہلا گیا۔

اسے معلوم تھا کہ وہ ضرور شادی کے متعلق بات کرنے آرہے ہیں، ان کی بیٹی نے پڑھائی مکمل کرلی تھی اور اب ان کا بھی ارادہ تھا کہ وہ جلد از جلد اپنی بیٹی کے فرائض سے سبکدوش ہوئیں، بڑی بیٹی کی شادی تو ہو چکی تھی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی آنکھوں کے سامنے حسین چہرہ سالہرا گیا۔

پہلی بار جب وہ کمیل صاحب کے بے حد اسرار پہ ان کے گھر گیا تھا اپنی داد و اور حیام کو لے کہ تب وہ ان کی فیملی سے ملا تھا۔

مردوں کا کھانا الگ تھا اور عورتوں کے کھانے کا اہتمام الگ۔ اصفحان نے پہلی بار 'زوفا' کو تب دیکھا جب وہ چائے کا پوچھنے آئی۔

سادگی سے وہ سر پہ دوپٹہ اوڑھے آدھے چہرے کو ڈھکے ڈرائنگ روم کے دروازے کے باہر کھڑی دستک دیتی وہ اپنے والد کو بلا رہی تھی۔

اس کے دستک دینے پہ اصفحان بھی متوجہ ہوا اور نظریں اس کے آدھے ڈھکے چہرے پہ گئیں جہاں کالی آنکھوں میں الجھن واضح تھی، شاید اس کو زبردستی یہاں بھیجا گیا تھا چائے کا پوچھنے۔

کمیل صاحب معذرت کرتے دروازے کی جانب گئے تو اصفحان ہوش میں آیا اور خود کو سرزنش کیا کہ کیا ضرورت تھی ادھر دیکھنے کی۔

گھر واپسی پہ لاشعوری طور پہ اصفحان کا خیال اسی منظر کی جانب گیا جب وہ دروازے پہ کھڑی تھی، شاید وہ دل کو بھا گئی تھی۔

دل نے لگن بھی ایسی لگائی کہ کچھ ہی دنوں بعد کمیل صاحب کی زوجہ نے باتوں باتوں میں دادی جان کو اصفحان کے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا جس پہ دادی جان کو تو جیسے آدھی دنیا کی خوشیاں مل گئیں۔

اصفحان تک جب بات پہنچی تو اسے بس یہ بتایا گیا کہ کمیل صاحب کی بیٹی کا رشتہ لیکن یہ واضح نہیں کیا گیا تھا کہ کس بیٹی کا اور کیا نام کیونکہ ان سب سے تو حیام ہی واقف تھی۔

جس دن بات پکی ہوئی تو اصفحان نے 'زوفا' کی کمی محسوس کرتے اس کی چھوٹی بہن نے سرسری کا پوچھا کہ آپ کی بہن نہیں آئی جس پہ وہ اصفحان کی عقل پہ ماتم کرتے کہنے لگی 'دلہن اپنے رشتے کی بات کرنے کیا خود آتی ہے'۔

تب اسے لگا کہ بن مانگی دعا ایسے پوری ہوگی کبھی سوچا نہ تھا۔ حیام مسلسل چپ میں تھی اپنی بھابھی سے لیکن اصفحان نے اگر ایک دو بار بات کرنے کی کوشش بھی کی تو آگے سے بس خاموشی ملتی یا پھر 'کیسے ہیں آپ' اس سے زیادہ وہ بات ہی نہیں کر

پاتی تھی اور پیچھے اصفحان اپنی سالیوں کے بھرپور قہقہے سنتا تھا یقیناً وہ زبردستی اس کو بات کرنے پہ اکسا رہی ہوتی تھیں۔۔

ابھی اصفحان کسی کام کے سلسلے میں پاس والے گاؤں جا رہا تھا کہ ایک دم دل نے جیسے بغاوت اختیار کی کہ وہ زوفا کی آواز سنے۔

دل کی آرزو پہ لبیک کہتے اس نے زوفا کے نمبر پہ کال ملائی، جانتا تھا کہ اِس کا نمبر پاس ہو گا لیکن کبھی خود بات کرنے کی ہمت نہیں کی تھی اس نے۔

تین بار بیل جانے پہ کال اٹھالی گئی لیکن کوئی بولا نہ۔

"السلام علیکم!" زوفا کی حالت کا سوچتے گہری مسکان لیے اسی نے پہل کی تو دوسری طرف سے واضح محسوس ہوا جیسے لمبی سانس کھینچی گئی ہو۔

"وعلیکم السلام!" مدھم سی آواز میں جواب موصول ہوا۔

"کیسی ہیں آپ؟" اس نے بات شروع کی۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں؟" وہ جیسے نروس ہو رہی تھی بات کرنے میں۔

"الحمدللہ میں بالکل ٹھیک۔" کان میں بلیوٹوتھ لگائے اس نے گاڑی کا ٹرن لیا اور

اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

"کر بھی لو بات، کتنا ترساتی ہو تم ان کو۔۔ شادی کے بعد پتا نہیں کیا بنے گا تمہارا۔" یہ اس کی چھوٹی بہن تھی جو ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کو بات کرنے پہ اکسا رہی تھی جبکہ اسکا ہمیشہ کی طرح اگلا جواب 'میں کیا بات کروں وہ خود چپ ہیں' وہ الجھن سے آہستہ آواز میں بڑبڑائی تو اصفحان نے مشکل سے اپنا قہقہہ روکا۔

"اپنا خیال رکھیے گا ملتے ہیں جلد ان شاءاللہ۔" اس کی الجھن دور کرتے نرمی سے کہتے کال کاٹ دی جبکہ دوسری طرف اس کی بات کو غور کرنے لگی کہ 'ملنا کب ہے یہ تو بتایا ہی نہیں'۔

"تم نے پوچھا ہوتا تو بتاتے ناڈفر۔" چھوٹی بہن نے غصے سے کہا تو وہ منہ بنا گئی 'اب میری کیا غلطی اس میں'۔

___________**

اپنی ہی دھن میں جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو مدھم سی سریلی آواز نے اس کا استقبال کیا، وہ اپنے آپ میں مگن روم میں ڈسٹر سے ڈسٹنگ کر رہی تھی جبکہ اس

وقت اپنے کمرے میں گلِ لالہ کی موجودگی کو دیکھتے وہ حیراں ہوا

"اہم۔۔۔"گلا کھنگالتے اس نے کمرے میں اپنی موجودگی کی طرف متوجہ کروایا جبکہ اس کی اچانک آواز پہ وہ ہڑبڑا گئی اور شوپیس صاف کرتے وہ ہاتھ سے گر گیا۔

"ہائے اللہ۔۔۔"نیچے کالین ہونے کی وجہ سے وہ ٹوٹا تو نہیں لیکن ایک پل کو اسے لگا جیسے دل باہر آنے والا ہو۔

"یہاں کیا کر رہی ہیں؟"اس کے ری ایکشن سے انجان بنتا وہ آگے بڑھا اور واڈروب سے اپنی شرٹ نکالنے لگا، کل رات جہانگیر اور کیف کے ساتھ ڈیرے پہ رت جگی منائی تھی اور وہیں پہ اپنے دوستوں کے ساتھ گپیں ہانکتے رہے اور اب صبح گھر پہنچے تھے۔

ان کا ارادہ اب سونے کا تھا تبھی سب واپس گھر لوٹے تھے۔

"روم کی صفائی کر رہی تھی۔"نیچے سے واس اٹھاتے ہلکی آواز میں بولی۔

"کیا میں نے آپ کو کہا تھا؟"اس نے چبھتے لہجے میں استفسار کیا تو گل کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"کہنے کی کیا ضرورت ہے میں خود ہی کرنا چاہ رہی تھی۔" اب کی بار وہ اس کی طرف مکمل طور پہ متوجہ ہوئی۔

"لیکن مجھے اچھا نہیں لگتا اسی لیے آئیندہ آپ میرے کمرے کی صفائی نہ کیجیے گا ملازمہ خود کرلیں گی۔" اس کے ہاتھ سے واس لیتے واپس اس کی جگہ پہ رکھتے کہا۔

"کیوں اچھا نہیں لگتا آپ کو میرا 'آپ کا' کوئی بھی کام کرنا۔" اس سے پہلے کے وہ فریش ہونے باتھ روم کا رخ کرتا گل لالہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا ابھی آپ جائیں یہاں سے۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولا توگل کو اب کی بار رونا آنے لگا کہ اتنی بھی بے رخی کیوں، کس وجہ سے۔

"کیوں نہیں کہنا چاہتے آپ، مجھے آج صاف صاف بتا دیں کہ آپ اب چاہتے کیا ہیں۔

سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ کیوں انجان بنتے پھرتے ہیں مجھ سے۔" وہ بے بسی سے پھٹ پڑی اس پہ کہ یہ شخص اس سے کیوں لاتعلقی اختیار کرتا تھا کیوں اس سے غیروں کی طرح رویہ اختیار کرتا تھا۔

"ہاں ہوں میں انجان اور جان بوجھ کے آپ کو نظر انداز کرتا ہوں، کیا چاہتی ہیں آپ کہ میرے نام کے ساتھ آپ کے نام کو جوڑ کے برا کہا جائے۔" وہ بھی شرٹ ایک طرف پھینکتا اچانک سے سرد لہجے میں بول اٹھا۔

"کچھ تو خیال کریں میرا تو نہیں اپنا ہی کر لیں کیوں خود کو برباد کرنے پہ تلی ہیں کیوں خود کو بسا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی آپ۔" اس کے بازو کو پکڑتے جھنجھوڑتے ہوئے سرد لہجے میں کہا کہ گل کی آنکھوں سے اشک رواں ہونے لگے۔

"کیا بربادی ہے میری کہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں' آپ کے ساتھ آباد ہونا چاہتی ہوں۔" بدلے میں وہ بھی رندھے لہجے میں چیختی ہوئی بولی ابھی تو سب کاموں میں مشغول تھے ورنہ کوئی ان کی آواز سن لیتا تو ایک نیا ہنگامہ ہو جاتا۔

"ہاں! جانتی ہیں ناپہلے بھی اپنے دامن پہ ایک ناکردہ فعل کے داغ کا بوجھ سہہ چکی ہیں تو پھر کیوں چاہتی ہیں وہ دوسروں کے سامنے سچ بن کے آئے۔" اس سے فاصلہ قائم کرتے وہ دھاڑا کہ پہلی بار اپنے سامنے اس کے بگڑے روپ کو دیکھتی وہ سہم کے دیوار کا سہارا لیتی ہچکیوں سے رونے لگی۔

"خدارا خود کو ایسے مت ضائع کریں اور داداجان کے حکم پہ جس سے وہ آپ کی شادی کروانا چاہ رہے ہیں خوشی سے مان جائیں یہی آپ کی زندگی کے لیے اچھا ہے۔" خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بنائے وہ اس سے التجاو نرمی سے سمجھانے لگا۔

"کیوں میں مانوں یہ بات 'کیا گارنٹی ہے کہ میں اب بھی خوشگوار زندگی گزاروں گی ان کے فیصلے کو قبول کر کے، کیا پہلے میں نے خود فیصلہ کیا تھا اپنی زندگی خراب کرنے کا؟ نہیں نا! وہ سب کا فیصلہ تھا جو مجھے بھگتنا پڑا اور اب میں بالکل بھی نہیں چاہوں گی کہ میں کسی کی زندگی میں ان چاہی بن کے جاؤں وہ بھی تب جب میں جانتی ہوں کہ آپ کے دل میں میرے لیے کیا احساسات ہیں۔" عماد کو نرم پڑتے دیکھ وہ بھی اپنی برستی آنکھیں پونچھتی ہمت باندھتی امید سے دیکھتی بات کرنے لگی۔

"ایک ہی بات بار بار۔۔۔۔۔" تھکے لہجے میں کہتا وہ بیڈ پہ بیٹھا اپنے بال نوچنے کے در پہ تھا کہ کیوں نہیں یہ بات سمجھ رہیں۔۔۔

پہلے ہی ان کو عماد کے نام پہ بہت برا بھلا کہا گیا تھا اور اب وہ پھر یہی بات کر رہی

تھیں کہ پھر سے ان کے کردار پہ یہ بات آسکتی تھی۔

"جائیں یہاں سے۔۔۔"بغیر اس کو دیکھے وہ ٹھنڈے سرد لہجے میں بولا کہ وہ ٹھٹھک کے اس کو دیکھنے لگی۔

"عم۔۔۔عماد!"گل لب بے یقینی سے اسے دیکھنے جو ابھی بے پرواہ بے مہر بنا بیٹھا اس کو ازیت میں مبتلا کر رہا تھا۔

"میں نے کہا جائیں پلیز۔۔۔!"اس کو پھر پاس آتے دیکھ وہ بے بسی سے چیخ اٹھا کہ گل ڈرتے اس سے دور ہوتی بغیر ایک لفظ کہے کمرے سے نکل گئی جبکہ پیچھے وہ اپنی حالت پہ خون کے آنسوں بہانا چاہتا تھا لیکن اپنے دل ودماغ پہ ضبط کے پہرے بٹھائے بیٹھا تھا۔

"سمجھ جائیں۔۔۔نہ کریں ایسا خود کے ساتھ۔"چہرے پہ ہاتھ پھیرتا کمرے میں ایک سرسری سی نظر دوڑاتا اٹھا جب سائیڈ ٹیبل کے پاس نیچے کالین پہ کچھ چمکتی چیز کی طرف نظر پڑی۔

پاس جا کے دیکھا تو اس کا ایک جھمکا تھا جو وہ ہر وقت پہنے رکھتی تھی، اس کو پکڑتے دل نے شدت سے ایک خواہش کی جو جانے پوری ہونی بھی تھی یا نہیں۔

_____*______**

صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ڈھل گئی تھی، شہر سے کمیل صاحب کی فیملی بھی بس پہنچنے والی تھی جس کی تیاریاں صبح سے چل رہی تھیں، حیام بھی ملازموں کے ساتھ کیچن میں مصروف تھی جب باہر گیٹ پہ گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔

"لگتا ہے کہ انکل لوگ آ گئے۔" حیام نے ایک نظر کیچن کو دیکھتے باہر دیکھا، کیچن سے نکلتے کھلے صحن کو کراس کرتے پھر طویل راہداری میں آئی اور وہاں سے چوکیدار کو گیٹ کھولتے دیکھا جہاں دو گاڑیاں اندر آنے کو کھڑی تھیں۔

"لالہ کو کال کر دیں کہ مہمان آ گئے ہیں، وہ بھی ٹائم سے پہنچ جائیں۔" پاس کھڑے ملازم کو ہدایت دیتے اس نے کہا کیونکہ وہ صبح کا گھر سے نکلا تھا کسی کام کے سلسلے میں، ملازم جی اچھا کہہ کے آگے نکل گیا۔

حیام داخلی دروازے کے پاس کھڑی ہو گئی جب تک وہ لوگ گاڑیوں سے نکل کے اندر آنے لگے تھے۔

"بھابھی بھی آئی ہیں۔۔۔۔!" وہ خوشی سے چہکتی جلدی سے زوفا کے گلے لگی تو وہ بھی مسکراتی اس کے حصار میں آئی۔

"اتنی دور کا سفر کرنا تھا تو اس چڑیل کو کہاں پھینک آتے اسی لیے ساتھ لے آئے ویسے بھی فیملی ڈنر ہے کیوں زوفی۔" زوفا کی چھوٹی بہن رَمشا نے شرارت سے کہا اور خود بھی آتے حیام کے گلے ملی۔

"آپی نہیں آئی ابھی۔" کمیل صاحب اور ان کی زوجہ سے ملتے زوفا کی بڑی آپی کی کمی محسوس کرتے حیام نے زوفا سے پوچھا۔

"نہیں آپی نہیں آئیں بھائی نے کہیں جانا تھا تو ان کی تیاری میں مصروف تھیں وہ۔" زوفا نے مسکراتے جواب دیا۔

جب لوگ ہلکی پھلکی باتوں کے ساتھ لوازمات سے لطف اندوز ہو رہے تھے تب اصفحان گھر آیا اور آتے ہی سب سے ملا، غیر ارادی طور پہ نظر زوفا پہ گئی جو اس کی

موجودگی سے بے نیاز حیام سے باتوں میں مصروف تھی جب رَمشا نے ایک کہنی مار کے زوفا کو اصفحان کی طرف متوجہ کیا جو ادھر ہی دیکھ رہا تھا جبکہ باقی بڑے اپنی باتوں میں مصروف تھے۔

زوفا کے دیکھنے پہ اصفحان ہلکا سا مسکرایا تو وہ جلدی سے سلام کر گئ۔

"وعلیکم السلام!"اس نے مسکراتے جواد یا۔

حیام ان دونوں کو اپنے ساتھ لیے مہمان خانے سے باہر آئی اور ایسے ہی کھلے کشادہ صحن میں چلتے چلتے باتیں کرنی لگیں جس میں زیادہ تو وہ زوفا کو اصفحان کے نام پہ چھیڑ رہی تھی ذو معنی باتیں کر کے۔

کچا صحن، گاؤں کا موسم اور اوپر سے شام میں ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا بہت دلفریب نظارہ تھا۔

ویسے تو سارا گھر بختہ عمارت تھی لیکن گھر کا یہ صحن مٹی والا تھا کیونکہ یہاں اکثر حیام اپنے لالہ کے ساتھ مل کے پودے وغیرہ لگاتی یا پھر اکثر یہاں صبح صبح چہل قدمی کرتی۔۔یہ گھر کا پچھلا حصہ تھا اور چھت پہ جانے کے لیے یہاں پیچھے طرف بھی

سیڑھیاں لگی تھی بغیر منڈیر کی چھت 'طلوع و غروبِ آفتاب کے حسین مناظر۔۔۔یہ سب حیام کبھی مس نہیں کرتی تھی جب بھی وہ گاؤں میں موجود ہوتی تھی۔۔

ابھی بھی وہ صحن سے ہوتے ہوئے اوپر بغیر منڈیر کی چھت پہ آگئ تھی جہاں سورج غروب ہونے کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔

"یہاں پیچھے کیا ہے۔۔۔؟"زوفا چھت کی پچھلی طرف آتے ہوئے نیچے جھانکتی ہوئی بولی تو رمشا نے اس کے بازو کو پکڑ کے لاعلمی کا اظہار کیا جبکہ اگلے پل ہی اس کی دل دہلانے والی چیخ گونج اٹھی۔۔

"بدتمیز آہستہ۔۔۔"اس کو ایک طرف کھینچے رمشا کے ساتھ ساتھ حیام نے بھی اس کے منہ پہ ہاتھ رکھتے کہا جبکہ زوفا اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتی سانسوں کو بحال کر رہی تھی۔

"ایسے کوئی کرتا ہے کیا۔۔۔؟"وہ جیسے رو دینے کو تھی۔

جب وہ نیچے دیکھ رہی تھی تب رمشا نے اس کے پکڑے بازو کو جھٹکا دیا ساتھ ہی حیام

نے پاس آتے 'بھو' کیا جس پہ وہ یہ سمجھی یہ ابھی نیچے جاتی اور پھر اوپر کی ٹکٹ کٹواتی۔۔ ملک لموت کے آنے کا سوچتے وہ چیخ پڑی جبکہ اس کی عقل اور ڈرپوک طبیعت پہ دونوں نے افسوس سے اس کو آنکھیں دکھائیں۔

"اتنی زور سے کون چیختا ہے پاگل۔"

"ابھی میرا دل باہر آنے والا تھا۔" آنکھیں دکھاتے زوفا نے ایک ہاتھ اپنی چھوٹی بہن کے بازو پہ مارا۔

"خیر ہے جس کو دل دینا ہے وہ بھی آرہے ہیں اوپر ہی۔" حیام نے سیڑھیاں چڑھتے اصفحان کی طرف اشارہ کیا جو پریشانی سے اوپر چھت کی طرف دیکھتا انہیں کے پاس آرہا تھا جبکہ اس کی بات پہ وہ گلنار ہوگئی۔

"خیریت کیا ہوا ہے، کیوں چیخ رہی تھیں آپ؟" ان کے پاس پہنچتے اصفحان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی لالہ سب سیٹ ہے بس یہ اچانک ہوا تیز ہونے کی وجہ سے اڑنے لگی تھی کہ بروقت ہم نے پکڑ لیا۔" رمشا نے جیسے سکھ کا سانس لیتے بتایا تو اصفحان اچھنبے سے

زوفا کو دیکھنے لگا جو اتنی بھی سمارٹ یا ایسے کمزور سراپا کی مالک نہیں تھی کہ ایک ہوا کے جھونکے سے ہی اڑ جاتی۔۔

اس کے بر عکس حیام اور رمشا مسکراہٹ دبائے کھڑی تھیں۔

"دھیان سے۔۔۔ابھی نیچے چلو سب کھانا لگا دیا ہے، چلو حیام!" حیام کو بازو کے ہلکے میں لیتے سب کو کہتے وہ نیچے آ گئے جہاں ملازمہ کھانا لگا کے ابھی گئی تھی۔

کھانے سے فارغ ہوتے سب ابھی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے تب دادی جان نے بات شروع کی۔

" کمیل بیٹے جیسے میں نے پہلے بھی بات کی تھی آپ سے کہ ہم اب گھر میں رونق لانا چاہ رہے ہیں تو بس میں نے ابھی بھی یہی کہنا چاہتی تھی کہ کیا خیال ہے کہ اب ہم اپنے فرائض سرانجام دے دیں۔" چائے کا کپ میز پہ رکھتے انہوں نے اپنی باوقار شخصیت لیے کہا۔

سر پہ نفیس کا دوپٹہ اوڑھے، کندھوں پہ ہمہ وقت شال اوڑھے انہوں نے اپنے نرم

لہجے میں بات کہی، آج بھی وہ اتنی جاذب اور پر کشش نظر آتی تھی جتنی وہ کبھی اپنے زمانے میں ہوا کرتی تھیں۔

"جی جی !۔۔۔۔ ہمیں کیا اعتراض ہو گا ہم تو بس آپ کے حکم کے ہی انتظار میں تھے زوفا کی بڑی بہن سے بھی بات ہو چکی ہے بس اب آج ہی تاریخ فائنل کر دیں۔" کمیل صاحب کے اشارے پہ ان کی زوجہ نے بات کی تائید کرتے شادی کی تاریخ کی بھی بات کر دی جس پہ سب کے چہروں پہ مسکراہٹ نے احاطہ کیا جبکہ زوفا ایسی باتوں میں خود کو موجود پا کے فطری شرم و حیا کے گھیرے میں تھی۔

"میرے حکم کی کیا بات انسان کا دل راضی ہونا چاہیے بس، آپ سب کی رضامندی سے اگلے مہینے کی پندرہ تاریخ ٹھیک رہے گی جمعہ کو نکاح اور رخصتی، ہفتہ کو ولیمہ کی تقریب۔" مسکراتے انہوں نے کیلنڈر پہ دِنوں کا حساب لگاتے جمعہ کا دن منتخب کیا جس پہ وہ بس دل سے رضامند تھے۔

دادی جان اٹھ کے زوفا کے قریب آنے لگے جب زوفا خود ہی ادب سے ان کے پاس آتی ہاتھوں کو عقیدت سے چومتی ساتھ بیٹھ گئی۔

دادی جان نے اس کے ماتھے پہ پیار بھرا بوسہ دیا۔

آج رات انہوں نے ادھر ہی ٹھہرنا تھا کیونکہ ابھی وقت کافی ہو گیا تھا اوپر سے رات کو جانا خطرے سے خالی نہ تھا تبھی دادی جان نے ان کو رات رکنے کا کہا اور ان کے لیے کمرے تیار کروائے۔

رات گئے تک تینوں لڑکیاں باتیں کرتی رہیں جن میں صنم کی کال بھی آ گئی تو وہ بھی شامل ہو گئی۔

__________**

کمرے میں بیٹھا وہ ابھی چائے کی چسکیاں بھر رہا تھا اور ساتھ ساتھ فائل پہ نظریں بھی ڈورا رہا تھا جب جہانگیر دروازہ ناک کرتے اندر داخل ہوا۔

"آؤ یار تمہیں بلانے والا تھا میں۔" فائنل سائیڈ پہ رکھتے اس نے اپنے پاؤں پھیلائے کہ بیٹھتے ہوئے جہانگیر کے نیچے اس کے پاؤں آ گئے۔

"اوئے بدتمیز یہ کیا چول تھی اٹھا پاؤں۔" سرعت سے اٹھتے جہانگیر نے اس کے پاؤں پہ ایک ہاتھ مارا جس وہ ہنستے ہوئے پیر پیچھے کر گیا۔

"ہاں اب بتا کیا کہنا تھا۔۔۔۔" ٹھیک سے بیڈ پہ چڑھ کے بیٹھا اور فائل اٹھا کے خود بھی دیکھنے لگا۔

"اصفی کی کال آئی تھی رات میں بتا رہا تھا کہ اگلے مہینے شادی ہے اس کی۔" کیف نے چائے کا گھونٹ بھرتے کہا تو فائل سے نظریں اٹھاتے جہانگیر نے حیرانی سے دیکھا۔

"واہ بھئی جلدی جلدی نیا پار لگا لی اس نے، کب کی ڈیٹ فائنل ہوئی ہے۔" وہ خوشی سے بولا کہ کالج کے زمانے کے یار رہ چکے تھے تینوں۔

"اگلے مہینے کی پندرہ اور کہہ رہا تھا کہ خود آئے گا دادی جان کے ساتھ شادی کا بلاوا دینے۔" چائے کا خالی کپ سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے اس نے بتایا۔

"اچھا اور اس کا کیا بنا کچھ معاملات حل ہوئے یا نہیں۔" فائل کو بند کرتے وہ اب سنجیدہ سا کیف سے کہنے لگا۔

"پرسوں جب گیا تھا تب بھی کوئی آتا پتا نہیں لگا تھا، اور نہ ہی کوئی ایڈریس وغیرہ

مل رہا مجھے۔۔۔پرانے والے اڈریس پہ چار بار جا چکا ہوں لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں۔" کیف نے افسوس سے کہا اور جہانگیر کو دیکھنے لگا۔

"زمینی کاغزات وغیرہ سنبھال کے رکھ لو پاس اور ابھی اس بات پہ خاموشی اختیار کرتے ہیں، مجھے لگتا کہ ایسے وہ خود کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے جس سے وہ لوگ ہمارے سامنے آئیں۔" فائل کے پلندے کو بند کرتے ربن کو گرہ لگائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب کہاں جا رہا ہے۔" کیف کو بھی اٹھتے دیکھ جہانگیر ہ نے حیرت سے پوچھا۔

"اصفی کی شادی پکی ہوگئی تو کیا مبارک باد بھی نہ دیں اب، چلو آؤ چلتے ہیں اس کو بھی کال کر دیتا ہوں تھوڑی دیر میں ڈیرے پہ پہنچتے ہیں سب۔" کیف کہتا باتھ میں گھسا کہ فریش ہو جائے جہانگیر بھی روم سے نکلا اور جانے کی تیاری کرنے لگا۔

_____________**

"امی کیا بنانا ہے آج؟" کیچن میں داخل ہوتے صنم نے اپنی ماں سے پوچھا جو ابھی پالک کے پتے سمیٹ رہی تھیں۔

"پالک بنا رہی ہوں، ارتسام آنے والا تو سوچا کہ اس کی پسند کا پالک گوشت بنا لوں۔۔"ان کی بات پہ بالوں کا جوڑا بناتے صنم کے ہاتھ ٹھہر گئے اور مڑتے وہ اپنی ماں کو دیکھنے لگی۔

"کیا وہ آج کھانا یہاں کھائیں گے۔"گلاس میں پانی بھرتے اس نے اپنی ناگواریت کو چھپاتے پوچھا۔

"ہاں وہ خود کہہ کے گیا تھا کہ ضروری بات کرنی ہے اور رات میں اس کے والد بھی آئیں گے کھانے کے بعد۔"س کے لہجے کا نوٹس نہ لیتے انہوں نے مزید کہا تو اب کی بار وہ ٹھٹھک گئی کہ کیا بات کرنی تھی۔۔۔

اور جو اس کے دماغ میں بات آ رہی تھی وہ اس کے غصے کو ابال رہی تھی 'یعنی وہ باز نہیں آنے والا'۔

"کیا آپ کو پتا ہے کہ کیا بات کرنی ہے انہوں نے؟"اس نے سنبھلتے ہوئے پوچھا اور ان کے سامنے ہی کرسی کھسکاتے بیٹھ گئی۔

"نہیں بھئی مجھے کیا پتا کہ وہ کیا بات کرے گا اور جو میں سوچ رہی ہوں اگر وہ بات ہوئی تو مجھے تو بہت خوشی ہو گی۔۔"اس کی کیفیت سے انجان وہ اپنی ہی خوشی بیان کرنے لگی جبکہ اب صنم کو یقین ہو گیا کہ ارتسام ضرور شادی کی بات کرنا چاہ رہا تو کیا اس کے چاچو تایا وغیرہ راضی ہو گئے تھے۔۔۔۔والد تو اس کے پہلے ہی راضی تھے بس رکاوٹ چچا تایا کی طرف سے تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی۔۔۔۔۔"وہ آہستہ آواز میں بڑبڑاتے ہوئے اٹھی لیکن امی شاید ٹھیک سے سن نہ پائیں۔

"کیا نہیں۔۔۔"!

"آپ سے نہیں کہا۔۔۔"وہ مسکراتی ہوئی کہتے فریج کھول کے گوشت نکالنے لگی۔

___________**

__________**

"آپ اپنا سارا سامان تیار کر کے رکھ لیں، ہم سعیدہ کو کہتے ہیں وہ آپ کا سارا سامان خان کے کمرے میں رکھوا دے گی پھر آپ انہیں کے کمرے میں رہیے گا۔ ٹھیک ہے۔" پیار سے سمجھا کہ اس کی گال کو تھپکا تو وہ بھی سر ہلا کے اپنے کمرے کی جانب چل دی جہاں سے اس کو اب سارا سامان سمیٹنا تھا۔

تھکے قدموں سے وہ اپنے سابقہ کمرے میں پہنچی اور اپنی الماری کھول کے اس میں سے کپڑے نکال کے ان کو ترتیب سے ایک جگہ رکھنے لگی کہ ملازمہ ایسے ہی جا کے روم میں سیٹ کر دے، پھر کچھ ضروری سامان خود وہ سمیٹ کے 'اپنے' خان کے کمرے میں جانے لگی۔

کمرے مین پہنچ کے ایک بار پھر اس کی خوشبو محسوس کرتے اس نے لمبی سانس خارج کی اور جو اپنی ضروری چیزیں ساتھ لائی تھی ان کو جگہ پہ رکھنے لگی، اتنے میں سعیدہ دو اور ملازموں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی جن کے ہاتھوں میں باقی کی چیزیں تھیں۔۔۔

"بی بی جی آپ بتاتی جائیں کہ کون سی چیز کہاں رکھنی ہے تاکہ آپ کی مرضی سے

سیٹ ہو سب۔"سعیدہ نے دونوں ملازموں کو ایک جگہ رکنے کا اشارہ کرتے اس سے پوچھا تو اس نے مسکرا کے سر اثبات میں ہلایا۔

"آپ ان کے کپڑوں کو ایک سائیڈ پہ کر دیں اور دوسری طرف میرے رکھ دیں۔"اس نے مسکرا کے مگر جھجھک کے کہا۔

سعیدہ نے وارڈروب کا ایک پٹ وا کیا اور اس میں خان کے کپڑوں کو ترتیب سے سائیڈ پہ کرنے لگی۔

"سنو! ان کی کوئی تصویر نہیں ہے کیا یہاں۔"سعیدہ کو کام کرتے دیکھ اس نے کچھ جھجھک کے مگر مضطرب انداز میں پوچھا۔

"بی بی جی چھوٹے خان سائیں کو تو جی عادت ہی نہیں ہے ان سب کی۔"اپنی چھوٹی بی بی کی اضطرابی حالت دیکھتے وہ مسکرا کے کہتی اس کو اداس کر گئی۔

"بی بی جی آپ یہ خان سائیں کا کچھ سامان ہے اس کو خود کہیں اچھی جگہ رکھ دیں ورنہ گم ہونے پہ ہم پہ غصہ کریں گے۔"الماری کی سلیب پہ کچھ فائل پڑی دیکھ کہ ان کا پلندہ اس کے ہاتھ تھمایا تو وہ دوپٹہ سیٹ کر کے اس نے وہ پلندہ احتیاط سے پکڑا

اور کمرے میں نظریں دوڑائیں کہ کہاں رکھا جائے، ابھی کچھ پتا نہیں تھا تو کچھ سوچتی وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے نیچے بنے لاکر کو کھولتے ان سب وہ وہاں احتیاط سے رکھ دیا تا کہ بعد میں یاد بھی رہے جب اس کی نظر ایک فریم پہ پڑی، اس نے سوچا کہ شاید وہ کسی کی تصویر ہو، 'خان' کا سوچتے وہ اسے اٹھانے ہی لگی کہ کسی نے پیچھے سے پکارا تو ہاتھ وہی ٹھہر گئے۔

__________**

صبح ناشتے کے بعد کمیل صاحب اپنی فیملی کے ساتھ نکل گئے اور ان کے جانے کے بعد ہی اصفحان دادی جان سے اجازت لیتا کسی کام سے نکل پڑا۔

حیام نے باقی سارا دن اپنی دادی جان کے ساتھ گزارا، وہ ایسی نہیں تھی کہ ان کے ساتھ تھوڑی دیر بات کرتی اور بور ہو جاتی 'ان کو دوست مانتی تھی اور دوست بن کے ہی باتیں کرتی تھیں، اپنے دادا جان کی باتیں سننا، اپنے بابا ماما کا ذکر کرنا اس کو بہت پسند تھا ان سب کے بارے میں باتیں کرنا۔

اکثر وہ ان کو ساتھ لیے گاؤں کی کچی گلیوں سے ہوتی پاس کھیتوں میں موجود ٹیوب ول پہ لے آتی اور خود اپنی کچھ دوستوں کے ساتھ مل کے ہنگامے کرتی۔

کچھ دوستوں کی شادی بھی اسی گاؤں میں ہوئی تھی تو ان کے بچوں کے ساتھ بھی اچھا دن گزر جاتا تھا، اگر کبھی بوریت کا احساس ہوتا تو کوئی نہ کوئی کام ڈھونڈ لیتی۔۔

یہ گاؤں ابھی زیر تعمیر تھا ایسا کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہاں گیس کا سلسلہ ابھی کچھ سال پہلے ہی شروع ہوا تھا اور لوگوں نے اپنے مکان بھی ابھی پکے کرنے شروع کیے تھے، ایک طرح سے یہاں خالص دیہی زندگی گزاری جاتی تھی۔

شہر کی زندگی میں رہتے ہوئے بھی حیام نے کبھی اپنی زندگی سے شکوہ نہیں کیا تھا کیونکہ یہ سب اس کے بچپن کا حصہ رہا تھا اور آہستہ آہستہ زندگی کی رنگینیوں میں سب ڈھلنے لگے تھے۔

"بیٹا میں نے کل تمہارے لالہ کے ساتھ پاس والے گاؤں جانا ہے تمہارے بھائی کی شادی کا بلاوا دینے، ہم چوہدری لوگ ہیں تو ہمیں خود جانا پڑے گا وہاں اور ویسے بھی تمہارے دادا جان کے بہت اچھے دوست ہیں وہاں جن کے پاس جانا ہے۔"

چاولوں کی ٹرے ہاتھ پکڑے وہ حیام سے مخاطب ہوئیں تو ان کی بات پہ اس کی آنکھوں میں الجھن کا تاثر دیکھتے وہ وضاحت دینے لگی جس پہ وہ سر ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے اور شادی کی تیاریاں بھی شروع کرنی ہیں ابھی اس کا بھی سوچیں دادی جان میں تو چلی جاؤں گی یونیورسٹی پھر کون جائے گا شاپنگ وغیرہ کرنے۔۔۔"

حیام نے ایک اور مسئلے پہ غور کروایا جس پہ دادی واقع۔ سوچ میں چلی گئیں۔

"کہہ تو ٹھیک رہی ہو، ایسا کرنا کہ اگلے دنوں میں شادی تک جب تمہیں کچھ فراغت ملے تو اپنے لالہ کے ساتھ چلی جانا اور سارے کام نپٹا لینا باقی جو زیورات والا کام ہو گا وہ میں اصفی کے ساتھ جا کے لے آؤں گی ٹھیک ہے۔" کچھ سوچتے انہوں نے کہا تو حیام مسرت سے سر ہلا گئی۔

__________**

شام میں ارتسام ان کے گھر کھانے پہ مدعو تھا یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ اپنی دعوت اس نے خود کروائی تھی۔

سب رغبت سے کھانا کھانے میں مصروف تھے جب ارتسام نے کہنا شروع کیا۔

"ممانی جان کیا پلاؤ بنایا ہے آپ نے، واہ لاجواب مزہ آگیا۔" دل کھول کے تعریف کرتا وہ کسی کو آگ لگا گیا۔

"یہ تو صنم نے بنایا ہے میں نے تو تمہاری پسند کا پالک گوشت بنایا ہے۔" انہوں نے تعریف سنتے اپنی بیٹی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ارتسام کو بتایا جو وہ پہلے سے ہی جانتا تھا۔

"اچھا۔۔۔!" اس نے حیرت کا اظہار کیا جبکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ پلاؤ صنم نے ہی بنایا تھا۔

"واہ صنم تمہارے ہاتھ میں اتنا ضائقہ، زبردست!" وہ شرارت سے بھرپور انداز میں صنم کی تعریف کرنے لگا کہ اس کو ہلکے گلابی رنگ میں کھلی سی صنم دل کو بھاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

کھانے سے فارغ ہوئے تو ارتسام کے والد بھی آگئے اور پھر وہی ہوا جس کا صنم کی والدہ کو انتظار تھا اور صنم کو شک۔۔۔۔

وہ ان دونوں کے رشتے کی بابت بات کرنے آئے تھے جس پہ امی جان نے تو اپنی حامی بھر دی البتہ صنم کے والد کو تھوڑا اعتراض لاحق ہوا۔

"بھائی صاحب آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے بھائیوں کو یہ رشتہ پسند نہیں آئے گا اور یہ بھی آپ کے علم میں ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا رشتہ ارتسام سے کروانا چاہتے تو بہتر یہی ہوتا کہ آپ ان سے مشورہ کر کے یہاں بات کرتے ورنہ میری بیٹی کو بعد میں باتیں کی گئیں تو ہم سے برداشت نہیں گا۔"

صنم ان سب میں موجود نہیں تھی لیکن وہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی سب سن رہی تھی جبکہ ارتسام مزاج بر خلاف وہاں سنجیدہ بیٹھا تھا۔

صنم نے والد صاحب اپنی بات کہہ کے خاموش ہوئے جبکہ صنم کی والدہ کے چہرے پہ پھیلی بے چینی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ اتنا اچھا رشتہ نہیں کھونا چاہتی تھیں جو ان کی بیٹی کو اتنا مان اور پیار دیتا کیونکہ وہ خود بھی ارتسام کی آنکھوں میں صنم کے لیے پیار دیکھ چکی تھیں۔

"ماموں جان آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن جب میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ میں ان میں سے کسی سے شادی کروں یا کسی کو بھی میں نے امید دلائی ہو تو میں اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹوں گا، صنم نے میرے ساتھ رہنا ہے نا کے میرے تایا چاچو کے گھر ان کی بیویوں کے ساتھ، میرا آپ سے یہ وعدہ ہے کہ میں صنم کو ہمیشہ خوش رکھوں گا۔" ان کی بات سنتے ارتسام نے بھی سنجیدہ لہجے میں اپنی بات کہی اور اب اپنے ماموں کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا کہ کیا کہیں گے وہ اب۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ارتسام بیٹے بس وہی بات کہ آپ کے تایا چاچو کی طرف سے ہمیں خدشات ہیں کہیں وہ ہماری بیٹی کی زات پہ کوئی بات نہ کر دیں۔" اس کی بات پہ وہ کچھ مطمئن ہوتے گویا ہوئے جس پہ ارتسام ان کو حامی بھرتے دیکھ مسکرا اٹھا۔

"آپ نے صنم کو میرے ساتھ رخصت کر کے بھیجنا ہے تو فکر مت کریں وہ میرے پاس بالکل سیف رہے گی۔" اب کی بار ارتسام نے تھوڑا شیریر لہجے میں کہا تو سب ہنسنے لگے جبکہ اس کی بات پہ وہ صنم دل مسوس کر کے رہ گئی۔

"پورے بے شرم ہیں، بات کرنے کا بالکل پتا نہیں کہ کس کے سامنے کیا بات کرنی ہے۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی وہ وہاں سے ہٹی اور اپنے کمرے میں چلی گئی کہ جانتی تھی اب فیصلہ ہو گیا تھا اس کی کسی نے سننی نہیں تھی تو کیوں اپنی انرجی ضائع کرتی سب کو سمجھانے میں۔

"ہاں ٹھیک ہے بھئی رہ لوں گی، اتنے بھی برے نہیں اب وہ۔" بیڈ پہ بیٹھتی وہ ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں موند گئی تبھی کمرے میں آہٹ پاتے اس نے دیکھا کہ ارتسام منہ اٹھائے بغیر اس کی اجازت طلب کیے اندر آ چکا تھا۔

"یہ کیا حرکت ہے، ایسے کسی کے کمرے میں بغیر اجازت نہیں آتے، کیا کسی نے بتایا نہیں۔" اس کی حرکت پہ وہ گھبراتے ہوئے بولی کہ اگر کسی نے یہاں دیکھ لیا اسے تو بات بگڑ جاتی۔

"مابدولت اجازت لے کے آئیں ہیں جناب اور آپ کی اجازت کے طلب گار ہیں کہ کب مجھ غریب کے گھر کو رونق بخشنے کا کام سرانجام دیں گی کہ گھر 'کسی خاص' کے بغیر بہت سونا سا ہے۔" اس کے غصے کو نظرانداز کرتا وہ سکون سے کہتا اسے

آگ لگاتے بیڈ پہ چڑھ کے بیٹھ گیا۔

اس کے پھیل کے بیٹھنے پہ صنم نے ایک گھبراتی نظر دروازے پہ ڈالی پھر اس کے لوفرانہ انداز کو دیکھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے اٹھیں میرے بیڈ سے۔۔" وہ تنک کے اس کے مقابل آتی اس کو اٹھنے کا کہنے لگی۔

"مجھے آج بھی یاد ہے جب تمہیں یونی سے لینے گیا تھا اور تب تم نے مجھ سے بے تکلف ہوتے 'تم' کہا تھا اور اب مجھے یہ روز یاد رہتا ہے کہ تم مجھے آپ جناب ہی کہتی ہو، ویسے مجھے تمہارا 'تم' کہنا برا نہیں لگا تھا لیکن تمہارا 'آپ' کہنا از سمتھنگ، یو نو شوہروں والی فیلنگز آتی ہیں۔" اس کو ہاتھ سے پکڑتے پاس بٹھایا، اس کے گھورنے غصے سے لال ہوتے چہرے کو سرے سے نظر انداز کرتے وہ حتی الامکان اپنا لہجہ سنجیدہ رکھتے پیار سے کہہ رہا تھا جبکہ اس کی باتوں سے صنم اپنا گھومتا سر تھام کے رہ گئی کہ اس کے پاس باتوں کا کتنا سٹاک موجود رہتا تھا۔۔۔

"ارتسام آپ۔۔۔۔!"اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے وہ کہنے لگی کہ ہمیشہ کی طرح۔۔۔

"کتنا حسین لگتا میرا نام جب تم اسے ادا کرتی ہو۔"

"آپ پلیز جائیں یہاں سے۔"اپنا ہاتھ چھڑاتے وہ اٹھنے لگی لیکن وہ پھر سے بٹھا چکا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ رہیں میں جاتی ہوں۔"اس ڈھیٹ انسان کو ایسے ہی بیٹھے دیکھ وہ تنگ آ کے جانے لگی۔

"کتنے نخرے کرتی ہو تم بیویوں والے، خیر ہفتے بعد پورے حق سے نخرے کرنا میں ہوں نا اٹھانے کے لیے۔"اس نے جس ذو معنی انداز میں بات کی صنم ٹھٹھک کے اس کو دیکھنے لگی۔

"تمہارے نخرے اٹھانے کے لیے۔"اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ آنکھ دبا کے قہقہہ لگاتا اٹھا۔

"خیال رکھنا اپنا۔"اس کے ماتھے پہ بوسہ دینے کی خواہش ترک کرتے دل پہ پتھر

رکھتے نکلا کہ جب وہ اس کے نکاح میں ہو گی تب استحاق سے اس کی صبیح پیشانی پہ مہر ثبت کرے گا۔

جبکہ وہ اب حیرانی سے اپنی قسمت کے رنگ دیکھ رہی تھی، جس شخص کو پانا اس کو مشکل کیا نا ممکن لگ رہا تھا اس کی محبت ولگن اتنی سچی تھی کہ اس کی تقدیر میں لکھا جا رہا تھا۔

"صنم۔۔۔!" اپنی ہی سوچوں میں محو تھی کہ باہر سے امی کی آواز آئی۔

"جی امی آ رہی ہوں۔" دوپٹہ ٹھیک سے لیتی وہ باہر آئی جہاں لاونج کے صوفے پہ ارتسام کے والد اور اس کے والد صاحب بیٹھے تھے۔

"ادھر آؤ بیٹا۔۔۔" ارتسام کے والد نے صنم کو اپنے پاس بلایا اور پیار سے سر پہ ہاتھ پھیرتے کچھ پیسے اس کے ہاتھ میں تھمائے جسے وہ جھجھکتے تھام گئی پھر اپنی ماں کو دیکھا جبکہ ارتسام پاس ہی بیٹھا اسے پیار بھری نظروں سے نہارنے میں مصروف تھا۔

"جلد آئیں گے اپنی بیٹی کو لینے۔"شفقت سے کہتے وہ اٹھے اور صنم کے والد صاحب سے ملتے ارتسام کو ساتھ لیے رخصت ہوئے پیچھے وہ تذبذب کا شکار ہوتے اپنی ماں کا انتظار کرنے لگی۔

"امی یہ سب۔۔۔؟"ان کے آتے ہی وہ پیسوں کی طرف اشارہ کرنے لگی جو پانچ ہزار کے دو نوٹ تھے۔

"بیٹا ہم تو پہلے ہی چاہتے تھے کہ ارتسام کا رشتہ تمہارے لیے آئے لیکن لڑکی والے ہیں نا تو بس جھجک تھی لیکن آج یہ خواہش بھی پوری ہو گئی،اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔"امی جان نے اس کے ماتھے پہ پیار کرتے کہا۔

"اگلے ہفتے نکاح کے لیے آئیں گے وہ کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ ارتسام کے تایا وغیرہ کوئی ہنگامہ کریں اور میں جانتا ہوں میری بچی ہمارا فخر ہے اسے ہماری پسند ضرور پسند آئے گی۔"اس کے والد نے صنم کو اپنے سینے سے لگاتے پیار سے کہا کہ آخر پہ ان کا لہجہ رندھ گیا جس پہ صنم کی آنکھوں سے برسات رواں ہو گئی۔

"مجھے کیوں اتنی جلدی بھیج رہے ہیں آپ۔"اپنے نکاح کا سنتے جتنی وہ حیرانگی کا اظہار کرتی اتنا کم تھا،آخر وہ اپنی کرنے والوں میں سے تھا اور اپنی کر گزرا تھا۔

"میرا بچہ کوئی اعتراض ہے کیا؟ہمیں بتاؤ ہم وقت مانگ لیتے ہیں ان سے اگر تمہیں ابھی ٹھیک نہیں لگ رہا تو۔"اپنی بیٹی کو روتے دیکھ وہ نرم و پیار سے پوچھنے لگے۔

"نہیں ایسی بات نہیں بس آپ سے جدائی کا سوچ کے۔"سرعت سے نفی کرتی وہ آہستہ سے بتانے لگی کہ کہیں وہ غلط نہ سمجھ جائیں۔

"تو ابھی رخصت نہیں کر رہے ہم،بس ارتسام کی خواہش پہ نکاح ہو رہا ہے۔" اس کا ماتھا چومتے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

کمرے میں آئی تو نئے سرے سے رونا آنے لگا۔۔۔

ایسا نہیں تھا کہ ارتسام سے نسبت طے ہونے پہ اس کو دکھ یا افسوس تھا اور نہ کوئی کسی سے بھی گلہ تھا لیکن اس کے دل میں ہلکی سی کسک آئی تھی کہ اس سے پوچھا بھی نہیں تھا اور نکاح فائنل کر دیا۔۔۔

بیٹے کی ایک خواہش پہ رشتہ کیا نکاح طے کر دیا اور دوسری طرف بیٹی سے پوچھا بھی نہیں۔

"انہیں ہی آگ لگی ہو گی کہ کسی نے مجھ سے پوچھا تک نہیں۔" سارے قصے میں ارتسام کو قصوروار ٹھہراتی وہ حیام کو اپنے نکاح کے بارے میں میسج کرتی لیٹ گئی۔

__________**

اگلی صبح جب حیام نے رات میں آئے صنم کو میسج کو پڑھا تو وہ حیرانگی کے ساتھ اٹھ بیٹھی جبکہ جس نیند کو وہ دوبارہ پورا کرنے کا سوچ رہی تھی وہ بھی بھک سے اوڑی۔

فوراً سے صنم کو کال کی اور سارا ماجرہ دریافت کیا جس پہ اس نے ارتسام کی پسندیدگی کا زکر کیا، ارتسام کے زکر پہ حیام نے اس سے اِس کی مرضی جاننی چاہی تو وہ چپ کر گئی۔

"مجھ سے نہیں پوچھا کسی نے۔" عام سے لہجے میں بولی تو حیام نے حیرت سے اس کی بات سنی۔

"کیوں۔۔۔۔"!

"ان سب نے جب بات طے کرلی تو مجھے بتادیا اور بعد میں پوچھا کہ کوئی اعتراض، تب میں کیا کہتی ان کو، ویسے بھی میں راضی ہوں۔" بیڈ شیٹ پہ انگلی سے بے اختیار ارتسام کا نام لکھتے اس نے حیام کو بتایا تو وہ خاموش ہو گئی۔

"تو کیا تم بھی پسند کرتی ہو ارتسام بھائی کو۔" حیام نے اس کو خاموش پا کے شرارت سے پوچھا تو اس کے سوال پہ وہ گڑبڑا گئی۔

"میں نے ایسا کب کہا۔" وہ ادھر اُدھر دیکھتے بولی کہ کہیں کوئی سن تو نہیں رہا۔

"ہاں لیکن تم نے یہ بھی تو کہا کہ تم راضی ہو کوئی اعتراض نہیں، مطلب تو یہی ہوا نا کہ تم بھی پسند کرتی ہو ان کو۔" اپنے کمرے کی کھڑکی کے قریب آتی پردے ہٹا کے باہر دیکھنے لگی جہاں ایک گاڑی ان کے گھر کے قریب آ رہی تھی۔

"اگر میں راضی ہوں تو اس یہ مطلب ہوا کہ میں مشرقی شرم و حیا والی لڑکی ہوں۔" وہ اترا کے بولی تو حیام اور صنم دونوں قہقہہ لگا اٹھیں۔

"تم آؤ گی نا میرے نکاح پہ۔" صنم نے خوش ہوتے اس سے تائید چاہی۔

"امم۔۔۔۔میں تب ہوسٹل ہی ہونگی تو لالہ کو بھی کہوں گی کہ وہ آجائیں میرے

ساتھ تمہارے نکاح پہ ٹھیک ہے۔"اس کے نکاح کے دن کو سوچتے وہ بتانے لگی۔

"اچھا میں تم سے ٹھہر کے بات کرتی ہوں اوکے اللہ حافظ۔"گیٹ کے سامنے گاڑی کو رکتے دیکھ وہ جلدی سے کال کاٹ گئی اور پردے برابر کرتی موبائل کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی نیچے سیڑھیاں اترتی آئی تب تک دیکھا کہ گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہو چکی تھی۔

گاڑی رکتے ہی اندر سے کچھ سیکنڈز بعد ایک خوبرو نوجوان باہر نکلا، بلیک راؤنڈ نیک شرٹ پہنے اس پہ گرے کوٹ پہنے ساتھ بلیک پینٹ آنکھوں پہ گلاسز لگائے ایک ہاتھ میں گاڑی کی چابیاں اور موبائل تھامے وہ لان میں نظریں دوڑانے لگا تبھی ملازم نے آگے بڑھنے کا اشارہ دیا جس پہ وہ مسکراتا اندر آنے لگا۔

"بابا یہ کون ہے۔"اس نے جب دیکھا کہ ملازم نے گاڑی سے اترنے والے شخص کو اندر مہمان خانے میں لا کے بٹھایا تو وہ پاس سے گزرتے ملازم سے پوچھنے لگی۔

"بٹیا وہ مہمان ہیں، اصفی بیٹا سے ملنے آئے ہیں۔"انہوں نے آہستہ سے بتایا۔

"لیکن وہ تو گھر نہیں نا آج، دادو کے ساتھ گئے ہیں ان کے دوست کے گاؤں۔"وہ

الجھن سے بتانے لگی تو ملازم اپنے بھلکڑ پن پہ افسوس کرنے لگا۔

"اوہو میں بھول گیا تھا ابھی انہیں کہہ کے آتا ہوں۔" ملازم جانے لگا تو حیام نے انہیں منع کر دیا اور ساتھ چلنے کو کہا کہ کیا پتا کہ وہ کسی ضروری کام سے آئیں ہوں۔

"السلام علیکم!" سر پہ دوپٹہ لیتے وہ اندر داخل ہوتے بولی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔۔۔!" کسی نسوانی آواز پہ وہ سلام کا جواب دیتا اندر داخل ہوتے وجود کو دیکھتے چونک گیا۔

سلام کے جواب کے بعد اس کا منہ ویسے کا ویسہ ہی کھلا رہ گیا، وہ تو جیسے اپنی سماعتوں اپنی بصارت پہ یقین نہ آیا کہ جس کو وہ سامنے دیکھ رہا تھا کیا یہ وہی ہے یا آنکھوں کا دھوکا ایک سراب۔۔۔

ہر چہرے میں آتا ہے نظر ایک ہی چہرہ\
لگتا ہے کوئی میری نظر باندھے ہوئے ہے

~منور رانا

"آپ کو کس سے ملنا ہے۔۔؟" حیام نے خود کو تکتا پا کے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مل لیا۔۔۔!" بے اختیاری میں کیف کے لب ہلے کہ حیام سمجھ نہ پائی۔

"جی۔۔۔؟" وہ نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔

"پا۔۔۔پانی، پانی ملے گا۔" خود کو سنبھالتے اس نے کہا اور نظریں چرانے لگا۔

اس کے کہنے پہ حیام نے ساتھ کھڑے ملازم کو کہا تو وہ جی کہہ کے پانی لینے چلا گیا۔

"بیٹھیں آپ کھڑے کیوں ہیں؟" حیام نے اس کو مسلسل کھڑے دیکھتے کہا۔

"معذرت میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" حیام نے بات شروع کی۔

"اصل میں میں اِصفی۔۔۔اصفحان کا دوست ہوں اس سے ملنے آیا تھا لیکن شاید وہ گھر نہیں۔" ایک نظر اسے دیکھتے وہ متبسم ہوتے بولا۔

"اوو۔۔سہی، اصل میں لالہ اپنے دوست کی طرف گئے ہیں دادی جان کے ساتھ شادی پہ انوائٹ کرنے کے لیے۔" دوپٹے کی آڑ میں کھلے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے اس نے بتایا تو کیف کے زہن میں آیا کہ وہ شاید اسی کے گاؤں گئے ہیں۔

"اووو۔۔۔"اس نے حیران ہوتے کہا جبکہ نظریں بار بار بھٹک کے اس پہ جا رہی تھیں جو ہلکے سبز رنگ کے کڑھائی والے سوٹ میں اسے تر و تازہ لگ رہی تھی۔

"معذرت کے آپ کو انتظار کرنا پڑا بھا۔۔۔۔"

"پلیز۔۔۔۔"کیف کو خاموش پا کے وہ معذرت کرتی کہنے لگی کہ اس کے لفظ 'بھائی' ادا ہونے سے پہلے ہی کیف سرعت سے بول پڑا کہ بھائی ہی نہ بنا لے کہیں۔

"جج۔۔۔جی۔"اس کے جلدی سے بولنے پہ حیام گبھرا گئی کہ کیا ہو گیا ایسا۔

"پانی۔۔۔۔"اپنی جلد بازی کو کوستے وہ شرمندہ ہوتا بولا۔

"جی سوری۔۔۔بابا پانی لے آئیں۔"اس پہ نظر ڈالتے وہ ملازم کو آواز دینے لگی جس وہ تبھی اندر داخل ہوا۔

"شکریہ آپ کا، میں چلتا ہوں جب اصفحان آئے گا تب چکر لگاؤں گا۔"زیادہ دیر بیٹھنا اس کو اچھا نا لگا تبھی وہ مسکراتا اٹھا۔

اس کی بات پہ حیام مسکراتے اس کے پیچھے آئی کہ مہمان کو دروازے تک چھوڑ دے، جبکہ اس کے برعکس کیف کو لگ رہا تھا کہ وہ اپنا دل و دماغ یہی چھوڑ کے جا رہا

اب جلد ہی کچھ کرنا ہوگا ورنہ ہو سکتا وہ اس کے حواسوں پہ سوار رہے۔
گاڑی میں بیٹھتے اس نے حیام کو داخلی دروازے پہ کھڑے دیکھا، دل پہ پتھر رکھتے وہ اس پر سے نگاہ ہٹاتا گاڑی کو ریورس لیتا گیٹ کے باہر لے گیا، ایک گہرہ سانس بھرتے اس نے گاڑی سٹارٹ کی جبکہ لبوں پہ خوبصورت سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

____________**

وہ کیف کا خود کو بار بار دیکھنا نوٹ کر چکی تھی لیکن اس کے زہن میں کہیں آرہا تھا کہ انہیں کہیں دیکھا ہے لیکن ان باتوں کو جھٹک کے وہ اندر گئی، گھر کے کچھ کام دیکھنے لگی۔
ویسے بھی گھر پہ ابھی کوئی نہیں تھا تو نوٹس لے کے بیٹھ گئی کہ کچھ سٹڈی کر لیتی ہے۔۔

_____________**

جب وہ ان کی حویلی پہنچے تو ان کا والہانہ استقبال کیا گیا، کیف آج پھر شہر کسی کام سے گیا تھا تبھی وہ ان کی آمد سے انجان تھا ورنہ اصفحان نے جہانگیر کو بتا دیا تھا کہ وہ آج آ رہا تھا۔

دادی جان سے ملنے دی جان پورے خلوص سے آگے بڑھیں اور ان کو لیے مہمان خانے کی طرف آئیں۔

دادا جان بھی ان کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے۔

"اصفی بیٹا بہن نہیں لائے ساتھ۔" دادا جان جانتے تھے کہ اس کی بہن بھی ہے جو شہر پڑھتی تھی اور یہی بات ان کو بہت بھاتی تھی کہ اصفحان پڑھائی کے معاملے میں بہت سنجیدہ رہتا تھا خود بھی وہ مکمل تعلیم حاصل کر چکا تھا۔

"جی دادا جان پڑھائی میں تھوڑی مصروف تھی آئی ہوئی ہے آج کل، ان شاءاللہ شادی پہ ملاقات ضرور ہو گی اس سے آپ کی۔" اپنی بہن کے زکر پہ وہ ہمیشہ کی طرح نرمی و پیار سے گویا ہوا۔

"اِس تو پہلے ہی لے آدھر اپنی دی جان سے مل لے گی۔" (اس سے پہلے ہی لے

آؤ ادھر) دی جان نے خفگی سے کہا تو وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

"جی ضرور دی جان، اگلی بار آئے گی تو ضرور لاؤں گا۔" ان کی طرف دیکھتے وہ مسکرا کے بولا۔

"نوں رانی کیسی اے ساڈی۔" دی جان نے زوفا کا پوچھا جس پہ وہ متبسم ہوا جبکہ بولا کچھ نہیں۔

"اللہ کا شکر وہ بالکل ٹھیک ہے بس اسی سلسلے میں ہم آئیں ہیں آج۔" زوفا کا بتاتے انہوں نے اپنے آنے کا مقصود بتایا تو سب مسکراتے ان کی جانب متوجہ ہوئے جب گل لالہ لوازمات کی ٹرالی سجاتی اندر داخل ہوئی سلام کرتے اس نے سب کو چائے دی، عماد کو چائے پکڑانے کے بجائے اس کے سامنے ٹیبل پہ رکھ دی کسی اور نے تو نہیں لیکن عماد کے ساتھ ساتھ جہانگیر نے بھی اس کی حرکت کو نوٹ کیا۔

عماد سمجھ گیا کہ ناراضگی کا اظہار ہے لیکن وہ بھی کیا کرتا اسی میں بہتری تھی اس کی۔

"دعا کدھر ہے گل بچے۔۔۔" دادا جان نے دعا کو موجود نا پاتے پوچھا جبکہ باقی سب ابھی ان کے ساتھ ہی موجود تھے۔

گل بھی عماد کے برابر صوفے پہ جگہ خالی دیکھتی فاصلے پہ ہلکا سا مسکراتے بیٹھ گئی۔

"صبح کی اٹھی تھی تو اب وہ سو گئی ہے کھیل کھیل کے، جہانگیر ادا لے گئے تھے ساتھ اپنے تو آتے ہی سو گئی ہے۔" گلابی ہاتھوں کو آپس میں پیوست کرتے اس نے کہا تو انہوں نے سر ہلا یا۔

"جی بہن آپ کہیں۔" اب وہ دادی جان سے بولے تو انہوں نے بات شروع کی۔

"اللہ کے کرم سے ہم نے اصفحان کی شادی کی تاریخ پکی کر دی ہے بس اسی وجہ سے آج ہم یہاں موجود ہیں، آپ سب نے ضرور آنا ہے اور ہمارے گھر کو رونق بخشنی ہے۔" اپنی شال کو سنبھالتے سب کو مسکرا کے کہا تو ایک خوشی سی سب کے چہروں پہ رواں ہوئی۔

"بہت مبارک ہو تمہیں اصفحان بیٹا، ہم ضرور آئیں گے ان شاءاللہ۔" اماں بیگم نے اٹھ کے اصفحان کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرتے کہا تو تائی جان بھی آگے ہوتی اس کو پیار دینے لگیں۔

"کیف کہاں ہے نظر نہیں آ رہا۔" اصفحان نے کیف کہ غیر موجودگی کو محسوس

کرتے پوچھا۔

"ہاں ابھی بات ہوئی ہے اس سے وہ شہر گیا تھا واپس آ رہا ہے۔" جہانگیر نے سرسری سا بتایا۔

"اسے آنے میں وقت لگ جائے گا پھر تو۔" ہاتھ میں پہنی گھڑی میں ٹائم دیکھتے کہا اور ایک نظر دادی جان کو دیکھا کہ اب چلنا چاہیئے۔

"چلیں اب ہمیں اجازت دیں، خوشی ہوئی آپ سب سے مل کے۔" دادی جان جہانگیر کا ہاتھ تھامتے اٹھنے لگے کہ سب بول پڑے۔

"ارے ایسے کیسے، کھانا کھا کے جائیں گے آپ، ایسے نہیں جانے دیں گے ہم آپ کو۔۔۔ سال میں ایک بار چکر لگتا ہے آپ کا اور وہ بھی آپ ایسے چلی جائیں گی۔" اماں بیگم سرعت سے آگے بڑھتی ان کو روکنے لگی ان کا پیار دیکھتے دادی جان مسکرا دیں۔

"ہاں جی، اِنے سالاں بعد آئے ہو تسی، اینج نہیں جان دھیواں گے۔" دی جان بھی کہتی اپنی جگہ سے اٹھیں۔

"چلو تسی دونوں جا کے کھان پکان دی تیاری کرو، کھانا کھا کے ای جان گے اے۔" دی جان نے رعب دار لہجے میں کہا تو سب کے لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے دونوں بہوئیں جلدی سے اٹھیں اور کیچن میں کھانے کی تیاری کرنے چلی گئیں۔

"آپ نے خوامخواہ تکلف کیا، اصل مین حیام بچی گھر میں اکیلی ہے تو بس اسی لیے جلدی گھر پہنچنا چاہ رہے تھے۔" دادی جان ان کی پر خلوص محبت کو دیکھتے وضاحت کی۔

ویسے تو ابھی صبح ہی تھی لیکن حیام بھی گھر پہ اکیلی تھی جس پہ وہ زرا متفکر سی تھیں۔ اب وہ چاہتی تھیں کہ جلد از جلد یہاں سے فارغ ہوتے وہ دوپہر تک اپنے گاؤں پہنچ جائیں۔

"جہانگیر بیٹے اب آپ بھی شادی بیاہ کا کچھ سوچیں اصفحان سے تھوڑے بڑے ہیں، بلکہ اب تک تو ہمیں پوتے پوتیوں کی خوشخبری بھی آجانی چاہیے تھی آپ کی طرف سے لیکن آپ اتنی تاخیر کر رہے ہیں اور کیف میاں' یہ مجھے ملیں تو ان کے کان کھینچتی ہوں میں۔۔۔" باتوں باتوں میں دادی جان نے جہانگیر کو لتاڑا تو ان کی

بات پہ وہ جھینپ گیا جبکہ عماد ہلکا سا ہنس دیا۔

"دادی جان اب آپ کے پوتے پوتیوں کی ماما تو مل نہیں رہی ہمیں ورنہ آپ کی خواہش ضرور پوری کرتا۔" ان کی بات پہ وہ بھی شریر لہجہ اپناتے بولا کہ دی جان نے گھور کے دیکھا۔

"ہٹ بے شرم۔۔۔" اس کی بات پہ وہ گھورتی اس کو صلواتیں سنانے لگیں جبکہ اب عماد بھی شرارت سے ان سے گپیں لگانے لگا۔

گل بھی باقی خواتین کے ساتھ کیچن میں کھانے کی تیاری کروا رہی تھی۔

"حیام کے رشتے بارے سوچا کچھ۔" دی جان نے دادی جان کو مخاطب کرتے کہا جس وہ یکلخت چونکی پھر مسکراتے کہنے لگیں۔

"نہیں ابھی نہیں، اصفحان سے فارغ ہو کے ان شاءاللہ اسی کی شادی کا سوچنا ہے۔"

"رشتہ وغیرہ وی نہیں دیکھا ابھی۔" انہوں نے مزید کریدہ جس پہ وہ بس نفی میں ہلا گئیں اور ان کی بات سنتے دی جان ایک طرف سے مطمئن ہو گئیں۔

کھانے سے فارغ ہوتے انہوں نے جلدی سے جانے کی اجازت چاہی، کھانے کے دوران کیف بھی پہنچ چکا تھا'اصفحان کے پوچھنے پہ اس نے بتایا کہ وہ ان کے گھر گیا تھا صفی سے ملنے لیکن وہ خود یہاں آئے تھے۔

________________**

اصفحان اور اس کی دادی جان کے جانے کے بعد دی جان نے تینوں پوتوں کو اپنے کمرے میں بلایا، دادا جان خوش مزاج تھے زیادہ رعب دی جان کا ہی تھا جس پہ یہ تینوں لڑکے دادا جان کو اکثر دی جان کے نام پہ چھیڑتے تھے۔
لیکن ابھی دی جان کے سیریس موڈ کو دیکھتے وہ تینوں بھی خاموشی سے ان کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے جب ان کی رعب دار آواز گونجی۔
"کنے کنے سال دے ہو گئے او تسّی تِنوں۔" ان کے سوال پہ تینوں نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
"دی جان کیا آپ بھول گئی ہیں کہ ہم کتنے سال پہلے آئے تھے۔" عماد نے آنکھوں میں حیرت و الجھن سموئے پوچھا جبکہ باقی دو اس کی بات پہ مسکراہٹ دبائے بیٹھے

تھے۔

"مزاق نہیں، میں سنجیدہ پوچھ رہی۔" انہوں نے فوراً جھڑکتے کہا تو عماد سوری کہتا پیچھے ہوا۔

"ہن دسو! کنے سالاں دے او تسّی۔۔" حقّہ پاس کرتے اس میں سے ایک گہرہ سانس بھرتے کہا۔

"میں تیس کا ہونے والا ہوں یہ بھی اتنا ہی ہے تقریباً انفیکٹ بڑا ہے یہ مجھ سے اور عماد۔۔۔۔" کیف نے پہلے اپنا بتایا پھر جہانگیر کی طرف اشارہ کیا جس پہ اس کی تائیدی انداز میں سر ہلایا اور پھر عماد کا بتانے لگا کہ وہ پہلے ہی بول پڑا۔

"میں ابھی چھوٹا ہوں دی جان۔" وہ چمک کے بولا کہ اس کی بتیسی کو دی جان کی گھوری نے بریک لگائی۔

"تیری خیر ہے ابھی، بعد اچ سوچیں گے تیراا ور تسّی دونوں شرم نہیں آندی۔۔۔ عمراں ویکھیاں نے 'کدو شادی کروگے تسّی دونوں میں آج ہی کہنی آں تیری ماں نو کہ کڑیاں لبے تے ویاہ کرے تھواڈا۔" انہوں نے غصے سے دونوں کو گھورکھا کہ وہ

جھینپ کے سر جھکا گئے جبکہ عماد مزے سے ان کی کلاس ہوتے دیکھ رہا تھا۔

"کوئی ہے پسند تاں دسو۔" ابھی دی جان کچھ اور کہتیں کہ عماد بول پڑا۔

"جی دی جان ہے ایک۔۔۔۔" وہ فوراً بولا کہ تینوں نے چونک کے دیکھا اسے۔

"تیرا اپنا تو چپ کر۔۔۔ باقی تسّی دسو۔" اس کو چپ کرواتے وہ پھر ان دونوں کی جانب ہوئی کہ ان کی بات پہ عماد گڑ بڑا گیا۔

"ارے دی جان میں اپنا نہیں اس کا بتانے لگا ہوں، کیف کو پسند ہے کوئی پوچھیں اس سے۔" وہ سنبھلتے جلدی سے بولا کہ کہیں کیف چپ نہ کروا دے اسے۔

"ہاں بھئی بتا کون ہے۔۔۔" دی جان اس کی سنتے کیف کو کہتی پاس آنے کا اشارہ کرنے لگیں کہ وہ عماد کو دل میں گالیاں دینے لگا جبکہ جہانگیر بھی اب ریلیکس سا صوفے پہ پشت ٹکائے اس کی کہانی سننے لگا۔

________________**

حیام شہر واپس آگئی تھی اور آتے ہی اس نے اپنے ہوسٹل کے روم میں کچھ چیزیں تبدیل کیں کیونکہ وہ اس کو اچھی نہیں لگی تھیں۔

پھر بعد میں دادی جان اور لالہ سے اجازت لیتے وہ صنم کے گھر گئ تھی۔

صنم کی امی اس کو دیکھ کے بہت والہانہ پن سے ملی تھیں اور بہت پیار دیا تھا۔

آج ویکینڈ کی کلاس تھی اور شیڈول چینج ہو گئے تھے آج کے دن تین لیکچرز ہوتے تھے جبکہ اب دو ہوا کریں گے اور نیکسٹ ڈے تین لیکچر تھے اسی وجہ سے آج سر عاصم کی کلاس بھی نہیں تھی کہ حیام نے بکس ریفرنس پوچھنا تھی جو آج بھی ممکن نہ ہو پایا۔

صنم کے گھر جاتے دوپہر ہو گئ تھی'دوپہر کے کھانے سے فری ہوتے وہ مارکٹ جانے کا ارادہ رکھتی تھیں کہ کچھ ہلکی پھلکی شاپنگ کر لیں۔

کھانا کھا کے دونوں اپنی تیاری مکمل کرتے نکل گئیں۔۔پہلے گھنٹے میں تو بس وہ ونڈو شاپنگ کرتی رہیں جب کچھ پسند نہ آیا تو ویسے ہی قریب پارک میں چہل قدمی کے لیے نکل پڑیں۔

"نکاح کی شاپنگ کب شروع کرنی ہے تم نے؟"شام کی ہلکی ٹھنڈی ہوا کو اپنے چہروں پہ محسوس کرتی وہ قدم قدم ملاتی جارہی تھی، صنم ہنوز سامنے دیکھ رہی تھی

جہاں کچھ بچے آپس میں اچھل کود کر رہے تھے جبکہ حیام کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اپنے پیروں کی حرکت دیکھ کے وہ بات کر رہی تھی۔

"تین دن بعد تو نکاح ہے تو کل جائیں گے تفصیلی شاپنگ کرنے، تم ضرور آنا تاکہ مل کے کوئی اچھا سا ڈریس پسند کریں ہم ورنہ ارتسام نے خود ہی کوئی اپنی پسند کا بھیج دینا ہے۔۔" وہ منہ بنا کے بولی تو حیام نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔۔

"تو پاگل لڑکی اچھی بات نہیں کہ تم اپنے ہونے والے شوہر کی پسند پہنو۔" حیام نے بازو پہ ہلکا سا ہاتھ مارتے اس کی عقل پہ ماتم کیا۔

"یہ تو ہے لیکن میں اپنی پسند کا پہنوں گی وہ بعد میں کرتے رہیں اپنی مرضیاں نکاح پہ میری مرضی کا ڈریس۔" وہ بھی اترا کے بولی۔

"چلو ٹھیک ہے ہم کل جائیں گے تمہارا ڈریس لینے۔" وہ حامی بھرتی ہوئی بولی۔

"یار تم بھی کرلو شادی، قسم سے بڑا دل کر رہا کہ کسی دوست کی شادی ہو۔" صنم نے ٹھنڈی آہ بھرتے کہا تو اب کہ بار حیام نے چونک کے اسے دیکھا پھر کھلکھلا اٹھی۔

"اپنا تو دیکھ لو پہلے، پھر میرا بھی دیکھ لینا ویسے میں تو کہہ رہی ہوں کہ رخصتی ساتھ ہی کر لو بھائی کا بھلا ہو جائے گا۔"اس نے شرارت سے آنکھ دبا کے کہا تو صنم پل بھر کو سٹپٹا اٹھی۔

"اتنے بھی وہ بھلے کے لائق نہیں،اب بھی بھلے میں ہی ہیں وہ تو انہیں شکر کرنا چاہیے کہ میں نکاح کے لیے مان گئی ورنہ وہ ہنگامہ کرتی کہ یاد رکھتے۔"چلتے چلتے وہ ایک بینچ کے قریب آگئی وہاں بیٹھتے صنم خطرناک ارادوں سے بولی کہ اس کی چلتی زبان کو حیام کے پڑنے والے مکے نے خاموش کروایا۔

"توبہ ہے صنم! تم بھائی کو کتنا تنگ کرنے والی ہو تمہارے ارادوں سے لگ رہا۔" موبائل نکالتے اس میں ٹائم دیکھتے وہ شرارت سے کہتی ہنسنے لگی۔

"ارے اتنے بھی وہ معصوم نہیں کہ مجھ سے تنگ ہو جائیں۔"وہ تنک کے بولی کہ اس کی باتیں یاد آگئیں جس سے وہ خود تنگ آجاتی تھی کجا وہ تنگ آئیں۔

"خیر ہے تم مسکرا رہی ہو۔۔۔"اس کو اپنے آپ میں مسکراتے دیکھ حیام نے خیالوں کی دنیا میں دخل دیا کہ وہ چونک کے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہاں۔۔۔! نہیں کچھ نہیں بس۔"

"یار تم بلش کر رہی ہو۔۔۔۔"اس کے چہرے پہ سرخی چھائی دیکھتے حیام نے قہقہہ لگاتے کہا تو وہ مزید خجل سی ہو گئی۔

"حد ہے حیام بد تمیز۔۔۔" خفگی سے وہ اپنی جھینپ مٹاتی بولی لیکن وہ ہنسی جا رہی تھی۔

"یار میں نے آج اپنے سامنے کسی کو شرماتے دیکھا قسم سے بڑا مزا آیا تمہیں دیکھتے۔" وہ مزید شرارت پہ آمادہ ہوتی اس کی اچانک سے تصویر بنا گئی جس پہ وہ نظریں جھکائے اپنی شرم پہ قابو پانے میں ناکام ہو رہی تھی۔

"جب تمہارے ساتھ ایسا ہو گا تب پوچھوں گی ابھی تو مجھے چھیڑ رہی ہو نا تب دیکھنا میں کیسے تمہارا ریکارڈ لگاتی۔" اپنی مسلسل لگتی کلاس پہ صنم بھنا کے اٹھی کہ حیام کو اپنا قہقہہ دبانا مشکل کام لگا۔

جبکہ اس کی بات پہ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ لمحہ گھوما جب کیف اس کو دیکھتے نظریں چرا رہا تھا شاید اپنی پسندیدگی چھپانا چاہ رہا تھا۔

اس کی سوچوں کے بھنور سے نکلتی وہ صنم کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔

شام کے سائے ڈھلتے محسوس ہوئے تو دونوں نے گھر کی راہ لی، ہوسٹل کی وارڈن اور اپنے لالہ کو بتاتی وہ صنم کے گھر رکنے والی تھی جب تک اس کا نکاح ہونا تھا۔

بہت کم وقت میں حیام اور صنم کی بہت اچھی دوستی ہوگئی تھی وجہ ان کی دونوں کی آپس میں انڈرسٹینڈنگ تھی۔

دادی جان اور لالہ سے اجازت ملتے وہ اپنا مختصر سا سامان لیے ان کے گھر رہنے آگئی تھی، صنم کی امی بہت خوش ہوئیں تھی کہ اس کی کوئی دوست اس کی خوشی میں شریک ہورہی تھی۔

اگلے دن جب دونوں ناشتہ کرنے میں مصروف تھیں تب ارتسام گھر میں داخل ہوا جس پہ صنم کو حیرت ہوئی کہ اتنی صبح صبح۔

"السلام علیکم خواتین!" وہ بہت خوشگوار موڈ میں سلام کرتا بغیر کسی کی پرواہ کیے صنم کی ساتھ والی کرسی پہ براجمان ہوا کہ اپنی ماں اور دوست کے سامنے اس کی حرکت پہ وہ سٹپٹا گئی۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہو ارتسام؟ خیریت آج صبح صبح۔" امی نے اس کے آگے ناشتے کی پلیٹ سجاتے پوچھا۔

"جی بس ایک ضروری کام تھا اسی لیے۔" صنم کو نظروں کے حصار میں رکھتے اس نے کہا کہ اس کا مطلب سمجھتے وہ اپنا سر مزید جھکا گئی۔

"آپ غالباً صنم جی کی دوست ہیں ہے نا۔" صنم پہ پیار بھری نظر ڈالتا وہ حیام کی جانب متوجہ ہوا جس پہ وہ مسکرا کے اثبات پہ سر ہلا گئی جبکہ امی اس کا 'صنم جی' سنتے مسکراہٹ دبائے کیچن میں چلی گئیں۔

"بہت خوشی ہوئی مل کے نکاح میں ضرور آیئے گا وگرنہ کوئی بھروسہ نہیں آپ کی دوست صنم جی کا کہ وہ نکاح کرنے سے انکار کر دیں، جانتی ہیں نا کہ مابدولت کا نکاح ہو رہا ہے آپ کی دوست سے۔" صنم کو تنگ کرنے کے لیے وہ جان بوجھ کے بات کو طوالت دے رہا تھا۔

"جی جانتی ہے وہ اچھے سے، آپ کو ضرورت نہیں ہے بتانے کی خوامخواہ ہی شروع ہو جاتے ہیں آپ۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہتی ارتسام کو مزا دے رہی تھی

جبکہ حیام اب اپنی دوست کا فائر موڈ دیکھنے والی تھی۔

"ارے تمہیں کیا ہوا میں تو مس۔۔۔؟ وہ کہتے ہوئے حیام کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"حیام!" اپنا نام بتاتے وہ اب اگلی بات کا انتظار کرنے لگی۔

"ہاں میں تو مس حیام سے بات کر رہا تھا جو رشتے میں میری سالی صاحبہ لگتی ہیں کیوں ٹھیک کہا نا۔" اس نے کہتے حیام نے تائید چاہی جس پہ وہ زور و شور سے سر ہلانے لگی جبکہ جوس کا گلاس ہنوز ہاتھ میں تھامے کبھی وہ صنم کو دیکھتی کبھی ارتسام کو۔

"ابھی بنی نہیں ہے وہ تو زیادہ آپ کو اچھلنے کی بھی ضرورت نہیں۔" وہ ٹھنک کے کہتی ناشتے کی جانب ہو گئی کہ بولتا رہے۔

"ہاں تو بن جانا ہے نا، اس نے سالی تم نے گھر والی کہو تو آج ابھی اسی وقت یہ کام سر انجام دے دیتے ہیں۔" وہ قدرے ان کی جانب جھکتے سر گوشی سے رازدارانہ انداز میں بولا کہ حیام نے صنم کی لال بھبھو کا شکل دیکھتے مشکل ہی اپنی ہنسی دبائی۔

"دیکھیں ارتسام۔۔۔۔"حیام کے سامنے وہ اس سے ذومعنی باتیں کرتا شرم سے پانی پانی کر رہا تھا کہ اس کو روکنا ٹوکنا چاہا۔

"اُفف یہ نام کتنا حسین لگتا ہے جب تم اسے ادا کرتی ہو۔"حیام کو اب وہاں بیٹھنا ہی ٹھیک نہ لگا اپنا قہقہہ دباتی وہ ایکسکیوز کرتی وہاں سے جانے کا ارادہ رکھتی تھی کہ ارتسام نے واپس بٹھا دیا۔

"ارے کہاں جا رہی ہیں بیٹھو ادھر ہی۔۔۔"صنم کی بولتی بند دیکھتے وہ حیام کو آنکھوں سے اشارہ کرتے کہنے لگا۔

"آپ کو آفس نہیں جانا کیا؟"وہ ضبط سے بامشکل اپنے خلق سے آواز نکالتی ادھر اُدھر دیکھتی کہنے لگی ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب آپ جناب کہاں جا رہی ہیں! مابدولت تو آپ کو ہی لینے آیا تھا کہ یونیورسٹی چھوڑ دوں لیکن یہاں تو مزاج ہی نہیں مل رہے جناب کے۔"اس کے اٹھتے ہی وہ بھی اٹھتے کمال بے نیازی سے کہنے لگا کہ دونوں کو اٹھتا دیکھ کے حیام بھی ان کے چہرے دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کیوں صبح صبح بحث کرنے آئے ہیں ہمیں دیر ہو رہی ہے چلیں حیام۔۔۔"
وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے حیام کو پکارتے وہاں سے رفو چکر ہونے والی تھی
کہ اس کی اگلی حرکت پہ حیام کے سامنے وہ ششدر کھڑی اس وقت کو کوس رہی
تھی جب وہ ناشتہ کرنے بیٹھ گئی تھی۔
اس کی مرمری کلائی تھامتے وہ آہستہ سے اس کے قریب آیا کہ صنم نے چور نظروں
سے حیام کو دیکھا جو آنکھیں پھاڑے بے شرمی سے انہیں کو دیکھنے میں مصروف
تھی جبکہ ہاتھ میں پکڑا جوس کا گلاس اب بس لبوں کے قریب جا رہا تھا۔۔۔
"بحث کون کمبخت کر رہا ہے آپ سے، ہم تو آپ کا قیمتی وقت چاہتے ہیں کہ مجھ
غریب پہ تھوڑی عنایت کر دیں کہ نکاح کا جوڑا ہی پسند کر لیں میرے ساتھ۔"
اس کا ہاتھ تھامتا وہ اس کو شدید پزل کرتا پیار سے کہہ رہا تھا جبکہ اس مظاہرے پہ
حیام اپنا رُخ موڑتے ان کے اتنی اہم سین میں مداخلت کر گئی۔۔۔
"اہم اہم! اصل میں ہم نے یونیورسٹی جانا ہے تو بھائی پلیز۔۔۔" مسکراہٹ
دبائے بغیر ان پہ کوئی تاثر دیئے وہ اپنا بیگ پکڑتی باہر چلی گئی جبکہ صنم نے ایک کھا

جانے والی نظر سے ارتسام کو دیکھا اور پیر پٹختی وہ بھی اپنا بیگ لیے اس کے پیچھے گئی، ارتسام اپنی بھیگی بلی کے پیچھے شرارت بھری مسکراہٹ لبوں پہ سجاتا باہر آیا اور ان دونوں کو یونیورسٹی ڈراپ کرنے جانے لگا۔

صنم اس کی جسارتوں پہ چپ سادھ کے بیٹھی اپنے دل کو قابو کر رہی تھی جو ڈھول کی طرح بج رہا تھا۔

یونیورسٹی پہنچتے ان کو ڈراپ کرتے ارتسام بتانا نہ بھولا کہ آج شاپنگ پہ وہ ان کے ساتھ جائے گا اور نکاح کے ملبوسات خریدیں گے مل کے۔

حیام کو تو ارتسام سے مل کے بہت اچھا لگا، زندہ دل ہر وقت مسکرانے والا شرارتی سا مزاج۔۔۔ صنم بھی شوخ چنچل تھی لیکن ارتسام کی باتوں کے سامنے اس کی بولتی بند ہوتے دیکھ حیام کو بہت مزا آیا تھا کہ اس کی ٹکر کا ہی بندہ ملا اس کو۔۔۔

صنم بغیر کچھ کہے ارتسام کو سوچتے جا رہی تھی جب اچانک دونوں کے قریب ہی بھوری ڈریس پینٹ پہ ڈارک براؤن شرٹ پہنے ہاتھ میں کوٹ تھامے، آنکھوں پہ مخصوص گلاسز لگائے اپنی شاندار پرسنیلٹی کے ساتھ سر عاصم بے نیاز سے چلے

آتے دکھائی دیئے شاید وہ بھی ابھی یونیورسٹی آئے تھے، دونوں کی نظر جب ان پہ پڑی تو دونوں نے سلام کیا۔

"السلام علیکم سر"!

آواز پہ چونکتے وہ اپنی دائیں جانب دیکھنے لگے جہاں سے آواز آئی تھی، سلام کا جواب دیتے بنا کوئی بھی دوسری بات کہے وہ آگے بڑھ گیا۔

"لے یہ کیا بات کوئی بندہ سلام کے بعد حال چال پوچھتا لیکن یہ کیا۔۔۔"سر کے انداز پہ صنم صدمے کی کیفیت میں بولی۔۔

"اتنے کھڑوس لگتے نہیں جتنے کھڑوس پن سے بات کرتے ہیں، پھیکے سے ہیں پتا نہیں بیوی کیسی ہوگی ان کی، کیسے رہے گی ان کے ساتھ۔"صنم کا صدمہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا جبکہ یہی سوچ حیام کی بھی تھی لیکن صنم کے منہ سے بات سنتے اس کو ارتسام کا رویہ یاد آیا صنم کے ساتھ۔

"یاں ارتسام بھائی جیسا ہونا چاہیئے فریش رومینٹک سا۔"حیام چھیڑتی آگے بڑھی کہ صنم اس کی بات کی گہرائی میں پہنچتے اس کو مارنے کو لپکی کہ وہ کھلکھلا اٹھی۔

"اللہ کرے تجھے سر جیسا ملے۔" اس کو دعا دیتی وہ قہقہہ لگا اٹھی کہ حیام کا منہ بن گیا۔

"آئے ہائے یہ بہت زیادہ سڑو سے ہیں ان کے جیسا نہ ہو تھوڑا سا تو رومینٹک ہو۔" حیام تصور میں کھڑوس آدمی لاتی بولی ساتھ شرارت سے کہتی آنکھ دبا گئی جس پہ صنم بھی قہقہہ لگا اٹھی۔

________________**

"بی بی جی آپ کو اماں بیگم بلا رہی ہیں باورچی خانے میں۔" اس کے ہاتھ تھمے تو وہ پیچھے گردن گھما کے دیکھنے لگی جہاں دروازے پہ کھڑا ملازم اسے بلاوا دے رہا تھا۔

"آرہی ہوں۔" دراز بند کرتی وہ اٹھی اور سعیدہ کو کام مکمل کرنے کی تلقین کرتی وہ باہر آئی اور نیچے پہنچتے کیچن میں گئی۔

"جی آپ نے بلایا۔۔۔۔" وہاں کھڑی ہوتے وہ ان کے چلتے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"خان کیوں چلا گیا پہلے ہی وہ تو آج رکنے آیا تھا نا تو کیا بات ہوئی تم دونوں میں کہ وہ پہلے چلا گیا۔" اس کی طرف متوجہ ہوتی وہ غصے سے سرد لہجے میں بولیں کہ ان کی

بات کو سمجھنے لگی۔

"میری توان سے کوئی بات کیا ملاقات بھی نہیں ہوئی تو میں نہیں جانتی۔" وہ آہستہ سے بتانے لگی۔

"اماں سائیں۔۔۔۔ باہر کوئی آیا ہے گیٹ پہ کھڑا شور شرابا کر رہا ہے ادا سائیں بھی یہاں نہیں تو کیا کریں۔" باہر سے ملازم نے ہانپتے ہوئے آتے ہی اطلاع دی تو اماں بیگم نے ایک قہر برساتی نظر اسے دیکھا۔

"تم جاؤ کمرے میں، بخار تھا تمہیں جاؤ جا کے آرام کرو۔" سپاٹ لہجے میں کہتی اس کو وہاں سے بھیجتیں وہ باہر آئیں جہاں باہر موجود شخص کو دیکھتے بے ساختہ ہی ان کا دھیان اپنی 'بیٹی' کی طرف گیا کہ یہ شخص اب یہاں کیا لینے آیا تھا۔۔

________________**

کلاس میں اینٹر ہوئے تو سب اپنی اپنی نشستوں پہ بیٹھے کچھ گپے لگا رہے تھے اور کچھ ایسے ہی نوٹس پہ جھکے تھے۔

وہ دونوں بھی چلتی ہوئی اپنی اپنی جگہ پہ بیٹھ گئیں اور ایسے ہی ہلکی پھلکی باتیں کرنے

لگیں، پانچ منٹ کے بعد بیل ہوئی تو سر اندر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔

"جی السلام علیکم کلاس! پچھلا لیکچر دیکھ لیں ایک نظر باقی پھر شروع کرتے ہیں ہم۔" اندر آتے ہی اپنے مخصوص کن سپاٹ و سنجیدہ انداز میں کہتا اپنا لیپ ٹاپ کھولے پروجیکٹر سیٹ کرنے لگا۔

"ایکسکیوزمی سر!" دس منٹ بعد جب وہ لیکچر سٹارٹ کرنے لگا تو حیام نے ہاتھ کھڑا کرتے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"جی۔۔۔!" اس کی طرف رخ موڑتے یک لفظی سوال کیا تو وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی کہنے لگی۔

"سر آپ نے پچھلے لیکچر میں کہا تھا کہ 'اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک وقت میں دو کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں تو وہ غلط ہے' لیکن ایسا تو نہیں ہے سر۔" اس نے پچھلے لیکچر کا حوالہ دیا جب سر عاصم نے اس کو دھیان نہ دینے پہ کہا تھا۔

"جی بالکل ایسا نہیں ہے۔" اس کی بات کی نفی کرنے کے بجائے وہ تائید کر رہا تھا جو حیام کی توقع کے برعکس تھا، اس کی سائیڈ کی مسکراہٹ دیکھتے وہ عجیب پزل ہوئی

تھی کہ کیا اس نے غلط سوال کر لیا تھا جبکہ وہ ابھی بھی مسکراہٹ برقرار رکھے ہوئے تھا۔

"لیکن آپ نے پہلے تو۔۔۔" ایک نظر الجھ کے اس نے صنم کو دیکھا کہ پہلے سر کچھ کہہ رہے تھے اور اب وہ اس کی بات کو بھی مان رہے تھے یہ کیا ماجرہ تھا۔

"وہ تو بس آپ کے لیے تھا۔" دفعتاً وہ بولا تو حیام کے ساتھ ساتھ صنم نے بھی چونک کے سر عاصم کو دیکھا۔

"مطلب۔۔۔۔" وہ الجھن سے پوچھنے لگی، اسے واقع سمجھ نہیں آیا تھا کہ کیا کہنا چاہ رہے تھے سر۔

"مطلب کہ وہ بات بس آپ کے لیے تھی کیونکہ اس وقت بس آپ ہی تھیں جو میری بات دھیان سے سن نہیں رہی تھیں، اور انسان کا لاشعور اور شعور اتنا ضرور کام کرتا ہے کہ وہ ایک وقت میں سن بھی رہا ہوتا اور دیکھ بھی رہا ہوتا، مطلب یہ کام دماغ کے ہیں دونوں کو بیک وقت چلانا سننا اور بات پہ غور بھی کرنا۔۔۔
لیکن! آپ میں اس صلاحیت کی کمی واقع ہوئی ہے کہ آپ بات کو سن سکتی ہیں

لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیکھ کے سمجھ نہیں سکتیں، آپ پہلے یا تو اسے دیکھیں گی غور سے پھر اسے سمجھے گیں۔" اپنی محظوظ کن مسکراہٹ سے کہتا وہ اسے ششدر کر گیا کہ اتنا بڑا اپنے بارے میں انکشاف پہلی بار ہوا تھا۔

"تو کیا ایسا سب کے ساتھ ہوتا۔" کسی ایک طالبہ نے سوال کیا۔

" بالکل نہیں! آپ میں سے بہت سے ایسے ہونگے جو میری باتوں کو غور سے سننے کے ساتھ ساتھ لکھتے بھی ہونگے اور اسی وقت زہن میں ریوائز بھی کر رہے ہونگے اور یہ نارمل ہے۔" وہ ختمی لہجے میں بات کہتا واپس پلٹا اور سکرین کو روشن کرنے لگا۔

حیام حیران پریشان سی اپنی جگہ پہ بیٹھتی صنم کو دیکھنے لگی جو خود اس کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا واقعی میں ایسا ہے۔۔۔؟" وہ پریشانی سے بولی کہ کیا وہ ابنارمل تھی۔

"پتا نہیں لیکن اب میں تم پہ سرچ کروں گی کہ کیا واقعی سر نے صحیح پہنچانا یا غلط۔"

صنم نے جس انداز میں کہا لگ رہا تھا کہ وہ ستائشی انداز میں سر کے لیے بات کر رہی تھی یقیناً سر کا یہ تجزیہ جاننے کے بعد بہت سے ان کے فین بھی ہو گئے ہونگے۔

"سینسز(Senses) "!

"آج ہم ڈیٹیل سڈٹی کریں گے 'حسات' پہ، سب کو معلوم ہو گا کہ پانچ حس ہوتیں ہیں لیکن یہ اصل میں آٹھ ہیں، تین کا اضافہ کرلیں آپ کو معلوم ہی ہو نگی کہ سائیکالوجی میں پانچ کے بجائے آٹھ حسات کا ذکر ہوتا ہے جن میں چھٹی حس (سکستھ سینس) 'کامن سینس' 'نان سینس' وغیرہ شامل ہیں۔" بورڈ پہ ان سب کے نام لکھتا وہ دوبارہ کلاس کی جانب متوجہ ہوا۔

"پرسنیلٹی انالسز میں ان کا بہت رول ہوتا ہے، مثال کے طور پہ ہم پہلے مس حیام کی بات کر رہے تھے تو ان میں ویژن سینس (vision sense) کافی سٹرانگ ہے۔" وہ نارملی بتارہا تھا جبکہ ایک اور انکشاف پہ حیام دل تھام گئی کہ واقعی ایسا ہے۔۔

"وہ چیزوں کو دیکھ کے آبزرور کرلیتی ہیں جبکہ یہاں بہت سے سٹوڈینٹس ایسے ہیں جن کی ہیئرنگ سینس کافی اچھی ہے، اب یہ مت پوچھیے گا کہ کس کی کون سی سینس اچھی ہے، اس بارے میں زیادہ نہیں بتایا جاسکتا۔" وہ دوبارہ بورڈ کی جانب

متوجہ ہوا۔

"یہ تو واقعی بہت خطرناک نکلے یار۔۔"صنم نے حیام کے کان میں سرگوشی کرتے کہا تو وہ سر ہلا گئی کہ ابھی تک وہ صدمے میں تھی۔

"ان کی بیوی گئی کام سے،ایک تو اتنے سڑو دوسرا شکل سے ہی پہچان لیتے ہیں۔۔۔خطرہ ہے بھئی خطرہ۔"صنم نے ان کی بیوی کے لیے افسوس کرتے کہا جیسے اسے ہمدردی ہو سر کی ہونے والی بیوی سے۔

کلاس پڑھا کے وہ فارغ ہوا اور اپنی چیزیں سمیٹنے لگا ساتھ ہمیشہ کی طرح آخر پہ پوچھا۔'کوئی سوال'جس پہ ایک لڑکی کی آواز سنائی دی جو پوچھ رہی تھی کہ ان کی شادی ہوئی ہے یا نہیں۔

پہلے تو اس نے سوال کو ہی نظرانداز کردیا لیکن سوال پھر سے پوچھا گیا تو وہ اکتا گیا جیسے۔

"جی ہو گئی ہے شادی میری بیٹا بھی ہے ایک دکھاؤں یا اور کچھ؟"تقریباً وہ سرد لہجے میں بولا کہ سب کہ بولتی بند ہو گئی۔

"حد ہے کسی کی پرسنلز میں پتا نہیں کیوں جانا ہوتا ہے سب کو۔" وہ جاتے جاتے غصے سے کہتے نکلا کہ پیچھے ساری کلاس اس لڑکی کو کوسنے لگی جس نے پوچھا جبکہ اب آدھی کلاس کی لڑکیوں کو یہ بھی دکھ لاحق ہو گیا تھا کہ سر شادی شدہ نکلے۔

حیام اور صنم کی ہنسی نکل گئی سر کے غصہ کرنے پہ۔

"ویسے سر کافی ینگ ہیں تو اسی لیے لڑکیاں ان کی پرسنیلٹی میں دلچسپی لیتی ہیں ورنہ اس لیول پہ تو ایجڈ سر اور ٹیچرز ہوتے ہیں۔" حیام نے کلاس سے قدم باہر رکھتے کہا تو صنم اس کی تائید کرتی ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔

"ہاں یہ تو ہے ویسے بھی ہماری کلاس میں بہت سے میرڈ بھی ہیں اور بہت سی لڑکیاں ہماری ایج کی ہیں، ویسے اگر میں منگنی شدہ نہ ہوتی نہ تو ایک لائین تو میں نے بھی مار لینی تھی سر پہ۔" صنم نے تھوڑا افسردگی سے کہا اور گارڈن میں آتے گھاس پہ بیٹھ گئیں۔

"شرم کرو سر ہیں وہ۔۔۔اور ویسے بھی جناب اگر یاد ہو تو دو دن بعد نکاح ہونے والا تمہارا وہ بھی رومینٹک سے بندے سے۔" حیام نے اسے شرم دلانی چاہی

ساتھ ہی ساتھ شرارت سے چھیڑا بھی تو وہ سرخ پڑتی اس کو گھور کے رہ گئی۔

"سر تو ہیں لیکن اتنے بھی بڑے نہیں ہیں ہے نا۔" صنم نے اب کی بار گھاس کو کھینچتے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں ستائیس اٹھائیس کے ہونگے، ہاں یاد آیا پچھلے دنوں سر ایک سمینار لے رہے تھے اور اتفاق سے میں بھی وہیں تھیں جب میں نے تمہیں کال پہ بتایا تھا تب کی بات ہے۔" حیام نے ارد گرد دیکھتے کچھ یاد آنے پہ اس کو بتایا تو صنم نے بھی اس کو دیکھا۔

"کیا پتا وہ ابھی بھی کچھ پڑھ رہے ہوں۔۔۔" صنم نے سوچتے کہا تو ساتھ ہی موبائل رنگ کرنے لگا۔

"کون ہے۔۔۔؟" اس کو مسلسل موبائل کو گھورتے پا کے حیام نے پوچھا۔ کچھ کہنے کے بجائے صنم نے موبائل سکرین اس کے سامنے کی جہاں پہ ارتسام بھائی لکھا تھا۔

"اوئے بھائی تو ہٹا یہاں سے پرسوں نکاح ہے۔" بھائی دیکھتے حیام نے اس کی عقل

پہ ماتم کرتے کہا جبکہ وہ منہ بنا گئی۔

"بھائی نے دیکھ لیا تو خود ہی یہاں کچھ لکھ دیں گے۔" ساتھ ہی ہنستے ہوئے اسے کال اٹھانے کا اشارہ کیا تو صنم نے اوکے کرتے کان سے لگایا۔

سلام کے بعد وہ اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔

"جی۔۔۔۔!" اس کی لمبی خاموشی پہ وہ اکتا کے بولی۔

"کب تک آؤں لینے۔" وہ مسکرا کے کہتا اپنی چیئر سے اٹھا۔

ابھی ایک کلاس ہوئی ہے ہماری باقی دو ابھی پڑی ہیں تو ٹائم لگے گا جب ہم فری ہونگے آپ کو کال کر دوں گی ٹھیک ہے اللہ حافظ۔" ایک ہی سانس میں بولتی وہ کھٹاک سے فون بند کرنے کو تھی جب وہ ہڑبڑا کے اسے ٹوک اٹھا۔

"صنم۔۔۔۔!" اس نے اجلت میں نام پکارہ کہ اپنا نام سنتے اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"جج۔۔جی۔" وہ ہلکا سا منمنائی جبکہ حیام غور سے اس کے تاثرات دیکھ رہی تھی جس کے چہرے کے خدوخال پہ اب سرخی چھانا شروع ہوئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا ہو گیا یار اتنی جلدی ہے تمہیں فون کاٹنے کی، اگر فری ہو تو تھوڑی دیر بات کرو مجھ سے۔" اپنے آفس کی کھڑکی سے باہر دیکھتے وہ فرمائش کر رہا تھا جبکہ صنم اب تذبذب کا شکار ہو رہی تھی کہ کیا بات کرے اس سے۔

"میری کلاس ہے ابھی تو بات نہیں کر سکتی۔" اس نے کہتے بات ٹالی اور حیام کو دیکھا جو اس کو ریلیکس کرنے کے لیے ادھر اُدھر دیکھنے میں مصروف تھی۔

"اچھا اپنا خیال رکھنا اور مجھے یاد سے کال کر دینا آ جاؤں گا لینے۔" اس کی مشکل آسان کرتا وہ خود ہی کال کاٹ گیا کہ صنم نے اللہ حافظ کہتے سکون کا سانس لیا۔

"سوچو اگر تمہیں کوئی کھڑوس سا شوہر ملتا ارتسام بھائی کے علاوہ تو۔۔۔۔۔" حیام نے اس کے کال رکھتے ہی جانچتے ہوئے پوچھا۔

"یہی ٹھیک ہیں تمہیں ورنہ کسی دوسرے کو تم نے خود ہی ٹکنے نہیں دینا تھا۔" اپنی بات کا خود جواب دیتی وہ قہقہہ لگا اٹھی۔

_____________**

"عماد ایک بات بتا زرا۔" ڈیرے کے باہر موجود چارپائی پہ بیٹھا وہ سیگریٹ کا کش لے رہا تھا جب کیف اس کے برابر میں بیٹھتا ہوا بولنے لگا۔

"ہاں پوچھ۔۔۔۔" سیگریٹ زمین پہ پھینکتے اس نے پاؤں تلے مسلا کہ اس کی حرکت پہ کیف تاسف سے دیکھتا رہ گیا۔

"سیگریٹ کیوں پینا شروع کردی تم نے عجیب زہر لگتی ہے یہ مجھے۔۔۔" اس نے پاؤں تلے مسلی سیگریٹ کو ناگواری سے دیکھتے کہا تو عماد سر کھجاتا رہ گیا۔

"یار بس کبھی کبھی پیتا ہوں۔" شرمندہ ہوتے بولا کیونکہ کیف نے کبھی بھی سیگریٹ نہیں پی تھی اور نہ ہی پینے دیتا تھا، عجیب سی وحشت ہوتی تھی اس کی سمیل سے۔

"تو کچھ پوچھنے والا تھا نا۔۔۔" اس کی بات پہ وہ ہنس کے سر جھٹکتا بولا تو کیف نے نفی میں سر ہلایا۔

"تیرے اور گل کے بیچ کیا چل رہا ہے آج کل۔" اس نے تیکھے انداز میں پوچھا کہ بے ساختہ ہی عماد نظریں چرانے لگا۔

"کچھ بھی نہیں یار بس وہ ناراض ہیں تھوڑا۔" ڈیرے کے پاس بنے ٹیوب ول کو دیکھتا کہنے لگا۔

"اور ناراض کیوں ہے وہ؟" اسی لہجے میں پوچھتے وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں اب تلخ مسکراہٹ در آئی۔

"کیوں ناراض ہیں وہ۔۔۔! ہا، وہی بات وہی بحث بار بار کرتی ہیں مجھ سے۔" ایک سرد آہ بھرتے اس نے کہا اور پھر کیف کو دیکھنے لگا۔

"وہ سمجھتی نہیں ہیں کہ میرے ساتھ ان کو کتنی ازیت دی جاسکتی ہے لیکن وہ اپنی بات پہ قائم ہیں جبکہ میں پچھلی باتیں ابھی بھی نہیں بھولا جب ان کو میرے نام پہ اتنا کچھ سننا پڑا کہ۔۔۔۔" پرانی ماضی کی تلخ یاد آتے وہ بھی تلخ ہوا کہ کیف نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھا۔

"دیکھ عمار تو بھی بات کو سمجھ اور اپنی ضد چھوڑ دے۔" کیف نے سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ استہزایہ قہقہہ لگا اٹھا۔

"یار میں ضد نہیں کر رہا ان سے، میں ان کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ اس بات

پہ راضی نہیں اور خود ہی ضد باندھ کے بیٹھی ہیں اپنا مستقبل داؤ پہ لگا کے۔" وہ کرب سے بولا کہ پھر سے اسے گل کی باتیں یاد آنے لگیں۔

"تو اس کی خوشی تم سے ہے تم یہ بھی سمجھو وہ تمہارے ساتھ خوش رہنا چاہتی تو تم کیوں اس میں رکاوٹ بن رہے ہو۔" وہ اب اس پہ زرا سخت ہوا جس پہ عماد نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں معلوم کچھ بھی، میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ رہ کے وہ لوگوں کو پھر سے موقع دیں ان کی ذات پہ بات کرنے کا، میں اس بارے میں آج دادا جان سے بھی بات کروں گا۔" عماد نے سرد و سپاٹ لہجے میں کہا تو کیف کو اب اس پہ غصہ آنے لگا کہ کیوں وہ خود کو اور اس بیچاری جان کو مشکل میں ڈال رہا تھا۔

"تم بات نہ بھی کرو تو وہ پہلے ہی کر چکی ہے اب دادا جان اپنا فیصلہ تمہیں سنا دیں گے اور مجھے امید ہے کہ ان کے فیصلے پہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" کیف نے سنجیدگی سے کہا اور اس کا کندھا تھپکتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا مطلب وہ بات کر چکی ہیں۔۔۔!" وہ نا سمجھی سے اٹھا جبکہ ماتھے پہ شکن اب

نمایاں تھے۔

"تمہیں بتادیں گے آج داداجان خاص طور پہ دی جان۔"اس کی طرف مسکراہٹ اچھالتاوہ وہاں سے کام کا کہہ کے روانہ ہواجبکہ عماداب گل کو کوسنے لگا۔

"حد کرتی ہیں یہ کہاں پھنسادیا مجھے۔"غصے سے سوچتا قمیض کی جیب سے ایک اور سیگریٹ نکالتااس کو جلایااور اپنے سینے میں بھڑکتی آگ کو بجھانے کے بجائے مزید ابالنے لگا۔

"آپ سے اچھے سے نپٹ لوں گا میں اب۔۔"پاس پڑے پتھر کو ٹھوکر مارتاوہ گہرے کش لگاتا مضطرب ساچکر لگانے لگا جانے اب داداجان نے کیافیصلہ کیاہوگا۔

____________**

"یہ ہے ان کا بڑاپوتااور باقی یہ دو چھوٹے ہیں دونوں۔"سامنے موبائل کرتے اس نے تصویر دکھائی اور باری باری بتانے لگا۔

"رکاوٹ کون ڈال رہاہے کام میں ؟"تصویر میں موجود تینوں نفوسوں کی خوبرو مسکراہٹ دیکھتے اس نے پوچھا۔

"سب سے زیادہ اس کا ہاتھ ہے اور اس کا بڑھ چڑھ کے ساتھ یہ دے رہا ہے۔" تصویر میں موجود ایک کی طرف اشارہ کرتے کہا جو سائیڈ کی مسکراہٹ لیے باقی دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"رستے کا کانٹا یہ ہے اور بھاگ دوڑ یہ کر رہا ہے۔" تیسرے کو نظر انداز کرتے وہ باقی دونوں کو نظروں کے حصار میں رکھتے سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اور یہ جو تیسرا ہے اس سے تو میرا بڑا کانٹا نکلتا ہے۔" پاس کھڑے انسان نے زہر خند لہجے میں تیسرے پہ نظریں جماتے کہا۔

"تمہارا جو مسئلہ ہے اس سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں وہ خود ہی نپٹاؤ۔" اس کو جوش میں آتے دیکھ وہ سختی سے ٹوک اٹھے اور پاس رکھے ٹیبل سے فائل اٹھاتے صوفے پہ بیٹھ کے اس کا جائزہ لینے لگے۔

"اس میں سارے کاغزات موجود ہیں تو وہ کس بنا پہ ہم پہ کیس کرنا چاہ رہے۔" کاغذات کے پلندے پہ نظریں دوڑاتے وہ برہم ہوئے کیونکہ یہ دو شخص ان کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑے تھے۔

"بھائی اس کو چھوڑو سب سے اہم خبر آپ کو بتاؤں کہ چھوٹے کا رشتہ فائنل کر دیا انہوں نے اور دو دن بعد نکاح بھی کرنے والے ہیں، یہ خبر انہوں نے ہمیں نہیں بتائی۔" تبھی آفس کے کمرے میں ایک درمیانی عمر کا آدمی اندر آتا ہڑبڑا کر بولا کہ وہ فائل رکھتے ٹیبل پہ اس کی بات کو غور سے سننے لگے۔

"کس کا نکاح فائنل ہوا ہے۔" ماتھے پہ تیوڑی سجاتے انہوں نے سختی سے پوچھا۔

"ارتسام کا نکاح کر رہے ہیں اسی لڑکی سے جس کے پیچھے وہ پڑا تھا۔" انہوں نے جیسے ان کی سماعتوں پہ دھماکہ کیا کہ وہ اپنی نشست کے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یہ کیا بکواس ہے مجھ سے پوچھے بغیر وہ کیسے اتنا بڑا فیصلہ لے سکتا ہے۔" وہ برہم ہوئے اور ساتھ ہی نمبر ڈائل کرتے کال ملانے لگے لیکن رابطہ ممکن نہ ہو سکا۔

"میں ابھی گھر جا رہا ہوں ذرا دیکھوں جا کے کہ کیا بکواس حرکت کی ہے اس نے، جبکہ میں نے اس کو صاف الفاظ میں کہا بھی تھا کہ اپنی بیٹی کا رشتہ کرنا چاہ رہا ہوں میں ارتسام سے۔" موبائل کو قمیض کی اوپری جیب میں رکھتے وہ بغیر کسی کی سنے وہاں سے نکلے جبکہ پیچھے کرسی پہ بیٹھا وجود تصویر کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

____________**

"رکیہ کہاں ہو؟" گھر میں داخل ہوتے ان کی گرجدار آواز گونجی۔

"جی میں یہاں ہوں ایک تو آپ بھی گھر آتے ہی طوفان لے آتے ہیں بندہ صبر سے کام لیتا ہے۔" نزاکت سے اپنی ساڑھی کا پلو تھامتے وہ لمبی ہیل سے ٹک ٹک کی آواز پیدا کرتیں سیڑھیاں اتر رہی تھیں۔

"کہاں جانے کی تیاری کر رہی ہو تم اور باقی سب کہاں ہیں؟" وہ اپنی بیوی کا سراپا دیکھتے سنجیدگی سے بولے تو وہ ان کے مقابل آتی اپنے تراشے ہوئے ناخنوں کو دیکھنے لگیں۔

"میں تو اپنی دوست کی طرف جانے والی تھی جبکہ آپ کے بھائی کی بیگم دیبا اور حنا کو لے کے مارکٹ گئی ہے سنا ہے کہ ارتسام کا نکاح ہونے والا۔" وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی تمسخر سے گویا ہوئی تو ان کے بدن میں ناگواریت پھیل گئی۔

"پہلے ہی میں کم مصیبتوں میں نہیں گھیرا ہوا کہ تم مجھے اب یوں طعنے مارو گی اور مت بھولو کہ تم گاؤں سے آئی ہو تو خود کو شہریوں مین ڈھالنے کی ناکام کوشش نہ

کرو۔" اپنی بیوی کو دیکھتے وہ سخت لہجے میں بولے۔

"تو آپ اپنی بات کب پوری کریں گے کہ ارتسام ہمارے ہاتھوں سے اب نکل چکا اور اب آپ کو بھی چاہئے کہ اس کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں، مجھے گاؤں کے طعنے بھی دینا بند کریں کیونکہ اگر میں وہاں سے ہوں تو یاد رکھیں آپ کو یہاں لانے والی بھی میں ہوں، میرے ہی باپ کی جائیداد پہ عیش کرتے رہیں ہیں اور اب اپنے منہ بھولے بھتیجے کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔" اس کی بات وہ سخت چڑتی ہوئی اسی طرح سخت لہجہ اپناتی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولیں کہ وہ ضبط کرتے رہ گئے۔

"جلد ہی وہ زمین میرے ہاتھ لگے تو میں کرتا ہوں تمہاری اس چلتی زبان کا کچھ، میری خاموشی کا تم ناجائز استعمال کر رہی ہو۔" رکیہ بیگم کو بازو سے دبوچتے وہ سپاٹ لہجے میں بولے کہ وہ ایک ناگوار نظر ڈالتی وہ اپنا بازو چھڑواتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئیں۔

اکبر صاحب رشتے میں ارتسام کے تایا جان لگتے تھے اور ان کا ارادہ اپنی بیٹی دیبا کی شادی ارتسام سے کروانے کا تھا لیکن اب اچانک یہ خبر سنی کہ اس کا دو دن بعد

نکاح، دماغ کھول رہا تھا یہ سوچ کے اب ہاتھ سے سب نکل جائے گا۔

ارتسام اکیلا وارث تھا یا یوں کہا جائے کہ ساری جائیداد اس کی تھی کیونکہ سب ارتسام نے اپنے والد کے ساتھ مل کے بزنس کھڑا کیا تھا۔

اور باقی اس کے تایا اور چچا بس شراکت دار تھے دس پرسنٹ شئیرز کے بھی مالک نہیں تھے وہ، ارتسام کی شادی وہ اپنی بیٹی سے کروا کے حق مہر میں تقریباً آدھا بزنس تو اپنی بیٹی کے نام لکھوا لیتے لیکن اب سب ہاتھ سے نکل رہا تھا۔

اب بس ان کے ہاتھ میں ایک اور سہارہ بچا تھا جس کو وہ حاصل کرنا چاہ رہے تھے لیکن اس کے پیچھے بھی اس کے اصل حقدار پڑ گئے تھے۔

______________**

"یار آج بھی سر کے دو لیکچرز، مجھے لگتا ہے کہ جو بات صبح سر نے تمہارے بارے میں کہی تھی کہ تم ایک وقت میں ایک کام کرتی ہو وہ مجھ پہ لاگو ہونی چاہیئے کیونکہ یا تو میں سر کو دیکھ سکتی ہوں یا ان کے لیکچرز سن سکتی ہوں۔۔" صنم کچھ بیزار سی کچھ حسرت سے کہتی حیام کو حیرت کے غوطہ زن کرتی چلی جا رہی تھی بس۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو۔۔۔ہوش میں ہو تم اب تمہیں سر پہ کرش آگیا ہے شرم کرو۔"اس کے ساتھ قدم ملاتی وہ اس بازو پہ ہاتھ مارتی شرم دلانے کی کوشش کرنے لگی۔

"ہاں یار اب تو مجھے شرم کرنی چاہیئے کیونکہ سر نے بتایا کہ ان کی ایک عدد بیوی پلس بیٹا بھی ہے شاید جھوٹ بولا ہو لیکن پھر بھی میں یہ سوچتی ہوں کہ ان کی بیوی ان کے موڈ سے بور نہیں ہوتی ہو گی کیا۔"وہ پھر بھی باز نہ آئی اور اپنی زبان کے جوہر دیکھاتی پٹر پٹر کرتی جارہی تھی۔

"ہاں یہ تو ٹھیک کہا، ایک دم سڑو سے۔"وہ اس کی بات کی مکمل تائید کرتی ہنسنے کو تھی جس اچانک کوئی وجود پاس سے گزرا، صنم کے ساتھ ساتھ حیام کے قدم بھی وہی جامد ہوئے جب انہوں نے اسی کھڑوس سر کو اپنے بالکل پاس سے گزرتے دیکھا جو موبائل پہ کسی سے محو گفتگو تھے۔

"سن لیا ہو گا ہے نا۔۔۔"حیام نے ڈرتے ڈرتے کہا تو صنم نے پھر سے اپنا موڈ فریش کرتے قہقہہ لگایا۔

"ارے نہیں یار! کوئی نہیں سنا ہو گا چلو خوامخواہ میں مجھے ہرٹ اٹیک کروانے والی تھی۔" صنم نے چل ہوتے کہا اور موبائل پہ ارتسام کی کال آتے دیکھ ہلکا سا مسکرا دی۔

"چلو آ گئے جناب۔۔۔" ارتسام کا میسج دکھاتی وہ اس کو لیے باہر گیٹ تک آئی۔

ارتسام ان کو لے کہ شاپنگ مال آ گیا اور وہاں انہوں نے نکاح کا جوڑا فائنل کیا، صنم کوئی ہلکا رنگ لینا چاہ رہی تھی جبکہ ارتسام بضد تھا کہ وہ سرخ پہنے پھر بھی صنم نے جھگڑ کے اپنی پسند کا ہی لیا اس پہ بھی ارتسام نے شرط رکھی کہ وہ شادی پہ اس کی پسند کا پہنے گی جس پہ وہ کندھے اچکا گئی کہ جب ہو گی دیکھا جائے گا ابھی اسے اس کی پسند کا پہننے دے۔

حیام نے اپنے لیے ہلکا سبز رنگ کا جوڑا لیا تھا جس پہ تھوڑا سا نگینوں کا کام ہوا تھا، نکاح کا فنکشن زیادہ بڑا نہ تھا اس کی مناسبت سے اسے اچھا لگا تھا۔
باقی کی شاپنگ صنم کی ہی کرنی تھی وہ ارتسام نے مل کے پسند کی۔

شام کے چھے بج رہے تھے اور مغرب کی اذان بھی ہو رہی تھی، دونوں کے کہنے پہ وہ کھانا پیک کرواتا صنم کے گھر کی طرف گاڑی موڑ گیا۔

"صنم کوئی شوخ سا رنگ لیتی بیٹے یہ ہلکا نہیں نکاح کے لیے۔" آف وائٹ رنگ کی لانگ فراک دیکھتیں اس کی امی نے کہا تو وہ منہ بنا گئی جبکہ ارتسام نے ایک جتاتی ہوئی نظر اس پہ ڈالی۔ ابھی وہ سب صنم کے کمرے میں بیٹھے شاپنگ پہ نظر دوڑا رہے تھے ارتسام بھی کھانا کھا کے ادھر ہی تھا ابھی۔

"امی مہرون رنگ کا دوپٹہ ہے اس کا یہ دیکھیں شوخ ہی ہے۔" اس کا کام دار دوپٹہ سامنے رکھتی وہ خفگی سے بولی۔

"ہاں چلو اب ٹھیک لگ رہا ہے۔۔۔" بلآخر تین چار کپڑے نکالنے کے بعد ان کو چیزیں پسند آ ہی گئیں جس پہ حیام کے ساتھ ساتھ صنم نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

"چلو اب یہ چیزیں سمیٹو اور آرام کرو پھر پرسوں نکاح ہے تو کل بہت سے کام ہونگے۔" ان کو ہدایت دیتیں وہ اٹھیں اور ضروری چیزیں اپنے ساتھ لے جانے لگیں، ان کے اٹھتے ہی ارتسام بھی ان کو خیال رکھنے کا کہتے وہاں سے روانہ ہو گیا کہ

اب نکاح والے دن ہی آئے گا۔

_______________**

"جہانگیر یار وہ مجھے گھر کا پتا چل گیا ہے اور تھوڑی بہت یہ بھی خبر ملی ہے کہ وہ بزنس میں پارٹنر ہیں کسی کے ساتھ۔" کیف اپنے کمرے میں موجود پچھلی سائیڈ کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے پاس کھڑا جہانگیر کو کال کر کے رپورٹ دے رہا تھا۔

"تو کیا پتا لگا باقی سب۔" جہانگیر نے متجسس ہوتے پوچھا۔

"بابا کی زمین پہ وہ قبضہ کر کے یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہے کہ انہوں نے یہ زمین خود بابا سے خریدی تھی اور اب یہ بھی دعویٰ کر رہے ہے کہ وہ اس زمین کو فلاحی کاموں میں استعمال کریں گے۔" اس نے مزید بتایا اور چلتا ہوا اپنی ٹیبل کے قریب گیا جہاں اصفحان کی شادی کا کارڈ پڑا تھا۔

"اچھا ان کا جو ایڈریس معلوم پڑا ہے وہ مجھے سینڈ کر دو تا کہ میں بھی ایک چکر لگا لوں وہاں پہ۔" اس کی سنجیدہ سی آواز سپیکر سے ابھری تو کیف نے اثبات میں سر ہلا یا۔

"ہاں ٹھیک ہے میں تمہیں باقی کی چیزیں بھی میل کر دیتا ہوں ایک بار چیک کر

لے۔"الماری کا ڈرار کھولتے اس میں سے کوئی چیز ڈھونڈنے لگا اور ساتھ ساتھ اس کو الوداعی کلمات کہنے لگا۔

"اوہاں یاد آیا، اصفحان کی شادی میں جائے گا نا۔"اصفحان کی شادی کا کارڈ دیکھتے وہ جلدی سے بولا تو جہانگیر کی طرف خاموشی چھا گئی۔

"نہیں یار شاید نہ جا پاؤں کیونکہ یہاں بہت کام ہیں اور آفس وغیرہ بھی دیکھ رہا ہوں تو مشکل ہو گا میرا جانا۔"اس نے دھیمے لہجے میں اپنی مجبوری بیان کی تو کیف تاسف سے سر ہلاتا رہ گیا۔

"ہر فنکشن میں تیرا یہی جھوٹا بہانا ہوتا کمینے اب میں زیادہ کچھ نہ سنوں مزید بہانے بنانے سے گریز کر ورنہ اصفحان خود تجھے وہاں سے اٹھا لائے گا، بچارے کی پہلی شادی ہے۔"اس کے بہانے کو خاطر میں نہ لاتے جھڑ کا ساتھ میں اصفی کو یاد کرتے شرارت سے کہا تو دونوں ہنس دیئے۔

"چل کوشش کروں گا کہ آجاؤں۔۔۔"اس نے بات ٹالنی چاہی کیونکہ اسے ہجوم والی جگہ پسند نہیں تھیں تبھی وہ بہت کم کسی فنکشن میں جاتا تھا۔

"کوشش نہیں یار پکا کر پہلے یار کی شادی ہے۔" کیف نے منت کرتے کہا تو جہانگیر کچھ توقف کے بعد حامی بھر گیا۔

"ٹھیک ہے آجاؤں گا، ویسے بھی ابھی آدھا مہینہ پڑا تو کوئی بڑی بات نہیں۔" اس نے بات ہوا میں مکھی کی طرح اڑاتے کہی اور ساتھ ہی گاڑی کی سیٹ سے پشت ٹکا گیا۔

"ہاں اگر ہم اس کی شادی پہ جائیں گے تو ہماری شادی پہ آئے گا نا۔" کیف نے شرارت سے کہا اور ہنستے ہوئے کال کاٹ دی۔

"ادی۔۔۔ عماد گھر ہے کیا؟ اور دعا کدھر ہے؟" کمرے سے باہر نکلتے اس نے راہداری سے گزرتی گل کو آواز دیتے پوچھا جانتا تھا کہ اس کی پل پل کی رپورٹ اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

"ہاں جی تھوڑی دیر پہلے ہی گھر آئیں ہیں اور شاید آتے سو بھی گئے ہیں، دعا انہیں کے پاس ہے۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی تو اس کی سادگی پہ بے اختیار کیف کو پیار آیا۔

"وہ تو ہر وقت باپ کے پاس ہی چپکی رہتی ہے۔" دعا کا سنتے کیف نے ہنس کے کہا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جبکہ اس کی بات گل کے چہرے پہ ہلکی سی سرخی چھا گئی۔

وہ جانتا تھا کہ عماد کے معاملے میں بہت حساس تھی وہ اس سے چھوٹا ہونے کے باوجود وہ اسے آپ جناب کہہ کے پکارتی تھی جبکہ جہانگیر اور کیف کو وہ تم کہتی تھی۔

وہ محبت میں احترام کرنے والوں میں سے تھی کہ عمر اس کے سامنے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی تبھی اپنے سے چار سال چھوٹے لڑکے پہ دل ہار بیٹھی تھی اور دوسری طرف وہ بے مہر بے پرواہ بنا پھرتا تھا اس سے۔

کبھی کبھی کیف کو عماد کی لاپرواہی پہ بہت غصہ آتا تھا لیکن ضبط کر جاتا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ عماد بھی پسند کرتا تھا اس کو لیکن اپنی پسند کو وہ سرد مہری کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا جو صرف گل کے لیے تھی اور اس کی وجہ بھی سب اچھے سے جانتے تھے لیکن اب برداشت نہ کرتے گل کے ضبط کی طنابیں ٹوٹی تو وہ خود ہی دادا جان کے پاس اپنی فریاد لے گئی، گل کے ساتھ ساتھ جہانگیر اور کیف کو بھی یقین تھا کہ گل

کے حق میں ہی فیصلہ سنائیں گے کیونکہ عماد کی بے جا ضد کی وجہ سے اب وہ اپنی نواسی کا گھر دوبارہ خراب ہونے نہیں دے سکتے تھے۔

"عماد کدھر ہے گڑیا۔۔۔؟"

کمرے میں داخل ہوتے ہی کیف نے دعا سے پوچھا جو عماد کا موبائل پکڑے کھیلنے میں مصروف تھی جبکہ عماد کا بازو اس کی گود میں ہی تھا۔جو مزے سے اس کو پاس بیٹھائے میٹھی نیند سو رہا تھا، اکثر وہ زمینوں کے کام دیکھتے بہت تھک جاتا تو گھر آتے ہی سو جاتا تھا۔

"سو رہے ہیں۔" دعا نے ایک نظر موبائل سے ہٹاتے کیف کو بتایا اور پھر سے مگن ہو گئی۔

پانچ سالہ دعا گھر کی لاڈلی تھی تو تینوں لڑکوں کی جان بھی، عماد کو وہ باقیوں کی دیکھا دیکھی نام سے ہی پکارتی تھی جبکہ جہانگیر اور کیف کو وہ بھائی بھی کہہ دیتی کبھی ماموں تو کبھی چاچو۔

چھوٹی سی وہ گول مٹول بچی سنہری بالوں کی اونچی پونی بنائے اپنے چھوٹے چھوٹے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گلابی ہاتھوں سے گیم کھیلنے میں مصروف تھی جبکہ فراک سے باہر نکلتے گلابی سپید پیروں کو آپس میں جوڑ کے اس کی انگلیاں ہلا رہی تھی۔

"آ جاؤ میرے پاس عماد سو رہا تو تنگ نہیں ہو گا وہ۔" اس کو احتیاط سے اپنی گود میں اٹھائے وہ اٹھا کہ عماد نے کسمسانے پہ اپنی مندی مندی آنکھیں کھولیں۔

"کیا ہوا۔۔۔۔؟" خمار بھری آنکھوں سے دیکھتے اس نے کیف سے پوچھا جو اب دعا کو پکڑے باہر جانے والا تھا۔

"کچھ نہیں تو آرام کر میں اسے اپنے ساتھ لے جا رہا تھا کہ کہیں تیری نیند نہ خراب ہو جائے۔" کیف کے ساتھ ساتھ دعا نے بھی عماد کو دیکھا جو انہیں دونوں کو اپنی آدھ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

ان کے کہنے پہ وہ دوبارہ سونے کے لیے اپنا رخ موڑ گیا تو کیف دعا کو لیے کھلے کشادہ صحن میں آ گیا۔

"ماموں اماں۔۔۔۔" دعا موبائل پکڑے جب گیم سے بور ہو گئی تو گیلری کھول کے باری باری تصاویر دیکھتی وہ کیف کو بتا کے خوش ہو رہی تھی۔

"ہاں دیکھو کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔"اماں بیگم کی تصویر دیکھتی وہ خوشی سے بتانے لگی۔

باری باری تصویریں دیکھتی وہ الگ فولڈر میں آئی اور اس میں تصویریں دیکھنے لگی۔

"یہ تو ساری ماما کی ہیں۔"وہ الجھ کے بولی کہ اس کے علاوہ کوئی تصویر ہی نہیں تھی اور یہاں۔

"بیٹا یہ تیرے باپ کا کارنامہ ہے کہ چھپا کے رکھی ہیں لاؤ ادھر دو اور اب ہم کچھ اور کھیلتے ہیں۔"اس کے ہاتھ سے موبائل لیتے اپنی پاکٹ میں رکھا اور اپنے سامنے کرتے بٹھایا ساتھ خود بھی سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔

"ماموں آپ کی شادی کب ہو گی؟"بہت اشتیاق سے اپنے چہرے پہ ہتھیلیاں ٹکائے کہنے لگی۔

"کیوں جی آپ کو شادی کی کیوں پڑ گئی۔"اس کے سوال جو مزے سے سنتا وہ حیران بھی ہوا۔

"دلہن نہیں آئی نا ابھی تک، میری (سہیلی) کے گھر بھی آئی ہے دلہن اس بھائی کے

لیے تو آپ کی اور جہانگیر ماموں کی کب آئے گی۔" وہ معصومیت سے اب اس کی گود میں چڑھ کے بیٹھتی کہنے لگی کہ کیف کو اس پہ ٹوٹ کے پیار آیا۔

"اچھا تو دعا گڑیا کو دلہن چاہیئے تو آپ اپنے عماد کو کیوں نہیں کہتیں کہ وہ لے کے آئے دلہن کو۔" کیف نے اس دھیان عماد کی طرف کرانا چاہا۔

""لیکن وہ کہتے ہیں کہ آپ ان سے بڑے ہیں، پہلے آپ کی دلہن آنی چاہیئے۔" وہ آنکھیں مٹکا کے بولی اور اس کے بڑے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے انگلیاں کھولنے لگی۔

"اچھا تو وہ ایسا کہتا ہے لیکن وہ تو دلہن پسند کر کے بیٹھا ہے اور دادا جان سب سے پہلے اسی کی شادی کریں گے۔" کیف نے اس کی چھوٹی چھوٹی روئی کی مانند گلابی انگلیوں کو لبوں سے لگاتے کہا۔

"میں تو ان کی بیٹی ہوں اور وہ میرے ہیں تو وہ کیوں دلہن لائیں گے۔" وہ بھی اپنی سمجھ سے بولی کیونکہ گل کے مطابق وہ عماد کی تھی اور عماد اس کا۔

"ہاں یہ تو بہت خاص بات ہے۔۔۔" کیف نے اس کی بات پہ سر ہلایا اور سوچنے

کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"دعا آجاؤ کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے بعد میں کھیل لینا اماں بیگم بلا رہی ہیں۔" ان کو صحن میں بیٹھا دیکھ گل وہاں کیچن کے دروازے سے پکارتی ہوئی بولی تو کیف نے آنے کا اشارہ دیا کہ ابھی آتے ہیں۔

"چلو پھر بھی تمہارے بابا کی دلہن لانے کا سوچتے ہیں ٹھیک ہے پھر میں بھی لاؤں گا پیاری سی اس کے بعد جہانگیر چاچو کی بھی لائیں گے۔" اس کی گال پہ زبردست سا بوسہ لیتا اس کو اٹھا کے کندھے پہ بٹھایا کہ اس کے بالوں کو کھینچتی وہ کھلکھلا اٹھی۔

__________________**

رات کا کھانا کھا کے سب فارغ ہوئے تو دادا جان نے ملازم کو بھیجا کہ عماد کو ان کے کمرے میں بھیج دے۔

عماد ابھی اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا سگریٹ کے گہرے کش لیتا موبائل پہ ایک تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا جب ملازم نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

"جی۔۔۔" اس نے اندر آنے کی اجازت دی تو وہ مؤدب سا دروزہ وا کرتے اندر

آیا۔

"خان سائیں دادا سائیں بلا رہے ہے۔" اتنا کہہ کے وہ اس کے جواب کا منتظر ہوا۔

"اچھا ان کو کہو کہ آرہا ہوں میں۔" اس کو بھیجتے دو تین گہرے کش لے کے سیگریٹ ختم کیا اور ماؤتھ فریشنر لیا اور اپنی سانس کی خوشبو چیک کرنے لگا، اگر دادا جان کو پتا چل جاتا کہ ان کا دوسرا پوتا بھی سیگریٹ پیتا ہے تو وہ ان کی زبردست سی کلاس ضرور لگاتے۔

پانچ منٹ کے بعد وہ ان کے کمرے کے باہر کھڑا لمبی سانس لیتا اندر داخل ہونے لگا۔

"دادا سائیں آپ نے بلایا۔" اندر داخل ہوتے اس نے صوفے پہ بیٹھتے پوچھا جبکہ دی جان چشمے کے پیچھے سے ایک اچٹتی نظر ڈالتی دوبارہ سے بُنائی میں لگ گئیں۔

"ہاں ضروری بات کرنی تھی تم سے۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ڈائیری کو سائیڈ پہ رکھتے عماد سے کہا تو اسے خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دیں۔

"گل سے تم نے کیا کہا تھا۔" سنجیدگی سے بات کی انہوں نے کہ عماد نے پہلے دی

جان کو دیکھا جو لاپرواہ سی بنی سویٹر بن رہی تھیں جیسے ان کے علاوہ کمرے میں کوئی اور موجود ہی نہ ہو پھر داداجان کو دیکھا جو اسی کو دیکھ رہے تھے اپنی طرف تکتا پا کہ وہ سٹپٹا گیا اور جلدی سے بول اٹھا مبادہ وہ اس کو جھاڑ ہی نہ پلا دیں۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا داداجان، کب کی بات کر رہے ہیں آپ۔" ایک دم انجان بنتا وہ بولا تو دی جان کے ساتھ ساتھ داداجان کے ماتھے پہ بھی تیوری آئی۔

"جھوٹ بولدا پیا اے۔" دی جان غصے سے کہا تو وہ خفگی بھری نظر ڈالتا رہ گیا۔

"اس کو تم نے کہا ہے کہ اگر تم اس کی زندگی میں آئے تو وہ مشکل میں پڑ جائے گی اور اس کو تکلیف ملے گی، اب زرا مجھے وضاحت دینا پسند کرو کہ کیا تکلیف ملے گی اس کو تمہارے ہوتے ہوئے۔" سنجیدگی سے کہتے وہ خود ہی ساری بات بتا گئے جو وہ گل کو کہہ چکا تھا پچھلے روز۔

"بتاؤ کیا یہی کہا تھا تم نے اسے۔" اس کو خاموش پاتے وہ پھر بولے تو عماد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی یہی کہا تھا میں نے لیکن میں غلط نہیں کہہ رہا دادا سائیں۔" وہ جیسے اپنی بات پہ ڈٹا رہا اور ان کو بھی سمجھانا چاہا۔

"اچھا دس سانوں کہ کی غلط نہیں کہیا توں اس نو۔" اس کی بات پہ اب کی بار دی جان نے غصے سے پوچھا کہ وہ ہڑ بڑا گیا کہ ایسا کیا ہو گیا کہ وہ دونوں اس پہ غصہ کر رہے تھے۔

"دی جان ایسا بھی میں نے کچھ غلط نہیں کہا کہ وہ آپ سے اب میری شکایتیں لگا تیں پھریں۔" ان کے غصے پہ وہ نظریں جھکا کے بولا کہ اب واقعی ایسا لگ رہا تھا کہ کسی کٹھرے میں کھڑا اپنی بات کی صفائی دے رہا ہو۔

"پھر خود ہی وضاحت کرو ساری بات کی۔" دادا جان نے جیسے اس کو ایک موقع دیا اور اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھنے لگے۔

"دادا جان سیدھی سی بات یہ ہے کہ میں ان کی زندگی خراب نہیں کرنا چاہتا۔" بلآخر وہ گہری سرد سانس بھرتا کہنا شروع ہوا۔

"پہلے بھی میری وجہ سے ان کی زندگی برباد ہوئی۔"

"خود کو اس بات کا الزام مت دو عماد ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔" اس کی بات پہ دادا جان تڑپ اٹھے۔

"لیکن یہی سچ ہے آپ بھی اس حقیقت سے منہ نہیں موڑ سکتے دادا سائیں کہ پورے گاؤں کے سامنے ان کو برا کہا گیا میرے نام کے ساتھ جوڑ کے اور زندگی خراب کر دی گئی اب وہ اس ضد میں ہیں کہ میں واقعی لوگوں کو ان پہ باتیں کرنے کا موقع دے دوں اور وہ یقین کر لیں کہ واقعی جو وہ کہتے تھے سچ ہے، میں نہیں چاہتا کہ اب میری کسی بھی وجہ سے ان کی ذات پہ بات آئے۔" وہ سنجیدگی سے بتاتا چپ ہوا اور نیچے زمین کو گھورنے لگا۔

"دیکھو بیٹا تم اپنی بات پہ ٹھیک ہو لیکن سب جانتے ہیں کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا، وہ سب قسمت کا کھیل تھا اور اب اگر وہ اپنی زندگی دوبارہ تمہارے ساتھ شروع کرنا چاہتی ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں، مجھے اچھا لگا کہ وہ اپنی پسند کو ہمارے سامنے رکھتے ایمانداری کا مظاہرہ کر کے گئی ہے۔ ہم اس کے حق میں ہیں اور چاہتے

ہیں کہ کسی بھی بحث میں پڑے بغیر آرام سے ہماری بات مان جاؤ۔" دادا جان نے اس کی بات تحمل سے سنتے کہا تو وہ جھٹکے سے اپنا سر اٹھاتا ان کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

"دادا جان آپ کیسے۔۔۔؟" وہ شاک کی کیفیت میں کچھ کہہ نہ پایا یا شاید اس کے الفاظ کہیں کھو گئے تھے۔

"عماد پتر میں ہنڑ کچھ نہ سنا، چپ کر کے مان جا، اصفحان دے بعد اپنی دھی دا وی گھر بسا دیکھنا چاہنی آں۔" دی جان اس کے اعتراض کو خاطر میں لائے بغیر رعب سے بولی کہ وہ بے بسی سے دیکھتا رہ گیا۔

"آپ کیوں نہیں سمجھ رہے۔۔۔" اپنا سر ہاتھوں میں گرائے اس نے بے بسی سے کہا۔

"اس کی عمر سے اعتراض ہے تمہیں کوئی۔۔۔؟" اب کی بار دادا جان نے ناگواریت سے پوچھا کہ گل اس سے عمر میں بڑی تھی۔

"نہیں۔۔۔ نہیں دادا جان کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔" ان کی بات کی سرعت سے نفی کرتا وہ جلدی سے بولا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جو تم اپنا فضول سا جواز پیش کر رہے ہو اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو بتاؤ۔" انہوں نے اٹل لہجے میں کہا تو عماد لب بھینچ کے رہ گیا۔

"کیا کوئی اعتراض ہے تمہیں؟" انہوں نے سخت لہجے اپنایا تو ہلکا سا نفی میں سر ہلا کے رہ گیا۔

"نہیں۔۔۔" اتنا کہہ کے وہ منہ موڑ گیا اپنا۔

"ہمیں امید ہے تم دوبارہ اپنے دماغ میں ایسی کوئی فضولیات نہیں لاؤ گے اور گلِ لالہ کو اس کے حصے کی تمام خوشیاں دو گے، ہم جلد ہی اس کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں کل ہی کریں گے تمہارے ماں باپ سے بات۔" اس کی رضامندی پہ وہ خوش ہوتے کہنے لگے کہ دی جان اپنے پوتے پہ صدقے واری گئیں۔

"چل ادھر آ اب اپنی دی جان کے پاس میرا سوہنا پتر۔" خوشی سے نہال ہوتیں وہ اپنے پاس بلانے لگی کہ آسودہ سی مسکراہٹ لیے وہ ان کے پاس آیا تو دی جان نے محبت سے اس کی پیشانی چومی اور دائمی خوشیوں کی دعا دینے لگیں۔

"جیتا رہ میرا پتر خوش رہ۔" دادا جان نے بھی اس کو پیار دیا اور کمرے میں جانے کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اجازت دی۔

"اللہ بہتر کرے گا ان شاءاللہ۔" ان کی دعائیں لیتا وہ دل میں دعا کرنے لگا اور کمرے میں روانہ ہوا۔

کمرے میں داخل ہوتے اس کا دھیان اب اس دشمن جاں کی طرف چلا گیا جو کسی بھی صورت اس سے دستبردار نہیں ہونا چاہتی تھیں۔

"بہت ضدی واقع ہوئیں ہیں آپ۔" مسکراتا سر جھٹک کے وہ اپنے بستر پہ لیٹ گیا۔

____________**

"یار یہ ٹھیک نہیں لگ رہا اس کو تھوڑا ہلکا کرو۔" شیشے کے سامنے کھڑی وہ اپنی تیاری دیکھتی آنکھوں کی طرف اشارہ کرنے لگی جہاں شیڈز اس کے مطابق تیز لگ گئی تھیں۔۔

"میں دلہن بنی اب تجھے سنوار و شرم کر کچھ باہر میرا ہونے والا میاں آنے والا اور میں تجھے دیکھوں۔" بیڈ پہ آف وائٹ کلر کی پیروں تک خوبصورت کامدار فراک

پہنے سر پہ مہرون دوپٹہ اوڑھے مہارت سے کیے میک اپ میں وہ خوبصورتی کی مثال بنی بیٹھی اس کو گھور کے بولی۔

"بڑی مہربانی کہ آپ دلہن بن کے میری بات بھی سن رہی ہیں ورنہ تو میں فوت ہی ہو جاتی۔"ٹشو پیپر پکڑتے وہ خود ہی آئینے میں دیکھتی اپنی شیڈ کا کلر ہلکا کرنے لگی اور اس کے دلہن بن کے بیٹھنے کے دوران موبائل یوز کرنے پہ چوٹ کر گئی۔

"لالہ نہیں آئے تمہارے ابھی۔"موبائل میں تین چار سیلفیاں لینے کے بعد وہ یاد آنے پہ بولی۔

"آرہے ہیں بس تھوڑی دیر میں۔"لپسٹک دیکھتے اپنے ہونٹوں کو آپس میں ملاتے چیک کیااور اس کے ساتھ بیٹھتے بولی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو اب چھوڑو اس کو۔"مسلسل موبائل میں تصویریں کھینچتے دیکھ حیام نے ہاتھ سے موبائل کھینچتے سائیڈ پہ رکھا۔

"یارر کو تو۔۔۔۔۔۔"وہ تڑپ کے بولی کہ ابھی اس نے فل کی تصویر بھی بنانی تھی۔

"لو آگئے سب۔۔۔۔ چلو آجاؤ۔" باہر سے امی جان کی آواز پہ حیام نے اس کو کھڑا کیا اور اس کے جوڑے کو ٹھیک کیا اور ہاتھ پکڑنا چاہا جب صنم نے خود ہی اس کے ہاتھ پہ گرفت سخت کر دی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" وہ حیرانگی سے اپنے ہاتھوں میں اس کے مہندی سے سجے ہاتھ کو دیکھتی بولی۔

"میں نہیں جانا یار، امی کو بول کل پرسوں پہ رکھ لیں نکاح میرا دل باہر آرہا۔" دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو تھامتی وہ التجایا بولی کہ حیام کو اس کے ڈرپوک ہونے پہ ہنسی آنے لگی۔

"ارے تم تو ڈر رہی ہو۔۔۔" حیام نے حیران ہوتے کچھ شرارت سے کہا۔

"مرو تم ڈر کون رہا بس وہ میرے دل کو پتا نہیں کیا ہو رہا۔" ایک دم سے وہ جیسے جوش میں آتے بولی تو حیام ہلکا سا ہنس دی۔

"چلو چلیں بعد میں دیکھتی رہنا اس کو۔" ہنس کے وہ اس کا ہاتھ تھامتی ڈرائنگ روم میں لائی جہاں خاندان کے چند لوگ ہی بیٹھے تھے۔

ان کے جاتے ہی اصفحان بھی آگیا، حیام خوشی سے اس کے سینے سے لگی۔

ایک صوفے پہ صنم کے ساتھ اس کی امی اور حیام بیٹھے جبکہ دوسرے صوفے پہ ارتسام اس کے والد اور صنم کے والد صاحب بیٹھے، ارتسام کے پاس والی کرسی پہ مولوی صاحب بیٹھے، کاغزی کاروائی ساری مکمل تھی تو نکاح پڑھانا شروع کیا۔

ارتسام نے اللہ کا نام لیتے نکاح نامے پہ دستخط کیے اور گہری مسکان لبوں پہ سجائی۔

صنم کے دستخط کرتے وقت ہاتھوں میں واضح لغزش تھی۔

اپنے محبوب کو چاہے جانے کا احساس پھر اسے اپنا بنانا نعمتوں میں سے ایک نعمت لگتی ہے، اب جیسے کسی چیز کی خواہش باقی نہ رہی تھی بس ایک متاعِ جاں تھی جو ساری زندگی کے لیے اسی کی لکھ دی گئی تھی، محبت ایک ایسا احساس جس کو اپنے دل میں ارتسام نے بویا خود تھا اور اس کو دل میں پروان بھی خود چڑھایا تھا۔

محبت کا تقاضا یہ تھا کہ اگر وہ اس کو چاہے جانے کا دعوے دار تھا تو اس کو پانے کا حقدار بھی۔

ایک خوبصورت سا احساس اس کے بدن میں سرائیت کر رہا تھا اس کو سمجھ نہیں آرہا

تھا کہ اپنی خوشی کو کیسے بیان کرے وہ۔بے ساختہ ہی اس کے آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے جس پہ وہ خود ہی ہنس دیا، جتنا وہ اس پاک زات کا شکر ادا کرتا اتنا ہی اس کو کم لگ رہا تھا۔

_____________**

خوشبوؤں میں گھیرا اس کا وجود ارتسام کے پہلو میں لا کے بٹھا یا گیا، مدھم شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ وہ اس کے ساتھ پورے استحاق سے بیٹھی تھی۔

سب نے باری باری ان دونوں کو پیار محبت کے سائے میں نکاح کی مبارک باد دی جبکہ ارتسام کے تایا کمال ضبط کا مظاہرہ کر رہے تھے انہوں نے تو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ایک دن پہلے بتانے کا احسان بھی نہ کرتے جس پہ ارتسام نے واضح الفاظ میں بتایا کہ یہ نکاح اس کی مرضی اور اجلت کرنے پہ ہو رہا ہے لہذا کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے محفل میں تنازع ہو کوئی۔

"بہت مبارک ہو ارتسام نکاح کی اللہ تمہیں خوش رکھے۔" ارتسام کے تایا اکبر صاحب کی زوجہ رکیہ آگے آتی اپنی ساڑھی کا پلو سنبھالتی نزاکت سے ان کو مبارک

باد دیتی ساتھ تحفے کے طور پہ صنم کو ایک لفافہ بھی پکڑایا جس کو اس نے جھجھک کے تھام لیا۔

"تھک تو نہیں گئی۔۔۔؟" ارتسام نے قدرے صنم کی جانب جھک کے پوچھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" بغیر اس کو دیکھے وہ سامنے مہمانوں کی طرف ہی نظروں کا زاویہ رکھتے مسکرا کے بولی۔

"ہاں اب تو واقعی کچھ زیادہ ٹھیک لگ رہی ہو۔" وہ شرارت سے ذو معنی بولا تو وہ سٹپٹا اٹھی کہ سب سے سامنے باز نہیں آ رہا وہ۔

"کچھ زیادہ ہی خوشی نہیں چڑھ گئی آپ کو۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی اور زبردست گھوری سے نوازا جبکہ لب اب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے ہوئے تھے۔

"اتنی خوشی کہ میں بیان نہیں کر سکتا ہاں اگر تم اجازت دو تو عملی مظاہرہ کر سکتا ہوں، یہاں سب کے سامنے بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس کا ہاتھ تھامتا وہ محبت سے بولا کہ سب کے سامنے اس کی بے باک حرکت پہ وہ گھبرا سی گئی، ہاتھ تھامنے پہ ڈھڑکن جیسے ساکت سی ہو کے تیزی پکڑ گئی۔

"سب دیکھ رہے ہیں ہاتھ چھوڑ دیں۔" ہاتھ کو ہلکا سا کھینچتے اس نے کہا تو وہ شرافت کا مظاہرہ کرتے چھوڑ گیا۔

دونوں ہاتھوں کو اپنی گود میں دھرے اب ارتسام کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا جواب دے رہی تھی، زیادہ تر وہ اس کی پڑھائی کے متعلق ہی باتیں کر رہا تھا۔

"خیال رکھ رہی ہو نا اپنا تم۔" اس کے ساتھ جڑ کے بازو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھامتی وہ اداس سی لگ رہی تھی۔

"بہت۔۔۔ لیکن آپ بہت یاد آرہے تھے، ایک دو دن رک جائیں یہاں میرے پاس۔" اس کے کندھے سے سر اٹھاتی وہ لاڈ سے بولی تو اصفحان ہلکا سا ہنس دیا۔

"تو میں نے تو تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ وہی رہ جاؤ تم خود ہی یہاں آئی ہو اور اب مجھے وہاں کام بھی بہت ہوتے ہیں ویسے بھی میں گرلز ہوسٹل اینٹر ہونے سے رہا۔" اس بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے بالوں پہ ہونٹ رکھتے وہ محبت سے بولا۔

"آپ دادی جان کو بھی یہاں ساتھ لے آئیں تھوڑے دن کے لیے۔" اس کے ہاتھوں کو لبوں سے لگاتی وہ لاڈ سے کہنے لگی۔

"مشکل ہے میری جان ایسے تو نہیں ہوتا نا، تم یہاں پڑھنے آئی ہو اور جلد ہی پڑھائی بھی مکمل ہو جائے گی پھر ہم یہاں تھوڑی دیر کے لیے کہاں رہنے آئیں اور آپ یہ بھی اچھے سے جانتی ہیں کہ دادی جان شہر میں نہیں رہتی اتنا۔" اس کے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتا وہ آنکھیں دکھاتا بولا۔

"تمہاری دوست کی شادی ہو گئی ہے اب تمہارے بارے میں بھی سوچتے ہیں کچھ وگرنہ ایسے ہی تنگ کرتی رہو گی۔۔۔" وہ مصنوعی سختی لیے بولا تو اس کی بات پہ وہ سر جھٹک گئی۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی آپ کو چھوڑ کے جس نے کرنی ہے شادی وہ ہمارے ساتھ ہی رہے گا ورنہ جائے کہیں اور۔" وہ اترا کے نخرے دکھاتی بولی تو اصفحان اس کی بچوں جیسی بات پہ ہنس پڑا۔

"ایسا نہیں ہوتا اور کوئی بھی غیرت مند ایسا نہیں کرے گا کہ ہمیشہ کے لیے اپنی بیوی کے گھر رہ لے، یہ فضول سوچیں ذہن میں نہ بٹھاؤ۔ سب لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے اور انہیں اپنے شوہر کے گھر جانا ہوتا۔" اصفحان نے سمجھاتے ہوئے کہا اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ایک نظر سامنے صوفے پہ بیٹھے آدمی پہ ڈالی جو اس کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا، اصفحان وقتاً فوقتاً اپنے اوپر اس آدمی کی نظریں محسوس کر رہا تھا لیکن وہ سمجھ نہ پایا کہ کوئی کیوں اس پہ نظر رکھے ہوئے جبکہ وہ پہلی بار یہاں آیا تھا۔

"جانتی ہوں سب لیکن میرا ابھی کوئی ارادہ نہیں شادی کا پہلے آپ کی ہو گی اور میں پھپھو بنوں گی پھر جا کے کہیں سوچیئے گا۔" وہ شرارت سے کہتی پھر اس کے کندھے پہ سر ٹکا گئی۔

"یہ دادی جان نے تمہاری دوست کے لیے گفٹ بھیجا ہے اس کو دے دینا یاد سے ٹھیک ہے میں اب چلتا ہوں دیر ہو رہی ہے۔" اس کے ماتھے پہ ہونٹ رکھتا وہ اس کو ایک چھوٹا سا بیگ پکڑاتا اٹھا اور صنم کے والد کی طرف گیا کہ ان کو مبارک باد دے کے رخصت ہو۔

رات گئے تک انہوں نے خوب باتیں کیں قہقہے لگائے، دیر رات تک صنم کے کمرے میں ڈیرہ جمائے بیٹھے تھے ایک دو صنم کی کزنز تھی ساتھ ارتسام کے چاچو کی بیٹی، تایازاد دیا نہیں آئی تھی کہ وہ اپنی ناکامی کے سوگ میں تھی۔ جبکہ چچا کی بیٹی

اس کی خوشی میں خوش تھی۔

سب یہاں بیٹھے صنم اور ارتسام کو چھیڑنے کا کام سرانجام دے رہے تھے جس میں ارتسام خود پیش پیش تھا، صنم کے ساتھ جڑ کے بیٹھا وہ اسے شرمانے لجھانے میں مجبور کر رہا تھا۔

حیام اپنے ساتھ باقی لڑکیوں کو باہر لے گئی کہ کیچن سے کچھ کھانے کو لے آئیں۔

"یار آپ تو زرا ہٹ کے بیٹھیں سب کیا سوچیں گے۔" اپنے گرد ارتسام کے بازو کا حصار دیکھتے وہ حجاب آمیز لہجے میں بولی کہ وہ دور ہٹنے کے بجائے مزید پھیل کے اس کے قریب ہوا۔

"اب کیوں دور ہٹوں، پورا پورا قبضہ ہے میرا اب تم پہ باقاعدہ اجازت نامے کے ساتھ۔" صنم کو زرا پیچھے ہٹتا دیکھ وہ بازو سے کھینچتا پھر سے ساتھ لگا بیٹھا کہ اچانک اس افتاد پہ وہ ہلکا سا چینخ اٹھی۔

ارتسام اپنی ٹانگیں سیدھی کر کے بیٹھا ہوا تھا جبکہ اب صنم کی آدھی پشت اس کے سینے سے لگی تھی، اس کے دونوں ہاتھ اب ارتسام نے اپنے ہاتھوں میں الجھائے

رکھے تھے۔

"رخصت کروانے کب آؤں میں ؟"اس کی حالت کی پرواہ کیے بغیر وہ اپنی ہی مستیوں میں گم تھا۔

"جب پچاس کی ہو جاؤں گی۔"وہ تنک کے بولی کہ ارتسام متبسم ہوا۔

"کیوں والدین کے عہدے پہ فائز نہیں ہونا کیا؟"وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولا کہ اس کی بات کی گہرائی میں پہنچتے صنم کے چودہ طبق روشن ہوئے۔

"آپ۔۔۔!"اس کے حصار میں تنگ آ کے ماتھے پہ بل لیے اس کی جانب چہرہ گھما کے بولنے لگی کہ اگلے پل وہ شریر ہوتا اس کے الفاظ کہیں گم کرتے شوخ جسارت کر بیٹھا جس پہ صنم اپنے رخسار پہ اس کے لبوں کا لمس پاتے ساکت سی ہو گئی۔

"کتنا حسین لگتا ہے میرا نام جب تم ادا کرتی ہو اسے،ایک بار کہو 'ارتسام'۔"اس کی نازک مرمری کلائیوں کو پکڑتے آگے کی طرف باندھتا اور ایسے ہی بیٹھے بیٹھے مکمل حصار میں لیے وہ اس سے فرمائش کر رہا تھا کہ وہ بے بس سی ہو گئی۔

"ابھی سب نے آجانا ہے کمرے میں، آپ ہاتھ چھوڑیں میرے۔" آہستہ سے اس سے الگ ہوتی اپنے ہاتھ چھڑا گئی جس پہ ارتسام کے لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

شرم، دہشت، جھجک، پریشانی
ناز سے کام کیوں نہیں لیتیں
آپ، وہ، جی، مگر "یہ سب کیا ہے"
تم مرا نام کیوں نہیں لیتی

برسوں کی خواہش کو پوری کرتا وہ استحاق سے اس کی صبیح پیشانی پہ لب رکھتا ہلکا سا شکوہ کر گیا اور اس کے دل میں سکون اتار گیا کہ بے ساختہ ہی صنم کے لبوں پہ تبسم بکھر گیا۔

"ایک بار نام لو میرا۔۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ محبت سے فرمائش کر رہا تھا اور صنم مان، چاہت سے اس کو نخرے دکھا رہی تھی۔

"اب آپ جائیں۔۔۔" فرمائش کو جیسے نظر انداز کرتی وہ اترا کے بولتی بیڈ سے اٹھنے

کو تھی کہ یکلخت ارتسام کلائی تھامتے اس کے مقابل ہوا اور کان میں سر گوشی کرنے لگا۔

"ایک بار نام لو پھر۔۔۔۔۔"اب کی بار صنم نے سامنے کھڑے اپنے وجیہہ ہمسفر کو دیکھا جو آج الگ ہی چہرے پہ چمک رونق لیے ہوئے تھا۔

اس کے دیکھنے پہ وہ اشارہ کرتا اکسانے لگا۔

"ارتسام۔۔۔۔"اس کا نام لیتے اچانک ہی وہ شرم سے سرخ پڑتی اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس وہ اپنا حق سمجھتا اس کے گرد حصار باندھتا قہقہہ لگا اٹھا۔

"ہائے تمہارا میرا نام پکارنا۔۔۔"وہ ٹھنڈی آہ بھرتا اس کے بالوں پہ لب رکھتا الگ ہوا۔

"اپنا خیال رکھنا چلتا ہوں۔"اس کی گال تھپکتا اس کے ماتھے پہ پھر سے اپنے لب رکھتا وہ مسکراتی نظر اس پہ ڈالتا چلا گیا پیچھے وہ اس رشتے میں بننے والے خوبصورت احساس کو محسوس کرتی پر سکون ہوئی۔

"بھائی تو چلے گئے آجاؤ صنم کچھ کھالو تم بھی۔"جب تک وہ کھانا گرم کر کے لائیں

تب تک صنم چینج کر کے فریش ہو چکی تھی۔

ایسی ہی ساری رات ان کی باتوں شرارتوں میں گزر گئی۔

___________**

دادا جان نے عماد سے بات کرنے کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ اصفحان کی شادی سے فارغ ہوتے ہی وہ فوراً عماد اور گل کی شادی کر دیں گے تاکہ عماد کے دماغ میں دوبارہ کوئی فضولیات نہ آئیں۔

اور یہ فیصلہ وہ کیف کے ساتھ ساتھ جہانگیر کو بھی بتا چکے تھے لیکن ابھی یہ بات عماد اور گل کو نہیں بتائی گئی تھی کہ ان کے نکاح کی تیاریاں چل رہی ہیں۔

ابھی دوپہر کے کھانے سے عماد فارغ ہوا ہی تھا کہ ڈیرے پہ رہنے والا ملازم جلدی سے حویلی آیا اور اس کو بلانے کا کہا۔۔۔

اگلے دو منٹ میں عمار حویلی کے دروازے پہ تھا۔

"کیا ہوا خدا بخش اتنے ہانپتے ہوئے کیوں آ رہے ہو؟" اس کی پھولی سانس دیکھتے عماد نے دریافت کیا۔

"خان سائیں ڈیرے پہ چلیں میرے ساتھ کسی نے وہاں آ کے چھیڑ خانی کی ہے۔"

اس کو کہتا وہ جلدی سے عماد کے ساتھ ڈیرے پہ پہنچا۔

ڈیرے میں موجود جو ایک جھونپڑی نما دو کمروں کی ایک رہائش گاہ بنی تھی اندر داخل ہوتے دیکھا کہ وہاں سب چیزیں تہس نہس کی گئی تھیں۔

"یہاں کیا ہوا ہے خدا بخش اور کب ہوا یہ سب کل تک تو ٹھیک تھا۔" وہ حیران سا ساری چیزوں کو الٹ پلٹ دیکھتا بولا، کل رات کو جب وہ چکر لگا کے یہاں سے گیا تھا تب تک تو سب سیٹ تھا اب آخر کیا ہوا تھا۔

"سائیں مجھے بھی نہیں معلوم کہ یہ کس نے کیا میں تو صبح کا ڈیرے پہ موجود تھا لیکن اندر نہیں گیا تھا تھوڑی دیر پہلے میں نے اندر سے ایک اور چارپائی نکالنی چاہی تو یہ سب دیکھا اور آپ کو بلانے بھاگا۔" وہ اپنے مالک کو دیکھتا خود پریشانی سے بتانے لگا اور ساتھ ساتھ چیزوں کو سمیٹنے بھی لگا۔

"رات کو یہاں کون تھا؟" کونے میں پڑی ایک میز کے دراز کے تالے کو ٹوٹا ہوا دیکھتے وہ پوچھنے لگا اور دراز کے اندر چیزیں چیک کرنے لگا جن میں زیادہ کوئی خاص

شے نہیں تھی۔

"سائیں رات کو تو کریم تھا یہاں میرے آتے ہی وہ کسی کام کا کہہ کے گیا ہے۔"

خدا بخش نے عماد کی طرف دیکھتے کہا۔

"اس کو بلاؤ جب آئے تو کہنا کہ میں نے بلایا ہے، شکر ہے کہ یہاں کچھ ایسا نہیں تھا جو چوری ہوتا لیکن کسی کو یہاں یہ سب کر کے ملنا کیا تھا۔" عماد اس کو کہتا ساتھ ہی چیزیں اٹھانے لگا اور سوچنے لگا کیونکہ کیف اپنے کام جو بھی کرتا تھا وہ اس نے گھر میں سیو کر رکھے تھے اور زیادہ تر یہاں عماد ہی ہوتا تھا لیکن عماد کی کسی سے کیا دشمنی۔۔

وہ سوچتا ہوا باہر آیا تب خدا بخش تین اور لڑکوں کو ساتھ لایا کہ ساتھ مل کے اندر کی صفائی کر لیں۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہاں کریم آیا تو خدا بخش نے بتایا کہ یہاں سب کیا ہو گیا تھا۔

کریم فوراً سنتے ہی حویلی گیا اور عماد کو بلاوا بھیجا۔

"تم رات کو وہی ڈیرے پہ تھے؟" حویلی کے لان میں چلتے عماد نے پیچھے چلتے سر

جھکائے کریم سے پوچھا۔

"جی سائیں میں ادھر ہی سوتا ہوں روز رات۔" اس نے مؤدب سا جواب دیا، کریم کو وہاں رات کو سونے کی ہی ڈیوٹی دی گئی تھی کہ ڈیرے پہ کوئی بندہ تو ہو۔

"تو کوئی غیر معمولی حرکت تو نہیں ہوئی تھی وہاں۔" اس کی طرف دیکھتے وہ دریافت کرنے لگا۔

"نہیں سائیں مجھے تو ایسا کچھ بھی نہیں لگا اور دروازے کی چابیاں بھی میرے پاس ہوتی ہیں اور رات بھی میرے پاس ہی تھیں پتا نہیں کیسے یہ سب ہوا۔" گرے رنگ کی شلوار قمیض پہ گہرے سرمئی رنگ کی چادر کندھوں پہ ڈالے عماد کو دیکھتے کہا جواب رک کے اسی کی جانب مڑ گیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے تم جاؤ اور آئندہ خیال رکھنا کہ ایسی کوئی حرکت دوبارہ نہ ہو، وہ تو شکر تھا کہ وہاں پہ کچھ ایسی چیز نہیں تھی جس کو نقصان پہنچایا جاتا۔" اس کو واپس جانے کا کہتے وہ کچھ دیر وہی کھڑا رہا۔

کیف اور دادا جان کو آج کے واقعے کا بتا چکا تھا اور اب ایسے ہی کیاریوں کو دیکھنے لگا

جب اندر جاتے اس کی نظر گلِ لالہ پہ پڑی جو اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑی اسی کو دیکھ رہی تھی، عماد کے دیکھنے پہ وہ لبوں کے گوشوں پہ مسکراہٹ لے آئی لیکن عماد کے تاثرات ہنوز سپاٹ تھے۔

"عماد۔۔۔۔!" اندر سے دعا بھاگتی ہوئی آئی اور عماد کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

"عماد کی جان۔۔۔" اس کو باہوں میں بھینچتے وہ گل پہ مزید کوئی نظر ڈالے بغیر اندر بڑھا اور دعا سے باتیں کرنے لگا۔

"کہاں تھی میری گڑیا؟" اس کو لیے وہ صحن پار کرتے کھلے برآمدے آیا اور وہاں رکھی کرسوں میں سے ایک کرسی پہ بیٹھتے اس سے پوچھنے لگا۔

"سکول گئی تھی میں آج۔" وہ شوق سے بتانے لگی تو اس کی بات پہ عماد نے کھل کے حیرت کا اظہار کیا۔

"اچھا! اور وہاں کیا کیا پڑھا؟" وہ حیران ہوتا اس سے پوچھنے لگا تو دعا آج کا اپنا سارا دن اس کو بتانے لگی۔

"مجھے بار بار ایک ہی چیز پڑھا رہی تھیں وہ۔" اب وہ اپنی ٹیچر کی شکایت لگانے لگی جو ایک ہی سبق آج ہی پڑھائی جا رہی تھی جبکہ اس کے مطابق جب وہ یاد ہو گیا تو آگے پڑھایا جائے اس کو۔

"ایک دن میں ایک چیز پڑھائی جاتی ہے نا، اب ساری کتاب ایک ہی دن میں تو نہیں ختم کرنی نا۔" وہ اس کو سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"ہاں لیکن میں بور ہو گئی تھی۔۔۔" وہ معصومیت سے اپنے گلابی پھولے گال اور پھلا کے بولی۔

"ہاہا۔۔۔! اچھا تو میری گڑیا بور ہو گئی تھی وہاں، ویسے میرا بہادر بیٹا وہاں رویا تو بالکل بھی نہیں ہو گا ہے نا۔" آج اس کا پہلا دن تھا سکول میں صبح کیف اس کو گل کے ساتھ جا کے چھوڑ کے آیا تھا، جاتے وقت تو وہ بہت خوش تھی لیکن جب دیکھا کہ کیف واپس آنے لگا اس کو ساتھ لیے بغیر تو وہی رونا شروع کر دیا، بہلا پھسلا کے وہ اندر تو چلی گئی لیکن اب وہ اپنی ٹیچرز کی شکایات لگا رہی تھی۔

"نہیں بالکل بھی نہیں بس تھوڑا سا۔۔۔۔" وہ ہاتھ کی انگلیوں کی مدد سے بالکل فاصلہ ختم کرتے اسے تھوڑا سا بتا رہی تھی جس پہ عماد بے ساختہ قہقہہ لگا اٹھا۔

"بس تھوڑا سا روئی تھی۔۔" عمار نے فکرمندی سے کہا۔

"میں نہیں روئی تھی بس خود ہی پانی آ گیا تھا۔" وہ یاد کر کے بتانے لگی کہ عماد نے شدت جذبات سے خود میں بھینچا اور اس کی سنہری آنکھوں کو چوم لیا۔

"چلو جاؤ اب کھانا کھالو پھر تھوڑی دیر باہر جاتے ہیں میری گڑیا تھک گئی ہو گی۔" اس کے گلابی گال پہ بوسہ دیتے اس کے سنہری بالوں کی بنی اونچی پونی کو ٹائٹ کیا اور گود سے اتارا کہ وہ بھاگتی گل کے پاس گئی۔

____________**

شہر میں رہتے ہوئے حیام اصفحان کے ساتھ دو تین بار مارکیٹ جا کے شاپنگ کر آئی تھی اور ایک بار اصفحان دادی جان کو بھی یہاں لے آیا تھا کہ باقی جو رہ گیا وہ دیکھ لیں یہاں سے، حیام کے کہنے پہ وہ صنم کے گھر بھی ہو آئے تھے اور ان شادی پہ آنے کی دعوت بھی دے دی تھی۔۔

صنم اور اس کی امی حیام کی دادی جان سے مل کے بہت خوش ہوئی تھیں اور شادی پہ آنے کی حامی بھی بھر لی جس سے حیام بہت خوش ہوئی۔

دن ایسے ہی تیاریوں میں گزر گئے جب اصفحان کی مہندی کا دن بھی آ گیا اور حیام اپنے چھٹی کے دنوں گاؤں چلی آئی۔

چونکہ صنم کی فیملی نے بھی آنے کی حامی بھری تھی تو حیام کی ضد پہ صنم کو اس کے ساتھ آنا پڑا اور اسے جلدی آنے کی اجازت بھی ارتسام کی وجہ سے ملی کیونکہ امی کا کہنا تھا کہ اگر کہیں جانا ہے تو ارتسام کو ساتھ لے جاؤ پھر وہ شادی والے دن آ جائیں گے لمبا سفر تھا تو وہ تھک جاتے۔

تھوڑی دیر پہلے ہی ارتسام حیام اور صنم کو لے کے گاؤں ان کی حویلی پہنچا تھا جہاں ارتسام کو اصفحان بہت خوشی سے ملا تھا۔

صنم نے ارتسام کے آنے کے بارے میں پہلے ہی اطلاع کر دی تھی حیام کو اور اس کا کمرہ بھی تیار کر دیا تھا، اس کے کمرے میں سامان پہنچاتے ہی وہ تھوڑی دیر فریش ہونے چلا گیا، حیام صنم کو لیے اپنے کمرے میں آ گئی۔

آج چونکہ مہندی کا فنکشن تھا تو گاؤں والے بڑھ چڑھ کے تیاریاں کرنے میں مصروف تھے۔چوہدریوں کی حویلی کے اکلوتے وارث کی شادی تھی تو سبھی دھوم دھام سے شامل ہو رہے تھے۔ملازموں کو کسی جگہ سکون نہیں مل رہا تھا۔

اصفحان نے بتایا تھا کہ ابھی تھوڑی دیر میں اس کے دوست کی فیملی بھی آنے والی تھی وہ بھی یہی قیام کریں گے،

گاؤں کا ماحول اور یہاں کی روایتیں،ساری مٹھائی خود ہی تیار کی جارہی تھی۔۔

حویلی سے تھوڑا فاصلے پہ بنے کھلے میدان میں دیگیں تیار ہو رہی تھیں اور کچھ حلوائی وہاں پہ مٹھائی بنانے میں مصروف تھے۔شہر اور گاؤں کا فاصلہ بہت تھا تبھی اپنے اپنے گھر میں مہندی کی رسم ادا کی جانی تھی،ورنہ آنے جانے کے سفر میں سب تھک جاتے تو باراتیوں کو تیار ہونے کا وقت نہ ملتا۔۔۔۔

حیام اور صنم ابھی کمرے میں فریش ہو کے اپنی تیاری کو دیکھ رہی تھیں کہ کہیں کوئی چیز رہ نہ جائے جب نیچے سے ملازم نے آتے اطلاع دی کہ دادی جان بلا رہی ہیں کہ نیچے دوسرے گاؤں کی حویلی سے سب مہمان آگئے ہیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ دونوں سلیقے سے دوپٹے اوڑھتی نیچے آئیں تو دیکھا کہ کیف کی ساری فیملی موجود تھی جن کو اصفحان اور دادی جان ویلکم کر رہے تھے۔۔

حیام بھی آگے بڑھی اور دادی جان کے پاس کھڑی ہوئی۔

دی جان نے اسے پیار کرتے پوچھا تو اصفحان نے بتایا کہ اس کی چھوٹی بہن ہے جس پہ انہوں نے حیام کو ڈھیر سارے بچوں کی دعائیں دی کہ سب کے سامنے وہ اس مظاہرے سے جھینپ گئی، صنم کو دیکھتے بھی یہی کہا کہ حیام کی دوست اور اس کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہے۔۔۔دی جان نے دونوں کا ماتھا چومتے ان کو پیار کیا۔

تائی جان تو حیام کو دیکھتے ہی صدقے واری گئیں اور ڈھیر ساری دائیں دیں، اماں بیگم بھی سب سے خوش اسلوبی سے ملیں۔۔ گلِ لالہ دعا کا ہاتھ تھامتی جب ان سے ملنے لگی تب دعا خود ہی سب سے ملنے لگی۔

کیف نے جب حیام کو دیکھا تو اسے اپنا دن مکمل ہوتا محسوس ہوا۔

کیف کو ایک نظر دیکھتے وہ پہچان گئی کہ یہ وہی شخص تھا جو اس دن گھر آیا تھا، خود کو

تکتا پاکے وہ بس مسکرا اٹھی جبکہ کیف کو لگا کہ اس سے حسین اب کچھ بھی دیکھنے کو نہ ملے، یہی کافی تھا اسے۔۔۔

اصفحان مردوں کو لیے مہمان خانے میں چلا گیا۔

عورتوں کو لیے دادی جان صحن میں آگئیں جہاں چارپائیاں وغیرہ رکھی تھیں۔

ملازموں سے کہہ کے ان کے سامان کمروں میں پہنچادیئے گئے جبکہ حیام نے اپنا کمرہ اوپر دیکھتے گل کا بھی اوپر ہی سیٹ کروادیا تھا۔۔

گل اس کو فریش ہونے کا کہتی ان کے ساتھ ہی اوپر چلی آئی اور ان کے پیچھے پیچھے ہی دعا بھاگتی ہوئی آئی۔ گاؤں کے ماحول کی تو وہ بھی سب عادی تھے لیکن دعا آج اپنے ہوش میں شادی دیکھنے والی تھی اس کو زیادہ خوشی دلہن دیکھنے کی تھی جس کا وہ بارہا پوچھ چکی تھی اور اب بھی حیام سے یہی پوچھ رہی تھی۔

"ادی دلہن کہاں ہے؟" وہ انگلیاں منہ میں دیئے ادھر اُدھر نظریں دوڑاتے پوچھ رہی تھی جیسے یہی کہیں مل جائے گی۔

"بے بی دلہن ابھی گھر ہے اپنے، کل رات کو لائیں گے اسے یہاں۔" حیام نے اس

کے گال پہ بوسہ دیتے کہا جو ابھی چھوٹے سے نارنجی اور پیلے شرارے میں کھڑی بالوں کی حسب عادت اونچی پونی بنائے دوپٹہ کو گلے میں سیٹ کئے ہوئے تھی۔

"میں نے تو دلہن کو دیکھنا تھا۔" وہ منہ بنا کے بولی۔

حیام کو لگا جیسے وہ اداس ہو گئی ہو تبھی وہ اس کو صنم کے سامنے لائی جو خود پیلے رنگ کے فراک میں کھلی سی لگ رہی تھی۔

"یہ بھی دلہن ہے، تھوڑے دن پہلے ان کی شادی ہوئی ہے۔" صنم کے سامنے اس کو کھڑا کرتے کہا تو اس کی آنکھوں میں چمک آگئی جیسے وہ واقعی دلہن سے مل رہی ہو۔

"دلہا کہاں ہے۔۔۔؟" دلہن کو دیکھتے اب وہ دلہے پہ آئی کہ وہ بھی دکھاؤ۔

"وہ نیچے ہونگے، تھوڑی دیر میں ہم بھی تیار ہو کے جاتے ہیں اور ان سے ملواتی ہیں آپ کو اپنے دلہے سے یہ، ٹھیک ہے۔" صنم کو حیرت میں چھوڑتی وہ دعا کا دل بہلانے لگی تبھی وہ کھلکھلا اٹھی۔

وہ سب تیار ہوتے نیچے آئیں اور بڑی عورتوں کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

ہلکے سبز رنگ ساتھ پیلے رنگ کی کرتی لہنگے میں وہ خود بھی حسین لگ رہی تھی، مہندی کی مناسبت سے میک اپ کیے وہ اب اٹھی اور اصفحان کو ڈھونڈنے لگی۔

"لالہ۔۔۔۔!" مہمان خانے کے قریب ہی اسے جب اصفحان نظر آیا تو آواز دینے لگی۔

"جی گڑیا۔۔۔" آواز کی جانب دیکھتے وہاں حیام کو دیکھتے وہ اس کی طرف آیا۔

"میں نے گجرے لانے بھجوایا تھا آئے نہیں ابھی تک۔" وہ مضطرب سی ہوئی تو ہلکا سا مسکرایا۔

"وہ آگئے ہیں شاید اندر مہمان خانے میں ہی رکھ گیا ہو وہ میں بجھواتا ہوں، ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔" اس کے ماتھے پہ لب رکھتے سینے سے لگا کے پیار کیا تو اصفحان کی آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے۔

آج خوشی کا دن تھا اور اس کی زندگی بدلنے والی تھی، چاہنے والے کتنے تھے لیکن خونی رشتوں میں بس دادی اور بہن تھی، بے ساختہ ہی وہ آبدیدہ ہو گیا اور اپنے ماں

باپ کو یاد کرنے لگا۔۔۔ باقیوں کے ہونے اور آنے کی خوشی اپنی جگہ لیکن آج اگر اس کے والدہ، والد زندہ ہوتے تو وہ کتنا خوش ہوتے اپنی پہلی اولاد کی خوشیاں دیکھتے۔۔۔ کل کو جب اس کی بہن بھی اپنے گھر کی ہو گی تب کیسے خود کو اس سے دور کرے گا جس کی چند دن کی دوری اس کو بے چین کر دیتی تھی اس کی مستقل دوری کیسے برداشت کرے گا۔۔۔۔

"خوش رہو میری جان۔۔۔" شدت سے حیام کی پیشانی چومتے کہا اور اس کے دیکھنے سے پہلے اپنے آنسوں چھپاتا وہ وہاں سے روانہ ہوا۔

______*______**

"اوپر کمرے میں آؤ ذرا ضروری بات کرنی ہے تم سے۔" صنم ابھی سب میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی جب اس کو مسیج ریسیو ہوا۔۔

تجسس کے ہاتھوں وہ اٹھی کہ شاید کوئی ضروری کام ہو، اوپر جانے لگی۔

حیام اور اپنے ملحقہ کمرے میں داخل ہوئی تو دروازہ بند ہونے کی آواز پہ وہ گھبرا کے چونکتی پیچھے مڑی جب وہ مسکراتی آنکھوں سے اس کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

"اا۔۔۔آپ!" اچانک اس کو سامنے دیکھتی وہ کچھ ریلیکس بھی ہوئی اور گھبرا بھی گئی کہ اتنے مہمانوں کے بیچ سے اٹھ کے آئی تھی ضرور کوئی نہ کوئی تو ان دونوں کی غیر حاضری محسوس کرے گا۔

"جی میں! ضروری بات کرنا تھی۔" ہاتھ پیچھے کی طرف رکھتے وہ قدم بہ قدم اس کے قریب آتا جا رہا تھا جبکہ صنم کو اپنا دل باہر نکلتا محسوس ہو رہا تھا۔

"جلدی کریں نیچے جانا ہے، کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔" اپنی گھبراہٹ چھپاتی وہ جلدی سے بولی۔

"گھبرا رہی ہو۔" اس کی حالت سے محظوظ ہوتا وہ مسکرایا کہ وہ سرعت سے نفی کرنے لگی۔

"نہیں تو، آپ کہیں کیا کہنا ہے جلدی۔۔۔۔" وہ یہاں سے بس جانا چاہ رہی تھی کہ کوئی دیکھ نہ لے۔

"ہاتھ آگے کرو۔" جواب دینے کے بجائے وہ کہنے لگا کہ صنم نے چونک کے اس

کو دیکھا کیا وہ پھر سے کوئی شرارت کرنے والا تھا کیونکہ ابھی دو دن پہلے وہ ایسے ہی اس کو نکلی چھپکلی سے بری طرح ڈرا چکا تھا۔

"کک۔۔۔۔کیوں؟"ہمت کرتے وہ بولی۔

"کرو پھر بتاتا ہوں۔"وہ اسرار کرنے لگا۔

"میں نہیں کر رہی آپ بات کریں جو کرنی ہے ورنہ میں جا رہی ہوں۔"وہ جلدی سے کہتی وہاں سے جانے کے پر تولنے لگی کہ اس کی کلائی اس کی آہنی گرفت میں آئی کہ ڈر کے مارے وہ اپنی چینخ کا گلا گھونٹتے اس کی منت کرنے لگی۔۔۔۔

"مجھے جانے دیں، مجھے نہیں دیکھنا کچھ پلیز۔"وہ آنکھیں زور سے میچیں اپنی ہتھیلی کو بند کرے اس کے ہاتھ میں محسوس کرتی ڈرتے ہوئے بولی جب نرم سا لمس اپنی کلائی میں محسوس ہوا۔

"ارتسام۔۔۔۔!"آہستہ سے آنکھیں واہ کرتے دھڑکتے دل سے اپنی کلائی کو اس کی گرفت میں دیکھا جہاں وہ موتیے کے گجرے پہنا رہا تھا۔

"جانِ ارتسام!"گجرے پہناتے ایک جست میں اسے اپنے قریب کرتے پیار

سے کہا کہ وہ شرما کے سر جھکا گئی۔

"خوامخواہ ہی ڈر رہی تھی جبکہ میں تو پیار کرنے والا تھا۔"اس کی سر گوشی پہ وہ مزید گلنار ہوتی مسکرا دی۔

وہ بولی کنگن پہنوں تم کو کیسی لگتی ہوں؟

میں بولا تم پہ پھولوں کے گجرے زیادہ جچتے ہیں

اس نے سر گوشی میں کہنے کے ساتھ اس کی کلائی پہ لب رکھتے اس کے گرد حصار باندھا۔

.....

"صنم اندر ہو کیا۔۔۔؟" باہر سے حیام کی آواز آنے پہ وہ بری طرح چونکی اور گھبرا کے ارتسام سے دور ہونا چاہا۔

"ہاں اندر ہی ہوں۔" کپکپاتی آواز میں کہا اور ارتسام سے فاصلہ بنائے کھڑی ہو گی جبکہ دروازہ ارتسام نے خود کھولا۔

"ارے آپ ں ھی یہاں پہ ہیں چلو اچھا ہو گیا، دعا یہ دیکھو یہ ہیں صنم آپی کے دلہے میاں۔" ارتسام کو دیکھ کہ ایک شرارت بھری نظر صنم پہ ڈالتی وہ دعا کو بتانے لگی۔

"آپ ان کے دولہے ہیں۔" ارتسام کے قریب آتی وہ اشتیاق سے بولی تو ارتسام نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں جی میں ان کا دولہا ہوں۔" اس کو پیار کرتے وہ نرمی سے بولا کہ دعا نے ایک نظر اب صنم کو دیکھا جو خود کنفیوز سی کھڑی تھی۔

"تو آپ کا بے بی کدھر ہے؟" اس کے مزید سوال پہ جہاں حیام اور صنم بیک وقت سٹپٹائیں وہیں اس کی سوال پہ ارتسام جھینپ گیا۔

"دعا بے بی آپ نے دولہے کو دیکھا لیا نا اب آؤ چلیں نیچے چلتے ہیں۔" حیام خود ہی بات کو نظرانداز کرتی دعا کا ہاتھ پکڑتی باہر جانے لگی لیکن وہ پھر بھی کہنا نہ بھولی۔

"مجھے بے بی کے ساتھ کھیلنا، کہاں ہے ان کا بے بی؟" وہ جیسے جھلا کے بولی کہ اس کو کھیلنے کے لیے کوئی چاہیئے تھا۔

"ابھی نہیں آیا ان کے پاس جب آئے گا تو آپ ضرور کھیل لینا اس کے ساتھ۔" حیام زبردستی مسکراتی بولی کہ وہ بھی شرمندہ ہو رہی تھی ارتسام بھائی کے سامنے دعا کی فرمائش پہ جبکہ صنم کو سمجھ نہ آئے اس پل وہ قہقہہ لگائے، شرمائے، ہنسے یا روئے۔

"بہت پیاری بچی ہے، کتنے اچھے سوال پوچھتی ہے۔" حیام کے جانے کے بعد ارتسام بھرپور بے باکی کا مظاہرہ کرتا بولا کہ صنم اس کو گھور کے رہ گئی۔

"اور آپ کتنے بے شرم ہیں۔" وہ اس کو نام سے نوازتی باہر نکل گئی کہ کہیں پھر سے کوئی اور نہ آ جائے۔

اس کے پیچھے ہی ارتسام بھی مسکراتا ہوا نکلا۔

______________**

نیچے صحن کے بیچ و بیچ ساری خواتین بیٹھی اپنی محفل سجائے ہوئے تھیں، گاؤں کی عورتیں درمیان میں بیٹھیں ڈھولکی پکڑے روایتی گانے گا رہی تھیں۔

حیام بھی خوشی سے ان کے ساتھ بیٹھی تھی، اس کی دیکھا دیکھی صنم بھی ان کے

ساتھ گانوں میں مصروف ہو گئی۔ چھوٹی چھوٹی بچیاں اٹھ کے تالیاں بجاتی ٹکلی ڈال رہی تھیں، لڑکیوں کی مہکتی ہنسی ہر سو گونج رہی تھی، خوشیوں کا سما تھا، صنم پہلی بار کسی گاؤں کی شادی میں آئی تھی اور اسے یہاں کی روایتیں اسے بہت پسند آرہی تھیں۔

تھوڑی دیر میں سب نے کھانا کھایا، حیام نے لالہ کو باہر بلایا اور کہا کہ تھوڑی دیر رسم کرنی ہے پھر چاہے چلا جائے واپس کوئی مسئلہ نہیں پھر ناچار اس کو راضی ہونا پڑا۔

برآمدے میں صوفے سیٹ کیے وہاں دائیں بائیں بھی بیٹھنے کا انتظام کر رکھا تھا، اب اصفحان ان خواتین میں اکیلا وہاں بیٹھا مسکرا رہا تھا کہ سب اپنے اپنے شوق پورے کر رہے تھے خاص طور پہ اس کی لاڈلی۔

"اپنے بازو فولڈ کر لیں آپ۔" اس کے بازوؤں کی جانب اشارہ کرتے وہ مہندی کی تھال سامنے میز پہ رکھتی ساتھ بیٹھی اور اس میں سے ابٹن نکالتے اس کے بازو بھرنے لگی۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔۔"اپنے بازو کو بھرا دیکھتے وہ سٹپٹا کے گویا ہوا۔

"ہلدی بھی لگائیں گے ساتھ ساتھ، مہندی اور ہلدی ایک ساتھ۔"وہ شرارت سے کہتی اب مہندی اس کے ہاتھ میں لگا رہی تھی۔اپنی انگلیوں کو تیل میں ڈبوتے وہ اچھے خاصے ہاتھ بھگو کے اس کے بالوں میں بھرنے لگی۔

"لگے ہاتھ مالش کر دوسر کی۔۔"وہ سکون سے بولا کہ لڑکیاں مسکرا اٹھیں سب۔

"یہ جو آپ کی مونچھیں ہیں ان کی کرتی ہوں۔"اس کی مونچھوں پہ انگلی سے تیل لگاتی وہ ہنس کے بولی کہ وہ کیلن شیو رکھتا تھا جبکہ مونچھ اس پہ بہت جچتی تھی۔

پھر باری باری ساری خواتین نے اپنے چاہ پورے کیے اور ان سے ڈھیروں خوشیوں کی دعائیں لی، دی جان نے تو اس کو درجنوں بچوں کی دعا دی کہ بے ساختہ ہی زندگی سے بھرپور قہقہہ لگاتا آمین کہہ اٹھا۔

ان سب سے جان خلاصی کے بعد جب اصفحان اٹھا اور سوچا کہ فریش ہو جائے تبھی اس کے دوستوں کی نظر اس پہ پڑی، جس کی قمیض کی آستین فولڈ ہوئی تھی اور دونوں بازو ہلدی اور مہندی سے بھرے پڑے تھے جبکہ چہرے ماتھے پہ بھی ہلدی

لگی تھی، بالوں کو جیسے آئل میں بھگویا گیا تھا۔

"اوئے یہ کیا ظلم ہوا تیرے ساتھ۔" کیف اس کو دیکھتے قہقہہ لگاتا بولا۔

"کچھ نہیں بس وہ رسم وغیرہ کر رہے تھے۔" اپنی حالت پہ خجل ہوتا وہ فریش ہونے کا کہہ کے جانے لگا کہ رستے میں عماد نے جالیا۔

"صبر کر ہمیں بھی تو رسم کرنے کا حق دے۔" اس کو پکڑتے وہ سب واپس اسے برآمدے میں لائے۔اور زبردستی بٹھاتے اس کے منہ پہ ہلدی اور مہندی لگانے لگے۔

عماد نے تو آئل کی آدھی بوتل اس کے سر پہ انڈیل دی کہ وہ چیخ پڑا۔

"خدا کا خوف کرو یار یہ کیا کر رہے ہو۔۔۔" اپنے آپ کو لے حال ہوتے دیکھ وہ احتجاج کرنے لگا لیکن اس کے احتجاج کو خاطر میں لائے بغیر وہ ایسے ہی اسے رنگوں میں رنگنے لگے، جہاں لڑکے اپنی شیطانیوں پہ قہقہے لگا رہے تھے وہیں وہاں موجود خواتین ان کی حالت پہ لوٹ پوٹ ہنس رہی تھیں۔

"چل اب ٹھیک ہے جا فریش ہو آ۔"اس کے کپڑوں سمیت اس کو مہندی اور ہلدی سے پیلا سبز کرتے چھوڑ کے جیسے احسان کیا اس پہ۔۔۔

"اب یہ تصاویر بھیج بھابھی کو۔"عماد نے اسی کے موبائل سے اس کی حالت سے محظوظ ہوتے زوفا کا نام سرچ کرتے وہیں کھڑے کھڑے اس کو تصاویر فارورڈ کر دیں کہ وہ جلدی سے موبائل ہاتھ میں لینے گیا۔

"لالہ دھیان سے کہیں بھابھی سے آپ کی منہ دکھائی نہ ہو جائے۔"حیام وہاں کھڑی اونچی آواز میں کہنے لگی اس کی بات پہ سب کے قہقہے جاندار تھے۔

"میں فریش ہو کے آتا ہوں ابھی۔"وہ ہنس کے کہتا میسج سین ہونے پہ موبائل تھام کے کمرے میں چلا گیا۔

اس کے پیچھے ہی باقی سب بھی اپنی اپنی حالت ٹھیک کرنے کمروں میں چلے گئے۔

"ویسے ہونے والی بھابھی بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں آج۔"عماد جب ہاتھ لے کے کمرے میں آیا تو کیف کو شرارت سے بولا جو اپنا کرتا اتارے ایسے ہی بیڈ پہ چت لیٹا تھا،اس کی بات پہ لب ہولے سے مسکائے۔

"بتا پھر کب شادی کا ارادہ ہے۔۔؟" اپنا منہ ہاتھ تولیے سے پونچھتا وہ اس کے برابر بیٹھتا استفسار کرنے لگا۔

"دی جان نے کہا تھا کہ شادی پہ ہی رشتے کی بات کریں گی پھر ایک دو ماہ میں شادی۔" ایسے ہی پڑے پڑے آنکھیں موندے اس نے مسکراتے لبوں سے کہا۔

"مزے ہیں بھئی! جہانگیر آیا نہیں آج؟" اس کو چھیڑتے وہ جہانگیر کے نہ آنے نے بابت دریافت کرنے لگا۔

"ہاں وہ کہہ رہا تھا کہ کل ضرور آئے گا اور پھر شاید چلا جائے کیونکہ جناب کو وہاں ضروری کام ہیں۔" وہ اب بیڈ سے اٹھ بیٹھا تھا اور پیچھے سے اپنی شرٹ اٹھاتے پہنتے اس کو بتایا۔

"ایک تو لالہ سائیں کے ضروری کام۔" وہ کوفت سے کہتا اٹھا اور کمرے میں باہر نکل گیا کہ دعا کو دیکھ آئے۔

موبائل کو ہاتھ میں تھامتے وہ ایسے ہی وارڈروب کے قریب آیا اور اس کو ایسے ہی کھول کے دیکھنے لگا تبھی اچانک دروازا کھولتے کوئی وجود اپنی ہی دھن میں اندر آیا

ساتھ ساتھ وہ ہنستے کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

"میں ابھی آتی ہوں ایک منٹ یہ رکھ لوں۔۔" وہ باہر کی جانب دیکھتی اندر سے بے نیاز و بے خبر ہنستے ہوئے اندر داخل ہو گئی، اس کے علم میں بالکل بھی نہیں تھا کہ اندر کوئی ہے تبھی وہ بغیر ناک کیے چلی آئی۔

"اسے یہاں رکھ دیتی ہوں۔" وارڈروب دائیں جانب بنا تھا جبکہ وہ اندر آتے ہی دائیں جانب مڑتے وہاں بنے ٹیبل پہ کچھ چیزیں رکھنے لگی۔

لمبے سیاہ بال کی فرینچ ناٹ بنائے پیچھے کر رکھی تھی جبکہ دوپٹہ کندھے پہ سیٹ کیا ہوا تھا، کیف اس کی آمد کی توقع بالکل نہیں کر رہا تھا کہ وہ اچانک اس کے سامنے یوں بھی آ جائے گی۔

وہ تو جیسے اپنی جگہ پہ ساکت سا ہو کے وہ گیا جب وہ اچانک باہر جانے کے لیے مڑی تو اپنے سامنے کیف کو یوں دیکھ کے وہ سٹپٹا گئی کہ وہ اسے دیکھ کیوں نہ پائی جب وہ اندر داخل ہوئی، وہ تو کمرہ خالی سمجھتے اندر آئی تھی۔

"اا۔۔۔آپ! وہ میں، میں یہ رکھنے آئی تھی۔" اسے سامنے سٹل دیکھتے وہ کہنے لگی۔

"جی ٹھیک!" وہ مسکا کے بولا کہ حیام کو اب سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے جبھی وہ ادھر اُدھر دیکھتے کہنے لگی۔

"میں چلتی ہوں۔۔۔" اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ پاگلوں کی طرح کیوں اسے بتا رہی تھی تبھی خود کو کوستی وہ جانے لگی جب اس کی آواز پہ ٹھٹھک کے رکی۔

آج دیکھا ہے انہیں اس رنگ میں برسوں کے بعد

ہاتھ، گجرا، ریشمی آنچل، مٹھائی، انگلیاں

اس کے شعر پہ وہ ساکت سی ہو گئی کہ یہ کیا واردات کو گئی اس کے ساتھ، بغیر کچھ بھی کہے وہ بھاگنے کے انداز میں وہاں سے نکلتی چلی گئی جبکہ وہ پیچھے مبہم سا ٹھنڈی آہ بھرتا مسکرا دیا۔

_______*______**

گاؤں میں تو سب جلدی سو جاتے تھے لیکن یہاں آج شادی کا سماں تھا جہاں لوگوں کو تھکن نام کی کوئی چیز محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی، دی جان اور دادی جان تو آرام کا کہہ کے جا چکی تھیں جبکہ باقی سب ابھی سونے کے موڈ میں نہیں تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ابھی حیام، صنم اور گل تینوں حیام کے کمرے میں بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں جب اصفحان کی تصاویر ملتے زوفا نے بھی ان کی محفل میں حصہ لیا اور ان کو ویڈیو کال ملائی۔۔

ان کی آوازیں سنتی دعا بھی عماد سے مل کے یہاں آگئی۔

"دعا یہ دیکھو یہ ہیں دلہن اصفی لالہ کی۔" حیام نے موبائل کی سکرین دعا کے آگے کرتے بتایا تو وہ خوشی سے دیکھنے لگی جہاں زوفا پیلے گیندے کے پھولوں سے سجی دلہن بنی بیٹھی تھی اور شاید وہ مہندی لگوا رہی تھی۔

"یہ کتنی پڑیٹی ہیں۔" وہ خوشی سے زوفا کو دیکھتے بتانے لگی کہ اس کو تیار ہوئی دلہن مل گئی تھی۔

"ہم کل انہیں لینے جا رہے ہیں اصفی لالہ کے ساتھ۔" صنم نے اسے مزید بتایا تو دعا کا دھیان صنم کی طرف گیا کہ دلہن تو یہ بھی تھی۔

"آپ کے دلہا کدھر ہیں۔۔۔؟" وہ اس کو دیکھتی جیسے خفگی سے بولی جبکہ ارتسام کے اچانک غیر متوقع ذکر پہ وہ جھینپ گئی۔اس کی حالت سے محظوظ ہوتے گلِ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لالہ اور حیام کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"وہ نیچے کمرے میں ہیں اپنے۔" وہ مسکراتی اس کو بتانے لگی جبکہ دعا اب غور سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کے ساتھ کیوں نہیں؟ آپ تو دلہن ہیں ان کی۔" وہ اپنے علم کے مطابق بولی کہ دلہن دلہے کے ساتھ رہتی ہے تو صنم کیوں نہیں اپنے دلہے کے ساتھ۔

"ابھی ہم لڑکیاں سب اکھٹی بیٹھی ہیں نا اسی لیے اور وہ آپ کے عماد کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں جیسے ہم۔" گل نے صنم کی مشکل آسان کرتے کہا جو دعا کے سوالوں پہ بلش کر رہی تھی۔

"اچھا۔۔۔!" وہ جیسے سمجھ کے سر ہلا گئی۔

"ان کا نام کیا ہے۔۔۔؟" وہ اب واپس زوفا کی طرف آئی اور اس کی طرف اشارہ کرتے نام پوچھنے لگی۔

"ان کا نام 'زوفا' آپی ہے۔" گل کے بتانے پہ وہ اب کل نئی آنے والی دلہن سے باتیں کرنی لگی۔

ایسے ہی ہنستے مسکراتے ان کی رات گزر گئی اور جانے کس پہر وہ تھک کے سو گئیں۔

____________**

کمرے میں بالکنی میں کھڑا وہ موبائل میں عماد کی بھیجی ہوئی تصاویر کو دیکھنے میں مصروف تھا جس میں دعاسب کے ساتھ بیٹھی کھلکھلا رہی تھی۔

اس کی تصویر کو دیکھتے وہ بے ساختہ کی موبائل کی سکرین پہ لب رکھ گیا۔

"میرا جگر کا ٹکرا۔" انگلی کے پوروں سے اس کی تصویر چھوتے وہ نم آنکھوں سے مسکرا کے بولا کہ تھوڑے دن پہلے اس کے کہے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔

"چھوٹی سی عمر میں محرومیاں پال لی آپ نے، لیکن میرا وعدہ ہے آپ سے کہ آپ کو آپ کے حصے کی تمام خوشیاں نصیب ہونگی۔" تصویر میں عماد کی گود میں وہ اس کی شیو کو چھوتی ٹیڑھے میڑھے منہ بنا رہی تھی۔

سیگریٹ سلگاتے وہ واپس کمرے میں آیا اور فائل کھول کے بیٹھ گیا، موبائل پہ کسی کا نمبر ڈائل کرتے کال ملائی اور رابطہ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

"جی وکیل صاحب! ہاں جی میرے پاس تیار ہے، ان کا پتا بھی لگ گیا ہے بس ایک بار میں کنفرم کر لوں پھر مکمل تیاری کے ساتھ کرتے ہیں مقابلہ۔" لیپ ٹاپ پہ انگلیاں گھماتے وہ مصروف سا کہہ رہا تھا جبکہ سائیڈ کی مخصوص مسکراہٹ لبوں پہ سجائی ہوئی تھی۔

"جی ٹھیک ہے اللہ حافظ۔" دوسری طرف کی بات سنتے اس نے رابطہ منقطع کیا اور دوبارہ سے کام میں لگ گیا، کل اصفحان کی شادی میں جانے سے پہلے وہ یہ کام مکمل کرنا چاہتا تھا۔۔۔

وہ سوچ کے بیٹھے تھے کہ اب مکمل کام ہو جائے اور ان کو ان کا حق مل جائے لیکن قسمت کو کیا الگ ہی بات منظور تھی یہ تو وقت بتانے والا تھا۔

_____________**

پرندوں کا چہچہانا ہر طرف اپنا حوبصورت احساس بکھیر نا صبح ہونے کا پتا دے رہی تھی، ایسے میں گاؤں کے لوگ بھی جلد بیدار ہوتے فجر کی نماز کے بعد ہی صبح کے ناشتے کی تیاریاں کرنے لگے۔

صبح کے سات بج رہے تھے اور لڑکیاں ابھی اٹھی تھیں، ان کا ارادہ پاس ہی ڈیرے پہ جا کے سیر کرنے کا تھا۔

حیام کی کچھ اور دوستوں بھی تھیں تو سب مل کے صبح فریش ہوتے نکل پڑیں۔

حویلی سے نکلتے ہی دائیں طرف وہ کھیتیوں کی جانب چل دیں، دونوں اطراف بنے کھیتوں کے درمیان پتلی سی کچی سڑک پہ وہ اپنی مستیوں میں جا رہی تھیں، صنم پہلی بار صبح کے ان حسین مناظر سے خوب لطف اٹھا رہی تھی۔

شلجم کے کھیتوں سے گزرتے حیام نے نیچے جھکتے تین چار اٹھا لیے گل کے منع کرنے کے باوجود بھی۔

"کچھ نہیں ہوتا صاف کر کے کھا لیتے ہیں۔" وہ لاپرواہی سے بولی اور ایسے ہی چلتی گئی۔

تھوڑا آگے گئے کہ بائیں جانب گلاب کے پھولوں لگے تھے، کافی وسیع تھا پھولوں کا باغ، وہ وہی کچی سڑک پہ کھڑی ہو تیں دیکھنے لگیں۔

"واپسی پہ یہاں سے پھول لے کے جائیں گے اور تازے تازے گجرے بنائیں گے اس سے۔" صنم نے خوشی سے کھلکھلا کے کہا تو باقیوں نے بھی حامی بھری۔

"میں تھک گئی ہوں۔" دعا انگلی پکڑتے ساتھ ساتھ چلتی اب تھک کے گویا ہوئی اور پھولے گلابی گال مزید پھلا گئی۔

"ارے آجاؤ میری جان۔۔" گل نے اسے گود میں اٹھاتے کہا اور چلنے لگی، تب ہی پیچھے سے ان کو کسی کی آواز آئی شاید کوئی بھاگتے ہوئے انہیں پکار رہا تھا۔

"ادی۔۔۔لالہ آپ کا پوچھ رہے تھے آپ ان کو بتائے بغیر آ گئیں۔" ان کے ملازم کا چھوٹا بیٹا بھاگتا صنم کے پاس آ کے بولا کہ ارتسام اس کے بارے میں فکر مند ہو رہا تھا۔

"میں اکیلی تو نہیں تھی سب کے ساتھ تھی۔" وہ منہ بنا کے بولی۔

"آ رہے ہیں وہ بھی، ان کو کہا تھا کہ ادھر ہی آ جائیں تو سب یہاں آ رہے ہیں۔" وہ

ہانپتا ہوا مزید بولا کہ سب لڑکیاں ارتسام کی صنم کے لیے کیئر دیکھتیں دبی دبی ہنسی ہنس دیں۔

"بڑی فکریں ہو رہی ہیں۔" حیام نے اس کے کندھا سے کندھا مارتے کہا۔

"ہاں تو، اکلوتی بیوی ہوں ان کی فکر تو ہونی ہی ہے، ویسے بھی میری جیسی تو ان کو کہیں ملنے سے رہی اچھی بات ہے کہ وہ میری قدر کرتے ہیں۔" وہ بھی بھرپور شرارت سے شرمانے کی ایکٹنگ کرتے بولی کہ لڑکیوں کے قہقہے بے ساختہ تھے۔

"اچھا جی بڑی حمایت ہو رہی ہے اپنے شوہر کی۔۔۔" حیام نے حیرانگی کا اظہار کرتے ہاتھ میں پکڑا پھول اس کی طرف پھینکا جس کو وہ مسکراتے کیچ کر گئی۔

"کیوں نہ کروں بھئی، اللہ اللہ کر کے شوہر ملا وہ بھی اتنا کیئر نگ۔۔۔" اب کی بار وہ آنکھ دبا کے بولی کہ حیام نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ مابدولت کی اتنی قدر کی جاتی ہے ہمارے پیچھے کہ آپ شکر کرتے نہیں تھکتیں۔" اچانک اپنے پیچھے گھمبیر آواز سنتے صنم پل میں اپنی آنکھیں میچیں اور آگے کھڑی میسنی سہیلیوں کو کوسنے لگی۔

"کون کہہ رہا تھا یہ سب، اپنے خیالوں سے نکل آئے آپ، خوامخواہ ہی خوش فہمیاں پال رکھی ہیں۔" تھوڑی دیر پہلے والی باتوں کو نظر انداز کرتی وہ اس پہ چڑھ دوڑی کہ اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہولے سے ہنس دیا۔

"چلیں اب تھوڑا سا آگے اور جانا ہے پھر واپس بھی آنا۔" حیام نے وقت ہی قلت کا احساس دلایا تو سب آگے بڑھنے لگے، جب دعا نے عماد اور کیف کو بھی یہاں آتے دیکھا تو گل کی گود سے اترتی وہ بھاگ کے ان کی جانب گئی۔

ایسے ہی سب چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ڈیرے پہ گئے وہاں پہ سب تھوڑی دیر بیٹھے پھر واپسی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، رستے میں لڑکیوں نے خوب وہاں سے پھول اتارے اور لڑکوں کو پکڑاتی گئیں۔۔

ارتسام نے ایک پھول اتار کے صنم کے کان کے قریب لگایا اور سرگوشی سے کہنے لگا۔

ہاتھ کانٹوں سے کر لیے زخمی

پھول بالوں میں اک سجانے کو

"شرم کریں کچھ، سب کے سامنے ہی شروع ہو جاتے ہیں آپ۔" چہرے پہ شرم و حیا کی سرخی لیے وہ مصنوعی خفگی سے بولی کہ مبہم سا مسکرا اٹھا۔

"کسی پرائی کو تو نہیں کہہ رہا، خالصتاً میری ہو تم۔" ایک جزب سے کہتا اس کی کنپٹی پہ نامحسوس انداز میں لب رکھے کہ گلنار ہو گئی۔

_____________**

حویلی واپسی پہ سب ناشتہ تیار تھا تو ناشتہ کرتے ہی سب بارات کی تیاریوں میں لگ گئے، چونکہ بارات شہر جانی تھی تو ان سب کو سہ پہر سے پہلے نکلنا تھا تا کہ رات واپسی ٹائم پہ ہو، جہانگیر نے شہر ہی میں ان سب کو جوائن کرنا تھا کیونکہ اگر وہ گاؤں آتا تو اس کے مزید دو چکر لگنے تھے جس پہ تھکاوٹ زیادہ ہونی تھی۔

حیام نے لائٹ پرپل اور شاکنگ پنک کلر کے امتزاج کی پیروں تک آتی فراک پہنی تھی، جبکہ صنم نے اپنی ماں کی ہدایت پہ اپنے نکاح کا جوڑا۔

بالوں کو سائیڈ کی مانگ نکال کے کھلا چھوڑا تھا کچھ آگے کچھ پیچھے لہرا رہے تھے۔

"حیام بال باندھ لیتی بیٹے، نظر نہ لگ جائے کہیں، ماشاءاللہ اتنے پیارے بال ہیں۔" دادی جان نے اس کو مکمل تیار دیکھتے نظر اتارتے کہا۔

"دادی جان تھوڑی دیر وہاں کھلے رکھنے کے بعد باندھ لوں گی فکر نہ کریں۔" وہ ان کی گال پہ بوسہ دیتی بولی۔

"لالہ کہاں ہیں، وہ نظر نہیں آرہے مجھے۔" وہ ابھی انہیں کے کمرے میں موجود تھی تو پوچھا کیونکہ ناشتے کے وقت وہ حیام کے ساتھ ہی تھا پھر بعد میں اسے تیار ہونے کا کہتے خود بھی چلا گیا تھا۔

"لالہ کی جان! لالہ ادھر ہیں۔۔۔" کمرے میں داخل ہوتے اصفحان نے مسکراتے کہا اور حیام کو سینے سے لگا کے اس کی پیشانی چومی۔

"ماشاءاللہ میرا بچہ۔۔۔" محبت سے وہ ایک بار پھر اس کی پیشانی چومتا گویا ہوا۔

"لالہ قسم سے آپ کے بجائے آج بھابھی گئی، اتنے ہینڈسم لگ رہے ہیں آپ۔"

آف وائٹ پہ گولڈن رنگ کی کڑھائی کا کام ہوئے شیروانی پہنے، خوشبوؤں میں نہایا وہ آج بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ کالی آنکھوں میں الوہی چمک لیے اپنی گھنی

مونچھوں تلے گہری مسکان سجائے دلہے کے روپ میں جاذب نظر آرہا تھا کہ بے ساختہ ہی حیام نے اس کے گال پہ بوسہ دیا۔

"ماشاءاللہ! اللہ میرے لالہ کو نظر بد سے بچائے۔"

"ماشاءاللہ میرے دونوں بچے بہت پیارے لگ رہے ہیں۔" دادی جان نے ان کو سینے سے لگاتے کہا کہ اپنے مرحوم بیٹے بہو کی یاد میں آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ کاش کہ وہ بھی دنوں ساتھ ہوتے ہو تو ان کی خوشیاں دوبالا ہو جاتیں لیکن خدا کی مرضی کے آگے کیا کیا جاسکتا تھا سوائے ان کے لیے دعا کرنے کو۔

تھوڑی دیر میں سب تیار ہوئے تو بارات روانہ ہوئی، کیف لوگوں کی فیملی اپنی گاڑیوں میں روانہ ہوئی جبکہ صنم اور ارتسام الگ، حیام دادی جان اور دی جان کے ساتھ روانہ ہوئی، کیف، عماد اور اصفحان اپنی گاڑی میں کہ وہ رستے میں ہلا گلا کرتے جائیں گے۔

سب وقت پہ بارات لے کے پہنچے تھے، اصفحان گاڑی سے نکلا تو زوفا کے والد نے گرم جوشی سے استقبال کیا جبکہ اس کے پیچھے ہی کیف اور عماد آف وائٹ شلوار کرتا

میں بھوری چادروں کو کندھوں میں رکھے خوبرو پر سنیلٹی کے ساتھ اندر بڑھے۔ خوشیاں ہی خوشیاں ہر طرف رقصاں تھی، تھوڑی دیر میں ان کا نکاح ہوا تو زوفا کو اصفحان کے پہلو میں لا بٹھایا، رمشا (زوفا کی چھوٹی بہن) رسم کرنے آئی تو اس نے خوب ہنگامہ کیا اور اپنی منمانی کرتے واپس آئی۔

اس دوران ارتسام اپنے فرض سے پیچھے نہ ہٹا کہ صنم کو پوری بارات میں تنگ کرتا رہا جس پہ ایک بار وہ سخت چڑتی اس پہ غصہ ہو کے نام پکار بیٹھی کہ ہمیشہ کی طرح ارتسام کے بولنے والے جملے نے اس کی نا صرف بولتی بند کی جبکہ شرمانے پہ بھی مجبور کر گیا کیونکہ وہ آج قدرے باآواز بڑبڑایا تھا کہ سٹیج پہ کھڑے تقریباً سبھی لوگوں نے سنا تھا تب ارتسام نے الگ ماحول بنایا کہ سب نے ہوٹنگ شروع کر دی۔۔۔

"تو اب آ رہا ہے شرم کر کچھ۔۔۔" جہانگیر کو لیٹ آتا دیکھ اصفحان کے ساتھ ساتھ باقیوں نے بھی جھڑکا جس پہ وہ سر کھجا کے رہ گیا۔

"سوری یار کام میں پھنس گیا تھا لیکن شکر کہ میں آ گیا۔" اس کی بات پہ وہ دانت

نکالتا بولا کہ اصفحان نے سینے سے لگایا۔

"چل بہت بہت مبارک ہو شادی کی،اس کے بعد ٹریٹ بنتی ہے۔" وہ مبارک بار دیتا شرارت سے بولا کہ سب قہقہہ لگا اٹھے۔

"ادھر ہی کوئی لڑکی پسند کر لے اور نکاح پڑ والے ،دلہا تو تو لگ ہی رہا ہے۔" کیف نے جہانگیر کے کان میں سرگوشی کرتے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"پہلے تیری ہو جائے تبھی پسند کروں گا لڑکی تیری شادی پہ" وہ بھی شرارت سے بولا۔

ڈارک براؤن پینٹ کوٹ پہنے وہ وجیہہ شخصیت کا حامل یہاں سب سے الگ اور پر کشش لگ رہا تھا، جبکہ آنکھوں پہ حسب عادت گلاسز لگائے اب وہ اصفحان سے باتوں میں مصروف تھا۔

رخصتی کا وقت قریب آن پہنچا تو سب کی آنکھیں اشک رواں تھیں۔

باقی سب تو الگ ہی لیکن حیام خود رو پڑی جس پہ اصفحان خود بوکھلا گیا کہ یہ کیوں رو رہی ہے۔

"کیا ہوا تم کیوں رو رہی ہو۔۔۔؟" وہ پریشانی سے اس کو سینے سے لگاتا بولا کہ زوفا بھی اس کی طرف آئی۔

"رخصتی ہو رہی ہے۔۔۔" وہ سوں سوں کرتی بولی کہ محفل زعفران ہو گئی جبکہ زوفا جو خود اپنوں کو چھوڑ کے جانے پہ غمگیں تھی ہنس دی۔

"تو تمہاری تھوڑی ہو رہی ہے، بھابھی کو لینے آئی ہو اور رونے لگ گئی ہو پاگل۔" اس کے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتے اس نے کہا اور ماتھے پہ ہونٹ رکھے۔

"چلو بھابھی کو چپ کرواؤ۔" اس کو خاموش کرواتے توجہ بھابھی کی طرف کروائی جو اب اپنا رونا بھول کے حیام کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"تم تو رو ہی نہیں رہی۔۔۔" اصفحان کی بات سنتے جب رمشا زوفا کے قریب آئی اور اس کو روتے نہ دیکھ کہ وہ تاسف سے بولی۔

ایسے ہی تھوڑی میٹھی ہنسی ہنستے زوفا کو رخصت کرواتے وہ گاؤں کے سفر پہ روانہ ہو گئے۔

سفر کی تھکان پہلے ہی تھی کہ واپس آتے ان کو رات کے آٹھ بج گئے، گاؤں والے تو

سب اشتیاق سے اپنے چوہدری کی دولہن دیکھنے آئے تھے،ان سب کا پیار دیکھتے وہ مسلسل مسکرائے جارہی تھی جبکہ حیام اور صنم اب چینج کر کے آتی چھوٹے موٹے کام نپٹانے لگیں۔

زوفا کو آرام دہ صوفے پہ بٹھادیا کہ وہ تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جائے پھر کمرے میں لے جاتے ہیں۔

دعا تو پہلے ہی دلہن کی شوقین تھی تو وہ کبھی اس کے ہاتھوں کو تھامتی کبھی اس کھلکھلاتی اس سے بات کرتی اور جا کے سب کو بتاتی کہ دلہن نے اس سے یہ بات کی۔

کبھی حیام سے موبائل لا کے پکچرز بناتی کبھی گل سے لے لیتی۔۔جب اتنا کچھ کر کے بھی تھکی نا تو وہ شرما کے اس کے مزید پاس ہوئی۔

"بھابھی کچھ کہنا چاہتی ہے یہ آپ سے۔" حیام نے کہا تو دعا نے شرما کے اثبات میں سر ہلایا۔

تب زوفا اس کی جانب جھکی تو دعا نے ایک ہاتھ اس کے کان کے قریب کیا اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سرگوشی کرنے لگی۔

"میں آپ کو کسی کرلوں؟" وہ انتہائی معصومانہ انداز میں بول کے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کے ٹانگیں ہلانے لگی۔

اس کے سوال پہ زوفا نے اثبات میں سر ہلا کے چہرہ اس کے قریب کیا تو اپنے چھوٹے ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھامتی چھوٹے سے لبوں کو گال سے مس کیا اور فوراً پیچھے ہٹ گئی، دعا کی معصوم کی حرکت پہ جہاں سب کھلکھلائے وہی زوفا نے بھی اس کے پھولے گلابی گال پہ بوسہ دیا کہ لپ سٹک کا نشان رہ گیا۔۔

کافی دیر وہ اس کے ساتھ ایسے ہی جڑی بیٹھی رہی جب وہ پھر بولی۔

"آپ کا دولہا کہاں ہے؟"

زوفا نے سن کے شرارت سے کندھے اچکائے۔

"پتا نہیں، گم ہو گئے شاید۔" وہ مصنوعی پریشانی سے بولی کہ گل نے کہا کہ جاؤ ڈھنوڈ کے لاؤ عماد کے ساتھ ہو نگے جس پہ وہ فوراً بھاگی۔۔

دو منٹ بعد ہی اصفہان وہاں داخل ہوا اور پوچھا۔

"جی۔۔۔آپ نے بلایا؟"اس کی آمد پہ سب لڑکیاں ہنسنے لگ گئی جبکہ زوفا جھینپ گئی ایسا کہنے پہ۔

"دعا پوچھ رہی تھی کہ دلہے میاں غائب ہیں تبھی آپ کو بلانے گئی تھی۔"حیام نے ہنستے بتایا تو وہ اصفحان مسکایا۔

"مجھے کہہ رہی تھی کہ دلہن آپ کو بلا رہی ہیں۔"دعا کو گود میں اٹھاتے والہانہ پیار کیا کہ اس کی موچھوں کی چبھن سے وہ رونے ہی لگ گئی۔

"اتنی سی بات پہ رونا آگیا۔۔۔"نرمی سے پیار کرتے وہ دوبارہ بوسہ دیا اور اپنے ساتھ ہی لے گیا دوستوں میں۔۔۔

پھر لڑکیاں تھیں اور زوفا ان کے بیچ میں قید ان کی باتوں پہ کبھی مسکراتی تو کبھی شرماتی۔۔

______________**

تھوڑی دیر بعد ہی زوفا کو اصفحان کے کمرے میں لے گئیں اور اس کے پاس بیٹھی باتیں کرنے لگیں،اصفحان ابھی دوستوں میں لٹکا ہوا تھا۔

دادی جان نے اصفحان کو کمرے میں جانے کا پیغام بھیجا تو سب لڑکیاں زوفا کے پاس سے اٹھ کے شب خیر کہتیں باہر آ گئیں۔

کمرے کو مہارت سے سجایا گیا تھا، لال گلاب ہر جگہ بکھیرے گئے تھے، فسوں خیز سا ماحول ہر سوں اپنا سحر بکھیرے ہوئے تھا، مزید پانچ منٹ گزرے کے ایسے ہی بیٹھے بیٹھے اس کو نیند آنے لگی، کچھ سفر کی تھکان بھی تھی تو آرام سے نیم دراز ہو گئی اپنے پیچھے تکیے سیٹ کرتے۔

ایسے ہی بیڈ شیٹ پہ انگلی پھیرتے پھیرتے نیند کی وادی میں چلی گئی۔

ابھی اتنی رات نہیں تھی ہوئی تبھی سب گپے ہانک رہے تھے، اصفحان کو جب دادی جان نے کمرے میں جانے کا بولا کہ وہ بھی تھک گیا ہے آرام کرے تب کچھ ہی دیر میں دوستوں کی محفل سے اٹھتا وہ کمرے میں جانے لگا۔

سیڑھیاں چڑھتے اس کا اوپر کمرہ تھا جب لڑکیاں سیڑھیوں پہ ہی اس رستہ روک گئیں۔

"پہلے دیں پھر جائیں۔" سب نے ہاتھ آگے پھیلاتے کہا تو بنا کسی تاخیر کے اس نے

اپنا والٹ دعا کے ہاتھ میں تھمایا جس پہ وہ کھلکھلا کے بھاگ گئی۔

"ارے یہ تو خود ہی بھاگ گئی۔۔۔"دعا کو بھاگتے دیکھ باقی بھی سب ہنس پڑی اور اصفحان کو جانے کا رستہ دیا۔

"جلدی سو جانا ورنہ طبیعت خراب ہو جائے گی تمہاری۔"کمرے میں جانے سے پہلے حیام کو سینے سے لگاتے اس کی آنکھوں کو اپنے لبوں پہ چومتے محبت پاش لہجے میں کہا تو وہ مسکرا کہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

لبوں پہ گہری مسکان سجاتے وہ سیڑھیاں چڑھتا جا رہا تھا،اپنی شریک حیات کو دیکھنے کی چاہ جو پورے استحاق سے اس کے کمرے میں اس کے لیے سراپا حسن بن کے بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

دل کی دھڑکن سنبھالتے وہ دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا،وہ جو سوچ رہا تھا کہ اس کی زوجہ محترمہ شرمائی سی بیٹھی ہو گی سرعت سے وہ سوچ غلط ثابت ہوئی کہ وہ بڑے آرام سے کروٹ لیے محو خواب تھی۔

"آج کے دن بھی سونا تھا اِنہوں نے۔"مسکراتا سر نفی میں ہلاتا موبائل وغیرہ

سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا ایک نظر بے خبر سی سوئی بیوی کو دیکھا۔

ایک گہری نگاہ اس پہ ڈالتے وہ فریش ہونے چلا گیا، پانچ منٹ بعد جب وہ چینج کرتا واپس روم میں آیا تو وہ ہنوز ویسے ہی نیم دراز سو رہی تھی۔ کمرے میں مدھم روشنی جلاتے باقیوں کو بجھا دیا اور اپنی سائیڈ آ کے بیٹھ گیا۔

ایک لمبی سرد سانس خارج کرتے گردن گھما کے زوفا کو دیکھا۔

"چینج ہی کر لیتیں۔۔۔" تاسف سے سوچتا وہ اٹھا کہ اس کو اٹھا دے تاکہ چینج کر لے ورنہ ایسے ہی انکنفرٹیبل رہے گی۔

اس کی سائیڈ آیا تو ٹھٹھک گیا، مہرون رنگ کے عروسی لباس میں وہ کوئی اپسرا لگ رہی تھی جو ابھی میٹھی نیند کے مزے لے رہی تھی، خود کو باز رکھتے ہلکے سے اس کو کندھے سے ہلایا۔

"زوفا۔۔۔!" اس کی ہلکی سی سرگوشی کے ساتھ ہاتھوں کے لمس پہ زوفا کا دماغ فوراً بیدار ہوا ساتھ ہی گھبرا کے آنکھیں بھی وا کیں تو دیکھا کہ اصفحان اسی کو جگانے کے لیے جھکا تھا۔

"اا۔۔آپ۔۔۔۔" سرعت سے وہ سیدھی ہو کے بیٹھی اور شرمندہ سی انگلیاں مروڑنے لگی۔

"سوری میری آنکھ لگ گئی تھی۔" بغیر اصفحان کو دیکھتے وہ ہلکا سا منمنائی کہ وہ مبہم سا مسکرایا۔

"کوئی بات نہیں، مجھے لگا ایسے آپ کمفرٹیبل نہیں ہو نگی تبھی جگادیا آپ کو۔" اب وہ اس کے سامنے بیٹھتا بغیر ہچکچائے اس کا ہاتھ تھامتا بولا کہ زوفا کو اپنے دل کی دھڑکن کانوں میں بجتی سنائی دی۔

کمرے میں فسوں خیز سی خاموشی میں اس کی چوڑیوں کی کھنک گونجی جن کو وہ انگلیوں کے پوروں سے چھیڑ رہا تھا۔

"جانتا ہوں کہ آپ کو گاؤں میں رہنے کی عادت نہیں لیکن یہاں بہت کچھ شہر جیسا ہی ہے، گھر میں آپ کو شہر جیسی تمام آسائشیں ملیں گی گھر والوں کے پیار میں کوئی کمی نہیں آئے گی اگر آپ بھی اپنے پیار میں کمی واقع نہ کریں۔ یہاں کے لوگ بہت سادہ سے ہیں آپ کہیں جائیں گی تو آپ کا والہانہ استقبال کریں گے تو ایسے

میں 'میں چاہوں گا کہ آپ ان کو میرے حوالے سے وہی پیار اور عزت دیں جو وہ آپ کو دیں۔" اسے جھکے سر کو دیکھتا وہ اس کی کلائی سہلاتا کہہ رہا تھا جبکہ وہ سانس روکے اس کے لمس کو محسوس کر رہی تھی۔

"میں آپ سے یہ وعدہ نہیں کرتا کہ آپ پہ کبھی غصہ نہیں ہونگا کیونکہ مرد کی فطرت میں ہے کہ اگر کوئی کام اس کی پسند کے خلاف ہو تو وہ بے ساختہ ہی غصہ کر جاتا ہے، لیکن میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو کبھی اداس نہیں ہونے دوں گا، آپ کی زمہ داری سے کبھی بھی دستبردار نہیں ہونگا۔

آپ جو خواب اپنی آنکھوں میں سجائے یہاں آئی ہیں ان شاءاللہ وہ سب پورے کرنے کی کوشش کروں گا۔" اس کا ہاتھ تھامے دھیمے اور اپنائیت سے کہتا جا رہا تھا اور وہ پور پور سماعت بنی اس کی تمام باتیں مسکراتی سن رہی تھی۔

"میں پوری کوشش کروں گی کہ ایسی کوئی حرکت نہ ہو جو آپ کو پسند نہ ہو اور مجھ پہ غصہ ہونا پڑے آپ کو۔" ان سب باتوں میں وہ بس اس کے غصہ کرنے والی بات کا جواب دے گئی کہ بے ساختہ ہی اصفحان کو ہنسی آگئی کہ وہ جھینپ گئی۔

"اگر آپ کو کچھ کہنا ہے تو میں سامع تابع ہوں۔" اس کے مرمرئی ہاتھ کی نازک انگلی میں خوبصورت سی انگوٹھی پہناتا وہی لب رکھتا بولا تو اس نے ہلکے سے نفی میں سر ہلایا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہیں کہ مغرور سا ہو رہا ہوں میں۔" اس کی صبیح پیشانی پہ اپنی محبت کا لمس بخشتے مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔

"آپ چینج کر لیں، ایسے تھک گئی ہونگی۔" اس کی ناک سے نتھ نکالتے وہاں پہ لب رکھتے پیچھے ہٹا اور سہارہ دے کے کھڑا کیا۔

_________________**

پردے کی اوٹ سے سورج کی کرنیں شیشے سے اٹھکیلیاں کرتی نظر آ رہی تھیں۔ آنکھوں کے پردوں پہ روشنی کی رمک محسوس کرتے اس نے کروٹ لینا چاہی اپنے ساتھ کسی اور وجود کے سوئے ہونے کا احساس ہوا۔

نیند سے بھری آنکھیں کھولتے اپنے پہلو میں دیکھا جہاں نیند میں بھی شاید اس کے لب مسکرا رہے تھے جبکہ مونچھیں کا پہرہ ہنوز تھا۔

مسکراتی اس کے ماتھے پہ اپنا نرم لمس چھوڑتی وہ اٹھی اور فریش ہونے چلی گئی۔

مناسب سی تیاری لیے اب وہ صوفے کے قریب موجود کھڑکی سے پردے ہٹا رہی تھی جب اصفحان نے مندی مندی آنکھیں کھولیں اور نیند میں روشنی کی مداخلت پہ جیسے بدمزہ ہوا۔

زوفا کو اٹھا دیکھ وہ بھی ناچار اٹھ بیٹھا۔

"السلام علیکم!" دبے پاؤں چلتے اس کے پیچھے کھڑے ہوتے نم بالوں کو ہلکے سے چھوتے سرگوشی کی کہ اس کی اچانک گھمبیر آواز سنتے اس کی دھڑکنوں نے زور پکڑا۔

"وعلیکم السلام! اٹھ گئے آپ۔" اس کی طرف مڑتے مسکاتے پوچھا تو شدت جذبات سے اس کے ماتھے پہ ہونٹ رکھ گیا۔

"فریش ہو جاؤں پھر چلتے ہیں نیچے۔" اس کے بال کان کے پیچھے اڑستے کہا تو اثبات میں سر ہلاتی وہاں سے ہٹی اور واڈروب سے اس کے کپڑے نکالنے لگی۔

تھوڑی دیر میں دونوں نیچے اترتے دکھائی دیئے، حیام جو ابھی صنم کو زبردستی اٹھا کے آرہی تھی اصفحان کو دیکھتے اس کی طرف بھاگی۔

"لالہ، بھابھی! کیسے ہیں آپ؟" اصفحان کے سینے سے لگاتے وہ مسکراتے بولی۔

"ہم ٹھیک ہیں گڑیا خیر ہے لگتا کہیں جانے کی تیاری ہو رہی ہے۔" اس کے بالوں کو سنوارتے پوچھا کہ اس نے تائید کرتے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں جی سیر کرنے جارہے ہیں، آپ چلیں گے۔" ان کو بتاتی ساتھ ہی آفردی کہ زوفا کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

اس سے پہلے اصفحان یہ کہہ کے منع کرتا کہ تھک جائیں گے زوفا نے جلدی سے حامی بھرلی۔

"ہاں چلو چلتے ہیں۔" زوفا اشتیاق سے چہکی کیونکہ وہ پہلی بار حویلی کے علاوہ بھی کچھ دیکھنے والی تھی ورنہ وہ بس یہاں دو بار آئی تھی اور صرف حویلی تک ہی محدود رہتی تھی۔

"آپ کیوں رکیں ہیں چلیں۔" وہ حیام کا ہاتھ تھامتی آگے بڑھی جب محسوس ہوا کہ اصفحان اس کے ساتھ نہیں۔

"امم نہیں مجھے کام ہیں آپ جائیں میں پھر کبھی آپ کے ساتھ چلا جاؤں گا۔" اس نے مسکراتے نفی کی تو زوفا اب تذبذب کا شکار ہوئی کہ اسے جانا چاہیئے یا نہیں تھی وہ اصفحان کے پاس آئی اور آہستہ سے پوچھنے لگی۔

"میں نہ جاؤں کیا؟"

"میں نے کب منع کیا کہ نہ جائیں، انجوائے کریں مجھے کام ہیں کچھ۔" اس کے پوچھنے پہ پہلے تو وہ حیران ہوا پھر متبسم ہوا اور ہنس کے کہنے لگا۔

حیام پھر آج لڑکیوں کے ساتھ سیر کرنے نکل گئی تھی واپسی پہ کل کی طرح ہی پھول لے آئیں کہ آج بھی وہ اس کو استعمال کریں گی۔

ولیمہ کی تقریب رات میں تھی تو شہر سے مہمانوں نے شام کو آجانا تھا اور پھر رات یہی گزارنی تھی۔

دعا سیر پہ جاتے ایک پل بھی زوفا سے علیحدہ نہ ہوئی تھی کہ نئی نئی دلھن ملی تھی اسے۔

آج ان کے ساتھ لڑکے تو نہیں گئے لیکن ارتسام صنم کے ساتھ ضرور گیا تھا۔
ہنستے مسکراتے وہ سب واپس گھر آئے اور ناشتہ کی تیاری کرنے لگے، زوفا دی جان سے ملتی دادی جان کے پاس بیٹھ گئی اور ان کی چھوٹی موٹی باتوں کا جواب دینے لگی۔
شام میں زوفا کے گھر والے بھی آ گئے تھے اور پھر ولیمے کی تقریب کا انعقاد ہوا، حویلی کی پچھلی سائیڈ پہ ہی خواتین کے لیے انتظام کیا گیا تھا اور وہاں اچھے سے سب سیٹ کیا تھا،

دی جان نے وہیں دادی جان سے کیف کے رشتے بابت بات شروع کی تو دادی جان کو تو بہت خوشی ہوئی البتہ دانستہ طور پہ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اصفحان کی رائے بھی ضروری ہے پھر بچی سے تو لازمی پوچھے گا اصفحان۔
آج کی تقریب میں مرد کم ہی نظر آئے سب کو کیونکہ گھر میں فنکشن تھا تو سب مصروف تھے، کیف ایک دو بار حیام کو دیکھ چکا تھا اور یہ بھی بات معلوم ہو گئی تھی

کہ دادی جان نے رشتے کی بات کر دی ہے، لیکن وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ واپسی تک ان کو مثبت جواب دے دیا جائے تاکہ ایک امید یہاں سے لے کے جائے۔

جب سب کھانا کھا کے فارغ ہوئے تو دادی جان نے اصفحان کو بلوا کے اس سے حیام کے رشتے کے بارے میں بتایا کہ کیف کی فیملی رشتہ کرنا چاہ رہی تھی ان کے ساتھ، اصفحان اس رشتے سے خوش ہوا تھا اور دادی جان کو مان بخشتا کہہ گیا کہ آپ ان کو ہاں کر دیں تب تک وہ حیام سے بھی پوچھ لیتا ہے۔

فنکشن اختتام کو پہنچا تو لڑکیاں صحن میں اپنی محفل سجائے بیٹھ گئیں جبکہ لڑکے سب مہمان خانے میں ہی جمع تھے جب اصفحان نے حیام کو اپنے پاس بلایا۔

"جی لالہ۔۔۔۔" اس کے قریب جاتے وہ خوشی سے بولی۔

"گڑیا کچھ بات کرنی تھی آپ سے۔" اسے بازو کے ہلکے میں لیتا وہ راہداری سے گزرنے لگا۔

"جی کہیں۔۔۔۔" ہاتھ میں موجود گاجر کھاتے کہنے لگی۔

"دی جان نے آپ کے رشتے کی بات کی ہے ہم سے۔" بغیر لگی لپٹی کے وہ سیدھا

موضوع پہ آیا۔

"میرے رشتے کی۔۔۔" قطعی خود کو نارمل رکھتے اس نے پوچھا کیونکہ وہ اس بات کی ہرگز توقع نہیں کر رہی تھی۔

"ہاں جی آپ کے رشتے کی۔" اب وہ اسے لان میں لے آیا اور اپنے مقابل کرتے کہا جس پہ حیام نے کچھ نہ کہا بلکہ خاموشی سے گاجر کھاتی رہی۔

"گڑیا بتائیں ہمیں۔۔۔" اس کی خاموشی محسوس کرتے وہ اسرار کرنے لگا۔

"میں کیا بتاؤں آپ کو۔" وہ ہلکی سی آواز میں منمنائی کہ اب وہ اس بارے میں کیا تبصرہ کر سکتی تھی۔

"کیف کو آپ جانتی ہوں گی میرا دوست ہے اس کے لیے وہ ہم سے آپ کا رشتہ مانگ رہے ہیں۔" اس نے مزید کہا تو حیام اپنے لالہ کو دیکھنے لگی جو اسی کے جواب کے منتظر تھے۔

"آپ کو کوئی اعتراض ہے تو مجھے بلا جھجک بتا سکتی ہیں۔" اس کو ریلیکس کرتا ماتھے پہ لب رکھے کہ حیام نے ہلکے سے کہا۔

"جیسا آپ کو بہتر لگے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" فطری شرم وحیا کے مارے وہ بہت آہستہ سے بولی، بھلا اس کو کیا اعتراض تھا کہ اس کی شادی کسی ایسے شخص سے ہوتی جس کی آنکھوں میں وہ خود اپنے لیے پسندیدگی دیکھ چکی تھی اور اس کے لالہ بھی اچھے سے باخبر تھے اس شخص سے۔

"خوش رہو میری جان۔" اس کو سینے میں بھینچتے وہ مسکراتا بولا۔

"جان! وہ آپ کی اندر بیٹھیں ہیں۔۔۔" حیام نے شرارت سے کہا تو اصفحان نے مصنوعی گھورا۔

"ان کا مقام اپنی جگہ ہے اور تمہارا اپنی جگہ۔" اس کے سر پہ چپت لگاتا کہتا ہنسنے پہ مجبور کر گیا کہ مہمان خانے کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھتے کیف مسکرا دیا، یقیناً وہ جانتا تھا کہ دی جان نے رشتے کی بات کر رکھی تھی اور اب اصفحان حیام سے یہی پوچھ رہا تھا۔

"مبارک ہو شہزادے! انقریب تم بھی پھنسنے والے ہو اصفحان کی طرح۔" جہانگیر نے چھیڑتے ہوئے کہا تو اس کی بات سنتے عماد بھی قہقہہ لگا اٹھا۔

______________**

"تم ابھی تک منہ پھلائے بیٹھی ہو اور تمہارا باپ اس کو چھوڑ کے الگ کام میں مصروف ہو گیا ہے، نکلو آؤ اب اس سوگ سے اور خود کی حالت پہ غور کرو، زرا مینٹین نہیں کیا تم نے اپنے آپ کو۔" رکیہ بیگم کمرے میں داخل ہوتیں اس کے ساتھ ساتھ کمرے کی بکھری حالت دیکھتیں تاسف و دکھ سے کہنے لگیں اور صوفے پہ پڑے اس کے بکھرے کپڑے اٹھانے لگیں۔

"بابا نے جھوٹ بولا مجھ سے، آپ نے بھی یہی کیا۔۔مجھے ارتسام کے خواب دکھا کے اب آسانی سے کہہ رہے ہیں کہ میں اسے بھول جاؤں۔" وہ اوندھے منہ لیٹے لیٹے ہی بدتمیزی سی کہنے لگی کہ اس کا لہجہ اندر آتے اکبر صاحب کو ناگوار گزرا۔

"اگر ہم نے کہا تھا کہ تمہاری شادی اس سے ہو گی تو اب ہم ہی تمہیں کہہ رہے ہیں

کہ بھول جاؤ اس کو۔" اپنی کرخت آواز لیے وہ اندر کمرے میں آئے ان کی آواز سنتے ہی دیا جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"اس سب میں میرا کیا قصور تھا پھر۔" اپنے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے وہ بے خوف ہوئے چلائی۔

"تمیز میں رہو دیا۔" انہوں نے ناگواری سے ٹوکا اور اپنی بیوی پہ ایک قہر برساتی نظر ڈال کے وہاں سے نکل گئے۔

"میں گاؤں جانا چاہتا ہوں۔" ابھی وہ کمرے سے نکل کے اپنے کمرے میں جانے والے تھے جب ان کو تعاقب سے آواز آئی، آواز پہ چونکتے انہوں نے مڑتے دیکھا تو ان کا بھائی سنجیدہ سا کھڑا تھا۔

"کیوں؟" یک لفظی سوال پوچھے جبکہ ماتھے پہ تیوریاں سجا گئے۔

"کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا حساب بے باک کرنا ہے۔" اپنے لہجے میں سختی لیے وہ بولا تو قدم قدم چلتے اس کے مقابل آ کھڑے ہوئے۔

"بنے بنائے کام کو بگاڑ نا مت تم فرہاد ورنہ ساری محنت پہ پانی پھر جائے گا۔" اس

کے ارادوں سے وہ باخبر تھے تبھی سختی سے اسے باز رکھنے لگے جبکہ ان کی بات وہ نخوت سے سر جھٹک گیا۔

"مجھ سے اب برداشت نہیں ہو رہا میرا بس نہیں چل رہا کہ میں اس انسان کے سو ٹکڑے کر دوں۔" ضبط کیے وہ سرد لہجے میں کہنے لگا جبکہ اس کو کندھے سے تھامتے وہ مزید کہنے لگے۔

"کوئی بھی حرکت نہ کرنا فرہاد ابھی سے تمہیں منع کر رہا ہوں جب یہ والا معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا تب دیکھیں گے تمہارے معاملے کو۔" اس کو باور کرواتے وہ کمرے میں چلے گئے جبکہ وہ اپنی مٹھیاں بھینچتا رہ گیا۔

______________**

سب فارغ ہو کے ہلا گلا کر رہے تھے صحن میں بیٹھ کے جب اچانک لائٹ چلی گئی اور ایک ساتھ ہی سب کے منہ سے 'اوو' نکلا۔

"یہ لائٹ کو کیا ہوا ہے آج۔" اصفحان مہمان خانے سے اٹھا اور ملازم کے ساتھ باہر آتا مین سوئچ کی جانب آیا اور چیک کرنے لگا لیکن شاید لائٹ پیچھے سے ہی گئی تھی،

تبھی وہ کچھ نہ کر پایا، گھر کا دوسرا سویچ آن کرنا چاہا لیکن وہ بھی بند تھا۔ شاید اس علاقے کی لائٹ ہی بند کر دی گئی تھی۔

رفاقت خان (دادا جان) جو مردوں میں ہی بیٹھے تھے اندر اندھیرا ہونے کی وجہ سے باہر صحن میں ہی آ گئے، اصفحان کی دادی جان نے دیکھا جب اندر سے مرد بھی باہر آ رہے ہیں تو انہوں نے ملازمین کو کہا کہ جلدی سے یہاں بیٹھنے کا انتظام وغیرہ کریں تاکہ سب کو کھڑے ہو کے انتظار نہ کرنا پڑے۔۔

حیام، صنم اور گل تینوں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں کہ وہ موم بتیاں لے آئیں اور یہاں پاس ہی رکھ لیں تاکہ گاؤں کی جو عورتیں یہاں موجود تھیں ان کے بچے نہ ڈریں۔۔ دعا تو پہلے ہی عماد کے پاس جا کے سو چکی تھی جس کو بعد میں وہ اپنے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔

"عماد! دعا کہاں ہے؟" عماد کو بھی دادا جان کے ساتھ باہر بیٹھا دیکھ گل نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اس کے کمرے میں سو رہی ہے۔

"میں لے آتا ہوں کہیں وہ تنگ نہ ہو رہی ہو۔" جہانگیر عماد کی بات سنتا وہاں سے

اٹھا اور دعا کو لینے چلا گیا۔

اب کے صحن میں کھلے کشادہ آسمان کے نیچے سب بیٹھے محفل کو رنگا رنگ کر رہے تھے جن میں مہمانِ خصوصی اصفحان اور زوفا تھیں۔۔

لڑکیاں تو زوفا کو ذو معنی باتوں سے چھیڑ رہی تھیں جس پہ اصفحان اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

صنم کیچن سے موم بتی جلاتی ہوئی باہر نکلی ہی تھی کہ کسی سے زور کا تصادم ہوا کہ موم بتی ہاتھ سے چھوٹ کے نیچے گر گئی کہ جو تھوڑی بہت روشنی تھی اس کے آس پاس وہ بجھ گئی۔

"او سو سوری، اندھیرے میں نظر نہیں آیا۔" وہ جو کوئی بھی تھا اندھیرے میں اسے موم بتی پکڑا تا وہاں سے چلا گیا جبکہ صنم بری طرح سے ٹھٹھک گئی۔

"صنم دے آؤ اور باقی بھی لے جاؤ۔" صنم کی آہٹ وہی پہ محسوس کرتے حیام نے باورچی خانے سے ہی آواز لگائی کہ وہ سر جھٹکتی موم بتی کو واپس جلانے باہر دینے چلی گئی۔

"بھئی سب میری گل سنو،ایک ضروری بات کرنی۔" دی جان کی رعب دار آواز پہ سب چپ ہوئے اور انہیں غور سے دیکھنے لگے جو دادی جان کے ساتھ بیٹھی ہاتھ میں حقّہ پکڑے بیٹھی تھیں۔

"اللہ دے کرم نل ساڈے اصفی دی شادی ہوگئی سوہنی دھی نال، ہنڑ اسی کیف دا وی رشتہ پکا کر چھوڑیا۔" انہوں نے جیسے کہنا شروع کیا سب پہلے حیرت سے پھر خوشی سے ان کو دیکھنے لگے۔

"بھئی آج ہم اپنے کیف کی ہونے والی دلہن کو منگنی کی انگوٹھی پہنا رہے ہیں اور ان شاءاللہ بہت جلد ہی اپنی امانت لینے آئیں گے۔" اب کی بار رفاقت خان نے خوشی سے اعلانیہ کہا تو سب کے چہروں پہ رونق آگئی۔

"حیام پتر ادھر آ میرے پاس۔" دی جان نے حیام کو اپنے پاس بلایا کہ وہ جھجک کے ان کے پاس گئی، ماتھا چومتے انہوں نے اپنے ہاتھ میں پہنی انگھوٹی اتار کے اس کے ہاتھ میں پہنا دی جس پہ سب نے شور کرنا شروع کر دیا اور اسی شور کے دوران دعا رونے لگ گئی۔

"ارے ارے کیا ہوا۔۔۔" جہانگیر جو پہلے ہی اس کے پاس تھا اسے گود میں اٹھاتا کندھے سے لگائے تھپکنے لگا اور سلانے لگا لیکن شاید وہ شور سے زیادہ ڈسٹرب ہو گئی تھی کہ چپ نہیں کر رہی تھی۔

"لائیں لالہ اس کو میں دیکھتا ہوں۔" جہانگیر کے پاس جب وہ چپ نہ ہوئی تو عماد خود اسے پکڑے چارپائی پہ لایا اور بہلانے لگا۔

نیند تو اب اس کی کھل چکی تھی تبھی وہ عماد سے باتیں کرنے لگی تب عماد نے بتایا کہ کیف چاچو کی بھی دلہن آئے گی۔

"کون ہے ان کی دلہن۔" ایسے ہی لیٹے لیٹے پوچھا جبکہ اب اس کا دھیان گل پہ تھا جو مسکراتی اسے ہی دیکھ رہی تھی سامنے والی چارپائی پہ بیٹھ کے۔

"آپ کی حیام ادی۔۔۔" اس نے بتایا تو وہ گل سے تصدیق کرنے لگی، یقین ہونے پہ وہ حیام کے پاس پہنچی اور اس کو پیار کرنے لگی۔

"ایک اور بات کہنا تھی کہ اب آپ سب کو ہماری حویلی آنا ہو گا، اب ہم آپ کو دعوت نامہ دیتے ہیں کہ ہمارے پوتے اور نواسی کا نکاح کا ہے۔" دادا جان نے

دادی جان کو کہا جہاں ان کی بات سنتے عماد بری طرح چونکا وہیں گل سٹپٹا اٹھی۔

"بھائی صاحب کس کا نکاح کرنے والے ہیں آپ؟" وہ سمجھ چکی تھیں لیکن پھر بھی کنفرم کرنا تھا ان کو۔

"ہمارے چھوٹے پوتے عماد اور اکلوتی نواسی گلِ لالہ کا نکاح ہو گا اس جمعے تو آپ ضرور آیئے گا۔" ان کی بات سنتے سب خوش تھے لیکن عماد کو لگا جیسے کسی نے ہتھوڑے سے وار کیا ہو اس کے سر پہ، اچانک اتنا بڑا فیصلہ وہ بھی اس کو بتائے بغیر۔۔۔

ابھی کچھ دن پہلے ہی تو اس سے رضامندی پوچھ رہے تھے لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ فوری طور پہ نکاح کریں گے، وہ جتنا حیران ہوتا اس وقت کم تھا جبکہ دوسری طرف گل حجاب سی ہو گئی سب کے سامنے۔

عماد نے احتجاجاً کچھ کہنا چاہا جب جہانگیر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے آنکھوں سے چپ رہنے کا اشارہ دیا تو وہ خاموش ہو گیا اور سب سے مسکاتے مبارک باد وصول کرنے لگا۔

"بھابھی آپ تو بھائی کے پاس بیٹھیں، نئ نئ شادی ہوئی ہے آپ کی۔" حیام نے زوفا کو اپنے درمیان اور اصفحان کو تھوڑا فاصلے پہ بیٹھا دیکھ چوٹ کی جس پہ وہ خجل سی ہو گئی۔

"ادھر ٹھیک ہوں میں، سب بیٹھیں ہیں۔" اس کی جانب ہوتی وہ آہستہ سے بولی، ابھی تو سب چینج کر چکے تھے اور آرام دہ کپڑے پہنتے سب جمع تھے۔

"اصفی پتر ادھر آنوں تو دور کیوں اے۔"

(اصفی بیٹا ادھر آؤ بہو سے دور کیوں بیٹھے ہو؟)

دی جان نے اصفحان کو موبائل پہ لگا دیکھ رعب دار آواز میں کہا تو وہ جی کہہ کے انہیں کے پاس آ گیا۔

"میرے کول نہیں اپنی بیگم کول جا۔" اپنے ساتھ بیٹھتے دیکھ انہوں نے سامنے بیٹھی زوفا کی طرف اشارہ کیا تو مسکراتا ان کے پاس سے اٹھا اور زوفا کے ساتھ ہی چارپائی پہ بیٹھ گیا۔

"یہ بیوی کے پیچھے لگنے والا ہے۔" اصفحان کی فرمانبرداری پہ کیف نے چٹکلا چھوڑا تو

سب قہقہہ لگ اٹھے۔

جب اصفحان نے زوفا کی جانب جھکتے 'کوئی شک' کہا جس پہ وہ بھی ہنس دی۔

"حیام آپ نے کب جانا واپس۔" ہلکی پھلکی باتیں کرتے اصفحان نے حیام کو بازؤوں کے ہلکے میں لیتے پوچھا۔

"پرسوں یونیورسٹی جانا تو میں صنم اور ارتسام بھائی کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی کل۔" مسکرا کے کہتی زوفا کو چٹکی بھر گئی جس پہ وہ اسے گھور کے رہ گئی۔

"کیا خیال ہے ہنی مون کے لیے گاؤں ہی آجائیں ہم دونوں پھر صبح سیر پہ بھی نکل جایا کریں گے۔" صنم کے ساتھ اچانک سے بیٹھتے جانے کہاں سے نمودار ہوا تھا۔

"پہلے شادی ہو جانے دیں۔۔۔" وہ دانت پیستے بولی۔

"یار وہ بھی کوئی مسئلہ ہے، میں تمہیں اپنے ساتھ یہاں لے آیا ہوں سمجھو تمہاری رخصتی ہو گئی۔" اس کی بات پہ اس نے شرارت سے کان میں سرگوشی کرتے کہا تو اس کی حرکت پہ وہ خفت زدہ ہوتی پیچھے ہونے کا اشارہ کرنے لگی جب کیف کی شریر

سی آواز گونجی۔

"بھئی محفل میں ایک دوسرے کے کان میں سرگوشیاں کرنے سے پرہیز کریں یہاں کچھ غیر شادی شدہ حضرات بھی موجود ہیں، دلوں پہ تیر چلتے ہیں۔" وہ سیدھے سیدھے ارتسام پہ چوٹ کر رہا تھا جس پہ وہ ڈھیٹوں کی طرح قہقہہ لگا اٹھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں بھائی۔" صنم منہ بنا کے بولی جب بات سمجھتے سب ہنسنے لگے۔

"تم بھی اسی کیٹگری میں شامل ہونے والے ٹینشن نہ لو۔" ارتسام نے ہنستے ہوئے جیسے یاد کروانا چاہا کہ اس کی اب شادی ہونے والی ہے۔

ان تین دنوں میں ارتسام کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی، جب لڑکیاں جلدی دوست بنا لیتی تھیں یہ تو پھر لڑکے تھے ایک دو بات سے اتفاق کرتے جگری یار بن جاتے ہیں۔۔۔

"ویسے حیرت کی بات ہے بھابھی ابھی آئی نہیں اور لائٹ نے اپنا کمال دکھانا شروع کر دیا ہے۔" اب کی بار جہاں عماد نے بھی حصہ لیا وہی محفل ایک بار پھر زعفران ہو گئی۔

"اوئے خبر دار اگر میری بیوی کو کچھ کہا تو۔" عماد کی بات سنتے اصفحان نے مصنوعی سختی لیے کہا تو اس کی جز باتیت پہ سب ینگ پارٹی نے شرارت سے 'اوو' کیا جس پہ بے ساختہ ہی زوفا جھینپ گئی۔

"دیکھ رہی ہیں دی جان اپنے لاڈلے کے کام ہمیں رعب دکھا رہا ہے۔"

چار چار پائی ترتیب سے سیٹ تھیں چکور میں، درمیان میں دی جان کا حقہ پڑا تھا۔ لڑکے جس چار پائی پہ بیٹھے تھے ان کے پیچھے بھی ایک چار پائی پڑی تھی جس پہ جہانگیر مخالف سمت میں بیٹھے موبائل پہ کوئی کام کر رہا تھا جبکہ کیف اس کے پاس ہی باہوں میں تکیہ بھینچے اپنے پیر اوپر کرے بیٹھا تھا۔

ان کی اگلی والی چار پائی سے عماد اٹھ کے دی جان کے پاس شکایتی انداز میں بولا۔

"تمہیں کیوں تڑکے لگ رہے ہیں برخوردار۔" عامر رفاقت (عماد کے والد) نے اپنے ہی لڑکے کو لتاڑا کہ وہ دل مسوس کر کے رہ گیا۔

"کس روٹھی محبوبہ کے ساتھ لگے ہیں آپ جناب؟" کیف ایک ہی جست میں تکیہ اپنی سائیڈ رکھتا جہانگیر کی گود میں سر رکھتا شرارت سے بولا کہ اس کی بات پہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ گھور کے تکیہ اس کے سر پہ ہی رکھتا موبائل پہ مصروف ہو گیا۔

"لگتا ہے محبوبہ ناراض ہے۔" اپنے منہ پہ تکیہ اور اس کے بازو کا بوجھ سہتے وہ جلتا کڑھتا اٹھا اور ایک دھمکو کہ اس کے بازو پہ چڑدیا۔

صنم اور ارتسام کو اکھٹا بیٹھا دیکھ دعا ان کے پاس آگئی اور صنم کے ساتھ بیٹھتی پاؤں نیچے جھلانے لگی۔ ارتسام صنم سے کچھ کہہ رہا تھا جس پہ وہ مسکا رہی تھی جبکہ دعا کبھی ارتسام کو دیکھتی جو شرارت سے مسکراتا اور کبھی صنم کو۔

"کیا دیکھ رہی ہو دعا بے بی؟" حیام نے دعا کو دیکھتے مسکراہٹ دبائے پوچھا۔

"ان کا بے بی نہیں آیا یہاں؟" اس کے سوال پہ جہاں صنم سٹپٹائی وہیں باقی سب بھی چونک اٹھے اور حیرت سے دعا کو دیکھنے لگے پھر نظریں سب کی صنم کی طرف گئی جو بوکھلا اٹھی۔

"نہیں گڑیا، ابھی اللہ تعالیٰ نے ان کو بے بی نہیں دیا جب ان کے پاس آئے گا تب ہم ضرور دیکھنے جائیں گے اور کھیلیں گے بھی۔" عماد دی جان کے پاس سے اٹھتا دعا کو اپنی گود میں بٹھاتا سمجھانے لگا جس پہ وہ 'اچھا' کہہ گئی۔

اب اس کی نظریں زوفا پہ تھیں جس کو محسوس کرتے حیام قہقہہ لگا اٹھی۔

"کیا بچی ہے یہ۔۔۔!" دعا کا گال چومتی اس نے تبصرہ کیا۔

لائٹ تو رات گئی نہیں آئی تھی جبکہ لڑکے اٹھ کے باہر حویلی سے نکل پڑے کہ کچھ نے سموکنگ کرنا تھی اور ایسے ہی چہل قدمی کرتے رہے۔

لڑکیاں بزرگوں کے پاس بیٹھتی ان کی کہانیاں قصے سنتے ہنستی مسکرا رہی تھیں۔۔

________________***

صبح ناشتے کے بعد زوفا کی فیملی روانہ ہو گئی، رسم کے مطابق ان کے ساتھ زوفا بھی گئی تھی لیکن اصفحان نہیں گیا تھا کیونکہ پیچھے سب مہمانوں نے رخصت ہونا تھا تو اس نے شام کا آنے کا کہہ دیا کہ شام کو شہر آجائے گا ساتھ حیام کو بھی ہوسٹل چھوڑ جائے گا۔

گاؤں کی روایت کے مطابق دادی جان کے ڈھیروں مٹھائی کے ٹوکرے ان کے نانا کرتے بھی ساتھ بجھوائے اور گل کو اس کی نئی زندگی کی شروعات کی خوشی میں اپنی طرف سے تحفے بھی دیئے۔

کیف اور جہانگیر ان سب کے اٹھنے سے پہلے ہی روانہ ہو گئے تھے کسی کام کے سلسلے میں۔

عماد گل دعا اور تائی جان کو اپنے ساتھ لیے روانہ ہوا اور ان کے پیچھے ہی دی جان، دادا جان، عامر رفاقت اور ساتھ اظہر صاحب ایک گاڑی میں۔۔۔

رخصت ہوتے وقت دی جان نے ان سے ان سے عماد کے نکاح میں آنے کا وعدہ لیا۔

"چلیں بیگم ہم بھی چلیں۔" سب کے جانے کے بعد ارتسام نے صنم کو باہر نکلنے کا کہا جو وہیں دروازے پہ ٹک گئی تھی حیام سے باتیں کرنے میں کیونکہ حیام اپنے لالہ کے ساتھ آنے والی تھی۔

"ایک منٹ آرہی ہوں۔" اتنا کہہ کے وہ پھر اس سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئی کہ ارتسام آنکھیں گھما کے رہ گیا۔

"حیام بہن آپ وہاں پہنچتے ہی میری زوجہ محترمہ کو لمبی کال کر لیجیے گا ابھی جانے کا ٹائم ہے ورنہ لیٹ پہنچ گیں ہم۔" ارتسام ان کے قریب آتا صنم کا ہاتھ تھامتا

عاجزانہ گویا ہوا کہ حیام کھلکھلا اٹھی۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو آرہی تھی میں بس۔" صنم نے خفگی سے کہا لیکن وہ حیام کو خدا حافظ کہتا اس کا ہاتھ تھامے گاڑی میں بیٹھا چکا تھا۔

"اب باقی کی باتیں مجھ سے کر لو تم۔" گاڑی سٹارٹ کرتے حویلی سے باہر نکالتے اس کا ہاتھ لبوں سے لگاتے کہا اور ایسے ہی ہاتھ تھامے رکھا۔

"کیا کر رہے ہیں ہاتھ تو چھوڑیں۔" وہ بوکھلاتے بولی لیکن وہ ان سنی کرتا اس کی انگلیوں میں انگلیاں الجھائے ہر تھوڑی دیر بعد لبوں سے لگا رہا تھا۔

_______________**

کچھ تو معلوم ہو آخر تیرا معیار ہے کیا؟

مجھ سے ہر شخص یہاں تیرے سواء راضی ہے

"دعا سو گئی ہے مجھے پکڑا دیں اسے۔" سفر کے دوران دعا عماد کی گود میں ہی بیٹھ گئی تھی اور اسے سوتا دیکھ ساتھ پسینجر سیٹ پہ بیٹھی گل نے کہا تو عماد نے گاڑی کی سپیڈ سلو کرتے اپنا بازو سائیڈ پہ کیا تا کہ وہ اسے اٹھا لے۔

"بسم اللہ!" اس کو پکڑتے احتیاط سے گل نے اپنی گود میں لٹادیا اور پیشانی چومی۔
پورے رستے عماد نے ایک بار بھی اس کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی حالانکہ ناراض گل تھی اس سے لیکن اب گل کو لگ رہا تھا کہ عماد کا موڈ آف تھا۔ تائی جان بھی سو گئی تھی رستے میں تو سارا سفر خاموشی میں ہی کٹ گیا۔
گھر پہنچتے ہی تائی جان ملازمین کو بلاتی سامان اندر رکھوانے لگیں جب عماد اپنی سائیڈ سے نکلتا گل کی طرف آتے احتیاط سے دعا کو اٹھاتا گل کے روم میں چھوڑنے جانے لگا۔ اس کے پیچھے ہی گل بھی آگئی۔
جب وہ روم میں داخل ہوئی تو عماد اس کو احتیاط سے بیڈ پہ لٹا رہا تھا، اس کے ماتھے پہ لب رکھتا وہ اٹھا تو دیکھا گل پاس ہی کھڑی ہے۔
اس کی سائیڈ سے ہو کے جانے لگا جب وہ اس کے رستے میں آگئی۔
"آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟" اس کے سامنے کھڑی وہ استفسار کر رہی تھی جبکہ عماد اس کو نظر انداز کرے باہر جانے لگا کہ وہ پھر اس کے سامنے آگئی۔
"اب آپ ایسا تو نہ کریں میرے ساتھ۔" بھرائی آواز میں کہتی وہ اپنا سر جھکا گئی

کہ آنکھوں سے اشک عارضوں پہ بہنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔

"دیکھیں گل ختم کریں سب، میں اس بارے میں ابھی بات نہیں کرنا چاہتا۔" اس کو رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ وہ لہجہ نرم کرتے بولا۔

"لیکن آپ ختم نہیں کر رہے کچھ بھی، آپ ابھی بھی وہی سوچ رہے ہیں کہ آپ کی وجہ سے سب ہوا تھا آپ کی وجہ سے میں یہاں پڑی ہوں۔" اپنا سر اٹھاتی وہ دکھ سے کہنے لگی کہ عماد نے چہرہ موڑے آنکھیں زور سے میچیں۔

"کہا نا کہ اس بارے میں بات نہ کریں۔" مسکرانے کی سعی کرتا اس کے جھکے سر کو دیکھنے لگا جو یقیناً اب رو رہی تھی۔

"بس کریں اب کیوں رو رہی ہیں۔" اس کے رونے سے بے چین ہوتا چپ کروانے لگا۔

"آپ کر دیں انکار، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا آپ کے انکار سے اور نہ ہی آپ کو کوئی فورس کرے گا۔" جب رونے سے تھوڑا دل ہلکا محسوس ہوا تو اپنی آنکھیں اور

رخسار صاف کرتی وہ ہمت سے بولی جبکہ اس کی بات سنتا عماد حیرت زدہ سا اس کے رونے کی وجہ سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھنے لگا کہ کیا دماغ تو نہیں کہیں چلا گیا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ سے نکاح کرنے میں اور اگر میں انکار کر بھی رہا تھا تو اس کے پیچھے وجہ بھی تھی کہ۔۔۔۔۔" اس کے کہے الفاظ سے وہ ضبط سے کہنا شروع ہوا کہ بات ابھی مکمل بھی نہ ہوئی تھی جب گل کے الفاظ نے اسے ساکت سا کر دیا۔

"اور وہ وجہ یہ ہے کہ میں ایک بیٹی کی ماں ہونے کے ساتھ ساتھ طلاق یافتہ بھی ہوں، اور کیا وجہ ہو سکتی ہے آپ کے انکار کی کیونکہ جو آپ کہتے آئے ہیں ان سب باتوں کا کوئی جواز نہیں بنتا۔" اس کی بات سنتے ایک بار پھر آنکھیں اشک رواں کرنے لگیں اور وہ تلخی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی بولی جبکہ عماد تو جیسے کنگ کھڑا وہاں موجود ہی نہیں تھا۔

وہ ایسا کیسے سوچ سکتی تھی کہ اس فضول سی بات کو وہ وجہ بنائے گا، کیا اس نے کبھی اس کے طلاق یافتہ ہونے کی بات کی یا کبھی دعا کو ایسا محسوس کروایا کہ وہ ان سب کی

بیٹی نہیں۔

"آپ ہوش میں ہیں کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، آخر آپ کے ذہن میں یہ بات آئی بھی کیسے؟"ہوش میں آتے ہی وہ ڈھارا کہ اس کی ڈھار سنتے وہ سہم گئی۔

"ابھی بھی آپ انکار کر رہے ہیں نکاح سے تو میں یہی سمجھوں گی نا کہ آپ کو یہی اعتراض ہے، ظاہر ہے ایک طلاق یافتہ سے شادی کر کے کیوں اپنی جوانی برباد کریں گے اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ ایک بیٹی بھی ہے ساتھ۔"آج جیسے وہ نڈر ہوتی سارے حساب بے باک کرنا چاہ رہی تھی تبھی ہمت کرتی دوبارہ بولی جبکہ دل ہی دل میں اس کے رد عمل کا سوچتے وہ ڈر بھی رہی تھی۔

"جواب دیں! اب کیوں چپ ہیں آپ؟"اس کو ساکت دیکھتے وہ جیسے چلائی تھی جبکہ وہ تو اس کی سوچ پہ افسوس کر رہا تھا کہ اس کے انکار کو وہ اس طرح لے گی کبھی گمان میں بھی نہیں آیا تھا۔

"کوشش کیجئے گا کہ میرے سامنے نہ آئیں آپ۔"سرد و سپاٹ لہجے میں کہتا وہ بغیر اس کو دیکھے وہاں سے نکلتا چلا گیا جب کہ اس کی بے رخی پہ وہ وہیں فرش پہ بیٹھتی

چلی گئی اور عارضوں کو گرم سیال سے بھگونے لگی۔

"کیوں اللہ جی کیوں!" وہ پھوٹ پھوٹ کے روتی شکوہ کرنے لگی، اور وہ کرتی بھی کیا سوائے اللہ سے فریاد کرنے کے۔

"اسی سے ملنے جاتی تھی نا تو مجھ سے چھپ کے یہی ہے نا تیرا یار۔" کانوں میں جیسے سالوں پہلے کی آواز گونجنے لگی۔

"اسی سے نین ملاتی رہی ہے نا' اپنے اس یار سے پہلے ہی سیٹ تھی تو 'تو مجھ سے شادی کیوں کی۔" ساتھ ہی تھپڑ کی آواز گونجی۔

جیسے جیسے کانوں میں آوازیں آتی گئیں ویسے ویسے وہ ٹوٹتی خود کو ازیت دیتی رہی لیکن دوسری طرف بھی ازیت کم نہ تھی۔

کمرے سے باہر نکلتے ہی وہ اپنے کمرے میں گیا اور دروزہ دھاڑ سے بند کرتا اپنے بال مٹھیوں میں دبا گیا۔۔

بیڈ پہ بیٹھتے دراز سے سیگریٹ نکال کے اسے سلگایا لیکن جو جلن ابھی سینے میں محسوس ہو رہی تھی وہ جیسے بڑھتی جا رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیسے۔۔۔۔آخر کیسے وہ سوچ بھی سکتی ہیں یہ بات۔" کھڑے ہوتے دیوار پہ ہاتھ مارتے اس نے کرب سے کہا۔

"جادفع ہو جا یہاں سے جس کا گند پال رہی ہے۔" وہ آوازیں وہ الفاظ ابھی بھی اس کے کانوں میں سنائی دیتے تھے جب اسے اس کے نام کے ساتھ جوڑ کے بدنام کیا گیا یہاں تک کے اس شخص نے اپنی اولاد کو اپنا ماننے سے بھی انکار کر دیا۔

اچانک موبائل پہ کال کی رنگ سنائی دی جس پہ وہ متوجہ ہوا اور سر کا درد محسوس کرتے موبائل کو پاکٹ سے نکالا تو دیکھا کہ جہانگیر کا نمبر تھا۔

لمبی سرد آہ خارج کرتے اس نے اوکے کیا اور کان سے لگایا۔

"عماد! گھر پہنچ گئے؟" دوسری جانب سے جہانگیر کی مصروف سی آواز سنائی دی۔

"عماد۔۔۔۔!" جواب نہ ملنے پہ وہ پھر بولا۔

"جی لالہ پہنچ گئے۔" آنکھیں سختی سے میچتے اپنا لہجہ نارمل کرتے وہ بولا جبکہ اس کا دل کر رہا تھا کہ اپنی تکلیف کو وہ آنکھوں کے بہتے پانی سے نکال دے۔

"کیا ہوا ہے تمہیں، تم ٹھیک ہو؟" اپنے آفس میں بیٹھا اس کی آواز سنتا وہ پریشان

ہوتا اٹھا اور سامنے بیٹھے شخص سے ایکسکیوز کرتا سائیڈ پہ ہوا۔

"کچھ نہیں بھائی۔" وہ جب بولا تو لہجہ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"عماد بتاؤ میری جان میں سن رہا ہوں۔" اس نے پیار سے پوچھا کہ عمار کا ضبط جواب دے گیا اور تھکے ہارے انداز میں بیڈ پہ بیٹھتا تکلیف کو بہانے لگا۔

"عماد۔۔۔!" اس کے رونے پہ جہانگیر نے سرزنش کی۔

"میں تھک گیا ہوں بھائی، نہیں برداشت ہو رہا کچھ بھی، ان کی خوشیاں لوٹانا چاہتا ہوں لیکن نہیں کر پا رہا، مجھ سے نہیں ہو گا۔" کوشش کے باوجود وہ خود کو مضبوط نہ کر پایا۔

"وہ سمجھ رہی ہیں کہ مجھے ان کے طلاق یافتہ ہونے پہ اعتراض ہے، مجھے ان کا دعا کی ماں ہونے پہ اعتراض ہے بخدا ایسا نہیں ہے۔" آنکھوں سے روانی روکتے وہ ٹھہرتے ہوئے بولا۔

"مجھ سے نہیں ہو گا یہ نکاح۔۔۔" مزید جہانگیر کچھ کہتا جب عماد خود ہی کال کاٹ کے اپنا سر تھام گیا اور خود جو کمپوز کرنے لگا۔

بغیر تاخیر کیے جہانگیر نے کال بیک کی تو عماد نے ناچار اٹھالی۔

"کچھ دن پہلے دعا پوچھ رہی تھی کہ اس کے بابا کون ہیں؟ تب میں نے جواب دیا کہ وہ 'تمہیں' بابا کہے اور میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ تمہاری بیٹی کہلائی جائے صرف تمہاری۔۔۔" اس کے فون اٹھاتے ہی جہانگیر بولنا شروع ہوا۔

"اس نے جس انداز میں سوال کیا تھا تب میں خود جیسے بکھر گیا لیکن میرا جواب سنتے وہ جو چمک اس کی آنکھوں میں آئی جو خوشی میں نے اس کے چہرے پہ دیکھی وہ کبھی نہیں دیکھی تھی، عماد وہ شروع سے تمہیں اپنا باپ مانتی ہے وہ تمہیں ہی اپنے باپ کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہے کیونکہ ہم میں سب سے زیادہ پیار بھی تم نے ہی دیا ہے اس کو، تمہارے اس نکاح میں سب سے زیادہ حامی میں نے ہی بھری تھی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جو پیار و عزت ان کو تم دے سکتے ہو وہ کوئی بھی نہیں دے گا۔۔۔اور جو تم فضولیات سوچتے ہو کہ تمہاری وجہ سے وہ طلاق یافتہ ہے تو یہ ذہن سے نکال لو، اس سب میں اللہ کی رضا شامل تھی، تم بھی جانتے ہو اور باقی سب بھی کہ وہ شخص گل کو پہلے دن سے ہی عزت نہیں دیتا تھا

اوراس میں بھی اللہ کی رضا شامل ہے کہ وہ تمہارے ساتھ نکاح کے بندھن میں بندھنے والی ہے،اپنے دماغ سے ساری منفی سوچیں نکالواور ثابت کرو کہ اللہ نے اگر تمہیں ان دونوں کے لیے منتخب کیا تو تم اچھا انتخاب بنو۔" اپنے مخصوص نرم انداز میں وہ اسے سمجھاتا جارہا تھااور عماد خاموشی سے سن رہا تھا۔

"سن رہے ہونا میں کیا کہہ رہا ہوں۔" اپنی بات ختم کرتے جہانگیر نے رعب سے پوچھا۔

"جی سن رہا ہوں۔" ہلکی سی آواز میں منمنایا البتہ دل جیسے ہلکا ہو گیا تھا۔

"گل تمہیں بچپن سے پسند کرتی ہے اور یہ بھی مت بھولو کہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی اسے پسند کرتے ہو تو بغیر کوئی مزید ڈرامہ کیے نکاح کی تیاری کرو۔" آخر میں وہ مصنوعی سختی سے بولا لیکن شرارت کی رمک موجود تھی۔

"جی لالہ!" وہ اسودگی سے مسکراتا بولا تو جہانگیر اس کو مزید ایک دو ہدایت کرتا فون رکھ گیا۔

"اللہ مجھے ہمت دے اس سب آزمائش میں پورا اتروں۔" دل میں کہتا خود سے وہ

بیڈ پہ چت لیٹ گیا۔

جبکہ دوسری جانب وہ اپنی تکلیف کم کرنے کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریزہ ہوئی۔ دعا کے ماتھے پہ لب رکھتے وہ جائے نماز پہ بیٹھتی اپنے سکون کی طلب گار ہوئی۔۔۔

______________**

"مجھے تو لڑکوں کے اس قدم سے خوف ہی آرہا ہے، کیا ضرورت ہے اس سب کی کہیں اس سب میں وہ خود کا نقصان نہ کرلیں خدانا خواستہ۔" دادا جان کے کمرے میں اس وقت ان کے دونوں بیٹے عامر اور اظہر بیٹھے اپنے والد صاحب سے تبادلہ خیال کر رہے تھے جو قدم جہانگیر اور کیف نے اٹھایا تھا اس پہ۔

"ہاں بات تو سہی کر رہے ہو، جن سے الجھے ہیں وہ ہیں بھی الٹی کھوپڑی کے۔" دادا جان نے تائید کرتے کہا۔

"میں نے جہانگیر کو منع کیا تھا ایک بار کہ اس معاملے سے دور رہو صدقہ کر کے ان کے منہ پہ مار دو سب لیکن وہ اپنے باپ کا حق کبھی بھی چھوڑنے والا نہیں۔" عامر صاحب نے مزید بات کی تو باقی محض سر ہلا گئے۔

"بس اب دعا یہ ہے کہ اس سب میں گل کی زندگی متاثر نہ ہو، بہت مشکل سے اس کی زندگی نارمل ہوئی ہے اور اپنی بچی میں مصروف ہوئی ہے ورنہ تو وہ بکھر سی گئی تھی۔" داداجان نے افسردگی سے کہا جانتے تھے کہ اس سب کا تعلق گل کی سابقہ زندگی سے بھی تھا۔۔ اگر انہوں نے اس کی ذات پہ مزید کوئی بات کی تو وہ قانونی کارروائی کریں گے۔

"اب وہ پھر شہر جا کے بیٹھ گیا زرا احساس نہیں اس کو کہ یہاں ہم سب ملنے کو بے تاب ہوتے ہیں اور وہ وہاں سر کھپائی کرنے چلا جاتا، میں تو کہتا تو تمہاری دی جان سے کہہ کے اس کی بھی شادی کروائیں کم از کم گھر تو آئے گا نا ہفتے میں ایک بار ہمارے لیے نہ سہی بیوی کے لیے ہی سہی۔۔۔۔"

جہانگیر کے رویے سے وہ سخت عاجز آچکے تھے تبھی وہ سختی سے بولے۔ اسے گھر میں سکون ہی نہیں تھا، یہاں آتا بھی ایک دو دن پھر یہاں سے شہر جلا جاتا کام کا بہانہ کر کے۔۔

ان کو تو یہ بھی شک ہو چلا تھا کہ کہیں وہ گھر نہ بسا کے بیٹھا ہو جبکہ ان کی سوچ کا

معلوم ہوتے کیف کا ہنس ہنس کے برا حال تھا کہ 'آپ کا سڑو پوتا کہیں کر ہی لے شادی وہاں۔'

____________**

اس کے آفس میں بیٹھا وہ بہت مزے سے ٹانگ پہ ٹانگ جمائے پلیٹ سے بسکٹ اٹھاتا ایک کے بات ایک کھا رہا تھا جبکہ وہ کوفت سے اس آفت کو اپنے آفس میں کب سے بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

"کیف اب دفع ہو جا یہاں سے مجھے اور بھی کام ہیں۔" اس کو مسلسل ڈھیٹوں کی طرح بیٹھا دیکھ عاصم جھلا کے بولا۔

"تجھے کیا مسئلہ ہے ایک تو میں اپنی خوشی سلیبریٹ کر رہا ہوں اور تو مجھے باتیں کر رہا ہے۔" سیدھا ہو کے بیٹھتا وہ عاصم کو دیکھ کے خفگی سے گویا ہوا جبکہ بک ریک سے فائل ڈھونڈھتے عاصم نے مڑتے خطرناک گھوری سے نوازہ۔

"تین دن سے تیری خوشی ہی دیکھ رہا ہوں میں۔" وہ دانت پیستے بولا کہ کیف اپنی

بتیسی کی نمائش کرنے لگا۔

"ہاں تو تجھ پہ فرض ہے یہ سب دیکھنا۔" لٹھ مار انداز میں کہا کہ عاصم سر پیٹتا رہ گیا۔

"اتنا ٹائم ہو گیا ویسے اب تک تو آ گئی ہو گی ناوہ۔" دیوار گیر گھڑی کو دیکھتے کیف نے اضطرابی حالت میں کہا اور چیئر سے اٹھتا اپنی شرٹ کا کالر ٹھیک کرنے لگا۔

"آ گئی ہو گی۔" عاصم نے اس کی بات پہ توجہ دیئے بغیر کہا۔

"چل بتا کیسا لگ رہا ہے تیرا بھائی۔۔۔" بالوں کو سیٹ کرتے اس نے آبرو اچکاتے پوچھا۔

"پہلی نظر میں کوئی فدا نہیں ہونے والا۔" عاصم اس کی طرف مڑتے احسان کرنے والے انداز میں کہتا جلانے والی مسکراہٹ اچھالی۔

"چل اوکے میں چلتا ہوں۔" اس کو آنکھ دباتا کہہ کے آنکھوں پہ گلاسز لگاتا دلکش مسکراہٹ لیے اس کے آفس پہ نکلا۔ پیچھے وہ اس کے پھیلائے گند کو ٹیبل سے صاف کرنے لگا۔

آفس روم سے نکلتے وہ نظریں ادھر اُدھر گھمائیں راہداری سے چلتا ہوا ڈیپارٹمنٹ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سائیڈ پہ جانے لگا۔

ڈیپارٹمنٹ کے باہر بنی تین چار سیڑھیوں پہ چڑھتا وہ بے نیازی ظاہر کرتا جا رہا تھا جب اسے حیام نظر آ گئی جو گراؤنڈ کو کراس کرتے ادھر ہی آ رہی تھی۔

"میں نے اب کسی دن ان کو ایسا سنانا ہے لگ پتا جائے گا، جب دیکھو تنگ کرتے رہتے۔" یہ صنم تھی تو سخت جھنجلاہٹ کا شکار ہوئے شاید ارتسام کو کوس رہی تھی جس پہ حیام ہنس رہی تھی۔

سامنے دیکھنے کے بجائے حیام نے سر جھکایا تھا شاید وہ صنم سے ہنسی چھپا رہی تھی لیکن کیف کے قریب پہنچتے صنم نے اسے پہچان لیا۔

"حیام۔۔۔!" اب حیام اپنے بیگ سے موبائل نکال رہی تھی جب صنم نے ایک ٹھوکہ مارا۔

"ہوں۔" وہ ایسے ہی مصروف سی بولی جبکہ بیگ پہ جھکے ہونے کی وجہ سے اس کے تھوڑے بال دوپٹے سے نکلتے چہرے پہ بھی آ رہے تھے۔

"وہ کیف بھائی۔۔۔" صنم اس کا دھیان کیف کی طرف کروانے لگی کیونکہ صنم نے

دیکھ لیا تھا کہ کیف کا دھیان بھی ادھر ہے۔

"کدھر۔" اپنا سر اٹھاتی وہ پوچھنے لگی۔

"وہ سامنے۔" آنکھوں سے اشارہ دیا تو حیام نے چہرہ سامنے کی طرف کیا جہاں وہ ان دونوں کو دیکھتا مسکرا رہا تھا۔

"اپنے بیگ میں دیکھو کوئی ربن یا کیچر مل جائے، مجھے نہیں مل رہا بال باندھنے ہیں۔" کیف کو دیکھتے وہ جلدی سے بولی اور اس کی طرف قدم بڑھائے۔

"السلام علیکم! آپ یہاں؟" اس کے پاس پہنچتے حیام نے حیرت کا اظہار کیا۔

"وعلیکم السلام! جی میرا ایک دوست ہے یہاں بس اسی سے ملنے آیا تھا، آپ بتائیں کیسی ہیں آپ؟" قطعی انجان بنتا وہ بھی حیام کو دیکھتے حیرت کا اظہار کرنے لگا جب صنم بھی پاس آئی اور حیام کے ہاتھ میں کیچر پکڑا یا۔

"جی اللہ کا شکر ہے آپ بتائیں باقی سب کیسے ہیں؟" وہیں کھڑے اس سے حال احوال دریافت کر رہی تھی۔

"سب ٹھیک ہیں بس آپ کو یاد کیا جا رہا تھا۔" سب کا بتاتا وہ شرارت سے گویا ہوا

کہ حیام خجل سی مسکرادی۔

ابھی کیف کا ارادہ وہاں رک کے اچھی خاصی گفتگو کرنے کا تھا لیکن عین وقت پر لیکچر کی بیل ہو گئی جس پہ کیف اندر ہی اندر عاصم کو گالیاں دینے لگا کیونکہ اس کے مطابق یہ یونیورسٹی اس کی تھی اور یہاں کا ٹیچر بھی تھا وہ۔

"کلاس کا ٹائم ہو گیا۔۔۔" حیام نے بیل سنتے ہی آہستہ سے کہا تو کیف سر کھجا گیا۔

"ہاں جی! خیر آپ جائیں کلاس لیں میں چلتا ہوں بس دوست سے ملنے آیا تھا، ارتسام کو میرا سلام پیار دیجئے گا۔" الوداعی کلمات کہتے کیف جاتے جاتے صنم کو چھیڑ گیا، صنم اس اچانک افتاد پہ بوکھلا گئی اور محض سر ہلا گئی۔

کیف کے وہاں جانے کے بعد وہ دونوں کلاس کی جانب چل دیں۔

"سلام میں دے دوں گی تم پیار دے دینا۔" کلاس میں اینٹر ہوتے حیام نے دانت نکالتے کہا جس پہ صنم شرمانے کے بجائے دانت نکالتی 'ضرور' کہہ گئی۔

"بے شرم!" اپنی نشستوں پہ بیٹھتے حیام نے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

_________________**

"جہانگیر تمہارے داداجان کہہ رہے ہیں عماد کے نکاح سے پہلے پہلے یہاں پہنچو۔"
ابھی وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب اس کے فون پہ اظہر چاچو کی کال آئی، فون کو بلیو ٹوتھ سے کنیکٹ کرتے اوکے کیا جب سلام دعا کے بعد چاچو سنجیدگی سے کہنے لگے۔

"مگر مجھے ابھی کام ہیں بہت، اتنی جلدی نہیں آسکتا میں نکاح سے پہلے رات کو آجاؤں گا۔" اس کی بات سنتے وہ منانے والے انداز میں کہا لیکن دوسری جانب بھی جیسے ضد لگا کے بیٹھے تھے۔

"میں کچھ بھی نہیں سن رہا جہانگیر، اس جمعہ نکاح ہے تو کل تم یہاں آرہے ہو کسی بھی صورت۔" انہوں نے اٹل لہجے میں کہا کہ جہانگیر منہ بنا گیا 'بلیک میلنگ'۔

"چاچو یار سمجھیں۔۔۔" وہ بے بسی سے کہنے لگا۔

"وہاں جو بیوی بچے پال رہے ہو ان کو بھی ساتھ لے آنا۔" انہوں نے کہتے کال کاٹ دی۔

"حد ہے یار، طعنے دینے لگے ہیں اب۔" ان کی بات پہ وہ بڑبڑاتا گاڑی کا ٹرن لیتا

بلڈنگ کے پارکنگ ایریا میں داخل ہوا۔

گاڑی پارک کر کے وہ اپنا بیگ نکالتا گاڑی کو لاک کرتے باہر آیا، لفٹ میں اینٹر ہوتے اپنے فلور نمبر کا بٹن پش کیا۔

اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی اس نے لاؤنج میں پڑے صوفے پہ اپنا بیگ پھینکا اور اوپن کیچن میں گھس گیا۔

فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ایسے ہی منہ سے لگائی اور کاؤنٹر پہ رکھتے اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے لگا۔

گلاسز اتارتا اپنے روم میں گیا اور جا کے باتھ میں گھستے فریش ہونے لگا۔

چھوٹا سا اپارٹمنٹ دو کمروں، ایک کیچن پہ مشتمل تھا، ساتھ کمروں کے اٹیچڈ باتھ تھا، کھانا وہ اکثر خود بنالیتا یا کبھی کبھی باہر سے ایک آدھ بار چسکا لگا لیتا۔۔صفائی پسند وہ خود بھی تھا تو خود ہی سب سمیٹ کے رکھتا تھا۔

باتھ لے کے وہ نکلا تو موبائل پہ میسج شو ہو رہا تھا۔

مختصر سا جواب دیتے کبرڈ سے اپنی ٹی شرٹ نکالتا پہننے لگا۔

ٹی شرٹ نکالتے اس کی نظر وہاں پڑے فریم پہ گئی بے ساختہ ہی اس کو ہاتھ میں لیا اور مبہوت سا دیکھنے لگا۔

"کتنی بدل گئی ہو تم۔۔"فریم میں موجود ایک ننھی سی بچی کی تصویر تھی جسے دیکھتے وہ سرد آہ بھرتے بڑبڑایا،انگلیوں کے پوروں سے تصویر میں ہی اس کا گال چھوتے پوروں کو اپنے لبوں سے لگا گیا،چند پل ایسے ہی دیکھتے فریم کو واپس جگہ پہ رکھتے بیڈ پہ ڈھے سا گیا۔

"افف تھکن۔"اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کوئی ہو اور اس کا سر دبا دے لیکن ہائے رے قسمت۔

"چل جہانگیر کل پرسوں چلتے ہیں واپس پھر وہاں سے سر دبواتے ہیں اپنا۔"ایک جست میں اٹھتے اپنی تھکن کی پرواہ کیے بغیر وہ کیچن میں گھسا اور کھانے کے لیے کچھ بنانے لگا۔

نم بالوں میں ہاتھ پھیرتا کبرڈ سے کچھ تلاشنے لگا مطلوبہ چیز ملنے پہ اسے کاؤنٹر پہ رکھا اور فریج سے فریز قیمہ نکالنے لگا،قیمے کے پیکٹ کو پانی میں رکھتے اس نے دو تین آلو

پکڑے اور ان کو چھیلنے لگا۔

ساتھ ہی کچھ یاد آتے اپنے بیڈ روم میں گیا اور موبائل پکڑتے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہاں بول۔۔۔!" دوسری جانب سے فون اٹھاتے ہی پوچھا گیا۔

کاؤنٹر پہ موبائل رکھتے اس کا سپیکر آن کیا اور ساتھ ساتھ آلو کاٹنے لگا۔

"کہاں ہے ابھی، چلا گیا ہے یا ادھر ہی ہے؟" ساتھ ساتھ اب وہ آلو کو بھی دھو رہا تھا۔

"نہیں ابھی کہاں، تیری جیسی بیوی گھر میں موجود ہو تو انسان کہاں جائے، ویسے بھی اب سوچ رہا تھا کہ چلا جاؤں۔" اپنا کام مکمل کرتے وہ گاڑی کی طرف آتا ہوا بولا۔

"چل واپس کل چلے جانا ابھی آ جا یہ بیوی تیرے لیے کھانا بنا رہی ہے اور سنو آتے ہوئے تندور سے روٹیاں لیتے آنا ٹھیک ہے۔" تیزی سے ہاتھ چلاتے اب وہ قیمے کو پین میں ڈالتے اس پہ ڈھکن دیتا ساتھ ساتھ مصالحے بھی نکال رہا تھا۔

"یار کیا اب یہ بھی نہیں بنتیں تم سے۔" وہ کوفت سے کہتا گاڑی میں دھڑام سے بیٹھا۔

اس کو جواب دیئے بغیر جہانگیر نے کال کاٹی اور آلو کو الگ سے مصالحے ڈال کے بھوننے لگا۔

جب تک آلو بھون لیے تب تک قیمہ بھی اپنے پانی سے تیار تھا۔ نمک مرچ مصالحہ وغیرہ قیمے میں ڈالا اور اس کو بھوننے لگا، آلو بھی ساتھ ہی ڈال کے ان کو اکٹھا پکانے لگا۔

برتن سمیٹتے مصالحوں کو ان کی جگہ پہ رکھا تب تک دروازے پہ بیل بجی۔

"لا روٹیاں دے۔۔" اس کو دروازے پہ دیکھتے ہی جہانگیر نے ہاتھ آگے کیا۔

"اندر آنے دے ناشکری عورت دروازے پہ ہی بحث شروع کر دیتی ہو عجیب روایتی بیویوں والا رویہ۔" اس کو ہاتھ میں روٹیوں کا پیکٹ پکڑاتے وہ بے زار سا کہتا اندر آیا اور صوفے پہ پاؤں اوپر کرتا لیٹ گیا۔

کھانا ٹیبل پہ لگاتے کیف کو آواز دی تو فریش ہوتا اس کے ساتھ کیچن کے ایریے میں

آگیا جہاں چار کرسیوں کے ساتھ میز رکھا تھا۔

"واہ یار کھانا تو مزے کا بنا ہے۔" پہلا لقمہ لیتے ہی کیف تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔

"شکریہ۔۔۔!" اپنا حق سمجھتے اس نے سر کو خم دیتے وصول کی۔

کھانے سے فارغ ہوتے کیف تو روم میں آگیا اور موبائل میں لگ گیا جبکہ جہانگیر ابھی کیچن میں برتن دھونے لگا۔

"تیری بیوی کو بہت فائدہ ہوگا تیری وجہ سے، ساری گھرداری سیکھ لی ہے تم نے بھئی واہ۔" کیف اندر لیٹے لیٹے ہی اس کے سگھڑپن کی تعریف کرتا سراہ رہا تھا جبکہ اس کی بات سنتے جہانگیر تاسف سے سر نفی میں ہلانے لگا کہ یہ ہمیشہ یہی بکواس کرتا تھا یہاں آ کے بجائے اس کا ہاتھ بٹانے کے۔

"یہ کیا پڑھتا رہتا ہے تو تنگ نہیں آتا۔" جہانگیر کو کمرے میں آتا دیکھ وہ بک شیلف میں لگی کتابوں کو دیکھتے اشارہ کرنے لگا۔

"نہیں۔" ایک لفظی جواب دیتا وہ اس کے ساتھ ہی نیم دراز ہو گیا اور اپنا سر دبانے لگا۔

"سر میں درد ہے۔" کیف نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہوں۔۔" سر ہلا کے جواب دیا۔

"لا دبا دوں۔" کیف نے کہا تو جہانگیر بغیر دیر کیے اس کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا، کیف مسکراتا اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھتا دبانے لگا۔

"کوئی بات پریشان کر رہی ہے؟" کچھ توقف کے بعد کیف نے پوچھا لیکن جہانگیر کی طرف سے خاموشی ہی ملی۔ جھک کے دیکھنے پہ پتا چلا کہ وہ سو گیا تھا۔

کیف ہنستا بیڈ سے ٹیک لگاتے اس کا سر ہنوز دبانے لگا جانتا تھا کہ کسی پریشانی میں ہے لیکن بتائے گا نہیں۔

جہانگیر خود میں یہ پلس پوائنٹ رکھتا تھا کہ وہ اپنی پریشانی کسی کو بتاتا نہیں تھا جب تک وہ خود حل کرنے کی کوشش نہ کر لیتا۔۔

وہ اپنے کام خود کرنے کا عادی تھا، کسی کی شراکت داری کو وہ زیادہ دیر تک برداشت نہ کرتا جب تک اسے کام پسند نہ آجاتا، آصف رفاقت کی رحلت کے بعد اس نے خود کو خود تک ہی محدود کر لیا تھا صرف ضروری باتوں کے جواب دیتا زیادہ بولنا ویسے

بھی پسند نہیں تھا، کیف اس سے اپنی ساری باتیں شئیر کرتا تھا چاہے غم کی ہوں یا خوشی کی۔۔

اس کو سکون کی نیند سوتا دیکھ کیف نے اپنے موبائل کا کیمرہ آن کیا اور اس کے چہرے پہ انگلیاں پھیرتے ویڈیو ریکارڈ کرنے لگا، ویسے تو اس کے ہاتھ سفید اور صاف تھے لیکن جہانگیر کے منہ پہ مردوں والے ہی لگ رہے تھے۔۔

ویڈیو ریکارڈ کرنے کے بعد اس نے پانچ چھے اور تصاویر بنائی کچھ اس اینگل میں کہ جہانگیر کسی لڑکی کی گود میں سر رکھے ہوئے ہے، اپنی کارستانی مکمل کرتے سکون سے موبائل سائیڈ پہ رکھا اور جہانگیر کا سر آرام سے تکیے پہ منتقل کرتے خود بھی اس کے ساتھ لیٹ گیا جبکہ لبوں پہ شرارت بھری مسکان ہنوز برقرار تھی۔

_____________**

صبح کے تقریباً آٹھ بج رہے تھے، سورج تو اپنی جھلک دکھانے میں بھرپور کامیاب ہو رہا تھا لیکن بادل بھی اپنی جھلکیاں ہر تھوڑی دیر بعد سورج کے آگے آتے دکھا رہے تھے۔

"موسم بے ایمان لگ رہا ہے۔"گاڑی میں موجود خاموشی کو اصفحان نے بظاہر آسمان پہ تبصرہ کیا لیکن دیکھ وہ زوفا کو رہا تھا۔

"شاید۔۔"اس کی بات کو سمجھے بغیر وہ آگے کی طرف جھکی اور آسمان کو دیکھتی سادہ لہجے میں بولی۔

"باہر کی کون بات کر رہا ہم تو اندر کا حال بیان کر رہے ہیں۔"اس کے باہر دیکھنے پہ وہ چوٹ کرتا سنجیدگی سے بولا کہ سمجھتے وہ سرخ پڑ گئی۔

"آپ گاڑی چلائیں۔۔۔"اپنا ہاتھ اس کی گرفت میں آتے دیکھ وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"اور کر بھی کیا سکتے ہیں ابھی۔"ٹھنڈی آہ بھرتا وہ بولا کہ زوفا چہرہ دوسری جانب کرتی مسکراہٹ دبا گئی۔

"تھکن ابھی سے سو کے اتار لیں آپ۔"اس کے چپ ہونے پہ وہ پھر بولا کہ زوفا نے اس کے بازو پہ ہاتھ مارا۔

"آپ کتنے وہ ہیں۔"وہ خفگی سے کہتی اصفحان کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔

"کیا میں نے کیا کہہ دیا اب؟" انجان سادہ معصومیت سے بولا۔

"پتا نہیں۔۔!" کچھ نہ سوجتے وہ سرخ پڑتی چہرہ جھکا گئی جب اصفحان نے اس کے ہاتھ کو پکڑتے لبوں سے لگایا۔

"اداس تو نہیں ہیں؟" وہ مزید بات کرنے پہ آمادہ تھا کیونکہ وہ سفر باتوں میں گزارنا چاہ رہا تھا کہ زوفا بور نہ ہو۔

"نہیں۔۔۔!" اس کو دیکھے بغیر ہی اس نے جواب دیا اصفحان سمجھ گیا کہ وہ واقعی اداس ہے۔

"ادھر آئیں یار، اداس تو نہ ہوں آپ۔" بازو پھیلاتے اس نے زوفا کو اپنے قریب آنے کا اشارہ دیا تو اس کے کندھے پہ سر رکھ گئی۔

"اس میں میرا کوئی بس نہیں۔" وہ بھرائے لہجے میں بولی کہ اصفحان نے گاڑی کی سپیڈ سلو کردی۔۔ ابھی وہ شہر کی حدود سے نکل آئے تھے تو سڑک ابھی خالی ہونے کے برابر تھی۔

"جانتا ہوں لیکن اس طرح اداس ہونے سے تو کچھ نہیں ہوگا، آپ روز اپنی ماما سے

بات کر سکتی ہیں ہاں لیکن یہ ہے کہ روز جا نہیں سکتی وہاں کیونکہ سفر بہت ہے اور ممکن بھی نہیں۔

گھر میں دادی جان اور میرے علاوہ کوئی ہوگا بھی نہیں حیام بھی بہت دنوں بعد آتی ہے لیکن آئم شیور کہ آپ ان کی کمپنی میں بور نہیں ہونگی۔" اس کے گرد حصار باندھے وہ نرمی و محبت سے کہہ رہا تھا اور وہ اس کے بازو پہ اپنی انگلیاں پھیر رہی تھی جس پہ اصفحان کو عجیب سی گدگدی کا احساس ہو رہا تھا جبکہ اس کی حرکت پہ لبوں پہ مسکراہٹ در آئی تھی۔

"نہ کریں پھر آپ کو شکوہ ہوگا۔" مسلسل اس کی حرکت پہ وہ معنی خیز سے بولا کہ وہ ناسمجھی سے اصفحان کو دیکھنے لگی۔

"کچھ نہیں، مسکراتی رہا کریں اداس اچھی نہیں لگتیں۔" اس کے ماتھے پہ اپنا لمس چھوڑتے وہ محبت سے بولا کہ ایک شرمگیں مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کیا۔

________________**

دن جلدی سے گزر رہے تھے کہ حویلی میں عماد اور گل کے نکاح کی تیاریوں میں سب بوکھلائے پھر رہے تھے، رات کو جہانگیر بھی آچکا تھا گاؤں میں اور اب اپنے کمرے میں سویا نیند پوری کر رہا تھا جس کا کہنا تھا کہ ہڑبڑی میں بلانے کا یہی انجام ہے کہ وہ تین دن کے کام ایک دن میں نپٹا کے آیا تھا اور اب اپنی تھکن ایسے سو کے اتار رہا تھا۔

گھر میں شور شرابہ ہر جگہ تھا کہ حویلی کی پہلی شادی تھی چاہے نکاح کی رسم ہونی تھی بس وہ بھی سادگی سے لیکن وہ اپنے چاہ پورا کرنا چاہتے تھے سارے۔

"لالہ کہاں ہے؟" عماد گھر میں داخل ہوتا ملازم سے پوچھنے لگا۔

"خان سائیں وہ تو کمرے میں سو رہے ہیں۔" وہ مؤدب سا جواب دیتا اس کے اشارے پہ چلا گیا جب عماد تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر کی جانب بڑھنے لگا۔

اچانک رستے میں اس کو رکنا پڑا ورنہ زبردست قسم کا تصادم ہو جاتا۔

"عماد۔۔۔!" اچانک گل کے سامنے آجانے پہ وہ ایک دم سے گھبرا گئی اور اس کا نام پکار بیٹھی جبکہ اس کے پکارنے پہ عماد کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی اور

ایک گہرا سانس بھرا۔

"بات سنیں۔" اس کو آگے بڑھتے دیکھ وہ سرعت سے روک گئی۔

"مصروف ہوں ابھی۔"

اس کو نظرانداز کرتے وہ اوپر کی جاب جانے لگا جب اس کے الفاظوں نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

'لہجوں میں ٹپکتی ہے بے رخی

مصروفیات تو بس اک بہانہ ہے'

"ابھی میں حق نہیں رکھتا آپ کے شکووں کا جواب دینے گا۔" بغیر مڑے وہ کہہ رہا تھا جبکہ گل اس کی بات سنتے اندر سے بجھ سی گئی۔

اس کے نہ بولنے پہ عماد مسکراتا اوپر کی باقی سیڑھیاں طے کرتا وہاں سے بائیں جانب مڑ گیا۔

"پاگل کہیں کی۔"

______________**

"لالہ۔۔۔!"کمرے میں اس کا استقبال اندھیرے اور سیگریٹ کی خوشبو نے کیا۔
اندر قدم رکھتے اس نے مین لائیٹ جلانے کے بجائے سائیڈ ٹیبل پہ موجود سائیڈ لیمپ آن کیا تو تھوڑی سی سنہری کرنیں کمرے میں پھیل گئیں۔

"لالہ۔۔۔!"پھر پکارتا وہ اس کے پاس سائیڈ پہ بیٹھ گیا اور کمر پہ اپنا سر ٹکا دیا ایسے کہ وہ بنا شرٹ کے الٹا لیٹا تھا اور وہ سیدھا ٹانگیں نیچے کیے اس پہ سر رکھے پڑا تھا۔

"لالہ یار اٹھیں بات سنیں میری۔"اس کو ٹس سے مس ہوتے نہ دیکھ اس کا کندھا ہلا کے اٹھانے لگا۔

"ہوں۔۔۔ سونے دو یار۔"وہ سیدھا ہوتے بڑبڑایا۔

"بات سنیں ایک ضروری بات کرنی تھی۔"زبردستی اس کو اٹھاتے وہ تھوڑا متفکر سا ہوا۔

"ہاں کہو کیا بات تھی۔"آنکھیں مسلتا وہ اٹھ بیٹھا اور زبردستی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگا اور اپنے سامنے بیٹھے عماد کو دیکھنے لگا۔

"یار میں نے بتایا تھا کہ ڈیرے پہ کوئی چھیڑ خانی کر رہا ہے کل رات میں نے وہاں خدا بخش کو رکنے کا کہا تھا اس نے کسی اجنبی کو دیکھا تھا وہاں جو ہمارے گاؤں کا نہیں تھا، مجھے شک ہے کہ کہیں وہ اپنے آدمیوں کو نہ بھیج رہے ہوں کیونکہ پچھلے دنوں یہاں کیف کام کرتا رہا تھا اور کچھ ضروری ڈاکیومنٹس بھی تھے اس کے پاس تو ہو سکتا ہے۔۔۔"عماد نے سنجیدگی سے بات شروع کی، کل رات بھی کوئی ان کے ڈیرے پہ آیا تھا اور خدا بخش کے مطابق وہ اندر کمروں میں گھسنے کی کوشش بھی کر رہا تھا لیکن زراسی آواز پہ وہ بھاگ گیا۔

لیکن حیرت کی بات ان کے لیے یہ تھی کہ وہاں ایسا کچھ نہیں پڑا ہوتا تھا جس کی وجہ سے وہاں کوئی واردات کی جاتی اور عماد نے وہاں ایک بار خود اپنی نگرانی میں سب چیک کیا تھا۔۔ تو کیوں وہاں بار بار کوئی چکر لگا رہا تھا۔۔

"مجھے یہ کوئی اور بات لگتی ہے،اس کی فکر نہ کرو دیکھ لیں گے بعد میں اس کو بھی۔"جہانگیر نے اس کو ریلیکس کرنا چاہا کیونکہ جانتا تھا کہ وہ جلدی ٹینشن لے لیتا تھا لیکن ویسے بھی اس بارے میں جہانگیر کے مطابق کوئی فکر کی بات نہیں تھی وہ

آرام سے بعد میں بھی اس معاملے کو دیکھ سکتے تھے۔

"تم ابھی اپنے نکاح کی تیاری کرو جو پرسوں طے پایا گیا ہے اور مجھ پہ خوامخواہ ظلم کر کے یہاں بلایا گیا ہے، اگر جانا ہے تو لائٹ بند کر جانا اگر نہیں جانا تو پھر بھی لائٹ بند کر دینا۔" اس کو تسلی دیتا وہ پھر سے سونے کی تیاری میں تھا۔

عماد کی بات سنتے جہانگیر کے زہن میں کچھ کھٹکا تھا لیکن وہ اس سوچ کو جھٹک گیا کہ ابھی وہ کسی کو بھی پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس کو دوبارہ سوتا دیکھ عماد کندھے پہ ہاتھ تھپکتے اٹھا اور جان بوجھ کے روشنی کو ایسے ہی چھوڑتا چلا گیا پیچھے اس نے جہانگیر کی غصے سے بھری آواز ضرور سنی تھی جو اس کو صلواتیں سنا رہا تھا۔۔ جانتا تھا کہ اندھیرے میں سونے کی عادت تھی لیکن جان بوجھ کے وہ ایسے ہی نکل آیا۔

______________**

"آپ دلہا بنو گے؟" ابھی وہ عماد کے کمرے میں موجود اس کے بیڈ پہ چڑھی بلیک فراک پہنے بالوں کی حسب معمول اونچی پونی کیے اشتیاق سے پوچھتی اپنے پاؤں

جھلا رہی تھی۔

"ہاں جی!"اس کے سنہری بالوں پہ لب رکھتے مسکرا کے بولا اور اپنے کپڑے دیکھنے لگا جو نکاح میں پہننے کے لیے تیار ہو کے آئے تھے۔

"تو ماما دلہن بنیں گیں اور آپ دونوں کی شادی ہو گی۔"مزید اوپر چڑھتے اس کے موبائل کو فری دیکھتے پکڑتے اس کا لاک کھولا اور گیم نکال لی۔

"ہاں جی۔"کپڑوں کو وارڈروب میں ہینگ کرتے اس کی طرف مڑتے جواب دیا جو اب نظریں موبائل پہ مرکوز کیے کھیلنے میں مصروف تھی۔

"بری بات گڑیا! آپ اپنا ٹائم لے چکی ہیں۔"اس کے ہاتھ سے نرمی سے موبائل لیتے وہ سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"میں تھک گئی ہوں۔"وہ ناک بھوں چڑھا کے بولی کہ اسے کھیلنے دے۔

"کوئی بات نہیں ہم باتیں کر لیتے ہیں مل کے پھر آپ بور نہیں ہو نگی۔"اس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھتے محبت سے گویا ہوا تو دعا اپنی جگہ سے اٹھتے اس کی گود میں آ کے بیٹھ گئی اور ہاتھوں کی انگلیوں کو کھولنے لگی۔

"میں اب آپ کو بابا کہوں گی۔" اس کے ہاتھ میں اپنی چھوٹی انگلیاں دیکھتے وہ سادہ لہجے میں پوچھنے لگی۔

"آپ کو کیا اچھا لگے گا؟" جواب دینے کے بجائے وہ اس سے رائے لینے لگا۔

"میں۔۔۔۔۔ بابا کیونکہ آپ میرے بابا ہیں۔" وہ ایک پل کے لیے سوچتی پھر چہک کے بولی۔

"کیونکہ بڑے ماموں (جہانگیر) نے بھی کہا تھا کہ آپ میرے بابا اور ماما بھی کہہ رہی تھیں کہ آپ کو بابا کہا کروں عماد نہیں۔" وہ جیسے سمجھدار بنی اس کو سمجھا رہی تھی جبکہ آخر پہ وہ منہ بنا گئی۔

"ماما نے بھی کہا تھا؟" اس کی آخری بات پہ حیران ہوتا وہ اس کے جھکے سر کو دیکھنے لگا جواب اس کی طرف ہو کے بیٹھ گئی تھی۔

"آں ہاں!" وہ تائید کرتی سر ہلا گئی۔

"اور کیا کیا کہتی ہیں آپ کی ماما۔۔۔؟" اب وہ مزے سے پوچھنے لگا کہ جانے تو سہی کہ محترمہ کے کیا خیالات ہیں۔

"انہوں نے کہا کہ میں آپ کو بابا کہوں، آپ کی شادی ہو گی، آپ دلہا بنے گیں اور پھر ہم آپ کے ساتھ یہاں رہیں گے۔" وہ آرام آرام سے اس کی انگلیوں پہ گنواتی بتا رہی تھی جبکہ وہ دلچسپی سے سن رہا تھا۔

"اور۔۔۔" وہ مزید پوچھنے لگا۔

"آپ کے کمرے میں سوئیں گے، آپ مجھے سکول چھوڑ کے آئیں گے۔" پہلی بات مزے سے بتاتی آخر پہ پھر منہ کے زاویئے بگاڑ گئی۔

جس پہ عماد قہقہہ لگا اٹھا۔

"اور۔۔" اس نے مزید جاننا چاہا اور دعا کو باہوں میں بھرتے نیم دراز ہو گیا جس پہ وہ اس کی شیو پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔

"اور آپ ہم سے بہت پیار کریں گے۔" وہ چہک کے بولتی اس کی گال پہ لب رکھ گئی جبکہ دعا کے 'ہم' کہنے پہ وہ دلکشی سے مسکرا اٹھا۔

"پھر بے بی بھی آئے گا؟" دلہا دلہن کی شادی کا سوچتے وہ الجھی سی اپنی بات پہ آئی کہ ان کی بھی تو شادی ہو رہی تھی۔

اس کی بات سنتے جہاں عماد سٹپٹایا وہیں اندر آتے کیف نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا۔

"میری شادی پہ بھی یہی سوال کرنا دعا قسم سے جو مانگوں گی دوں گا۔" اس کو عماد کی گود سے اٹھاتے وہ شدت سے اس کی گال چوم گیا کہ کھلکھلا اٹھی۔

"آپ بھی دلہا بنیں گے؟" اب وہ کیف سے پوچھنے لگی جبکہ عماد کیف کی بے تکی فرمائش پہ گھور کے رہ گیا۔

"ہاں بس تمہارے بابا نے پہلے کرنی تھی تبھی میری لیٹ ہو رہی ہے۔" وہ جیسے ہمدردی بٹورنے لگا۔

"بکواس نہ کر اس سے۔" کیف کو فضول ہانکتے دیکھ عماد نے ٹوکا۔

"سچی بات ہے یار بکواس کہاں کر رہا ہوں۔" دعا کو باہر لے جاتے وہ باآواز بڑبڑاتا ہوا نکلا۔

________________**

اپنا کام کرتی وہ کیچن میں آگئی کہ کچھ کھانے کو مل جائے، فریج کھول کے دیکھا تو اندر رات کا سالن پڑا تھا لیکن روٹیاں نہیں تھیں، سالن ہی غنیمت جانتے اس نے فریج

سے گوندا ہوا آٹا نکالا اور ایک روٹی کا پیڑا بنا کے رکھا اور ساتھ ہی سالن کو پلیٹ میں نکالتے اسے اوون میں رکھا۔

گرم گرم توے سے روٹی اتار کے اپنی ٹرے تیار کرتے وہیں کیچن میں بیٹھ گئی چیئر پہ کھانا کھانے۔

ابھی پہلا نوالہ اس نے توڑا ہی تھا جب وہ سلام کرتا اندر آیا اور لاؤنج صحن میں کسی کو نہ پاتے وہ سیدھا کیچن میں آگیا اس کا نوالے والا ہاتھ ابھی منہ کے قریب ہی تھا جب پیچھے سے وہ فرصت سے جھکتا اس کی گال پہ بوسہ دیتے اس کو ساکت چھوڑے ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کیا اور نوالہ اپنے منہ میں رکھ لیا۔

"السلام علیکم !"نوالہ کھاتے ہی اس کے ساتھ کرسی لگائے وہ بیٹھ گیا جبکہ وہ پہلے تو اس کی آمد پہ حیران تھی کہ یہ بندہ گھر میں گھستا کیسے ہے اس سے فارغ نہیں ہوئی تھی کہ اس کو ساکت کر دیا اپنے لمس پہ۔

"ہیلو کہاں چلی گئی۔۔۔؟"دوسرا نوالہ لیتے اس کے سامنے ہاتھ لہرانے لگا کہ کہیں اسے سامنے پا کہ خوشی سے صدمے میں نہ چلی گئی ہو۔

"جج۔۔۔جی وعلیکم السلام!" ہوش میں آتے جواب دیا اور اپنی روٹی کی طرف دیکھا جس کو وہ دو نوالوں سے آدھی کر گیا تھا پھر ساتھ بیٹھے اپنے خاوند صاحب کو جو شاید آفس سے سیدھا یہی ٹپک پڑے تھے۔ہلکی سرمئی رنگ کی شرٹ ساتھ نیوی بلیو پینٹ،ماتھے پہ بال بکھر چکے تھے،وہ فریش تو نہیں البتہ جاذب ضرور لگ رہا تھا۔

"ارتسام یہ میں۔۔۔" ابھی وہ اپنی روٹی کو آدھا دیکھتے صدمے سے کچھ کہنے والی تھی کہ وہ بول پڑا۔

"میرا نام لے رہی ہو پھر میں نے کچھ "کہا"کیا" تو شکوہ کرو گی۔"اس کی بات مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ ایک نوالہ بناتا اس کے منہ میں ڈال گیا،اپنے لفظوں پہ زور دیتے جتاتے ہوئے تبصرہ کیا کہ وہ کچھ بول نہ پائی۔

اپنے سائز کا نوالہ کھلاتے اس کو پھندا ہی لگ گیا اور کھانسنے لگی،ارتسام نے سرعت سے گلاس میں پانی نکالا اور اس کے لبوں سے لگایا باقی بچا ہوا پانی خود پی گیا جبکہ وہ اب بھی حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ میں نے اپنے لیے بنائی تھی اور آپ کھا بھی گئے۔"اس کو آخری نوالہ بناتے

دیکھ وہ منہ بنا کے بولی جب وہی نوالہ اس کے منہ کے قریب کیا۔

"میں اکیلا تو نہیں کھا گیا تم بھی کھا رہی ہو۔" صاف اشارہ اس کے چلتے منہ کی طرف تھا جو وہ نوالہ نگل رہی تھی اس کے الزام پہ وہ تڑپ گئی۔

"یہ گن کے دو نوالے تھے میرے۔" وہ احتجاجاً بولی، اس کے پاس سے اٹھتے اب وہ فریج کی طرف گئی اور اس سے باقی کا آٹا بھی نکالنے لگی، وہ جان گئی تھی کہ اسے بھوک لگی ہے۔

"تو میں کون سا دس کھا گیا میرے بھی دو ہی تھے۔" گلاس کو لبوں سے لگاتا وہ بے نیاز ہو کے بولا۔

"ہاتھی جتنا نوالہ توڑ کے کھائیں گے تو یہی لگے گا۔" تین بار میں ہی روٹی ختم کرنے پہ وہ طنزیہ بولی اور توے پہ روٹی ڈالی۔۔

"تمہاری چڑیا جتنی خوراک ہے تبھی اتنی کمزور ہو تم میں تو اچھا خاصا کھاتا ہوں۔" اس کے سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتے بھرپور شرارت سے بولا تو وہ سرخ پڑ گئی۔

"پہلوان بن کے آنا میرے پاس۔" اس کے جواب نہ دینے پہ وہ پھر تنگ کرنے پہ آمادہ ہوا کہ گھور بھی نہ سکی۔

خاموشی سے اس کے آگے روٹیاں رکھتے ساتھ سالن بھی گرم کرنے لگی جب ارتسام نے منع کر دیا کہ یہی کافی ہے۔

"امی ابو کہاں ہے؟" اس نے بات شروع کی۔

"امی کی میڈیسنز ختم ہو گئی تھیں تو ابو کے ساتھ چیک اپ کروانے گئے ہیں آتے ہونگے تھوڑی دیر تک۔"

اپنی کرسی زرا فاصلے پہ کرتے بیٹھنے لگی جب ارتسام نے پھر سے اپنے قریب کر دی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ دیا تو وہ چپ چاپ آ کے بیٹھ گئی۔

دونوں نے کھانا شروع کیا اور ایسے ہی صنم سے اس کی پڑھائی کا پوچھنے لگا۔

"آج آف تھا؟" اپنے سے قدرے وہ چھوٹا نوالہ بناتے اس کے منہ کے قریب کیا کہ اس کو ایک نظر دیکھتی جھجک کے منہ کھولا۔

"ہممم۔" وہ محض سر ہلا گئی۔

"عماد کے نکاح پہ جانا ہے ؟انوائٹ کیا ہے اس نے۔" ایک نوالہ خود کھاتا پھر دوسرا اس کے منہ میں ڈالتا جو وہ بغیر بحث کیے کھا رہی تھی۔

"آپ کھائیں میں کھا رہی ہوں۔" اس کو پھر سے چھوٹا نوالہ بناتے دیکھ وہ کہنے لگی لیکن وہ ان سنی کرتا اس کو کھلا گیا۔

"بتاؤ۔۔۔؟" اپنے سوال کی جانب متوجہ کروایا۔

"میں نہیں جا پاؤں گی نکاح کے اگلے دن میری کلاسز ہیں اور شاید جلدی واپس بھی نہ آیا جائے۔" کھانا ختم ہوتے اس نے جواب دیا اور ٹیبل سے برتن سمیٹنے لگی۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہم لیٹ آجائیں گے واپس۔" سکون سے بولتا اس کے اٹھنے سے پہلے ہی ہاتھ پکڑ کے بٹھا دیا۔

"لیٹ کب واپس آئیں گے پھر صبح جایا بھی نہیں جائے گا تھکن کی وجہ سے، بعد میں حیام کی شادی پہ تو جانا ہی ہے۔۔ ویسے آپ نے جانا ہے تو چلے جائیں میں نہیں جا پاؤں گی۔" اپنے ہاتھوں کو دیکھتی وہ جواز پیش کرنے لگی۔

اس کی واقعی کلاس تھی اور واپسی پہ آدھی رات ہو جانی تھی پھر صبح ہوش کہاں آنا

تھا یونیورسٹی جانے کا۔ بلایا تو اس کو بھی تھا گل نے لیکن وہ سوچ رہی تھی کہ حیام کی شادی پہ جائے گی اب۔

"اگر اکیلے ہی جانا ہے تو میں بھی نہیں جا رہا تم ہوتی تو سفر اچھا گزر جاتا میرا۔" کرسی سے ٹیک لگاتا اس کے ہاتھ چھوڑتا بولا۔ صنم موقع غنیمت جانتی برتن سمیٹنے لگی۔

"اگر میں جاتی تو آپ نے مجھے بس تنگ ہی کرنا تھا سارے رستے۔" سنک میں برتن رکھتے وہ منہ بنا کے شکوہ کر گئی۔

"تنگ کہاں کرتا ہوں پیار کرتا ہوں میں تو۔" دونوں بازو سر کے پیچھے فولڈ کرتے وہ مزے سے بولا تو صنم سر جھٹک گئی۔

"جمعہ کی نماز کے بعد نکاح ہے، جلدی آجائیں گے مان جاؤ اب۔" کرسی سے اٹھ کے اس کے پیچھے آتا جیسے جانے پہ اسے اکسا رہا تھا، اس کے اچانک پیچھے کھڑے ہونے پہ صنم کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔

"میں حیام سے پوچھ کے بتاؤں گی۔" فیصلہ کرتی سائیڈ سے نکلنے لگی جس ارتسام نے رستہ روک لیا، اچانک رستہ روکنے پہ وہ گھبرا گئی اور بے ساختہ ہی کیچن کے

دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

"ارتسام! امی آجائیں گی۔" اس کے بازو پہ ہاتھ رکھتے وہ باہر کی جانب دیکھتے بولی۔

اگر نظارہ ہے منظور خستہ حالوں کا

تو آؤ کھول دیں جوڑا تمہارے بالوں کا

اس کے بے ترتیب سے کیے جوڑے کو کھولتے اس کے بال بکھیر گیا اور مسکراتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"جب میں آؤں تو بال کھلے رکھا کرو، اچھے لگتے ہیں مجھے۔" بالوں کی شریر لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے وہ فرمائش کرنے لگا جس پہ صنم کے چہرے پہ تیزی سے سرخی پھیلنے لگی۔

"اب مجھے کیا پتا کہ آپ کب آتے ہیں۔" مسکراہٹ دبا کے بولتی آنکھیں گھما گئی کہ اس کی ادا پہ ارتسام نے لمبی سانس بھری۔

"جب دیکھو کہ آگیا ہوں تو کھول لیا کرو، تمہیں دیکھ کہ فریش ہو جاتا ہوں۔" ہلکا

ساہنس کے کہتا اس کے ماتھے پہ اپنے لبوں سے لمس چھوڑنے لگا۔

______________________**

"بتاؤ یار جانا ہے کہ نہیں کیونکہ امی نے اجازت دے دی ہے انہیں تو وہ جانے پہ فورس کر رہے ہیں۔" رات میں اپنے کمرے میں سٹڈی ٹیبل پہ نوٹس ریوائز کرتے ارتسام کے اچانک میسج آنے پہ وہ حیام کو کال کرتے اب اس کے ارادے جان رہی تھی کہ اگر وہ جانا چاہ رہی تھی تبھی وہ جائے گی۔

ویسے تو سب کے ساتھ اس کی پہچان ہو گئی تھی لیکن اسے عجیب لگتا اگر حیام نہ جائے اور وہ چلی جائے، ارتسام کو عماد نے خود انوائیٹ کیا تھا نکاح پہ اور باقاعدہ اصرار کر رہا تھا آنے پہ تبھی وہ صنم کو بھی جانے پہ آمادہ کر رہا تھا۔

"کنفرم نہیں یار، لالہ تو کہہ رہے ہیں آجاؤ تھوڑی دیر کے لیے لیکن اتنا سفر کون کرے۔" ہوسٹل روم میں اپنے پلنگ پہ بیٹھے وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"تمہارے بھائی کر لیں گے' صبح سے دس بار پوچھ چکے ہیں مجھ سے کہ بتاؤ جانا! جانا!۔" اپنی کرسی سے اٹھتے وہ منہ بنا کے بولی اور چلتی ہوئی کھڑکی کے قریب آئی۔

"چلو میں کل کنفرم بتاتی ہوں تمہیں۔" اپنی کتابیں سمیٹتی وہ سونے کی نیت سے لیٹتی ہوئی بولی اور الوداعی کلمات کہتے کال کاٹ گئی۔

پلکوں کو عارضوں پہ گراتے اچانک ایک چہرہ آنکھوں کے پردوں پرے لہرایا تو پھٹ سے آنکھیں کھول گئی۔

"پاگل۔۔۔!" خود کو سرزنش کرتے دوبارہ سے بستر پہ لیٹ گئی۔

________________**

اگلے دن حیام نے بتادیا کہ اصفحان لالہ نے کہہ دیا تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے آجاؤ پھر شام ہونے سے پہلے چلے جانا واپس جس پہ وہ حامی بھر گئی۔

پہلے تو اصفحان نے کہا کہ وہ خود لینے آجائے گا لیکن ارتسام کے آنے کا سنتے اصفحان نے انہیں کے ساتھ آنے کی ہدایت دے دی۔

صنم تو پھر بھی راضی نہیں تھی بس اسی لیے کہ وہ حیام کے رشتے دار ہیں جس پہ ارتسام نے کہا کہ وہ اس کی بیوی بن کے جائے گی نا کہ کسی دور کی رشتہ دار بن کے۔

ارتسام کے ساتھ وہ دونوں جمعرات کی شام ہی گاؤں پہنچ گئیں تھیں تاکہ صبح آرام

سے وہ اصفحان کے ساتھ نکلتے یہاں سے۔

ابھی کھانے سے فارغ ہوئے تھے اور اپنے کمروں میں آرام کرنے کے بجائے ارتسام اصفحان کے ساتھ حویلی سے باہر چہل قدمی کے لیے گیا تھا اور تینوں لڑکیاں حویلی کی پچھلی سائیڈ پہ گئی تھیں۔

"تیاری مکمل ہے کیا جانے کی؟" حیام نے زوفا سے پوچھا جس پہ وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"ایک منٹ۔" موبائل پہ اصفحان کی کال آتے زوفا ان کو ایکسکیوز کرتی زرا سائیڈ پہ ہوئی۔

"جی۔۔"!

"زوفا ملازم سے کہیں چائے بنا دے اور روم میں لے آئیں۔" دوسری جاب سے وہ سنجیدہ سا بولا شاید وہ واپس آ گئے تھے باہر سے۔

"جی میں ابھی بنا کے لاتی ہوں۔" وہ کہہ کے کال رکھنے لگی۔

"نہیں آپ نہیں کسی کو کہیں وہ بنا دیتا ہے۔"

اس نے انکار کیا تو زوفا کا دل بجھ گیا کہ وہ اس کے ہاتھ کی چائے نہیں پیے گا کیا کیونکہ ابھی تک اس نے یہاں کوئی کام نہیں کیا تھا تو ابھی موقع ملتے ہی وہ شوق سے چائے بنانے والی تھی لیکن اصفحان کے انکار نے اس کو اداس سا کر دیا۔

"میں کیوں نہیں؟" منہ بنا کے بولی لیکن شاید دوسری جانب غور نہیں کیا گیا تھا۔

"آپ کیوں بنائیں گی کیچن میں موجود ہیں نا وہ بنا لیں گے۔" اس کے لہجے کو سمجھے بغیر وہ نارملی بولا۔

"میں اچھی چائے بناتی ہوں۔" وہ جیسے آمادہ کرنے پہ تھے۔

"میں نے کب کہا کہ آپ بری بناتی ہیں۔" وہ شاید اس کی بات کرنے کا انداز سمجھ گیا تھا تبھی مسکرا کے کہنے لگا۔

"تو میں بنا لیتی ہوں چائے۔" وہ پھر سے کہنے لگی۔

"آپ کیوں بنائیں گی آپ کسی کو کہہ دیں کیچن میں جا کے بس اور میرے پاس روم میں آ جائیں۔" مسکراتا کہتا بیڈ پہ نیم دراز ہوا جبکہ زوفا ابھی بھی منہ بنائے ہوئی تھی کہ وہ اس کے ہاتھ کی بنی چائے نہیں پی رہا تھا۔

"اچھا جلدی سے چائے لے آئیں۔"اس کے موڈ کو سمجھتا وہ جان بوجھ کے جلدی سے کہہ کے کال کاٹ گیا۔

"بنا لیتی ہوں چائے ان کو کون سا پتا چلے گا۔"خود سے بڑبڑاتی وہ حیام اور صنم کو شب خیر کہتی کیچن میں چلی گئی۔

خوش قسمتی سے وہاں ابھی کوئی ملازم نہیں تھا تو خود ہی چائے بنانے لگی۔ جلدی سے چائے بناتے وہ کپ میں انڈیلتی اپنے کمرے میں جانے لگی جب رستے میں ارتسام مل گیا۔

"بھابھی!"اس کی آواز سنتے وہ رک گئی اور استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"صنم کہاں ہے؟"اس کے بے چین ہو کے پوچھنے پہ زوفا مسکرا دی جب ارتسام کو اپنی جلد بازی کا احساس ہوا تو سر کھجا گیا۔

"وہ اصل میں میری کچھ چیزیں اس کے پاس ہیں تو وہ لینی تھیں۔"وہ جلدی سے بولا تو زوفا نے پچھلی سائیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

ارتسام کے جاتے زوفا چائے لیے اپنے کمرے میں داخل ہوئی جہاں ملگجا سا اندھیرا

پھیلا ہوا۔

"کیا اتنی جلدی سو گئے۔" کمرے کی لائٹ بند دیکھتے وہ سوچتی اصفحان کی سائیڈ آئی اور وہاں چائے کا کپ رکھا۔

"آپ سو گئے ہیں کیا؟"

"نہیں انتظار کر رہا تھا آپ کا۔" اس کا انتظار کرتے وہ نیم دراز تھا پوچھنے پہ وہ اٹھ بیٹھا تو زوفا بھی پاس ہی بیٹھ گئی۔

"جی لے آئی ہوں چائے۔" وہ چائے کی طرف اشارہ کرتے بولی جب اصفحان اس کا ہاتھ تھامتا لبوں سے لگا گیا۔

"اب چائے کی نہیں چاہ کی ضرورت ہے۔" اس کے ہاتھ سے چوڑیاں اتارتے ہوئے وہ مخمور لہجے میں کہتا زوفا کے چہرے پہ سرخی بکھیر گیا۔

_________________**

دن کے دس بج رہے تھے جب وہ لوگ مکمل تیاری کے ساتھ رفاقت خان کی حویلی میں جانے کے لیے روانہ ہوئے۔

ان کے گاؤں سے عماد کے گاؤں کا اتنا فاصلہ نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ جلدی پہنچ گئے تھے بانسبت باقیوں کے۔

لڑکے تو سب کو ڈراپ کرتے خود ڈیرے پہ روانہ ہو گئے کیونکہ مرد حضرات وہیں پہ موجود تھے، لڑکیاں سب ملازم کی ہدایت پہ داخلی دروازے کی طرف بڑھیں جب سب خواتین نے وہاں ان کا والہانہ استقبال کیا جب دعا ان سب کو خوشی سے دیکھتی ملنے لگی کہ دو دو دلہنیں گھر آئی تھیں اور آج سب سے مزے والی بات تھی کہ اس کی ماما خود دلہن بن رہی تھیں اس کے عماد کی۔

"آپ کو پتا ادھر بھی دلہن ہے!" وہ زوفا کا ہاتھ پکڑتے اس کو جیسے راز کی بات بتانے لگی۔

"اچھا وہ کون ہے؟" وہ مصنوعی حیرت کا اظہار کرتی پوچھنے لگی جب دعا نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اپنی گل ماما کا نام لیا۔

پھر ایسے ہی وہ حیام کے اور صنم کے کان میں جا کے سرگوشی کرتے راز والی بات بتا کے آئی۔۔۔

"ان کے دلہے نہیں آئے؟" وہ تائی جان کے پاس بیٹھتی صنم اور زوفا کو دیکھتے پوچھنے لگی کہ آج اکیلی ہیں یہ۔

"آئے ہیں ناوہ آپ کے عماد کے پاس ہیں۔" اماں بیگم کی بانسبت تائی جان نرم گو تھیں کافی جبکہ اماں بیگم تھوڑی سنجیدہ طبیعت کی مالک تھیں۔

" جاؤتم سب گل کے پاس چلی جاؤ ابھی روم میں ہو گی وہ۔"تائی جان نے تینوں لڑکیوں کو گل کے روم میں بھیج دیا جہاں وہ تیار ہو رہی تھی۔

"ماشاءاللہ چشم بدور!" زوفااندر داخل ہوتی سرخ لباس میں ملبوس گل کو دیکھتی بے ساختہ کہہ اٹھی کہ وہ جھینپ گئی۔

"مجھے یہ بہت اوور لگ رہاہے۔" ان سب سے ملنے کے بعد گل نے بہت دھیمے لہجے میں کہا کہ یہ رنگ اس کو بہت شوخ اور اوور لگ رہا تھا۔

"دلہن یہی پہنتی ہے۔" زوفانے گھور کے کہا۔

"ہاں مگر میں ایک بیٹی کی ماں بھی ہوں مجھے اچھا نہیں لگ رہا اتنا زیادہ تیار ہونا۔" گل نے وضاحت دی کہ باقیوں نے افسوس سے اس کی بات سنی۔

"پاگلوں جیسی باتیں نہ کریں بھابھی۔" حیام نے آگے بڑھتے اس کا دوپٹہ صحیح کرتے کہا کہ بھابھی سنتے وہ گلنار ہوگئی، اب وہ عماد کے نام کے ساتھ جانی جائے گی۔

"اس کی بیٹی کی 'ماما' کی پہلی بار شادی ہو رہی ہے اور دعا کے عماد کے ساتھ ہو رہی ہے تو کوئی شوخ رنگ نہیں یہ، بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ۔" حیام نے واضح الفاظ میں باور کروایا کہ وہ دعا کی ماما پہلی بار دلہن بن رہی ہیں تو ایسے الٹے خیالات نہ سوچیں۔

"مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے بہت۔" اب کی بار وہ آہستہ سے منمنائی کہ صنم سنتے ہنسنے لگی جب حیام کے ساتھ ساتھ زوفا اور گل نے بھی نا سمجھی سے دیکھا۔

"مجھے بھی بہت ہوئی تھی لیکن ہائے کیا کہہ سکتے۔" اپنے ہنسنے کی وضاحت دیتی وہ سرد آہ بھر گئی۔

"ہاں تمہیں بھی اچھے سے تجربہ ہوگا اس گھبراہٹ کا۔" زوفا نے موقع دیکھتے معنی خیزی سے چوٹ کی جس پہ وہ خجل سی ہوگئی۔

"ایسی بھی بات نہیں اب۔" وہ ناک بھوں چڑھاتے اترا کے بولی کہ تینوں اس کو

عش عش کرتے دیکھنے لگیں۔

"ہاں اس سے اوپر کی بات ہے کل رات ارتسام بھائی بہت بے چین ہو رہے تھے اس کو ملنے کے لیے تبھی مجھے ہوشیاری سے وہاں سے بھیج دیا۔" اب کی بار حیام نے بھی حصہ لیا تو صنم نے اس کے بازو پہ ہاتھ مارا تو سب اس کی حالت پہ ہنسنے لگی۔

"ماشاءاللہ اللہ نظر بد سے بچائے میری بچی بہت پیاری لگ رہی ہے۔" اماں بیگم اندر آتے گل کو پیار کرتے کہا اور باقیوں کو اشارہ کیا کہ مولوی صاحب آ گئے ہیں اس کو گھونگھٹ کر دیں۔

مرد بھی سب مہمان خانے میں آ گئے تھے اور دادا جان نے نکاح شروع کرنے کا کہا، پہلے دادا جان خود گل کے پاس آئے اور اس کے ماتھے پہ شفقت بھرا بوسہ دیتے نکاح نامے پہ دستخط لیے جبکہ اندر گل کے علاوہ باقی خواتین کی موجودگی پاتے جہانگیر باہر دروازے پہ ہی کھڑا رہا۔

دستخط کرتے گل نے دل میں ہزار بار اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی خوشیوں کی دعا کرتے اپنے سارے جملہ حقوق اپنی خوشی سے من چاہے ہمسفر کے نام کر دیئے۔

وہ اس سے بچپن کی محبت کی دعوت دار تھی لیکن وقت نے اس کو اتنی مہلت ہی نہ تھی کہ وہ اپنے محبوب سے اس بات کا اعتراف کرتی۔

جب دادا جان باہر گئے تو گل کو سب چھیڑنے لگیں کہ وہ ان کی باتوں پہ مسکائے جا رہی تھی جبکہ دعا بھی عماد کے ساتھ تھی، سب سے زیادہ خوشی ہی دعا کو تھی کہ وہ اپنے ماما بابا کی شادی دیکھ رہی تھی۔

عماد سے نکاح نامے پہ دستخط لیے اور سب کی مبارک باد وصولتے اس نے شدت سے دعا کو سینے میں بھینچتے ماتھے پہ بوسہ دیا۔

"میری بیٹی۔" اس بات کا جتنا شکر ادا کرتا کم تھا کہ اللہ نے اسے ایک خوب سیرت بیوی کے ساتھ ایک بہت پیاری بیٹی سے نوازا تھا۔

"ادھر آ عماد مبارک ہو ہم دونوں سے پہلے معارکہ مار لیا ساتھ بیٹی کا باپ بھی بن گیا۔" کیف اس کے قریب آتے بغیر کسی کی پرواہ کیے اس کی گال کو چومتا شرارت سے بولا کہ اس کی بات پہ سب ہنس دیئے۔

جبکہ دعااب خوشی سے کھلکھلاتی جہانگیر کی گود میں چڑھ گئی کیونکہ اس کے بابا کو دوستوں نے گھیر لیا تھا۔

گاؤں کے کافی بڑے لوگ جمع تھے توکل کو عماد کے ساتھ نہیں بٹھایا گیا تھا سب عورتوں اور مردوں کا الگ انتظام کیا گیا تھا۔

"یہ کچھ دن پہلے انکار کر رہا تھا اب دیکھو دانت اندر نہیں جا رہے۔" جہانگیر نے شرارت سے کہا تو عماد قہقہہ لگا اٹھا۔

"میں یہ کہنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کروں گا کہ میرا دماغ ٹھکانے لگانے میں سب سے بڑا ہاتھ جہانگیر لالہ کا ہے۔" وہ محبت سے کہتا جہانگیر کے گلے ملا جس وہ بڑے بھائیوں کی طرح اس کا کندھا تھپکنے لگا۔

"بڑا بھائی ہوں تو میرا فرض بنتا تھا کہ تمہیں سمجھاؤں ورنہ آج ہماری دعا کیسے اتنا خوش ہوتی کہ اس کے بابا دلہا بنے ہیں۔" جہانگیر نے محبت پاش لہجے میں کہتے دعا کو گود میں اچھالا۔

"ہاں اب دعا گڑیا تم سے کہا کرے گی کہ آپ کا بے بی کدھر ہے۔" اصفحان نے پاس آتے چھیڑا تو عماد کے ساتھ ساتھ باقی بھی ہنس دیئے۔

"یہ بات ٹھیک کی ہے، جب سے آیا ہوں کوئی تین دفع مجھ سے پوچھ چکی ہے کہ آپ کا بے بی نہیں آیا۔" ارتسام بھی بے چارگی سے بولا کہ اصفحان اور ارتسام دونوں سے وہ بہت بار پوچھ چکی تھی کہ آپ کی دلہن آئی ہیں تو بے بی نہیں آیا۔ ارتسام تو ایک بار کہہ اٹھا کہ 'پہلے میری بیوی میرے پاس آجائے پھر وہ اس سے پوچھ کے بتا دے گا۔'

شام ہوتے ہی ارتسام ان سے اجازت لیتا اصفحان کو بتاتا حیام اور صنم کو لے کے روانہ ہوا، دی جان نے تو خوب ڈانٹا بھی کہ یہ کوئی وقت ہے واپس جانے کا جس پہ وہ دونوں بے بسی سے منہ بناتے بتانے لگیں کہ کل ضروری کلاس ہے ورنہ وہ ضرور رکتیں یہاں۔

اصفحان ارتسام کو بزنس کے سلسلے میں بھی جانتا تھا، ایک دو بار پہلے بزنس میٹنگ میں ان کی ملاقات ہو چکی تھی تبھی وہ حیام کو اس کے ساتھ بھیج دیتا تھا آسانی سے

اور صنم بھی ساتھ ہی ہوتی تھی تو اصفحان کو کوئی پریشانی نہیں تھی ان کے ساتھ آنے جانے میں۔

شام ہونے تک جب گاؤں کے مہمان روانہ ہوئے تو عماد کے ساتھ گل کو لا کے بٹھایا کیونکہ اب بس گھر کے لوگ تھے یہاں۔

زوفا نے دادی جان سے جانے کا پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ دی جان نے جانے سے انکار کر دیا ہے اسی لیے وہ آج یہی رکنے والے تھے۔۔

"میں تو کپڑے نہیں لائی آپ کے بھی اور نہ ہی اُن کے۔" اس کی بات سنتے وہ بے بسی سے بولی۔

"کوئی گل نہیں اسی دے دواں گے کپڑے۔" اس کی بات سنتے دی جان نے رعب سے کہا جس پہ وہ مسکرا دی۔

"جی دی جان۔" ابھی وہ ان کے پاس ہی بیٹھی تھی کچھ وہ ان سے ڈرتی بھی تھی تو دادی جان اس کی شکل دیکتھیں ہنس دی۔

"کوئی خوشخبری نہیں آئی؟" زوفا سامنے بیٹھے عماد اور گل کو مسکرا کے دیکھ رہی

تھی جب دی جان نے دوبارہ زوفا کو مخاطب ہوتے پوچھا۔

ان کی آواز آہستہ تھی لیکن دادی جان کے پاس کھڑے اصفحان نے بھی سنی۔

"ابھی تو شادی ہوئی ہے پھر ان شاءاللہ اللہ نے چاہا تو جلد ہی اس کی گود بھی ہری کر دے گا۔" دادی جان اس کی شرم وحیا دیکھتی خود ہی اس کی مشکل آسان کی کہ وہ ان کو مشکور نظروں سے دیکھنے لگی جب وہ آگے جھکتی اس کے پیشانی پہ بوسہ دے گئیں۔

______________**

جب سے گل عماد کے بیٹھی تھی تب سے عماد نے ایک بار بھی اس کو مخاطب نہیں کیا تھا، یہاں آتے وقت گل نے ایک نظر اٹھا کے عماد کو دیکھا تھا جو ہمیشہ کی طرح سفید شلوار سوٹ میں ملبوس تھا، بالوں کو خوبصورتی سے سیٹ کیے وہ دلکشی سے مسکرا رہا تھا۔۔

تھوڑی دیر بعد اس کے آرام کی خاطر دی جان نے زوفا کو ہدایت دی کہ اسے عماد کے کمرے میں چھوڑ آئے۔اب وہ عماد کے کمرے میں اس کی بنی بیٹھی اللہ کی بے

حد مشکور تھی۔

ابھی وہ چینج کرنے کا سوچ رہی تھی کیونکہ دعا کو کھانا کھلا کے پھر سلانا بھی تھا، تبھی اس نے سوچا کہ وہ چینج کر لے، بیڈ سے نیچے قدم رکھتی وہ ابھی کھڑی ہوئی ہی تھی جب عماد کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔

سامنے کھڑی گل کو سراپا نظروں میں بساتے وہ پل بھر کو مبہوت وہیں پہ ٹھہر گیا کیونکہ آج اس کی تیاری واقعی قابل تعریف تھی۔ گل اس کو ایسے کھڑے دیکھ گبھراتی ہوئی آنکھیں پلکیں اٹھاتے سامنے کھڑے اپنے شوہر کو دیکھنے لگی۔

اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے وہ پلکوں کی باڑ گراتے اپنے ہاتھوں کو آپس میں مسلنے لگی کہ کیا کہے اب اسے۔

"کیسا لگ رہا ہے؟" تھوڑی دیر گزرنے کے بعد عماد کی سنجیدہ سی آواز سنائی دی جب گل نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"جی۔۔۔؟"

"میں نے پوچھا کیسا لگ رہا ہے مسز عماد بن کے۔" اب کی بار وہ قدم قدم اٹھاتا اس

کے قریب آتے اس کی جانب جھکتے سرگوشی میں پوچھنے لگا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرسراہٹ سی ہوئی۔

"سکون مل رہا ہے۔" کچھ توقف کے بعد وہ مسکرا کے بولی تو عماد نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"کتنا۔۔؟" اس کے آپس میں پیوست گلابی مرمری ہاتھوں کو دیکھتے پوچھا جہاں مہندی سے پھول بوٹے بنائے تھے۔۔

"شکر الحمدللہ!" جواب دینے کے بجائے کتراتی ہوئی اپنے حنائی کانپتے ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھامتی اپنے لبوں سے لگاتی عقیدت سے نم آنکھوں سے لگا گئی۔

خِزاں کا دور تیری بے رُخی کو کہتے ہیں

بہار تیری توجہ کا نام ہے جاناں

عماد نے دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ اوپر کرتے تھوڑا اور قریب ہوتے اس کی نم پلکوں کو پورے استحاق سے اپنے لبوں سے چھویا۔

"شش! نہ روئیں۔" اس کو روتا دیکھ وہ نرمی سے اپنے حصار میں لیتے کہنے لگا کہ اس

کے رونے میں روانی آگئی۔

"گل بس کریں اب۔"مزید پلوں میں جب وہ سیلاب بہانا بند نہیں ہوئی تو عماد نے پھر سے کہتے بالوں پہ لب رکھے۔

"میں سمجھوں کہ آپ کو میں پسند نہیں اور غم میں آنسوں بہا رہی ہیں۔"اس کے سینے میں چھپی اس کی قمیض کو آنسوں سے تر کر رہی تھی جب چپ کروانے کو عماد نے شرارت سے کہا۔

"بالکل بھی پسند نہیں آپ مجھے، بالکل بھی نہیں۔"بھرائی آواز میں کہتی اس کے سینے بازوؤں پہ ہاتھ مارنے لگی کہ عماد ہنستا حصار تنگ کر گیا۔

"آرام کریں ابھی دعا کو بھیجتا ہوں آپ کے پاس تب تک چینج کر لیں میں ابھی دوستوں کے پاس ہوں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"اس کو خود سے الگ کرتے پیار سے ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ تھامتے کہا تو وہ آنسوں پونچھتے سر ہلا گئی۔

"خیال رکھیں اپنا، تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"صبیح پیشانی پہ اپنے لبوں سے مہر ثبت

کرتے کہا تو مسکراتے سکون سے آنکھیں موند گئی۔

-------*--------

"حیام کی شادی جلدی کریں گے کیا؟"اس کے کندھے پہ سر رکھے وہ اصفحان کو لیپ ٹاپ پہ کام کرتا دیکھتی آہستہ سے کہنے لگی کیونکہ اب وہ اپنے گھر والوں کے علاوہ حیام سے دور ہو کے بھی اداس ہو گئی تھی، بے شک اس سے زیادہ ملاقات نہیں ہوئی تھی مگر دو تین دن بھی جب وہ رہتی تھی تو وقت اچھا گزرتا تھا۔

"ہمارا تو ارادہ نہیں تھا لیکن اب دی جان نے تاقید کی ہے کہ وہ تین ماہ میں ہی شادی کر دیں گے اب دیکھو کیا ہوتا۔"لیپ ٹاپ پہ انگلیاں چلاتے وہ مصروف سا بولا تو بس ہمم کرتی رہ گئی۔

"آپ کیوں اداس ہو گئی ہیں؟"اس کے اداس چہرے کو دیکھتے وہ ہلکا سا مسکرا کے بولا۔

"بس ایسے ہی حیام کے دور جانے کا سوچتے اداس ہوں وہ ہم سے دور ہو جائے گی

ابھی تو میں نے اس کے ساتھ باتیں بھی کرنی تھی اتنی۔" ایسے ہی وہ اداس سی بولی جبکہ اس کے لہجے سے اصفحان محسوس کر رہا تھا جیسے اس کو نیند آئی ہے۔

"یہ بھی بات ہے ابھی آپ تھک گئی ہیں تو سو جائیں میرا ابھی کام ہے تو میں باہر جہانگیر کے پاس چلا جاتا ہوں آپ لائٹ آف کر لیں۔" اس کو سونے کی ہدایت کرتا وہ اپنا لیپ ٹاپ لے کے اٹھتا بولا جب زوفا نے شرمندگی سے اسے روکنا چاہا۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں آپ کریں کام میں ٹھیک ہوں۔"

"کوئی مسئلہ نہیں آرام کریں۔" ماتھا چومتا وہ سلیپرز پہنتے باہر نکل گیا۔

زوفا اس کے جانے کے بعد روم کی لائٹ ہلکا کرتی سونے کے لیے بستر پہ لیٹ گئی اور میٹھی نیند کے مزے لینے لگی۔

____________**

جہانگیر کو نیچے نہ پا کے وہ ملازموں سے پوچھتا اوپر چھت پہ آگیا جہاں وہ کھڑا سیگریٹ سلگا رہا تھا۔۔

منڈیر کے قریب کھڑا وہ رات کے اس سناٹے میں رات کی تاریکی کا ہی حصہ لگ رہا

تھا، اصفحان تاسف سے اس کے شغل کو دیکھتا وہیں موجود چارپائی جہانگیر کے قریب بچھاتے وہ اسے پہ ٹانگیں اوپر کیے ڈیوائس سے لیپ ٹاپ کنیکٹ کرنے لگا۔

"اتنی رات کو کیا گہری سوچیں تمہیں گھیرے ہوئے ہیں کہ میری آمد کی خبر ہی نہ ہوئی تمہیں۔" اصفحان کی سنجیدہ آواز پہ وہ چونک کے مڑا اور مسکراتا اس کے پاس آیا۔

"نہیں کسی گہری سوچ میں نہیں تھا بس ایسے ہی کھڑا تھکن اتار رہا تھا۔" پاس بیٹھتے سگریٹ کو پاؤں تلے مسلتے وہ سرد آہ بھرتا ہوا کہنے لگا تا جہانگیر نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔

"تم بتاؤ کیسی گزر رہی ہے زندگی۔" اس کے سامنے ہی نیم دراز ہوتا وہ ٹانگیں نیچے لٹکائے پوچھنے لگا۔

"اللہ کا شکر ہے بہت اچھی جا رہی ہے۔" لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھاتا وہ اس کو دیکھتے سکون سے بولا تو جہانگیر نے دل میں دعا دی۔

"تم نے صبح جلدی چلے جانا ہے تو ابھی سو جاتے خوامخواہ یہاں کیوں کھڑے تھے۔" آنکھیں موندیں وہ گہری سانسیں کھینچ رہا تھا جب اصفحان نے کہا۔

"ہاں بس تھوڑی دیر میں جاتا ہوں، تم گھر جا کے کام کر لیتے یہاں کیوں اس کو ساتھ کے آئے بھابھی کو ٹائم دیتے۔" مسلسل لیپ ٹاپ پہ جھکا دیکھ وہ بھی بدمزہ ہوتے بولا اور چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

رات کے اس پہر گاؤں میں تو ویسے بھی سردی کا احساس جاگ اٹھتا اب تو پھر سردیوں کی آمد تھی۔ بدن پہ ٹھنڈی ہوا کی لہریں محسوس کرتا وہ لمبی سانس لیتا ایک نظر آسمان کی طرف دیکھتا واپس اصفحان کو دیکھنے لگا۔

"وہ سو رہی ہیں تو اوپر آ گیا، یہاں سے جاتے میری میٹنگ ہے ایک ضروری اسی لیے کیف سے یہ لے کے کام کر رہا ہوں۔" لیپ ٹاپ کو بند کرتا اب وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور جہانگیر کے ساتھ ایسے ہی چھت کی منڈیر کے قریب چکر لگانے لگا۔

دور سے ٹڈیوں جانوروں کی آوازیں رات کے سناٹے میں وہ بھی گاؤں میں ایک سحر طاری کرتی تھیں۔۔ان کی آوازیں کبھی الجھن تو کبھی موسیقی لگتیں، جب تک

یہ آوازیں نہ سنائی دیتی گاؤں میں ایسا لگتا ہی نہیں کہ رات ہو ہو گئی، رات کی تاریکی کا جیسے اہم حصہ ہوں یہ۔

"پریشان لگ رہے ہو۔" اس کے ساتھ چلتے اصفحان نے خاموشی توڑی تو اس نے یکلخت اصفحان کو دیکھا۔

"ایسا نہیں ہے زیادہ نہ سوچو۔" وہ اس کی بات کی نفی کرتا اب سر جھکاتا اپنے قدم اٹھاتے پاؤں کو دیکھنے لگا۔

"سوچ نہیں رہا تمہیں دیکھ رہا ہوں تمہارے اٹھے ہوئے قدموں کو۔" اسی کے تعاقب میں وہ نظریں اس کے چلتے قدموں کو دیکھتے بولا جس پہ وہ ہنس دیا۔

"پتا کیا جب میں نے قدم اٹھایا تو میں نے آگے نہیں اپنے قدم کو دیکھا اور جب میں وہ قدم جما چکا تب میں نے اپنے قدم کو نہیں اس قدم اٹھانے کے مقصد کو دیکھا جو ہموار نہیں تھا۔" آہستہ سے کہتے پہلے اس نے اپنے پاؤں پہ نظریں جماتے قدم اٹھایا اور پھر زمین پہ رکھتے سامنے دیکھنے لگا۔

"اسی طرح مجھے میری منزل بھی تاریک نظر آئی لیکن جب میں انہیں قدموں کو

لیتے آگے بڑھتا گیا صبح کا سورج طلوع ہونے کی نوید ساتھ ہی ملتی گئی۔" مسکرا کے کہتا اس نے اصفحان کو دیکھا جو آگے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اور مجھے امید ہے کہ سورج طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی ہر سوں پھیلتی روشنی کو بھی ضرور دیکھوں گا۔" نرم لہجہ اس کی خاصیت رہی تھی لیکن تب جب وہ موڈ میں ہوتا ورنہ وہ ایسے بات بھی نہ کرتا تھا۔

"چل اب میں چلتا ہوں، تم بھی آرام کرو صبح کرنا کام۔" اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا وہ شب خیر کہتا سیڑھیاں اترنے لگا۔

اس کی باتوں پہ اصفحان مسکراتا نفی میں سر ہلاتا تھوڑی دیر وہیں بیٹھے کام کرتا نیچے کمرے میں چلا گیا۔

___________**

عماد روم میں آیا تو دعا کے ساتھ ساتھ گل بھی خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی، اس پہ محبت بھری نظر ڈالتا اہنا نائٹ ڈریس لیے چینج کرنے چلا گیا فریش ہو کے واپس آتے دوسری سائیڈ پہ لیٹتے دونوں کی طرف کروٹ لے گیا۔۔

اپنے کمرے میں ان دونوں کی موجودگی ایک الگ سکون بخش رہی تھی، ان دونوں کا اضافہ جیسے کمرے کو رونق بخش گیا۔ یہ سب سوچتے قلب نے اپنی رفتار پکڑی کہ وہ لمبا سانس کھینچ کے رہ گیا۔

سرخ و سپید رنگت لیے وہ بے حد حسین لڑکی تھی اور عمر میں اس سے چار سال بڑی بھی لیکن عماد کے سامنے وہ اس کی ہم عمر لگتی۔ دعا نے سنہری بال اسی سے چرائے تھے ہلکی براؤن شہد آنکھیں اوپر پلکوں کا پہرہ، آنکھوں سے آنکھیں ملاتی تو لگتا کہ ابھی اسی شہد کی ندی میں غوطہ زن ہو جاتا، ستواں کھڑی ناک خوبصورت گلابی رنگ پنکھڑیاں، گل کو نہیں معلوم تھا لیکن جب وہ عماد کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی تو عماد خود پہ ضبط کرتا کہ اس کو بتائے وہ ایسے دیکھتی کتنی پیاری لگتی تھی، قد کاٹھ بھی کافی خوبصورت تھا۔ اس کی پھپھو بھی حسین تھیں بہت لیکن گل نے اپنی خوبصورتی اپنے باپ سے چرائی تھی۔

عماد نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ گل کو کبھی ایسے زندگی میں شامل کرے گا، اس نے تو کبھی یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس کی محبت کا طلب گار بنے گا۔۔

اس کی عارضوں پہ پلکیں گرائے بند آنکھوں کو دیکھتا بے خود ہونے لگا کہ آج وہ مکمل اس کی دسترس میں تھی اس کی بن کے۔

دھڑکنوں کے بے ترتیب ہونے پہ بے ساختہ ہی عماد نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا۔ آج بھی اسے یاد تھا جب اس نے گل کو روتے دیکھا، برستی آنکھوں سے موتی بہاتی عماد کا دل لے ڈوبی تھی تب عماد نے خود کو سرزنش کی کہ وہ اس سے بڑی ہے اور شادی شدہ بھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ دل اپنے قدم پیچھے لینے کے بجائے وہ آگے کی منزلیں طے کرنے لگا، پھر جانے وہ چاہت پیار اور پیار سے محبت کب بنی لیکن عماد کا دل پہ کوئی بس نہ تھا۔

دعا شروع سے ہی اس کی گود میں کھیلی تھی، وہ صرف اس کی ہی نہیں کیف جہانگیر کی بھی بیٹی تھی۔ تینوں ایک سے بڑھ کے پیار کرتے تھے۔

اس کے ننھے سے نقوش کو چومتے وہ مسکرا رہا تھا اور نیند میں خلل محسوس کرتے وہ کسمساتی اپنی ٹانگیں سیدھی کرتی اس کی ٹانگ پہ رکھ گئیں، اس کی معصوم سی حرکت پہ اپنی طرف کروٹ دلاتا اپنے بازو پہ سر رکھ گیا۔

تھوڑا آگے جھکتے گل کے ماتھے پہ لب رکھتے، شدت سے دعا کے گال پہ پیار کرتے سکون سے آنکھیں موند گیا اپنے رب کا شکرادا کرتے۔

______________**

اپنی کلاس میں داخل ہوتے خاموشی محسوس کرتی حیام نے نا سمجھی سے سامنے بیٹھی صنم کو دیکھا کیونکہ وہ آج پہلے ہی آچکی تھی۔

حیام کے دیکھنے پہ صنم نے آنکھوں سے کلاس کے پیچھے اشارہ کیا حیام نے اشارہ ملنے پہ نا سمجھی سے دیکھا تو وہیں سٹل ہو گئی کہ آج یہاں کیسے ان کی تو کلاس نہیں تھی۔

سر عاصم کی موجودگی میں سب سے پہلے اس نے رسٹ واچ میں ٹائم دیکھا تو اپنی غلطی معلوم ہوئی اور تھوڑی دیر بعد ملنے والی سزا بھی پہلے معلوم کرلی اس نے خود۔۔

تبھی وہ "ائم سوری سر! میں جارہی ہوں۔" کہتی دروازہ کھولنے لگی جب اس کی سرد آواز پہ رک گئی۔

"کسی نے کہا آپ سے باہر جانے کو؟" کلاس کے آخر میں وہ آخری کرسی پہ بیٹھا

ٹانگ پہ ٹانگ جمائے ہوئے تھا جبکہ اتنا سنجیدہ وہ پہلے ہی ہینڈ سم تھا آج گرے شلوار سوٹ وہ کچھ زیادہ ہی لگ رہا تھا، آنکھوں پہ گلاسز کا پہرہ ہنوز برقرار تھا۔

"جی سر۔۔۔!" وہ مڑتے پوچھنے لگی۔

"جی۔۔۔۔؟"اس کے لفظ کو دہراتا وہ آبرو اچکا کے پوچھنے لگا۔

"آئی مین نو سر۔۔" وہ جلدی سے اپنی تصیح کرتی ہاتھ سے دوپٹہ کے کنارے کو ناخن سے کھڑوچنے لگی۔

"تو پھر کس کی اجازت سے آپ یہاں سے روانہ ہونے والی تھیں؟"بغیر اپنی نظروں کا زاویہ تبدیل کرتے آنکھوں میں سرد مہری لیے وہ پوچھنے لگا۔

" کبھی تو مسکرالیا کریں۔" وہ دل ہی دل میں منہ بنا کے بڑبڑائی کہ اس کے سرد رویے سے وہ عاجز آگئی تھی۔

"سر آپ یہی سزا دیتے ہیں لیٹ آنے کی۔"

عجیب سا رول تھا اس کا جبکہ یہاں باقی کلاسز میں تو ایسا کوئی ٹیچر نہیں کرتا تھا جب چاہو آؤ جب چاہو باہر جاؤ۔۔بہت سوں کو سر عاصم کی یہ سرد مہری بہت بھاتی تھی

جبکہ وہ اس جلے کڑھے انسان سے خار کھاتی تھی۔

"آج کا سارا دن آپ یہاں بیٹھ کے لیکچرز لیں گیں۔" اپنی سزا کی حمایت کیے بغیر وہ اس کو نئی سزا سنانے لگا جبکہ کلاس کی آخری چیئر کو دیکھتی وہ صدمے میں چلی گئی جو بالکل کارنر میں تھی، آئی سائیٹ پہلے ہی زرا سی کمزور تھی اب یہاں بیٹھ کے تو وہ سامنے بورڈ پہ کچھ دیکھنے سے رہی۔

"جی سر۔۔۔۔" صنم پہ ایک قہر برساتی نظر ڈالتی وہ بنا کوئی مزید بحث کیے سٹیپ چڑھتی کارنر کی سیٹ پہ جا بیٹھی اسی لائن پہ وہ دوسری طرف آخری کرسی پہ بیٹھا تھا۔۔۔

"تم باہر آؤ تمہیں دیکھ لیتی ہوں میں۔" سیٹ پہ بیٹھتے ہی اس نے غصے سے صنم کو میسج کیا کیونکہ وہ رات کو اس کو دلاسہ دے گئی تھی کہ صبح اس کو کال کر کے اٹھائے گی، صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو کلاس میں بس پندرہ منٹ تھے بالوں کو ایسے ہی باندھتے وہ جلدی سے ہاتھ میں آئی بلیک فراک پہنتی یہاں پہنچی۔ لیکن یہاں پہلے ہی سر عاصم جلاد بنے بیٹھے تھے۔۔

"یار ارتسام آ گئے تھے تو یاد نہیں رہا۔" وہ بے چارگی سے بولی کہ حیام نے دانت پیسے۔

کوئی جواب دیئے بنا وہ سامنے دیکھنے لگی جہاں پروجیکٹر سیٹ کیا تھا، اسے اب سر عاصم کے پیچھے بیٹھنے کی وجہ سمجھ آئی تھی کہ وہ آج ملٹی میڈیا پہ لیکچر دینے والے تھے۔

" کبھی آپ نے غور کیا ہو گا کہ آپ کو اکثر ایسا لگتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ گزر چکا ہے۔" سامنے چلتی سلائیڈ پہ دماغ کے پارٹ کا چارٹ شو کر رہا تھا جس میں ہر حصے کو الگ رنگ میں ظاہر کروایا گیا تھا۔

اس کی بات پہ ساری کلاس نے تائید کی۔

"تحت الشعور، سب کانشئیس

Sub conscious

نیم بے ہوشی، نیم شعور بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔۔ یہ تب کام کرتا ہے جب آپ کا دماغ کا کوئی حصہ کام نہیں کرتا۔" وہ مزاح میں بولا کہ سب

کو سمجھ نہ آیا کہ اس کے سنجیدہ لہجے پہ کیے گئے مزاح پہ کیا ری ایکشن دیں۔

"یہ جو آپ کا رد عمل تھا یہ کا نشیس میں آئے گا آپ کے شعور میں۔" ان سب کے خاموش رد عمل پہ وہ سمجھاتے ہوئے بولا۔

"بھئی میں کسی کو کھا نہیں جاؤں گا میں نے مزاح کیا تھا تھوڑا ہنس لو۔" اب بھی ان کو خاموش پاتے وہ بولا تو دبی دبی ہنسی گونج اٹھی۔

"مزاح بھی ایسا کہ بندہ بے ہوش ہو جائے۔" دوسری جانب حیام نے جلے دل سے آہستہ آواز میں کہا۔

"آپ کچھ کر رہے ہوں تو آپ کو لگے یہ سب پہلے ہو چکا ہے تو وہ لاشعور میں ہے، آپ نے کہیں نہ کہیں زندگی کے کسی بھی موڑ پہ اس سے ملتا جلتا دیکھا ہو گا یا کبھی سوچا ہو گا تو آپ کا لاشعور ہوتا جو اچانک سے اپنا کام دکھاتا۔" ہاتھ میں پکڑے ریموٹ سے اس نے اگلی سلائیڈ کی جس میں دماغ کے پچھلے حصے کو رنگ میں دکھایا تھا۔

"جزبات کا بہاؤ، انشارٹ اموشنز کنٹرول بھی کبھی کبھی لاشعور میں آجاتا ہے، آپ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کا بس نہیں چلتا اور طرح طرح کے تاثرات دکھانا جن میں اچانک خوشی، رونا اور باقی سب آئیں گے، جبکہ شعور میں آپ جانتے ہونگے کہ آپ کیا کر رہے ہیں یا کیا کرنا ہے۔" کلاس کی خاموشی میں بس اسی کی سحر انگیز آواز گونج رہی تھی جبکہ سب کی نظریں سامنے ٹکی تھیں۔

"کوئی آپ سے غیر متوقع سوال کرے اور آپ اس کا تکے سے صحیح جواب دیں تو اگلا کیا آپ خود حیران ہو جاتے ہیں کہ بھئی پتا نہیں غیبی مدد آگئی اور جواب زبان سے پھسل گیا۔" وہ پھر بات کو مزاح میں اڑاتا بولا کہ اب کی بار بھی سب ہلکا سا ہنس دیئے۔

"وہ آپ کا سڈن ری ایکشن ہو گا کہاں سے؟" اس نے کلاس کو حصہ لینے کے لیے سوال پوچھا جب اچانک سے کوئی شریر ہوا۔

"اگلے کی شکل دیکھ کے جو منہ میں آیا بول دیا۔" اس کی بات پہ جہاں عاصم نے مسکراہٹ روکی وہیں سب کے قہقہے بے ساختہ تھے۔

"بی سیر یس کلاس۔" اب کی بار وہ پھر سرد لہجے میں بولا۔

"وہ بھی آپ کا لاشور کام کرے گا، حیرت کی بات ہے کہ اکثر آپ کی عزت رکھ لیتا ہے یہ لاشعور۔" وہ کلاس میں موجود سرد مہری کو کم کرنے لیے آج ہلکا سا مزاح سے کام لے رہا تھا۔

"دماغ کا کون سا حصہ آپ کے جزبات کو کنڑول کرتا ہے؟" وہ سوال پوچھنے لگا جب اب کی بار لاشعوری طور پہ اس کی نظریں دوسری جانب گھومی جہاں حیام بیٹھی تھی، اگلے ہی پل وہ سٹپٹا کے نظریں سامنے کر گیا۔

سب کو لیکچر میں مگن دیکھتی وہ پیچھے ہونے کا فائدہ اٹھاتی ریلیکس سی دوپٹہ کندھے پہ ڈالتی اپنے بال جوڑے سے آزاد کرواتے اچھے سے جوڑا کرنے میں مصروف تھی جب اس نے سر عاصم کو اپنی طرف تکتا پایا اور سرعت سے ہاتھ نیچے کرتی سامنے دیکھنے لگی جبکہ بال پشت پہ بکھر چکے تھے۔

اس اچانک افتاد پہ حیام کا دل تیزی سے ڈھڑک اٹھا۔۔۔ جلدی سے دوپٹہ ٹھیک کرتی ایسے ہی اوڑھ گئی کہ اب کلاس سے فری ہو کے ہی بال سنوار لے گی، اپنے

آپ میں بہت شرمندگی محسوس کر رہی تھی کہ کیا ضرورت تھی یہاں جوڑا کھول کے دوبارہ کرنے کی پتا نہیں سر کیا سوچیں گے۔

"لمبک سسٹم

Limbic system"

کلاس سے آواز گونجنے پہ عاصم سنبھلا اور آگے کی سلائیڈز ایکسپلین کرنے لگا۔

"سر آپ پر سنیلٹی انالسز کر سکتے ہیں؟" ایک سٹوڈینٹ نے گردن پیچھے موڑتے سوال داغا جب باقی سب بھی متجسس ہوتے پیچھے دیکھنے لگے۔

حیام تو شرمندگی سے بس سر جھکا کے اب بیٹھ گئی تھی۔

"دلچسپ سوال، آپ کو کیا لگتا ہے؟" جواب کے بجائے وہ مخصوص کن سائیڈ مسکراہٹ سے پوچھنے لگا۔

"افکورس سر کو آتا ہو گا۔" باقیوں کے بجائے حیام نے لاپرواہی سے کہا جب سب کی گردنیں اس کی طرف گھومیں۔

"Really! How do you know about that?"

)واقعی !آپ کو کیسے پتا یہ ؟(

عاصم خود جیسے امپریس ہو کے اس سے سوال کرنے لگا جبکہ نظروں کا زاویہ اس نے سامنے ہی رکھا۔

"لاشعور۔۔۔!"وہ کنفیوز ہو گئی اس کے سوال پہ تبھی وہ زبردستی مسکراتی کہہ گئی کہ میرے بھی اچانک سے دماغ کے بجائے لاشعور نے جواب دیا ہو گا جو زبان سے پھسل گیا جبکہ اس کے جواب پہ سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا، خلاف توقع سر عاصم بھی ہنس رہے تھے۔۔

"یہ ہنستے بھی ہیں۔"آج کی سزا کے بعد وہ دل ہی دل میں جانے کتنی بار عاصم کو صلواتیں سنا چکی تھی۔

"جاؤ یار، پوری بیوقوف لگی تھی جواب دیتے ہوئے۔" تبھی صنم نے اس کو ہنستے میسج کیا جس پہ وہ کڑھ کے رہ گئی کہ بس اسی کمینی کی کمی تھی باقی وہ شرمندہ تو خود ہی کر چکا تھا۔

_______________**

کلاس ہونے تک تو حیام نے دوبارہ بولنے کی غلطی نہ کی تھی دوسری طرف سر عاصم نے اس کی طرف دیکھنے کی کیونکہ وہ ابھی بھی کھلے بال پشت پہ بکھیرے ہوئے تھی جبکہ سر پہ دوپٹہ بھی موجود تھا۔

کلاس کے ختم ہوتے ہی حیام نے صنم کو میسج کیا کہ نکلے یہاں سے فوراً اور اس کے ساتھ چلے واشروم سائیڈ تا کہ وہ بال بنا لے۔

اپنا بیگ وہیں چھوڑتی وہ سٹیپس نیچے جانے لگی کہ غیر ارادی طور پہ عاصم کی نظر حیام کے اٹھنے پہ اس کی جانب گئی۔۔آج سارا دن وہ ان کی کلاس کے ساتھ لیکچر میں گزارنے والا تھا پھر کچھ پریکٹیکل اور سروے ورک دینا تھا ان کو اسی کے متعلق تھوڑی بہت ڈسکشن بھی کرنی تھی۔۔ابھی پندرہ منٹ کا بریک تھا تو تقریباً سبھی سٹوڈینٹ باہر جا چکے تھے اور پیچھے عاصم بھی موبائل نکالتا اس میں مصروف ہو گیا۔۔

حیام پہ نظر پڑتے ہی اس کی پشت پہ بکھرے بال نظر آئے، کالے گھنے لمبے کمر سے بھی نیچے تک دوپٹے کی آڑ میں دکھائی دیتے جھول رہے تھے۔

آج وہ سراپا کالے لباس میں ملبوس تھی۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں اٹھایا تھا، جب پتا تھا کہ میں نے اٹھنا نہیں جلدی۔" کل شام جلدی تو آگئے تھے لیکن اچانک یونیورسٹی کی طرف سے نوٹیفیکیشن ملا کہ کچھ چیزیں سبمٹ کروانی ہے جس پہ وہ اچھا خاصا خوار ہوئیں تھیں اور رات کو سونے سے پہلے صنم اس کو یقین دہانی کروا کے سوئی تھی کہ وہ ضرور اس کو ساتھ لے کے جائے گی یونیورسٹی، لیکن اب محترمہ کہہ رہی تھیں کہ ارتسام کے ساتھ یاد ہی نہیں رہا کچھ۔

"ہاں بہت اچھے، بیٹا شادی کے بعد بھول جانا کہ کوئی حیام نام کی مخلوق بھی ہے۔"

وہ جلے دل سے بولی اور ویٹنگ روم میں آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال بنانے لگی۔

"مجھ پہ غصہ کیوں اتار رہی ہو۔" اس کی چٹیا مکمل ہوتے دیکھ بیگ سے ایک بینڈ نکال کے دیا جس وہ فوراً باندھ گئی۔

"تم پہ کیوں نہ ہوؤں میں غصہ، تمہاری وجہ سے سر نے مجھے پیچھے بٹھادیا اتنی شرمندگی محسوس ہورہی تھی ناجب سب آگے بیٹھے تھے اور میں پاگلوں کی طرح پیچھے بیٹھی مکھیاں مار رہی تھی۔" اپنادوپٹہ اچھے سے سیٹ کرتی وہ اس کو پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

"تو کیا سر بھی پیچھے بیٹھے مکھیاں مار رہے تھے۔" اس کی بات کو مزاح میں اڑاتے صنم نے جلتی پہ تیل کا کام کیا۔

"صنم مجھ سے ان کاز کرنہ کرورنہ ابھی جو میں تمہیں معاف کرنے کے چکر میں تھی سب بھول جاؤں گی۔" کلاس کے باہر کھڑی ہوتی حیام نے باقاعدہ غصے سے گھور کے کہا جس پہ صنم دانت نکالتی اندر داخل ہوگئ۔

ایک اچٹتی نظر سامنے مصروف بیٹھے سر عاصم پہ ڈالتے وہ اپنے تاثرات سنجیدہ کرتے سٹیپس چڑھتی اپنی جگہ پہ آکے بیٹھی اور اپنا بیگ ساتھ والی سیٹ پہ زور سے پٹخا۔۔

آہٹ پہ عاصم نے نظریں گھمائیں تو اب وہ خود کو بے نیاز ظاہر کرتی موبائل پہ بزی تھی۔

"ان کے پاس میرا نمبر کیسے آیا؟" اچانک موبائل پہ کیف کا نام جگمگاتا دیکھ الجھن سے بڑبڑائی۔

"میرے پاس ان کا نمبر کیسے آیا؟" دوسرے پل وہ خود بری طرح چونکی لیکن مسلسل آتی کال کو پک کر لیا۔۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟" دوسری جانب مسکراتی آواز آئی۔

"وعلیکم السلام! اللہ کا شکر میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں؟" آہستہ آواز میں اس سے بات کرنے لگی کیونکہ پاس ہی سر تھے اور مزید پانچ منٹ میں کلاس دوبارہ شروع ہونے والی تھی۔

الحمدللہ! کیا کر رہی ہیں آپ؟"

"میں۔۔۔میں ابھی یونیورسٹی میں ہوں۔" چہرہ جھکاتی وہ آرام سے بات کر رہی تھی۔

"اوو مطلب کہ ابھی مصروف ہیں آپ!" وہ جیسے سمجھتے بولا تو حیام نے آہستہ سے

گردن ادھر اُدھر کرتے آس پاس دیکھا کہ کہیں کوئی متوجہ تو نہیں اس کی طرف لیکن سب اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

"جی بس ابھی کلاس شروع ہونے والی ہے۔"

"ویسے آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟" وہ پوچھتے ہوئے تو جھجک رہی تھی لیکن اسے بھی معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ نمبر کہاں سے آیا اور حیرت کی بات کہ اس سے پاس پہلے سے ہی سیو تھا۔

"وہ میں نے گل سے زبردستی لیا تھا، بس ایسے ہی حال چال پوچھنے کے لیے۔" اس کے لہجے میں حیام نے کوئی شرارت محسوس نہ کی۔

"اوہ اچھا!" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"آپ کو برا لگا۔" کیف یہ پوچھنا تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن پوچھ بیٹھا جس پہ حیام مسکرا دی۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں۔"

"میری کلاس شروع ہونے والی ہے آپ سے پھر بات ہو گی اللہ حافظ۔" وہ کہتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

موبائل رکھنے والی تھی جب اس کی آواز گونجی۔

"پھر بات ہو گی؟"وہ جیسے پوچھ رہا تھا جس پہ حیام گڑ بڑا اٹھی۔

"میرا مطلب۔۔۔۔"اسے اب سمجھ نہ آئے کہ اس کا کیا جواب دے۔

"چلیں آپ کلاس لیں آرام سے خدا حافظ۔"اس کی مشکل آسان کرتے وہ بولا تو حیام نے مسکراتے موبائل بند کرتے گود میں رکھا اور گہری سانس لی تبھی کلاس کی بیل بجی اور جو لوگ باہر تھے کلاس میں اینٹر ہونے لگے کلاس کے مکمل ہوتے ہی سر عاصم اسی جگہ بیٹھے آگے لیکچر دینے لگے۔

________________**

صبح عماد اور دعا کے اٹھنے سے پہلے ہی گل اٹھ گئی تھی، فریش ہوتے وہ کیچن میں گئی اور روز مرہ کی طرح صبح کے ناشتے کا انتظام کرنے لگی، ابھی کیچن میں اسے پانچ منٹ ہی گزرے ہونگے کہ تائی جان بھی کیچن میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ان کے تاثرات حیرت میں تبدیل ہوئے۔

"ارے گل اتنی صبح یہاں کیا کر رہی ہو؟"اس کو عام سے حلیے میں دیکھتیں وہ نل

کھول کے پانی کا گلاس بھرنے لگیں۔

"ناشتے کی تیاری کرنے آئی ہوں یہاں۔" وہ ان کے سوال پہ ہنستی ہوئی بولی کہ روز تو ہوتی ہے ان کے ساتھ۔

"ارے پاگل! تمہاری شادی ہوئی ہے ابھی تو جاؤ آرام کرو دلہن پہلے دن کیچن میں گھستی اچھی لگتی ہے کیا؟" انہوں نے محبت سے جھڑکتے کہا تو ان کی بات پہ وہ چھینپ گئی۔

"اپنا ہی گھر ہے تو میں اسی لیے صبح آ گئی۔" وہ اچانک سرخ پڑتی ہلکی آواز میں بڑبڑائی۔

"جاؤ کمرے میں آرام کرو ابھی، ناشتہ ہم تیار کر لیتے تم سمجھو کہ سسرال میں پہلا دن ہے اور ہم تمہارا ناشتہ لے کے آتے ہیں۔" اس کے چہرے کو پیار سے تھامتی مامتا سے بوسہ دیتی کہا تو وہ سر ہلا کے کمرے میں واپس چلی گئی۔

کمرے میں داخل ہوئی تو ہلکا سا اندھیرا کیے دونوں باپ بیٹی ابھی بھی خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔

دعا عماد کے گرد اپنے چھوٹے بازوؤں کا حصار بنائے ایک ٹانگ اس پہ رکھے سو رہی تھی جبکہ عماد اس کی طرف کروٹ لیے سو رہا تھا۔
ان کے پاس بیٹھتی کچھ دیر پیار بھری نظروں سے دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کے اٹھی اور وارڈروب سے عماد کے کپڑے نکالنے لگی۔ وارڈروب کا پٹ وا کیا تو اس کے اندرونی سائیڈ پہ عماد نے اپنی تصویر لگائی تھی، کمرے میں تو کوئی اس کی تصویر نہیں تھی لیکن یہاں اس کی تصویر موجود تھی۔۔
تصویر میں اس نے کالے رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی جبکہ چہرہ دوسری جانب موڑے وہ کھل کے مسکرا رہا تھا کہ آنکھوں میں چمک واضح نظر آرہی تھی، کالے بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے ایک ہاتھ میں پسٹل تھامے ہوئے تھا۔
بے ساختہ ہی گل اس کی تصویر پہ اپنی مخروطی انگلیاں پھیرنے لگی، جہانگیر تو سنجیدہ تھا ہی لیکن عماد اس سے بھی سنجیدہ تھا یا جہاں تک گل کو لگتا وہ بس اس کے سامنے ہی سر دبنتا تھا۔ کیونکہ ایک دو بار تو اس نے عماد کو کھل کے سب کے سامنے ہنستے

مسکراتے بات کرتے دیکھا جبکہ اس کے سامنے وہ بہت کم بات کرتا تھا اور اسے دیکھنے سے بھی گریز کرتا تھا۔۔۔

"اتنا بھی کیا بے پرواہ بننا کہ مجھے ایک نظر بھی نہیں دیکھتے تھے تب آپ۔" اس کی تصویر کو آنکھوں میں بسائے وہ شکوہ کرنے لگی۔

"کیا اچھی نہیں لگتی تھی میں آپ کو؟" تیکھی نظریں کرتی وہ شرارت سے اس کی تصویر سے بات کرنے لگی۔

"یہ تو میں نے کبھی نہیں کہا!" اچانک پیچھے سے سنجیدہ گھمبیر آواز سنتے گل جیسے ساکت ہوگئی، دھڑکنوں نے اپنی لے بدلی۔۔۔ اپنے پیچھے اس کی آہٹ محسوس کرتے پلکیں خود بخود عارضوں پہ سجدہ ریزہ ہوئیں۔

"کیا۔۔۔!" ہمت کرتی وہ پلٹ کے اس کی طرف پلکیں اٹھاتی دیکھنی لگی۔

"جو آپ مجھ سے شکوہ کر رہی تھیں!" وارڈروب کا پٹ بند کرتے ایک ہاتھ اس کے دائیں شانے کے قریب رکھتے اس کے سر کو دیکھتے مسکراتی آنکھوں سے کہا۔

"میں نے تو کوئی شکوہ نہیں کیا۔۔" مسکراہٹ دباتے اپنا سر جھکا گئی اور تھوڑا اترا

کے بولی۔

"کر لیں میں ہوں نا اسے دور کرنے کے لیے۔" دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ اٹھاتے وہ جیسے اجازت دینے لگا۔

تبھی پیچھے سے دعا نے نیند میں گل کو پکارہ جس پہ وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

بغیر کچھ کہے اس کی گال تھپکتا وہ کپڑے ہاتھ میں لیتا باتھ روم میں چلا گیا پیچھے وہ اپنی گال پہ اس کے ہاتھ کا لمس محسوس کرتی مسکرا گئی۔

"آجاؤ بے بی آپ کو تیار کروں پھر ناشتہ کرتے ہیں مل کے سکول بھی تو جانا ہے نا۔" دعا کو کسمساتے دیکھ اس کے قریب ہوئی اور پیار سے بہلاتے اٹھانے لگی جبکہ وہ ایسے ڈھیلی پڑ گئی کہ اب نہیں اٹھنا۔۔

"اتنی بھاری ہو گئی ہو۔۔۔" اس کو زبردستی اٹھاتے نیچے اتارا کیونکہ وہ اب کڑوے کڑوے منہ بنا رہی تھی سکول نہ جانے کے لیے۔

دعا کو تیار کرتے وہ باہر لائی اور باہر برآمدے میں موجود کرسی پہ بٹھایا، اپنے سابقہ کمرے سے اس کا سکول کا بیگ لینے چلی گئی کیونکہ کچھ چیزیں ابھی وہیں پڑی تھیں۔

گل جب واپس آئی تو وہ عماد کی گود میں دوبارہ اس کے کندھے پہ سر رکھے سونے کا کام سرانجام کر رہی تھی۔

"یہ پھر سو گئی۔۔!" وہ حیرت سے اپنی چڑیل کو دیکھتے عماد کو دیکھنے لگی جو خود اسی کرسی پہ بیٹھا آرام سے اسے گود میں لیے موبائل استعمال کر رہا تھا۔

"دعا بیٹے ناشتہ کرنا ہے آجاؤ اٹھو۔" بیگ سائیڈ پہ رکھتی وہ ٹائم دیکھنے لگی کہ ابھی سکول جانے میں ٹائم تھا کافی۔

"اسے آج بھی بھیج رہی ہو سکول؟" اماں بیگم پاس سے گزرتی حیرانگی سے پوچھنے لگیں۔

"جی اماں بیگم۔۔" وہ ناسمجھی سے بولی کہ آج کیا تھا۔

"بیوقوف آج تو تمہاری شادی کا پہلا دن تھا اس بیچاری پہ تو رحم کرتی تھوڑا۔" اماں بیگم وہیں کھڑے سنانے لگیں جبکہ عماد اب موبائل پہ کسی سے بات کر رہا تھا جبکہ معصومیت سے وہ ان دونوں پہ نظریں جمائے گل کو ڈانٹ پڑتے سن بھی رہا تھا۔

"لیکن سکول سے تو چھٹی نہیں ہے نا۔" وہ ہلکی آواز میں منمنائی تو انہوں نے ماتھا پیٹا۔

"جاؤ چینج کرواؤ اس کو، سونے دو اسے اور خود بھی تیار ہو اچھے سے۔" انہوں نے سختی سے کہا تو وہ جی اچھا کہتی عماد کی جانب آئی اور دعا کو اس کی گود سے اٹھانے لگی۔

"چلو آجاؤ اب چینج کرواؤں پھر سو جانا جتنا سونا ہے۔" دعا کو عماد کی گود سے اٹھاتے اپنے ساتھ کمرے میں لے گئی اور اس کے کپڑے چینج کرنے لگی۔ اس کو دوبارہ سے بیڈ پہ لٹاتے لحاف اوڑھا اور خود کوئی اچھے سے کپڑے دیکھنے لگی۔

ہلکے سرمئی رنگ کا سوٹ نکالا جس پہ سرخ رنگ کی دھاگے کی کڑھائی ہوئی تھی۔ وہ چینج کر کے آنکھوں میں کاجل کی لکیر کھینچتے وہ ہلکی سی نیچرل لپسٹک لگائی اور باہر آئی۔

عماد شاید ناشتے کی ٹیبل پہ جا چکا تھا۔ ابھی وہ راہداری سے ہوتی ہوئی کیچن میں دوبارہ اینٹری مارنے لگی تھی جب رستے میں کیف مل گیا۔

"اوئے ہوئے یہ شاہی سواری کہاں جا رہی ہے صبح صبح۔" کیف نے بھرپور شرارت سے گل کو دیکھتے کہا جس کے چہرے پہ باقی دنوں کی نسبت آج چمک تھی سکون تھا۔

اس کے ایسے کہنے پہ وہ گلنار ہو گئی۔

"کیچن میں جا رہی تھی۔" مسکاتی اس کو بتانے لگی۔

"کیوں عماد وہیں ہے کیا لیکن ابھی تو اس نے کہا تھا کہ وہ ناشتے کی ٹیبل پہ ہے۔" وہ سنجیدگی سے حیران ہوتا بولا کہ اس کی بات پہ وہ سٹپٹا اٹھی۔

"بد تمیز! میں کیچن میں کھانا دیکھنے جا رہی تھی۔" وہ اس کی شرارت پہ خفگی سے بولی تو ہنستا اس کے قریب آتا آہستہ سے اپنے ساتھ لگایا۔

"ہمیشہ خوش رہو اور جی بھر کے عماد کو تنگ کرو کہ اس کو پتا لگے بڑوں سے پہلے شادی کرنے پہ کیا سزا ملتی ہے۔" اس کے سر پہ ہونٹ رکھتے بڑا بھائی کا مان بخشتے محبت و پیار سے کہتا آخر میں شرارت مصنوعی سختی سے کہا کہ وہ کھلکھلا اٹھی۔

ناشتے کی ٹیبل پہ سب موجود تھے ابھی، صبح کے سات بج رہے تھے حسب معمول سب جلدی ناشتہ کرتے تھے۔۔

گل جب بیٹھنے لگی تو عماد نے اپنے برابر والی کرسی کی جانب اشارہ کیا تو وہ مسکراتی بیٹھ گئی۔

سب ناشتہ کر رہے تھے جب دی جان نے غور سے گل کو دیکھا جو مسکرا کے ناشتہ کر رہی تھی لیکن وہ کہیں سے بھی ایک دن کی دلہن نہیں لگ رہی تھیں۔

داداجان، ظفر صاحب اور عامر رفاقت دونوں داداجان سے کسی موضوع پہ بات کر رہے تھے جبکہ کیف عماد سے ہلکی آواز میں راز و نیاز کر رہا تھا۔۔۔

تھوڑی دیر میں تینوں بڑے مرد وہاں سے چلے گئے کسی کام پہ پیچھے خواتین تھی ساتھ کیف اور عماد۔

"گل آج کیا ہے؟"اچانک دی جان کی آواز گونجی تو سب نے ان کی جانب دیکھا، گل نے کھانے سے نظریں ہٹاتے انہیں بتایا کہ آج ہفتہ ہے جبکہ دی جان جان کے تاثرات اب ایسے تھے کہ وہ کچھ سخت سنانے والی تھیں اسے۔

"کل کیا تھا؟" اب انہوں نے ماتھے پہ تیوریاں چڑھائے پوچھا۔

"ہم۔۔۔ ہمارا نکاح۔" ان کی سختی سے پوچھے پہ وہ نظریں جھکا کے بولی جبکہ عماد کے ساتھ ساتھ اب سب بھی الجھ کے دی جان کو دیکھنے لگے۔

"تو کدھر سے لگ رہا کہ تم ایک دن کی دلہن ہو نا کوئی ہار نا سنگار۔" انہوں نے اپنے مخصوص پنجابی لہجے میں پوچھا ان کی بات پہ وہ جھینپ کے سر مزید جھکا گئی۔

"ایسی لگتی ہیں پہلے دن کی دلہنیں، نہ تم نے کوئی خوبصورت جوڑا پہنا نا ہاتھوں میں چوڑیاں کنگن وہی پہلے کی طرح گھوم رہی ہو۔" انہوں نے مزید اس کو جھاڑ پلائی، ان کو واقعی غصہ آیا تھا گل کا ایسے ہی آ جانا سے، شوہر نک سک سا ساتھ تیار بیٹھا ہے اور وہ عام سے حلیے میں اس کے پہلو میں۔

"کھانا کھا کے فوراً جاؤ اور کپڑے چینج کرو تیار ہو اور زیور پہنو۔" عماد پہ اچٹتی نظر ڈالتے انہوں نے سخت لہجے میں کہا کہ گل منہ بنا گئی کہ ابھی تو وہ چینج کر کے آئی تھی اور اب پھر۔

"دی جان ابھی کیا تھا چینج، باقی بہت بھاری جوڑے ہیں۔" وہ احتجاجاً نظریں اٹھا

کے منمنائی کہ انہوں نے سخت گھوریوں سے نوازا جبکہ عماد اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔

اسے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا گل کے اس طرح سادہ سے رہنے پہ وہ خوش تھا کہ اس کے ساتھ تو ہے لیکن دی جان کی نوازش کے بعد تو وہ خود بھی اب گل کو تنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ اس کے لیے تیار ہو۔

"تو وہ سب ہم نے الماری میں سجانے کے لیے نہیں رکھوائے تمہارے پہننے کے لیے ہی ہیں۔" اس کی بات کو خاطر میں لائے بغیر وہ رعب سے بولیں۔

"جی دی جان!" منہ بنا کے بس یہی کہہ پائی وہ۔

"ویسے دی جان میری پیاری جان میری بیوی آئے گی تو اس کو بھی یہی کہنا آپ نے میرے لیے تیار ہو پیارے کپڑے پہنے ٹھیک ہے۔" کیف نے قہقہہ لگاتے محفل کے تناؤ کو کم کرنا چاہا جب سب مسکرا دیئے۔

"پہلے تھوڑا خود بھی تیار ہو جا۔" وہ الٹا اسی کو سنا گئیں کہ اب کی بار عماد کھلے دل

سے قہقہہ لگا اٹھا۔

_______*________

"اوہو! کپڑوں پہ کیوں ظلم کیا جا رہا ہے؟" عماد کمرے میں داخل ہوا تو گل خراب موڈ کے ساتھ اپنے کپڑوں کو ادھر اُدھر کر رہی تھی۔۔

"نہیں ایسی بات نہیں میں بس کپڑے دیکھ رہی تھی۔" اس کی آمد پہ وہ ہلکی پڑتی آہستہ سے بولی اور کوئی پہننے لائق ہلکا سا جوڑا دیکھنے لگی جب عماد نے خود آگے بڑھتے ایک کانجی رنگ کا نفیس سا لباس اس کے سامنے کیا جس پہ مہارت سے کام کیا گیا تھا اور قدرے بھاری بھی تھا۔

"یہ والا؟ یہ بہت بھاری اور اوور ہے۔" وہ تذبذب کا شکار ہوتی بولی، وہ چاہتی تھی کہ عماد کی پسند کا پہنے لیکن یہ بہت زیادہ بھاری تھا جس پہ وہ انکار کرنے کی معقول وجہ تلاشنے لگی۔

"اچھا لگے گا آپ پہن کے آئیں۔" اس کے ہاتھ میں تھماتا اس کو باتھ بھیجنے لگا، گل کو وہ ایک محبت بھری فرمائش لگی جس کو وہ مسکراتی پوری کرنے لگی۔

کچھ پل انتظار کے بیت گئے جب وہ کانجی رنگ کے خوبصورت لباس میں باتھ سے نکلی، وہ واقعی دلہن کا روپ ڈھار ہی تھی عماد کی جائزہ لیتی آنکھوں کی تاب نہ لاتے وہ حیا سے پلکیں جھکا گئی۔

"یہ ٹھیک ہے؟" کشمکش میں پڑتی وہ پوچھنے لگی۔

"بہت خوبصورت" وہ برجستہ بولا کہ حیا کی لالی چہرے پہ چھا گئی۔

"بال کھول لیں۔" ایک اور فرمائش، زندگی میں پہلی بار وہ پورے حق سے فرمائش کر رہا تھا لیکن انداز ابھی بھی لاپرواہ سا تھا۔

کمر تک جھولتے سنہرے بال چٹیا سے آزاد کرتے پیچھے آدھے کیچر میں مقید کر لیے پھر دی جان کی مزید ڈانٹ کا سوچتے خود ہی ہلکا سا تیار ہونے لگیں۔

اس نے شیشے میں صاف دیکھا کہ وہ وقتاً فوقتاً اس پہ نظر ڈال رہا تھا اور دعا کے پاس لیٹا اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کو کبھی لبوں سے لگاتا تو کبھی اس کے ماتھے کو چومتا' شاید وہ بھی اٹھ چکی تھی کیونکہ وہ اس کے عمل پہ مسکرا رہی تھی، چھٹی کے نام پہ تو اچھے اچھوں کو ہوش آجاتی تھی یہ تو پھر بچی تھی۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟" اپنی تیاری مکمل کرتے وہ عماد کی طرف مڑی اور اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

"ہمم اچھی لگ رہی ہیں۔" کانجی رنگ کا خوبصورت جوڑا ساتھ کندھے پہ دوپٹہ سیٹ کیا، بالوں کو کچھ آگے کچھ پیچھے چھوڑا تھا، ہلکا سا میک اپ ساتھ ہلکے گلابی رنگ کو ہونٹوں کی زینت بنایا تھا۔۔

کانوں میں چھوٹے چھوٹے ٹاپس اور ہاتھوں میں کانجی (ڈارک پرپل) رنگ کی چوڑیاں۔

کھل کے مسکراتے تعریف کی کہ اتنے الفاظ سے بھی خوش ہوگئی کہ چلو کچھ تو تعریف کی۔

"یہ بھی پہنا کریں ساتھ۔" ساتھ ہی اٹھ کے اپنے ڈرار میں سے ایک سرخ مخملی ڈبیہ نکال کے اس میں سے ایک خوبصورت سادل کی شیپ کا بنا ہوا لاکٹ احتیاط سے نکالا۔

پیچھے سے بال آگے کرتے اس کی گردن کی زینت بنایا، اپنی گردن پہ اس کی انگلیوں

کالمس محسوس کرتے وہ اپنے آپ سمٹ سی گئی، چہرے پہ حیا کے رنگ بکھرنے لگے۔

"اب تیاری مکمل ہے۔" آئینے کے سامنے اس کا رخ کرتے دلکشی سے مسکراتا بولا ساتھ ہی دعا کو گود میں اٹھاتے اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا جو پہلے ہی اپنے ماما بابا کو چہرے پہ ہتھیلیاں ٹکائے محو سی دیکھ رہی تھی۔

"اب 'ہم 'مکمل ہیں۔" تینوں کا عکس دیکھتے ساتھ ہی اپنا بازو گل کے شانوں گرد رکھا اور ایک طرف دعا کو اٹھائے رکھا۔

ہیپی فیملی کا نظارہ پیش کر رہے تھے وہ کہ بے ساختہ ہی یہ نظارہ دیکھتے گل کی آنکھیں نم ہونے لگیں اور تشکر بھری نظروں سے عماد کو دیکھا جس پہ وہ مسکرا دیا۔

___________________**

آف ہونے پہ حیام تو اپنے ہوسٹل جا چکی تھی مگر صنم ابھی کھڑی اپنے بابا کا ویٹ کر رہی تھی کہ کب آئیں وہ، ایسے کھڑے کھڑے اسے پندرہ منٹ ہونے والے تھے تبھی وہ ایک چکر کینٹین کا لگا آئی کہ کچھ کھا لے۔۔۔

وہاں سے چپس وغیرہ لاتے گیٹ کے پاس موجود بینچ پہ بیٹھ گئی۔۔

مزید دس منٹ گزرے تو موبائل بلنک ہوا۔

"باہر آجاؤ!"ارتسام کا میسج تھا جس پہ وہ لبوں کے گوشوں پہ مسکراہٹ آئی، مطلب وہ اسے لینے آیا تھا۔۔

سر پہ دوپٹہ ٹھیک کرتے وہ اٹھی اور گیٹ سے باہر نکلتے اس کی گاڑی کو دیکھنے کے لئے نظریں گھمانے لگی جب دائیں طرف وہ نظر آیا، گاڑی کے باہر کھڑا آنکھوں پہ گلاسز لگائے وائٹ ٹی شرٹ بلیک پینٹ میں ہینڈسم اور وجیہہ لگ رہا تھا۔

صنم کو آتے ہوئے دیکھ وہ ٹیک چھوڑ کے کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم!"اس کے پاس پہنچتے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی کہ آج خیریت اسے لینے آگیا۔

"وعلیکم السلام! اپنی مرضی سے آیا ہوں' چلو بیٹھو۔"جتا کے بولا کہ وہ اس کی بیوی ہے اور کبھی بھی آسکتا ہے صنم آنکھیں گھماتی دوسری جانب آئی لیکن دروازہ کھولتے ہی اس کی مسکراہٹ پل میں غائب ہوئی اندر پہلے سے بیٹھے وجود کو دیکھتے۔

"امم یہ۔۔۔۔" اسے سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے جبکہ ارتسام اب ابھی موبائل پہ کسی کی کال سن رہا تھا جب اس نے صنم کو پیچھے بیٹھتا دیکھا تو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"اوہ ایک منٹ۔" کال پہ کہتے وہ صنم کی سائیڈ آیا۔

"دیبا تم پیچھے بیٹھ جاؤ۔" سپاٹ لہجے میں کہتا بغیر دیبا کے کھلے منہ کو دیکھے صنم کا گال تھپکتا اپنی سائیڈ آیا اور دروازہ کھولتے بیٹھنے لگا۔

دیبا دانت پیستے اٹھی اور کھٹک سے پچھلا دروازہ کھولتی بیٹھ گئی۔

صنم اس کے بعد کچھ نہ بولی ارتسام نے نوٹ کیا کہ اس کے تاثرات سنجیدہ رہے تھے سارے رستے وہ کوئی بات بھی شروع کرتا تو ہوں ہاں جواب دے کے خاموش ہو جاتی، شاید نہیں یقیناً اس کو دیبا کا ساتھ بیٹھنا اچھا نہیں لگا تھا۔

گھر پہنچنے پہ ارتسام اندر جانے لگا کہ صنم کا موڈ فریش کر دے، اس کو گاڑی سے نکلتا دیکھ دیبا بھی نکل پڑی۔

"میں آرہا ہوں دو منٹ میں پھر گھر چلتے ہیں۔" دیبا کو سنجیدگی سے کہتے وہ مڑنے لگا

جب وہ بول پڑی۔

"مجھے پیاس لگی ہے تم صنم سے بات کر لینا میں پانی پی لوں گی اور آنٹی سے بھی مل لوں گی۔" وہ سرعت سے کہتی اندر بڑھ گئی جبکہ ارتسام مامی جان کو سلام کرتا ان کو بتا کے صنم کے روم میں جانے لگا۔

دیبا وہیں صنم کی امی کے پاس بیٹھ گئی پانی تو پینا نہیں تھا بس اندر آنا تھا، ارتسام کی بے چینی اچھے سے نوٹ کی تھی اس نے جس طرح وہ اندر گیا تھا کمرے میں اور جاتے دروازہ بھی بند کر گیا کہ دیبا کو جیسے مرچیاں لگ گئیں۔

"مجھے رخصت کرنے سے پہلے ہی آ گئی تم۔" اندر جاتے اس نے دروازہ بند کرتے شکوہ کیا صنم اس کی آواز پہ مڑی تو سنجیدہ سا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ امی کیا سوچیں گی۔" وہ بند دروازے کو دیکھتی سٹپٹا کے گویا ہوئی۔

"ان کو بتا کے آیا ہوں۔" لاپرواہی سے کہتا اس کا ہاتھ پکڑ کے ذرا قریب ہوا۔

"ایسے کیوں آ گئی جانتی تھی نا کہ پھر پریشان ہوتا ہوں۔" ناراضگی کا اظہار کرتا اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے ہاتھ کی پشت کو سہلانے لگا جبکہ صنم کا دھیان دروازے پہ تھا۔

"بس جلدی میں آگئی۔" کچھ نہ سوچتے وہ بس یہی کہہ پائی یہ نہ کہا کہ دیبا کا اس کے ساتھ ہونا چبھا تھا اسے۔

"تایا جان نے کہا تھا کہ اسے اس کی دوست کے گھر سے لے آؤں، انکار کیا بھی پھر بھی انہوں نے بھیج دیا، تمہاری یونی کے پاس ہی گھر تھا تبھی تمہیں لینے آگیا۔" اس کی ناراضگی کو سمجھتے وہ بیڈ پہ بٹھاتے آہستہ سے کہنے لگا۔

"اگر آپ اس سائیڈ نہ جاتے تو مجھے نہیں لاتے۔" ساری بات سے وہ ایک اور شکوہ نکال لائی۔

"تمہارے پاس ہی آنا تھا تبھی انکار کر رہا تھا تایا جان کو۔" وہ ہلکا سا ہنس کے بولا۔

"اچھا ٹھیک۔" اتنی سی بات پہ اپنا موڈ ٹھیک کر لیا اس نے، خوامخواہ موڈ خراب کرنے سے بھی کچھ نہیں ملنا تھا وہ اچھے سے ارتسام کو جانتی تھی کہ وہ کس کردار کا مالک ہے تو ایسے ناراض ہونے کا مطلب صاف تھا کہ اپنے شوہر کو ناراض کرتی وہ۔

"ابھی فریش ہو جاؤ، اس کو گھر چھوڑنے کے بعد تمہارے ساتھ لنچ کا ارادہ رکھتا

ہوں میں۔" وہ اپنا مین مقصد بتانے لگا جس پہ وہ مسکرا دی۔

"دل میں جو بات آئے سب سے پہلے مجھ سے شئیر کر کے ں ات کلئیر کیا کرو ٹھیک ہے۔" اس کے ہاتھ کی پشت پہ لب رکھتا اس کی دھڑکنیں ساکت چھوڑتا کہہ کے روم سے نکل گیا۔

کمرے سے باہر نکلتا امی جان سے پیار لیتا دیبا کا اشارہ کیا چلنے کا وہ اٹھ بیٹھی۔

"مان گئی وہ؟" کھڑے ہوتے ہی اس نے پوچھا۔

اس کے سوال پہ جہاں ارتسام رکا وہیں صنم کی امی چونکی مطلب ان کی بیٹی اپنے شوہر سے ناراض تھی۔

"کون! صنم نے کچھ کہا بیٹا؟" امی نے پریشانی سے ارتسام سے پوچھا۔

"ارے نہیں ایسا نہیں، ناراض تو نہیں ہے وہ، میں تو اسے یہ کہنے گیا تھا کہ تیار رہے لنچ کرنے جانا ہے۔" مسکرا کے ان کے پاس آتا دیبا پہ سنجیدہ سی نظر ڈال کے بتانے لگا۔

"لیکن وہ تو ناراض ہو کے آئی تھی۔" دیبا نے پریشان ہوتے پھر کہا۔

"غلط فہمی ہوئی ہے تمہیں۔" دانت پیستا بولا جب صنم اپنے روم سے باہر آئی۔

"ارے آپ گئے نہیں!" اس کو ابھی وہی ٹھہرے دیکھ صنم حیرت سے بولی۔

"جا رہے تھے بس اپنی ساسوماں کو یہ بتا رہا تھا کہ ان کی بیٹی کو لینے آؤں گا آج۔" وہ شرارت سے کہتا صنم کی امی کے پاس سے اٹھا جبکہ صنم اس کی بات پہ سٹپٹا گئی۔

"تیار رہنا آنے لگا ہوں میں۔" اس کے پاس آتے پھر بولا، اصل میں وہ جتا رہا تھا جبکہ صنم کے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھتے امی کچھ پر سکون ہوئی ورنہ وہ دیبا کی بات کا اثر کرتی صنم کو ڈانٹ پلانے والی تھیں

"جی۔۔۔" !

ارتسام دیبا کو چلنے کا کہتے وہاں سے روانہ ہوا، رستے میں ایک بار بھی اس کے اسے مخاطب نہ کیا نہ اس کے کسی سوال کا جواب دیا، دیبا اپنی انسلٹ محسوس کرتے جلے دل سے خاموش ہو گئی۔

گھر کے پہنچتے ہی دروازے کو زور سے پٹخنا نہ بھولی جس پہ ارتسام کو غصہ بہت آیا لیکن ضبط کر گیا۔۔۔

اس کو چھوڑنے کے بعد وہ صنم کو لینے پہنچا اور اسے لنچ کروانے لے گیا۔۔۔

ارداہ اس کا یہی تھا بس اپنے تایا جان کی مداخلت پہ وہ صبر کر گیا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ دیبا کے دماغ میں فتور ان کا اپنا بھرا ہے جس پہ وہ وقتاً فوقتاً عمل کرے گی لیکن وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا ان کے مقصد تو وہ بھی اچھے سے جانتا تھا ایسا تو وہ بالکل بھی نہیں چاہے گا کہ کسی تیسرے کی وجہ سے وہ اپنا رشتہ خراب کرے تبھی صنم سے زیادہ اس کو ضرورت تھی اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کی۔

____________**

دوپہر کے اس حصے میں جہاں سورج اپنی جوگن پہ تھا وہیں سردی آنے کا کوئی خاص امکان نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔

شاید سردیاں بھول گئی تھیں کہ یہ ان کے مہینے چل رہے ہیں۔

اپنے ایک دو کھلونوں کے ساتھ وہ چارپائی پہ بیٹھی مگن سی کھیل رہی تھی جبکہ کچھ فاصلے پہ بیٹھا وہ اپنے ملازموں سے کام کی بات ڈسکس کر رہا تھا۔

ڈیرے پہ بنے کمروں کے پیچھے ٹیوب ول کی موٹر لگی تھی اس کا سارا انظام وہیں پہ

تھا۔۔

پاس درخت اور خوب سی جھاڑیاں تھی۔۔ گرمی اتنی زیادہ تو نہ تھی لیکن ابھی گرمی کی دوپہر ہی لگ رہی تھی۔۔

چھوٹے سے گلابی لان کے فراک میں وہ چار پائی پہ بیٹھی مگن تھی جب اسے آہٹ سنائی دی۔

ایک بار ادھر دیکھا دوسری بار پہ پھر دیکھا، ایسے ہی مگن وہ اگنور کر رہی تھی جب اب کی بار اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔

گردن گھما کے دیکھا کوئی نہ تھا، سامنے کچھ فاصلے پہ بیٹھے وہ اپنے بابا کو دیکھنے لگی جس کی نظر بھی ابھی اسی کی طرف اٹھی تھی۔

عماد کو دیکھتے وہ مسکرا کے پھر کھلونوں میں مگن ہو گئی۔۔

مزید پل گزرے دعا کو پھر آہٹ کے ساتھ اپنے نام کی ہلکی سی پکار محسوس ہوئی، بچے تو ہوتے ہی تجسس کے مارے، وہ بھی آہستہ سے چار پائی سے اٹھی اور ڈیرے پہ موجود کمروں کی جانب جانے لگی۔ ارد گرد دیکھتے تو کوئی نہ ملا تو کمروں کی سائیڈ پہ بنی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جھاڑیوں اور درختوں کو دیکھنے لگی کہ شاید یہاں ہو کچھ۔۔۔

وہ آہستہ سے اپنے چھوٹے قدم اٹھاتی جھاڑیوں کے پاس جانے لگی جب کسی نے اس کو اپنے پاس آنے کا اشارہ دیا۔ دعا نے الجھ کے سامنے موجود نفس کو دیکھا اور پھر گردن گھما کے مصروف بیٹھے عماد کو۔

"دعا کہاں ہے؟" دعا کو چارپائی پہ نہ پاتے عماد نے خدابخش سے پوچھا۔

"سائیں ابھی تو یہی تھی گڑیا کھیل رہی تھی۔" وہ بھی اسے نا پاتے ہڑبڑا گیا۔

"کیا مطلب ابھی یہاں تھی۔۔۔" وہ پل میں متفکر ہوا کہ کہاں گئی ابھی تو اس نے بھی دیکھا تھا وہ کھیل رہی تھی پھر اچانک۔۔

_______________**

"دیکھو اسے کہاں گئی ہے وہ؟" عماد غصے سے دھاڑا تو سب اسے کھیتوں کی طرف دیکھنے لگے، عماد کو ایسا لگ رہا جیسے ابھی جسم سے جان نکل جانی ہے۔

"کیا ہوا ہے؟" کیف وہاں پہنچتے ہڑبڑی دیکھتا عماد کے پاس آیا جو خود ڈیرے کے کمروں کے اندر دعا کو پکار رہا تھا۔

"یار دعا ابھی یہیں کھیل رہی تھی پتا نہیں اچانک کہاں گئی آواز بھی نہیں دے رہی وہ۔" عماد نے پریشانی سے کہا تو کیف ریلیکس ہونے کا اشارہ کر کے خود بھی دیکھنے لگا۔

"پریشان نہ ہو ادھر ہی تمہیں تنگ کرنے کے لیے چھپی ہو گی۔" اس کو کہتا وہ کمروں سے باہر آیا، حقیقت میں اس کا۔ بھی دل ڈوب رہا تھا سوچتے کہ اگر اسے کچھ ہو گیا تو۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔" وہ آیت الکرسی پڑھتے ڈیرے کے سائیڈ پہ دیکھنے لگا۔۔

"دعا۔۔۔!" اچانک دماغ میں جانے کیا آیا اور ڈیرے کے پچھلے حصے کی جانب جانے لگا جہاں موٹر وغیرہ تھیں، جھاڑیوں کو سائیڈ پہ کرتا دعا کو آواز دیتا پچھلے حصے پہنچا تو ایک سکون کی لہر جسم میں سرائیت کر گئی۔۔

گہرہ لمبا سانس لیتے اعصاب کو نارمل کرتے احتیاط سے آگے بڑھا۔

"یہاں کیا کر رہی ہیں آپ؟" موٹرز کی دوسری سائیڈ پہ وہ اپنی فراک گندی کیے وہاں سکون سے بیٹھی چاکلیٹ کا ریپر کھولنے میں مصروف تھی۔

"یہ کس نے دیا ہے؟"اس کے پاس پہنچتے گود میں اٹھاتے حیرت سے پوچھنے لگا کیونکہ یہ سب جانتے تھے کہ گل دعا کو چاکلیٹ نہیں کھانے دیتی تھی لیکن کیا پتا عماد نے دی ہو۔

عماد کو موبائل پہ میسج کیا کہ دعا کمروں کے پچھلی سائیڈ تھی تو پریشان نہ ہو۔

"یہاں کیسے آئیں ہیں آپ؟"اس سے پوچھتا وہ احتیاط سے جھاڑیوں سے گزرتا نکلنے والا تھا کہ اچانک ہونے والی افتاد پہ وہ خود سائیڈ پہ گرا جب دعا چیخ پڑی۔

"میری بچی کہاں چلی گئی تھیں آپ؟"شدت سے سینے میں بھینچتے اس کے نقوش کو چومتا وہ نم لہجے میں بولا جبکہ کیف کا دل کیا یہی سے کوئی پتھر اٹھا کے مار دے کم سے کم چھینتا تو نہ اس سے۔

"یار مانا کہ تیری بیٹی ہے لیکن میں بھی اس کا کچھ لگتا ہوں مجھ سے چھینتا تو نہ، میں تیرے پاس ہی لا رہا تھا اسے۔"وہ سنبھل کے کھڑا ہوتا بولا کہ عماد نے کیف کو بھی سینے میں بھینچا جس میں دعا سینڈوچ بن گئی۔

"شکریہ یار!" فرط جذبات سے بولا۔

کسی کو کھونے کا احساس کیا ہوتا ہے وہ عماد نے آج محسوس کیا،اس کے قدم چلنے سے انکاری تھے جب دعا کو اس کی جگہ نہ پایا۔اب جیسے دعا کو دیکھتے جسم میں توانائی آ گئی تھی۔

"یہ کہاں سے ملی؟"اس کے ہاتھ میں چاکلیٹ دیکھتے عماد نے حیرت سے پوچھا۔

"میں بھی یہی پوچھ رہا تھا اس سے۔"کیف بھی الجھ کے بولا کیونکہ اس کو لگا تھا کہ یہ عماد نے دی ہو گی۔

"گڑیا یہ کہاں سے ملی کس نے دی آپ کو؟"اس کے ہاتھ سے چاکلیٹ لیتے عماد نے سونگتے پوچھا۔

"وہاں ایک انکل تھے انہوں نے دی تھی۔"وہ سادگی سے بولی تو دونوں کو جھٹکا لگا۔

"کون تھا وہ؟"

کیف نے پوچھا کہ شاید کسی ملازم میں سے دی ہو اس کو۔

"پتا نہیں۔"وہ لاعلمی کا اظہار کر گئی۔

"اچھاٹھیک ہے، آئیندہ کبھی بھی بغیر بتائے نہیں جاناوکے بری بات ہوتی ہے اور کسی سے چیز بھی نہیں لیتے۔" چاکلیٹ کو وہیں چار پائی پہ پھینکتے عماد دعا کو لے کے گھر جانے لگا۔

"خدا بخش!" عماد کے جانے کے بعد کیف نے آواز دی۔

"پتا کرو یہاں کوئی ایسا شخص دیکھا ہے کسی نے جس کو پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔" کیف نے سنجیدگی سے حکم دیا تو وہ جی اچھا کر کے چلا گیا۔۔۔

ان کے لیے واقعی حیرانگی کی بات تھی کہ کوئی ان کی بچی کو ایسے کیسے اپنے پاس بلا سکتا تھا کوئی تو تھا اس کے پیچھے، اور شاید وہ وہی شخص ہو جو یہاں اکثر راتوں کو آتا تھا۔

__________________**

یہاں گرمی کی چھٹیاں چل رہی تھیں جب پہلی بار اس شخص نے گل کو دیکھا تھا، آصف رفاقت (جہانگیر کے والد) کا کوئی قریبی دوست تھا جن کا وہ بھائی تھا۔

تب گل بائیس سال کی تھی اور عماد کے لیے اپنے دل میں موجود جذبات سے بخوبی

واقف تھی۔ لیکن وہ اس سے کافی چھوٹا تھا تب اسی لیے وہ جذبات اپنے تک راز رکھے ہوئے تھی۔ حویلی کے تینوں لڑکے بھی شہر سے یہاں چھٹیاں گزارنے آئے تھے۔۔۔۔

کیف کی بڑی بہن زر گل اور گل یہاں پاس ہی کسی قریبی کالج میں پڑھتی تھیں ان دونوں کی دوستی بھی کافی مضبوط تھی اور گل کے دل میں پلنے والے جزبات سے وہ بھی باخبر تھی۔

صحن میں بیٹھیں وہ دونوں کسی بات پہ کھلکھلا رہیں تھیں جب اچانک سے مہمان گھر میں داخل ہوئے تو دونوں حیرانگی سے دیکھنے لگیں کہ دن کے اس پہر کون آگیا۔

ابھی وہ دونوں الجھن میں تھیں جب گاڑی سے کوئی فیملی باہر نکلی اور ملازم ان کو مہمان خانے کی طرف لے گئیں، بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ وہ آصف رفاقت کے دوست کی فیملی ہیں۔

ان کے ساتھ ان کا چھوٹا بھائی بھی تھا جو دکھنے میں کافی اچھا تھا خوبرو نوجوان۔

ایک دو بار وہ رفاقت خان کی حویلی آئے تو اتفاقاً گل بھی موجود ہوتی تھی۔

گھر واپس جاتے اس لڑکے نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا گل کے بارے میں، پہلے تو اس کے بڑے بھائی حیران ہوئے پھر سوچا کہ دوستی رشتے داری میں بدل جائے گی اچھا ہو گا۔

عماد سے وہ شروع میں ہی انسیت رکھتی تھی، ایک کشش تھی جو اس کی جانب کھینچتی تھی اسے، عماد نے بچپن میں زیادہ تر اپنا وقت ہی گل کے ساتھ گزارا تھا۔۔۔ وقتی لگاؤ تھا شاید کچھ اور لیکن آہستہ آہستہ گل عماد سے بہت زیادہ اٹیچڈ ہو گئی تھی۔۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ کیسے اپنی پسند کا ذکر کرے یا اظہار کرے۔۔

پہلے سوچا کہ زر گل کو بتا دے لیکن کبھی ہمت نہ ہوئی۔

ایسے ہی ایک دن وہ عماد کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی جب گل نے جانے کیا سوچتے بات شروع کی۔

"عماد۔۔۔"!

"جی۔۔۔" چھت پہ بیٹھے وہ دونوں اپنی اپنی کتاب پکڑے مطالعہ کرنے میں

مصروف تھے جب گل نے پکارا۔

"کبھی سوچا کہ اگر زندگی ایسی نہ ہوتی تو۔" پنسل کو ٹھوڑی پہ رکھتے سوچتے ہوئے پوچھنے لگی تبھی کیف بھی ان کے پاس ہی آ بیٹھا۔

"نہیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ اپنی گزری ہوئی زندگی کو سوچیں اور جو آنے والی ہے وہ تو ہمیں پتا ہی نہیں کہ کیسی ہے تو سوال فضول ہے۔" عماد نے اسے مسکاتے دیکھ کے کہا تو کیف نے ستائشی نظروں سے دیکھا۔۔

"ایمپریسو، آپ ابھی اس وقت کا سوچیں اگر سب ایسے نہ ہوتا جیسے اب ہے تو۔" وہ پھر اصرار کرنے لگی۔

"مثلاً۔۔۔" وہ متجسس ہوا۔

"مثلاً کہ میں آپ سے چھوٹی ہوتی اور آپ بڑے۔" گل نے آنکھیں مٹکا کے پوچھا تو کیف جانے کیوں ہنس پڑا جبکہ گل خجل سی ہو گئی۔

"کیا مسئلہ ہے کیف۔۔۔" وہ چڑی تھی۔

"نہیں کچھ نہیں بس ایسے ہی، ویسے اگر تم چھوٹی ہوتی اور عماد بڑا تو۔۔۔" کیف

نے جان بوجھ کے آدھا جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"تو کیا ہوناتھا کچھ بھی نہیں، تب بھی سب یہی ہوناتھا جواب ہو رہا بس آپ کی جگہ میں نے بیٹھ کے یہ کتاب پڑھنی تھی اور آپ نے یہ۔۔۔" وہ سوچتے کہنے لگا آخر میں شرارت سے کہتے ہنس دیا۔

"ہاں اگر تم گل کی جگہ ہوتے تو پھر تم بھی گل سے۔۔۔۔" کیف اپنی ہی بات کہنے لگا جب گل نے سٹپٹا کے اس کے بازو پہ ہاتھ مارا۔

"کیا کہہ رہے ہو کیف فضول میں۔" گل نے خجل ہوتے کہا جبکہ کیف اس کے روکنے پہ مسکراہٹ دبا گیا۔

عماد اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ آخر مطلب کیا تھا۔

"پھر تم بھی گل سے ایسے گپیں لگاتے جیسے وہ اب لگا رہی ہے۔" وہ سرعت سے بات بدل گیا کہ گل نے خفگی سے اسے دیکھا۔۔

اس کی بات مکمل ہونے پہ عماد آسودگی سے مسکرا دیا شاید وہ کچھ اور سننے کی خواہش میں تھا۔

"گل۔۔۔۔!" عماد کی آواز پہ وہ ہوش کی دنیا میں آئی، بیڈ سے نیچے اترتے جلدی سے باہر نکلی۔

"جی۔۔۔"

"یار کچھ کھانے کو دیں۔" اس نے دعا کی جانب اشارہ کیا جو منہ بنائے کھڑی تھی۔

"کیا ہوا اسے۔" اپنی بیٹی کا اترا چہرہ دیکھتے وہ محبت سے پوچھنے لگی۔

"ہوا تو کچھ بھی نہیں بس آپ کھانا لائیں بھوک لگی ہے۔" دعا کو گھورتے وہ گل کو کھانا لانے کو بولا اور خود اس کی انگلی پکڑتے ٹیبل کے قریب لے گیا۔

"آپ کو پتا ہے کہ ماما غصہ ہونگی پھر بھی ضد کر رہی ہیں۔" وہ سمجھانے والے انداز میں بولا کیونکہ اس سے چاکلیٹ لینے کے بعد وہ اب بھی اسی کی ضد لگا کے بیٹھی تھی۔

"تھوڑی سی دے دیں پھر نہیں لوں گی نا۔" وہ معصومیت سے کہنے لگی۔

"ٹھیک ہے رات کو لاؤں گا، ابھی ماما کو نہیں بتانا ورنہ ڈانٹیں گیں۔" اس کی بات مانتے اسے خوش کر گیا جس پہ وہ کھلکھلا اٹھی۔

گل نے دونوں کا کھانا دیا ان کے پاس ہی بیٹھ گئی اور دعا کو کھانا خود کھلانے لگی جبکہ اپنے اوپر اس کی نظریں محسوس کرتے نظرانداز کر رہی تھی۔

"آپ نے کھالیا کھانا؟" ٹیبل پہ موجود اس نے خاموشی کو توڑا۔

"نہیں! ابھی بھوک نہیں تھی۔" دعا کا کھانا ختم کرواتے وہ بغیر دیکھے بولی اب کے عماد نے محسوس کیا تھا کہ وہ اس سے دیکھ کے بات نہیں کرتی تھی یا کترا رہی تھی جو بھی تھا لیکن اس کا ایسے جھجکنا کترانا تھا بہت دلکش۔

______________**

یہ پورا ہفتہ ان کا کسی نہ کسی اسائمنٹ میں گزرنا تھا اور ساتھ ہی ان کے پریکٹیکل بھی شروع ہو رہے تھے حیام کو اپنا آگے کا وقت بہت مصروف نظر آرہا تھا تبھی وہ آج ایک عدد اسائمنٹ مکمل کرنا چاہتی تھی تاکہ باقی بھی آرام اور پرسکون ہو کے کرے۔

ابھی وہ یونیورسٹی سے فارغ ہوتے ہوسٹل میں اپنے کمرے میں موجود تھی، باتھ لیتے وہ فریش ہوتے اپنا لیپ ٹاپ اور کچھ نوٹس وغیرہ اٹھائے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔

بالوں کو اس نے جوڑے میں قید کر لیا تھا، ابھی وہ کل والی کالی فراک میں تھی۔۔
اپنا ٹاپک لکھتے وہ سرچنگ کرنا شروع ہوئی۔۔۔کچھ مطلوبہ چیزیں ملنے پہ ان کو موبائل میں محفوظ کرتی گئی۔۔ تقریباً آدھے گھنٹے میں کچھ کام کا مواد ملا تو اپنا کام شروع کرنے لگی جب موبائل پہ اصفحان کی کال آ گئی۔
مسکراتے ان کی کال کو اوکے کرتے کان سے لگایا اور حال احوال پوچھنے لگی۔ان سے باتیں ہوئیں تو اپنی بھابھی سے کرنے لگی لیکن وہ ان کو یہ نہ کہہ پائی کہ ابھی وہ مصروف ہے، دو دن ہو گئے تھے یہاں آئے اور اب ان سے بات ہو رہی تھی اس کی۔۔

وہ کال رکھنے کا سوچ رہی تھی جب زوفا نے بتایا کہ دادی جان بھی بات کرنا چاہ رہی ہیں اس سے۔ گھڑی میں وقت دیکھا تو جھٹکا لگا کہ مسلسل ایک گھنٹہ وہ ان سے باتیں کر رہی تھی اور کام ابھی تک شروع نہیں کیا تھا۔
دی جان سے بات کرتے وقت اور گزر گیا۔۔یہ نہیں تھا کہ حیام کو وہ عزیز نہیں تھے یا بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

وہ بس ابھی چاہ رہی تھی کہ اپنا کام مکمل کر لے پھر فرصت سے ان سے بات کرے گی آرام سے بغیر کسی پریشانی کے۔۔۔

ان سے بات کر کے فارغ ہوئی تو اپنا کام دوبارہ سے شروع کرنے لگی۔

اپنا دوپٹہ اتار کے سائیڈ پہ رکھا اور مسکرا کے کام شروع کیا، ابھی اسے دس منٹ بھی نہیں ہوئے ہونگے کہ صنم کی کال آ گئی۔

"ہاں صنم۔۔!" سپیکر پہ رکھتے اس نے پوچھا۔

"یار مارکٹ جانا ہے تو تیار ہو جا آ رہی ہوں میں۔" اس کی بات سنتے وہ بے بس ہو گئی کہ اب کیا کہے۔

"یار میں کام کر رہی ہوں ابھی۔" اسے سمجھ نہ آئے کہ کن الفاظ میں انکار کرے۔

"تھوڑا ہی وقت لگے گا بس ویسے بھی آف ہے پورا ہفتہ۔" صنم نے اصرار کیا تو حیام کو اب کی بار رونا آنے لگا۔

"صنم یار کل کر لو پلین یا پرسوں۔" لہجے میں واضح بے بسی تھی۔۔

"پلیز تھوڑا سا ٹائم لگے گا میں ارتسام کو کہوں گی کہ وہ چھوڑ جائیں تمہیں یہاں

جلدی، پرامس جلدی آجائیں گے ہم۔" صنم ترلے منتوں پہ اتر آئی۔

"یار۔۔۔اچھا آرہی ہوں۔" بے بسی سے اس کو غصہ آنے لگا کہ جب بھی وہ سوچتی تھی کہ آج کام مکمل کرلوں گی ہمیشہ کوئی نہ کوئی کام پڑ جاتا جس کی وجہ وہ جلدی ہونے کے بجائے لیٹ ہونے لگتا۔۔۔

"آہ۔۔۔" غصے سے اپنے بال وہ مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

"آج ہی کیوں۔۔؟" بے بسی غصے میں بدلی اور غصہ رونے میں۔

اپنی چیزیں غصے سے پٹختے اس نے وہیں بیٹھے رونا شروع کردیا۔

"مجھے نہیں کرنا کوئی کام۔" غصے سے سب پرے کرتے وہ اٹھی اور باتھ میں جاکے بند ہوگئی۔۔۔

"سانس لو لمبی سانس لو۔۔۔" خود کو پرسکون کرنے کے لیے وہ باتھ میں کھڑی لمبے سانس لینے لگی۔

"کچھ نہیں ہوا، کل ہوجائے گا کام ریلیکس۔" اپنے بالوں کو پیچھے کرتے اوپر دیکھتے اپنی آنکھوں کی نمی کو اندر کھینچا اور مسکرانے کی کوشش کرنے لگی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

یہ نارمل ری ایکشن تھا وہ جانتی تھی کہ ایسا اکثر ہوتا ہے جب کوئی کام کرنے کی خواہش کر لو تو اندر بہت سے دوسرے کام آ جاتے کہ اپنا پکا کیا ارادہ پورا بھی نہیں ہوتا۔ جس کے نتیجے میں بے بسی، غصہ اور آخر میں رونا۔۔۔ایسے میں اسے یہ بھی پتا تھا کہ کیا کرنا ہے، تبھی لمبے سانس لیتے اپنے آنسوں بہنے دیئے۔۔

"آنسوں پلکوں کی باڑ توڑتے رخسار کو بھگوئیں تبھی تو وہ اللہ کی بارگاہ میں جائیں گے اور اللہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کا حل دکھائے گا۔

وہ بہترین کارساز ہے۔"

اپنا غبار و غصہ نکالتے وہ ہلکا پھلکا ہوئی اور کپڑے چینج کرنے لگی، خود کو ہلکا پھلکا سا تیار کرتے وہ آئینے میں دیکھتی صنم کو کال کرنے لگی کہ وہ نکل چکی ہے۔۔

مزید تھوڑی دیر میں وہ صنم کے ساتھ مارکیٹ میں تھی۔

"یار تم خاموش کیوں ہو؟" صنم نے اس کی سنجیدگی دیکھتے پوچھا۔

"صنم میرا دماغ آؤٹ ہے اس لیے بات نہیں کر رہی۔" صاف گوئی کا مظاہرہ کرتی وہ ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

ایسے ہی چلتے پھرتے اس کا موڈ فریش ہو چکا تھا اور مسکراتی اب صنم کا ساتھ دے رہی تھی۔۔

"یار تمہیں ایک بات بتانی تھی۔"ابھی وہ ائیس کریم پارلر بیٹھے آئیس کریم کھا رہیں تھیں جب صنم نے بات شروع کی۔

"ہاں بتاؤ۔۔۔!"اس کی طرف دیکھتے کہا۔

"یار وہ نا ارتسام چاہ رہے ہیں کہ رخصتی ہو جائے اور انہوں نے بابا سے بھی بات کر لی ہے لیکن میں تیار نہیں ہوں ابھی تو۔۔۔"سنجیدگی سے بتا کے وہ حیام کو دیکھنے لگی جواب عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا یار، میں واقعی تیار نہیں ہوں اپنا گھر چھوڑنے کو۔"وہ واقعی بے بسی سے بولی۔

"اس میں ایسی پریشانی کی تو کوئی بات نہیں تم ارتسام بھائی کو کہو بس۔"ایک بات کہہ کے حل پیش کیا۔

"ان سے بات کی تھی تو جناب کا جواب تھا کہ کوئی مسئلہ ہی نہیں یہ، شادی ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"وہ منہ بنا کے بولی تو حیام نے شرارتی نظروں سے

دیکھا۔

"یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے کہ شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ معنی خیزی سے بولی اور آئیس کریم کا کھانے لگی۔

"فضول بولتی رہنا بس۔" صنم نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا جس وہ ہنس دی۔

"کب کا کہہ رہے ہیں وہ رخصتی کا تا کہ میں تیاری کروں۔" حیام نے سنجیدگی سے پوچھا کہ صنم نے تاسف سے دیکھا۔۔

"کوئی فکر ہی نہیں میری بس شادی کی پڑ گئی تمہیں۔" مکمل افسوس کا اظہار کرتی اسے کوسنے لگی۔

"بتاؤ یار کب ہے، پھر میری بھی آرہی ہے۔" وہ بےزار سی بولی کہ اب کی بار صنم کی آنکھوں میں بھی چمک آگئی۔

"تمہاری کب ہے؟"

"میری کہہ رہے ہیں کہ جلد ہی بس ایک دو ماہ میں۔" حیام نے معلومات کے مطابق کہا جو اسے زوفا سے ملی تھیں۔

"واؤ یہ تو اچھی بات ہے مطلب کہ میں تمہاری شادی پہ اپنی شادی کے جوڑے پہن سکتی ہوں۔" صنم پر جوش سی بولی۔

"کیا مطلب کہ میری شادی پہ تم اپنی شادی کے جوڑے پہنو گی، کب ہے شادی یہ تو بتادو کب سے پوچھ جارہی ہوں، اللہ اللہ ایک تو تم حد کرتی ہو۔" وہ مکمل بے زاری دکھاتی اٹھنے لگی جب صنم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ڈرامے نہ کر آرام سے بیٹھو بتانے لگی ہوں، اس مہینے کی لاسٹ پہ چاہ رہے ہیں وہ۔" شرمانے کی ایکٹنگ کرتے وہ بتانے لگی کہ حیام کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"قسم سے بڑا مزا آئے گا جب تم ایسے شرماؤ گی۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولی کہ صنم نے اس کے بازو پہ خفگی سے ہاتھ مارا۔

وہاں سے وہ ابھی اٹھی ہی تھیں جب صنم نے حیام کو پکارا۔

"ہوں۔" باہر نکلتے وہ ٹھہر گئی۔

"وہ سر عاصم ہیں نا!" ایک جانب آنکھوں سے اشارہ کرتے بتایا تو تعاقب میں حیام نے دیکھا جہاں وہ اپنی حسب معمول ڈریسنگ میں بیٹھا گلاسز لگائے اپنی سائیڈ کی

مسکراہٹ لیے کسی لڑکی سے بات کر رہا تھا، چہرہ دوسری جانب تھا تو وہ لڑکی کو دیکھ نہ پائیں۔

"ہاں ہے تو وہیں کیا پتا ان کی کوئی جاننے والی ہو یا 'بیوی'۔" حیام نے دیکھتے تبصرہ کیا۔

"جاؤ یار بیوی 'بن ہی نہ جائے کوئی جتنے وہ ریزرو رہتے ہیں شاید ہی کوئی لڑکی شادی پہ آمادہ ہو۔" صنم نے ٹیڑھے میڑھے منہ بناتے کہا۔

"یار ویسے ایسا ہی ہونا چاہئے انسان کو ریزرو سا کسی سے فری نہ ہونے والا۔" حیام نے باہر نکلتے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

"چاہے پھر وہ کسی بھی لڑکی سے ملے ایسے۔۔" صنم نے تھوڑی دیر پہلے کا منظر یاد کروایا۔

"ایویں نہیں کسی کو ایک جھلک دیکھتے رائے قائم کرتے پاگل کیا پتا کوئی جاننے والی ہو یا واقعی بیوی۔" اس نے ہنستے ہوئے اس کی بات کی تصحیح کی جس پہ صنم نے بھی تائید کی۔

وہ جو سوچ رہی تھی کہ اس کا وقت برباد ہو گا فضول میں گھومنا پڑے گا لیکن یہاں صنم کے ساتھ وہ اچھا ٹائم گزار رہی تھی شاید واقعی اللہ نے یہ وسیلہ بنایا تھا کہ وہ کچھ دیر اپنے دماغ کو پر سکون کر سکے اور آئندہ آرام و تحمل سے اپنے کام سرانجام دے، اس کا دل و دماغ اب واقعی پر سکون تھا۔۔۔

پہلے وہ بس دل کی رضامندی پہ جلدی سے اپنا کام کرنا چاہ رہی تھی جبکہ دماغ تب راضی نہیں تھا کیونکہ اس کو سکون چاہئے تھا جو وہ سمجھ نہیں رہی تھی، تبھی اپنا غبار نکالتی وہ صنم کے ساتھ آگئی تھی اور چھوٹی چھوٹی باتوں، ہلکی سی ہنسی سے بھی وہ پر سکون ہو گئی تھی۔

اگلے دن کا شیڈول پلین کرتے وہ بستر پہ لیٹی اور موبائل پہ تھوڑا بہت کام سرچ کرنے لگی کہ ایسے وقت گزرے گا اور نیند بھی آجائے گی۔ جب سرچنگ کرتے تھک گئی تو موبائل بند کرتے آنکھیں موند گئی، آج پھر سے آنکھوں کے پردوں پہ اس کا چہرہ لہرانے لگا، جانے کیوں وہ اسے سوچنے لگی تھی لاشعوری، بے ساختہ، بے اختیار تھی وہ اس معاملے میں لیکن کیوں؟

"شاید آج کی باتوں کی وجہ سے ایسا ہو۔" خودی سے سوال کرتی جواب دیتی آنکھیں وا کرتے چھت کو دیکھنے لگی۔

"سو جا حیام ورنہ کل جلدی اٹھ نہیں پاؤ گی۔" خود کو ہمیشہ کی طرح سرزنش کرتی دلاسے دیتی سونے لگی۔

__________________**

"کیف کی دادی جان نے ہمیں شادی کا کہہ دیا ہے اب آپ بتائیں کہ کیا کرنا ہے۔" اپنے کمرے میں سامنے بیٹھے اصفحان اور زوفا کو دیکھتے انہوں نے بات شروع کی۔

"مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں، آپ بتائیں پھر ہم حیام سے بھی اس کی رائے لیں گے۔" اصفحان نے نرم مسکراہٹ سے کہا۔

"حیام سے کیا رائے لیں گے، اس معاملے سے بیٹیوں سے رائے تو نہیں لیتے نا۔" دادی جان نے اس کی بات پہ ہنس کے کہا۔

"رائے نہیں لیکن مرضی تو پوچھنی ہی ہے نا اور میں اس کی مرضی کے خلاف نہیں

جاؤں گا۔" ان کے ہنسنے پہ وہ مدھم سا مسکرایا۔

"منگنی ہو گئی تو ظاہر سی بات ہے اس کی رضامندی پہ ہی ہوئی تھی، اب وہ انکار تو نہیں کر سکتی۔" دادی جان آج کل کے معاشرے میں ضرور رہتی تھیں لیکن زہن میں کہیں نہ کہیں وہ روایتی باتیں ضرور شامل تھیں۔

"دادی جان میرا مطلب یہ نہیں تھا، میرا مطلب کہ اس کی سٹڈی کو دیکھتے ہی فیصلہ کریں گے تاکہ اس کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔" وہ ان کی بات پہ مصنوعی خفگی سے بولا کہ زوفا نے بہن کے معاملے میں اس کے جزباتی پن کو دیکھتے مسکراہٹ دبائی۔

"جانتی ہوں سب کہ تم اس سے پوچھے بغیر کچھ نہیں کرنے والے۔۔۔" دادی جان بھی منہ بنا کے بولیں تو اصفحان اٹھ کے ان کے قریب آیا۔

"اس کو بتائے بغیر 'یہ کہہ سکتی ہیں آپ، پوچھنے والا حق تو آپ کے پاس ہی ہے۔" اس کے شفقت بھرے ہاتھوں کو بوسہ لیتے وہ مسکرایا۔

"تمہاری بیوی جیلس ہو رہی ہے۔" ان کے ایک دم کہنے پہ زوفا سٹپٹا گئی۔

"نہیں۔۔۔ایسا تو نہیں ہے۔" وہ ہلکا سا منمنائی، ان دونوں کو دیکھتی تو وہ محبت سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مسکرا رہی تھی۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔" انہوں نے اپنے پاس آنے کا کہا۔
اٹھ کے ان کے قریب گئی اور اصفحان کو اشارہ کیا کہ پیچھے ہو تا کہ وہ بیٹھ سکے، وہ بھی ہلکا سا پیچھے ہوا تو مشکل ہی وہ دادی جان کے پاس بیٹھی جبکہ دادی جان خود تھوڑا کھسک گئیں اور اپنے ساتھ لگا یا اس کو۔
"اللہ تم دونوں کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔" زوفا کے ماتھے پہ بوسہ دیتے وہ شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتیں زندگی کی، بچوں کی دعائیں دینے لگی جس پہ وہ چھینپتی مسکرا گئی۔

______________*

"جی لالہ۔۔۔؟" لائبریری میں بیٹھی وہ کسی بک کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھی جب اصفحان کی کال سنتے آہستہ سے اٹھ کے وہ لائبریری سے باہر آئی۔
"ضروری بات کرنی ہے مصروف ہو؟" انہوں نے تمہید باندھی تو لائبریری کے

کوریڈور سے چلتی وہ گراؤنڈ والے حصے میں آگئی اور وہیں سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی۔

"نہیں مصروف تو نہیں ہوں آپ بتائیں۔"موسم کے تیور آج ٹھیک نہیں تھے شاید وہ برسنے کا ارادہ رکھتے تھے۔۔

"گھر کا چکر کب لگاؤ گی؟"

"لالہ ابھی تو ممکن نہیں ہے کیونکہ آج کل تھیسز شروع ہوئے ہیں تو ان میں بہت ٹائم لگ رہا ہے۔"ہوا کی دوش سے ملتے درختوں کے پتوں کو دیکھتے کہا۔

"شادی کے بارے میں بات کرنی تھی تم سے کیف کی فیملی ڈیٹ مانگ رہی ہے۔" بغیر لگی لپٹی کے وہ اب اس نے سیدھا کال کرنے کا مقصد بتایا۔

"شادی۔۔۔۔!"شادی کا نام سنتے وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"کیا نہیں کرنی؟"اصفحان نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"ارے نہیں ایسا کب کہا میں نے۔"ہلکا سا ہنس کے بولی۔

"لیکن ابھی اتنی جلدی، تھوڑی دن پہلے ہی تو منگنی ہوئی ہے اور اب شادی۔" آنکھیں گھما کے بولی کہ اصفحان کو محسوس ہوا جیسے وہ شادی سے بھاگ رہی ہے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تو کوئی بات نہیں، ہماری بھی تو جلدی میں ڈیسائیڈ ہوئی تھی ویسے بھی عماد کا ساتھ میں ولیمہ کرنا چاہ رہے ہیں تبھی تم لوگوں کی شادی کی اجلت ہے دی جان کو۔"

اصفحان نے رسان نے سمجھانا چاہا۔

"ٹھیک ہے لیکن آپ ان سے کہیں کہ دو ماہ تک انتظار کریں کیونکہ میری مصروفیات یہاں بڑھ گئی ہیں اور دو ماہ میں سمیسٹر ختم ہو جائے گا تب آپ تاریخ دے دیجیے گا، ورنہ ابھی ایسی کوئی بات ہوئی تو میرا دماغ پھرا نہیں کاموں میں رہے گا۔" وہ اپنی مصروفیات صاف دل سے ظاہر کرتی گئی۔

"ہمم چلو ٹھیک ہے میں پہلے دادی جان سے مشورہ کروں گا پھر تمہاری مرضی بھی بتا دیں گے تم پریشان نہ ہو اور آرام سے اپنی پڑھائی پہ توجہ دو۔" اصفحان نے مسکراتے کہا اور اس کو خیال رکھنے کی تلقین کرتے کال کاٹی۔

گہری سانس بھرتی وہ سیڑھیوں سے اٹھی اور اندر کی جانب قدم بڑھائے اور لائبریری میں داخل ہوئی۔

________________**

"کھانا بہت مزے کا بنا ہے۔"

کھانے کی میز کے کے گرد ابھی سب بیٹھے شام کا کھانا کھا رہے تھے جب ارتسام کے والد نے کھانے سے لطف اٹھاتے تبصرہ کیا، ارتسام اور اس کے والد صاحب آئے تھے مہمانِ خصوصی بن کے۔

"شکریہ بھائی صاحب۔" انہوں نے مسکراتے تعریف وصولی جبکہ صنم ایک نظر اپنی ماں کو دیکھتی رہ گئی کہ بندہ جھوٹی تعریف ہی کر دیتا کہ میں نے سب بنایا، چلو سب نہیں ایک کڑاہی کی ڈش تو اس نے ہی بنائی تھی نا۔

"تم نے کیا بنایا ہے؟" ارتسام نے اپنی ساتھ بیٹھی بیگم کی طرف جھکتے سرگوشی کی۔

"بیوقوف۔۔۔!" وہ جلانے والی مسکراہٹ اچھالتے ہوئے بولی کہ ارتسام متبسم ہوا۔

"انسان اسی کام میں ماہر ہوتا جو وہ ہوتا یا سمجھتا ہے خود کو۔" ارتسام کے سنجیدگی سے کیے گئے تبصرے پہ صنم نے دانت پیسے۔

"کراہی بنائی ہے میں نے۔" وہ احسان کرنے والے انداز میں بولی کہ اس نے ایک

نظر اپنے سامنے پڑی خوش شکل کراہی کے باؤل کو دیکھا شاید اس نے خود جان بوجھ کے ٹیبل ایسے سیٹ کیا کہ اپنی بنائی گئی ڈش وہ اس کے سامنے پیش کرتی بغیر کہے۔

"شکل بتارہی ہے۔" بھرپور جائزہ لیتا اسے تپانے کے لیے بولا۔

"زہر بھی شامل ہے اندر۔" معلومات میں اضافہ کیا گیا۔

"کس نے کہا تھا کہ اپنی انگلی اس میں ڈال کے چکھو۔" وہ تاسف سے گردن نفی میں ہلاتا بولا۔

بات کا مطلب سمجھتے صنم نے ٹیبل پہ پٹخنے ہے انداز میں پلیٹ رکھی اپنے سامنے اور اس میں چاول ڈالنے لگی جبکہ ارتسام مزے سے اب اپنی پلیٹ میں کڑاہی نکال رہا تھا۔

"فون پہ رابطہ کرتے آپ سے سرسری سی بات تو ہوگئی تھی لیکن اب موقع مناسبت کھل کے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

کھانا کھانے سے فری ہوئے تو سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے چائے سے خظ اٹھا رہے تھے جب ارتسام کے والد نے بات شروع کی، تقریباً سبھی واقف تھے بات سے۔

"جی آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، ہماری طرف سے تمام تیاریاں مکمل ہیں کسی دن آپ باقی بڑوں کو بھی ساتھ لائیں تو باقاعدہ رسم کرتے تاریخ پکی کر دیتے ہیں۔"
صنم کے والد قدوس صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو امی نے صنم سے آنکھوں آنکھوں میں یہاں سے جانے کا اشارہ کیا تو وہ کیچن دیکھنے کا کہتے وہاں سے اٹھ گئی۔
"ہمیں کچھ بھی نہیں چاہیئے بھائی صاحب، بس آپ بچی کو ہمارے ساتھ رخصت کریں اللہ کا دیا سب ہے ہمارے پاس بس اب ہم چاہ رہے ہیں جلدی سے اپنے فرض سے فارغ ہوں۔" چائے کا گھونٹ بھرتے انہوں نے کہا۔
ارتسام خاموشی سے وہاں ان کی گفتگو سن رہا تھا، شادی جلدی کرنے کی خواہش بھی اسی نے ظاہر کی تھی تبھی وہ آج یہاں موجود تھے۔
"یہ بات بھی ٹھیک ہے اللہ مزید آپ کو نوازے لیکن ہم اپنی خواہش سے جو اپنی بیٹی کو دیں گے وہ آپ کو قبول کرنا ہی ہو گا۔" ان کی بات پہ وہ ہنستے بولے تو تائیدی انداز میں سر ہلا گئے۔
"ٹھیک ہے پھر تین دن بعد آپ لوگ آئیں اور شادی کی تاریخ رکھتے ہیں ویسے تو

آج بھی یہ کام سر انجام ہو جانا تھا لیکن پھر خاندان کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خوشی میں شامل نہیں کیا۔" مصلحت سے کام لیتے قدوس صاحب نے کہا۔

"جی ٹھیک ہے۔"

تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھے رہنے کے بعد ارتسام اٹھتا صنم کے پیچھے آیا جو اپنے کیچن کی صفائی کرتے اپنے کمرے میں موجود تھی۔

"کچھ چاہیئے تھا آپ کو؟" اپنے کمرے میں اس کی اچانک آمد پہ وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

"چاہیئے کچھ نہیں بس تمہارے پاس آیا ہوں۔" کہتا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"بال نہیں کھولے تم نے۔" اس کے بندھے بالوں کو دیکھتا وہ پوچھنے لگا۔

"پاگل ہیں کیا؟ سب کے سامنے کھول لیتی بال۔" اس کی بات پہ ہلکا سا ہنستی بولی۔

"سب کے سامنے نہیں لیکن ابھی تو کھول ہی سکتی ہو۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہنے لگا کہ صنم مسکرا کے نظریں جھکا گئی۔

"آپ پاگل ہیں ارتسام۔" اگلے ہی لمحے اس کی فرمائش پہ وہ شرماتی ہنسنے لگی۔

تیری الجھی ہوئی باتوں سے میرا دل الجھا

تیرے بکھرے ہوئے بالوں نے پریشان کیا

اس کے بال نہ کھولنے پہ وہ خود ہی آگے ہوتے اس کی چوٹیا کو کھولتا گنگنانے لگا۔

"کتنا حسین نام لگتا جب تم اسے ادا کرتی ہو۔" پھر وہی جملہ ویسا ہی انداز، ویسی ہی محبت بھرا لہجہ، وہی آنکھوں میں پنپتی محبت۔

"اب کبھی نہیں کہا کہ 'آپ سمجھ کیوں نہیں رہے کہ نہیں شادی کرنی مجھے آپ سے'۔"اس کے بالوں کی لٹ کو آہستہ سے انگلی پہ لپیٹتا شرارت سے کہنے لگا۔

"اب فائدہ اب تو آپ پلے باندھ دیئے گئے ہیں میرے۔ ساری زندگی اب آپ کے ساتھ ہوں تو یہ جملہ کہنے کا اب کوئی مقصد نہیں۔" وہ ناز نخرے دکھاتی شرارتی انداز میں بولی۔

"اب تو رہائی ناممکن ہے آپ کی جناب۔"اس کی بات پہ وہ دلکشی سے ہنستا اس کو قریب کرتے سینے سے لگا گیا۔

_____________**

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وقت کا کام تھا گزرنا تو وہ گزرتا گیا، یونیورسٹی میں ان کے بِڈزا یگزیم تھے وہ بھی گزر گئے پھر ان کو تھیسز کے کام پہ لگا دیا گیا، مختلف قسم کے سروے، اکثر ان کو کالجز جانا پڑتا تو کبھی اولڈ ایج ہوم۔۔ایک اچھا خاصا ان کو کام مل گیا تھا، نئے نئے لوگوں سے ملنا ان سے زندگی کے بارے میں باتیں کرنا پھر ان سے مختلف قسم کے تجربے وغیرہ پوچھنا۔

بہت کچھ نیا سیکھنے کو سکھانے کو ملا تھا۔۔

ابھی وہ کلاس میں موجود اپنی ایک اسائمنٹ کا زکر کر رہیں تھیں جب کلاس میں ان کی ایک ٹیچر داخل ہوئیں۔

تھوڑا لیکچر گزرنے کے بعد وہ کلاس کو فارغ کرتی ان کو بریک دے گئیں تو سب اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے جبکہ وہ ایک کرسی پہ بیٹھتیں مسکراتی سب کو دیکھنے لگیں۔

پانچ منٹ، دس منٹ پھر بیس منٹ گزر گئے لیکن وہ ایسے ہی سب کو مسکاتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

صنم، حیام کے ساتھ ساتھ ان کی مزید اور کلاس فیلوز نے بھی نوٹ کیا انہیں اور اپنے کام موبائل وغیرہ چھور تیں وہ ان کے قریب اپنی کرسیاں کھسکاتے بیٹھ گئیں۔

ان کے اس عمل پہ ان کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔۔

اب وہ ان سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرنی لگیں اور ہنسنے مسکرانے لگیں۔ان کی مسکراہٹ میں ایک کشش سی تھی جو اپنی جانب کھینچتی تھی۔

"آپ کتنی پر سکون لگتی ہیں!" صنم نے اچانک سے اپنی ٹیچر کو دیکھتے محبت سے کہا جس پہ وہ حیرت سے دیکھنے لگیں جبکہ لبوں پہ مسکراہٹ ہنوز تھی۔

"پر سکون تو ہر کوئی ہوتا ہے بے سکونی انسان خود لاتا ہے۔" صنم کو دیکھتیں وہ نرم لہجے میں بولیں۔

"آپ کو پتا آپ کچھ نہ بھی کریں، سنجیدہ بھی رہیں پھر بھی آپ کے چہرے پہ ایک مسکراہٹ رہتی ہے جو کبھی آپ کے لبوں سے جدا نہیں ہوئی جیسے مسکراتا چہرہ۔" حیام نے جیسے جوش سے کہا۔

"واقعی ایسا لگتا ہے، میں تو بس ادنٰی سی کوشش کرتی ہوں خوش رہنے کی وگرنہ اللہ نے تو کبھی غم آنے ہی نہیں دیا۔" اپنی سٹوڈینٹس کی باتیں سنتی وہ ہنس پڑیں۔

"آپ جب پریشان ہوں تو کیا کرتی ہیں یا ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟" ایک اور سٹوڈینٹ نے متجسس ہوتے کہا۔

"آپ کو میں ایک مزے کی بات بتاتی ہوں، سچی مجھے خود بہت سکون ملتا ہے اس سے۔" وہ اپنی بات سے سب کو متوجہ کر گئیں کہ یکلخت سب ان کے سامعین ہوئے۔

"میں جب بھی پریشان ہوتی ہوں تو دل بہت بے چین رہتا ہے، ایک کھلبلی سی مچی ہوتی ہے دل میں کہ میں اپنا آپ کہیں کھول دوں کسی کا کندھا میسر ہو اور اپنا سارا غبار نکال دوں لیکن نہیں کرتی کیونکہ میں جانتی ہوں مجھے اس پریشانی میں اس بے چینی میں ڈالنے والے وہ نہیں ہیں تو وہ مجھے کیسے اس سے نکلنے کا حل بتائیں گے یا مشورہ دیں گے۔" اپنے نرم لہجے میں مسکراتی انہوں نے بات شروع کی جب سب اس بات کی تائید کرتے سر ہلا گئے۔

"مجھے اگر پریشانی ہوئی ہے بے چینی ہوئی گھبراہٹ ہوئی تو اس کا سب سے بہتر جاننے والا تو وہ ہے اس رب کی زات ہے جو میرے سانس لینے سے پہلے ہی سب جان لیتا ہے۔" کرسی کی سائیڈ پہ کہنی ٹکائے وہ چہرے کے نیچے ہاتھ کی مٹھی بنائے محو سے ان کو سن رہی تھی۔

"میں جاتی ہوں' جائے نماز بچھاتی ہوں' دو رکعت نماز ادا کر کے اپنی ساری پریشانیاں ایک پوٹلی میں باندھ کے وہیں پھینک دیتی ہوں کہ اللہ! میں تھک گئی ہوں یہ میری پریشانیاں' اب آپ ان سب سے نپٹے مجھ سے نہیں سنبھالی جا رہیں، سارا کچھ اس پوٹلی میں باندھا، سارے شکوے، ساری ٹینشنز لوگوں کی باتیں طعنے سب کچھ اور دو رکعت سجدے میں جا کے وہیں اسی جائے نماز پہ بیٹھ کے پھینک دیں کہ اب اللہ جانے اس سب کو' میں تھک گئی۔" ہاتھوں کے اشارے سے انہوں نے ارد گرد سے جیسے ساری پریشانیاں اٹھا کے ایک پوٹلی میں باندھی اور وہیں پھینک دی ان کی بات پہ سب مسکرا دیئے۔

"میں تب ایسے ہوتی ہوں جیسے پانچ سال کا بچہ روٹھ گیا ہو اپنے بڑے سے اور اب

اسی کے پاس جاتے شکوے کر رہا ہو۔۔میں تو اکثر وہیں سو بھی جاتی ہوں پھر جب آنکھ کھلتی ہے تو جیسے دل ہلکا ہو جاتا۔" وہ بتاتے ہوئے بھی واقعی ایک ضدے بچے کی طرح بتا رہی تھیں۔

"پھر کچھ دنوں میں یا کچھ لمحوں میں مجھے راستے ملتے جاتے ہیں، وسیلے ملتے جاتے ہیں جن سے وہ ساری پریشانیاں مشکالات حل ہو جاتی ہیں۔۔مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں اللہ سے بات کرتی ہوں ابھی وہ بات میرے دماغ میں دل میں ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس کا وسیلہ بنا دیتے ہیں فوراً۔" انہوں نے جیسے سب کو ایک سکون کی راہ دے دی، سب مسکراتے انہیں کو دیکھ رہے تھے کتنا پر سکون تھا ان کو سننا، کتنا دلفریب تھا، کتنا لبھاتے تھے دل کو ان کے الفاظ ایسے جیسے وہ خود ہی سب کر رہے ہوں، ایک سحر طاری تھا سب پہ ابھی جس کو محسوس کرتے وہ خود کھلے دل سے مسکرا دیں۔

"کچھ کہنا چاہ رہی ہیں آپ؟" اچانک سے انہوں نے ایک لڑکی کو مخاطب کیا جوان کے پکارنے پہ حیران ہوئی پھر مسکرا کے کہنے لگی۔

"آپ اتنی مثبت سوچ، مثبت باتیں کیسے کر لیتی ہیں۔"سحر کی کیفیت ابھی بھی سب کو جکڑے ہوئے تھی۔

"بیٹے مثبت سوچ تو سب میں ہوتی ہے بس منفی کو نکال دو۔"مسکراتے انہوں نے اپنے موبائل پہ ٹائم دیکھا کہ بس پانچ منٹ باقی تھے لیکچر آف ہونے میں۔

"اللہ کا قرب ہی آپ کو مثبت سوچ کی جانب راغب کرتا ہے،اللہ سے لو لگاؤ سب کچھ مثبت ہی ملے گا۔"جاتے جاتے ان کے مسکراتے الفاظ ان سب کے کانوں میں رس گھول گئے۔

__________________**

صنم کی شادی کی ڈیٹ فکس کر دی گئی تھی ایک مہینے بعد شادی طے پائی تھی اور وہ اب وقت بھی اختتام کو پہنچ چکا تھا۔۔حیام کے مطابق وہی ہوا کہ صنم جب اپنی پڑھائی پہ دھیان دینے کا سوچتی تبھی ارتسام کا حکم مل جاتا کہ آج فلاں جگہ جانا ہے فلاں جگہ جانا ہے جس پہ ایک بار وہ غصہ ہو گئی تھی کہ اب کہیں نہیں جائے اس کے لیکچرز پیچھے رہ رہے تھے اور جناب کو شادی کی شاپنگ کی پڑی تھی۔

ایک بار تو ارتسام نے کہہ دیا کہ ٹینشن کس بات کی ہے وہ آرام سے پڑھا دے گا بعد میں۔

کل صنم کی مہندی تھی، اصفحان لوگوں نے بھی آنا تھا دادی جان کو ساتھ لیے۔ارتسام نے عماد، کیف کی فیملی کو بھی انوائیٹ کیا تھا۔

ابھی صنم اور حیام 'صنم کے کمرے میں بیٹھی منہ پہ کچھ لگائے بیٹھی اپنے ناخن کو تراش رہی تھیں۔

"آج گئی تھی تم پارلر؟" حیام نے اپنے پاؤں سے نظریں ہٹاتے صنم سے پوچھا جو موبائل پہ لگی مسکرا رہی تھی۔

"ارتسام بھائی کو کہو کہ پرسوں بات کر لیجیے گا ابھی چھوڑو اس کو بتاؤ مجھے۔" حیام نے اپنے سوال کو نظرانداز ہوتے دیکھ اسے گھورتے ہوئے کہا تو صنم موبائل رکھتے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ہاں گئی تھی اور چار گھنٹے وہاں لگا کے آئی کمر تھک گئی میری۔" اپنا آج کا دن یاد کرتے بتایا جہاں پارلر میں اس کی اپائنٹمنٹ تھی۔۔

"یہ کب اتارنا ہے؟" حیام نے چہرے کی جانب اشارہ کیا جہاں وہ فیس ماسک لگائے بیٹھیں تھی۔

"بس پانچ منٹ اور پھر اتار دینا ہے اور روز واٹر سپرے کر لینا اس پہ۔" دائیں جانب لگے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے اس نے کہا۔

"میری کل اور بھی دوست آرہی ہیں تو کل مزہ آئے گا خوب۔" اپنی کالج یونیورسٹی کی دوستوں کا سوچتے وہ محں ت سموئے بولی کہ حیام مسکرا دی۔

"میں کل یونیورسٹی جاؤں گی ایک لیکچر ہے ساتھ ہی سر عاصم ہمیں کہیں لے کے جارہے ہیں وزٹ پہ تو وہاں سے واپسی پہ یہاں آجاؤں گی جلدی۔" اس کے کل کا منصوبہ بتایا۔۔

"یار میں نے بھی جانا ہے مینٹل اسائلم۔۔!" صنم منہ بنا کے بولی کیونکہ پچھلے لیکچر میں سر نے بتایا تھا وہ ایک جگہ وزٹ کرنے والے تھے۔

"چل ویسے بھی تو شادی کے بعد اپنے گھر کو یہی بنانے والی ہے وہ دیکھ لینا" شرارتی انداز میں اس کو چھیڑتی اس کو پاگل کہتی وہ قہقہہ لگا اٹھی۔

"یار وہاں کی ویڈیوز لازمی بنا کے لانا میں نے دیکھنی ہیں۔" وہ اس کے ہاتھ پکڑتی منتیں کرنے لگیں کہ حیام نے گردن اکڑائی۔

"اتنا کہہ رہی ہو تو ٹھیک ہے لے آؤں گی۔" وہ احسان کرنے والے انداز میں بولی۔

"ڈریس وغیرہ سب تیار ہیں نا مہندی لگانے والی بھی آجائے گی نا ٹائم پہ۔" حیام نے کچھ یاد آتے پوچھا۔

"ہاں سب تیار ہیں میں نے مہندی والی سے بھی بات کرلی تھی وہ ٹائم پہ آجائے گی۔" اپنے چہرے سے ماسک اتارتے بولی اور پاس پڑی بوتل منہ پہ سپرے کرنے لگی۔

____________________**

لائٹ گرے کلر میں شارٹ شرٹ کے ساتھ ریڈ ٹراؤزر اور گرے ہی ڈوپٹہ لیے اپنا بیگ پکڑتی صنم کو خیال رکھنے کا کہتی یونیورسٹی کے لیے نکلی، آج مہندی تھی تو وہ سوچ رہی تھی کہ جلدی یہاں آجائے، دو دن سے وہ انہیں سے گھر قیام کر رہی تھی۔

"آنٹی میں چلتی ہوں دوپہر تک آجاؤں گی۔" ناشتے سے فارغ ہوتے خدا حافظ کہتے وہ گھر سے نکلی، صنم کے بابا اس کو یونیورسٹی چھوڑنے والے تھے۔۔

یونی میں اینٹر ہوتے ہی اس نے پہلے اپنے لالہ کو کال کی اور آج آنے کے بارے میں پوچھنے لگی۔ جس پہ انہوں نے بتایا کہ شام تک وہ آجائیں گے فکر نہ کرے۔

کلاس میں اینٹر ہوئی تو شکر کیا کہ سر ابھی کلاس میں موجود نہیں تھے۔۔اپنی سیٹ پہ آکے بیٹھی تو پانچ منٹ گزرنے کے بعد ہی کلاس میں سر اینٹر ہوئے، اتفاقاً وہ بھی گرے سوٹ میں ملبوس تھے۔

حال احوال کے بعد انہوں نے لیپ ٹاپ سیٹ کرتے لیکچر شروع کیا۔۔۔پنتالیس منٹ کے لیکچر کے بعد وہ بریک کے لیے رکے اور آج کے ٹوور کے بارے میں بات کرنے لگے۔

"آپ سب لیڈیز کو بتادوں کہ کوئی بھی اپنے بال کھول کے نہ جائے ورنہ وہ مزید کھول دیں گے۔" آج کے دن لڑکیوں کی تیاری دیکھتے وہ طنزیہ بولا تو لڑکوں نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"اور کوشش کیجیے گا کہ دور دور ہی رہیں سب سے کیونکہ آپ سب ان کے لیے نئے لوگ ہونگے۔" اس نے مزید ہدایت دی اور اپنے موبائل پہ کسی کو کال ملاتے ضروری بات کرنے لگا۔

کال ختم ہوتے ہی اس کو سب کو کلاس سے باہر نکلنے لگا اشارہ دیا۔ حیام بھی اپنا بیگ پکڑتے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ بالوں کو تو اس نے چٹیا میں قید کر رکھا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح آج بھی دوپٹے کے ہالے سے اس کی چٹیا باہر نکلتی بل کھا رہی تھی۔

وہ بھی جلدی سے باقی سب فیلوز کے ساتھ ہمقدم ہوئی۔

یونیورسٹی کی طرف سے وین کروائی گئی تھی جس میں سب سٹوڈینٹ تھے۔ چالیس کے قریب سب تھے تو دو وین تھیں ایک میں لڑکے اور دوسری میں لڑکیاں اور ان کے ساتھ ہی ایک فی میل ٹیچر بھی تھی ان کی جو ان کے ساتھ رہتی۔۔ سر عاصم لڑکوں کی وین میں تھے۔

ان کی یونیورسٹی سے بیس منٹ کے فاصلے پہ ایک مینٹل اسائلم موجود تھا۔۔

اسلام آباد کے مین موٹر وے پہ موجود وہ ایک شاندار بلڈنگ تھی۔۔

کلاس میں ان سب کو پہلے سے ہی سٹوڈینٹ آئی ڈیز دے دی گئیں تھی تاکہ وہ سب پہنچانے جائیں۔

ریسیپشن پہ جاتے سب نے اپنی اینٹری کنفرم کی اور باری باری عاصم کے پیچھے قدم اٹھانے لگے ساتھ ہی ان کی ٹیچر بھی گائیڈ کر رہی تھیں۔۔

گراؤنڈ فلور میں تو سب مین ہیڈ رومز موجود تھے،عاصم ان کو اپنی تقلید میں فرسٹ فلور پہ آیا اور باری باری کمروں کے بارے میں بتانے لگا۔

ان کو لے کے وہ ایک کمرے میں داخل ہوا ان کو وہ پہلے ہی خاموش رہنے کی تاقید کر چکا تھا کہ زیادہ شور نہ کریں یہاں ورنہ مریض ڈسٹرب ہوتے تھے۔۔

کمرے میں دونوں اطراف دس دس سنگل بیڈ موجود تھے اور ہر بیڈ کی سائیڈز پہ بورڈ کی دیواریں حائل کی گئی تھیں ساتھ ہی سامنے کی طرف پردہ حائل تھا۔

"یہ سب ڈپریشن کے مریض ہیں،ازیت کی وجہ سے اپنا زہنی توازن بگاڑ رہے ہیں، یہاں ان کے ہفتے میں ایک سیشن کروایا جاتا ہے، مختلف سٹاف وغیرہ موجود ہے۔۔

ان کو گھر جیسا ماحول دے کے ریلیکس کر کے ان سے باتیں کی جاتی ہیں کہ وہ

پر سکون ہو سکیں، یہاں فوری طور پہ ان کو میڈیسنز نہیں دی جاتیں ہاں اگر پیشنٹ کی طبیعت زیادہ بگڑ جائے تو ہم سکون آور دوائی دے سکتے ہیں۔"

ابھی شاید سب کے آرام کرنے کا ٹائم تھا تبھی کمرے میں خاموش ماحول تھا حیام عاصم کے دائیں جانب پاس ہی کھڑی تھی اور اپنا موبائل نکالتے ایک دو کمرے کی تصاویر بنانے لگی جب اس کو اپنے پیچھے سرسراہٹ محسوس ہوئی۔

"آہہ۔۔۔!" اچانک وہ ہلکی سی چیخ مارتی غیر ارادتی طور پہ عاصم کے بازو کو اپنے دونوں ہاتھوں سے زور سے جکڑ گئی، آنکھیں زور سے میچیں وہ سہمی سی اس کے ساتھ کھڑی تھی جب سب اس کی چیخ پہ متوجہ ہوئے۔۔

عاصم نے پہلے اپنے بازو کو دیکھا جو اس کے نازک ہاتھوں کے گرفت میں تھا پھر اپنے قریب کھڑی حیام کو جو ابھی بھی آنکھیں میچے کھڑی تھی۔

"مس حیام یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟" دفعتاً اس کی سرد آواز پہ وہ چونکی اور یکلخت اپنی آنکھیں وا کیں۔

"سوسوری سر وہ۔۔۔" وہ نادم شرمندگی سے اس کا بازو چھوڑتی جلدی سے دو قدم

کے فاصلے پہ ہوئی۔

"کسی نے پیچھے سے میرے بال کھینچے تھے۔" وہ سر جھکاتی شرمندگی سے بولی اور پیچھے کی طرف اشارہ کیا جہاں سب گردن گھما کے اس کے اشارے کی تعاقب میں دیکھا وہیں وہ اپنی کی گئی حرکت پہ مزید شرمندہ ہوئی تھی۔

پیچھے ایک پچاس سالہ عورت اشتیاق سے حیام کو ابھی بھی دیکھ رہی تھی۔

"جب آپ کو کہا تھا کہ بال نہیں کھولنے تو کیوں کھولے آپ نے۔" عاصم نیچی سرد آواز میں بولا اور سب کو اشارہ کیا کہ روم سے باہر نکلیں۔

"میں نے کب کھولیں ہیں بند ہیں یہ دیکھیں۔" وہ اپنی چٹیا آگے کرتی دکھانے لگی جس میں چٹیا کے بال بینڈ سے نیچے سے کھلے لہرا رہے تھے۔

"یہ دیکھ کے ہی وہ آپ کی طرف متوجہ ہوئی تھیں ان کو کور کریں جلدی سے۔" اس کی لہراتی کالی گھنے بالوں کی چٹیا کو ایک نظر دیکھتے وہ ٹھنڈے لہجے میں بولا تو وہ جی کرتی اپنے بال آگے کرتے دوپٹے کے حالے میں چھپا گئی۔

پھر سارے ٹوور میں وہ سب چیزوں سے دور دور ہی رہی کہ دوبارہ کچھ ہو نہ جبکہ اس کے ڈر کو دیکھتی باقی دوستیں ہنس رہی تھیں کہ بس بھی کرے اب اتنا بھی کیا ڈرنا۔

ابھی وہ ان کو لے کہ سیشن روم میں اینٹر ہوا تھا جہاں اکثر پیشنٹس کا ٹریٹمنٹ کیا جاتا تھا۔۔ کھلا کشادہ کمرہ جہاں دو صوفے موجود تھے اور دائیں جانب دو دیوار گیر شیلف بنی تھیں جن میں مختلف قسم کی بکس کے ساتھ ساتھ کچھ فائلز موجود تھیں۔۔

"کیا یہاں پہ پیشنٹس کو میڈیسنز دے کہ ان کا سیشن لیا جاتا ہے؟" ایک سٹوڈینٹ نے سوال کیا۔

"یہ سب پیشنٹ کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے، ہپناٹزم بھی ہوتا ہے اس میں، نیم غنودگی میں ان سے سوالات پوچھے جاتے ہیں، یہ سب ذہنی حالت پہ ڈپینڈ کرتا ہے کہ پیشنٹ کو کیسے ٹریٹ کیا جائے۔" باری باری وہ ان کے سوالات کے جواب دیتا جا رہا تھا۔

"آپ نے ابھی بتایا تھا کہ ہفتے میں ایک سیشن لیکن ہم نے یہ بھی سٹڈی کیا تھا جس میں دو سال میں دو سیشنز بھی ہوتے تھے۔" ان میں سے ایک سٹوڈینٹ نے اپنی الجھن بتائی۔

"جیسا پہلے بھی سر نے بتایا کہ ذہنی کیفیت پہ ڈیپینڈ کرتا ہے ضرورت پڑنے پہ ہفتے میں دو سیشن بھی رکھے جا سکتے ہیں اور دو سال میں چار بھی۔" ساتھ موجود ٹیچر نے اس بات کا مسکاتے جواب دیا۔

تقریباً تین سے چار گھنٹے انہوں نے اسائلم میں گزارا، حیام نے صنم کو دکھانے کے لیے بہت سی تصاویر بھی بنائی تھی۔

اس دوران وہ تین بار اسپیشل کال بھی کر چکی تھی کہ ساری مومنٹ کیپچر کر کے آئے ورنہ اپنی شادی میں گھسنے نہیں دے گی۔

دوپہر کے تین بجے ان کی واپسی ہوئی تھی وینز ان کو واپس یونیورسٹی ہی چھوڑ گئی تھی جہاں سے سٹوڈینٹس نے واپس اپنے گھروں کی راہ لینی تھی۔

حیام نے وہاں پہنچتے صنم کو کال کر دی تھی کہ انکل کو بھیج دے لینے کے لیے اگر وہ بزی ہیں تو وہ خود آجائے گی کیب کروا کے لیکن صنم نے کہا کہ وہ خود لینے آرہے ہیں، وہاں بیٹھے اسے پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ اس نے سر عاصم کو دیکھا جو اپنے آفس سے نکل رہے تھے، کلاس میں وہ جب بھی لیکچر لینے آتے تو کوٹ اتار کے آتے تھے لیکن اس نے نوٹ کیا تھا کہ وہ آتے جاتے بھی نہیں پہنتے تھے بس بازو پہ لٹکائے رکھتے تھے۔

"یہ اس کو پہنتے کب ہیں؟" وہ تیکھی نظروں سے عاصم پہ نظریں جما کے بولی۔

اب وہ پارکنگ سے اپنی گاڑی میں بیٹھا وہاں سے نکلنے والا تھا جب اس کے تھوڑا فاصلے سے اس کی گاڑی گزری اور حیرت انگیز طور پہ حیام نے سر عاصم کا قہقہہ سنا۔

"عجیب انسان ہیں۔" اس کو نام سے نوازتی گیٹ پہ صنم کے والد کو دیکھتی اپنا بیگ اٹھاتے باہر نکل گئی۔

گھر پہنچی تو دیکھا کہ ان کے کچھ رشتہ دار آچکے تھے۔ حیام سب کو ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سلام کرتی صنم کے کمرے میں گئی جہاں وہ اپنے بالوں میں ایلو ویرا لگا کے

ان کو جوڑا بنائے اپنی الماری کو کھولے کھڑی تھی۔

"تم کیا کر رہی ہو یہاں۔" اپنا بیگ جگہ پہ رکھتی آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے بالوں کو آگے کرتے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی دیکھ رہی تھی۔" اس کی طرف مڑتے عام سے لہجے میں کہا۔

"یار میں سوچ رہی تھی کہ اپنے بال کٹوا دوں۔" کمر سے بھی نیچے جھولتے لمبے سیاہ بالوں کو دیکھتی وہ کہنے لگی۔

"آئے ہائے کیوں کیا ہوا اتنے پیارے تو ہیں خبردار اگر ان کو چھوٹے کروانے کا سوچا میرے دیکھو یار، میرا اتنا دل کرتا ہے کہ تمہاری لینتھ کے ہوں لیکن اس سے زیادہ ہوتے ہی نہیں۔" حیام کو جھڑک کے وہ اپنے بالوں کو دیکھتی حسرت بھری نگاہیں اس کے حسین بالوں پہ جمائے کہنے لگی۔

صنم کے بھی بال خوبصورت تھے لیکن کمر تک تھے جبکہ وہ اکثر حیام کو کہتی تھی کہ کاش اس کے بال اتنے لمبے ہو جائیں۔

"بس یار آج ان کی وجہ سے میں ڈر گئی تھی۔" وہ آج کا واقعہ دوبارہ یاد کرتے افسوس سے بولی کہ آنکھوں سے سامنے پھر وہ منظر لہرایا جب وہ عاصم کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے سختی سے دبوچے کھڑی تھی۔

"کیوں کیا ہوا؟" صنم نے متفکر سی ہو کے پوچھا تو حیام نے آج کی ساری روداد سنا دی پہلے تو وہ حیران ہوئی پھر زندگی سے بھرپور قہقہہ لگا اٹھی۔

____________________**

حیام نے رات میں صنم کو ہلکا پھلکا سا تیار کر دیا تھا نارنجی اور سبز رنگ کے امتزاج کے رنگوں کا لہنگا پہنا تھا، ساتھ گرین رنگ کی کرتی تھی۔۔۔۔ماتھے پہ پھولوں کی سجی ماتھا پٹی پہنائی تھی بالوں کو سٹریٹ کرتے پیچھے کھلے چھوڑا اور لمبے آویزوں کو کانوں کی زینت بنایا تھا وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

حیام نے خود گلابی رنگ کی شرٹ کے ساتھ پیلے رنگ کا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ بالوں کو اس نے بھی کھلا چھوڑ کے کرل کیا ہوا تھا ہونٹوں پہ گلابی ہی رنگ لگا کے ہونٹوں کی سرخی کو چھپایا ہوا تھا۔

صنم کی تیاری مکمل کرتے وہ اس کو بٹھا کے کیچن میں گئی کہ آنٹی کی کچھ ہیلپ کروا دے۔

"ارے بیٹا نہیں کوئی کام نہیں تم صنم کے ساتھ بیٹھو پہلے ہی بہت سے کام کر چکی ہو۔" انہوں نے محبت سے اس کا ماتھا چھوتے کہا۔۔ وہ یہاں جب سے آئی تھی تب سے ہی ان کا ہاتھ بٹا رہی تھی جبکہ ایک دو بار وہ شرمندہ بھی ہوئی تھیں۔ صنم نے بتایا تھا ان کو کہ وہ بہت بڑی حویلی کی اکلوتی بیٹی تھی تو یہ سب کام حیام سے نہیں کروا رہی تھیں کہ اچھا نہیں لگتا اپنے گھر میں اتنے نوکر اور یہاں پہ کام کر رہی تھی اپنے ہاتھوں سے۔

"ایسی کوئی بات نہیں آپ مجھے بتائیں اگر کچھ کرنے کو ہے تو۔" ان کے پیار کو دیکھتی وہ مسکرا کے بولی، ماں کا پیار کہاں دیکھا تھا اس نے بس اپنے بھائی اور داری کے لمس کو محسوس کیا تھا، ماں کی محبت جب محسوس کرنے کا وقت ہوا تو اللہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

"ارے میرا بچہ جاؤ جا کے صنم کے پاس رہو ویسے بھی بہت مدد کر لی میری اب باقی سب ہیں ناوہ دیکھ لیں گے کام "اس کو نرمی سے انکار کر دیا۔

اصفحان کے پیار و محبت میں ہی اس نے اپنی ماں اور باپ کو پایا تھا اس نے کبھی کمی نہیں ہونے دی تھی اس کی محبت میں، ہر جائز خواہش کو وہ دوسری بار کہنے سے پہلے ہی پوری کر دیتا تھا، کبھی ضد کرتی تو وہ اسے پیار سے بہلا پھسلا کے سمجھا دیتا۔۔ماں کی محبت کو وہ ترسی نہیں تھی کیونکہ اللہ نے ان کے پاس دادی جان کو رکھا تھا جو ماں بن کے ان کے ساتھ رہتی تھیں تو ماں کے پیار کو بھی نچھاور کیا تھا ان پہ۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔" وہ نم لہجے میں کہتی اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھنے لگی۔

"میری جان تم بھی بہت اچھی ہو اللہ نصیب اچھے کرے۔" مامتا بھرے لہجے میں کہتی اس کو رونے پہ مجبور کر گئیں کہ وہ بوکھلا گئیں۔۔

"کیا ہوا بیٹا رو کیوں رہی ہو؟" وہ متفکر سی ہوتی پانی کا گلاس بھر کے اس کے پاس لائیں۔

"نہیں کچھ نہیں بس صنم کے جانے پہ اداس ہو گئی۔" وہ بات بدل گئی جبکہ انہوں

نے بھانپ لیا تھا اس کی اداسی کو۔

"تم بھی میری ہی بیٹی ہو ایسے اداس نہیں ہوتے جب کبھی ماں کی یاد آئے تو مجھے پکار لیا کرو میں ہوں نا۔" اس کو سینے سے لگاتے وہ پر نم لہجے میں بولیں کہ وہ اثبات میں سر ہلاتے ان کا ہاتھ تھام کے لبوں سے لگا گئی۔

تبھی ان کے رشتے دار کی ایک بچی کیچن میں داخل ہوئی اور بتایا کہ حیام کے گھر والے آئے ہیں۔

"چلو آؤ اپنے آنسوں صاف کرو دادی جان آگئی تمہاری۔" اس کے آنسوں صاف کرتے وہ محبت سے بولیں۔

کیچن سے نکلی تو اصفحان زوفا اور دادی جان ڈرائنگ روم میں تھے، اندر جاتے ہی وہ سب سے پہلے اپنی دادی جان کے سینے سے لگی کیونکہ وہ ان کی کمی آج شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ کافی دیر ان کی آغوش میں آنکھیں بند کیے سکون کے لمحے محسوس کرتی رہی تب تک صنم کی امی ان سے حال احوال پوچھتی رہی۔

"گڑیا مجھے بھول گئی کیا؟" اصفحان نے پیار بھرا شکوہ کیا تو حیام نے مسکراتے اس کو

دیکھا اور دادی جان کے پاس سے اٹھ کے وہ ان کے پاس آئی اور کندھے پہ سر ٹکا کے بیٹھ گئی۔۔۔

"مجھے تو مس بھی نہیں کیا ہو گا تم نے ہے نا۔" زوفا نے نروٹھے پن سے کہا جبکہ اصفحان ہنس دیا۔

"آپ کو کیوں ہنسی آرہی ہے؟" اصفحان کی ہنسی کو سمجھتی تنک کے بولی۔

"حیام مل لو ان سے آتے ہوئے مجھ سے لڑ کے آئیں ہیں تمہاری بھابھی ماں۔"

اصفحان نے شرارتی انداز میں کہا جب زوفا نے خفگی سے منہ موڑا اور حیام کو گلے لگایا۔

آتے ہوئے وہ اصفحان سے کہہ رہی تھی کہ حیام آپ سے پہلے مجھ سے ملے گی لیکن یہاں تو وہ نہ اصفحان سے ملی اور نہ ہی اس سے وہ تو دادی جان کے پاس جا کے چپک گئی تھی۔۔۔

"آپ نے بھی یاد کروایا تھا تبھی وہ آپ کے پاس آئی۔" زوفا نے جتاتے ہوئے کہا تو حیام بات سمجھتے قہقہہ لگا اٹھی۔

"بھئی میں نے سب کو مس کیا تھا بہت سارا۔" وہ محبت سے بولی۔

-----------------**

"صنم کہاں ہے۔" ریفریشمنٹ سے فارغ ہوتے وہ زوفا نے پوچھا تو حیام اس کو ساتھ لیتی صنم کے روم میں آئی جہاں اس کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں۔
"میں بتا رہی ہوں آپ کو، اگر آپ ابھی آئے تو میں سب کو بتا دوں گی کہ آپ مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔" بیڈ سے کھڑی ہوتی وہ دانت پیستے چکر لگاتی ہوئی دوسری طرف فین کو سنا رہی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ بےچارہ ارتسام تھا۔
"یار دیکھو اگر میں آ بھی گیا تو تم مجھے ملنے سے کیسے روک سکتی ہو۔" دوسری طرف جیسے ارتسام کو مزا آرہا تھا اس کی حالت سے۔
"سکون نہیں مل رہا آپ کو آج کے دن؟" وہ زبردستی مسکراتی ایک ایک لفظ چبا کے بولی۔
"سکون میرا وہاں ہے تو میں کیسے نہ بےچین ہوں۔" وہ دلکشی سے کہتا اس کی

دھڑکنوں کو تہہ و بالا کر گیا۔

"ارتسام اب کال نہ کیجیے گا۔۔۔"لمحہ بھر کو تو وہ کچھ بول نہ پائی خود کو سمبھالتے وہ آہستہ آواز میں کہنے لگی۔

"ہائے! تمہارے لبوں سے میرا نام ادا ہونا
میری دھڑکنوں کو ساکت کر گیا"

وہ شاعرانہ گویا ہوا کہ وہ کھل کے مسکرا دی جب اس نے دروازے پہ کھڑی دونوں کو دیکھا جو اسے شرارتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"بعد میں بات کرتے۔۔۔۔"سنجیدہ ہوتی وہ جلدی سے بولی جب کال کاٹتے اس کے الفاظ کانوں میں گونجے۔۔

"ہے خوشی انتظار کی ہر دم
میں یہ کیوں پوچھوں کہ کب ملے گیں ہم

اپنا خیال رکھنا۔"یہ کہتے ہی اس نے کال کاٹ دی۔ صنم موبائل اپنی جگہ رکھتی وہ ان دونوں کو چور نظروں سے دیکھنے لگی جو معنی خیزی سے مسکراتی اسی کی جانب

آ رہی تھیں۔

"کیا راز و نیاز ہو رہی تھیں بھئی۔" حیام نے آنکھیں مٹکاتے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس وہ ارتسام کی کال آ گئی تھی تو ایسے ہی انہیں سے بات کر رہی تھی۔" جانے کیوں اس کے چہرے پہ سرخی چھا گئی بتاتے ہوئے تو دونوں قہقہہ لگا اٹھیں۔

"بھابھی آپ تو جانتی ہوں گی کہ وہ ایسے ہی کیا بات کر رہی ہو گی بھائی سے۔" حیام نے زوفا کو اچانک سے پکارتے پوچھا جس پہ وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگی جب کہ بات سمجھتے پاس پڑا کشن اٹھا مارا۔

"بد تمیز۔۔۔میں کیسے جان پاؤں گی۔" وہ خفگی سے دیکھتے بولی۔

"یار آپ بھی شوہر والی ہیں نا۔۔۔" حیام نے معصومیت سے کہا تو زوفا بھی جھینپ گئی۔

___________________**

صنم کو سب مہمانوں کے بیچ لا کے بٹھایا اور رات گئے تک اس کی رسم کرتے رہے، اس کی ساری دوستیں کچھ کزنز سب نے مل کے ہنگامے کیے صنم کو ارتسام کے نام پہ

بار بار چھیڑ تیں کہ وہ ڈھیٹوں کی طرح ہنستی تو کبھی مسکرا کے شرما جاتی۔۔

ارتسام کی طرف سے اس کی تایا چچازاد کزنز بھی آئی تھیں، دیبا تو بس جیسے نام کی شامل ہوئی تھی تقریب میں کیونکہ نہ اس نے رسم کی اور نہ ہی صنم کو مبارک باد دی بس ایک جگہ بیٹھی بے زاری کی مرتی بنی دیکھتی رہی۔اس کے چچا کی بیٹی نے جب کہا کہ آ کے رسم کر لے تو وہ نخوت سے سر جھٹک گئی۔

"ہونہہ مجھ سے نہیں ہوتیں یہ فضول کی فارمیلٹیز۔"

جس پہ دوبارہ اس کو بلایا نہ گیا اور باقی سب نے خوب ہنگامہ کیا، صنم کی کالج کی دوستوں نے بھی خوب حصہ لیا جب حیام کی بھی ان سے اچھی خاصی بن گئی تھی۔

کیف کی فیملی نہیں آئی تھی آج، حیام نے گل کو کال کر کے پوچھا تو اس نے بتایا کہ دعا کی طبیعت تھوڑی خراب تھی جس کی وجہ سے آج نہیں آپائے لیکن کل وہ عماد کے ساتھ ضرور آئے گی اس کا وعدہ کیا تھا۔

باقیوں نے نہیں آنا تھا، دی جان نے عماد اور گل کو خاص ہدایات کی تھی کہ وہ

دونوں ضرور شادی پہ جائیں پھر حیام کی شادی پہ سب سے دوبارہ ملاقات ہو جانی تھی۔

"آج تو کوئی کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہا ہے۔"

وہ جب سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھی اپنے پیچھے سے گھمبیر آواز سنتے وہ مسکرا کے سر جھکا گئی۔

"کیا کچھ پل تنہائی کے آپ کے ساتھ نصیب نہیں ہو سکتے؟" اس کے پیچھے کھڑے ہوتے اصفحان نے بالوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے کہا کہ بیچ رستے میں اس کی حرکت پہ وہ خجل ہوتی آس پاس دیکھنے لگی۔

"کیا کر رہے ہیں اگر کسی نے دیکھ لیا تو 'شادی کا گھر ہے۔" زوفا خفگی سے اس کی طرف دیکھتے بولی جب اس کی آنکھوں میں ابھرتے جزبات سے نظریں چرا گئی۔

"تبھی تو آپ سے کچھ پل ادھار مانگ رہا ہوں۔" وہ سرگوشی میں بولا تو زوفا گلنار ہوتی وہاں سے جانے لگی۔

"آپ بہت خراب ہیں۔" جاتے جاتے وہ اس تعریف کرتی گئی جب پیچھے سے اصفحان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

رات کے تیسرے پہر سب نے خاموشی اختیار کی اور جا کے کمروں میں آرام کرنے لگے، اصفحان تھوڑی دیر کے لیے ارتسام کی طرف بھی گیا کہ اس کے ساتھ بھی کچھ پل بتا لے جبکہ دوستی کو نبھاتے جہانگیر بھی آج ارتسام کی طرف فنکشن میں شامل ہوا تھا۔

رسم سے فارغ ہوتے صنم کو مہندی لگانے بیٹھ گئے اور وہ مزے سے حیام کا سہارہ لیتی وہی بیٹھے بیٹھے سو گئی جبکہ اس کے ہاتھوں کو تھامے سب صنم کو کوس رہی تھیں کہ کب سے کہہ رہے تھے مہندی شروع کر و لگوانی لیکن میڈم کو اپنے شغل سے فرصت کہاں تھی۔۔۔اب وہ تھکی سی سو گئی تھی اور حیام اس کے پاس بیٹھی اس کی مہندی کی حفاظت کر رہی تھی۔۔

خوشیوں سے بھری رات گزار کے اب سب دلہن سمیت میٹھی نیند کے مزے

لوٹ رہے تھے۔

______________**

"آج سکول سے چھٹی۔۔!" بیڈ پہ اچھلتی وہ خوشی سے چلا رہی تھی۔

"بیٹا پہلے بھی دو دن سے چھٹی ہی کر رہی تھی آپ اپنی دی جان کی حمایت پہ۔" گل وارڈروب سے اس کا ڈریس نکالتی گھور کے بولی کیونکہ وہ پہلے بھی بخار کی وجہ سے نہیں جا رہی تھی سکول جمعہ اور ہفتہ کی چھٹی کر کے بیٹھی تھی پھر سنڈے کی بھی آ گئی اور اب آج اور کل شادی پہ جانا تھا جس پہ وہ اور جھوم رہی تھی۔

"تمہارے بابا کو کہوں گی کہ تمہیں شادی سے واپس آ کے پڑھائیں ورنہ سکول سے مار پڑے گی۔" اس کو آنکھیں دکھاتی اس ک شرٹ چینج کروانے لگی جبکہ وہ مسلسل اچھل کود کیے جا رہی تھی۔

"دعا سکون سے بیٹھ جاؤ ورنہ مار کھاؤ گی مجھ سے۔" اس کی اچھل کود سے وہ ٹھیک سے کپڑے بھی نہیں پہنا پا رہی تھی تو گل نے سختی سے آنکھیں دکھاتے کہا۔

"آپ کی ماما شادی کے بعد غصے والی ہو گئی ہیں جانے کس کا غصہ ہوتا ان کو ہر

وقت۔" کمرے میں داخل ہوتے عماد نے گل کے لہجے پہ چوٹ کرتے کہا تو خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے کسی بات کا بھی غصہ نہیں ہوتا، بس یہ ابھی تنگ کر رہی تھی۔" اسے سامنے بیڈ پہ پھیلتے دیکھ وہ کہنے لگی۔

"اٹھیں آپ بھی تیار ہوں ورنہ لیٹ ہو جائیں گے۔" اس کو مزے سے لیٹ کے موبائل استعمال کرتے دیکھ وہ اجلت میں بولی کیونکہ انہیں اسلام آباد جانا تھا اور رستہ بھی کافی لمبا تھا جس کی وجہ سے وہ وہاں جا کے ہی تیار ہونے والی تھی لیکن عماد کو وہ اٹھنے کا بول رہی تھی جو ابھی ستانے کے چکروں میں تھا۔

"یہ جو آپ کا 'آپ' کہہ کے مجھ سے فرمائش کرنا ہے خوامخواہ مشکل میں ڈال دیتا ہے مجھے۔" وہ آہ بھر تاز و معنی لہجے میں کہتا اٹھا اور باتھ میں جاتے جاتے اس کا ہاتھ پکڑ کے لبوں سے لگا گیا۔

"ماما کس کی شادی ہے؟" دعا تیار ہوتی بیڈ پہ عماد کا موبائل پکڑتی اس پہ نظریں جمائے کہنے لگی۔

"صنم آپی آئیں تھی نا یہاں پہ ارتسام انکل کے ساتھ، ان کی شادی میں جا رہے ہیں۔" اپنے بیگ میں چیزیں مکمل کرتی وہ مصروف سی بولتی بالوں کو کان کے پیچھے اڑسنے لگی۔

دی جان کی ڈانٹ کے بعد وہ اب تیار سی نئ نویلی دلہن ہی لگتی تھی اگر کبھی عام سا حلیہ ہو بھی جاتا وہ اسے جھڑک دیتیں۔

"لیکن ان کی تو شادی ہو گئی تھی نا۔" گل کی طرف دیکھتے وہ الجھ کے بولی۔

"انہوں نے کہا کہ پہلے دعا شادی میں نہیں آئی تھی اسی لیے اب دوبارہ شادی کر رہے ہیں تاکہ دعا بھی دیکھ لے دلہن دلہے کو۔" اس کو بہلانے کے لیے وہ جلدی جلدی ہاتھ چلاتی بتانے لگی اور بالوں میں برش کرتے دعا کا ضروری سامان لینے لگی۔۔

عماد کے کپڑے باتھ کے باہر ہینگ کرتے کیچن میں چلی گئی۔۔وہاں سے واپس آئی تو ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس میں جیم لگا بریڈ تھا، عماد آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

دعا کی موجودگی میں گل پھرتی سے کمرے ہاتھ پیر چلا لیتی تھی لیکن عماد کے ساتھ اکیلے میں جیسے زبان ہی ساتھ نہ دیتی تھی جس سے عماد کافی محظوظ ہوتا تھا۔

"ادھر آئیں یہ جلدی سے کھالیں۔" دعا کے ہاتھ سے موبائل لے کے اس کو سائیڈ پہ رکھا اور اپنی گود میں بٹھا کے بیڈ پہ بیٹھی۔

"منہ کھولیں۔" کھانے کے بجائے وہ منہ بنا گئی۔

"اس کو کہیں نا کہ کھانا کھائے پھر تنگ کرے گی رستے میں کہ بھوک لگ گئی ہے۔" اس کی ضد دیکھتے وہ سپرے کرتے عماد کو مخاطب ہوئی جو جواب دینے کے بجائے خود ان کے آگے بیٹھ کے دعا کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا۔

گل کی گود میں دعا بیٹھی تھی جبکہ عماد ان کی گود میں مزے سے لیٹا تھا۔

"کیوں نہیں کھا رہیں آپ؟" گل کا ہاتھ تھامتا خود نوالہ لے گیا اور مصنوعی خفگی سے دعا سے بولا جبکہ وہ کھلکھلا اٹھی اس کی حرکت پہ۔

"میں آپ کو کہہ رہی ہوں کہ اس کو کہیں اور آپ خود مستی کر رہے ہیں۔" عماد کے دوبارہ ہاتھ پکڑنے پہ وہ اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتی ہوئی بولی جبکہ عماد مسکرا دیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مستی کہاں کی ہے میں نے خوامخواہ الزام نہ لگائیں مجھ پہ۔" اس کے چہرے پہ نظریں جمائے وہ معنی خیزی سے بولا کہ وہ سٹپٹا اٹھی۔

"چلو اٹھو دعا گڑیا جلدی سے کھالیں پھر نکلنا بھی ہے میں آپ کے دادا جان سے مل کے آتا ہوں۔" گل کے چہرے پہ سرخی دیکھتے وہ مسکراتا اٹھا اور اپنی شرٹ صحیح کرتا کمرے سے باہر گیا۔۔اس کے جاتے ہی گل نے دعا سلائز کھلا دیئے، صبح کا ناشتہ وہ کر چکے تھے لیکن پھر بھی احتیاطاً گل نے ایک دو پیس کھلا دیئے کہ رستے میں بھوک سے تنگ نہ کرے۔

عماد عامر صاحب کے کمرے میں داخل ہوا اور اس کو سلام کیا،ان کی اپنی زمینوں کے کام ہوتے تھے جن کو عامر صاحب کے ساتھ بڑے بھائی بھی دیکھتے تھے۔۔۔

"بیٹا ضروری بات کرنی تھی۔" عماد کے بیٹھتے ہی انہوں نے کہا تو استفہامیہ نظروں سے ان کو دیکھنے لگا۔

***_______**_______**

"میرے جھمکے نہیں مل رہے یہی پہ رکھے تھے میں نے۔" کمرے میں چیزیں ادھر اُدھر کرتے وہ مسلسل اپنے جھمکے تلاش رہی تھی لیکن وہ ملنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔۔

گرے رنگ کی لانگ شرٹ کے ساتھ سرخ رنگ کا دوپٹہ، بالوں کو سائیڈ جوڑے میں باندھ دیا تھا۔

"کہاں رکھے تھے تم نے؟" زوفا اپنا لہنگا سنبھالتی ہوئی اس کے قریب آتے پوچھنے لگی، اس کا لہنگا زیادہ ہیوی نہیں تھا سکن گولڈن رنگ کے امتزاج کا خوبصورت سا وہ زیب تن کیے اپسرا الگ رہی تھی۔

"یہیں اپنی چیزوں کے ساتھ، یار میں نے بہت مہنگے لیے تھے وہ۔" وہ افسوس کرتی بیڈ پہ جا بیٹھی جب اپنے نیچے کسی چیز کی کھٹک کی آواز آئی سرعت سے اٹھ کے دیکھا تو جن جھمکوں کو ہر جگہ تلاش چکی تھی وہ یہاں آرام فرما رہے تھے۔

"یہ مل گئے مجھے۔۔۔" شکر کا سانس بھرتے وہ جلدی سے ان کو کانوں کی زینت بناتی روم کو جلدی سے سمٹنے لگی، اسی کام میں اس کو پندرہ منٹ لگ گئے تھے جب

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

صنم کی امی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"بیٹا جلدی کرو تمہارے بھائی باہر انتظار کر رہے ہیں کب سے۔۔۔" انہوں نے اصفحان کا بتایا جو پچھلے پانچ منٹ سے اس کا انتظار کر رہا تھا باہر کھڑا کیونکہ بارات آنے میں بس تھوڑا ہی وقت تھا۔

"جی بس ہو گیا۔" جلدی سے اپنا بیگ پکڑتی وہ کمرے کو بند کر کے باہر آئی۔۔۔

"اہم اہم لالہ۔۔۔۔" گاڑی کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اصفحان زوفا کا ہاتھ تھامتے اس کو گجرے پہنا رہا تھا۔

"اس کی آواز سنتے زوفا نے ہڑبڑی میں اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا جب اصفحان نے سمجھتے اس پہ گرفت سخت کر دی، زوفا نے آنکھوں سے چھوڑنے کا اشارہ کیا لیکن وہ ڈھیٹ بنا اب بالکل آہستہ سے اپنا کام کر رہا تھا جبکہ حیام خاموشی سے ایسے لاتعلق ہو کے بیٹھ گئی جیسے وہ یہاں موجود ہی نہ ہو۔

گجرے پہناتے اس کا ہاتھ زبردستی لبوں سے لگاتے آزاد کیا کہ اس نے سکون کا سانس بھرا اور زرا سی زرا گردن گھما کے پیچھے حیام کو دیکھنا چاہا تو وہ اپنے موبائل پہ

بزی تھی۔

"چلیں۔۔۔"گاڑی سٹارٹ کرتے اصفحان نے کہا۔

"جی لالہ۔۔۔"حیام نے مسکراتے جواب دیا۔

شادی ہال ان کے گھر کے قریب ہی تھا تو وہ بس تھوڑی دیر میں ہی پہنچ گئے تھے۔

__________________**

"ماشاءاللہ میرا شہزادہ!"ارتسام اپنے کمرے میں کھڑا آف وائٹ شیروانی پہنے خود کا جائزہ لے رہا تھا جب اس کے والد کمرے میں داخل ہوتے بولے تو وہ کھل کے مسکرا دیا۔

"شکریہ بابا!"متبسم ہوتے ان کے بغل گیر ہوا تو نم آنکھوں سے اس کا ماتھا چوما۔

"تمہاری ماں آج ہوتی تو تمہیں دیکھ کہ بہت خوش ہوتی'سب سے زیادہ وہ تمہاری پسند کو دیکھ کے خوش ہوتی۔"

"اللہ ان کو جنت میں جگہ دے،آپ اداس نہ ہوں۔"ارتسام ان کے ہاتھ عقیدت سے لبوں سے لگاتا بولا تو وہ دونوں بارات کے لیے روانہ ہوئے۔

سرخ پھولوں سے سجی سواری میں سوار ہوتے وہ اپنی محبت، زندگی کو پانے جا رہا تھا۔

سفر کے شروع ہوتے ہی اس کی دھڑکنوں میں جیسے آفت مچ گئی، ایک مسرور سی لہر بدن میں سرائیت کر رہی تھی۔۔

ارتسام کی محبت ایک ضدی بچے کی طرح تھی جس کو اگر کوئی چیز پسند آئی تھی تو وہ اسے ہر حال میں چاہیے تھی لیکن یہاں صنم ایک چیز نہیں تھی، وہ اس کی ضد ضرور تھی لیکن ایسی ضد کہ اس ضد پوری ہونے کے بعد اس کی باقی ساری خواہشات نے جیسے دم دور دینا تھا۔

محبت ایک میٹھا احساس تھا، جب جب وہ اس کو دیکھتا 'اس سے بات کرتا' اس کو سوچتا، نئے سرے سے محبت پروان چڑھتی تھی، دل کی دھڑکنیں جیسے اس کے نام کے گیت گاتی 'اس کو محسوس کرنے کی چاہ کرتیں، پل پل اپنے پہلو میں اس کی موجودگی اس کے لمس کی چاہ کرتیں۔

جب سے حواس سنبھالے تھے وہ صنم سے محبت کا دعوے دار تھا لیکن وہ بھائی سمجھ

کے ٹال جاتی تھی لیکن ایک بار ارتسام کے سختی سے ٹوکنے پہ نا صرف وہ اس سے ناراض ہوئی تھی بلکہ بات کرنا بھی چھوڑ دی تھی جس پہ ارتسام نے بہت مشکل سے منایا تھا۔

ہال میں پہنچتے ہی اس کو وہاں جہانگیر مل گیا تھا جو کس کام کی وجہ سے اس کے ساتھ نہ آسکا تھا تبھی اپنے کام سے فارغ ہوتے وہ جلدی سے آگیا تھا اور خوش قسمتی سے وہ بارات میں شامل بھی ہو گیا تھا۔

اندر جاتے اس کو پھر سے کال آگئی تو سائیڈ پہ ہو گیا جبکہ اصفحان بھی اس کے ساتھ ہی ہو لیا۔

ارتسام کا پر تکلف پر جوش استقبال کیا گیا تھا، پھولوں کی پتیاں اس پہ برسائی گئیں تھی۔

"سالی صاحبہ آپ ان پھولوں کی برسات کو چھوڑیئے اور میری بیگم کو میرے پہلو میں لا سجایئے تاکہ میری دل میں ان کے نام کی دھڑکنوں کی برسات شروع ہو۔"

حیام کو وہاں پھول برساتے دیکھ وہ دلکشی سے بولا کہ لڑکیوں میں شور سا اٹھ گیا۔

زیادہ رسومات تو ہوئی نہیں کیونکہ نکاح پہلے ہی قبول ہو چکا تھا۔

گل حیام لوگوں سے آنے سے پہلے ہی یہاں آچکی تھی اور دعا کے دس بار پوچھے کا ایک ہی جواب دے رہی تھی کہ 'ابھی آتی ہو گی دلہن' کیونکہ وہ شادی ہال میں جلدی آگئے تھے تبھی نا صنم آئی تھی اور نہ ہی حیام کی طرف سے کوئی، عماد نے ایک بار تو چھیڑا ابھی کہ اور جلدی آجاتی ابھی وہ لیٹ ہو رہے تھے۔

ان کے آتے ہی دعا سب سے کھل کے ملی اور زوفا کے ساتھ چپک گئی کہ ایک دلہن یہ بھی ہے، جبکہ اس کے سوال پہ وہ بری طرح بلش کر گئی کیونکہ زوفا سے وہ پہلی بار پوچھ رہی تھی۔

"آپ کا بے بی نہیں آیا ساتھ ؟" حیام تو اپنی ہنسی روکنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

"آپ دعا کرو اللہ ہمیں جلدی سے دے دیں۔" وہ سنبھل کے مسکراتی بولی تو دعا سر ہلا گئی۔

گل نے لائٹ پنک کلر کی فراک پہنی تھی نگینوں سے مزین اور اسی طرح کی دعا نے بھی پہنی ہوئی تھی۔

صنم کو اصفحان پارلر سے خود پک کر آیا تھا،اور تھوڑی دیر پہلے ہی وہ برائڈل روم میں بٹھائی گئی تھی۔۔حیام اور اس کی کچھ دوستیں اس کے ساتھ ہی تھیں جب کھانا اس کے سامنے ٹیبل پہ لگایا گیا۔

حیام یہ سوچ کے خود کھانے لگی کہ دلہن کو تو بھوک لگتی نہیں تھی۔ابھی پہلا چمچ اس کے منہ میں گیا ہی تھا کہ صنم نے ایک کہنی ماری۔

"شرم کرو دلہن یہاں بھوکی بیٹھی ہے اور تم مزے سے کھانا کھا رہی ہو،ڈالو چاول اس میں اور کھلاؤ مجھے۔" وہ دانت پیستے بولی تو سب لڑکیاں اس بے شرم دلہن کو دیکھتیں قہقہہ لگا اٹھیں۔

__________________**

دیبا اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی کوفت سے سارا فنکشن دیکھ رہی تھی جب اس کو ایک خوبصورت سنہری بالوں والی بچی دکھی۔وہ بچی شاید کسی کے سامنے کھڑی منہ بنا کے ضد کر رہی تھی اور سامنے جو اس کی ماں تھی اس کی دیبا کے ٹیبل کی طرف پشت تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تبھی وہ جھک کے اپنی بیٹی کو کچھ کہتی مڑی اور نظریں ادھر اُدھر گھمانے لگی شاید کسی کو ڈھونڈ رہی تھی،اس کی آنکھوں میں الجھن وہ واضح دیکھ سکتی تھی پھر اچانک وہ ایک طرف دیکھتی پر سکون ہوئی اور اپنی بیٹی کو کچھ کہنے لگی۔

دیبا کو کہیں نہ کہیں وہ لڑکی دیکھی ہوئی لگ رہی تھی لیکن کہاں اسے یاد نہیں تھا مگر وہ اتنا ضرور شیور تھی اس کو جانتی ہے۔۔

"ممی وہ دیکھیں اس لڑکی کو۔۔۔"دیبا نے اچانک سے اپنی ماں کو مخاطب کیا جو وہاں بور ہونے کی وجہ سے کچھ عورتوں کو اپنا زیور وغیرہ دکھا کے ایمپریس کر رہی تھیں اس کی مداخلت میں وہ کوفت سے مڑیں۔

"کیا ہے بھئی۔۔۔؟"وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولیں۔

"ممی وہ لڑکی پنک جوڑے میں خوبصورت سی وہ کون ہے؟"اس نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے کیا پتا کون ہے،ہوگی کوئی ایکس وائی زی۔"وہ نخوت سے کہتیں دوبارہ سے نئی سہیلیوں کی جانب ہوئیں۔

"کہیں تو دیکھا ہے اس کو میں نے، لیکن کہاں۔۔۔؟" وہ گل کو دیکھتی سوچ میں پڑ گئی جبکہ عماد اب دعا کو اپنی گود میں اٹھا کے شاید الٹا گل کو ڈانٹ رہا تھا۔

______________**

"آپ مجھے کیوں ڈانٹ رہے ہیں اس میں میرا کیا قصور، میں یہاں کسی کو نہیں جانتی سوائے صنم کے امی ابا کے۔" عماد نے ڈانٹنے پہ وہ برا مناتی ہوئی بولی جبکہ وہ بھی جانتی تھی کہ وہ مزاق کر رہا تھا لیکن پھر بھی اس کو برا لگا۔

"تو آپ اس کو لے جائیں حیام کے پاس۔" اس کی روہانسی شکل دیکھتے عماد نے مسکراہٹ ضبط کی۔

"مجھے نہیں پتا وہ کہاں ہے؟" وہ خفگی سے بولی اور اپنی بیٹی کو دیکھنے لگی جو اب عماد کی شرٹ کے کالر کو چھیڑ رہی تھی۔

"کہاں ہو گی وہ، صنم کے ساتھ ہو گی برائڈل روم میں۔" عماد نے اس کی عقل پہ ماتم کرتے کہا تو وہ اوو کرتی رہ گئی۔

"آؤ لے چلوں وہاں پہ۔" دعا کو عماد سے لیتے کہا جب عماد نے نا محسوس انداز میں

اس کی طرف جھک کے سرگوشی کی۔

"پیاری لگ رہی ہیں بہت۔۔"اس کے سرگوشی میں کہے گئے جملے نے جیسے ہر طرف تتلیاں بکھیر دیں، پلکیں عارضوں پہ جھک گئیں، رخسار گلنار ہو گئے۔۔۔

دعا کا ہاتھ تھامتے وہ برائڈل روم کی طرف جانے لگی جب عماد کو ایک شخص کی پکار سنائی دی، وہ الجھن سے آس پاس دیکھنے لگا کہ کس نے اس کو مخاطب کیا تھا۔

"تم عامر رفاقت کے بیٹے ہو نا، رفاقت خان کے سب سے چھوٹے پوتے۔"سامنے کھڑے اکبر صاحب نے کھوجتی نظروں سے اسے دیکھتے کہا جبکہ عماد پہنچان چکا تھا ان کو۔

"جی۔۔۔!"وہ یک لفظی بولا۔

"کیسے ہیں تمہارے دادا جان؟"انہوں نے مزید بات کرنا چاہی۔

"اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہے، کرم ہے اللہ کا ہم پہ۔"وہ مسکراتا کہہ کے جانے لگا کیونکہ وہ ان سے ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے بد تہذیبی ہو تبھی وہ

ایکسکیوز کرتا مڑ گیا۔

جب کہ عماد کے جاتے ہی وہ تمسخر سے مسکرا دیئے۔

***_______**______**

ارتسام کب سے انتظار کر رہا تھا اپنی ہمسفر کا لیکن وہ سب اس کو لانے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، جبکہ حیام جانے کون کون سی رسم نکال کے بیٹھ گئی۔۔اینٹر ہونے کی، رستہ روکنے کی، سٹیج تک آنے کی، بیٹھنے کی یہاں تک کہ وہ اب اس کی دلہن کو لانے کا بھی نیگ مانگ رہی تھی۔

"یار بس کر دو اب گھر بھی جانا ہے۔" وہ سامنے کھڑی آفتوں کو دیکھ کے بولا تو سب ہنسنے لگیں۔

اس کی منت سماجت کو دیکھتے وہ صنم کو برائڈل روم سے لے آئیں، اہستہ قدم اٹھاتی وہ سپاٹ لائٹ کی روشنی میں ارتسام کے پہلو میں لا کے بٹھائی گئی۔

تب سب لڑکیاں پھر اس کے سر پہ سوار ہو گئیں۔

"میں یہ دودھ نہیں پیتا۔"

لڑکیوں کے ہاتھ میں دودھ پلائی کا گلاس اپنی طرف آتے دیکھ وہ پہلے ہی سکون سے بولا۔

"بھلے نہ پیتے ہوں لیکن آج پینا پڑے گا، ورنہ دلہن نہیں بھیجیں گے ہم۔" ان میں سے ایک لڑکی نے شرارت سے کہا تو ارتسام شرارت سے مسکرایا۔

"لے جاؤ، میرا کیا ہے ویسے بھی میری ہے جب چاہے لے جاؤں۔" وہ لاپرواہی سے بولا تو صنم نے دانت پیسے کہ اتنا کیا اس کی سہیلیوں کو ترسا رہا تھا دے دے پیسے۔

"سنیں۔۔۔۔!" وہ خود اس کو سرگوشیانہ پکارتی اس کی جانب ہوئی۔

"کسی نے پکارہ مجھے۔۔۔۔؟" اس کی سرگوشی سنتے وہ انجان بنتا با آواز پوچھنے لگا۔

"ہم میں سے تو کسی نے نہیں بلایا آپ کو سوائے یہ کہنے کے کہ ہمیں نیگ دیں نکال کے۔" حیام ہنستے ہوئے بولی۔

"ارے نہیں مجھے آواز آئی میٹھی سی جیسے کسی نے کہا ہو 'سنیں'۔۔" وہ صنم کو چھیڑنے کے لیے شرارتاً گویا ہوا کہ اس کی بات سمجھتے سب قہقہہ لگا اٹھیں جبکہ صنم

خوامخواہ ہی شرم سے سرخ پڑ گئی۔

"ارتسام۔۔۔۔" اب کی بار صنم پھر سے ہمت کرتی آہستہ سے بولی۔

"آہ۔۔! تیرا وہ میرا نام کہہ کے مجھے پکارنا۔" وہ پھر سے باز نہ آیا کہ صنم نے گھونگھٹ کے پردے میں ہی منہ بنا گئی۔

صنم نے دوبارہ اس کو مخاطب کرنے کی کوشش نہ کی کیونکہ اس کے بعد تو سب لڑکیاں اس کو خوب چھیڑنے لگیں تھیں اور وہ خود کو ہی کوس رہی تھی۔

رخصتی کے وقت صنم کی آنکھوں میں نمی تھی، لیکن خود پہ ضبط کیے وہ بہت کوشش کر رہی تھی نہ رونے کی۔

ماں کے سینے سے لگتے پلکوں پہ ٹھہرے دو موتی ٹوٹ کے عارضوں پہ گرے کہ ان سے وہ جدا ہو رہی تھی، اب وہ کسی اور کے گھر جا رہی تھی ہمیشہ کے لیے اس کے فیصلوں کا حقدار بدل گیا تھا جس کی وہ ہمیشہ کے لیے بن کے جا رہی تھی۔

"یار دیکھنا میرا مسکارہ تو نہیں خراب ہوا۔" گاڑی میں بیٹھتے جب حیام نے اس کو گھونگھٹ صحیح سے اوڑھا تو صنم نے آہستہ سے پوچھا۔

وہ جو اس کے جانے کی وجہ سے غمگیں ہوئی تھی، نم پلکوں سے اس کو رخصت کرنے والی تھی اچانک اس کی بات پہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"پاگل۔۔۔" اس کے سر پہ چپت لگاتی وہ ہنس پڑی۔

"یار بتاؤ نا یہ نہ ہو میری محنت ضائع ہو جائے، اتنی دیر سے خاموش تھی کہ کہیں میک آپ نہ خراب ہو جائے، اب ذرا اموشنل ہو گئی تھی تو ذرا دیکھنا۔" وہ تفصیل سے بتاتے ہوئے کہنے لگی کہ اس کی لمبی تقریر پہ حیام نے افسوس سے اسے دیکھا اور بتایا کہ کچھ بھی نہیں خراب ہوا جس پہ وہ سکون کا سانس لے اٹھی۔

"امی کا خیال رکھنا۔۔۔" مسکرا کے کہتی ایک بار پھر آبدیدہ ہو گئی۔

"شش رونا نہ اب ورنہ خراب ہو جائے گا میک آپ۔" حیام نے باز رکھنا چاہا جس پہ وہ سر ہلا گئی۔۔۔ ارتسام فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا تو حیام ذرا پیچھے ہٹی۔

"سالی صاحبہ دیر ہو رہی ہے چلیں صبح مل لیجیے گا اپنی بہن سے۔" ارتسام نے مسکراتے کہا اور گاڑی سٹارٹ کی۔

وہ دونوں الگ جانے والے تھے جبکہ باقی سب ان کے پیچھے ہی نکلتے، ارتسام نے

سب کو خدا حافظ کا اشارہ دیتے گاڑی سٹارٹ کی اور آہستہ سے ہال سے باہر نکالی، وہاں سے نکلتے ہی صنم اپنے آنسوؤں کو روک نہ پائی اور نمکین پانی کا سیلاب بہانے لگی، اس کو ہچکی بھرتے دیکھ ارتسام نے جب دیکھا تو وہ رو رہی تھی، وہ بوکھلا اٹھا کہ اچانک اس کو کیا ہو گیا، گاڑی کو سائیڈ پہ کھڑا کرتے وہ اس کی جانب مڑا۔

"کیا ہوا کیوں رو رہی ہو۔" اس کے گود میں دھرے ٹھنڈے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھتے وہ متفکر ہوا۔

"آپ کی وجہ سے ہوا سب۔" وہ اپنے رونے میں مزید روانی لاتی آشک رواں کرنے لگی۔

"کیا میری وجہ سے ہوا؟" وہ حیرانگی سے بولا۔

"آپ کی وجہ سے مجھے میرا گھر چھوڑنا پڑا۔" ایک ہچکی بھرتی وہ شکوہ کرنے لگی کہ ارتسام کے تاثرات سنجیدہ پڑ گئے۔

"میری وجہ سے گھر چھوڑنا پڑا۔۔؟" اس کے سنجیدہ لہجے کو وہ محسوس کر گئی لیکن نظرانداز کرتی اثبات میں سر ہلا گئی البتہ گھونگھٹ ویسے کا ویسے ہی تھا۔

"آپ کی وجہ سے۔۔۔۔۔۔" وہ اور بھی کچھ کہتی جب۔۔

"چپ ایک دم چپ۔۔۔!" اچانک اس کے ماتھے پہ شکنیں پڑیں کہ اس کی سرد دھاڑ پہ وہ صنم اچھل پڑی اور سہم کے گھونگھٹ کی آڑ سے ترچھی نظروں سے دیکھنے لگی، اپنا اصل رونا بھول گیا اسے۔

"ایک ہی بات بار بار، تم انوکھی ہو کیا جو آرہی ہے اپنے شوہر کے گھر۔" اس کے آنسوؤں سے تر بھیگے نم ہاتھوں کو دیکھتے وہ سختی سے بولا کہ صنم اس کے بدلے لہجے کو شاک کی کیفیت میں دیکھنے لگی۔

"آپ کک۔۔۔ کس طرح بات۔۔۔" اپنے گھونگھٹ کی آڑ میں وہ نم لہجے میں کہنے لگی کہ ارتسام نے ٹوک دیا۔

"خبردار ابھی کچھ کہا تو آنسوں صاف کرو جلدی سے۔" سرد لہجے میں کہتا وہ واپس گاڑی سٹارٹ کرنے لگا کہ صنم کو نئے سرے سے رونا آنے لگا۔

گھر پہنچتے پہنچتے صنم اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھ چکی تھی اور ہونٹوں پہ قفل لگائے بیٹھی تھی۔۔

ارتسام کی چچی جان آگے آئیں اور ایک دور سم کرتے اس کو روم میں لے گئیں، وہیں اس کے پاس بیٹھ کے اس سے باتیں کرنے لگیں صنم بس ہوں ہاں کر رہی تھی، اس کو ارتسام کی فکر کھائے جارہی تھی کہ ایسا کیا ہوا تھا جو وہ اس سے اس لہجے میں بات کر رہا تھا۔۔

مزید اس کا ہدایت کرتیں وہ اس کے پاس سے اٹھیں اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔

آج وہ سراپا سرخ پری بنی اس کے کمرے میں اس کی بنی بیٹھی تھی، سرخ لہنگا جس پہ کہیں کہیں گولڈن موتی نگینے لگے تھے، سرخ سجی اس کی شرٹ اور سرخ ہی اس کا بھاری دوپٹہ جو مہارت سے اس کے سر پہ سجایا گیا تھا لبوں پہ گہری سرخی سجائے وہ ارتسام کے لیے سراپا امتحان بنی بیٹھی تھی لیکن اب اس کو لگ رہا تھا کہ اس کی تیاری بے معنی تھی کیونکہ ارتسام کا لہجہ وہ اپنے ساتھ دیکھ چکی تھی، کیا شادی کے بعد وہ ایسے ہی اس سے رویہ رکھنے والا تھا یہ سوچ آتے ہی اس کو گھبراہٹ ہونے لگی جبکہ دل اس بات کو ماننے سے انکاری تھا کہ اس کا ارتسام ایسا ہو سکتا ہے، وہ تو شروع سے ہی محبتوں کا امین تھا محبتیں بانٹتا تھا وہ کیسے اپنی نئی نویلی من چاہی دلہن کے ساتھ ایسا

کر سکتا تھا لیکن دماغ اس سے الٹ کام کر رہا تھا کہ ارتسام اب ایسا ہی رویہ رکھے گا یہ سوچ آتے ہی وہ کانپ رہی تھی۔

ابھی وہ انہیں سوچوں میں گم تھی کہ اچانک کمرے کا دروزہ کھلا اور اس کے گولڈن شوز میں مقید قدم نظر آئے جو وہ لمحہ بہ لمحہ بیڈ کے قریب لاتا جا رہا تھا انہیں قدموں کے ساتھ دھڑکنیں بھی سست روی سے چلنے لگیں۔۔

بیڈ کے قریب کھڑے ہوتے اس نے اپنی اوپری شیروانی اتار کے صوفے پہ پھنکنے کے انداز میں رکھی اور ڈریسنگ کے سامنے جا کے کھڑا ہو گیا۔۔وہ گھونگھٹ میں اس کے چلتے قدموں کو ہی دیکھ پا رہی تھی بس جبکہ اہانت و سبکی کے احساس سے اسے رونا آنے لگا۔۔۔

اس کا نظرانداز کرنا اس کو چبھا تھا تبھی وہ بغیر ضبط کیے رونے لگی۔

اس کے سسکی پہ ٹیبل پہ کیز رکھ کے خود پہ سپرے کرتے اس کے ہاتھ تھمے اور نظریں بیڈ کی جانب اٹھیں اور جیسے ساکت ہو گیا کیونکہ وہ بری طرح رونے میں مصروف تھی۔

"صنم میری جان کیا ہوا۔۔۔؟" وہ سرعت سے اس کی جانب آیا اور اس کا گھونگھٹ اٹھاتے تفکر سے پوچھنے لگا جبکہ اس کی تیاری کو دیکھتے وہ تو جیسے کھو گیا، خود کو سنبھالتے وہ جیسے ہوش میں آیا اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے محبت سے پھر پوچھا۔

"ادھر دیکھو کیا ہوا، امی ابو یاد آرہے ہیں؟" اس کے آنسوں کو رخسار سے صاف کرتے پیار سے کہا جس پہ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر۔۔۔۔؟" وہ مزید متفکر ہوا۔

"آ۔۔۔آپ 'آپ مجھ سے پیار نہیں کرتے۔" وہ روتے روتے اپنے چہرے سے اس کے ہاتھ ہٹاتی ہوئی بولی۔

"میں نہیں کرتا پیار؟" وہ جیسے اس کی بات پہ حیران ہوا۔

"کیسے۔۔۔؟" اس نے وجہ جانی کہ ایسا کیوں کہا جبکہ صنم سٹپٹا اٹھی۔

"میرا مطلب کہ کیوں لگا تمہیں۔۔۔؟" اس کے گالوں پہ فوراً سرخی دیکھتے اس نے بات صاف الفاظ میں جاننی چاہی۔

"آپ نے مجھ سے غصے میں بات کی۔۔۔" وہ گاڑی میں اس کا رویہ یاد کراتی شکوہ کرنے لگی جس کو یاد کرتے ارتسام کا قہقہہ بے ساختہ تھا جبکہ صنم اب رونا بھول کے اس کو دیکھنے لگی۔

"کیا یار۔۔۔! وہ تو چپ کروانے کے لیے کیا تھا تھوڑا غصہ، اور غصہ بھی کہاں تھا یار میری ہنسی نکلنے والی تھی بڑی مشکل سے روکی تھی۔" وہ ہنستے ہنستے اس کو بتانے لگا کہ صنم روہانسی ہوئی اور اس کے سینے پہ مکے برسانے لگی۔

"ایسے کون چپ کرواتا ہے۔۔۔؟" وہ ہنوز اس سے بلیوں کی طرح لڑتی نئے سرے سے آنسوں بہانے لگی۔

"اے چپ کرو، خبر دار اگر روئی تو۔" اس کا چہرہ تھامتے وہ آنکھیں دکھاتا بولا۔

"میں تمہیں اتنا پیار کرتا ہوں کہ۔۔۔۔" مخمور لہجے میں کہتا آگے وہ چپ ہو گیا اور جھک کے عقیدت سے اس کے ماتھے پہ لب رکھے۔

وہ دیکھے ہمیں نگاہ بھر کے

اس انتظار میں ہیں کب سے

ہم تو حال دل بیان کر چکے

کرے وہ بھی دل کی بات

اس انتظار میں ہیں کب سے

سکون ملے دل کو بھی آئے قرار

کہے وہ کوئی ایسی بات

اس انتظار میں ہیں کب سے

گمنام ہیں ہم نہ کوئی پہچان ہے

اس کے نام سے نام جڑے

اس انتظار میں ہیں کب سے

آہستہ سے اس کے کان میں سر گوشی کرتا ایک سحر طاری کرتا اپنے حصار میں باندھ گیا۔

__________________**

"کیسی ہیں آپ؟" ابھی وہ سب ہال سے واپس آئے تھے، چینج کر کے وہ باتھ لیتی ریلیکس ہو کے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔ واپس آتے ان کو رات ہو چکی تھی، گل اور عماد ان کے ساتھ ہی واپس آئے تھے، حالانکہ وہ دلہے کی طرف سے شادی میں شامل ہوئے تھے لیکن عماد گل اور دعا کی وجہ سے ادھر ہی آ گئے تھے۔۔ گل اور دعا کو کو حیام کے پاس چھوڑتے وہ خود جہانگیر کے اپارٹمنٹ چلا گیا تھا کہ اچھا نہیں لگتا۔ گل عماد کی کال سننے ابھی بالکنی میں موجود تھی جب حیام فریش ہوتے دعا کے پاس ہی نیم دراز ہوئی تھی کہ موبائل پہ کیف کی کال آنے لگی۔

"اللہ کا شکر ہے، آپ سنائیں؟" بیڈ پہ پاؤں سیدھے کرتے وہ دعا کے بال سہلانے لگی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں اور سنائیں کیا ہو رہا ہے؟" ابھی وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ایک ہاتھ سے فون کان سے لگائے اور دوسرے سے سٹئیر نگ ویل تھامے متبسم ہوتا پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں بس تھوڑی دیر پہلے آئیں ہیں واپس، آپ کیوں نہیں تھے آئے؟" وہ بس نارملی اس سے پوچھنے لگی۔

"کاموں میں مصروف تھا اسی وجہ سے، جہانگیر اور عماد آگئے تھے وہاں تو باقی کام میں دیکھنے لگا۔" ایک جگہ رک کے اس نے بریک لگائی اور گاڑی سے باہر نکلتا وہاں کسی کا انتظار کرنے لگا، یہ ایک بلڈنگ تھی جہاں وہ کھڑا شاید کسی آفس ورکر کا انتظار کر رہا تھا۔

" صحیح۔۔!" وہ بس اتنا ہی بول پائی۔

"کب تک آپ کا سمیسٹر ختم ہو رہا ہے؟" اصفحان سے سب تک یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ وہ سمیسٹر ختم ہونے تک شادی کا نہیں سوچ سکتی ابھی' تبھی اس سے پوچھنے لگا۔ سامنے مطلوبہ بندے کو دیکھتے ہاتھ سے اپنے پاس آنے کا اشارہ کرنے لگا۔

"جی بس تھوڑے دنوں میں فائنل کی ڈیٹس دینے والے ہیں ایگزامز کی تو ایک مہینے کے اندر اندر ہی پیپر ہو جائیں گے۔" وہ تفصیلاً اس کو بتاتی اب باقاعدہ لیٹ گئی کیونکہ تھکن حد سے سوا تھی اور اب نیند بھی غلبہ پانے لگی تھی۔

"سہی چلیں آپ تھک گئی ہونگی آرام کریں پھر بات ہوتی ہے۔"اس کے لہجے میں تھکن کو نوٹ کرتا سونے کی رعایت دیتا خداحافظ کہتے کال کاٹ گیا۔

گل کو ابھی بھی بالکنی میں کھڑا دیکھتے وہ بستر پہ آنکھیں موند گئی کہ کچھ ہی پلوں میں نیند مہربان ہو گئی تھی۔

صبح کا ناشتہ ارتسام بھائی کے گھر صنم کے کسی رشتہ داروں میں سے جانا تھا تو وہ پر سکون ہوتے سو گئی۔

دوسری جانب وہ آدمی سے کچھ کاغذات لیتا اس کو کچھ باتوں کی ہدایت کرتا وہاں سے روانہ ہوا اور گاڑی میں بیٹھا۔

"ہاں لے لیے میں نے تم ادھر اپارٹمنٹ میں ہی ہو،اوکے میں آرہا ہوں۔"اس نے حیام کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ بھی ابھی شہر میں موجود ہے۔ابھی اپنا کام ہوتے وہ جہانگیر کے پاس جانے والا تھا۔

وہاں عماد پہلے سے ہی موجود تھا تو تینوں ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کرنے لگے جب عماد نے آج اکبر (ارتسام کا تایا) کا زکر کیا۔

"اگر وہ ارتسام کا تایا ہے تو پہلے کبھی کیوں نہیں دیکھا ہم نے۔" کیف نے الجھن سے پوچھا۔

"پتا نہیں خیر میں باتوں باتوں میں پوچھوں کا ارتسام سے اس کی فیملی کا۔" عماد نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا تو جہانگیر نے سر ہلایا۔

"کچھ ہفتوں میں ہیئرنگ ہے کورٹ میں، میں نے آج بھی وکیل سے بات کی تھی انہوں نے بتایا تھا کہ پہلا نوٹس وہ اکبر صاحب کو بھیج چکے ہیں اب کورٹ کی جانب سے ان کو دوسرا نوٹس بھی اسی ہفتے میں مل جائے گا، اگر وہ سیدھی طرح زمین واپس کرنے پہ روادار ہیں تو ٹھیک ورنہ کیس تو پہلے سے ہی میں مضبوط کر چکا ہوں۔" جہانگیر نے تفصیل سے ان کو آج کی وکیل کے ساتھ گفتگو بتائی۔

آصف رفاقت خان جہانگیر کے والد گاؤں کے زمینداروں میں سے تھے، انہوں نے اپنی محنت سے اپنی زمینوں پہ کام کیا تھا۔۔ان کے گاؤں کے قریب ہی شہر والی سائیڈ پہ کئی ایکڑ تک پھیلی زمین ان کا کل اثاثہ تھی کیونکہ وہ انہوں نے وراثت میں نہیں خود محنت کر کے حاصل کی تھی اور ان ارادہ یہاں پہ کچھ فلاحی کام کروانے کا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا۔پڑھے لکھے ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہت سمجھدار طبیعت کے مالک تھے حویلی کے نظام کو بھی وہ ہی دیکھتے تھے۔۔

یہ زمین انہوں نے جہانگیر کے پیدا ہونے کے بعد خریدی تھی،تب تو اس کی قیمت معمولی تھی لیکن نہر کے قریب ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت میں بہت اضافہ ہو گیا تھا کہ وہ کروڑوں کی مالیت رکھتی تھی اب۔نہر کے قریب ہونے کی وجہ سے کئی لوگوں نے اسے خریدنے کی خواہش ظاہر بھی کی تھی کہ یہاں سے ویو بہت اچھا تھا اور اگر یہاں پہ کوئی رہائیش گاہ،کوئی کالونی بنائی جاتی تو لازمی تھا کہ یہاں پہ بہت ترقی ہوتی،لیکن انہوں نے ہر ایک کو انکار کر دیا کہ اس کو فلاحی کاموں کے لیے استعمال کریں گے،وہ چاہتے تھے کہ یہاں کچھ فری کیمپنگ ہو جہاں پہ ہر مہینے میڈیکل کیمپ لگیں۔ساتھ ساتھ ہی وہ سب کے مشوروں سے وہاں پہ کچھ تعمیراتی کام بھی کروانا چاہتے تھے کہ یہاں پہ ایمرجنسی صورتحال میں کام آنے والے ادارے بھی بنائے جائیں جو صورتحال کو قابو میں پا سکیں۔

ان سب بھائیوں کی وراثت بھی اچھی خاصی تھی، جاگیر دار تو وہ پہلے ہی تھے کچھ آصف رفاقت نے سیاست میں دلچسپی دکھانا بھی شروع کر دی اور انہیں دنوں میں وہ اپنا خواب میں پایا تکمیل تک پہنچانا چاہتے تھے۔

اسی بارے میں مختلف کمپنیوں کے ساتھ ڈیل فائنل کر رہے تھے جب ان کی دوستی اکبر اعظم کے ساتھ ہوئی۔ آصف رفاقت دکھنے میں بہت جاذب نظر آتے تھے ایک سحر انگیز شخصیت کے حامل تھے وہ، اسی شخصیت کی وجہ سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اکبر اعظم بھی انہیں میں سے تھے جو آصف رفاقت سے متاثر ہوئے بھی نہ رہے، ایک دو ملاقات میں وہ خود کا اچھے سے تعارف کروا چکے تھے اور باتوں باتوں میں اس زمین کی مالیت بھی دریافت کر لی، پہلے تو ان کو خاص نہ لگی وہ زمین کہ گنجان آباد علاقے میں تھی جہاں آس پاس کوئی رہائش نہ تھی لیکن اپنے ایک آفس ورکر سے ان کو معلومات ملی تھی کہ آئندہ دنوں میں وہ زمین لاکھوں سے کروڑوں کی مالیت اختیار کرنے والی تھی کیونکہ بہت سے بڑے بزنس مینز کی نظر میں وہ زمین آئی تھی جس سے ان کو کافی فائدہ ہوتا۔

اکبر اعظم نے جب کھلم کھلا آصف رفاقت سے زمین خریدنے کی بات کی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا یہ کہہ کے یہ زمین ان کے اپنے آئیندہ ارادوں کو پورہ کرے گی، تب زمین کی مالیت اسی لاکھ کے قریب تھی بس۔

جہانگیر جب پانچ سال کا ہوا تو انہوں نے اپنے کام کی شروعات کی اور وہاں سب سے پہلے کیمپ لگوائے، اللہ کا بہت کرم تھا کہ وہ بہتری کی طرف جانے لگا، راہ گیر مسافروں کو بہت آسانی ہونے لگی۔

زمین کی قیمت بڑھتے دیکھ اکبر اعظم نے مزید ان کو زمین بیچنے کا کہا، یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ 'مجھے نہ سہی لیکن وہ فاریز ز کو بیچ دیں کہ وہ اچھی خاصی تگڑی مالی رقم دیں گے۔' لیکن ہمیشہ کی طرح یہاں بھی ان کا ایک ہی جواب کہ کوئی ان کو وہ جتنا مرضی کہہ لے وہ یہ زمین کسی صورت نہیں بیچنے والے تھے۔

اپنی اہلیہ کے گزرنے کے بعد بھی انہوں نے دوبارہ شادی نہ کی تھی، تین سال پہلے جب ان کی اچانک طبیعت بگڑی تو سب ان کی حالت دیکھتے پریشان ہو گئے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو بہت فٹ اور مینٹین کر رکھا تھا' اب ایسے میں ان کی

طبیعت کا بگڑنا سب کے لیے دھچکا تھا۔۔ لیکن وہ پھر بھی اپنی حالت کا بہت خیال رکھتے تھے جبکہ آہستہ آہستہ ان کی حالت مزید بگڑنے لگی کہ اچانک ہی ان کا انتقال ہو گیا جس پہ سب سے زیادہ جہانگیر ٹوٹ گیا۔

اپنے باپ کی اچانک موت سے وہ تو جیسے ہنسنا بھول گیا پہلے بھی وہ سنجیدہ ہی رہتا تھا لیکن اپنے باپ کے جانے کے بعد وہ مزید چپ سادھ گیا۔

ان کی رحلت کو ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا جب جہانگیر اپنے دادا جان کے ساتھ ان کی زمینوں پہ چکر لگانے گئے تو وہاں ان کو جھٹکا لگا یہ جان کے کہ اب ان کا مالک اکبر اعظم ہے، وہ اس بات سے جتنا حیران ہوتے اتنا کم تھا کیونکہ آصف رفاقت نے کبھی بھی زمین بیچنے کی بات نہ کی تھی بلکہ وہ تو اس طرح کی بات سننا پسند نہیں کرتے تھے پھر کب انہوں نے یہ زمین کسی کو بیچی تھی۔۔

وہاں سے تو وہ خاموش ہوئے واپس آ گئے لیکن جہانگیر کے ساتھ ساتھ اس کے چاچو بھی اس بات کو ماننے سے انکاری تھے کہ آصف نے وہ زمین بیچی چاہے ان کی

حالت خراب تھی لیکن وہ آخری سانس تک اپنا ارادہ مکمل کرنا چاہتے تھے جو انہوں نے خواب دیکھا تھا۔۔۔

جہانگیر نے کچھ دن صبر کیا اور آئے دن اس زمین پہ چکر لگاتا تب جا کے معلوم ہوا کہ اکبر اعظم نے وہ زمین بقول اس کے آصف رفاقت کے کہنے پہ خریدی تھی۔

جہانگیر نے نئے سرے سے اپنے بابا کے آفس جانا شروع کیا اور ان کے سیکرٹری سے بات کرنا شروع کی کیونکہ ان کی اکثر میٹنگز میں وہ اس کے بابا کے ساتھ شامل رہتا تھا۔

مزید معلوم کرنے پہ جہانگیر کو پتا چلا کہ انہوں نے زمین کسی کو نہیں بیچی، جہانگیر نے پیپرز طلب کیے تو وہ بھی اپنی جگہ سے غائب تھے جو ان سب کے لیے تعجب کی بات تھی۔۔

جہانگیر نے اکبر اعظم سے دوٹوک بات کی اور کہا کہ اس کو تمام پیپرز دکھائے جائیں جہاں کانٹریکٹ سائین ہوا ہو اور اس کے باپ نے وہاں دستخط کیے ہوں۔۔

پہلے تو وہ گڑبڑا گئے لیکن سنبھلتے انہوں نے تمام پیپر اس کے سامنے رکھے جو بلاشبہ

اصلی تھی مگر اس پہ دستخط اس کے والد کے نہیں تھے، وہ ہزاروں میں سے اپنے بابا کے دستخط پہچان سکتا تھا، یقیناً انہوں نے فراڈ سے وہ پیپر چرا کے جعلی دستخط کروائے تھے اور مزید ثبوتوں کے لیے جعلی دستاویزات پاس رکھے تھے۔۔۔

انہیں معمالات میں وہ الجھا ب زیادہ تر شہر میں ہی رہتا تھا۔ تھوڑے دنوں میں اسے یہ معلوم ہوا کہ اکبر اعظم اپنی رہائش تبدیل کر چکا تھا اور اس کے حالیہ ٹھکانے کا کسی کو علم نہیں تھا۔

اپنی پوسٹنگ پہ جہانگیر اسلام آباد شفٹ ہو گیا تھا، یہاں آ کے اس نے وکیل سے رجوع کیا اور آفس سے جتنی ہو سکے اتنی معلومات نکالی جس سے وہ یہ بات واضح کر سکتا تھا کہ انہوں نے دھوکا کیا تھا، اس سب میں کیف اور عماد پیش پیش تھے اور بھر پور ساتھ دے رہے تھے، ان کے ٹھکانے کا معلوم پڑتے ہی جہانگیر نے کورٹ کی مدد سے ان کو نوٹس بھجوا دیا تھا جس میں انہیں اعتراف جرم کرنے کا کہا تھا ورنہ ان پہ سخت کاروائی کی جانی تھی۔

_______________**

عماد، جہانگیر، کیف تینوں واپس شہر جا چکے تھے پڑھائی کے سلسلے میں پیچھے زرگل کی شادی کی بھی بات چیت چل رہی تھی اسی دوران آصف رفاقت کے دوست کی فیملی پھر سے گھر میں آئی لیکن اس بار وہ ایک مقصد سے آئی تھی اور وہ مقصد تھا گل کا رشتہ۔

انہوں نے دی جان اور دادا جان سے خوش اسلوبی سے گل کا رشتہ اپنے چھوٹے بھائی کے لیے مانگا تھا جس پہ دی جان نے سوچنے کا وقت مانگا تھا۔

اچھا رشتہ، چھان بین کرتے لڑکے کی پسند گل کے لیے دیکھتے ہاں کر دی، انہوں نے ایک سال میں ہی شادی کی تاریخ مانگی کہ ایک سال کے اندر اندر وہ شادی کرنا چاہ رہے تھے۔۔ بڑوں سے مشورہ کرتے سب نے حامی بھری اور چٹ منگنی پٹ بیاہ والا سین ہوا۔۔

چونکہ اس کی پسند کو جہانگیر بھی اچھے سے جانتا تھا جبکہ کیف شک میں ہی تھا، رشتے کا معلوم ہونے پہ کیف نے گل سے اس کی مرضی جاننی چاہی جس پہ اس نے

خاموشی سے اپنی رضا بتادی کہ اسے کوئی اعتراض نہیں۔

اس کی بات سنتا جہانگیر خاموش ہو گیا اور اس کی خوشیوں کی دعا کرنے لگا۔

عماد بھی خاموش ہی تھا اس کی شادی کا سن کے اس نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا جبکہ جہانگیر دونوں کی کیفیات سے واقف تھا کہ ایک دوسرے کو چاہنے کے باوجود وہ خاموش تھے بڑوں کی رضا میں۔

زرگل کی شادی اس سے پہلے ہو گئی تھی اور اپنے شوہر کے ساتھ جب وہ اس کی مہندی میں آئی تو اس نے زرگل سے ناراضگی کا اظہار کیا کہ وہ کیوں ایسا کر رہی تھی جبکہ اس کو بتا دینا چاہیئے تھا کہ وہ عماد کو پسند کرتی ہے، اس کے ڈانٹنے پہ وہ بس مسکرا دی اور بڑوں کی خوشی کا کہہ کے خاموش کروا دیا کہ اس نے بھی تو بڑوں کے کہنے پہ شادی کی تھی جبکہ اس کی بات پہ زرگل نے اس کی عقل پہ ماتم کیا۔

"میں تو کسی کو پسند نہیں کرتی تھی، اگر ایسا ہوتا تو میں ضرور بتاتی سب کو اور شادی سے انکار کر دیتی۔" زرگل نے خفگی سے کہا تو گل نے کچھ نہ کہنے میں ہی عافیت جانی۔

بارات والے دن وہ اپسر الگ رہی تھی، شادی تو من پسند نہ تھی لیکن وہ اللہ سے اچھے کی امید کرتے شادی پہ رضامند تھی۔ رخصتی پہ وہ بہت روئی تھی ایک ماں باپ کی کمی کو محسوس کرتے دوسرا اپنوں سے دور ہونے کا غم۔

گھر میں اس کا اچھے سے استقبال کیا گیا تھا، یہاں رشتے میں اس کی دو جھیٹانیاں تھیں جن میں سے بڑی والی تو چلتی پھرتی فیشن کی دوکان تھی جبکہ چھوٹی والی کا رویہ اس کے ساتھ اچھا تھا۔

جب اسے کمرے میں بٹھایا گیا تو وہ بے ساختہ ہی اپنے گھر والوں کو یاد کر رہی تھی جب کمرے میں اس کا شوہر داخل ہوا۔

وہ آہستہ سے چلتا اس کے پاس آیا اور بغیر کوئی بات کیے اس کا ہاتھ تھام گیا جبکہ اس کی حرکت پہ وہ گھبرا گئی۔

"تمہیں اللہ نے بہت خوبصورت بنایا ہے، بغیر کسی نقص کے۔ چلتی پھرتی ہیرا ہو ایک، کسی کا بھی دل بے ایمان کر سکتی ہو، تبھی تو میں تمہاری خوبصورتی پہ ہارا ہوں، پہلے بھی بہت خوبصورت لڑکیاں آئی میری زندگی میں لیکن جو حسن تم میں ہے وہ

کسی میں کہاں! تمہیں حاصل کر کے تو لگ رہا ہے کہ دنیا کا آدھا حسن میرے پاس آگیا ہے۔" وہ مدہوشی سے کہہ رہا تھا جبکہ گل کو عجیب لگا رہا تھا جو بس اس کے حسن کے قصیدے ہی پڑھی جا رہا تھا جبکہ اس سے کوئی وعدہ کوئی پیار بھری بات بس حسن پہ ہی رکا تھا وہ۔۔۔

"ماما۔۔۔!" نیند میں ڈوبی دعا کی آواز پہ وہ ہوش میں آئی اور اپنی بیٹی کو تھپتھپانے لگی۔۔ جبکہ آنسوں آنکھوں سے کب رواں ہوئے اسے اندازہ بھی نہیں ہوا۔

عماد سے بات کر کے وہ اندر آئی تو دعا اور حیام سو چکی تھی جب بے ساختہ ہی وہ اپنی ماضی کی تلخ یادوں میں چلی گئی۔۔

عماد اس کو بار بار اپنا اور دعا کا خیال رکھنے کا کہہ رہا تھا، اس نے کہا کہ وہ دونوں کے بغیر مشکل ہی سو پائے گا کیونکہ اب ان دونوں کی عادت ہو چلی تھی زیادہ تو اسے دعا کی ہی تھی کیونکہ وہ گل سے بظاہر لاعلمی ظاہر کرتا تھا لیکن اس کے ہر عمل میں گل کے لیے فکر واضح تھی۔۔

ابھی تک عماد نے اس سے اپنی محبت کا اعتراف نہیں کیا تھا جبکہ گل بہت بار کر چکی

تھی جس پہ وہ بس مسکرا دیتا اور اس کی روشن پیشانی کو اپنے لمس سے معتبر کر دیتا۔

"کھانا ٹھیک سے کھائیں مجھے کمزور بیوی نہیں چاہیئے۔" ایک بار اس کو ڈھنگ سے کھانا نہ کھاتے دیکھ عماد نے کہا جب اس کے سنجیدہ لہجے میں چھپی فکر سے وہ مسکرا دی۔

وہ دعا کی آنکھوں کی بہت تعریف کرتا تھا جو بالکل گل کی کاپی تھیں، گل اس کے تعریف کرنے کے انداز پہ کبھی ہنستی تو کبھی عماد کا اپنے سامنے دعا کو ایسا کہنا اسے شرمانے پہ مجبور کرتا۔

ماضی کی تلخ یادوں سے نکل کے اب اس کی سوچوں کا بھنور عماد کے گرد گھومنے لگا کہ بے ساختہ ہی شرمگیں مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا۔

"اپنا اور دعا کا خیال رکھیے گا۔"

سونے سے پہلے اس نے عماد کا آیا مسیج دیکھا اور مسکاتے آنکھیں موند گئی۔

ریزہ ریزہ ہونا، بنتا ہے میرا

اترا ہے میرے دل میں تیرا عشق مکمل

______________**

آنکھوں کے پردے پہ روشنی اپنی دستک دیتی صبح ہونے کی آمد پہ خوش آمدید کہہ رہی تھی جب اس نے کسمساتے اپنی نیند سے خمار سرخی چھائی آنکھوں کو آہستہ سے اندھیرے سے آزاد کیا اور روشنی کی کرن کو محسوس کیا۔

کمرے میں موجود مہک کو محسوس کرتے وہ آہستہ سے لبوں کے کناروں کو پھیلاتے شرمگیں مسکراہٹ میں ڈھال گئی۔ زرا سی گردن موڑے اس نے اپنے ساتھ سوئے ارتسام کو دیکھنا چاہا جو ہنوز آنکھیں موندے گہری نیند کے مزے لے رہا تھا۔

آہستہ سے اس کا حصار کھولتے وہ اٹھی اور فریش ہونے چلی گئی، باتھ سے واپس آئی تو جان بوجھ کے اس کی سائیڈ آتے آہستہ سے اپنے نم گیلے بالوں کو اس کے چہرے پہ پھیلائے سرگوشی کرنے لگی۔

"صبح بخیر ارتسام!" وہ کہتی اس سے دور ہونے لگی جب اس کی مرمری کلائی اپنی گرفت میں لیتا اس کو اپنے قریب تر کر گیا۔

"تمہارے لبوں سے میرا نام

میری حسین صبح کا آغاز

ہائے صنم! جان لو گی کیا۔"

اس کے نم بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے وہ سرگوشیانہ کہتا اس کے رخسار کو لبوں سے چھوتا آزاد کیا اور خود بھی اٹھ بیٹھا۔

"نام لو میرا۔۔۔"اس کے بال سنوارتے وہاں اپنا نرم لمس چھوڑتے محبت سے فرمائش کی کہ حجاب سی وہ اپنا سر جھکا گئی۔

"ارتسام۔۔!" مدھم میٹھے لہجے میں کہتی اس کے کانوں میں رس گھول گئی اور گکنار ہوتے اس کی پناہوں میں چھپا گئی خود کو جس پہ وہ بے خود ہوتا قہقہہ لگا اٹھا۔

_______________**

ولیمے کی تقریب میں حیام صنم کے پاس بیٹھی اس سے میٹھی گفتگو کرتے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی جبکہ گل اور زوفا بھی پیش پیش تھیں۔

پستہ رنگ کی خوبصورت سی میکسی میں وہ ارتسام کے رنگ میں ڈھلی کھلی سی بیٹھی

تھی اور ان کے سنگ باتوں میں مصروف تھی جب ارتسام کے تایا کی بیٹی دیبا وہاں اس کو مبارک باد دینے آئی۔

"بہت مبارک ہو تمہیں صنم۔" بھابھی کہنے کا وہ تکلف کیے بغیر اس سے زبردستی مسکا کے ملی۔

"کیا دیا ارتسام نے تمہیں منہ دکھائی میں؟ یا ایسے ہی لمحات گزار لیے۔" وہ عجیب زو معنی لہجے میں بولی کہ صنم کو اس کی بات سے الجھن ہوئی جبکہ حیام نے بھی اس کی بیہودہ بات پہ ضبط کیا۔

صنم نے مسکراہٹ سجاتے اپنا ہاتھ آگے کیا جس کی کلائی میں خوبصورت ساڈائمنڈ بریسلیٹ تھا، اس کی آنکھوں میں پل بھر کو چمک آئی کہ اتنا قیمتی تحفہ لیکن پھر بھی وہ جلے دل سے بولی۔

"ہمم۔۔۔اچھا ہے۔" وہ اتنا کہہ کے سٹیج سے اتر گئی۔

"کتنی بد تمیز ہے یہ زرا بولنے کی تمیز نہیں۔" اس کے جاتے حیام نے تبصرہ کیا جبکہ زوفا اور گل بھی اس کی بات سے خفت زدہ ہوئی تھیں۔

تناؤ کو کم کرنے کے لئے زوفا نے بات شروع کردی حیام کی شادی کی جس پہ وہ خفگی سے گھور کے رہ گئی کہ اب ان چاروں میں وہ اکیلی غیر شادی شدہ تھی اور وہ اب تینوں مل کے اس کا ریکارڈ لگانے لگیں۔

حیام ایک کال کا کہتے سٹیج سے نیچے اتری اور اوکے کرتے زرا سائیڈ پہ ہوئی۔۔

"آواز نہیں آرہی۔۔۔" دوسری جانب اس کی دوست تھی کوئی لیکن شور کی وجہ سے اس کو آواز سنائی نہیں دے رہی تھی تبھی وہ ایک منٹ کا کہتے کال کاٹ گئی اور خود زرا ہال کے گارڈن میں آگئی۔۔

"ہاں اب بولو، ہاں آرہی ہے آواز۔" دوسری جانب کی آواز سنتے وہ بولی اور آہستہ سے چلتے چلتے اپنے پیروں کو دیکھنے لگی جو سیاہ ہیل سینڈل میں قید تھے۔ آج اس نے بلیک لانگ فراک کے ساتھ چوڑی باجامہ پہنا تھا آدھے بالوں کو اس نے پن سے سیٹ کیا تھا اور باقی بالوں کی آبشار کو ایسے ہی کمر پہ بکھیرا تھا۔ دن کی روشنی میں چلتی پھرتی اپسرا الگ رہی تھی۔۔

چلتے چلتے وہ سامنے دیکھنے لگی لیکن اچانک اس کی آنکھوں میں الجھن در آئی، ٹھٹک کے رکتی وہ ایک جگہ دیکھنے لگی جہاں کریم کلر کے ڈریس میں وجود اپنے دائیں بازو پہ کوٹ لٹکائے وہ شاید کسی کا انتظار کر رہا تھا۔

اس کی پشت حیام کی طرف تھی تبھی وہ اس کو ٹھیک سے دیکھ نہ پائی۔۔ایسے ہی کال سنتے وہ اس وجود کی جانب جانے لگی جب رستے میں اصفحان مل گیا۔

"گڑیا وہاں کہاں جا رہی مرد ہیں وہاں۔"اصفحان نے اس کو دوسری جانب جاتے دیکھا تو کہا تبھی حیام کو احساس ہوا کہ وہ آدمیوں والی سائیڈ تھی۔

"سوری لالہ دوست سے بات کر رہی تھی تو احساس نہیں ہوا۔"موبائل کام سے ہٹاتی وہ تھوڑا نادم ہوئی۔

"کوئی بات نہیں۔"اس کو اندر جانے کی تلقین کرتا وہ بھی ساتھ ہی اندر داخل ہوا جبکہ حیام نے دوبارہ سے نظریں اس جانب اٹھائیں جہاں وہ وجود اب نہیں تھا۔

سر جھٹکتی وہ صنم کو سٹیج پہ ارتسام کی کسی بات پہ مسکراتے دیکھ ان کی جانب چلی گئی۔

"----** چلیں گھر؟" گل کو سٹیج سے نیچے آنے کا اشارہ کرتے عماد نے کہا تو وہ الجھن سے دیکھنی لگی۔

"اتنی جلدی ابھی تو سب یہی ہیں؟" فنکشن ابھی چل رہا تھا تبھی وہ اس سے حیرانگی سے استفسار کرنے لگی۔

"جاتے ہوئے دیر ہو جائے گی تبھی کہہ رہا ہوں کہ اب نکل جاتے ہیں۔" گھڑی میں ٹائم دیکھتے وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ تائید کرتی دعا کو دیکھنے لگی جو ابھی حیام کے پاس تھی۔

"اتنی جلدی کیوں جا رہے ہو تم لوگ۔" حیام نے گل کو جانے کی تیاری پکڑتے دیکھ کہا۔

"جاتے ہوئے وقت لگ جانا بہت تبھی ہم نکل رہے ہیں ورنہ دی جان غصہ ہو نگی۔" حیام کے گلے لگتی وہ مسکرا کے بولی تو حیام نے سمجھتے سر ہلایا۔

"یہ تو ٹھیک کہا، چلو خیریت سے جانا اور پہنچتے ہی کال کر دینا۔" دعا کو پیار کرتے اس نے فکرمندی سے کہا تو گل دادی جان اور باقی لوگوں سے ملنے لگی۔

سب سے مل کے ان کی دعائیں لیتی وہ عماد کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تو اس نے سفر شروع کیا۔

"کیف بھی آیا ہوا تھا اس نے نہیں جانا تھا ساتھ؟" گل اپنی چادر سنبھالتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"وہ خود کام ختم کر کے آجائے گا، آپ چینج کر لیتیں ورنہ ایسے آپ تھک جاتیں۔" سرسری سا بتاتے اس نے کپڑوں کو دیکھتے کہا جو ابھی بھی وہی زیب تن کیے ہوئے تھی جو ولیمہ میں پہنا تھا۔۔خوبصورت پیازی رنگ کا کام دار جوڑا۔

"اب جلدی میں تھے تو کیا کرتی ویسے بھی گھر جانا پڑتا ان کے چینج کرنے کے لیے۔۔" اپنے کپڑوں کو ایک نظر دیکھتے اس نے وضاحت دی تو عماد خاموش ہو گیا۔

***______**_______**

ولیمے کی واپسی پہ صنم اپنے والدین کے ساتھ واپس آگئی تو سب نے مل کے خوب ہنگامہ کیا، اصفحان لوگ ابھی ادھر تھے انہوں نے صبح ہوتے ہی نکل جانا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ابھی سب تھکن کی وجہ سے اپنے اپنے کمروں میں جا سوئے تھے اتنے میں حیام اپنا کچھ کام کر رہی تھی۔

سامنے بیڈ پہ اپنا لیپ ٹاپ آن کیے آگے پیچھے کچھ نوٹس بکھیرے، بالوں کو رف سا جوڑے میں قید ہوئے وہ مکمل طور پہ اپنے نوٹس پہ جھکی محو سے کام کر رہی تھی جب اچانک اس خاموشی میں اس کا موبائل چنگھارنا شروع ہوا۔

"یااللہ۔۔۔!" وہ بری طرح ڈر کی وجہ سے اچھل ہی پڑی، بے ساختہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتی لمبا سانس کھینچ گئی، نوٹس کے ڈھیر سے اپنا موبائل ڈھونڈنے لگی کہ کم بخت کہاں جا کے چھپ گیا تھا۔

فون بج بج کے بند ہو گیا لیکن اسے ملا نہ بس یہ محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں پاس ہی پڑا اپنی ناقدری پہ رو رہا تھا اور وائبریٹ بھی کر رہا تھا۔

"اگر ابھی دوبارہ فون آتا ہے تو ڈھونڈتی ہوں۔" فون بند ہونے پہ وہ پھر سے کام لگ گئی جب کچھ سیکنڈز بعد پھر سے موبائل نے رونا شروع دیا۔

"آخر یہ ہے کہاں ؟" جلدی جلدی سے وہ فون ڈھونڈنے لگی جب اٹھ کے اپنے نوٹس کو سائیڈ پہ کرنے لگی تو خود کے نیچے ہی پایا۔

"یہ لو تم یہاں چھپے ہو۔" اپنے نیچے موبائل کے ملنے پہ وہ اپنی عقل پہ ماتم کرنے لگی جب اصل جھٹکا اس کو سکرین پہ نام دیکھ کے لگا کہ کہیں آنکھوں کو دھوکا تو نہیں۔

"اس وقت۔۔۔!" گھڑی میں ساڑھے گیارہ کا ٹائم دیکھتے وہ اچھنبے سے کال او کے کرتی کان سے لگا گئی۔

"السلام علیکم سر!" اپنی حیرت چھپاتی وہ آہستہ آواز میں بولتی بیڈ پہ نوٹس سائیڈ کرتی بیٹھ گئی۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں مس حیام ؟" اس کی خیریت دریافت کرنے لگا۔

"اللہ کا شکر ہے آپ سنائیں، اتنی رات کو کال خیریت ہے نا۔" اس نے وجہ جاننی چاہی۔

"مس حیام آپ کو مس نبیلہ نے کچھ نوٹس دیئے تھے ؟" وہ اصل بات کی جانب آیا۔

"جی سر۔۔۔!" اسے حیرت ہوئی کہ سر عاصم کیوں پوچھ رہے ہیں اگر انہوں نے دیے بھی تو اسے کیا۔۔۔ تبھی دماغ میں کچھ کلک ہوا۔

"تو انہوں نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ کس کو فارورڈ کرنے تھے آپ نے!" اب کی بار وہ سرد لہجے میں بولا کہ حیام گڑبڑا گئی۔

"سوری سر مجھے یاد نہیں رہے ایکچولی ہمارے گھر میں فنکشن تھے تو بس اسی میں بھول گئی۔" وہ نادم سی کہنے لگی کہ دوسری جانب کچھ خاموشی چھا گئی۔

"مجھے ابھی کے ابھی وہ نوٹس میل کریں یا واٹس اپ، ابھی اگر میں اپنی میلز چیک نہ کرتا تو مجھے معلوم ہی نہیں پڑھنا تھا۔" وہ مزید اس کو سناتا فون رکھنے والا تھا کہ وہ اجلت میں بول پڑی۔

"لیکن سر وہ تو ہارڈ فارم میں ہیں سوفٹ میں نہیں تو میں کیسے آپ کو میل کروں۔" وہ تذبذب کا شکار ہوتے بولی کہ میم نے اس کو کاپی دی تھی نوٹس کی جو آف کے وقت سر عاصم کو دینی تھی انہیں ضروری کام تھا اس سے، لیکن دو دن ہو گئے تھے کہ اس کو یاد ہی نہیں تھا اور ویسے بھی آف تھا اس کا۔

"دس از ناٹ مائی ہیڈ اک! مجھے ان کی ایک ایک پک فارورڈ کریں" وہ ٹھنڈے برفیلے لہجے میں لفظ چبا چبا کے بولا کہ حیام کا دل کر دے فون کے اندر گھس کے اس کا دماغ درست کر دے۔

"سر پکس! اس میں بہت وقت لگ جانا ہے، اوپر سے وہ ہیں بھی سو سے اوپر' میں آپ کو کل خود جلدی یونیورسٹی آ کے دے جاؤں گی۔" وہ روہانسا بولی جبکہ دوسری جانب سر کو جیسے کوئی فرق نہ پڑا۔

"میں نے پیپر بنانا تھا جو مجھے صبح کنڈکٹ کرنا تھا لیکن آپ کی نااہلی کی وجہ سے میں وہ کینسل نہیں کر سکتا لہذٰا مجھے جلد جلد از پکس فارورڈ کریں۔"

"You can consider its as your punishment."

(آپ اسے اپنی سزا سمجھ سکتی ہیں۔)

اپنی بات وہ سنجیدگی سے بتا کم اس کو سنا زیادہ رہا تھا کہ اس کی کم عقلی کی وجہ سے وہ اپنے کام روک نہیں سکتا تھا جبکہ حیام کو اب بس آنسوں بہانے کی قصر رہ گئی تھی۔

"سر۔۔!" اس نے احتجاجاً کچھ کہنا چاہا جب وہ ار جنٹلی کہہ کے کال ڈسکنکٹ کر گیا۔

"اب یہ کہاں پھنس گئی میں، سارا قصور ہی صنم کا ہے اگر اس کی شادی نہ ہوتی تو مجھے یاد رہتا سارا۔" اب وہ رونے والی شکل لے کے بیڈ پہ بیٹھ گئی صنم کو کوسنے۔ اب ان کو اس نے ایک ایک نوٹس کے صفحہ کی تصویر بھیجنی تھی۔ "یہ ساری سزائیں ان کو مجھے ہی دینا کیوں یاد رہتی ہیں!" جلے دل سے ایک ایک تصویر بناتی وہ عاصم کے نمبر پہ واٹس اپ کرتی گئی۔

اس کو یہ کام کرتے دس منٹ گزر گئے تھے لیکن صفحے تھے کے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے، تبھی دروازے پہ ناک کرتا اصفحان اندر داخل ہوا۔

"یہ کیا بکھیرا ہوا ہے ہر طرف۔" یہ صنم کا کمرہ تھا جہاں وہ رہ رہی تھی 'آج صنم اور ارتسام نے یہی رکنا تھا لیکن ارتسام صنم کو تھوڑی دیر پہلے واپس لے گیا تھا۔

"مجھ سے ابھی کچھ نہ پوچھیں میرا دماغ گھوما ہوا ہے۔" غصے سے ایک ایک صفحہ پٹختی وہ چبا کے بولی کہ اصفحان حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے صبح کر لینا سارا کام ابھی آرام کرو طبیعت خراب ہو جائے گی۔" اصفحان فکرمندی سے بیڈ پہ اپنے لیے جگہ بناتا ہوا بولا۔

"آپ نے اگر میری مدد کرنی ہے تو بتائیں۔" وہ ایک نظر اپنے لالہ کو اپنے پاس بیٹھتے دیکھ جیسے آفر دینے لگی۔

"لگتا ہے زبردستی بٹھائی گئی ہو، چلو بتاؤ کردوں تمہاری مدد۔ کیا یاد کروگی کہ کس سخی لالہ سے پالا پڑا تھا۔" وہ کھلے دل سے اس کی آفر قبول کرتا بولا تو حیام نے اسے اپنی اسائنمنٹ بتائی کہ یہ سب ریڈی کرنا ہے تو اصفحان سمجھ کے اس کا کام کرنے لگا۔۔

"ہیں اتنی جلدی ہو بھی گیا۔۔۔" ابھی اس کی کچھ تصاویر رہتی تھیں بھیجنے والی جب اصفحان نے 'ڈن' کہتے وہ اسائنمنٹ سیو کر کے لیپ ٹاپ اس کے سامنے کیا۔

"ہاں میرے لیے تو پانچ منٹ کا کام تھا۔" وہ لاپرواہی سے بولا تو حیام ستائشی نظروں سے اپنے لالہ کو دیکھنے لگا۔

"واہ لالہ کمال کردیا۔۔" اپنی آسائنمٹ دیکھتے وہ کھلے دل سے اس کی مشکور ہوئی۔

تھوڑی دیر مزید اس کے پاس بیٹھتا کچھ ادھر اُدھر کی باتیں کرتا جلدی سونے کی ہدایت کرتا ماتھا چومتے کمرے سے چلا گیا۔

"میرا ابھی بس ہونے والا ختم۔" وہ جلدی سے ایک تصویر بھیجتی ہوئی بولی۔

"سر اتنی کافی ہیں؟" سو کے قریب وہ نوٹس کی پکس بھیجنے کے بعد تھک کے پوچھنے لگی۔

"کافی نہیں ہیں' کیونکہ اہم سوالات آخر میں ہیں۔" فوراً اس کا میسج ملا تو حیام کا دل کیا بس اب تو اندر گھسنا بنتا تھا اس کا سر پھاڑنے کو۔

"ضرور سر۔" ایک سمائلی بھیج کے وہ کیسے زبردستی مسکرائی۔

پون گھنٹے بعد جا کے وہ فارغ ہوئی اور سارے نوٹس کی فائل اس کو پکس کی صورت میں بھیج چکی تھی، آخر میں اس کا شکریہ کے بجائے' Good گڈ' سنتے ہی اس نے پہلی فرصت میں بلاک کیا۔

"میرا اتنا قیمتی ٹائم ضائع کیا وہ تو شکر کے لالہ نے کام کر دیا میرا۔"

آدھا سامان تو اصفحان اس کا سمیٹ چکا تھا تبھی وہ باقی کی نوٹس فائل کو بھی سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے تھکے انداز میں بیڈ پہ لیٹ گئی۔

"اللہ پوچھے اس انسان کو پتا نہیں ٹیچر کی پوسٹ پہ کس نے بٹھا دیا۔" اس کی ازلی کھڑوس طبیعت کو سوچتے وہ منہ بنا کے بولی اور سر جھٹک کے آنکھیں موند گئی۔

اس کو ایک اسائمنٹ ملی تھی کہ جو اس نے پچھلے ہفتے سروے کیا تھا اس کو تھیوری کی شکل میں سارا لکھ کے اسائمنٹ بنانی تھی اور مزید دو دن تک سبمٹ بھی کروانی تھی، تبھی آج وہ اپنا کام مکمل کر رہی تھی ولیمے کی واپسی پہ لیکن یہاں اس کا موڈ عاصم کی مداخلت نے سخت خراب کر دیا تھا۔

______________**

"تم تیار نہیں ہوئی۔۔۔؟" گھر میں داخل ہوتے ہی وہ اس سے پوچھنے لگا جو کمرے میں بیٹھی کچھ موبائل پہ دیکھ رہی تھی۔

"نہیں میں نہیں جا پاؤں گی، مجھے بہت تھکن فیل ہو رہی ہے۔" موبائل سے نظریں ہٹاتے وہ تھکن زدہ اثار لیے کہنے لگی۔

"تھکن کیوں ہے، کل ہم جلدی واپس آ گئے تھے اور رات کو تم جلدی سو بھی گئی تھی تو پھر۔" اس کے مقابل بیٹھتا وہ پوچھنے لگا جبکہ اس کی بات پہ وہ سٹپٹا گئی۔

"پرسوں بھی آپ کے کسی دوست کی دعوت پہ گئے تھے، کل بھی اور آج بھی آپ کہہ رہے جبکہ میں گھر کے کاموں میں بھی تھک جاتی ہوں۔" گل بید سے ٹیک ہٹاتے آہستہ آواز میں کہنے لگی۔

"چلو یار اٹھو، سب سے ملوانا ہے تمہیں میں نے۔" اس کا ہاتھ پکڑتا وہ کھڑا کرتے کہنے لگا۔

"پلیز آج رہنے دیں آپ معذرت کر لیں ان سے۔" وہ منت کرنے پہ آگئی کیونکہ واقع اس کے جسم میں درد ہو رہا تھا۔

"یار گل کیا مسئلہ ہے اچھا چلو جاؤ میرے لیے تیار ہو جاؤ میں اپنے دوست کو کہہ کے منع کر دیتا ہوں، گھر پہ رکنے کا مجھے کچھ تو فائدہ ہو جاؤ حسین سے حسین تر ہو کے آؤ۔" وہ اسے اپنے قریب تر کرتا بے باکی سے کہنے لگا جبکہ گل کو اس کا اس طرح کہنا بالکل اچھا نہیں لگا کہ جب دل چاہتا تھا کہ وہ اسے اپنے قریب تر کر لیتا اور اس کی طبیعت کا خیال بھی نہ کرتا۔ آج بھی گل کو بخار محسوس ہو رہا تھا۔

دو دن بعد اس کی مزید طبیعت بگڑ گئی تو اس کی چھوٹی جھیٹانی اس کو ڈاکٹر کے پاس لے گئیں جہاں اس کو خوشخبری سنائی گئی۔۔زندگی کی اتنی بڑی خبر سنتے وہ بہت خوش تھی گھر جاتے ہی سب سے پہلے اس نے گاؤں دی جان کو خبر دی پھر اپنی تائی جان اور اماں بیگم سے بات کی۔۔سب نے اسے ڈھیر ساری دعائیں دی اور ساتھ ہی بہت سی ہدایت بھی کیں۔

اب رات کو وہ اپنے شوہر کا انتظار کر رہی تھی کہ کب وہ آئے اور خوشخبری دے لیکن رات گئے تک وہ نہ آیا۔

اچانک کمرے میں کھٹ پٹ کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس کا شوہر لڑکھڑاتے قدموں سے دروازہ بند کرتے ہوئے بیڈ کی جانب آیا۔

"یار ادھر آؤ۔۔" گل پانی کا گلاس لانے کو اٹھی کہ اس نے اس کی کلائی کو تھامتے اپنے قریب کر لیا۔

"میری طبیعت نہیں ٹھیک، آپ آرام کریں آپ تھک گئے ہونگے۔" وہ اس سے فاصلہ بناتے ہوئے بولی جب اس نے اچانک اس کے بالوں کو اپنی سخت گرفت میں لے کے جھٹکا دیا کہ گل کراہ کے رہ گئی۔

"تین دن سے دیکھ رہا ہوں کہ تیرے نخرے بڑھ گئے ہیں جب پاس بلاتا تو بہانے کرنے لگتی ہے۔۔۔" بالوں کے ساتھ مٹھی میں اس کی ٹھوڑی دبوچتا وہ سرخ آنکھیں لیے غصے سے غرایا۔۔اس کے چہرے سے آنے والی بدبو سے گل کو اندازہ ہو گیا کہ وہ حرام کو منہ لگا کے آیا ہے۔

"آپ ٹھیک نہیں ہیں۔۔" وہ اپنا چہرہ اس کے ہاتھ کی سخت گرفت سے چھڑواتی ہوئی مزاحمت کرنے لگی لیکن اس کی کسی مزاحمت کو خاطر میں لائے بغیر اس کے بال چھوڑتے اچانک سے اس کے چہرے پہ اپنے ہاتھ کی انگلیاں چھاپ گیا کہ وہ ششدر اس کو دیکھنے لگی جو اس کے حسن کی تعریفیں کرتا نہیں تھکتا تھا آج طبیعت کی وجہ سے انکار پہ بری طرح اس کے چہرے پہ انگلیاں چھاپ گیا۔

"دفع ہو جا میرے پاس سے، کہیں کوئی اور پھسا لیا ہو گا تبھی میرے سے دل بھر گیا۔" یہ الفاظ تھے یا آگ میں جلے تیر جو اس کے سینے کو چیرتے ہوئے اندر پیوست ہوئے تھے۔۔

"میں نہیں ایسی۔۔۔" وہ سسکی لیتی اچانک رونے لگی کہ پاس لیٹا وجود اس کے ہلکورے کھاتے وجود کو محسوس کرتے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتا اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔۔

گل نے پھر سے سسکی بھری اور آہستہ آواز میں کچھ بڑبڑانے لگی، وہ سرعت سے اس کے قریب ہوا اور اس کے چہرے کو بغور دیکھتے معلوم ہوا کہ وہ بری طرح نیند میں رو رہی تھی۔

"گل۔۔۔! کیا ہوا؟" اس کا چہرہ تھامتا اس کو ہوش دلانے لگا کو شاید نیند میں کوئی خواب دیکھتی بری طرح ڈر گئی تھی لیکن وہ کیا جانے کہ اس خواب کو وہ حقیقت میں پہلے محسوس کر چکی تھی، اگر اس کو وہ خواب سمجھ بھی لیتی تو بہت بھیانک تھا اس کے لیے جس کو ابھی بھی محسوس کر پا رہی تھی۔

"میں ایسی نہیں۔۔۔۔"اس کا وجود ہچکیاں بھرنے لگا کہ عماد نے اس کے گرد اپنے بازؤں کا حصار قائم کرتے احساس دلایا کہ وہ اس کے قریب ہے۔

"گل کچھ بھی نہیں ہوا میں پاس ہوں آپ کے،ریلیکس۔"اس کو سینے سے لگاتے اس کے بال سہلاتے وہ سرگوشی کرنے لگا۔کیف آدھی رات کو گھر پہنچا تھا اور ان سے دعا کو اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔

"عماد۔۔۔"اچانک وہ اپنی نیند سے بیدار ہوتی عماد کو اپنے قریب پاتے بلک بلک کے رونے لگی۔

"کیا ہوا ہے؟"عماد نے فکر مندی سے اپنے سینے میں منہ دیئے روتی گل سے پوچھنے لگا جس پہ بس وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"ریلیکس میں یہی ہوں آپ کے پاس۔"اس کو تحفظ کا احساس دلاتے اس کے بالوں پہ لب رکھتے حصار تنگ کرتے بالوں کو سہلانے لگا۔

"بہت برا خواب تھا وہ۔۔۔" کچھ توقف بعد اس کی نم لہجے میں سر گوشی عماد کے کانوں میں گونجی تو عماد نے نظریں جھکا کے اس کو دیکھا جو اب اس کی سینے سے لگی اس کی شرٹ کے بٹن کو چھیڑ رہی تھی۔

"بہت برا تھا، برے خواب یاد نہیں رکھتے بھول جائیں۔" وہ کچھ سمجھ سے سنجیدگی سے بولا تو گل اس کی سینے پہ سر ٹکا گئی۔

"مجھے کبھی چھوڑیں گے تو نہیں نا۔" اس کے لہجے میں خوف واضح موجود تھا جس کو محسوس کرتے عماد نے اس کا چہرہ ہاتھ کی مدد سے اپنے سامنے کیا۔

"یہ سوچ کیوں آئی؟" بغیر تاثر لیے وہ پوچھنے لگا۔

" کبھی نہ چھوڑیئے گا چاہے میں اتنی خوبصورت نہ رہوں، میرے بال چھوٹے ہو جائیں چاہے میں موٹی کالی بھینس کیوں نہ بن جاؤں بس چھوڑنا نہیں مجھے۔" اس کے گرد اپنے نازک بازوؤں کو باندھتے وہ آنکھیں میچتی بولی جیسے وہ اس سے دور ہو جائے گا۔

پہلی بار وہ دونوں اتنے قریب ایک دوسرے کی تیزی سے چلتی دھڑکنوں کو آسانی سے سن رہے تھے،اس کی سینے پہ پڑتی نرم گرم سانسیں اس کی دل پہ جیسے ٹھنڈی پھوار بن کے گررہی تھیں۔رات کا تیسرا پہر اور پناہوں میں محبوب شریک حیات،اس کی بالوں کی خوشبو میں وہ گہرا سانس بھرتا اپنا حصار ڈھیلا کر گیا کہ وہ جو اس کے حصار کے لمس میں پڑی سکون سے آنکھیں موندے ہوئی تھی حصار ڈھیلا پڑنے پہ اپنی شہد رنگ آنکھوں کو واہ کرتے اس کی گہری کالی آنکھوں میں دیکھنے لگی جہاں عماد اس کی سہمی غزالی آنکھوں کو دیکھنے لگا وہیں اس کے لب متبسم ہوئے۔۔ اس کے خوف کو محسوس کرتے زرا سا اس سے ہٹتے جھک کے اس کی پیشانی کو اپنے لمس میں معتبر کیا۔

" کبھی بھی خود سے دور نہیں کروں گا،مجھے ہمیشہ اپنے پاس پائیں گی،اپنے ساتھ، اپنے قریب،اپنے پہلو میں دل میں دماغ میں،اپنی سانسوں میں،اپنی دھڑکنوں میں میرا نام 'میرا ساتھ پائیں گی۔" اس پہ جھکا وہ سرگوشی میں اپنے الفاظ کہتا اس کے

کانوں میں رس گھولتا اس کو نئی خوبصورت زندگی کی نوید سنانے لگا جس پہ وہ اپنی گھنیری پلکیں سرخ عارضوں پہ گرائے اس سفر میں ہمقدم تھی تاحیات۔

ہو تیرا ساتھ 'تاحیات' میسرا گر مجھے
میں خزاں کو بھی بخدا بہار لکھوں

_____________**

صنم کی شادی کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا اور ابھی وہ اپنی امی کے گھر رہنے آئی تھی، حیام وہاں مزید دو دن رکنے کے بعد واپس ہوسٹل آ چکی تھی۔

اس ہفتے جب وہ یونیورسٹی گئی تو اس نے ایک غلط نظر بھی سر پہ ڈالنی گوارہ نہ کی جس نے اس رات اسے فضول کام میں الجھا کے تھکن سے چور کیا تھا، صنم بھی اس ہفتے آئی تھی، اس نے بس اپنی شادی والے ہفتے ہی لیکچر مس کیے تھے جو بعد میں وہ آنلائن اٹینڈ کر کے کور کر چکی تھی۔

"گھومنے کہاں جانے کا پلان ہے؟" کینٹین میں بیٹھی حیام نے جوس پیتے سامنے بیٹھی کھلی کھلی سی صنم سے پوچھا، اس کے سوال پہ وہ گھور کے رہ گئی۔

"ابھی میرا کوئی پلین نہیں۔" وہ شان بے نیازی سے کندھے اچکا کے بولی۔

"تمہارا ہونا بھی نہیں تھا، میں بھائی کا پوچھ رہی ہوں۔" اس کو تھیکی مسکراہٹ سے نوازتی وہ جلی پہ نمک چھڑکنے کا کام کر گئی۔

"ہنہہ! میرے پیپرز ہیں ابھی تو انہوں نے کہا کہ پیپرز سے فارغ ہو کے گھومنے جائیں گے۔" سادگی سے بتاتے ہوئے اس نے حیام کے جوس سے ایک سپ لیا۔

"ہاں ٹھیک کہا ویسے بھی ایک مہینے کے اندر اندر تو پیپر لینے والے ہیں۔" حیام نے سر ہلاتے جواب دیا۔

"ویسے اگر سالانہ سسٹم ہوتا تو اچھا رہتا ایک سال بعد پیپرز۔" صنم نے کہتے تائید چاہی جس پہ حیام استہزایہ ہنسی۔

"اگر سالانہ ہوتے نا تو ایک سال میں تین چار پراجکٹ دے دیتے ہمیں اور جو بھی تمہاری شادی ہوئی ہے نا اس کا بھی وقت نہیں ملنا تھا تمہیں۔" حیام نے جلے دل سے کہا اور چھپٹنے کے انداز میں اس سے جوس لیا جس سے اس کا صدمے سے منہ کھل گیا۔

"دفع۔۔۔!" دو حرف بھیجتی صنم سامنے سے چپس اٹھا کے کھانے لگی۔

________________**

منٹوں کا کام تھا گھنٹوں میں گزرنا، گھنٹوں کا کام دنوں میں اور دنوں کام تھا ہفتوں میں بہنا۔۔اسی طرح ہفتے گزرنے میں سردیوں نے شدت اختیار کی اور کھل کے اپنا سرد پن دکھانے لگیں۔

ان کا آج آخری پیپر تھا، شام کا وقت اور سردی کی خنکی میں اضافہ ہونے لگا تھا، ہڈیوں کو سرد کرنے والی ہوائیں عروج پہ تھیں۔اتنے میں وہ دونوں ہال سے باہر آتے اپنے ارد گرد نظریں دوڑاتی ہوئی خود کو لپیٹے ہوئے تھیں۔۔۔

"کتنا ٹائم ہو گیا ہے یار۔۔" شام کے سائے ڈھلتے محسوس کرتے صنم نے حیام کا ہاتھ پکڑا جو قدرے گرمائش لیے ہوئے تھا۔

"ماما کل ڈنر پہ بلا رہی ہیں تمہیں پھر تم نے پرسوں چلی جانا ہے تو وہ تم سے ملنا چاہ رہی ہیں۔" صنم نے ارتسام کی گاڑی کو دیکھتے جلدی سے یاد آنے پہ بتایا جس پہ وہ سر ہلا گئی۔

"پہنچتے کال کرنا پھر بات کرتے ہیں۔" ارتسام کے اشارے پہ صنم کو باہر جاتا دیکھ حیام نے قدرے بلند آواز میں کہا تو وہ کے کہہ کے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"السلام علیکم!" بیٹھتے ہی اس نے سیٹ بیلٹ لگاتے سلام کیا تو ارتسام نے ہمیشہ کی طرح تھوڑا پاس ہوتے اس کو ساتھ لگاتے سلام کا جواب دیتے کنپٹی کو لبوں سے چھوا۔

"سردی زیادہ ہو گئی ہے نا۔" باہر موسم کے تیور دیکھتے صنم نے تبصرہ کیا۔

"ہاں ہو تو گئی ہے، کیا خیال ہے تھوڑی سردی کم کی جائے۔" اس کی طرف جھکتے وہ شرارت سے ذو معنی لہجہ اپناتا بولا کہ وہ حجاب سی نظریں جھکا گئی۔

"گاڑی میں ہیں ہم۔۔۔" اس نے یاد کروانا چاہا۔

"کوئی مسئلہ نہیں گھر پاس ہی ہے۔" وہ پھر باز نہ آتے شریر ہوا تو صنم مسکراہٹ دباتی باہر کے نظاروں سے لطف اٹھانے لگی۔

"یار گھر آ کے فوراً ہی ان کاموں میں لگ گئی ہو۔" گھر پہنچنے کے بعد صنم کو کیچن میں کافی دیر سے گھسے دیکھ وہ اسی کے پاس آتا بولا تو وہ مسکرا دی۔

"جی انکل کے لیے کھانا گرم کر رہی تھی۔" وہ اپنا مقصد بتاتے دوپٹہ سہی کرتے چولہے کو بند کرنے لگی۔

"ہو گیا چلو اب۔۔۔" اس کا ہاتھ پکڑتا وہ زبردستی باہر لایا تو صنم ارے ارے کہتی رہ گئی۔

"کیسا ہوا پیپر۔۔۔؟" اس کو سامنے بٹھاتے وہ محبت سے ہاتھ تھامتے پوچھنے لگا۔

"بہت اچھا۔۔۔" وہ خوشی سے بتانے لگی کہ ارتسام کی آنکھوں میں چمک در آئی۔

"ہوتا بھی کیوں نہ میں نے بہت محبت و محنت سے تیاری جو کروائی تھی۔" سارا کریڈٹ خود پہ لیتا گردن اکڑا کے گویا ہوا جبکہ صنم اس کو گھورنے لگی۔

"ہاں جی جانتی ہوں کون سی تیاری کروائی تھی، تنگ ہی کرتے رہے تھے بس آپ۔" وہ مصنوعی خفگی سے کہتی اپنا ہاتھ چھڑوانے لگی کہ چھوڑنے کے بجائے آنکھیں دکھاتے اس نے گرفت سخت کی۔

سرخی شفق کی زرد ہو گالوں کے سامنے

پانی بھرے گھٹا ترے بالوں کے سامنے

_____________**

کمرے میں ابھی سب بڑے موجود تھے جن میں گل بھی عماد کے ساتھ بیٹھی دی جان کی بات غور سے سن رہی تھی۔

"حیام دھی دے پرچے ختم ہو گئے نے،اس لئی ہن ویاہ دیاں تیاریاں شروع کر دو بس جلدی جلدی نوں لیانی اے کارا یچ۔۔"

(حیام بیٹی کے پیپر ختم ہو گئے ہیں،اسی لیے اب زادی کی تیاریاں شروع کر دو بس جلدی جلدی بہو لانی ہے گھر میں۔)

دی جان کو جب پتا چلا کہ حیام کے تین دن پہلے پیپر ختم ہو گئے ہیں تو انہوں نے سب کو خوشی سے اپنے کمرے میں بلوایا اور اپنا فیصلہ سنایا جس کو سن کے باقی سب کے چہروں پہ بھی رونق چھا گئی۔

"ایک اور دلہن۔۔۔"سب سے زیادہ دعا خوشی سے چہکی کیونکہ پچھلے گزرے تین مہینوں سے وہ دلہنیں ہی دیکھ رہی تھی۔

"ہاں جی اب کی بار آپ کے ماموں کی دلہن۔" عماد نے اس کی رخسار چھوتے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

"بڑے ماموں کی۔۔" وہ اشتیاق سے پوچھنے لگی جس پہ گل نے ہنستے نفی میں سر ہلاتے کیف کی دلہن کا بتایا لیکن کون جانے کی آنے والے وقت میں سب اپنی قسمت میں کیا پانے والے تھے۔۔۔۔۔

----**--------**

دوپہر کا وقت تھا لیکن سردی کی دھند ابھی بھی چھائی ہوئی تھی ہر سوں، آہستہ سے قدم لیتی اپنے گرد شال لپیٹے وہ دور دور پھیلی ہوئی سفید دھند کو دیکھ رہی تھی جبکہ دادی جان کچھ فاصلے پہ چارپائی بچھائے بیٹھی سویٹر کی بنائی کر رہیں تھی۔

"آج تو دھوپ بھی جیسے احسان کرنے کو نکلی ہے بالکل تھوڑی سی۔" وہ آسمان کو ایک نظر دیکھتی دادی جان سے مخاطب ہوئی۔

"موسم اب مزید بدل رہے ہیں۔۔۔ دیکھو پہلے سردی آ نہیں رہی اور اگر اب آ گئی ہے تو شدید۔۔" دادی جان اس کی بات سے متفق ہوتے کہنے لگیں۔

"کیف کی دی جان اب اصرار کر رہی ہیں شادی کا، تم بتاؤ کیاارادہ ہے؟" دادی جان آج حیام سے آمنے سامنے اس موضوع پہ بات کرنا چاہتی تھیں تبھی اس کو بات کو کھول کے بیٹھ گئیں۔

"میرا کیاارادہ ہونا ہے، پیپرز تک کا کہا تھااور پیپر ختم ہو گئے تو باقی جو آپ سب کی مرضی۔" وہ ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتی گرمائش لینی لگی اور ساتھ ہی پشت پہ لب رکھے۔

"میری جان۔۔!" شدت جزبات سے انہوں نے اس کے ماتھے پہ پیار کیا۔

زوفا آج کل اپنی ماما کے گھر گئی تھی اور حیام کے آنے کا سنتے اس نے اصفحان کو کہا تھا کہ اسے لینے آجائے کیونکہ جب سے آئی تھی تب سے حیام کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزارا تھا اس نے۔

"کل ہمیں بلایا ہے انہوں نے تو کیا ہم تاریخ پکی کر آئیں؟" وہ جیسے اجازت لینا چاہ رہی تھیں۔

"کیسی باتیں کررہی ہیں دادی جان، میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں آپ سب بڑے ہیں جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔" بے ساختہ ہی وہ گلنار ہوئی۔

"چلو ٹھیک ہے ہم کل جا کے فائنل بات کر آئیں گے پھر ہم نے ایک بھی نہیں سننی کہ وہ تمہارے سمیسٹر شروع ہیں یا پڑھائی ہے، ٹھیک ہے۔" اب کی بار انہوں نے مصنوعی رعب سے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

"جی ٹھیک ہے دادی جان۔" اس کے گرد باہوں کا حصار بناتی وہ مسکرا کے بولی۔

_________________***

حویلی کے باہر گاڑی روکتے اصفحان نے زوفا کو اندر جانے کا اشارہ دیا کیونکہ خود اس نے کسی کام سے جانا تھا تو وہی سے گاڑی موڑ لی۔

"بابا حیام کدھر ہے۔" اندر داخل ہوتے اس نے ملازم سے پر جوش ہوتے پوچھا تو انہوں نے حویلی کی پچھلی جانب اشارہ کیا جہاں وہ دادی جان کے ساتھ تھی۔

"ہائے حیام۔۔۔۔!" وہ خوشی سے چلاتی ہوئی حیام کو دیکھتی بھاگتی جا اس کے گلے لگی جبکہ ان دونوں کے چلانے پہ دادی جان مسکرا کے نفی میں گردن ہلانے لگی۔

ایک شادی شدہ تھی تو دوسری کی ہونے والی تھی لیکن عقل دونوں کو نہ تھی۔

"قسم سے بھابھی جی آپ پہ بڑا حسن آیا ہے وہ کہتے ہیں نا بیوٹی گلو شادی کے بعد والا۔" اس کے گلابی رخساروں پہ چٹکی بھرتی وہ بھرپور شرارت سے بولی کہ زوفا شرما کے دوپٹہ دانتوں میں دبا گئی۔

"بھائی کی صحبت کہ تمہیں شرمانا بھی آگیا۔" وہ ہنستی اس کو چھیڑنے لگی جس پہ وہ خود ہنس دی۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے دادی جان؟" دادی کے پاس بیٹھتے اس نے محبت سے پوچھا اور اصفحان کی طرح ان کا ہاتھ لبوں سے لگایا۔

اصفحان کی عادت تھی کہ وہ جب بھی باہر سے واپس آتا تو دادی جان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتا تھا، اسی کی دیکھا دیکھی زوفا بھی یہی عمل دہراتی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے تم سناؤ، امی ابو کیسے تھے وہاں اور تم کیسی ہو؟" اس کے ماتھے پہ پیار کرتی وہ نرمی سے پوچھنے لگیں۔

"اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہیں سلام دے رہے تھے سب آپ کو،امی تو کہہ رہی تھیں کہ اگلی دفعہ جب آؤں تو آپ کو ساتھ ضرور لاؤں،وہ تو مجھے الٹا ڈانٹ رہی تھیں کہ آپ کو اکیلا چھوڑ آئی میں۔" وہ بتاتے تھوڑا شرمندہ ہوئی کہ واقعی وہ ان کو گھر اکیلا چھوڑ گئی تھی۔

"ایسی بات نہیں بچے اکیلی کہاں ہوتی ہوں میں، یہاں سب ہوتے ہیں اور اصفحان بھی ادھر ہی ہوتا۔ تمہیں بھی تو جانا ہوتا ہے نا اپنی امی سے ملنے اب اس پہ پابندی تو نہیں لگا سکتے نا تم پہ۔" اس کی بات پہ سرعت سے انہوں نے پیار سے کہا تو وہ کھل کے مسکرائی۔

"میں زرا کیچن میں اب کھانے کی تیاری دیکھ آؤں۔" ان کے پاس کافی دیر وہ بیٹھے باتیں کرتی رہی جب دادی جان نے اس کو روک لیا۔

"کھانے کا ہم نے کہہ دیا ہے تم تھکی ہوئی آئی ہوا بھی بیٹھ جاؤ۔ "

وہ خود ملازمہ کو کھانا بنانے کا کہہ چکی تھیں تبھی اس کو منع کر گئیں۔

دادی جان نے کھانے سے فارغ ہوتے بتایا کہ کل انہوں نے دی جان کے بلاوے پہ ان کے گاؤں جانا ہے اور زوفا کو ساتھ لازمی جانا ہے کیونکہ بڑوں کا معاملہ تھا اور یہ حویلی کی بڑی اور اکلوتی بہو تھی تو اس کا جانا لازمی تھا، پیچھے حیام گھر پہ اکیلی ہوتی تو اس نے کہہ دیا کہ وہ اپنی سہیلیوں سے ملنے چلی جائے گی ادھر گاؤں میں۔

________________**

صبح کے ناشتے کے بعد وہ تینوں اپنی تیاری مکمل کرتے کیف کے گھر کی جانب نکل پڑے۔

پیچھے حیام ناشتے سے فارغ ہوتے تھوڑی دیر روم میں رہی اور صنم سے باتیں کرنے لگی، اس سے باتیں کرتے کرتے کافی ٹائم گزر گیا، پھر اپنی شال اوڑھتے وہ اب حویلی سے باہر نکل آئی ابھی صبح کے گیارہ بج رہے تھے تو زیادہ لوگ گھروں سے باہر نہیں نکلے تھے۔

گاؤں کی کچی سڑک پہ وہ چہل قدمی کر رہی تھی، یہاں سب لوگ ان کو جانتے تھے اور ان کی عزت بھی بہت کرتے تھے تبھی وہ اپنی حویلی کے قریب رہتے تھوڑی چہل قدمی کر لیا کرتی تھی۔

"صنم ایک بات تو بتاؤ۔" کھیتوں کی درمیان پتلی راہداری سے گزرتے اس نے کال کی دوسری جانب موجود صنم کو پوچھا۔

"ہاں پوچھو۔۔۔" اس نے گویا اجازت دی۔

"یار لالہ ارتسام بھائی کو پہلے بھی جانتے تھے اور ان کے تایا کو بھی لیکن لالہ نے کہا کہ کبھی پہلے تایا کو دیکھا نہیں تھا ان کے ساتھ۔" حیام نے لالہ سے سنی بات اس سے پوچھی جس پہ اس کو تو کوئی الجھن نہیں تھی لیکن لالہ کے کہنے پہ وہ باتوں میں پوچھ رہی تھی۔

"یار ان کے جو تایا ہیں نا وہ سگے نہیں ہیں۔ ارتسام کے جو دادا تھے انہوں نے دو شادیاں کی تھیں بابا ان کی دوسری بیوی سے تھے اور باقی جو تین بھائی ہیں نا وہ پہلی سے، پہلے یہ سب ساتھ نہیں رہتے تھے وہ تو دو تین سال ہی ہوئے ان کو یہاں

شفٹ ہوئے، ہم تو خود حیران ہوئے تھے پھوپھا کے اچانک کے بھائیوں سے یہ تو ہمیں بھی بعد میں معلوم پڑا، اوپر سے ارتسام کی میرے ساتھ شادی پہ بھی ان کو خوامخواہ اعتراض تھا۔" صنم نے بیڈ پہ پیر پھیلاتے منہ بناتے کہا تو حیام نے سمجھتے سر ہلایا۔

"اچھا مطلب تمہیں بھی بھائی سے شادی کرنی تھی؟" حیام نے ساری باتوں کو سنجیدگی سے سنتے اس کی شادی والی بات پہ شرارت سے پوچھا۔

"امم۔۔پہلے تو میں انہیں بھائی ہی کہتی تھی لیکن ارتسام کے اظہار کے بعد تو خود سے تھوڑی تھوڑی لوِوالی فیلنگز آنے لگی تھیں۔۔" وہ ہنستے ہوئے اپنا حال دل صاف گوئی سے بتانے لگی جبکہ کمرے میں داخل ہوتے ارتسام کے کان اپنے نام پہ کھڑے ہوئے جبکہ اگلی بات سنتے تو وہ دلکشی سے مسکرایا یعنی اظہار محبت ہو رہا تھا وہ بھی کسی اور کے سامنے، آہستہ سے قدم لیتا وہ بیڈ پہ جا بیٹھا، صنم کا رخ دوسری جانب تھا تو اس نے ارتسام کو اندر آتے نہیں دیکھا تھا۔

"صاف کہو کے پسند کرتی تھی ان کو۔" حیام نے کہتے اس کو اکسایا۔

"ہاں کرتی تھی لیکن ان کے تایا جی۔۔۔بس وہی نہیں چاہتے تھے۔" بیڈ پہ انگلیاں پھیرتے وہ آہستہ آواز میں بولی تو حیام ہلکا سا ہنس دی۔

"کرتی تھی۔۔۔۔!" حیام نے مصنوعی حیرانگی سے پوچھا۔

"پسند کرتی 'تھی' اب تو محبت ہے۔" اپنے سویٹر کے کالر پہ انگلی پھیرتے وہ اچانک سیدھی ہو کے بیٹھی تو ارتسام کو اپنے پاس قریب بیٹھا پا کہ اچانک سٹپٹا گئی کہ یہ کب آئے۔

"حیام بعد میں بات کرلینا۔" اس کے ہاتھ سے موبائل لیتے خود ہی کہتے اس نے فون رکھا اور صنم کو پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگا جبکہ دوسری جانب ارتسام کی آواز سنتے وہ پہلے حیران ہوئی پھر ہنسنے لگی۔

"کیا۔۔۔کیا دیکھ رہے ہیں؟" نظروں سے کنفیوز ہوتی وہ منمنائی۔

"محبت کرتی ہو؟" جواب دینے کے بجائے اس نے سوال کیا۔

اس کے ساتھ جڑ کے بیٹھتے ہاتھ کی انگلیاں اپنی انگلیوں میں الجھائے وہ پوچھنے لگا۔

"کس نے کہا۔۔۔؟" وہ نخرہ دکھاتی مسکراہٹ دبا کے بولی جس پہ وہ متبسم ہوا۔

"اس نے۔۔۔"اس کا ہاتھ اپنے سینے پہ رکھتے آنکھوں میں دیکھتے کہا اس کی دھڑکنوں کو محسوس کرتے وہ کھل کے مسکرائی۔

"اتنی جلدی آگئے آپ آج، تھوڑی دیر پہلے تو گئے تھے۔"اس کے جلدی گھر آنے پہ وہ چونکتی پوچھنے لگی۔

"ہاں وہ فائل بھول گیا تھا میں وہی لینے آیا تھا لیکن اب جانے کا ارادہ بدل گیا ہے۔" اپنے آنے کی وجہ بتاتا وہ شریر ہوتے جسارت کر گیا کہ صنم بوکھلا گئی۔

"ارتسام۔۔۔"وہ سرگوشی میں بولی کہ اس کے بالوں کی لٹ کو وہ انگلیوں کے پوروں سے محسوس کرتا مدہوشی میں بولا۔

"جی جانِ ارتسام۔۔!"بدلے میں وہ سرگوشی کرتا گویا ہوا۔

"فائل لیں اور آفس جائیں۔۔۔" جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑواتی وہ بیڈ سے اترنے لگی تو ارتسام دل کھول کے ہنس دیا۔

"اچھا شام میں تیار رہنا ڈنر پہ جائیں گے۔"اپنی فائل لیتا اس کو کیچن میں دیکھتے وہ ایک آنکھ دباتا بولا تو جی کہتی مسکرادی۔

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا

حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

__________________**

"ماشاءاللہ کتنی پیاری لگ رہی ہو میرا بچہ اللہ خوشیوں سے دامن بھر دے۔" گلاب سی کھلی گل کو دیکھتے انہوں نے محبت بھری دعائیں دی تو شکریہ کہتی ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"اللہ ہمارے بچوں کو نظر بد سے بچائے۔" دی جان نے گل اور زوفا کو دیکھتے دعا دی۔ تھوڑی دیر پہلے ہی وہ یہاں آئے تھے اور ان کو پر تکلف استقبال کیا گیا تھا۔

"دعا ہماری پوتی کہاں ہے؟" دادی جان نے دعا کو نا پاتے پوچھا کیونکہ جب بھی وہ آتیں تھی دعا ضرور ان سے ملتی تھی لیکن ابھی تک وہ ان کے سامنے نہیں آئی تھی۔

"دادی جان وہ سکول گئی ہوئی ہے۔" گل نے مسکراتے بتایا تو وہ سر ہلا گئی۔۔ ابھی مہمان خانے میں کیف اور عماد کے علاوہ یہاں سب موجود تھے، جہانگیر بھی یہی آیا ہوا تھا دو دن کے لیے اور تبھی دی جان شادی کی بات پکی کرنے والی تھیں۔

"حیام پتر کے پیپر ختم ہو چکے ہیں تو شادی کی تاریخ رکھ لیں اب؟" دی جان نے بات شروع کی۔

"جی جیسا آپ کو مناسب لگے۔۔" دادی جان نے مسکراتے ان کو گویا اجازت دی۔

"ہاں بھئی برخوردار کوئی اعتراض۔۔۔" دادا جان نے شرارت سے اصفحان کو مخاطب کیا جس پہ وہ ہنس دیا۔

"نہیں! کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" وہ ہنستا گویا ہوا جس پہ باقی سب بھی مسکرا دیئے۔

"ٹھیک ہے پھر رکھواس ہفتے کی تاریخ۔۔" انہوں نے خوش ہوتے کہا تو سب پہلے حیران ہوئے پھر خوش بھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ارے اتنی جلدی۔۔۔تیاری کیسے کریں گے ہم۔"تائی جان نے ہنستے کہا کہ واقعی بہت جلدی تھی یہ وہ بھلا سب کیسے تیاری کرتے اور نوابوں کی شاپنگ بھی ان کی دور دراز سے ہوتی تھی سب سے زیادہ وقت بھی یہی لیتے ان کاموں میں۔

"کوئی بڑی بات نہیں، بڑے سارے کام ہم سنبھال رہے ہیں باقی ادھر اُدھر کی بھاگ دور یہ تینوں ہے ہی، گھر کے معاملات تو ویسے بھی عورتیں ہی کرتی ہیں کپڑے وغیرہ تو جہانگیر ان کو لے جائے گا اپنے ساتھ تین چار دن وہی رہ کے شاپنگ کرلیں گی۔"کیف کے والد اظہر صاحب نے سارا کچھ ترتیب دیتے بتایا تو سب نے تائید کی۔

"بابا اس ہفتے ہئیر نگ بھی ہے پہلی، تو آپ ان سب کو لے آیئے گا میں تو کل صبح ہی روانہ ہونے والا ہوں۔"جہانگیر سر کھجاتا بتانے لگا جس پہ دی جان اس کو گھورنے لگیں۔

"خان مینوں سچی سچی دس اوتھے کیڑی بڑی بٹھائی اے، جیڑی تیری جان نہیں چھڈدی۔"دی جان نے اس کو آڑھے ہاتھوں لیا جس پہ وہ بوکھلا گیا۔

"خدا کا خوف کریں دی جان آپ کو بتائے بغیر میں کیسے کر سکتا ہوں شادی۔" اس کی بات پہ چھینپ کے کہتا برا منا گیا۔

"پھر سکون نال ساریاں نو ساتھ لے جائیں۔" انہوں نے آنکھیں دکھاتے کہا جس پہ وہ خاموش ہوتے کندھے اچکا گیا کہ اب کیا کہہ سکتا ہے۔

"پرسوں صبح لازمی۔۔۔" وہ اماں بیگم، تائی جان اور گل کو دیکھتا التجا کرنے لگا کہ ٹائم پہ تیار رہیں۔

"ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں، آپ کچھ بھی تکلف نہ کیجیے گا۔" اماں بیگم نے خوش اسلوبی سے کہا تو دادی جان مسکرا دیں۔

"تکلف کی بات نہیں، اب اپنی اکلوتی بچی کو ہم ایسے ہی تو رخصت نہیں کر سکتے نا۔ اپنی خوشی سے تو ہم ضرور دیں گے۔" انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔

سب نے مل کے پھر ایک ہفتے تک شادی طے کر دی، جمعے کو نکاح کے ساتھ رخصتی اور پھر اگلے دن ولیمہ، دی جان نے کہا کہ لگے ہاتھوں عماد کا بھی ولیمہ کر دیں گے

کیونکہ ان دونوں کا نکاح بھی زرا سادگی سے ہوا تو وہ ان کی خوشی کو بھی مکمل منانا چاہتے تھے۔

گھر پہنچتے انہوں نے حیام کو جیسے خبر دے کے ساکت کر دیا کتنی دیر تو وہ کچھ بولی نا کہ ایک ہفتے میں شادی۔

"لالہ دادی جان اتنی جلدی۔۔۔" وہ الجھن سے بولی۔

"کوئی اعتراض ہے بیٹا۔۔" دادی جان متفکر ہوئیں۔

"نہیں اعتراض نہیں! بس ہفتے کا وقت بہت جلدی ہے تیاریاں کیسے ہو نگی؟" ہلکا ساہنس کے اس نے وضاحت دی۔

"اس کی فکر نہ کرو سب جلدی جلدی ہو جائے گا تم بس اپنی صحت کا خیال رکھو۔" اصفحان نے اس کو ساتھ لگاتے بتایا۔

"ویسے مزے کی بات ہے ان تین مہینوں میں سب کی شادیاں ہی ہو رہی ہیں۔" حیام شرارت سے ہنستی بولی تو باقی سب بھی مسکرا دیئے۔

"یہ تو ٹھیک کہا، بس میری شادی ہونے کی دیر تھی سب کی شروع ہو گئی۔"
اصفحان نے فخر سے بتایا جیسے بہت بڑا معارکہ مارا ہو۔
"بہت اچھے۔۔۔! میری بھی شادی ہوئی ہے تبھی آپ کی شادی ہوئی ورنہ بیٹھے رہتے ابھی ایسے ہی۔" زوفا بھی چڑاتے ہوئے بولی جس پہ دادی جان کے ساتھ ساتھ حیام بھی ہنس دیں جبکہ اصفحان نے جن نظروں سے زوفا کو دیکھا وہ سٹپٹا کے نظریں چرا گئی۔
"ہاں جی ٹھیک کہا آپ نے۔" وہ بھرپور تائیدی انداز میں کہنے لگا۔
"اگلا سمیسٹر کب شروع ہونے والا؟" اصفحان نے حیام کے بال سہلاتے پوچھا۔
"جنوری کے مڈ میں شروع ہونگی کلاسز۔" وہ آہستہ سے بولی۔
"تب تک تم رخصت ہو کے چلی جاؤ گی۔" زوفا نے اداس ہوتے کہا تو حیام نے اصفحان کے سینے میں منہ دیا کیونکہ اچانک اتنی جلدی رخصتی کا سن کے وہ خود اداس ہو گئی تھی تبھی ضبط نہ رکھتے آنسوں بہانے لگی، جب زوفا بھی قریب ہوتے اس کو بہلانے لگی۔

________________**

آج جہانگیر کیف اور اظہر صاحب کے ساتھ کورٹ کے ہئیر نگ روم میں موجود تھا جہاں آج کیس کی پہلی سنوائی تھی۔

کورٹ کے طرف سے اکبر اعظم کو دو نوٹس مل چکے تھے لیکن وہ اپنے موقف سے بالکل نہیں ہٹے تھے کہ ان کو یہ زمین خود آصف رفاقت نے بیچی تھی اپنی رحلت سے پہلے۔

جہانگیر کے وکیل نے پہلے اپنی ساری بات جج صاحب کے گوش گزاری کہ کیا ماجرہ ہے، پھر ان کے مخالف میں ڈیفینس لائیر نے اکبر صاحب کی حمایت میں وہی بات دہرائی جو اکبر صاحب خود کہتے آرہے تھے۔

"جج صاحب یہ سراسر میرے معقل پہ الزام ہے، میرے پاس کچھ ثبوت ہیں دستاویزات کے طور پہ جن پہ واضح طور پہ مرحوم آصف رفاقت کے دستخط موجود ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے ہی اپنی زندگی میں یہ زمین اکبر

اعظم کے نام کی تھی۔" اپنی کرسی س اٹھتے انہوں نے کچھ پیپر ان کو تھمائے جو بلاشبہ پراپرٹی کے کاغذات تھے۔۔

دوسری جانب پراسیکیوٹر صاحب نے آبجیکشن کرتے یہ صاف صاف بتایا کہ یہ دستخط جعلی ہیں، جس پہ ثبوت کے طور پہ انہوں نے فارنزک رپورٹ پیش کی جہاں آصف رفاقت کے اصلی دستخط کو ان پیپر پہ کیے گئے دستخط سے میچ کیا گیا تھا اور پیپرز پہ کیئیے گئے دستخط کو جعلی کہا گیا تھا۔

"یہ جس وقت دستخط لیے گئے تھے تب آصف رفاقت کی طبیعت ناساز رہتی تھی تبھی ان کی لکھائی میں واضح لغزش موجود تھی، لیکن یہاں موجود ان کے فنگر پرنٹ کو آپ جھوٹا نہیں کہہ سکتے یا آپ اس بارے میں بھی یہی کہنا چاہیں گے کہ یہ کسی دوسرے نے جعلی فنگر پرنٹ یہاں چھوڑیں ہیں۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ اچھالتے پراسیکیوٹر کی جانب ہوئے تو بدلے میں استہزایہ ہنسی ہنستے اٹھے۔

"جج صاحب ابھی کچھ منٹس پہلے آپ کو میرے فاضل دوست نے جو دستاویزات دکھائیں ہیں ان پہ درج تاریخ پہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک دفع نظر ثانی کریں، ان

کا کہنا ہے کہ جب اکبر صاحب نے آصف رفاقت سے زمین خریدی۔۔۔او معاف کیجیے گا آصف رفاقت سے دستخط لیے گئے تب ان کی طبیعت ناساز تھی جبکہ یہاں درج تاریخ اس بات کا ثبوت ہے کہ جب یہ دستخط یا یہ معاہدہ طے ہوا تب آصف رفاقت صاحب کسی بھی مرض میں مبتلا نہیں تھے تو ہاتھوں میں لغزش کیسے آتی۔" کہتے انہوں نے اکبر صاحب کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی اپنی سائیڈ کی ٹیبل سے ایک فائل کا پلندہ اٹھاتے وکیل صاحب نے جج صاحب کے حوالے کیا۔

"اس بات کے پروف میں یہ میڈیکل فائل جب انہوں نے اپنی طبیعت ناساز ہونے پہ سب سے پہلے اپنے ڈاکٹر اعجاز صاحب سے رجوع کیا تھا، اس پہ تاریخ اندراج اور ان دستاویزات پہ تاریخ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یہ دستخط ان کی طبیعت ناسازی سے پہلے کے ہیں جو کہ 'جعلی' ہیں۔" ڈاکٹر کے زکر پہ انہوں نے وہاں موجود حاضرین میں چالیس سالہ مرد کی جانب اشارہ کیا، یہ سب بات کے بعد اب ڈیفینس لائیر کی جانب ہوئے کہ کچھ کہنا چاہیں گے۔

ان پیپرز کی تاریخ اور ڈاکٹر کی دی گئی میڈیکل فائل کی تاریخ میں واضح پندرہ دنوں کا فرق تھا جس سے یہ بات تو واضح ہو گئی تھی کہ دستاویزات پہ دستخط جعلی تھے۔

"دفاعی وکیل! آپ اس سب بیان کے بعد کچھ کہنا چاہیں گے۔۔" ان کی خاموشی پہ جج صاحب نے اکبر اعظم کے وکیل کو مخاطب کیا تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا جبکہ جہانگیر نے ایک جتاتی ہوئی نظر اکبر اعظم پہ ڈالی۔

کچھ پل خاموشی سے گزر گئے جب جج صاحب نے یہ کہتے فیصلہ ملتوی کر دیا کہ اگلی سنوائی میں دفاعی وکیل کچھ ٹھوس دفاعی ثبوتوں اور گواہوں کے ساتھ پیش ہوں اور اگلے مہینے تک کی تاریخ دے دی۔

کورٹ روم سے باہر آتے کیف جہانگیر کے گلے لگا۔

"یار سچی مزا آگیا۔۔۔" کیف مزے سے بولا جب پاس سے گزرتے اکبر اعظم کو اس کی آواز واضح سنائی دی کیونکہ کیف انہیں کو سنانے کے لیے کہہ رہا تھا۔

"اب دیکھنا ان شاءاللہ اگلی سنوائی میں یہ فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہوگا کیونکہ ہمارے ثبوت ٹھوس اور سچے ہیں۔" جہانگیر نے اپنی مخصوص کن مسکراہٹ میں کہتا دوسری جانب آگ لگا گیا۔

"لے یہ کوئی کہنے کی بات ہے، شریکوں نے بھی دیکھ ہی لیا ہے سب، بتانے کا کیا فائدہ۔" کیف طنزیہ مسکراہٹ اچھالتا کہنے لگا تو عماد نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"چل آجا اب شاپنگ پہ چلیں خواتین کو بٹھا کے رکھا ہوا گھر پہ خوامخواہ کوس رہی ہونگی۔" کیف نے اجلت سے کہا تو سب گاڑی میں بیٹھے۔

"اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو خان بیٹا اللہ تمہیں کامیابی سے نوازے ماشاءاللہ، آصف بھائی کے ساتھ ساتھ ہم سب کا غرور ہو تم۔" گاڑی میں بیٹھتے انہوں نے جہانگیر کا کندھا تھپکتے کہا تو عقیدت سے ان کا ہاتھ تھامتا لبوں سے لگا گیا۔

"آپ سب کی حوصلہ افزائی نے ہی ہمت دی مجھے بابا۔ "

"او فلمی سین۔۔۔ چلیں یار میرا ویاہ ہے، تیاری کرنی ہے مینوں۔" کیف نے شرارت سے پنجابی کی ٹانگیں توڑتے کہا تو سب ہنس دیئے۔

----------------**

"خدا بخش! دعا کہاں رہ گئی ابھی تک آئی نہیں؟ "

آج لڑکوں میں سے گھر کوئی نہ تھا تو دعا ضد کرتے خدا بخش کے ساتھ ڈیرے پہ تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی تھی ابھی ان کے۔واپسی کا وقت تھا جب خدا بخش کو حویلی میں اکیلے اندر آتے دیکھ گل نے پوچھا۔

"بی بی جی وہ میرے ساتھ ہی تھی ابھی ایک منٹ۔"اس نے مڑتے دیکھتے کہا جہاں پیچھے دعا نہیں تھی، کچھ دنوں والا واقع یاد آیا جب دعا بیٹی غائب ہو گئی تھی۔

وہ اس کی انگلی تھامے ہی آ رہی تھی لیکن ایک پل کو خدا بخش کال آنے پہ زرا موبائل نکالنے کو اس کا ہاتھ چھوڑ گیا اور خود آہستہ آہستہ قدم چلتے حویلی کی دہلیز پہ قدم رکھنے لگا جب گل کی آواز پہ چونکا۔ سرعت سے وہ پلٹتے حویلی کے باہر ہوا جہاں وہ اپنے ہاتھ میں چاکلیٹ کا پیکٹ پکڑے چلتے آ رہی تھی۔

"ارے بٹیا تم یہاں ہو آ جاؤ۔" تھوڑے قدموں کے فاصلے پہ دعا کو دیکھتے اس کا ہاتھ تھامے حویلی جانے لگا۔

"آ گئی میری بیٹی۔" دعا کو دیکھتے گل نے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے پچکارہ جب نظر اس کے ہاتھ میں پکڑے چاکلیٹ پہ گئی۔

"یہ کس نے لے کے دیا۔" گل نے اچھنبے سے پوچھا جبکہ خدا بخش بھی پاس ہی تھا۔

"انکل نے دی۔۔۔" اس نے معصومانہ انداز میں کہتے گل کے آگے چاکلیٹ کی کہ کھول دے جبکہ گل اب استہفامیہ نظروں سے خدا بخش کو دیکھنے لگی۔

"آپ نے لے کے دی اسے۔۔۔" چاکلیٹ پکڑتے گل نے پوچھا۔

"نہیں بی بی جی عماد صاحب نے منع کیا ہوا تھا کہ دعا بٹیا کو ایسی چیزیں نہیں لے کے دینی، یہ میں نے نہیں دی۔" وہ خود حیران ہوا تھا کہ آتے ہوئے اس کے ہاتھ خالی تھے۔

"تو کس نے دی۔۔۔" وہ حیرت سے دیکھتی خدا بخش کو جانے کا کہتی اندر کی جانب بڑھی۔

"گڑیا کسی سے چیزیں نہیں لیتے، صرف بابا اور ماموں سے لیتے ہیں۔" چاکلیٹ کو ڈسٹبن میں پھینکتے اس نے دعا کو سمجھاتے کہا جبکہ دعا کا منہ بن گیا۔

"بابا سے کہوں گی کہ لادیں آپ کو اور، آئندہ نہیں لینی کسی سے۔" اس کے خراب موڈ کو دیکھتی وہ ہنستی کہنے لگی۔

_______________**

"دعا میری جان ایسے کسی سے چیز نہیں لیتے۔" رات کو عماد اور کیف جب گھر آ گئے تو گل نے اسے بتایا کہ کوئی اس کو چاکلیٹ دے گیا تھا، تبھی وہ کمرے میں بیٹھا اس کو گود میں بٹھاتے سمجھا رہا تھا۔

"لیکن انہوں نے کہا میں ان کی بیٹی ہوں۔" اس کے چہرے کی طرف دیکھے وہ اس آدمی کی بات الجھن میں کہنے لگی۔

"کس نے کہا تھا۔۔۔؟" عماد کو جھٹکا لگا اس کی بات سنتے۔

"ان انکل نے جنہوں نے چاکلیٹ دی تھی۔" دعا نے معصومیت سے کہا۔

"کیا اس دن بھی انہوں نے دی تھی آپ کو؟" دیڑے والے واقعے کا۔ حوالہ دیتے عماد نے مزید پوچھا جس پہ وہ سر ہلا گئی۔

"اچھا۔۔۔!" اس نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"صبح ماما بھی کہہ رہی تھیں کہ کسی سے چیز نہیں لینی، آپ کو بس ماموں اور دادا جو چیز دیں وہ لینی ہے اور کوئی نہیں لینی۔ کوئی بھی آپ کو کہے کہ ان کے ساتھ چلو تو آپ نے نہیں جانا اور آپ کو وہ خود لے کے جائے تو آپ نے فوراً کیف ماموں جہانگیر ماموں اور مجھے بلانا ہے ٹھیک ہے لیکن کسی کے ساتھ جانا نہیں ہے۔" عماد اس کو گود سے اٹھاتے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے سنجھانے لگا۔

"بتائیں میں نے کیا کہا ابھی۔ "

"کسی سے چیز نہیں لینی اور کسی کے ساتھ نہیں جانا۔" انگلیوں پہ گنواتی اس کو بتانے لگی تو کیف نے اس کے رخسار پہ پیار کیا۔

"چلو اب ٹائم بہت ہو گیا ہے سونے کے لیے لیٹ جاؤ۔" اس کو ہدایت کرتا خود واشروم میں چینج کرنے چلا گیا۔

پانچ منٹ میں وہ فریش ہوتا واپس آیا تو دعا کمرے میں موجود نہیں تھی، جبکہ اندر آتی گل اس کو دیکھتی سٹپٹا گئی اور فوراً سے نظروں کا زاویہ تبدیل کرتی بیڈ کی دوسری سائیڈ جاتی سائیڈ ٹیبل پہ پانی کا جگ اور گلاس رکھنے لگی۔

"دعا کدھر گئی؟"اس کے کترانے کو متبسم ہوتا نظرانداز کرتا اپنی شرٹ پہننے لگا اور دعا کا پوچھنے لگا۔

"کیف لے گیا اپنے پاس۔۔"مسکاتے اس نے بتایا تو عماد سر ہلاتا بیڈ پہ نیم دراز ہوا۔
کچھ پل ایسے ہی جھجھکتے گل ہمت کرتی عماد کے قریب آتے اس کے سینے پہ سر رکھ گئی۔اچانک اس افتاد پہ تو عماد پہلے حیران ہوا پھر دلکشی سے مسکراتے اس کے گرد حصار بنا گیا۔

"کیا ہوا۔۔؟"اس کو خاموش محسوس کرتے عماد نے بالوں کو سہلاتے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔"مسکراتے اس کے سینے پہ انگلیاں پھیرنے لگی۔

"دعا کی وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔وہ جو کوئی بھی ہو گا سامنے ضرور آئے گا۔بس آپ کو مجھ پہ یقین ہے نا،دعا کو آپ سے کبھی دور نہیں ہونے دوں گا۔"اس کی اداسی کو محسوس کرتا اسے ریلیکس کرنے لگا۔

"مجھے ڈر لگنے لگا ہے۔۔۔"وہ گلوگیر لہجے میں بولی تو عماد اس کا خوف سمجھتا خود میں سمو گیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں ہوں نا، ڈرنے کی ضرورت نہیں اور اللہ پہ بھروسہ رکھیں وہ کچھ بھی غلط نہیں ہونے دے گا۔" کمرے کی روشنی کم کرتے آنکھیں موند گیا کہ گل اس کے نرم حصار میں سکون محسوس کرتی نم آنکھوں سے شکر اللہ کرتے مسکرا دی۔

محبت جانے کیا تھی لیکن اس کی نظر میں احترام محبت کے تقاضوں میں اولین ترجیح تھا اور عماد نے کبھی بھی اس کی عزت میں کمی نہیں آنے دی تھی ہمیشہ اس کی بات کو سر آنکھوں پہ رکھا تھا لیکن یہ گل کو ابھی بھی اعتراض تھا کہ عماد نے محبت کا اظہار لفظوں میں بیان نہیں کیا تھا وگرنہ تو وہ اپنے ہر عمل سے اس کی واضح محبت محسوس کرتی تھی لیکن پھر بھی یہ خواہش تھی کہ عماد اس سے لفظوں میں بھی محبت کا اعتراف کرے۔

_______________**

"گل سب کہاں ہیں۔۔؟" گھر میں داخل ہوتے کیف نے خالی خالی گھر دیکھتے پوچھا، شاپنگ سے تو کل سب ہو آئیں تھیں تو اب کہاں تھیں۔

"اصفحان بھائی کی طرف گئے ہیں سب۔"کیچن میں گھسی گل نے وہی سے اس کو اطلاع دی تو کیف الجھتے خود بھی کیچن میں آگیا۔

"کیوں خیریت۔۔۔؟"گل کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے پوچھنے لگا۔

"ہاں ڈیٹ فائنل کرنے، پہلے اصفحان بھائی لوگ ادھر آئے تھے نا تو بس بات طے ہوئی تھی آج وہ اس کی باقاعدہ رسم کرنے گئے ہیں۔"گل نے وضاحت کرتے بتایا تو کیف اچھا کہتے وہیں بیٹھ گیا۔

"اور سناؤ۔۔۔عماد کو اچھے سے سنبھال رہی ہو۔"گل کیف کے لیے چائے کا پانی چڑھاتی ہوئی اس کے سوال پہ گھورنے لگی۔

"یہ کیسا سوال ہوا بھلا۔۔۔؟"اس سے سوال پہ جیسے وہ ہنسی تھی۔

"بھئی دیکھو نا'وہ تم سے چھوٹا ہے تو اس حساب سے تم اس کو سنبھالتی ہو گی نا کہ وہ تمہیں۔"کیف نے کہتے قہقہہ لگایا جب گل نے اس کے بازو پہ چپت رسید کی۔

"بد تمیز۔۔۔۔نکلو یہاں سے۔"اس کی بات پہ وہ سرخ پڑتی آنکھیں دکھاتی ہوئی بولی جبکہ کیف ہنستے باہر نکل گیا۔

______________**

کیف کی فیملی آج ان کے گھر موجود تھی شادی کہ ڈیٹ تو ڈیسائڈ تھی بس رسم کرنا چاہ رہے تھے وہ کیونکہ منگنی کی بھی انہوں نے کوئی رسم نہ کی تھی بس زبانی کلامی بات ہوئی تھی۔

ابھی وہ سب لوگ بات طے کرتے رسم سے فارغ ہوتے کھانا کھانے بیٹھے ہلکی پھلکی گفتگو سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔جب دی جان نے اچانک زوفا کو مخاطب کیا جو اس کے پاس ہی بیٹھیں تھی۔

"پتر کوئی خوشخبری نہیں آئی۔۔" انہوں نے آہستہ آواز میں ہی پوچھا جو صرف عورتوں نے ہی سنا۔ان کے سوال پہ بے ساختہ ہی زوفا جھینپ گئی اور ہلکا سا نفی میں سر ہلایا۔

"اللہ جلدی سے تیری گود ہری کرے ماشاءاللہ بہت پیاری ہو گئی ہو۔" اس کی سرخ ہوتے رخسار کو دیکھتی انہوں نے خود بات سنبھالتے اس کو دعائیں دی جس پہ سب عورتوں نے مل کے آمین کہا۔

"اپنا ڈھیر سارا خیال رکھا کر اور مکھن ملائی دیسی گھی روز کھایا کر۔" اس کو جلدی سے کھاتے دیکھ انہوں نے تاقید کی جس پہ وہ مسکرا دی۔

"بس اتنا ہی کھایا جاتا ہے دی جان۔" وہ منمنائی کے اب کی بار وہ ہنس دیں۔

"اصفی دی صحت دیکھ تے اپنی۔۔۔ تھوڑی جان بنا۔" انہوں نے جھڑکتے اس کو صحت کی طرف توجہ دلائی، کیونکہ چوڑے شانے چوڑے وجود کا مالک تھا کہ زوفا واقع اس سے عمر میں کافی چھوٹی لگتی تھی۔

"ارے دی جان آپ تو بچی کو ڈرانے لگ گئی ہیں۔۔۔" تائی جان زوفا کو دیکھتے مزاح کرتی بولیں کہ دی جان نے زوفا کو دیکھا۔

"میں جن آں۔" انہوں نے رعب سے پوچھا جس پہ وہ ہنس دیں۔

"ارے نہیں دی جان ایسی بات نہیں۔" زوفا کہتی ان کے ہاتھوں پہ بوسہ دینے لگیں جب ان کی شرارت سمجھتے دی جان بھی مسکرا دیں۔

_______________**

"صنم۔۔۔۔" وہ کیچن میں کھڑی رات کے کھانے کو دیکھ رہی تھی جب نسوانی آواز پہ چونکتی وہ وہیں سے باہر جھانکنے لگی جہاں دیبا ہاتھ میں ٹرے تھامے کھڑی تھی مگر تیاری سے ایسا لگ رہا تھا کہ اس نے کہیں جانا ہے۔

"ارے دیبا تم! آؤ بیٹھو۔" کیچن سے باہر آتی اس کو مسکرا کے بیٹھنے کی دعوت دینے لگی جبکہ اس کو دیکھتے صنم کو ولیمے والے دن کا اس کا رویہ یاد آگیا تھا۔

"نہیں نہیں میں تو بس یہ دینے آئی تھی تمہیں۔" وہ ٹرے سامنے کرتی کہنے لگی جب صنم نے اس کے ہاتھ سے ٹرے لی۔

"اس میں کیا ہے۔۔۔؟" صنم نے تھامتے پوچھا۔

"اس میں نہاری ہے، چچی نے بنائی تھی سوچا دے جاؤں ارتسام شوق سے کھاتے ہیں نا۔" دیبا تیکھی مسکراہٹ سے بولی کہ صنم کو اس کا جتا کے کہنا بالکل اچھا نہ لگا جیسے وہ کہہ رہی ہو کہ صنم سے زیادہ وہ جانتی تھی اس کی پسند کو۔

"چچی جان کو شکریہ کہنا میری طرف سے۔" کیچن میں پلٹتی مروت نبھاتے وہ مسکرائی جبکہ اس کا دل کر رہا تھا کہ پہلی فرصت میں نکلے یہاں سے۔

"ارتسام نہیں آئے ابھی۔۔۔۔"اس کے کمرے کے باہر کھڑے اندر جھانکتے اس نے پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں آئے بس آنے والے ہیں، تمہیں کوئی کام تھا ان سے۔"ٹرے واپس کرتی اس کو پوچھنے لگی جبکہ دیبا کی حرکتیں اس کو نگوار گزر رہی تھیں اوپر سے اپنی ماں کی طرح فیشن کی دکان بنتے یہاں آگئی تھی۔

"نہیں کچھ خاص نہیں چلتی ہوں۔"اس کو سراپا عجیب نظروں سے دیکھتی وہ نخوت سے سر جھٹکتی وہاں سے نکلی۔

"عجیب لڑکی ہے پوری۔۔۔۔"تبصرہ کرتی وہ کیچن میں واپس آئی اور نہاری کو چیک کرنے لگی وہ واقعی بہت مزے کی بنی تھی۔اگر اس نے یا اس کی ماں نے بنائی ہوتی تو وہ کبھی نہ کھاتی لیکن یہ ارتسام کی چھوٹی چچی نے بنائی تھی تبھی وہ ڈنر میں یہ بھی پیش کرنے والی تھی۔

"السلام علیکم!"گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے صنم کو دیکھنا چاہا جو کیچن میں گھسی جانے کون سے مرکبات میں مصروف تھی۔

"وعلیکم السلام!" اس نے وہیں سے جواب دیا کہ ارتسام چونکتا کیچن میں گھسا۔

"تم اس وقت کیچن میں ہو۔۔۔" اس وقت صنم کو یہاں دیکھتے اسے تعجب ہوا۔

"آپ کا ہی انتظار کر رہی تھی، بابا تو کھانا کھا کے سو گئے۔" وہ مسکراتی اس کی جانب مڑی۔

"تو کمرے میں انتظار کرتی یہاں انتظار کرنے کا کیا مقصد تھا۔" وہ برا مناتا ہوا بولا۔

"آپ کے لیے کھانا بھی تو دیکھنا تھا نا۔" اس نے وجہ بتائی جبکہ ارتسام اب اس کا ہاتھ تھامے کمرے میں جانے لگا۔

"چلو فریش ہو کے آؤ پھر کھاتے ہیں کھانا۔" خود جانے کے بجائے اس نے وارڈروب سے ایک جوڑا نکال کے اس کو تھمایا اور باتھروم کی جانب دھکیلا۔

"ارے کیا کر رہے ہیں۔۔۔" وہ بوکھلاتے ہوئے بولی جب اس کی سنے بغیر ہی اس کو اندر کرتے باتھ کا دروازہ کر دیا۔

ہلکے گلابی رنگ کا جوڑا پہنے وہ کمرے میں ارتسام کو نہ پاتے باہر آئی تو وہ ٹیبل پہ کھانا لگا چکا تھا، صنم کو آتے دیکھ ارتسام نے ایک پلیٹ میں کھانا نکالنا شروع کیا۔

"ایسے فریش رہا کرو ہر وقت۔۔۔"ارتسام نے محبت سے ساتھ لگاتے کہا اور اس کے ساتھ والی کرسی کھسکا کے خود بھی بیٹھا۔

"ہمیشہ کی طرح زبردست۔۔۔"کھانا کھاتے اس نے روز کی طرح تبصرہ کیا جس پہ وہ کھل کے مسکراتی کان کے پیچھے باک اڑستی شکریہ کہہ گئی۔

"چچی جان نے بھیجی ہے نا۔"نہاری کا باؤل دیکھتے وہ خوش ہوتا ہو چھنے لگا اور دو چمچ نکالتے کھانے لگا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا۔"صنم حیران ہوتے پوچھنے لگی۔

"وہ جب بھی بناتی ہیں تو ضرور بھیجتی ہیں میرے لیے۔"وہ مسکراتا بتانے لگا۔

کھانے سے فارغ ہوتے صنم کو روم میں آتے دیکھ وہ تکیے کو باہوں میں بھیچے پڑا تھا۔

"چائے لاؤں۔۔۔؟"اس کا تھکان زدہ چہرہ دیکھتے صنم نے پوچھا اور قریب بیٹھی۔

"اوں ہوں،بس پاس رہو۔"اس کی گود میں سر رکھتے ایک بازو کمر کے گرد باندھتے وہ آنکھیں موندے الٹا لیٹ گیا۔

______________**

"السلام علیکم میم!" وہ کمرے میں موجود اپنی مہندی کا جوڑا دیکھ رہی تھی جودی جان کی طرف دے آج ہی آیا تھا جب اس کو یونیورسٹی کی اس کی ایک ٹیچر کی کال آگئی۔

"وعلیکم السلام!۔۔۔ "

حال احوال کے بعد انہوں نے سیدھا کال کرنے کا مقصد بتایا۔

"بیٹے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔۔ "

"جی میم پوچھیں۔" جوڑے کو سائیڈ پہ کرتی گھٹنے موڑتی وہ بیٹھی۔

"بیٹے آپ نے سر عاصم کا نمبر بلیک لسٹ میں ایڈ کیا ہوا ہے کیا۔۔۔؟" انہوں نے سرسری سا پوچھا جب حیام گڑبڑا گئی کہ ان کو کیسے معلوم، وہ تو اس رات تنگ آ کے ان کی نمبر بلاک کر گئی تھی لیکن کیا معلوم کہ شکایت بھی لگ جانی تھی۔

"نہیں میم ایسا تو نہیں۔۔۔" وہ صاف جھوٹ بولتے ہقئی کہنے لگی۔

"بیٹے وہ آپ سے کانٹیکٹ نہیں کر پا رہے، انہوں نے نیکسٹ سمیسٹر کی کچھ فائل سینڈ کرنی تھی آپ کو لیکن رابطہ نہیں کر پا رہے تھے تبھی مجھ سے رابطہ کیا کہ آپ کو دے دوں میں۔" انہوں نے تفصیل سے بتایا تو حیام خوامخواہ شرمندہ ہو گئی۔

"شاید میم ان ناؤن نمبر دیکھتے مجھ سے ہو گیا ہو میں ابھی دیکھتی ہوں۔ آپ مجھے وہ فائل دے دیں۔" حیام جلدی سے بات بناتی ہوئی بولی جب میم نے بتایا کہ انہوں نے یہی کہنے کے لیے کال کی تھی کہ ان کے بچوں نے وہ ڈیل کر دی ہے تو وہ سر عاصم سے رابطہ کرتے ان سے دوبارہ منگوا لے۔

"جی ٹھیک ہے میم میں لے لیتی ہوں ان سے۔" وہ منہ بناتے بولی کہ اب سر کو میسج کرنا پڑے گا، وہ کلاس کی ریپریزینٹیٹو تھی تو سارے ٹیچرز اسی کو کام کا کہتے تھے۔ سر کا نمبر ڈھونڈتے اس نے نمبر کو انبلاک کیا اور سلام کا میسج بھیج دیا اور فائل سینڈ کرنے کا بھی کہہ دیا کہ جب میسج دیکھے گا تو بھیج دیں گے۔

موبائل کو سائیڈ پہ رکھتی پھر سے وہ اپنے مہندی کے جوڑے کو دیکھنے لگی، ہلکے سبز رنگ کی شارٹ شرٹ کے ساتھ پیلے رنگ کا گرارہ تھا اور ساتھ میں شاکنگ کلر کا بڑا سا دوپٹہ تھا۔۔ بالوں میں لگانے کو ایک خوبصورت سا پراندہ بھی موجود تھا۔

شادی میں بس اب دو دن باقی تھے اپنی شادی کا جوڑا وہ پسند کر کے آچکی تھی کل تک وہ یہاں ڈیلیور ہو جانا تھا۔ صنم کو بھی وہ شادی پہ آنے کا انویٹیشن دے آئی تھی۔

_____________**

جہانگیر کے فلیٹ سے نکلتے وہ آج آفس جانے کا ارادہ رکھتا تھا کہ وہاں سے چکر لگا آئے کیونکہ یہاں سارا کام ہی جہانگیر سنبھالتا تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے اس نے گاڑی آفس بیلڈنگ کی جاب موڑی کہ آفس قریب ہی تھا جہانگیر کے فلیٹ کے۔

پارکنگ میں گاڑی روکتے اس نے قدم باہر نکالے اور لفٹ میں داخل ہوتے آفس فلور کا بٹن پریس کرنے لگا کہ کوئی اجلت میں اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہوا۔

اندر داخل ہوتے وجود کو دیکھتے کیف کا موڈ اچھا خاصا خراب ہو گیا لیکن کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

"کیسے ہو برخوردار۔۔۔" جبکہ اس کی ناگوار نگاہوں کو محسوس کرتے انہوں نے خود بات شروع کی۔

"ٹھیک۔۔۔" یک لفظی جواب دیتے وہ خاموش ہو گیا۔

"کیسے آنا ہوا یہاں ؟" اکبر اعظم نے مزید بات کرنا چاہی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تینوں لڑکوں میں سب سے زیادہ اسی کو ان سے چڑ تھی۔۔

"شاید آپ بھول گئے یا یاد نہیں کرنا چاہتے کہ یہ ہمارا ہی آفس ہے یا اس کو بھی آپ نے دستخط کروا کے حاصل کر لیا۔" کیف دل جلانے والی مسکراہٹ سے طنزیہ کہنے لگا کہ اکبر اعظم جو مسکرا رہے تھے ان کی مسکراہٹ اس کے الفاظوں پہ تھم گئی۔

"چھوٹی عمر میں تیر مارنے لگے، سنبھل کے کہیں شکار غلط نہ ہو جائے۔" سنجیدگی سے کہتے وہ اپنی مطلوبہ منزل پہ اترتے چلے گئے جب کیف نخوت سے سر جھٹکتا واپس آفس فلور کا بٹن پریس کرنے لگا۔

_______________*_________________**

ارتسام صنم کو ایک دن پہلے ہی حیام کے پاس چھوڑ گیا اور خود کام کہ وجہ سے یہاں نہ رک سکا لیکن مہندی پہ آنے کا وعدہ ضرور کیا۔

"یار سردیاں ہیں اور تم وہاں رک گئی ہو۔" رات کو کال کرتے ارتسام نے پہلا شکوہ کیا جس پہ صنم بے ساختہ ہی جھینپ گئی۔

"تو آپ کو کس نے کہا تھا کہ واپس آجائیں، رک جاتے یہاں۔" وہ سنبھل کے کہنے لگی جب اس کی حالت سے جیسے محظوظ ہوا تھا۔

"ضروری کام تھا یہاں ورنہ تمہیں پانے کے بعد دو پل کی بھی دوری کہاں برداشت ہوتی ہے۔" وہ دلکشی سے کہتا اس کو شرمانے پہ مجبور کر گیا۔

"کھانا کھالیا۔۔۔؟" اس نے موضوع بدلنے کے لیے کھانے کا ذکر کیا۔

"ہاں کھا چکا ہوں لیکن یار۔۔۔۔" ٹھنڈی آہ بھرتا وہ لمحے بھر کو رکا۔

"لیکن کیا۔۔۔؟" حیام کو اندر آتے دیکھ اس نے الجھن سے پوچھا۔

"تم یاد آرہی ہو۔۔۔" وہ پھر شرارت سے کہنے لگا کہ صنم نے حیام کو کن اکھیوں سے دیکھا۔

"اچھا۔۔۔" وہ بیڈ سے اترتے کھڑکی والی سائیڈ پہ آتی اچھا کو لمبا کھتے جیسے اترائی۔

"ہاں جی بالکل،اپنا خیال رکھنا بہت سا،ان شاءاللہ پرسوں ملتے ہیں۔"

اس کی یاد آئی ہے سانسو زرا آہستہ چلو

دھڑکنوں سے بھی عبادت میں خلل پڑتا ہے

اس کے کہے شعر پہ صنم گلنار ہوتی اپنی دھڑکنوں کا شمار کرنے لگی۔۔اکثر وہ باتوں میں ایسے ہی شاعری کرتا خوبصورتی بکھیرتا تھا جس پہ وہ صنم کبھی مسکراتی تو کبھی شرماتی جبکہ ارتسام اس کے چہرے کے حسین رنگوں کے نظارے کو اپنی انکھوں میں محبت سے سمولیتا۔

"آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔" آہستہ سے کہتی کال بند کرتی وہ حیام کے پاس آئی جو اپنے ڈرار سے کچھ نکال رہی تھی۔

"جوڑا آگیا بارات کا؟" بیڈ پہ بیٹھتی وہ پوچھنے لگی۔

"ہاں آج صبح ہی آگیا تھا۔" اپنے بالوں کے لیے مطلوبہ آئل کی بوتل پکڑتے وہ بیڈ سے نیچے اس کے پائنتی سے ٹیک لگا کے بیٹھ گئی اور بوتل صنم کے ہاتھ میں تھمائی کہ وہ اس کے بالوں میں آئل لگا دے۔

خود بیڈ پہ بیٹھتے صنم تھوڑا تھوڑا سا آئل اس کے سر میں لگانے لگی۔

"حیام تمہیں کیف بھائی کیسے لگتے ہیں۔۔۔؟" حیام کو اس سوال کی توقع نہیں تھی تبھی وہ مسکرا دی۔

"اچھے ہیں۔۔۔" وہ بس اتنا ہی بولی۔

"کبھی محبت ہوئی۔۔۔؟" اگلا سوال جس پہ حیام باقاعدہ حیران ہوتی صنم کو گردن گھما کے دیکھنے لگی۔

"یہ کیسا سوال ہے۔۔۔" آنکھوں کو چھوٹی کرتے وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولی۔

"محبت تو نہیں ہوئی البتہ وہ اچھے ہیں اور محبت شادی کے بعد خود ہو جائے گی۔" اس نے اپنے تئیں ہلکی پھلکی بات بتائی۔

"پھر بھی کبھی دل میں محبت کا احساس جاگا ہو۔" وہ مزید پوچھنے لگی۔

"ارتسام بھائی سے بات کر رہی تھی تبھی محبت کی باتیں کر رہی ہو۔" حیام نے اس کو چھیڑتے کہا جس کا واقعی اثر ہوا کہ وہ پل میں سرخ ہوئی۔

"ابھی ایسی محبت نہیں ہوئی کہ میں بھی کسی کے نام پہ یوں سرخ گلنار ہوں۔" اس کا ارتسام کے نام پہ سرخ ہونے کا اشارہ کرتے وہ مسکرا کے بولی۔

"مطلب کہ ابھی محبت کے مراحل سے گزرنا ہے تم نے۔" صنم اس کی بات سمجھتے کھل کے مسکراتی پوچھنے لگی۔

"ہاہا۔۔۔ کیسی باتیں لے کے بیٹھ گئی ہو۔" اس کی بات پہ ہنستی وہ کہتی اٹھی۔

"محبت کے مراحل تو چھوڑو یہاں لوگ آئے دن عشق کے ساری مراحل طے کیے بیٹھے ہیں جیسے وہ پیدائشی عاشق ہوں جبکہ عشق تو وہ جزبہ ہے جو ملنے سے بھی نہ ملے، عشق چاہے حقیقی ہو یا مجازی مر نا دونوں میں پڑتا ہے۔" ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے بالوں کو کنگھی کیے بغیر وہ چٹیا کرنے لگی جبکہ صنم نے اس کی بات سنتے ستائشی نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور محبت۔۔۔؟" وہی بیٹھی صنم نے استفسار کیا۔

"محبت! کسی سے بھی ہو سکتی ہے بن کہے بن جانے بس ہو جاتی ہے، محبت کو تو ہم ایک کیٹیگری میں نہیں لے سکتے نا۔" وہ آئینے میں صنم کو دیکھتی مسکاتی بولی جس پہ صنم اس کے قریب آتے عقب سے اس کے گرد باہوں کو حصار بنایا۔

"بالکل جیسے مجھے تم سے ہے۔" وہ پیار بھرے لہجے میں کہتی اس کی گال پہ بوسہ دے گئی۔

"جیسے تمہیں ارتسام بھائی سے ہے۔" اس کی بات کو وہی سے جوڑتی شرارت سے بولی کہ وہ نظریں جھکاتی پھر سے اپنے چہرے پہ گلال بکھیر گئی۔

"یہ محبت ہی تو ہے کہ ان کے نام کی سرخی کے رنگ میں اپنے سامنے بھی دیکھ رہی ہوں، قسم سے پاگل کرتی ہو گی تم بھائی کو۔" حیام مزید شرارت سے کہتی اب کی بار اس کی گال پہ بوسہ دینے لگی کہ صنم ہنستی پیچھے ہٹی۔

"نہ میری جان یہ حق اب کسی اور کا ہے۔" وہ آنکھ دبا کے کہتی خود بھی قہقہہ لگا اٹھی۔

______________**

آج مہندی کا دن تھا تو صبح سے ہی گاؤں کی عورتیں یہاں حویلی میں موجود تھیں، آدھے مہمان تو تقریباً یہاں آچکے تھے۔ لڑکی کی شادی تھی تو آدھی لڑکیاں حیام کو لیے بیٹھی حویلی کے پچھلے صحن میں موجود تھیں اور اس کے بالوں پہ سرسوں کا تیل لگاتی مالش کر رہی تھی جب زوفا وہاں آئی کچھ کہنے تو نئی دلہن کو دیکھتے اس کو بھی آڑھے ہاتھوں لیا اور پاس زبردستی بٹھاتے اس پہ بھی ٹوٹکے آزمانے لگیں کہ اصفحان لالہ کہ دلہن تھی تو اسے بھی سجانا سنوارنا تھا۔

جبکہ وہ تو کسی کام سے آئی تھی اور یہاں ان کے درمیان پھنس گئی۔

"آپ کے لالہ کو کام ہوگا مجھے جانے دو لڑکیو۔" اپنے بال کھلتے دیکھ ان کو بالوں میں آئل لگاتے دیکھ وہ احتجاجاً بولنے لگی کہ سب نے اسی بات پہ چھیڑنا شروع کر دیا۔

"اوہو۔۔۔۔ لالہ بلا رہے ہونگے کوئی بات نہیں ہم ان سے کہہ دیں گے انہیں کے لیے آپ کو تیار کر رہے تھے۔" ان میں سے ایک شریر ہوتی بولی کہ زوفا گھور بھی نہ سکی کیونکہ وہ سب اس کو معنی خیز نظریں سے دیکھ رہی تھیں۔

ایک دوسرے سے ایسے ہی چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں جب ایک لڑکی یہاں آئی اور ہنسنے لگی۔

"کیا ہوا تمہیں کیوں گلا پھاڑ کے ہنس رہی ہو؟" ان میں سے ایک نے اچھنبے سے پوچھا۔

"صنم ادی کا بلاوا آیا ہے ان کے سائیں بلا رہے ہیں۔" اس نے بتایا تو سب صنم کی طرف شرارت سے دیکھنے لگیں۔

"وہ جب آئے یہاں، انہوں نے تو شام میں آنا تھا۔" ارتسام کی آمد کا سنتے وہ حیران کے ساتھ ساتھ خوش بھی ہوئی۔

"ابھی ابھی آئے ہیں اور آتے ہی اپنی بیگم کو طلب کیا کہ ان کا دیدار کر کے سکون حاصل کرنا ہے۔" یہاں سب لڑکیاں ہی شریر تھیں ان میں کچھ شادی شدہ بھی تھیں جو بھرپور ان کو چھیڑنے کا کام سرانجام دے رہی تھیں۔

ان کی باتوں پہ تو وہ خود ہنستی ہوئی حویلی کے اندرونی حصے کی جانب گئی جب تھوڑی دیر بعد ایک اور پیغام وصول ہوا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اصفحان لالہ کہہ رہے ہیں کہ زوفا بھابھی یعنی کے ان کی جانم کو کمرے میں بھیجا جائے فوراً سے کوئی کام طلب آگیا ہے ان کو۔" زوفا کو کندھا مارتی وہ بے باک ہوتی بولی کہ زوفا شرم سے سرخ پڑتی سر جھکا گئی۔

"ہٹو اب جانے بھی دو مجھے۔۔" ان کی مسلسل چھیڑ چھاڑ سے زوفا جلدی سے کھڑی ہوتی بولی ایک بار پھر لڑکیوں کی محفل زعفران ہوئی۔

"آئے ہائے لالہ سے ملنے کی جلدیاں تو چیک کرو۔۔" ان کی باتوں سے وہ حجاب سی ہوتی وہاں سے پہلی فرصت میں بھاگی کہ ان سے پناہ مل جائے جبکہ حیام صنم اور زوفا کی کلاس لگنے پہ خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔

ایسے ہی ہنسی مزاق کرتیں سب شام کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور مہندی کی رسم کی تیاری کرنے لگے۔

_______________**

"یہ تو مجھے پہنانا نہیں آتا،رکو میں زوفا بھابھی سے کہتی ہوں۔" حیام کو تقریباً وہ تیار کر چکی تھیں جب صنم نے پراندہ پکڑتے کہا اور کمرے میں آتی زوفا دیکھتی اس کے پاس گئی۔

"لو یہ تو مجھے بھی نہیں آتا۔۔۔" وہ بھی منہ بنا کے بولی تو حیام اس کے ہاتھ سے پراندہ لیا۔

"میں دادی جان سے کروا آتی ہوں چڑیا۔۔" ان کو کہتی اپنا گرارہ سنبھالتی ہوئی کمرے سے باہر گئی تو اصفحان اندر داخل ہونے لگا۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔؟" اس کو باہر جاتے دیکھ اس نے پوچھا اور مہندی کی دلہن بنے دیکھ اس کو پیار کیا۔

"دادی جان کے پاس جا رہی تھی یہ بنوانے۔" اس کو سرسری سا بتاتے وہ جانے لگی۔

"بھابھی ادھر آئی ہے؟" اس کے پوچھنے پہ حیام مسکرا دی اور جی کہتی وہاں سے نکل پڑی۔

www.novelsclubb.com

"آپ یہاں ہیں میں انتظار کر رہا ہوں۔" زوفا کو اندر الماری میں منہ دیئے دیکھ وہ ناراضگی سے کہنے لگا۔

"آپ کی ویسٹ کوٹ ہی دیکھنے آئی تھی، شاید یہاں رکھ کے بھول گئی تھی میں۔" الماری سے اس کی ویسٹ کوٹ نکالتے منہ بنا کے کہنی لگی حالانکہ بتا کے آئی تھی کہ حیام کے کمرے میں وہ چیک کر کے آتی ہے اور دو منٹ بعد ہی وہ اس کے پیچھے آگیا۔ صنم خود چینج کرنے باتھ میں تھی۔

"چلیں۔۔۔" اس کو کہتی وہ خود بھی باہر نکلی۔

حیام اپنا پراندہ ہاتھ میں پکڑے دادی جان کے کمرے میں داخل ہوئی جہاں وہ تیار ہوئی اپنے گرد شال لپیٹ رہی تھیں حیام کو اندر آتے دیکھ وہ مسکراتی ہوئی پاس بلانے لگی۔

"یہ کسی سے باندھا نہیں جا رہا تھا آپ باندھ دیں۔" دادی جان ابھی بیڈ پہ بیٹھیں تھی تو حیام بیڈ سے نیچے بیٹھ گئی جس پہ انہوں نے فوراً ٹوکا۔

"حیام بچے اوپر بیٹھیں آپ دلہن ہیں۔۔۔"اس کا ایسے نیچے بیٹھنا اس کو اچھا نہ لگا تھا تبھی وہ ٹوکنے لگیں۔

"ارے دادی جان دلہن بن کے کیا میں کوئی عظیم ہستی بن گئی ہوں؟ نہیں نا، میں پہلے بھی آپ سے ایسے ہی بال بندھواتی تھی اور اب بھی ایسے ہی کروں گی، آپ بس اپنی پوتی کے بال باندھ دیں۔"وہ گردن پیچھے ہوتی ان کی بات پہ برا مناتی ہوئی کہنے لگی اور ساتھ ہی اپنے بالوں کو اٹھا کے ان کی گود میں رکھ دیا۔

"جب جب سوچتی ہوں کہ تمہاری کل رخصتی ہے تب ایسا لگتا ہے کہ جسم سے اپنا دھڑکتا دل نکال پھینک رہی ہوں، ایسا لگتا ہے کہ میرے جسم سے جان نکلنے والی ہے۔پتا نہیں تمہاری جدائی کیسے جھیلوں گی میں۔"اس کی چوٹی میں پراندہ لگاتے وہ نم لہجے میں کہنے لگیں کہ حیام اداسی سے مسکرادی۔

"جدا تو نہیں ہو رہی میں، آتی رہوں گی اور آپ اداس تو نہ ہوں ایسے ورنہ میں نے بھی رونے لگ جانا ہے۔"چٹیا مکمل ہوتے ہی وہ ایسے ہی مڑی اور ان کی گود میں سر رکھتے روہانسے انداز میں بولی۔

"اتنی سی چھوٹی تھی جب میری آغوش میں آئی تھی،ماں بن کے پالا ہے تمہیں اب تم اپنی ماں کو ہی تنہا کر کے جا رہی ہو۔"اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے وہ باقاعدہ اس کے جانے کا سوچتی آنسوں بہانے لگیں کہ حیام اٹھ کے ان کے برابر آ کے بیٹھ گئی۔

"آپ کو میں کبھی بھی نہیں چھوڑ کے جا سکتی،آپ کے حکم کو ترستی ابھی آپ کی آغوش میں گم کر لوں خود کو۔۔"ان کے سینے سے لگتی اپنے رخسار کو وہ گرم سیال سے تر کرنے لگی کہ کسی گڑیا کی مانند اس کو اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

"اس میں میرا کوئی بس نہیں'یہ دنیا کا دستور ہے کہ جتنا مرضی آپ اپنی بیٹیوں کو آنگن میں چھپا لو کل کو انہیں ضرور دوسرے گھر رخصت ہو کے جانا ہے۔"اس کے بالوں پہ لب رکھتے وہ نم لہجے میں کہنے لگیں۔

"چلو شاباش ب خاموش ہو جاؤ'سب انتظار کر رہی ہوں گی باہر رسم۔کرنے کے لیے۔"اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے گالوں سے آنسوں صاف کرتے کہا اور ماتھا چوما۔

"آپ بھی آئیں سب سے پہلے آپ مجھے مہندی لگائیں گی۔" وہ ان کو احتیاط سے بیڈ سے کھڑا کرتے اپنے ساتھ باہر لائی۔

ایسا کہا جاسکتا تھا کہ لڑکوں کا آنا ابھی حویلی میں منع کیا گیا تھا کیونکہ حویلی کے بیچ و بیچ صحن میں لڑکیوں نے رسم کرنی تھی۔ ملازمائیں بھی اپنی فل تیاری کے ساتھ چمکیلے بھڑکیلے جوڑے پہنے اپنی مالکن کی رسم میں شراکت دار تھیں تو دوسری جانب کیف اپنے دوستوں کے درمیان گھیرا ہوا تھا جو اسے تیل اور ہلدی میں بھگو رہے تھے۔۔

دعا اپنی ماں کے ساتھ ہم رنگ جوڑا پہنے یہاں وہاں خوشی سے اچھل کود کر رہی تھی۔۔ دی جان اور باقی سب بڑے خاندان کی خوشی میں بھرپور خوشی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

جہانگیر بھی آج صبح ہی گاؤں واپس آگیا تھا اور دی جان کو واضح طور پہ خوشخبری دی کہ وہ دو ہفتوں تک یہی ہے لہذا اس کو بیوی بچوں کے طعنے نہ دیئے جائیں۔

ابھی سب رسم سے فارغ ہوتے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے کیونکہ رات۔ کا دوسرا پہر شروع ہو گیا تبھی وہ آرام کرنے کمرے میں آیا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کو سیگریٹ کی طلب۔ حسوس کوئی تو کھڑکی کی سائیڈ آتا، جیب سے پیکٹ نکال کے سیگریٹ سلگانے لگا۔ کچھ سیکنڈز بعد الماری کی طرف بڑھا اور ہاتھ بڑھا کے اندر سے ایک فریم نکالا جس کو دیکھتے وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

چند ثانیے اس فریم کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے کے بعد الٹا اندر رکھ دیا اور واپس کھڑکی کی طرف آگیا، اس کی کھڑکی سے گھر کا سائیڈ کالان نظر آتا تھا، ابھی بھی اس کی نظر کیف پہ پڑی جو منہ بنائے کسی سے بات کر رہا تھا اور وہ اچھے سے جانتا تھا کہ دوسری جانب کون ہے۔۔ مسکراتا سر جھٹکتا سیگریٹ کا آخری کش لیتا واپس بیڈ پہ آیا اور سرٹ کو اتارتے ایسے ہی لیٹ گیا۔

کورٹ کی ہئیرنگ کے بعد اس کو یہ تو یقین ہو گیا تھا کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا کیونکہ اکبر اعظم کے وکیل کے پاس اس دستاویز اور جعلی دستخط کے علاوہ کوئی ثبوت

موجود نہ تھے جبکہ پہلے ہی دن جہانگیر کے وکیل نے وہ سب جھوٹ قرار دے دیا تھا تو اب کوئی شک وشبہ باقی نہ تھا۔

ایسے ہی ادھر اُدھر کی سوچوں میں بھٹکتے الٹا لیٹ گیا اور آنکھیں موندلی کچھ یاد آتے وہ کھل کے مسکرایا اور سونے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ مہندی کی رسم میں اچھا خاصا شور کیا گیا تھا، فائرنگ، ڈھول اتنا ہلا گلا تھا کہ اب بھی وہ سارا شور جہانگیر کو اپنے کانوں میں بجتا سنائی دے رہا تھا۔

تکیے کو پکڑتے اس نے کانوں کے گرد سختی سے لپیٹا کہ چند پل بعد ہی وہ میٹھی نیند میں کھو گیا۔

--------------**

www.novelsclubb.com

"میری بات سنو زرگل! تمہیں مہینہ پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میری منگنی کر دی ہے دی جان نے تو جلد ہی شادی ہے اور تمہیں آنا ہے اور اب تم کہہ رہی ہو تمہارے شوہر کو یہاں بہت کام ہیں۔" وہ مسلسل لان میں ٹہلتے اس سے شکوہ کر رہا تھا جبکہ اس کی بہن اس کو منانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیف میری جان میں نے ضرور آنا تھا لیکن اب ان کو اتنے ضروری کام ہیں کیا کروں۔۔۔" وہ بے بسی سے سمجھانے لگی۔

"مجھ سے زیادہ کام ضروری ہو گئے اب۔۔۔" وہ فل اموشنل بلیک میل کرنے پہ اتر آیا۔

"عماد کے نکاح پہ بھی یہی بہانہ تھا تمہارا اور اب تمہارے اکلوتے بھائی کی شادی ہے یار۔۔۔" اس کو بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ اس کی اکلوتی بہن شادی مین شرکت نہیں کر رہی تھی۔

کچھ مہینے پہلے ہی زرگل اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ یہاں سے دبئی شفٹ ہو گئی تھی کیونکہ اس کے شوہر کا بزنس وہاں رن کر رہا تھا، چونکہ ابھی سٹارٹ تھا تو ان کا آنا مشکل تھا ابھی اور اسی وجہ سے کیف اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی شادی میں نہیں آ رہی تھی۔

"اچھا اب ناراض تو نہ ہو، تمہارے ہنی مون کی ٹکٹس میری طرف سے وہ بھی یہاں دبئی کی۔" وہ بہلانے لگی جس پہ کیف سر جھٹکتے ہلکا سا مسکرایا۔

"ضرورت نہیں مجھے، ہم خود آجائیں گے تم بس اپنے ضروری کام پورے کرو۔" وہ خفگی سے بولا۔

"ناراض نہ ہونا میں جلد ہی آؤں گی شادی کی بہت مبارک ہو اور مجھے تصاویر بھیجتی رہنا ٹھیک ہے۔" اس کو آمادہ دیکھتے وہ مسکراتی بولی۔

"ہاں فری ہو کے کر دوں گا جاؤ اپنے بیٹے پاس رونے کی آواز آرہی ہے۔" پیچھے سے اپنے بھانجے کی رونے کی آواز سنتا ہنس کے گویا ہوا کہ وہ پیار دیتی کال بند کر دی۔

کیف کچھ دیر وہی کھڑا رہا اور ہوا کی ٹھنڈک کو محسوس کرنے لگا۔

حیام سے شادی کا فیصلہ جلدی میں تھا لیکن دلی مطمئن بھی تھا کہ سب اس کی مرضی سے ہو رہا تھا، اس کی طرف سے تو پسند کی شادی تھی جبکہ حیام کے لیے ارینج میرج ہی سہی، یہ بات بھی سکون دہ تھی کہ حیام بھی دل سے راضی تھی ورنہ کسی پہ اپنی مرضی مسلط کرنا کیف کے ضمیر کو گوارہ نہ تھا۔

اگر حیام کو اس سے محبت نہ تھی وہ پر امید تھا کہ وہ دونوں اس رشتے کو بخوبی نبھا سکتے تھے، زبردستی وہ اس پہ اپنی محبت مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی وہ اس حق میں تھا

لیکن صبح کا سورج شاید اچھا پیغام نہیں لانے والا تھا، یا شاید قسمت کو ہی منظور نہیں تھا ان دونوں کا ایک ہونا۔۔۔

_______*__________

صبح کا سورج آج بہت ہونے کا پیغام دے رہا تھا، ایسے میں وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کھولے ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کو محسوس کرتی مسکرا رہی تھی جبکہ دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑک رہا تھا۔

صنم نیچے بنے گیسٹ روم میں ارتسام کے ساتھ رہ رہی تھی۔ آج وہ جلدی اٹھ کے اس کے پاس کمرے میں چلی آئی کہ کسی چیز کی اسے ضرورت محسوس نہ ہو۔

"کب تک نکلنا ہے ہمیں۔۔؟" کمرے میں آتے ہی صنم نے پوچھا پارلر جانے کا کیونکہ دن کا فنکشن تھا تو اسی حساب سے نکلنا تھا۔

"بس ناشتہ کر کے چلتے ہیں، اصفحان بھائی چھوڑ آئیں گے، پھر وہی ہمیں پک کر لیں گے۔" اس نے مڑتے جواب دیا اور صنم کے ساتھ مل کے اپنی چیزیں مکمل کرنے لگی جو ساتھ لے کے جانی تھیں۔

دوسری جانب کیف کے گھر میں بھی افراتفری مچی ہوئی تھی جس میں سب سے زیادہ گل جھنجلاہٹ کا شکار تھی کیونکہ نہ اس کا شوہر اٹھنے کا نام لے رہا تھا اور نہ ہی اس کی صاحب زادی۔

"اٹھ بھی جائیں ناشتے کے لیے لیٹ ہو رہا ہے۔۔۔" مسلسل کمرہ سمیٹتی وہ عماد کو اٹھانے میں لگی تھی جو اپنی بیٹی کو آغوش میں بھرے مزے سے نیند پوری کر رہا تھا۔

"عماد۔۔۔ اٹھ جائیں۔۔" اب کی بار وہ اس کے کندھے کو ہلانے لگی جس پہ وہ بس ہلکا سا کسمسایا۔

"ہوں۔۔۔" ایسے ہی پڑے پڑے وہ ہلکا سا بڑبڑایا۔

"تین بار بڑے بابا آپ کے بارے میں پوچھ چکے ہیں مجھ سے اب اٹھ بھی جائیں، پھر میں اس کو بھی اٹھاؤں کس نے کہا تھا کہ رات کو لیٹ سوئیں۔" وہ مسلسل دونوں کو کوستی ان کے کپڑے نکالنے لگی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اٹھ گئے جناب ہم، نہ تھکائیں خود کو۔" سید ھاہوتا آنکھیں مسلتا پیار بھری نظروں سے گل کو دیکھنے لگا جس پہ وہ نفی میں سر ہلاتی اس کے کپڑے باتھ میں ہینگ کرنے چلی گئی۔

اس کے فریش ہونے تک گل نے دعا کو بھی زبردستی اٹھادیا جس پہ وہ اب منہ بنا کے بیٹھی تھی کہ اس کی نیند نہیں پوری کرنے دی۔

"واپس آکے آپ جتنا مرضی سو جانا پھر میں تنگ نہیں کروں گی۔" اس کو پیار سے پچکارتی بیڈ سے کھڑا کرتی باہر لائی تاکہ وہ ناشتہ کرلے۔

"جہانگیر کو کوئی اٹھانے گیا ہے یا نہیں۔۔۔؟" یہ اماں بیگم کی آواز تھی کیچن سے، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ نیند کے معاملے میں وہ بہت پکا تھا جب تک وہ پورے آٹھ گھنٹے نہ سو کے مجال ہے کہ وہ اس سے پہلے اٹھے۔

"وہ میری بارات کی واپسی پہ اٹھ جائے گا اماں ٹینشن نہ لیں۔" ٹراؤزر اور۔ شرٹ پہنے اپنے کمرے سے نکلتے کیف نے ہنستے کہا تو صحن میں گھومتے پھرتے لوگ بھی مسکرادیئے۔

"اس کو اٹھا کے لاؤ دی جان غصہ کر رہی ہیں کہ سب کہاں ہیں اب تک سب کو ناشتہ کر لینا چاہیے تھا۔" انہوں نے وہی سے آواز دیتے ہدا ہت کی تو وہ اچھا کہہ کے اوپر اس کے کمرے کی جانب چل دیا کہ اسے اٹھا سکے۔

______________**

سب وقت پہ تیار ہوئے تو بارات کے لیے نکلنے لگے لیکن گل ابھی بھی کوفت سے اپنی بیٹی کے پیچھے بھاگ رہی تھی جو اس کے ہاتھ آنے ہی نہیں دے رہی تھی۔

"دعا رک جاؤ ورنہ مار کھاؤ گی۔۔۔" اپنا جوڑا سنبھالتے وہ ہلکان ہوتے اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی جب اچانک لڑکھڑا کے گرنے لگی کہ عماد نے بروقت تھام لیا۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔" ایک ہاتھ اس کے بازو کو پکڑتے دوسرے سے کمر کو تھامتے وہ سنجیدگی سے بولا۔

"یہ میرے پاس نہیں آ رہی کب سے پکڑ رہی ہوں کہ سیرپ پی لے دوائی لے صبح سے ٹمپریچر محسوس ہو رہا تھا۔" خود کو گرنے سے بچتا دیکھ وہ سکون بھری سانس لیتے بولی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ چلیں میں لے آتا ہوں اس کو روم میں۔" یہاں وہاں دیکھتے اس کے بازو اور کمر کو گرفت سے آزاد۔ کرتا قہ سنجیدگی سے بولا تو ہاں میں سر ہلاتی کمرے میں گئی۔

دو منٹ بعد ہی وہ کمرے میں دعا کو اپنی گود میں اٹھاتا اندر۔ داخل ہوا۔

"آگئی چلو شکر ہے، اب جلدی سے یہ پی لو تا کہ آرام آجائے۔" بیڈ پہ بیٹھی ان دونوں کا انتظار کر رہی، ان کو آتا دیکھ اپنا بھاری جوڑا سنبھالتے اٹھی اور سیرپ کا چمچ دعا کے منہ کے قریب کیا جو منہ بسوڑے عماد کو دیکھ رہی تھی۔ عماد کے اشارے پہ اس نے منہ کھولا تو جلدی سے اس جو سیرپ پلاتے اس کا ڈھکن بند کرتے واپس رکھنے کے لیے مڑی، ابھی دو قدم ہی لیے تھے کہ پھر سے اپنے جوڑے میں الجھتی گرنے کو تھی کہ عماد نے آگے جھکتے حصار میں لیا۔

"حسبی اللہ"!

"خیر تو ہے بار بار گرنے کی تیاری کر رہی ہیں۔۔۔" اس کو سیدھا کرتے وہ شریر لہجے میں کہنے لگا، دعا سیرپ پیتے ہی بھاگ گئی تھی کمرے سے۔

"پتا نہیں! یہ بہت ہیوی ہے عادت نہیں ہے کیری کرنے کی تبھی سنبھالا نہیں جا رہا۔" اپنے پاؤں میں الجھتا دوپٹہ ٹھیک کرتے اپنے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے بغیر پلکوں کا بوجھ اٹھائے وہ آہستہ آواز میں کہنے لگی تو عماد کا اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"مجھے تو لگتا کہ کیل کانٹوں سے لیس ہو کے آپ مجھے جان بوجھ کے متوجہ کر رہی ہیں اپنی طرف۔" اس کے چہرے کو انگلی کی مدد سے اپنے مقابل کرتا ٹھوڑی کو چوم گیا، ہلکا سا مسکاتے اس نے آنکھیں موندے اس لمس کو محسوس کیا۔

"اگر میں نے ایسا کیا بھی تو آپ کون سا متوجہ ہو رہے ہیں؟" اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتی وہ اترا کے کہتی شکوہ کرنے لگی۔

"ہم تو جی جان سے متوجہ ہیں اور اب آپ کی توجہ کے طلب گار ہیں۔" اس پلکوں کو پوروں پہ محسوس کرتے وہ معنی خیزی سے کہتا سر جھکانے پہ مجبور کر گیا۔

"آپ نے بتایا نہیں کیسی لگ رہی ہوں؟" اپنی آنکھیں اس کی کالی آنکھوں میں گاڑھے وہ محبت سے گویا ہوئی۔

"کوئی اتنا حسین کیسے ہو سکتا ہے پھر سارے کا سارا کیسے ہو سکتا ہے۔۔"اس کی رخسار پہ اپنے ہاتھ کی پشت پھیرتے وہ ہلکی آواز میں بولا کہ سرخ ہوتے رخسار سے وہ کھلکھلا اٹھی۔

"ایسے۔۔۔"اس کا دوسرا ہاتھ اپنے گرد لپیٹتے اس کے سینے پہ سر رکھتے وہ خود کو اس کے حصار میں مکمل محسوس کرتے اعتراف کر گئی جس پہ عماد نے سرشار ہوتے اس کے بالوں پہ ہونٹ ثبت کیے۔

"کیوں مجھے بہکانے کا کام سرانجام دے رہی ہیں اس وقت۔۔۔"اپنے سینے پہ اس کو ایسے ہی محسوس کرتے سکون کی ٹھنڈک حاصل کر رہا تھا جب وقت کا احساس ہوتے وہ جان بوجھ سے شرارت سے کہنے لگا۔

"کیف ماموں بلا رہے ہیں۔۔۔"اس سے پہلے کہ گل خود کوئی جواب دیتی دفعتاً دعا کمرے میں داخل ہوتے بولی کہ گل سٹپٹا کے اس سے دور ہوئی جو عماد کی مسکراہٹ گہری کرنے کا باعث بنی۔

"آپ کی ماما لیٹ کر رہی تھیں۔۔"انجان بنتا وہ گل کو حیرت میں چھوڑتا دعا کو گود میں اٹھا گیا۔

"ہاں آپ تو جیسے یہاں آرام فرما رہے تھے۔"وہ گھور کے کہتی باہر جانے لگی جب عماد کے الفاظ اسے مسکرانے پہ مجبور کر گئے۔

"آرام ہی تو لے رہا تھا۔۔"اعتراف کرتا وہ گل کو ایک نظر دیکھتے خود باہر نکل گیا۔

"یار بندہ موقع محل دیکھتے اپنی بیوی سے راز و نیاز کرتا یہ کیا بات کوئی کہ میری بارات جانے کا وقت ہے اور تو اپنی بیوی کے ساتھ غائب ہے۔"عماد کو قریب آتا دیکھ کیف اس کی کلاس لگانا شروع ہو گیا جس پہ وہ تو مسکرا دیا جبکہ گل سب میں اس کی گوہر فشانی سنتے جھینپ گئی اور کیف کو گھورنے لگی۔

"اوہ یار جلدی کرو لیٹ ہو رہے ہیں، مجھے نیند بھی آئی ہے۔"جہانگیر نے وقت دیکھتے کہا تو کیف جی جی کرتا جلدی سے حویلی سے باہر نکلا جہاں گاڑیاں ان لے انتظار میں کھڑی تھیں۔

گولڈن شیر وانی پہنے سر پہ سرخ قلا پہنے وہ مسکراتا اپنی ماں کے سامنے آیا جنہوں نے اپنے بیٹے کے سر سے نوٹ وار کے غریبوں کو دیئے اور اس کی ہزاروں بلائیں لیں وہ اتنا جاذب اور دلکش لگ رہا تھا کہ نظریں ہٹائے نہیں ہٹ رہی تھیں۔

"لالہ آپ بھی کچھ پیار سے نواز دیں۔" وہ ادب سے جہانگیر کے آگے سر جھکاتا بولا جس پہ کھلے دل سے مسکراتا اس کے سر پہ ہاتھ پھیر گیا۔

"جیتے رہو میرا بچہ۔" اس کو سینے سے لگاتا وہ بزرگوں کی طرح دعا دینے لگا کہ سب مسکرا دیئے۔

"بارات لے کے جان دا کوئی ارادہ ہے یا میں دلہن ادھر ہی مگوالواں۔" ان کو مسلسل سڑک پہ ہنسی مزاق کرتے دیکھ دی جان سختی سے بولیں تو سب گاڑیوں میں بیٹھتے روانہ ہونے لگے۔

کیف کی گاڑی جہانگیر ڈرائیو کرنے والا تھا اور ان کے ساتھ عماد اور گل نے بھی جانا تھا۔

دعا تو کیف کی گود میں چڑھ کے بیٹھ گئی تو گل عماد کے ساتھ پیچھے بیٹھی، ان کے بیٹھے جہانگیر نے بسم اللہ پڑھتے سفر شروع کیا۔

_______________**

گاڑی سے وہ اپنی شاہانہ شخصیت لیے نکلا، ہونٹوں پہ دلکش مسکراہٹ ہمیشہ کی طرح رقصاں تھی۔۔۔ مغرورانہ چال چلتا اپنے دوستوں 'ساتھیوں کے ساتھ قدم بہ قدم وہ ہال میں داخل ہونے والی راہداری سے گزر رہا تھا جہاں اس کا پھولوں سے استقبال کیا گیا۔۔

دل میں یہ خیال لیے کہ آج وہ اپنی چاہت کو پالے گا، آج وہ اس کے روبرو ہو گا پورے حق سے، پورے استحاق سے وہ اس کے پہلو میں اس کی بن کے بیٹھی گی بیچ میں کوئی راہ کوئی دیوار حائل نہیں ہو گی آج سے وہ اس کی ہو گی ہمیشہ کے لیے بس اس کی۔

گاؤں کے لاڈلے سپوتوں میں سے آج ایک کی شادی تھی تو ہر طرف ہنگامے شور خوشیوں کے قہقہوں کی گونج تھی، دوسری جانب اکلوتی بیٹی کی شادی تھی جس پہ سارا گاؤں خوشی سے جھوم اٹھا تھا، ڈھول زور و شور سے پیٹے جا رہے تھے۔ کچھ منچلے گاؤں کے ہوائی فائر نگ تک کر رہے تھے، جس کا ساتھ دلہن والوں کی طرف سے بھی دیا گیا۔

دلہے کو ساتھ لیے سب رقص کرنے میں مصروف تھے۔

"آجا یار تیری شادی ہے آج خوب ہنگامہ کر۔" اس کا ہاتھ پکڑتے بیچ میں لائے اور بھنگڑا کرنے لگے۔ ہر تھوڑی دیر بعد ہوائی فائر نگ کی جاتی جس پہ وہ کوفت زدہ بھی ہو رہا تھا۔

"یار اس کو تو روکو۔" جہانگیر نے اپنے ساتھ کھڑے نفوس سے کہا اور کانوں میں انگلی رکھ دی کہ شور بہت زیادہ ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

باراتیوں کو تو وہ منع کر چکا تھا لیکن دلہن کہ سائیڈ والے بھی جوشیلے تھے جو باز نہیں آ رہے تھے اور خوب ہنگامہ اور فائرنگ کر رہے تھے جب دلہا بڑے بزرگوں کا انتظار کرتا ذرا سائیڈ پہ کھڑا ہو گیا اور سب کے جوش کو دیکھ رہا تھا۔

اصفحان ان کے پاس آتا مسکراتا سب کو خوش آمدید کر رہا تھا جب اس نے کیف کو سائیڈ پہ کھڑے دیکھا اور اسی کے پاس آ گیا۔

"خیریت یہاں کیوں کھڑے ہو؟" مسکراتا مصافحہ کرتا اس کے پہلو میں ہی کھڑا ہو گیا۔

"باقیوں کا انتظار کر رہا ہوں ابھی وہ اینٹر نہیں ہوئے یہاں۔" مسکراہٹ لبوں پہ سجائی وہ مسرور سا بولا جب اِس کی مسکراہٹ کو دیکھتے اس کی خوشیوں کی دعا دی لیکن شاید یہ ابھی قبولیت کا وقت نہیں تھا۔

"لاؤ میں بھی اپنے یار ہی شادی کی خوشی میں ایک دو ہوائی فائر اڑاؤں۔" عماد اپنے ملازم سے پسٹل لیتا اس کو لوڈ کرنے لگا۔

کان پہ ہاتھ رکھتے اس نے جھٹکے سے فائر کیا جب ٹھاہ کہ آواز گونج اٹھی ساتھ ہی اچانک شور ہونے لگا۔

اس نے نا سمجھی سے ادھر اُدھر دیکھا جہاں لوگ ہراساں سا ایک طرف دیکھ رہے تھے، دلہے کو اپنے قریب نا پاتے وہ بھی گردن ادھر اُدھر کرنے لگا جب لوگوں کی آوازیں اس کی سماعتوں سے ٹکرائیں۔

"دلہے کو گولی لگ گئی۔۔"!

"دیکھو کتنا خون بہہ رہا ہے۔"

"کوئی ایمبولینس کو کال کرو جلدی۔ "

آوازوں کے تعاقب میں وہ لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا لپکا جہاں پہ دلہے کا اشارہ کر رہے تھے اس کا زیادہ فاصلہ نہیں تھا دلہے سے لیکن جو دو چار قدم وہ چل رہا تھا وہ بھی اس کو پتھر محسوس ہو رہے تھے جیسے وہ زمین میں دھنس گئے ہوں۔

اگلے ہی پل اس کی بصارتوں سے یہ وہ منظر واضح ہوا جہاں اصفحان کیف کا سر گود میں لیے دھاڑ رہا تھا کہ ایمبولینس کو کال کرو۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس وجود کو دیکھتے اس کے جسم سے جیسے قطرہ قطرہ جان نکالی جا رہی تھی، ہوش و حواس جیسے دم توڑ گئے۔

"دلہے کو گولی لگی۔" یہ جملہ تب کہا گیا جب اس نے فائر کیا 'تو کیا یہ سب۔۔۔۔

"یی۔۔۔یہ کیا ہو گیا!" عماد کی آواز جیسے خلق میں گم ہو گئی وہ کہنا چاہتا تھا کچھ لیکن کہہ نہیں پا رہا تھا۔

اس کی گولڈن شیر وانی اب یکا یک سرخ رنگ میں بدلنے لگی جبکہ جہانگیر جلدی سے موبائل پہ ممبر ڈائل کرتے کیف کو آنکھیں کھول کے رکھنے کا کہہ رہا تھا جو کیف شاید بامشکل ہی سن پا رہا تھا۔

وہاں افرا تفری مچ گئی، ہر کوئی چہ مگوئیاں کرنے لگا کہ دلہے کو شادی کے دن گولی لگ گئی۔

"کیف کیف میری جان آنکھیں کھول کے رکھو سانس لو۔۔۔" عماد ہوش میں آتا اس کے پاس زمین پہ بیٹھا اس کی گال تھپتھپاتا ہوا کہنے لگا اور ہاتھوں کو آپس میں رگڑنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"لاؤ دو۔۔" ملازم سے کپڑا لیتے اصفحان نے جلدی سے گولی کے نشان والی جگہ پہ رکھا کہ خون رک سکے۔

"ڈیم اٹ کوئی آ کیوں نہیں رہا، اصفحان اٹھاؤ اس کو میرے ساتھ۔" جہانگیر تین سے چار بار مزید کال کر چکا تھا لیکن ابھی تک کوئی ایمبولینس نہیں آئی تھی تبھی اصفحان اور عماد کی مدد سے کیف کے بے جان ہوتے وجود کو اٹھاتے گاڑی میں ڈالنے لگے تبھی باقیوں کی گاڑیاں بھی وہاں بڑے گیٹ سے اندر داخل ہوئیں۔

"کک۔۔۔ کیا ہوا ہے کیف کو۔" داداجان گاڑی سے نکلتے ان کی طرف بڑھے جب جہانگیر کوئی جواب دیئے بغیر کیف کو گاڑی میں بیٹھاتے وہاں سے نکل پڑا، عماد کو اس نے یہی رکنے کا کہا کہ یہاں صورتحال سنبھال لے۔۔

جبکہ عماد جیسے خود حواسوں میں نہیں تھا کہ اتنے خوشی کے دن یہ سب کیا ہو گیا، ابھی تو وہ اتنا خوش تھا ابھی تو اس نے مزید خوشیاں دیکھنی تھی یہ سب اچانک کیا ہو رہا تھا ان کے ساتھ۔

عماد باقی افراد کو دیکھنے لگا جو یہ سب سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"عمادی۔۔۔یہ سب کیا ہوا میرا بیٹا کیا ہوا اس کو؟"اماں بیگم روتی حواس باختہ سی عماد کو جھنجھوڑتی ہوئی پوچھنے لگی جبکہ دی جان کو اپنے پیروں پہ کھڑا رہنا مشکل لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا یہاں، کیسے ہوا سب۔۔؟"اندر سے باقی سب بھی آہستہ آہستہ باہر آنے لگے اور دادی جان بھی ان کے قریب آتے پوچھنے لگیں وہ شدید گھبراہٹ کا شکار تھیں۔

"منحوس ہے آپ کی بیٹی جس کی وجہ سے میرا بیٹا موت کے منہ میں چلا گیا۔"اماں بیگم دادی جان کون کے پاس آتا دیکھ غصے سے چلائیں تو گل نے ان کو تھام کے وہاں سے دور کیا۔

"اماں بیگم کیا بول رہی ہیں۔"گل نے روتے ہوئے انہیں خاموش کروانے کی کوشش کی جو مسلسل حیام کو ہی منحوس کہے جا رہی تھیں۔

________________**

www.novelsclubb.com

"لالہ نے کوئی کال نہیں کی۔۔۔" وہ پارلر میں بیٹھی صنم کے ساتھ کسی کا انتظار کر رہی تھی کہ لینے آجائیں کیونکہ وقت بہت زیادہ ہو گیا جبکہ کوئی لینے ہی نہیں آرہا تھا۔

"میں نے ارتسام کو میسج کر دیا تھا وہ آنے لگے ہیں۔" صنم نے کہا تو حیام سر ہلا کے بیٹھ گئی جبکہ اس کا دل برے طریقے سے گھبرا رہا تھا۔

"مجھے بہت بے چینی ہو رہی ہے۔۔۔" حیام اچانک کھڑے ہوتے بولی اور وہاں ایک لڑکی کو پانی لانے کا کہا۔

"شادی کی وجہ سے ہو رہی ہو گی ریلیکس رہو۔" صنم اس کے پاس آتی ہاتھوں کو تھام کے بولی۔

"پتا نہیں۔۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"ارتسام آگئے۔۔۔" صنم نے موبائل پہ میسج دیکھتے کہا جامیں وہ باہر آنے کو کہہ رہا تھا۔

حیام کا حنائی ہاتھ تھامتی اس کے عروسی جوڑے کو ایک سائیڈ سے پکڑتی آہستہ سے چلتی ساتھ باہر آنے لگی، نکلنے سے پہلے اس نے اپنے اوپر چادر لے لی تھی۔

"اتنی لیٹ کیوں ہوئے، خیریت تھی۔۔سب ٹھیک ہے نا۔" گاڑی میں پچھلی سیٹ پہ بیٹھتے حیام نے متفکر ہوتے پوچھا۔

"ہمم سب ٹھیک۔۔" وہ بس اتنا ہی بولا جبکہ اس کی غیر معمولی سنجیدگی کو صنم کے ساتھ ساتھ حیام نے بھی نوٹ کیا۔

کچھ پل ایسے پی خاموشی کی نظر ہوئے جب وہ سب ہال کے گیٹ پہ رکے وہاں ایسے ہی بے ترتیب گاڑیوں کو دیکھتے حیام کے دل کو کچھ ہوا۔

"یہاں کیا ہوا ہے۔" وہ دھڑکتے دل سے پوچھنے لگی جبکہ ارتسام نے صنم کو اشارہ کیا کہ اس کو ابھی اندر ہی رہنے دے اور اسے باہر آنے کا اشارہ کیا۔

صنم کے باہر آتے ہی ارتسام نے یہاں کی صورتحال سے اس کو آگاہ کیا جس وہ پہ وہ ششدر رہ گئی۔

"یہ سب کیسے۔۔۔" وہ سکتے میں آگئی کہ اچانک۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"حیام کو سنبھال لینا کیف کے گھر والے بہت پریشان ہیں یہاں تک کہ کیف کی امی حیام کو کوس رہی ہیں۔" ارتسام نے ٹھنڈی آہ بھرتے کہا تو صنم کو خود پریشانی نے گھیر لیا۔

"لالہ کہاں ہیں؟ دادی جان سب کہاں ہے؟" صنم کا سہارہ لیتے وہ باہر نکلی اور خاموش ماحول پاتے آہستہ سے پوچھنے لگی۔

"دادی جان کیا ہوا۔۔۔؟ سب کو روتا دیکھ وہ دادی جان کے پاس آتے فکر مندی سے بولی جب سب کی آنکھیں ایک بار پھر نم ہونے لگی، اسپتال سے ایک بار بھی جہانگیر یا اصفحان کی کال نہیں آئی تھی اور نہ ہی کیف کی حالت کی کوئی خبر بھی نہیں تھی۔

www.novelsclubb.com

دی جان نے اپنی حالت خراب کرلی تھی دادا جان، اظہر صاحب عماد کے ساتھ اسپتال کے لیے نکل گئے تھے یہاں بس ارتسام اور عماد کے والد تھے سب خواتین کے ساتھ۔۔ گل اور تائی جان نے اماں بیگم کو مشکل سے سنبھالا ہوا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جہاں ایک خوشیوں سے بھری صبح کا آغاز ہوا تھا اب وہی ایک سوگ وار ماحول بن چکا تھا، دلہن کے روپ میں بیٹھی حیام اپنے ہاتھوں کو بس گھورے کا رہی تھی جسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آیا یہ سب اس کی وجہ سے ہوا ہے یا تقدیر میں ہی یہی لکھا تھا۔

"یا اللہ اس کو زندگی عطا کر دے۔۔۔"آنکھوں سے آنسوں ٹوٹ کر حنائی ہاتھوں میں گرتے اپنا الگ سوگ منا رہے تھے۔

________________**

"دیکھو رفاقت خان تم جو بھی کہو لیکن یہ معاملہ یہاں ضرور آنے والا تھا کیونکہ گاؤں کا جرگہ ایسے کسی پہ ظلم نہیں ہونے دے سکتا تمہیں قبول ہو یا نہ ہو چونکہ یہ ایک قتل کا معاملہ ہے اور اس کی سزا یہی ہے کہ جس کو تم بہو بنانے والے تھے اب وہ ونی/سوارہ بن کے آئے گی تمہاری حویلی۔" جرگے میں موجود ان کے سردار نے کہا جب ان کی بات سنتے حویلی کے لوگوں نے لب بھینچ لیے۔

"یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے اور ہم اسے خود دیکھ لیں گے۔" جہانگیر سرعت سے ان کے فیصلے کی نفی کرتا اٹھا۔

"دیکھو برخوردار گاؤں کی کچھ روایات ہوتی ہیں۔" اس کی بات سردار کو ناگوار گزری تبھی وہ اس کو سختی سے کہنے لگے۔

"میں نہیں مانتا ان روایات کو۔" ان کی بات ابھی باقی تھی جب وہ سرد لہجے میں بیچ میں ہی ٹوک گیا۔

"ماننے یا نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ نا ماننے پہ یہ گاؤں چھوڑنا ہو گا، اگر یہاں ظلم ہوا تو ہم یہاں فیصلہ کرنے والے بیٹھے ہیں اور جرگے کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہو گا لہذا ان کی بیٹی یہاں مقتول کے بھائی کے نکاح میں ونی آئے گی، باقی گاؤں کے اصولوں سے تو رفاقت خان بھی اچھے سے واقف ہے۔" وہ بغیر ناگواری چھپا کے گویا ہوئے۔

"لیکن آپ اس میں کس حق سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اسی لڑکی کو ونی کیا جائے اس کے بھائی نے تو نہیں ایسا کوئی جرم کیا جس کی آپ سب انہیں کڑی سزا سنا رہے ہیں؟" وہ سرد لہجے میں پوچھنے لگا کہ دادا جان نے بھی اس بات کا یہ پہلو سمجھا کہ واقعی اصفحان نے تو کوئی جرم نہیں کیا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اس کے بھائی نے کیا یا نہیں، یہاں بات یہ واضح ہے کہ اس کی برادری کے لوگوں نے ہی رفاقت خان تمہارے پوتے پہ وار کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی جان کھو بیٹھا ہے لہذا تمہیں اعتراض نہیں ہو سکتا اس بات پہ اگر ہے تو بتاؤ پھر تمہارا دوسرا پوتا کرے گا شادی اس لڑکی سے؟" جہانگیر نے چہرے پہ چھائی ناگواریت کو دیکھتے انہوں نے رسان سے کہتے حل بھی پیش کر دیا کہ اگر جہانگیر اس نکاح پہ راضی نہیں تو عماد تو کر ہی سکتا ہے۔۔۔

"آپ۔۔۔آپ ایسا کہہ بھی سکتے ہیں وہ شادی شدہ ہے بیٹی ہے اس کی ایک۔" ان کی بات سنتے وہ بھڑک اٹھا جس پہ دادا جان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"عجیب روایت ہے یہ۔۔۔" وہ غصے سے بھڑک کے کہتا وہاں سے چلا گیا بنا کسی کا لحاظ کیے۔

______________**

www.novelsclubb.com

"کھانا کھالو یار کب تک ایسے ہی بیٹھی رہو گی۔" صنم اس کے کمرے میں داخل ہوتی ہوئی افسردگی سے بولی جس نے خود کو کمرے تک محدود کر لیا تھا بس ضروری باتوں کا ہوں ہاں میں جواب دے دیتی تھی۔

"ابھی بھوک نہیں ہے مجھے۔" وہ بددلی سے کہتی کھانے کہ ٹرے کو سائیڈ پہ کر گئی۔

"گڑیا تم جاؤ میں کھانا کھلا دیتا ہوں۔" تبھی اصفحان کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا تو صنم جی کہہ کے وہاں سے چلی گئی۔

اصفحان بغیر کچھ بولے کھانے کے چھوٹے چھوٹے نوالے بناتا اس کو کھلانے لگا۔

حیام بھی چپ چاپ بغیر کوئی بحث کیے کھانے لگی۔

"کب تک ایسی ہی رہو گی، اٹھو کمرے سے باہر نکلو باتیں کیا کرو سب سے۔" بالآخر اصفحان نے دونوں کے بیچ حائل خاموشی کو توڑا۔

"تاکہ سب لوگ مجھے باتیں سنائیں۔" وہ سنجیدگی سے بولتی پانی کا گلاس لبوں سے لگا گئی۔

"لوگوں کی باتیں کی کب سے فکر کرنے لگی تم۔" اس کی بات وہ نارملی کہنے لگا ساتھ ہی نوالہ بناتے کھلانے لگا۔

"پہلے نہیں تھی لیکن اب محسوس ہوا کہ کرنی چاہئے کیونکہ انہیں لوگوں کے درمیان ہم جیتے ہیں اگر فکر نہیں کریں گے تو یہ لوگ ہمیں جینے نہیں دیں گے۔" پچھلے دنوں کی تمام تلخ باتوں کو یاد کرتی نم لہجے میں کہنے لگی کہ اصفحان نے اس کو سینے سے لگایا۔

"یہ لوگ کسی حال میں خوش نہیں رہتے، اپنی خوشیوں کو لوگوں تک وسیع ضرور رکھو لیکن اتنا نہیں کہ وہ آپ کی خوشیوں میں اپنا حق جما لیں۔" اس کو ساتھ لگاتے وہ آہستہ سے بال سہلا رہا تھا۔

"ایسا کیوں ہوا میرے ساتھ۔" اس کے سینے میں منہ چھپاتی وہ سسک پڑی اور آنسوؤں کو پلکوں کی باڑ سے گرانے لگی۔

www.novelsclubb.com

"اللہ نے یہ کس آزمائش میں ڈال دیا مجھے میں تو قابل بھی نہیں کہ اس آزمائش کو محسوس بھی کر سکوں تو پھر کیوں مجھے میری طاقت کے مطابق آزمایا گیا؟" وہ سسکتی اپنا غبار نکالنے لگی کہ اصفحان نے شدت سے اپنے سینے میں بھینچا۔

"آزمائش بھی کہہ رہی ہو اور شکوہ بھی کر رہی ہو۔" اس کے چہرے کو سامنے لاتے اس نے نرم لہجے میں کہا جبکہ اپنی بہن کی حالت پہ وہ خود رنجیدہ تھا کہ بس نہیں چل رہا تھا اس کو خود میں سما لے اس کی ساری اداسیوں کو خود میں سمیٹ لے۔

"تو کیا کروں۔۔۔؟" وہ ہچکی لیتی بولی۔

"صبر کرو میری جان اللہ ہے نا بہترین فیصلہ کرنے والا وہ آگے تمہیں بہترین سے نوازے گا۔" اس کے بال سنوارتے وہ محبت سے بولا۔

"ان کا کیا لالہ جن کا بیٹا میری وجہ سے چلا گیا؟" اپنے آنسوں صاف کرتی وہ لمحہ یاد کرتی بولی جب ارتسام نے سب کے سروں پہ بم پھوڑا تھا۔

"کس نے کہا کہ تمہاری وجہ سے ہوا کچھ۔ "

"سب یہی کہہ رہے ہیں۔" وہ استہزایہ مسکراہٹ سے بولی۔

"تم اللہ کی سنو اس کی مانو، اللہ کا فیصلہ قبول کرو۔" اس کے چہرے کو تھامتا وہ کہنے لگا۔

"اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتی ہوں۔" آہستہ سے اسے ہاتھ دور کرتی گھٹنوں پہ سر ٹکا گئی۔

"اس کے سوا کوئی رستہ بھی ہے کیا؟" اس کے پوچھنے پہ وہ بس نفی میں سر ہلا گئی کہ اب کیا ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ اس اچانک زندگی کے لیے موڑ کو وہ بے حس بنتے قبول کر لے۔ واقعی اس میں حیام کا تو کوئی قصور نہیں تھا وہ سب اللہ کا ایک فیصلہ تھا جس کو پورہ ہو کے رہنا تھا، اللہ نے دونوں کو ایک دوسرے کا ساتھی نہیں بنانا تھا تو اسی طرح ہی سہی۔

"کل کیف کے دادا جان اور دی جان آئیں گے تم سے ملنے۔" اس کو اطلاع دیتا سر پہ بوسہ لیتا کھانے کی ٹرے اٹھاتے چلا گیا پیچھے وہ گھٹنوں میں منہ دیئے آنسوں بہانے لگی۔

__________________**

www.novelsclubb.com

"دی جان اور دادا جان آئیں ہیں ملنے۔۔۔" زوفا اس کے کمرے میں آتی ہوئی بولی ساتھ ہی صنم بھی اندر داخل ہوئی۔۔اس واقعے کو گزرے دو ہفتوں سے زیادہ وقت گزر گیا تھا ارتسام صنم کو یہی چھوڑ گیا تھا کہ وہ کچھ وقت حیام کے ساتھ ہی رہے۔

"کپڑے اچھے سے پہن لو فریش ہو جاؤ پھر چلتے ہیں نیچے۔" صنم نے کہا تو حیام بنا کچھ کہے آہستہ سے بیڈ سے اٹھی اور باتھ میں چلی گئی فریش ہونے۔

"کیا ری ایکشن ہو گا اس کا۔" صنم نے ایک پریشان بھری نظر زوفا کو دیکھتے پوچھا جس پہ وہ بے بسی سے کندھے اچکا گئی۔

"کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا ابھی، وہ سمجھدار ہے ان شاءاللہ سمجھ جائے گی۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو صنم نے سر ہلایا۔

"یہ والا ڈریس پہنو۔" زوفا نے الماری سے خود ایک جوڑا نکال کے دیا جو نفیس سی کڑھائی سے مزین تھا، حیام نے ایک الجھن بھری نظر ڈالی۔

www.novelsclubb.com

"شادی نہیں ہوئی میری۔" وہ تلخی سے مسکائی تھی جبکہ اس کی بات پہ زوفا کی آنکھوں میں نمکین پانی تیرنے لگا۔

"دادی جان نے کہا ہے کہ اچھا سا جوڑا پہن کے آؤ مہمان آئے ہیں گھر۔" صنم نے مسکراتے اس کو جوڑا تھمایا تو گہرہ سانس بھرتی وہ ڈریس کو لیے چینج کرنے چلی گئی۔

"" یہ بھی پہن لو۔۔۔" زوفا نے اس کی کلائیوں میں کانچ کی چوڑیاں پہناتے کہا۔

"کیوں پہنا رہی ہیں۔۔۔ بھول گئے کیا کہ شادی والے دن منحوس کہلائی گئی ہوں کہ اپنے ہونے والے شوہر کو مار دیا میں نے۔" وہ عجیب سے لہجے میں کہتی خاموش ہو کے اب ہاتھوں میں پہنی چوڑیوں کو دیکھنے لگی۔

"کوئی عام سا دوپٹہ دیں مجھے۔" جوڑے کے ساتھ کا دوپٹہ دیکھتے وہ سنجیدگی سے کہنے لگی کہ جواب دیے بنا ہی دونوں نے اس کو ایسے ہی ڈوپٹہ اوڑھایا اور باہر آنے کا اشارہ کرتے ساتھ ہی نیچے لے آئیں۔

مہمان خانے میں داخل ہوئی تو دادا جان کے دی جان،تائی اور اظہر صاحب بھی موجود تھے۔ہلکے سے سلام کرتی وہ اپنی دادی جان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"کیسے طبیعت ہے بیٹے آپ کی؟"تائی جان نے حیام سے پوچھا،زوفا بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

"ٹھیک ہوں اللہ کا شکر آپ سنائیں۔"ہونٹوں پہ مسکراہٹ لاتی وہ ان سے بھی حال احوال دریافت کرنے لگی۔

"اللہ کا شکر ہے۔۔"وہ بس اتنا ہی کہہ پائیں۔

"آپ نے بات کرلی۔۔۔"تائی جان نے دادی جان سے آہستہ سے کہا جس پہ حیام نے نا سمجھی سے سب کو دیکھا۔

"گڑیا زرا یہاں آؤ بات کرنی ہے۔۔۔" تبھی اصفحان اس کو اپنے ساتھ لے جانے لگا۔ان کے پیچھے ہی دادی جان بھی آ گئیں جبکہ زوفا ان کے پاس ہی بیٹھی رہی۔

________________**

www.novelsclubb.com

"ایسا کیسا کر سکتے ہیں آپ؟ یہ سب گناہ ہے۔" اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اور وہ بھی ناحق ہوتے دیکھ اس نے تڑپ کے احتجاج کیا۔

"وہ لوگ ہوتے کون ہیں میری زندگی کو اپنی من چاہی ڈوریوں پہ چلانے والے، میں اس کو بالکل نہیں مانتی، جو کچھ بھی ہوا اس میں میرا یا میرے گھر والوں کا کوئی قصور نہیں ہے تو میں کیوں اس فیصلے کو مانوں جس کو وہ سب میرے ایسے گناہ کے زمرے میں لا رہے ہیں جو میں نے کیا ہی نہیں۔" اپنے بھائی اور دادی کے سامنے وہ روتے ہوئے بولی۔

یہاں آتے اصفحان نے اس کو بتایا کہ وہ اسے لینے آئے ہیں، کیف کی جگہ اب وہ اسے اپنے بڑے بیٹے کی بیوی بنا کے لے جانا چاہتے تھے۔

"میں ہرگز ہرگز ایسا فیصلہ قبول نہیں کروں گی جو میری آگے کی ساری زندگی داؤ پہ لگا دے، بالکل بھی نہیں، نقصان میرا ہوا اور اب سزا بھی مجھے دے رہے ہیں سب۔" اپنے بالوں سے سنہری گوٹی والا ڈوپٹہ نوچتے ہوئے اس نے ہزیانی انداز

میں کہا اور بے دردی سے اپنے ہاتھ سے چوڑیاں اتار کے پھینکنے لگی جس کی وجہ سے ایک دو ٹوٹ کے اس کے ہاتھ پہ بری طرح سے چبھ گئیں۔

"گڑیا دھیان سے۔۔۔"لالہ نے آگے بھرتے اس کے ہاتھ کو تھامنا چاہا لیکن روتے اس نے بری طرح سے جھٹک دیئے۔

"نہیں بچے ایسی بات نہیں، ہم آپ کو کسی برے مقصد کے لیے نہیں اپنے ساتھ لے کے جا رہے۔۔ ہم آپ کو عزت سے لے کے جا رہے ہیں۔" دادا جان جوان کے پاس ہی آ رہے تھے تا کہ وہ خود بھی حیام سے بات کر سکیں، اس کی بات سنتے تڑپ کے رہ گئے بھلا وہ کیسے کسی پہ ظلم کر سکتے تھے تو اندر آتے وہ عاجزی سے بولے۔

"مجھے نہیں جانا کہیں۔۔۔!"ان کی بات سنتے وہ اپنے لالہ کے سینے سے لگتی بکھرتے لہجے میں بولی۔

"باہر انتظار کر رہے ہیں سب بیٹا۔"وہ ایک آخری بے بس نظر ان دونوں پہ ڈالتے چلے گئے۔

www.novelsclubb.com

"مجھے نہیں کرنا کسی سے بھی نکاح اور نہ ہی مجھے کہیں جانا ہے۔" وہ بے بسی سے روتے کہنے لگی۔

"بیٹا وہ تمہیں عزت سے رخصت کرنے آئیں ہیں، وہ تمہیں خدانخواستہ کسی رسم کی بھینٹ نہیں چڑھانے آئے اور وہ سب تو اپنے ہیں نا کیسے ظلم کر سکتے ہیں تم پہ۔" دادی جان نے اس کو سینے سے لگاتے پیار سے سمجھایا۔

دادا جان نے جرگے کا فیصلہ قبول تو کر لیا تھا لیکن اس لحاظ سے نہیں کہ وہ حیام کو ونی کریں گے بلکہ یہ سوچ کے کہ وہ اسے اپنے گھر میں بہو بنا کے لائیں گے اور بیٹیوں کی طرح ہی رکھیں گے۔ ویسے بھی وہ اس فیصلے کے خلاف تھے کہ کیوں ایک بچی پہ وہ ظلم نہیں کر سکتے تھے۔

______________**

اصفحان نے بہت کوشش کی کہ وہ حیام کو چپ کروائے لیکن وہ مسلسل روئے جا رہی تھی جس کہ وجہ سے دادی کافی پیشان بھی ہو گئی تھیں۔

"حیام پتر۔۔۔!" دی جان خود اب اس کے پاس آئیں کہ وہ اس سے بات۔ کر۔ سکیں۔

"دیکھ میری جان پہلے بھی تو نے ہمارے گھر ہی آنا تھا اور اب بھی، پہلے بھی بیٹی بن کے آنا تھا اور اب بھی بیٹی بنا کے ہی لے جا رہے ہیں۔" انہوں نے تھکے لہجے میں کہتے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"پہلے میں خوشی خوشی بیاہی جا رہی تھی لیکن اب مجھے آپ سب لوگ ایک فیصلے میں لے کے جا رہے ہیں۔" وہ ان کی طرف دیکھتی روتے ہوئے خفگی کا اظہار کر گئی جبکہ حیام کو خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ابھی کیا ردِ عمل دکھائے۔

"تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ کبھی بھی تمہیں وہاں کسی بھی تکلیف کا سامنہ نہیں کرنا پڑے گا اور فیصلے میں نہیں اپنی دلی رضامندی سے بیاہ کے لے جا رہے ہیں۔" اس کی آنکھوں میں دکھ دیکھتے وہ نظریں چراتی کہنے لگیں کیونکہ انہیں کی بڑی بہو تھی جو حیام کو اپنے بیٹے کی قاتلہ کہہ رہی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اب اس کی تقدیر میں کچھ لکھا بھی تھا یا نہیں لیکن وہ اتنا ضرور جانتی تھی کہ اپنی تقدیر وہ خود بنانے والی تھی وہ سب اسی کے ہاتھ میں تھا، اسے کے ہاتھ میں تھا کہ وہ کتنا یقین کامل کرتے اپنی زندگی سنوارے گی کیونکہ اللہ نے تو بتایا ہی نہیں تھا کہ کیا ہونے والا قسمت میں پھر وہ کیسے کہہ سکتی تھی کہ اب جو ہو گا وہ قسمت کا لکھا ہو گا، قسمت تو خود بنانی تھی اسے۔۔۔اپنے بڑوں کے فیصلے کا مان رکھتے، اللہ پہ بھروسہ کرتے اس نے نکاح کی حامی بھر لی۔

ایک شکوہ کناں نظر اپنے لالہ پہ ڈالتی اس نے نکاح نامے پہ دستخط کیے لیکن خود وہ یہ ناحق ظلم نہیں ہونے دینے والی تھی، ابھی وہ دادی جان کے کمرے میں باقی خواتین کے ساتھ موجود تھی جبکہ باقی مرد حضرات مہمان خانے میں بیٹھے تھے۔

داداجان اظہر صاحب اس سے دستخط لیتے واپس چلے گئے اور نکاح نامہ اس کے سامنے رکھا تو ایک نظر پیپرز کو دیکھتے اپنے سامنے بیٹھے داداجان کو دیکھا۔ایک سرد آہ خارج کرتے اس نے نکاح قبول کیا۔

اصفحان اس کے قریب آتے گلے سے لگا جو بھی تھا کیف کے ساتھ ساتھ جہانگیر بھی اس کو بہت عزیز تھا اور اس نکاح میں اس کی بھی رضا شامل تھی۔

"حیام کو کہہ دیں کہ تھوڑی دیر میں واپس جانا ہے۔" تائی جان نے دادی جان سے کہا تو انہوں نے سر ہلایا اس کی بات پہ، وہ سب آج ہی حیام کو اپنے ساتھ رخصت کروا کے لے جانے والے تھے۔

"کیا مطلب میں بھی تیار ہوں۔۔؟" زوفا بھابھی کی بات سنتے وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔

"تمہیں ان کے ساتھ جانا ہے، رخصتی بھی آج ہی ہو گی۔" زوفا نے ڈرتے ڈرتے کہا کیونکہ وہ خود اس کے ردعمل سے ڈر رہی تھی۔

"اور میں اس سب کو اپنی شادی مان لوں۔۔" وہ تلخی سے کہتی دادی جان کی الماری کی طرف بڑھی اور وہاں سے ایک شال نکالتی اپنے گرد لپیٹ گئی۔

"تیار ہوں میں۔" سپاٹ لہجے میں کہتی وہاں بیڈ پہ بیٹھ گئی جبکہ دل تو پھوٹ پھوٹ کے رونے کا کر رہا تھا کہ یہ کون سی ستم ظریفی تھی۔۔

"جہانگیر دوسری گاڑی میں کیوں جا رہے ہو؟" دادا جان نے جب جہانگیر کو اپنی گاڑی میں بیٹھتے دیکھا تو ٹوک دیا۔

"مجھے واپس جانا ہے دادا جان، ضروری کام ہے۔۔" وہ سنجیدگی سے کہتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"خان واپس آجاؤ ادھر۔۔" دی جان نے سخت لہجے میں کہا تو گاڑی کا دروازہ کھولتے اس کے ہاتھ تھمے لیکن بغیر ان کو دیکھے وہ دوبارہ سے گاڑی میں بیٹھ کے بنا کچھ کہے وہاں سے روانہ ہو گیا۔۔

حیام پہلے ہی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی تو اسے کوئی فرق نہیں پڑا کہ کون کہاں جا رہا کیوں جا رہا ہے، ابھی وہ بس سکون چاہتی تھی اس کا نیا نویلا شوہر کہاں گیا کیوں گیا' اس سے کیوں نہیں ملا اس کو کوئی سروکار نہیں تھا وہ بس تنہائی چاہتی تھی تبھی وہ خاموشی سے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کے آنکھیں موند گئی۔

حویلی پہنچتے ان کو شام ہو گئی تھی، حیام کو دی جان اپنے کمرے میں لے گئیں تھیں، گاؤں کی کچھ خواتین بھی آئی تھیں کہ وہ دلہن دیکھ لیں کیونکہ یہ خبر سب کو تھی کہ

جس بہو کو وہ پہلے بیاہنے جارہے تھے وہ اب ان کے بڑے بیٹے کی بیوی بن کے آرہی تھی۔

"ادھر دیکھ میری طرف۔۔۔۔" داداجان ابھی کمرے میں نہیں تھے، تائی جان بھی اپنے کمرے میں جا چکی تھیں اماں بیگم ابھی تک اس سے ملنے نہیں آئیں تھیں، تھوڑی دیر پہلے گل ان کو کھانا دے گئی تھی۔ کافی دنوں سے سب ایک ساتھ کھانا نہیں کھارہے تھے، سب الگ الگ ہی اپنی پریشانیوں میں گھرے ہوئے تھے۔

ان کے بلانے پہ حیام خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔۔

"میرا خان اتنا سنگ دل نہیں جتنا وہ دکھا کے گیا ہے بس کچھ ماحول ایسا بن گیا کہ اتنا لاپرواہ ہو گیا ورنہ تُو تو اسے اچھے سے جانتی ہے۔" انہوں نے بات کہنا شروع کی تب حیام کو احساس ہوا کہ اس نے تو جہانگیر کو دیکھا ہی نہیں کبھی تو وہ کیسے جانے گی اس کو کجا کے اس سے بات ہوئی ہو۔

"میں گل کو کہتی ہوں تجھے کمرے میں چھوڑ آئے آرام کر لو۔"اس کے ماتھے پہ پیار کرتے انہوں نے ملازم کو آواز دی کہ گل کو کہہ کے اسے جہانگیر کے کمرے میں چھوڑ آئے۔

گل کو بلانے کے بجائے اس نے کہا کہ وہ خود ہی بتا دے کہ کمرہ کہاں ہے وہ چلی جائے گی جب اسے اماں بیگم اپنی طرف آتی دکھائی دیں۔

"السلام علیکم!"ان کو دیکھتی حیام نے فوراً سلام کیا جس کا جواب دیئے بغیر انہوں نے ملازمہ کو جانے کا کہا۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔؟"لہجے میں سرد پن لیے انہوں نے پوچھا،حیام ان کے لہجے کو سمجھتی جواب دینے لگی۔

"کمرے میں جا رہی تھی۔۔۔"بس اتنا کہا اور ان کے چہرے کی جانب دیکھنے لگی، کچھ دنوں میں ہی وہ بہت کمزور دکھنے لگی تھیں،انکھوں کے پپوٹے سوجن لیے ہوئے تھے شاید وہ روز رات کو روتی تھیں،حیام کو افسوس نے آن گھیرا یقیناً وہ اس کا قصوروار اسے ہی سمجھتی تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کس کے۔۔۔؟"انہوں نے اسی سرد لہجے میں پوچھا تو حیام الجھ گئی۔

"جہان۔۔۔"ابھی وہ کہتی کہ انہوں نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا جس پہ وہ محض سر ہلا کے جانے لگی۔

"جب تک وہ واپس نہیں آتا تب تک یہی رہو۔"اس کو ایک چھوٹے سے کمرے میں بلاتی کہنے لگیں لیکن حیام کو سمجھ نہ آیا کہ کس کے آنے تک۔۔۔ خیر وہ اس کو بھی غنیمت جانتی خود کو آمادہ کرنے لگی کہ اب یہی رہنا ہے۔

چھوٹا سا کمرہ جو یقیناً استعمال میں نہیں تھا لیکن اس کو ایسا لگا جیسے آج اس کے لیے انہوں نے صاف کروایا ہو کیونکہ کمرہ صاف ستھرا تھا، ساتھ اٹیچڈ باتھ میں جا کے وہ فریش ہو آئی بستر پہ گرسی گئی۔۔۔

اعصابی تھکن سوار تھی تو سوچوں کو فالحال پرے جھٹکتی وہ سونے کے لیے آنکھیں موند گئی۔

__________________**

صبح ہوتے دی جان نے ملازم سے کہا کہ وہ حیام کو بلوا لائے تاکہ وہ ان کے ساتھ ناشتہ کر سکے لیکن ملازم نے بتایا کہ وہ کمرے میں نہیں ہے یہ سنتے ہی ان کی فکر لاحق ہو گئی کہ آخر وہ کہاں گئی۔تب ملازم نے آکے بتایا کہ وہ کیچن کی پچھلی سائیڈ بنے کمرے میں ہے۔۔

"کس نے کہا تھا وہاں رہنے کو جب میں نے تمہیں جہانگیر کے کمرے میں بھیجا تھا۔" دی جان نے اس کو بلوا کے الجھن سے پوچھا۔

"بس ایسے ہی دی جان، نیند نہیں آرہی تھی تو وہاں چکر لگاتی چلی گئی۔" وہ بات کو دباتی ہوئی کہنے لگی جب اندر آتیں اماں بیگم نے اس کی بات کو اچک لیا۔

"میں نے بھیجا تھا دی جان، جب تک میرا بیٹا نہیں آجاتا تب تک یہ وہی رہے گی اور آپ نے اگر کوئی اعتراض کیا تو میں یہ گھر چھوڑ کے چلی جاؤں گی جہاں میری اور میرے بیٹے کی کوئی قدر ہی نہیں۔" آتے ہی وہ برہمی سے کہنے لگی انداز ایسا تھا کہ جیسے کچھ کر دیں گی۔

"تمیز کتھے بھول گئی اے ثمینہ۔"ان کا لہجہ دی جان کو ناگوار گزرا تبھی وہ سختی سے ٹوکنے لگیں۔

"جو بھی ہے دی جان لیکن یہ وہی رہے گی اور میں نہیں سننا چاہتی کہ اس نے کچھ نہیں کیا یا اس کی وجہ سے کچھ بھی نہیں ہوا، جو بھی ہوا ہے وہ اس کی برادری والوں نے ہی کیا ہے، حادثہ تھا یا جان بوجھ کے لیکن مجھ سے میرے بچے کی حالت نہیں بھولی جا رہی۔"نم لہجے میں کاٹ دار نظر حیام پہ ڈالتی وہ وہاں سے چلی گئیں جبکہ حیام تلخی سے مسکرا دی یعنی وہ واقعی فیصلے میں ہی لائی گئی تھی۔

"میر گل۔۔۔"دی جان نے شرمندہ ہوتے کچھ کہنا چاہا۔

"کوئی بات نہیں دی جان، اس بات چھوڑیں آپ بتائیں آپ ٹھیک ہیں۔۔۔"

ان کو وہ شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی، جانتی تھی کہ اس کا کوئی قصور نہیں اور نہ ہی اماں بیگم کا۔وہ تو بس اپنے بیٹے کی جدائی میں اتنی تلخ ہو گئی تھیں ورنہ حیام ان کو بھی عزیز تھی تبھی ان کے لہجے کو دل پہ نہ لیتے وہ۔مسکرانے کی سعی کرتی دی جان سے

بات کرنے لگی،اس کے لیے یہی کافی تھا کہ باقی کے فرد تو اس کے ساتھ ٹھیک تھے اور ٹھیک سے بات کرتے تھے، آہستہ آہستہ اماں بیگم بھی ٹھیک ہو جائیں گی۔

__________________**

"میں نے نہیں جانا۔۔۔"وہ مسلسل منہ بنائے کبھی کسی کے کمرے میں تو کبھی کسی کے کمرے میں بھاگ رہی تھی،اور گل ہمیشہ کی طرح اس کے پیچھے گھن چکر بنی پھر رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے نہ جاؤ لیکن میری بات تو سن لو۔" بالآخر گل ہار مانتے کہنے لگی تو دعا اس کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کیوں نہیں جانا سکول؟"اس کے پاس آتے اس کو گود میں اٹھاتے پوچھا تو بتانے لگی کہ میرا دل نہیں کر رہا جانے کو۔

"لیکن میرا بچہ یہ بری بات ہے نا،جب آپ سکول نہیں جاؤ گے تو بابا چاکلیٹ کیسے لائیں گے۔"وہ اس کو بہلاتے بہلاتے کپڑے پہنانے لگی جب عماد نے کسمساتے کروٹ بدلی۔

"عماد۔۔۔!" دعا کے بال بنا کے فارغ ہوئی تو عماد کو دیکھنے لگی جس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"طبیعت کیسی ہے۔۔۔؟" اس کے پاس بیٹھتے فکر مندی سے پوچھا جبکہ عماد نے اپنی آنکھیں ہنوز بند رکھی ہوئی تھیں۔

"پتا نہیں۔۔۔" اتنا کہہ کے اس کا ہاتھ تھام گیا جس پہ گل کو حیرت ہوئی کہ رات کی نسبت اب بخار زیادہ ہو گیا تھا۔

"عماد آپ کی طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے، اٹھیں ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" فکر مندی سے اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پہ رکھتے بولی تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

'اس' واقعے کے بعد آج تیسرا دن تھا کہ عماد کو بخار ہو گیا تھا اور طبیعت ٹھیک ہونے کے بجائے بگڑ رہی تھی۔

"کیوں نہیں جانا۔۔ حالت دیکھیں اپنی۔" اب کی بار گل نے سختی سے کہا اور اس کو سہارہ دے کے اٹھانے لگی کیونکہ عماد پانی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"لالہ نہیں آئے۔۔۔؟" وہ جہانگیر کے بارے میں پوچھنے لگا کیونکہ اسے لگا تھا کہ حیام سے نکاح کے بعد وہ ضرور گھر رکے گا۔

"نہیں نکاح کے فوراً بعد ہی وہ چلے گئے تھے پتا نہیں گڑیا کیا سوچ رہی ہو گی۔"

اسے بھی جان کے افسوس ہوا تھا جہانگیر کے بارے میں کہ وہ کیوں ایسے چلا گیا۔

"آپ حیام کے پاس رہتی اس کو حوصلہ ملتا کہ وہ اپنوں میں ہے، اماں بیگم تو پہلے ہی غصہ ہیں یہ نا ہو کہ حیام کو کچھ کہہ دیں۔" عماد نے اپنی تئیں خدشہ ظاہر کیا جا پہ گل سر ہلا گئی۔

"دعا ابھی سکول نہیں گئی۔" ہیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کے بیٹھتے اس نے دعا کو دیکھا جو موبائل میں بزی تھی۔

"تیار کر دیا ہے، ابھی خدا بخش کو کہتی ہوں وہ چھوڑ آتا ہے۔ آپ اٹھیے گا نہیں میں ابھی آتی ہوں۔" دعا سے موبائل لیتے سائیڈ پہ رکھا اور دعا کو اٹھاتے باہر لے گئی کہ سکول بھجوا سکے۔۔۔

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے آنکھیں موند کے لمبے گہرے سانس لینے لگا۔زندگی اچانک بدل جائے گی کسی کے گمان میں بھی نہ تھا۔۔اور کیف 'کیف ایسے اس کو تنہا کر جائے گا۔اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر لہرا گیا جب آپریشن تھیٹر میں گہرے لمبے سانس لے رہا تھا اور ڈاکٹر مسلسل اس کا بہتا خون صاف کر رہے تھے۔

"عماد۔۔۔۔!"گل کی آواز پہ اس نے آنکھیں وا کی جس کے ہاتھ میں باؤل تھا۔

"فریش ہو آئیں پھر سوپ پیتے ہیں۔"اس کو سہارہ دیتی اٹھاتے باتھ میں چھوڑ آئی اور خود جلدی سے بیڈ شیٹ صحیح کرنے لگی۔

"آپ کا پورا بدن تپ رہا ہے عماد، تھوڑا سوپ پیئے پھر ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔" سوپ سے بھرا چمچ اس کو پلاتے فکر مندی سے کہا تو عماد نے کوئی جواب نہ دیا۔

__________________**

"صبر کے سواہ اور کوئی چارہ بھی نہیں میرے پاس۔۔"موبائل فون کان سے لگائے اپنے چھوٹے سے کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی آسمان کو تکتی وہ کہہ رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہوتے ہیں نا میری جان، بہت سی راہیں ہوتی ہیں بس انسان کو خود ڈھونڈنی پڑتی ہیں۔" انہوں نے تحمل سے سمجھانا چاہا۔

"کیسے ڈھونڈوں میں رستے، مجھے تو اب تک یہی سمجھ نہیں آیا کہ میں کس رستے پہ آ گئی ہوں، کون سی سڑک مجھے کہاں لے جا رہی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" آنکھیں میچتے اس نے کرب سے کہا اور چلتی ہوئی اپنے بیڈ کی جانب آ گئی۔

"ابھی تم ایک خالی سڑک پہ ہو جہاں کوئی بورڈ کوئی نشان نہیں ہے، ذرا سا آگے جاؤ گی تو تمہیں ایک بورڈ نظر آئے گا جس پہ ڈائریکشن بتائی ہو گی کہ کون سی راہ بہتر ہے اور کون سی آسان۔۔" حیام کے لہجے میں نمی۔ محسوس کرتے وہ نرمی سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولیں۔

"آسان رستہ وہ ہو گا جو تمہیں چند پل میں کہیں پہنچا دے گا لیکن کہاں۔۔۔؟ یہ تو وہاں پہنچتے بھی معلوم نہیں ہو گا کہ تمہیں یہ راہ کہاں لے آئی۔ بہتر راہ وہ ہو گی جو سیدھی ہو گی۔ تمہاری نظر میں سیدھی راہ کیا ہے؟" بتاتے بتاتے انہوں نے

اچانک سوال کیا جس پہ وہ کچھ نہ بولی جواب جانتی تھی لیکن ابھی وہ کچھ کہنا نہیں چاہتی تھی، ان کا بولنا اچھا لگ رہا تھا اسے تبھی وہ خاموش رہی۔

"سیدی راہ کبھی بھی سیدھی لائین نہیں ہو گی۔ سیدھی راہ تو وہ ہوتی ہے جس میں مشکلات آتی ہیں پہ در پہ اور تمہارا صبر تب کام آئے گا' ابھی سب گھر والوں کا رویہ تمہارے ساتھ جیسا بھی ہے اچھا یا برا وہ ان کا ایک شدید رد عمل ہے لیکن مستقل نہیں رہنے والا۔ انہوں نے اپنا بیٹا کھویا ہے اب وہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنا غم تو بہائیں گی ناں، تو کہنے دو ان کو جو کہتی ہیں، کرنے دو جو کرتی ہیں لیکن تم نے وہ کرنا ہے جس کا حکم ہے، خوش اسلوبی، خوش اخلاقی۔" آنکھیں موندے وہ ان کا ایک ایک لفظ سنتی جیسے سکون محسوس کر رہی تھی۔

" ابھی مشکلات آئیں گی اور اس کا انعام ملے گا لیکن تھوڑا لیٹ۔۔ اب اللہ نے ایک بڑا انعام تیار کرنا ہے تو وقت تو لگے گا ہی ناں۔" انہوں نے مسکراتے ہنستے پوچھا جس سے اس کے لبوں کے گوشے بھی مسکائے۔

"جہاں تک آپ کے شوہر کی بات ہے تو جیسے آپ کو سب چیزوں کے لیے وقت چاہیے ویسے بھی ان کو بھی چاہیئے تو ان کی طرف سے دل برداشتہ نہیں ہونا، نکاح تو ویسے ہی مضبوط رشتہ ہے میلوں دور بھی ہوں تو اپنے ہمسفر کا احساس دلا دیتا ہے، اسی لیے اپنے شوہر کی طرف سے بھی آپ بے فکر رہیں ہو سکتا ہے کہ وہ جس فیز سے گزر رہے ہوں وہ آپ کے دکھ سے بھی بڑی ہو تبھی وہ تنہائی چاہ رہے ہوں، تو میرا بچہ اللہ تعالیٰ سے صبر قائم کرنے کی دعا کرتے رہو ورنہ شکوہ کرنے میں دیر نہیں لگتی اور اسی سے آپ کو بچنا ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔" نرم لہجے میں رسان سے بات سمجھاتے انہوں نے تائید چاہی جس پہ وہ بولی کچھ نہ لیکن محض سر ہلا گئی۔

"اپنا خیال رکھنا ہے اور زیادہ ذہن پہ کوئی چیز سوار نہیں کرنی۔۔ جب بھی کوئی پریشانی ہو تو میں حاضر ہوں ہمیشہ اللہ کی امان، خدا حافظ !" اس کو ہدایت کرتیں وہ رابطہ منقطع کر گئیں تو بیڈ پہ گرنے کے انداز میں لیٹتی چھت کو گھورنے لگی۔

"آہ سیدھی راہ۔۔۔" اپنی ٹیچر سے بات کر کے کچھ تو سکون حاصل ہوا تھا، دل کا جیسے بوجھ ہلکا ہوا تھا۔۔

انسان کچھ پریشانیاں تو خود تک محدود کر سکتا ہے لیکن کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا کہ ضبط جواب دے جائے گا تو دنیا کے سامنے پھٹ پڑے گا۔۔ایسے میں ایک ایسا انسان چاہیئے ہوتا کہ جس سے ہم اپنا دکھ بانٹ سکیں، ہمیں کچھ ایسا کہہ سکے کہ ہمت پیدا ہو۔حیام نے بھی اپنی ایک ٹیچر کو اس وقت کال کی تھی کیونکہ اسے ایک ایسے انسان کی ضرورت تھی جو بس اس کی سنے۔اس نے سنائی جی بھر کے اپنے دل کا غبار نکالا پھر جب تھک گئی تو انہوں نے تھکن جیسے سمیٹ لی،اپنی باتوں سے نصیحتوں سے۔

دماغ تو اب بھی بھاری تھا لیکن پلکوں کا بوجھ گراتے اپنے اعصاب سے بھی تھوڑی دیر بوجھ کو کہیں پھینکنا چاہتی تھی تبھی رات کے اس پہر وہ شاور لیتی وضو کر کے آئی اور اللہ کے سامنے سجدہ ریزہ ہو گئی۔

کہا کچھ بھی نہیں بس غموں کا سیلاب بہاتی رہی اور وہیں نماز کی آغوش میں میٹھی نیند سو گئی۔

__________________**

"اب طبیعت کیسی تھی حیام کی۔۔؟"گاڑی چلاتے ارتسام نے صنم سے پوچھا جو اس کے کندھے سے سر ٹکائے اداس سی لگ رہی تھی۔

حیام کے جانے کے دو دن بعد آج ارتسام اسے لینے آیا تھا اور ابھی بھی وہ اداس لگ رہی تھی۔اداس تو تبھی سے لیکن کون کس کس کو سنبھالتا۔

"ٹھیک تھی۔۔۔"وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"اور تمہاری؟"اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے پوچھا اور بازو پہ رکھے اس کے ہاتھ پہ نرمی سے ہاتھ پھیرا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"اسی انداز میں بولی کہ ارتسام ہلکا سا مسکرایا۔

گھر پہنچتے صنم اندر گئی تو اندر دیبا کو ٹیبل پہ کھانا لگاتے دیکھ حیران ہوئی جبکہ ماتھے پہ شکن واضح ہوئی۔

"یہاں کیوں کھڑی۔۔۔"صنم کو لاؤنج میں کھڑا دیکھ اندر آتے ارتسام نے پوچھنا چاہا جب دیبا کو اپنے گھر دیکھ کہ وہ بھی حیران ہوا۔

"تم کیسے آئی یہاں۔۔۔؟"اپنی کیزاور موبائل وہاں موجود ٹیبل پہ رکھتے ارتسام نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"چاچو آئے تھے گھر ان کو دیکھتے میں آگئی کہ کھانا کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے اور تم بھی آنے والے تھے تبھی کھانا لے آئی۔"اس کے بتانے کے انداز سے صنم کو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی غیر موجودگی میں روز یہی کھانا لا رہی تھی۔

"اتنے دن تو تمہیں یہ احساس نہیں جاگا پھر آج کیوں؟"صنم کے چہرے پہ الجھن بھرے اثراتِ دیکھتے ارتسام نے پوچھا جس پہ صنم کو جیسے سکون کی لہر محسوس ہوئی۔

"ارے میں تو روز ہی آنا چاہتی تھی لیکن مام نہیں آنے دیتی تھیں کہ آپ اکیلے ہیں گھر پہ جیسے مجھ سے آپ کو کوئی خطرہ ہو۔"وہ نازک مزاجی سے کام لیتی کہنے لگی جب صنم نے ارتسام کے ماتھے پہ نمایاں ہوتے بل دیکھے۔

"بہت شکریہ اس سب کا لیکن اس کی کوئی ضرورت، میری بیگم آگئی ہے وہ دیکھ لے گی اپنا گھر۔" بے مروتی سے کہتا وہ اٹھا اور پلیٹس واپس سمیٹنے لگا جب تذلیل سے احساس سے دیبا کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"کوئی بات نہیں ارتسام۔۔اب وہ لے آئی ہے تو کھالیں آپ کی بہن ہے اور بہنیں اتنا تو کر ہی سکتی ہیں۔" ارتسام کے بگڑے تاثرات دیکھتے صنم نے جلدی سے کہا جبکہ بہن کہنے پہ ارتسام متبسم ہوا اور دیبا کا چہرہ مزید سرخ۔

"آؤ دیبا کھانا کھاؤ بھائی کے ساتھ۔" صنم نے جان بوجھ کے اسے کھانے کی دعوت دی جس پہ وہ زبردستی مسکرائی ارتسام کی موجودگی میں، ورنہ اس کا ارادہ کوئی سخت سنانے کا تھا، نہیں کہتے وہ وہاں سے دفع ہو گئی جب صنم ایک ناگوار نظر اس پہ ڈالتی ارتسام کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود بیٹھی۔

"میک اپ والا منہ اس سے سنبھالا نہیں جاتا اور آگئی تھی آپ کو، بابا کو سنبھالنے۔" وہ کھانا پلیٹ میں ڈالتے بڑبڑائی کہ ارتسام نے مسکراتے اسے دیکھا۔

"آپ کیوں مسکرا رہے ہیں آپ کی 'بہن' کھانا دے گئی ہے چیک کریں مزے کا لگ رہا ہے۔" پلیٹ میں پلاؤ ڈالتے اس نے ارتسام کے آگے کیا جبکہ بہن لفظ پہ اس نے کافی زور دیا جس پہ ارتسام کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"جی ضرور کھلائیں۔" وہ سر کو خم دیتا فرمائش کرنے لگا کہ صنم مسکرا دی۔

_______________**

پچھلے گزرے دنوں سب نے اس کے ساتھ اچھا رویہ اپنائے رکھا تھا سوائے اماں بیگم کے، جب بھی ان کو موقع ملتا وہ ضرور اس سے کوئی مشکل کام کرواتی جس سے بعد میں وہ اس کو سناتیں لیکن وہ کچھ بھی نہ کہتی ان کو۔

ابھی وہ کیچن میں چائے بنانے آئی تھی اماں بیگم کے کہنے پہ لیکن آج کچھ بخار بھی تھا اس کو جس کی وجہ سے اچانک چکر سا آیا تو لڑکھڑاتے کپ زمین پہ گر گیا۔۔

"چل اٹھ اور جا جلدی سے تیار ہو جا، اور شکل بھی سنوار اپنی۔" زمین پہ بیٹھتی وہ کرچیاں اٹھا رہی تھی جب بازو سے پکڑ کے جھٹکا دیتے کھڑا کیا تو وہ توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے پیچھے کی طرف گرنے لگی جب انہوں نے اس کے بازو پہ گرفت سخت

کرتے ایک اور آگے کی طرف جھٹکا دیا تو درد کے مارے اس کی دبی دبی سے چیخ نکل گئی۔

"آہ!" ساتھ ہی انکھوں میں آنسوں باہر نکلنے کو بے تاب ہونے لگے، بخار کی تپش کی وجہ سے اس کا بدن بھی درد کر رہا تھا۔

"یہ ڈرامے بند کر لڑکی اور جا یہاں سے، تیار ہو اور اپنے شوہر کے کمرے میں چلی جانا، آیا ہے وہ آج حویلی اور خبر دار اگر تونے اس کے سامنے اپنے یہ ٹسوے بہائے تو۔" درشتگی سے اپنی بات کہی اور دھکا دیتے اس کو چھوڑا تو وہ انکھوں میں آنسوں لیے اپنی رہائش کی جانب بڑھ گئی جہاں وہ آج بھی رہ رہی تھی۔۔

کمرے میں پہنچتے اس نے چارپائی کے پاس پڑی ایک پٹ والی الماری کھولی جو بہت ہی خستہ حالت میں تھی۔اپنا ایک جوڑا نکالا اور ساتھ ہی چھوٹے سے غسل خانے میں داخل ہو گئی فریش ہونے۔ لیکن دل بھی عجیب ہی لے میں دھڑک رہا تھا اپنے شریکِ حیات کو دیکھنے کی چاہ میں، اسے یہاں رہتے ہوئے تقریباً ایک مہینہ ہو چلا تھا اور اس نے اپنے شوہر تک کو دیکھا نہیں تھا، اب وہ ایک مہینے بعد واپس آیا تھا شہر

سے اور اس بات کو سوچتے کہ وہ اس سے ملے گی، اسے دیکھے گی ایک مسرور سی لہر اس کے بدن میں سرایت کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں وہ خود کو فریش کرتی باہر آئی اور دیوار پہ لگے چھوٹے سے آئینے میں خود کو دیکھتے اپنے بال سنوارنے لگی۔ پھر اپنی الماری کی طرف دوبارہ بڑھی اور وہاں سے اپنے بیگ سے چھوٹے سے بُندے نکالے اور مسکراتے انہیں کان کی زینت بنایا، پھر آنکھوں میں کاجل کی ہلکی سی لکیر کھینچی۔

ہلکے نیلے رنگ کی شلوار قمیض جس پہ دھاگے کی کڑھائی کی گئی اور اس کے ساتھ شیفون کا ڈوپٹہ اوڑھے زرد رنگت لیے کمزور سی لیکن دوسرے دنوں کی بانسبت وہ آج کھلی ہوئی لگ رہی تھی۔

دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اپنی معصوم تیاری کے ساتھ کمرے کی دہلیز سے قدم باہر نکالنے لگی اور وہاں سے گزرتی ملازمہ سے اس نے اپنے شوہر کی بابت دریافت کیا۔

"سنو! وہ کہاں ہیں؟ کیا کمرے میں موجود ہیں؟" اس نے ہلکی سی آواز میں دریافت کیا کہ کہیں اماں بیگم نہ سن لیں، اکثر وہ اسے ملازموں سے بات کرنے پہ بھی ٹوک دیا کرتی تھیں۔

"کون، جہانگیر بابا؟ ہاں جی وہ تو تھوڑی دیر پہلے کمرے میں ہی موجود تھے۔" ملازمہ نے ایک نظر اس کی تیاری کو دیکھتے کہا اور آگے باورچی خانے کی طرف چل دی۔

اپنے ننھے سے دل پہ ہاتھ رکھتی وہ بھی چھوٹے خان کے کمرے کی جانب چل دی۔ سیڑھیاں چڑھتے وہ ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔ کمرے کے باہر کھڑے ہوتے اس نے اپنے اعصاب کو نارمل کرنے لیے ایک لمبا گہرہ سانس بھرا اور دروازہ دھکیلتے اندر داخل ہوئی، پورے کمرے کو ایک نظر دیکھتے وہ آرام سے بیڈ کی پائنتی کے قریب بیٹھ گئی یہ سوچ کے کہ جہانگیر ابھی آتے ہی ہونگے۔ پورے کمرے میں اس کی خوشبو اس کی آمد کا پتا دے رہی تھی، سیگریٹ اور پرفیوم کی ملی جلی سمیل، اس کو

سیگریٹ کی سمیل اچھی نہیں لگتی تھی لیکن یہ سوچ کے کہ شاید اس کے جہانگیر پہ جچتا ہو وہ خود ہی مسکرا دی اور بے اختیار اس کے گال دہک گئے اس بات کو سوچتے۔
دس منٹ گزرنے کے بعد اس کا دل بے چین ہو گیا کہ وہ ابھی تک آیا کیوں نہیں، مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا لیکن وہ آیا کمرے میں نہ ہی اس کی کوئی آہٹ، آہستہ سے اٹھ کے دروازے کے قریب آئی اور وہاں دائیں بائیں نظریں گھمائی لیکن وہاں بھی ایک دو ملازم کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

"تمہارے خان سائیں کدھر ہیں؟" حیام کمرے سے باہر آ کے راہداری سے چلتی ہوئی دائیں جانب آئی جہاں ایک ملازم ریلینگ کو کپڑے سے صاف کر رہا تھا۔

"بی بی جی وہ تو تھوڑی دیر پہلے ہی ڈیرے پہ روانہ ہو گئے ابا سائیں سے ملنے۔" اس نے نظریں جھکا کے جواب دیا۔

"وا واپس آئیں گے کیا حویلی؟" ہمت باندھ کے دوبارہ سوال کیا کہ کیا پتا مثبت جواب مل جائے۔

"نہیں بی بی جی! وہ وہیں سے دوبارہ شہر روانہ ہو جائیں گے۔" مؤدب سا جواب دے کے وہ مڑ گیا اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اور ادھر اس کا دل ڈوب گیا ملازم کا جواب سنتے۔

بھلا وہ کیسے بھول گئی کہ جو شخص اس کو نکاح میں لے کے بغیر اسے دیکھے اکیلا چھوڑ گیا اپنے گھر والوں کے رحم و کرم پہ وہ کیسے اب اس کو ایک نظر بھی دیکھے گا۔

آنکھوں میں نمی تیرنے لگی جس کو چھپانے کی اس نے کوشش بھی نہیں کی۔ ڈوبتے دل کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی وہ واپس اپنے پرانے کمرے میں آ گئی اور خالی نظروں سے اپنے کمرے کی دیواروں کو دیکھنے لگی۔

بے بسی کے ساتھ اس کو غصہ بھی آنے لگا کہ ایسی کیا اس کو مجبوری تھی کہ ایک بار بھی وہ یہاں نہیں آیا تھا اور اگر آیا بھی تھا تو اس کو دیکھے بغیر چلا گیا تھا۔۔ اس سے اچھا تھا کہ وہ یہاں آتی ہی نا۔

"گڑیا تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" پاس سے گزرتی گل نے رک کے اس سے پوچھا جو ابھی تک دروازے پہ کھڑی جانے کیا سوچ رہی تھی۔

"وہ ادی میں یہاں جہا۔۔۔ جہانگیر سے ملنے آئی تھی لیکن وہ یہاں ہیں ہی نہیں۔" اس نے کچھ شرمندہ ہوتے جواب دیا، اس کا ذکر کرنے سے وہ جھجھک رہی تھی۔

"ارے وہ تو چلا گیا، مل کے نہیں گیا کیا تم سے ؟" اس نے حیران ہوتے پوچھا کیونکہ دی جان نے بھی اسے یہی کہا تھا کہ جہانگیر آرہا تو اس سے مل کے جائے گا۔

"پتا نہیں ! میں تو یہاں ان کے کمرے میں آئی تھی لیکن وہ تھے ہی نہیں۔" کچھ نادم سا ہوتے جواب دیا تو وہ اس کی معصومیت پہ ہلکا سا ہنس دی۔

"چلیں کوئی بات نہیں تم آؤ دی جان کے پاس چلتے ہیں وہ تم کو یاد کر رہی تھیں۔" اس کو مسکرا کے کہتی آگے بڑھ گئی اور وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیے اس کے پیچھے آنے لگی۔ ابھی اس کا دل کیا کہ اپنی ایک ایک تیاری کو نوچ نوچ کے خراب کرے، اس کا دل کیا کہ وہ اس کے سامنے آئے اور اس کا گریبان پکڑتے اس سے پوچھے کہ اب وہ اس کو کس بات کی سزا دے رہا تھا، کیوں اس کو ایسے ہی

لاوارثوں کی طرح یہاں چھوڑ گیا تھا اگر اتنا ہی اس کو شہر عزیز تھا تو رہتا وہیں ابھی بھی کیوں آیا تھا، اس کو کیوں سولی پہ لٹکایا ہوا تھا۔

____

"گھر سے ہو آئے آپ؟" ڈیرے پہ پہنچتے وہاں عماد نے اس کو پوچھا جو عجلت میں نظر آرہا تھا۔ بلیک پینٹ شرٹ پہنے وہ پچھلے دنوں کی بانسبت جیسے آج تھوڑا فریش لگ رہا تھا۔

"ہاں ہو آیا ہوں، مجھے واپس جانا ہے ارجنٹ ہے۔" اس کے ساتھ ہی چارپائی پہ بیٹھتا خدا بخش کے ہاتھ سے عماد کا لسی کا گلاس پکڑتا ہوا بولا۔

"ابھی گھنٹہ پہلے تو آئے ہیں آپ اور واپس بھی جانا ہے، بھابھی سے مل لیے؟" اسے جہانگیر کے واپس جانے کا سن کے حیرت ہوئے تبھی وہ پوچھنے لگا۔

"نہیں۔۔۔!" یک لفظی جواب دیتے وہ لسی کا گلاس ختم کر گیا۔ اس کا جواب سنتے عماد کو بالکل بھی اچھا نہ لگا۔

"کیوں۔۔؟" عماد نے بھی اسی انداز میں پوچھا۔

"یار ٹائم نہیں ہے پاس، بعد میں ملتے ہیں چکر لگاناٹھیک ہے اللہ حافظ۔"اس کے سوال کو نظر انداز کرتا وہ اٹھااور جانے کے پر تولنے لگا جبکہ اس کارویہ عماد کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

عماد کی پیچھے سے پکار کو نظر انداز کرتا وہ گاڑی میں سوار ہوتا وہاں سے شہر کی جانب نکل پڑا۔

________________**

کمرے میں جیسے ہی قدم رکھاتو حُقے کی خوشبوناک کے نتھوں سے ٹکرائی جس پہ بغیر کوئی تاثر دیے وہ کمرے کادروازہ بند کرتی چھوٹے چھوٹے قدم لیتی بیڈ کے ایک کنارے پہ جاکے بیٹھ گئی۔

"میری دھی اتنی اداس کیوں اے؟ کی جہانگیر مل کے نہیں گیا؟"دی جان نے اپنے پاس آنے کااشارہ کرتے اس کے اداس چہرے کو دیکھتے پیار سے پوچھاتواس نے ہلکاسانفی میں سر ہلایا۔حُقے کو سائیڈ پہ کرکے وہ ان کے برابر آکے بیٹھ گئی، سر ہنوز جھکایاہواتھا۔

"تاں پریشان ہونے کی کیا ضروت اے دھی، وہ تو ہے ہی کم چور، ایک نمبر دا بھلکڑ۔ ہن آئے گا تے کان کھینچوں گی اس کے۔" دی جان نے اسے اپنے سینے سے لگاے پیار سے کہا اور آئندہ جہانگیر کے لیے منصوبے بنانے لگیں، ان اب کو خود سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ایساری ایکٹ کیوں کر رہا ہے۔

"کھانا کھایا؟" پیار سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کے پوچھا اب لی بار روہانسی انداز میں بولی۔

"مجھے تاں لگ رہا کہ تجھے بہت تیز بخار ہو گیا ہے۔" انہوں نے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں دی جان بس ہلکا سا بخار ہے اور کچھ نہیں، تھوڑی دیر تک ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے دی جان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے پیار سے کہا۔

"چلا آ جا مل کے کھانا کھاتے ہیں، اور میری بات سن لے کان کھول کے، جہانگیر کی بیوی ہے تو اس کے کمرے میں رہا کر، اس اماں بیگم کی زیادہ سننے کی ضرورت نہیں ابھی میں زندہ ہوں۔"

انہوں نے زرا سخت لہجہ اپنایا کیونکہ وہ پہلے بھی کئی بار کہہ چکی تھیں کہ اپنے کمرے میں رہا کرے لیکن اماں بیگم کے کہنے پہ اس چھوٹے سے کمرے میں رہتی تھی جہاں اس کا حق نہیں تھا رہنے کا کیونکہ وہ گھر کے ولی وارث کی بیوی تھی تو کیوں اس کو حقیر سمجھا جاتا۔

"اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میری بات پہ اچھا کہہ کے تو پھر وہاں چلی جاتی ہے لیکن اب ایسا نہ ہو۔" انہوں نے اس کی عادت کو دیکھتے بھی رعب سے کہا کیونکہ وہ بہت بار اس کو کہہ چکی تھی کہ جہانگیر کے کمرے میں رہا کرے، یہاں سے اچھا کہہ کے چلی جاتی تھی لیکن پھر رات کو وہی پائی جاتی تھی۔۔

ایک دو بار اصفحان اس سے ملنے آیا تھا تب دی جان نے اصفحان کے سامنے یہ بات رکھنے کی کوشش کی لیکن حیام خود موضوع بدل جاتی تھی۔۔اس کے دماغ میں بھی جو چلتا تھا وہ دی جان سمجھنے سے قاصر ہوتی تھیں۔۔

______*_______**

اس کے نکاح کو مہینہ ہو چلا تھا لیکن وہ اپنے آپ کو ذہنی طور پہ تیار نہیں کر پا رہا تھا واپس جانے پہ، وہ چاہ کے بھی عماد کو یہ نہیں کہہ پایا تھا کہ وہ حیام سے سامنہ کرنے پہ ڈر رہا تھا، اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ حیام اس کو پہلی بار دیکھے گی تو کیا ری ایکشن دے گی بلکہ اس کی وجہ کیف تھا۔۔

وہ جانتا تھا کہ حیام کیف کی پسند تھی سب سے پہلے کیف نے اسے ہج تو بتایا تھا اور اب اس کی پسند جہانگیر کی دسترس میں تھی بھی اور نہیں بھی، وہ کیسے اپنے ذہن سے یہ سوچ نکالے۔۔یہی بات اس کو ستائے جا رہی تھی اسے کیف کا خوف کھائے جا رہا تھا۔

جس دن اسے گولی لگی تھی تب اصفحان اور جہانگیر اس کو ہڑ بڑی میں اسپتال لے گئے تھے، گولی کندھے پہ لگی تھی جس کی وجہ سے اس کے مسلز کافی ڈیمج بھی ہوئے تھے۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آپریشن تھیٹر میں اس کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں جن پہ ڈاکٹرز کے ساتھ ساتھ اصفحان بھی بوکھلا گئے تھے۔

"جی۔۔۔!" دفعتاً گاڑی میں اس کے موبائل کی چنگھارتی آواز گونج اٹھی تبھی کان میں بلوٹوتھ لگاتے دوسری جانب پوچھنے لگا۔

"جی رستے میں ہوں، کیا آنا ضروری ہے؟ اوکے بس آدھے گھنٹے میں پہنچتا ہوں اوکے اللہ حافظ۔" کافی دنوں سے وہ اپنی نیند پوری نہیں کر پارہا تھا تبھی اب بھی جیسے آنکھوں میں نیند کی سرخی چھائی ہوئی تھی۔

اور اب اچانک ضروری کال آنے پہ اس کو جانا تھا۔ کیس کی سنوائی بھی ہونے والی تھی ایک دو دن میں، ایک ساتھ ہی وہ تین چار مشکلات میں گھیرا ہوا تھا جس سے وہ اعصابی تھکن کا حد سو زیادہ شکار تھا۔

___________________**

"آپ اپنا سارا سامان تیار کر کے رکھ لیں، ہم سعیدہ کو کہتے ہیں وہ آپ کا سارا سامان خان کے کمرے میں رکھوادے گی پھر آپ انہیں کے کمرے میں رہیے گا۔ ٹھیک

ہے۔"تائی جان پیار سے سمجھا کہ اس کی گال کو تھپکا تو وہ بھی سر ہلا کے اپنے کمرے کی جانب چل دی جہاں سے اس کو اب سارا سامان سمیٹنا تھا۔

تھکے قدموں سے وہ اپنے سابقہ کمرے میں پہنچی اور اپنی الماری کھول کے اس میں سے کپڑے نکال کے ان کو ترتیب سے ایک جگہ رکھنے لگی کہ ملازمہ ایسے ہی جا کے روم میں سیٹ کر دے، پھر کچھ ضروری سامان خود وہ سمیٹ کے کمرے میں جانے لگی۔

اس کا آدھا سامان پہلے پی جہانگیر کے کمرے میں تھا یہاں بس اس نے اپنا ضروری سامان رکھا ہوا تھا۔

کمرے مین پہنچ کے ایک بار پھر اس کی خوشبو محسوس کرتے اس نے لمبی سانس خارج کی اور جو اپنی ضروری چیزیں ساتھ لائی تھی ان کو جگہ پہ رکھنے لگی، اتنے میں سعیدہ دو اور ملازموں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی جن کے ہاتھوں میں باقی کی چیزیں تھیں۔۔۔

"بی بی جی آپ بتاتی جائیں کہ کون سی چیز کہاں رکھنی ہے تاکہ آپ کی مرضی سے سیٹ ہو سب۔" سعیدہ نے دونوں ملازموں کو ایک جگہ رکنے کا اشارہ کرتے اس سے پوچھا تو اس نے مسکرا کے سر اثبات میں ہلایا۔

"آپ ان کے کپڑوں کو ایک سائیڈ پہ کر دیں اور دوسری طرف میرے رکھ دیں۔" اس نے مسکرا کے مگر جھجھک کے کہا۔

سعیدہ نے وارڈروب کا ایک پٹ وا کیا اور اس میں جہانگیر کے کپڑوں کو ترتیب سے سائیڈ پہ کرنے لگی۔

"سنو! ان کی کوئی تصویر نہیں ہے کیا یہاں پہ۔" سعیدہ کو کام کرتے دیکھ اس نے کچھ جھجھک کے مگر مضطرب انداز میں پوچھا۔

"بی بی جی خان سائیں کو تو جی عادت ہی نہیں ہے ان سب کی۔" اپنی چھوٹی بی بی کی اضطرابی حالت دیکھتے وہ مسکرا کے کہتی اس کو اداس کر گئی۔

"بی بی جی آپ یہ خان سائیں کا کچھ سامان ہے اس کو خود کہیں اچھی جگہ رکھ دیں ورنہ گم ہونے پہ ہم پہ غصہ کریں گے۔" الماری کی سلیب پہ کچھ فائل پڑی دیکھ کہ

ان کا پلندہ اس کے ہاتھ تھمایا تو وہ دوپٹہ سیٹ کر کے اس نے وہ پلندہ احتیاط سے پکڑا اور کمرے میں نظریں دوڑائیں کہ کہاں رکھا جائے، ابھی کچھ پتا نہیں تھا تو کچھ سوچتی وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے نیچے بنے لاکر کو کھولتے ان سب وہ وہاں احتیاط سے رکھ دیا تاکہ بعد میں یاد بھی رہے۔

"بی بی جی آپ کو اماں بیگم بلا رہی ہیں باورچی خانے میں۔" اس کے ہاتھ تھمے تو وہ پیچھے گردن گھما کے دیکھنے لگی جہاں دروازے پہ کھڑا ملازم اسے بلاوا دے رہا تھا۔

"آرہی ہوں۔" دراز بند کرتی وہ اٹھی اور سعیدہ کو کام مکمل کرنے کی تلقین کرتی وہ باہر آئی اور نیچے پہنچتے کیچن میں گئی۔

"جی آپ نے بلایا۔۔۔۔" حیام وہاں کھڑی ہوتے وہ ان کے چلتے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"جہانگیر کیوں چلا گیا پہلے ہی وہ تو آج رکنے آیا تھا نا تو کیا بات کوئی تم دونوں میں کہ وہ پہلے چلا گیا۔" اس کی طرف متوجہ ہوتی وہ سرد لہجے میں بولیں کہ ان کی بات کو سمجھنے لگی۔

"میری تو ان سے کوئی بات کیا ملاقات بھی نہیں ہوئی تو میں نہیں جانتی۔" وہ آہستہ سے بتانے لگی۔

"اماں سائیں۔۔۔۔ باہر کوئی آیا ہے گیٹ پہ کھڑا شور شرابا کر رہا ہے ادا سائیں بھی یہاں نہیں تو کیا کریں۔" باہر سے ملازم نے ہانپتے ہوئے آتے ہی اطلاع دی تو اماں بیگم نے ایک اچٹتی نظر سے اسے دیکھا۔

"تم جاؤ کمرے میں، بخار تھا تمہیں جاؤ جا کے آرام کرو۔" سپاٹ لہجے میں کہتی اس کو وہاں سے بھیجتیں وہ باہر آئیں جہاں باہر موجود شخص کو دیکھتے بے ساختہ ہی ان کا دھیان اپنی 'بیٹی' کی طرف گیا کہ یہ شخص اب یہاں کیا لینے آیا تھا۔۔

"خدا بخش!" خود حویلی کے گیٹ پہ جانے کے بجائے انہوں نے خدا بخش کو آواز دی جو خود اس آدمی کو گھور رہا تھا اماں بیگم کے پکارنے پہ وہ ان کی طرف آیا۔

"جی اماں بیگم۔۔!" وہ مؤدب سا ان کے سامنے کھڑا ہوا۔

"اس کو کسی بھی طریقے سے یہاں سے بھیجو، ابھی گھر پہ کوئی نہیں ہے خوامخواہ یہاں ہنگامہ ہو جائے گا، پتا نہیں اتنے سالوں بعد یہاں کیا لینے آ گیا ہے۔" اماں بیگم

سائیڈ پہ ہو تیں خدا بخش کو حکم دینے لگیں جس پہ وہ جی اچھا کر کے اس آدمی کو وہاں سے بھیجنے لگا۔

"اماں بیگم مجھ سے تو وہ لڑنے پہ آگیا تھا، بڑی مشکل سے باقی ملازموں کو بھی بلا کے یہاں سے بھیجا ہے اور یہ آج نہیں پہلے بھی تین چار بار آچکا ہے۔" اس آدمی کو وہاں سے بھیجتے خدا بخش نے آتے کہا اور پچھلی باتیں بھی ہلکی پھلکی بتائیں جس پہ وہ مزید پریشان ہو گئیں۔

"اچھا بھی۔ تم جاؤ اور آئندہ یہ نظر آئے تو یہاں حویلی تک نہ آنے دینا میں ابا حضور اور دی جان کو بتاتی ہوں۔" وہ پریشانی سے کہتی اندر کی جانب گئیں تو کیچن سے باہر آتی گل پہ نظر پڑی۔

"دعا کہاں ہے؟" اس کے پاس سے گزرتے انہوں نے پہلے دعا کا ہی پوچھا۔

"وہ حیام کے پاس کمرے میں ہے، حیام کو بخار ہے بہت تو بس وہی میں بھی جا رہی تھی۔" گل نے آہستہ سے کہا کیونکہ وہ اماں بیگم سے حیام کے بارے میں بات کرتے ڈرتی تھی کیونکہ ایک بار وہ اس کو بھی ڈانٹ چکی تھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے جاؤ۔" آہستہ سے کہتی وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

ایسا نہیں تھا کہ انہوں نے حیام کو کبھی مارا ہو یا اس پہ ظلم ستم ڈھایا ہو، وہ بس اپنے بیٹے کی جدائی میں اس کو دیکھتی تلخ ہو جاتی تھیں لیکن آج جب جہانگیر ان سے ملا تو انہوں نے محسوس کیا کہ ایک بار بھی اس نے حیام کا نہیں پوچھا تھا شاید وہ بھی انہیں کی طرح اس کے ساتھ یہ سب کر رہا تھا' یہ ان کی سوچ تھی، جس کو سوچتے وہ خوامخواہ ہی شرمندہ ہوئیں۔

حیام سے جب انہوں نے پوچھا کہ جہانگیر کیوں گیا تو اس کا آگے سے کہنا بات تو دور وہ اس سے مل کے بھی نہیں گیا تو انہیں چھبا تھا، جیسے حیام کی آنکھوں سے امید کے ٹوٹنے کی کرچیاں بکھرتی محسوس ہوئی تھیں۔۔

وہ بس اس سے تلخی سے بات کر جایا کرتی تھیں جبکہ باقی سب گھر والے تو اس سے نرمی سے پیش آتے تھے، انہوں نے بھی نوٹ کیا تھا کہ ایک بار بھی اس نے آگے سے زبان نہیں چلائی تھی نہ ہی کوئی احتجاج کیا تھا بس ان کے حکم پہ سر جھکا جاتی تھی۔۔

حیام کے ساتھ وہ اپنا رویہ ایسا بالکل بھی نہیں رکھنا چاہتی تھیں لیکن بیٹے کی محبت میں وہ فراموش کر جاتی تھیں کہ یہ بھی انہیں کے بیٹے کی بیوی تھی اب۔
اور اب جب ان کو ساری بات پتا تھی تو وہ اپنا رویہ اس کے ساتھ بہتر کرنا چاہ رہی تھیں جس کو وہ پچھلے ایک مہینے سے خراب کیے بیٹھی تھیں۔

________________**

"صنم۔۔۔!" ہمیشہ کی طرح گھر مین داخل ہوتے اس نے اپنے سامنے صنم کو دیکھنا چاہا لیکن وہ آج بھی کاموں میں مصروف تھی۔
"صنم!" آج اس کو کپڑوں کے ساتھ مغزماری کرتے دیکھ ارتسام کا موڈ سخت خراب ہوا جس پہ وہ مزید کچھ کہے بغیر کمرے میں چلا گیا۔
"ارے آپ آ گئے۔۔۔" اس کی آواز سنتے وہ جلدی سے کپڑوں کے ڈھیر کو سائیڈ پہ رکھتی کمرے میں آئی تو وہ چینج کر چکا تھا۔
"کھانا لاؤں۔۔؟" اس کو بیڈ کی طرف جاتا دیکھ وہ پوچھنے لگی۔

"بھوک نہیں!" اتنا کہہ کے وہ بیڈ پہ چڑھ کے بیٹھ گیا اور لیپ ٹاپ کھول کے بیٹھ گیا، صنم اس کے سنجیدہ رویے کو دیکھتی کیچن میں چلی گئی جب کل کی طرح آج پھر دیبا اسی وقت ٹپک پڑی۔

"ارے صنم ارتسام آ گئے کیا۔۔۔؟" وہ چہکتی ہوئی آتے پوچھنے لگی۔

"نہیں۔۔۔!" جانے کیوں لیکن دیبا کا یہاں آنا اس کو زرا پسند نہیں تھا تبھی وہ جھوٹ سے کام لے گئی۔

"لیکن اس کی گاڑی تو باہر کھڑی ہے۔" وہ مشکوک نظروں سے دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"ہاں وہ ابھی کسی کام سے باہر گئے ہیں، اپنی گاڑی چھوڑ کے۔۔" وہ ایک ایک لفظ جتا کے بولی اور مزید بات کیے بغیر وہاں سے کیچن میں چلی گئی۔

دیبا اس کا لہجہ محسوس کرتی خود ہی منہ بسوڑے وہاں سے گئی تو صنم کمرے میں داخل ہوئی جہاں وہ اب بھی لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔

باتھ میں گھستی وہ زرا فریش ہو کے اپنا حلیہ درست کرتے آئی اور ارتسام کے پاس ہی بیڈ پہ اپنی سائیڈ آتی بیٹھ گئی۔

ارتسام بنا کوئی بات کیے اپنے کام میں مشغول رہا جب صنم کو بوریت ہونے لگی کہ وہ اس کو دیکھنے کے بجائے لیپ ٹاپ پہ بزی تھا۔

"ارتسام۔۔۔" مزید کچھ پل بیبیت کے بعد صنم نے خود ہی پکارہ جس سے اس کی چلتی انگلیاں تھم گئیں۔اپنے نام کی پکار پہ وہ بہت مشکل سے اس نے مسکراہٹ ضبط کی لیکن صنم کو جواب پھر نہ دیا۔

"ادھر دیکھیں۔۔" پکارنے پہ بھی جب وہ متوجہ نہ ہوا تو صنم نے اس کے چہرے کو اپنی طرف کیا تو ارتسام نے اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا کام ہے۔

"کیا کر رہے ہیں؟ چھوڑیں اسے۔" اپنا نظر انداز ہونا اس کو چبھ رہا تھا تبھی منہ بناتے بولی۔

"صنم یار کام کرنے دو۔" اس کے معصوم چہرے سے نظر ہٹاتا وہ دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا تو صنم منہ بناتی بیڈ سے اٹھی اور گھر کی لائٹس دروزے وغیرہ بند کر کے آئی لیکن وہ ابھی بھی ویسا ہی تھا۔

چپ چاپ وہ اپنی جگہ لیٹتی خود پہ لحاف اوڑھ کے آنکھیں موند گئی سونے کے لیے، سیدھا سیدھا ناراضگی کا اظہار تھا۔۔

پانچ منٹ گزرنے کے بعد جب دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی تو ارتسام نے تھوڑا اس کی جانب جھکتے دیکھا تو وہ سو چکی تھی۔

"اتنی جلدی سو گئی! کیا میرے ناراض ہونے کے انتظار میں تھی یہ کہ جلدی سے سونے کی تیاری کرے۔" وہ حیرت سے اس کی بند آنکھوں کو دیکھتا بڑبڑایا اور لیپ ٹاپ باقی چیزیں سمیٹتا سائیڈ پہ رکھتا خود بھی سونے کے لیے لیٹ گیا۔

"میرا اگنور کرنا برداشت نہیں ہوا صنم جان اور ناراض ہو کے سو گئی، تمہیں بھی تو احساس کرنا چاہیئے میرا کہ آفس سے آتے ہی تمہیں دیکھنا ہوتا ہے بس لیکن تم اپنے

فضول کے کام کہاں چھوڑتی ہو۔"اس کا رخ اپنی طرف موڑتے انگلیوں کے پوروں سے چھوتے آہستہ آواز میں شکوہ کر رہا تھا۔

سرد آہ بھرتے اس کو اپنے حصار میں لیتے خود بھی سونے کے لیے آنکھیں موند گیا تو تھوڑی دیر میں ہی نیند مہربان ہو گئی اس پہ۔

__________________**

ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اپنی نیند کو پانے میں ناکام رہا تھا، وہ چاہ کے بھی اپنی آنکھوں سے وہ منظر نہیں اوجھل کر پا رہا تھا، کہ کس طرح وہ اس کی آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر پایا تھا الٹا مجرموں کی طرح خود کو تنہا کر بیٹھا تھا۔

"میں کیا کروں؟ مجھے سکون کیوں نہیں آ رہا؟" بے بسی سے کہتے اس نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"میری وجہ سے وہ اس طرح کی زندگی گزار رہی ہے، میری وجہ سے خوشیاں روٹھ گئی ہیں۔۔"عماد کرب سے سوچتے اپنے بیڈ سے اٹھا اور چلتا ہوا بالکونی میں آیا جہاں ہوا کے تھپیڑوں نے اس کا استقبال کیا۔

رات کی تنہائی کے ساتھ ساتھ اس کو اپنا وجود بھی بالکل تنہا محسوس ہو رہا تھا،اس کی ندامت اس کو ہتھوڑے کی طرح اپنے سر پہ پڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھے کسی بھی طریقے سے اسے یہاں واپس بلانا چاہیے تاکہ حیام 'زندگی تو ٹھیک سے گزار پائے،ایک بوجھ تو میرے سر سے اترے ورنہ یہی مجھے کھائے جائے گا۔"آسمان پہ نظریں مرکوز کیے اس نے سوچا اور کچھ فیصلے ترتیب دینے لگا۔

________________________**

"لالہ کہاں ہیں یار آپ۔۔۔؟"جہانگیر ابھی ابھی اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تھا جب اسے عماد کی کال آئی۔۔

اپنا بیگ صوفے پہ رکھتے، پاؤں کی مدد سے ہی اپنے شوز اتارنے لگا،ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے صوفے پہ گرنے کے انداز میں بیٹھتے اپنی کنپٹی مسلنی شروع کی۔

"ابھی ابھی واپس آیا ہوں گھر۔۔۔"تھکن زدہ لہجے میں کہتے کیچن کی جانب نظریں اٹھائیں،ابھی شدت سے خواہش ہوئی کہ کوئی بن مانگے پانی پلا جاتا۔۔

"تم بتاؤ کیسے کال کی اس وقت؟"اپنے خیالات کو جھٹکتے خود ہی اٹھا اور کیچن میں ننگے پاؤں آتے گلاس پانی سے بھرنے لگا۔

"میری چھوڑیں آپ،آپ کو کچھ یاد بھی ہے کہ آپ کے پیچھے یہاں ایک وجود آپ کے نام پہ بیٹھا ہے اور آپ وہاں جا کے بیٹھے ہیں جیسے یہاں کوئی اپنا ہے ہی نہیں۔"عماد نے سنجیدگی سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا جبکہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی جہانگیر پہ غصہ کرنے سے خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔

"جانتا ہوں۔۔"وہ بس اتنا ہی کہہ پایا۔

"کیا مطلب جانتا ہوں،کوئی فکر بھی ہے اس کی کہ نہیں۔"عماد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یار بزی تھا میں۔۔۔"وہ جیسے اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔

"کہاں بزی تھے لالہ حد کرتے ہیں، کیس کی سنوائی میں بھی تب آپ کے پاس تھا میں اور کیف کے پاس دادا جان ہر ہفتے چکر لگا جاتے ہیں، بڑے بابا بھی وہی موجود ہوتے ہیں پھر آپ کیوں ایک دن بھی یہاں نہیں آرہے، آپ جانتے بھی ہیں حیام نے اپنی طبیعت خراب کی ہوئی ہے۔ڈیڑھ ماہ ہو گیا ہے یار لیکن آپ ایک بار بھی اس سے نہیں ملے وہ کیا سوچے گی کہ آپ اسے کس بات کی اب سزا دے رہے ہیں۔" عماد جیسے آج حساب بے باک کرنے پہ تلا ہوا تھا تبھی وہ جہانگیر کے بڑے ہونے کی پرواہ کئے بغیر بولتا چلا گیا۔

"اپنا خیال رکھنا۔۔۔" اس میں مزید ہمت نہیں تھی کچھ سننے کی تبھی اتنا کہہ کے رابطہ منقطع کر گیا اور پانی کے دو گلاس پیتے صوفے پہ پیر سیدھے لیٹ گیا۔

کیف کے آپریشن کے بعد ڈاکٹرز نے یہ تو خوشی کی خبر سنائی تھی کہ آپریشن کامیاب گیا لیکن اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا، مزید چوبیس گھنٹوں میں وہ کومے میں جا چکا تھا، اس کا دماغ کام نہیں کر پا رہا تھا ڈاکٹر نے ایک طرف سے انہیں اچھے کی امید دلائی تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ کوئی گارنٹی نہیں کہ اسے کب ہوش آئے یا اسی

دوران اس کی ڈیتھ ہو جائے، آج ڈیڑھ ماہ ہو چکا تھا لیکن وہ ابھی بھی ویسی ہی حالت میں تھا۔۔

جہانگیر نکاح کرنے کے لیے اسی لیے راضی نہیں تھا کہ کیا پتا کیف کو جلد ہوش آ جائے لیکن دوسری طرف جرگے کا دباؤ اس کو مشکل میں ڈال گیا تب دادا جان اور اصفحان کے اصرار پہ اس نے نکاح کی حامی بھری تھی۔ کیف کی حالت تھوڑے دن پہلے ہی باقی گھر والوں کو بھی بتائی تھی کہ ڈاکٹرز کے مطابق وہ ر کوری کر رہا تھا۔۔ کیف کے زندہ ہونے کی بات سے سب گھر والے واقف تھے یہاں تک کہ حیام بھی لیکن وہ کیا شکوہ شکایت کرتی کسی سے، اب تو ہو چکا تھا جو ہونا تھا۔

گھر کے افراد کے علاؤہ یہ بات باہر گاؤں میں کسی کو بھی معلوم نہیں تھی کہ کیف زندہ ہے، سب بس اس کے اٹھنے کا انتظار کر رہے تھے اور اسی لمحے سے جہانگیر ڈر رہا تھا جب وہ حیام کے بارے میں پوچھے گا تو کیا کہے گا، بس اسی وجہ سے وہ بھاگ رہا تھا ہر چیز سے۔

کیف کو گولی غلطی سے نہیں بلکہ جان بوجھ کے ماری گئی تھی کیونکہ جہانگیر نے اس گولی کا خود ٹیسٹ کروایا تھا جس سے اصفحان اور اسے معلوم ہوا تھا کہ جس رائفل سے گولی چلی تھی وہ ان میں سے کسی کے پاس نہیں تھی اور نہ ہی ملازموں کے پاس تھی، تبھی اس کے زندہ رہنے کی بات کو گھر والوں کے جاننے کے علاوہ پوشیدہ کر رکھا تھا کہ جب وہ مکمل صحت یاب ہو گا تبھی سب کو خود ہی معلوم پڑ جائے گا۔

جبکہ اس کے برعکس عماد کہیں نہ کہیں خود کو قصوروار سمجھ رہا تھا کیف کی حالت کا، اس کے خیال میں گولی اس سے چلی تھی، جہانگیر کو اس کی سوچ کا علم نہ تھا ورنہ وہ عماد کو ایسا ہرگز سوچنے نہ دیتا جو اسے تکلیف دے رہا تھا۔

صوفے سے اٹھتے ایک فیصلہ کرتا کیچن میں گیا اور فریج سے دو سیب نکالتے گاڑی کی کیز پکڑتا باہر نکل گیا۔

________________**

یہاں رہتے یہ دوسری بار تھا کہ اس کی طبیعت پھر سے بگڑ گئی تھی، دل ہی دل میں جہانگیر نامی انسان کو سو کیا ہزاروں بار صلواتیں سنا چکی تھی جو اسے اس رشتے میں باندھ کے خود جانے کہاں مزے سے رہ رہا تھا۔

گل اور دعا آج اس کے پاس سو رہی تھیں کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ وہ دونوں تو کب کی سو چکی تھیں لیکن اس کو نیند نہیں آ رہی تھی تبھی وہ اپنی بالکنی میں کھڑی ٹھنڈی ہوا کو محسوس کر رہی تھی۔ خود کو اس نے اچھے سے شال میں لپیٹ رکھا تھا جبکہ کپکپی ابھی بھی طاری تھی اس پہ۔

اپنی طبیعت کو بگڑتا محسوس کرتے وہ دوبارہ اندر آئی روم میں، اماں بیگم کا رویہ اب قدرے بہتر تھا اس سے اب وہ اس سے تلخ کلام نہیں کرتی تھیں جو حیام کو اچھا لگا تھا اور دی جان کی سخت ہدایت پہ وہ جہانگیر کے کمرے میں ہی رہ رہی تھی تب کی۔

اندر آتے اس نے غیر ارادی طور پہ الماری کا پٹ وا کیا اور ایسے ہی وہاں دیکھنے لگی جب اس کو ایک وہاں پہ فریم نظر آیا۔

آنکھوں میں الجھن لیے اس نے وہ الٹا فریم جو الماری کی پچھلی پاکٹ میں تھا نکالا اور سیدھا کر کے دیکھا۔۔

فریم دیکھتے وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی کیونکہ یہ اس کی بچپن کی تصویر تھی۔۔

"یہ یہاں کیسے۔۔۔؟" فریم کو اٹھائے وہ اپنی جگہ پہ آتی بڑبڑاتی دیکھنے لگی۔

یہ بہت پرانی اس کی تصویر تھی وہ اس تصویر میں اصفحان کی گود میں چڑھی بیٹھی کھلکھلا رہی تھی۔اصفحان کی تصویر دیکھتے وہ بے ساختہ ہی مسکرا دی جبکہ ذہن میں ابھی بھی سوال تھا کہ یہ یہاں آئی کیسے وہ بھی جہانگیر کے کمرے میں۔

_________________**

"پتا نہیں خود کو سمجھتی کیا ہے جاہل پینڈو گوار۔" گھر داخل ہوتی ہی وہ غصے سے وہ اپنا دوپٹہ کھینچتے پھینک گئی۔

"کیا ہوا کیوں اتنا غصہ کر رہی ہو؟" رکیہ بیگم رات کے اس پہر اس کو باہر سے آتا دیکھ حیرت سے اپنے نائٹ ڈریس میں چلتی اس کے پاس آتی پوچھنے لگی۔

"وہ ارتسام کی بیوی جانے کیا سوچتی ہے خود کو جیسے وہ حور پری ہے کہ اس کے علاوہ ارتسام کسی کو دیکھے گا بھی نہیں، گئی تھی میں ادھر تو مجھ سے بکواس کرنے لگی کہ ارتسام گھر نہیں حالانکہ میں نے خود اس کی گاڑی باہر دیکھی تھی۔" ضبط سے اپنی آنکھیں میچی اپنی ماں کو بتانے لگی جس پہ وہ چالاکی سے مسکرائیں۔

"تو تمہیں کس نے کہا تھا کہ اس سے پوچھتی تم ڈائریکٹ اس کے کمرے میں جاتی، اب کیا تم کسی کے حکم کی محتاج ہو۔" انہوں نے اس کے پاس بیٹھتے جیسے اس کی عقل پہ ماتم کیا جس پہ وہ ان کو دیکھنے لگی۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں۔ بھلا میں کیوں اس کے حکم پہ چلوں میری مرضی جہاں مرضی جاؤں میں۔" وہ گردن اکڑا کے کہنے لگی اور اپنی ماں کو گڈ نائٹ کہتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"آج کل کی لڑکیاں جانے کیا سمجھ بیٹھتی ہیں خود کو۔ اس میں ایسا ہے کیا جو ارتسام میری بیٹی کو چھوڑ کے اس جاہل کے پیچھے پڑا ہے۔" اپنے کمرے میں جاتی وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھیں۔

________________**

رات کے گیارہ بجے وہ اس وقت ایک فلیٹ میں داخل ہوا جہاں لاؤنج کی لائٹس بند تھیں لیکن ایک کمرے میں ہلکی سی روشنی جل رہی تھی، آہستہ سے قدم لیتا وہ کمرے میں داخل ہوا جہاں اظہر صاحب لیٹے نظر آئے ساتھ ہی ان کے قریب کیف بے سدھ لیٹا تھا۔

آہستہ سے اس کے قریب آتے بالوں پہ ہاتھ پھیرنے لگا اور سائیڈ سے اس کی میڈیکل رپورٹ چیک کرنے لگا۔

فائل کو واپس ٹیبل پہ رکھا تو اظہر صاحب کی آنکھ کھل گئی۔

"ارے اس وقت آئے عاصم خیریت۔۔!" گھڑی میں وقت دیکھتے انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"جی بابا بس دیکھنے آیا تھا اس کو۔" کیف کے پاس ہی بیٹھتا وہ اداسی سے بتانے لگا۔

"تھکے لگ رہے ہو۔۔۔" اس کے چہرے کی جانب دیکھتے انہوں نے مسکرا کے پوچھا کیونکہ وہ جانتے تھے صبح اپنے کام سے واپس آتے پھر وہ کیس کو لے کے بھی

تھوڑا کام کرتا پھر آفس ورک بھی دیکھ لیتا کبھی کبھی لیکن یہ تھکان جسمانی کے ساتھ ساتھ ذہنی بھی تھی۔

"جی بس تھوڑی سی۔۔۔" وہ ہلکا سا مسکاتے گویا ہوا اور نظریں پھیر لیں۔

"تمہاری دادی تم سے سخت خفا ہیں ان سے بچ کے رہنا کیونکہ غالباً تم گاؤں کے لیے نکلنے والے ہو۔" اس کی تیاری دیکھتے انہوں نے کہا تو بے ساختہ ہی وہ ہنس دیا۔

"وہاں تقریباً سبھی خفا ہیں مجھ سے اتنی دیر بعد جو جا رہا ہوں میں۔" اظہر صاحب کو دیکھتے کہا اور ان کو آرام کرنے کا کہتے دوسرے کمرے چلا گیا کیونکہ رات بہت ہو چکی تھی اب اس کا ارادہ صبح جانے کا تھا۔

"چل جہانگیر صبح ایک نئے امتحان کے لیے تیار رہ۔" بیڈ پہ لیٹتے اس نے بیچارگی سے سوچا۔ یہ فلیٹ بھی اسی کا تھا لیکن کبھی استعمال نہیں کیا تھا اب کیف کی حالت کی وجہ سے کام آ گیا تھا، اسے زیادہ دن اسپتال میں نہیں رکھ سکتے تھے یہاں اس کے لیے نرس کا بھی ارینج کیا تھا اور اظہر صاحب ایک دن بعد ضرور یہاں چکر لگاتے تھے۔

_______________**

صبح اس کی آنکھ کھلی تو دعا اور گل کمرے میں موجود نہیں تھیں، رات کو وہ تصویر دیکھتے دیکھتے جانے کب نیند کی وادیوں میں گھومنے نکل گئی اس کو کوئی خبر نہیں تھی، شاید دوائیوں کا اثر تھا کہ لیٹتے ہی نیند نے آلیا۔

اپنی آنکھیں کھولتے اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھنا چاہا تو حیرت زدہ ہو گئی کہ دس بج گئے اور وہ ابھی تک سو رہی تھی جبکہ یہاں سب جلدی اٹھ جاتے تھے، اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تو نقاہت و کمزوری سے اٹھا نہ گیا۔ بخار کم ہونے کے بجائے شدت اختیار کر گیا تھا۔ بامشکل خود کو سنبھالتے اٹھی اور فریش ہونے چلی گئی، جسم ٹوٹ رہا تھا جیسے آہستہ سے قدم لیتی وہ واشروم سے باہر آئی تو اپنی سائیڈ پہ فریم رکھا نظر آیا تبھی دماغ میں رات کا منظر لہرایا کہ وہ اس تصویر کو دیکھ رہی تھی جو غالباً اسی کی تھی۔۔

کچھ سوچتے وہ تھکے قدم اٹھاتی وارڈروب کی جانب پھر سے آئی اور اسے ٹٹولنے لگی، جہاں یہ تصویر تھی وہیں اس کو ایک اور فریم ہاتھ لگا۔ پچھلی پاکٹ سے فریم نکالتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے دیکھنا چاہا، اس کو یاد تھا کہ گل سے پوچھنے پہ اس نے بتایا تھا کہ جہانگیر تصاویر نہیں بنواتا تھا لیکن ایک دو ہیں وہ بھی اسی کے پاس ہیں، بس یہی سوچتی ٹٹولنے لگی تھی اور اسے مل بھی گئی۔

لبوں پہ جیسے شریر سی مسکان تھی جیسے وہ کوئی شرارت کرنے والی تھی جبکہ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی تھی۔

فریم ہاتھ میں تھامے اس کو سیدھا کر کے دیکھنے لگی تو بے ساختہ ہی لمبا گہرا سانس کھینچ گئی لیکن تصویر دیکھتے اسے لگا کہ اس کی سانس وہی رک سی گئی ہو جیسے 'بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا۔

تبھی دروازے کھلنے کی آواز آئی تو آہٹ پہ اس نے دروازے کی طرف مڑتے دیکھا تو آنکھیں جیسے پتھرا گئیں اسے اپنی بصارتوں پہ یقین نہ آیا۔

______________**

ابھی ابھی وہ حویلہ پہنچا تھا اور پہنچتے ہی اس کی دی جان سے آدھے گھنٹے کی کلاس بھی لگی جس پہ وہ خاموش بنا سنتا رہا۔

دی جان سے ہی اسے معلوم پڑا کہ آج حیام کی فیملی آنے والی تھی اور انہوں نے صاف الفاظ میں یہ بھی کہا کہ اگر اس نے اب کوئی غیر زمہدرانہ حرکت کی تو وہ کوئی سخت فیصلہ لینے پہ مجبور ہو جائیں گی جس پہ وہ محض سر ہلا گیا۔

ان سے کلاس لگنے کے بعد تائی جان اور اماں بیگم سے الگ کلاس لگی تھی وہاں سے فارغ ہوا تو گل نے بتایا کہ حیام کی طبیعت ٹھیک نہیں ابھی سو رہی ہے۔اس کے سونے کا سنتے جیسے اس نے سکون کا سانس بھرا کہ چلو ابھی سامنا نہیں ہو گا، تبھی وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے میں داخل ہونے لگا۔

مرد ہونے کے باوجود وہ خود گھبرا رہا تھا حیام کو نکاح کے بعد دیکھنے سے، جانے وہ کیا رد عمل ظاہر کرے گی اس کو دیکھتے۔۔

دروازہ کھولا تو وہ سامنے ہی وارڈروب کے سامنے کھڑی تھی۔کالے رنگ کے شلوار سوٹ میں دوپٹے سے بے نیاز، لمبے گھنے بالوں کی حسب معمول چٹیاں کی تھی جس کی شریر لٹیں چٹیا سے بکھری چہرے پہ جھول رہی تھیں، جوتے سے

ندارد سرخ و سپید پاؤں۔ بخار کی تپش سے سرخ ہوتے گال اور آنکھیں جن میں سرخی چھائی تھی۔

نظر پہلے اس کے ہاتھ میں پکڑے فریم کی طرف گئی وہاں سے ہوتی پھر حیام کے چہرے کی طرف، نظروں کا زبردست تصادم ہوا۔ کچھ پل ایسے ہی حیرانگی کی نظر ہوئے 'عاصم جہانگیر' نے واضح دیکھا اس کی آنکھوں کی چمک کو ماند پڑتے جہاں پہلے الجھن تھی جو یکایک حیرانگی میں بدلی پھر حیرانگی سے بے یقینی میں اور یہی وہ لمحہ تھا جس سے وہ ڈرتا آرہا تھا۔

"حیام۔۔۔!" دفعتاً وہ لڑکھڑائی اور ہاتھ سے فریم گر پڑا، جہانگیر پل میں اس کی جانب لپکا اور گرنے سے بچایا، اس کو کمر سے تھامتے اس کے رخسار کو تھپتھپایا، اپنی نیم بند آنکھوں سے ایک بار اس نے جہانگیر کا چہرہ دیکھنا چاہا جو بلاشبہ وہی شخص تھا۔ تبھی اچانک اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

"اوخدایا۔"اس اچانک افتاد پہ وہ خود بوکھلا گیا کہ کیا ہو گیا۔حیام کو بازوؤں میں اٹھائے اس نے آرام سے بیڈ پہ لٹایا اور نیچے گرا فریم پکڑا جس میں وہ کھل کے مسکرا رہا تھا اور پہلی بار جہانگیر کو اپنی مسکراہٹ زہر لگی۔

"اس کو بھی آج ہی ہاتھ لگنا تھا۔"وہ بڑبڑاتا ہوا فریم کو واپس رکھنے لگا اور سوچنے لگا کہ کیا کرے۔دروازہ بند کرتے اس کے پاس آیا، یہاں موجود لیڈی ڈاکٹر کا نمبر تھا اس کے پاس ان کو کال کر کے یہاں آنے کا کہہ کے وہ خود حیام کے ہاتھ ملنے لگا۔

ایک تو شدید سردی کا موسم اوپر سے اسے بخار بھی کافی زیادہ ہو گیا تھا، جہانگیر کو اپنی غلطی کا اس وقت شدت سے احساس ہوا کہ وہ اس بچاری جان کو خوامخواہ مشکل میں چھوڑ گیا تھا۔

"حیام۔۔۔۔!"اس کی گال تھپتھپاتا اس کو پکارنے لگا لیکن جواب ندارد۔

تھوڑی دیر میں دروازے پہ دستک ہوئی جس پہ وہ بیڈ سے اٹھا اور دروازہ کھولا، سامنے ہی ڈاکٹر کے ہمراہ ساری خواتین کو دیکھتا وہ سٹپٹا گیا۔

"کیا ہوا اس کو۔۔؟" گل سب سے پہلے آگے بڑھی اور حیام کو دیکھنا چاہا جس پہ جہانگیر نے لحاف اوڑھا ہوا تھا۔

"اچانک سے بیہوش ہو گئی، شاید کمزوری کی وجہ سے۔" جہانگیر نے آہستہ سے کہا جبکہ دی جان اس کو سخت گھورنے لگی جس پہ وہ اپنی نظریں چرا گیا۔

"سٹریس اور کمزوری کی وجہ سے یہ کنڈیشن ہوئی ہے ان کی، ان کی ڈائٹ اچھی رکھیں ان شاءاللہ جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔" ڈاکٹر نے چیک کرتے اپنا ستھیتھوسکوپ اتارتے بتایا۔

"مجھے کیا ایسے دیکھ رہی ہیں دی جان؟" جہانگیر مسلسل دی جان کو خود کو گھورتا پا کے جھنجھلا کے بولا۔

"میرا دل کردا پیا اے کہ تینوں گھر وچوں نکال دیاں (میرا دل کر رہا ہے کہ تمہیں گھر سے نکال دوں)۔" وہ سرد لہجے میں بولیں اور چلتی حیام کے پاس آئیں۔

"میں نے ان کو کوئی انجیکشن وغیرہ تو نہیں لگایا کیونکہ ان کو بخار تیز ہے ان کو یہ میڈیسن دیجیئے گا جب ہوش آئے، ابھی آرام کرنے دیں۔" ڈاکٹر ایک نسخہ لکھتیں جہانگیر کو دیکھنے لگی جس پہ وہ سر ہلانے لگا۔

وہاں واحد مرد دیکھتے انہوں نے خود اندازہ لگایا بلاشبہ وہ بیڈ پہ پڑی لڑکی کا شوہر تھا۔

"اگر شام تک طبیعت بہتر نہ ہوئی تو مجھے پھر بلا لیجئے گا ان کو ڈرپ لگے گی۔" وہ مزید کہتی دی جان کو سلام کرتی وہاں سے چلی گئی۔

باقی خواتین کی بھی سخت نظروں کے ساتھ ہدایت سنتا وہ سر کھجاتا اچھا کہنے لگا پھر وہ بھی کمرے سے چلی گئیں یہ کہتے کہ اب خود سنبھالو جو خراب کیا ہے۔اور اب اسے ہی دیکھنا تھا کیونکہ وہ ان کی سوچ سے زیادہ خراب کر چکا تھا سب۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا۔" گل نے نکلتے کہا جو اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا۔

"بس کر دے میری ماں کب سے یہی نصیحتیں سن رہا ہوں۔" وہ عاجزی سے کہتا اس کے ہنسنے پہ دروازہ بند کر گیا۔

سرد آہ خارج کرتا وہ واپس بیڈ کی جانب آیا اور حیام کو دیکھنے لگا جو چہرہ دوسری طرف موڑے ہوش و حواس سے بیگانہ لیٹی تھی۔

اپنی نیند کے یاد آنے پہ وہ بھی سب کچھ تھوڑی دیر فراموش کرتا نیند پوری کرنے کے ارادے سے دوسری سائیڈ نیم دراز ہو گیا جبکہ نظریں ابھی بھی حیام کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"یہ تو پتا تھا کہ تم حیران پریشان ضرور ہو گی مجھے شوہر کے روپ میں دیکھ کے لیکن اس قسم کا سخت ری ایکشن دو گی یہ میرے گمان میں بھی نہیں تھا۔" آہستہ سے اس کے ہاتھ کو تھام کے وہ اس کی مخروطی انگلیوں کو چھو رہا تھا۔

"یار آرام سے مان جانا مجھ سے نہیں منایا جاتا۔" اپنی سوچوں میں ہی اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے وہ منت کر رہا تھا۔

حیام کو وہ پہلے دن ہی یونیورسٹی میں پہچان گیا تھا کہ یہ اصفحان کی بہن ہے کیونکہ اس نے بچپن میں ہی دیکھا ہوا تھا، دیکھا تو کیف نے بھی تھا لیکن تب وہ بہت چھوٹی عمر کی تھی۔

جہانگیر شروع سے ہی ریزرو نیچر کا تھا اور حیام کو یہ بتانا کہ وہ اس کے بھائی کا دوست بھی ہے اس کو عجیب لگا تھا جانے باقی لوگ کیا مطلب نکالتے تبھی وہ بس اپنے کام سے کام رکھتا تھا، اس کو کیا وہ تو زیادہ کسی کو بھی مخاطب نہیں کرتا تھا۔ کیف نے جب اسے بتایا کہ اس کو حیام اچھی لگتی ہے تب بھی جہانگیر نے کیف کو یہ نہ بتایا کہ وہ انہی کے دوست کی بہن ہے۔ آہستہ سے یہ بات خود کیف کو معلوم ہو گئی تھی، کیف کا حیام سے شادی کرنا جہانگیر کو اس سے کوئی مسئلہ نہیں تھا اگر وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اسے خوش رکھے گا تو جہانگیر جانتا تھا وہ ایسا کر کے بھی دکھائے گا لیکن قسمت نے یہ کروٹ لی وہ کیف کی نہیں اس کی زندگی میں شامل ہوئی تھی، سونے پہ سہاگا یہ کہ وہ اس ٹیچر بھی تھا۔

_______________**

"تیار نہیں ہوئیں آپ؟" کمرے میں داخل ہوتے زوفا کو ایسے ہی بیڈ پہ لیٹا پا کے پوچھنے لگا کیونکہ انہوں نے حیام سے ملنے جانا تھا۔

"میرا اٹھنے کو دل نہیں کر رہا۔" وہ اداسی سے بولی تو اصفحان حیرت سے اس کی جانب آیا۔

"کیوں کیا ہوا، طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" وہ متفکر ہوتے پوچھنے لگا اور اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے ٹمپریچر چیک کرنے لگا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے میری بس ایسے ہی۔۔۔" وہ کہتے اٹھ بیٹھی، اس کی بات سے اصفحان مطمئن ہوا۔

"تیار ہو جائیں کہیں ہم لیٹ نہ ہو جائیں۔" اس کی گال تھپتھپاتا وہ اٹھا اور اپنا ڈریس لیتا واشروم میں چلا گیا۔

اس کے آنے تک زوفا بھی اٹھ چکی تھی اور اپنے بال بنا رہی تھی۔ اصفحان کے دیکھنے پہ اس کو سمائل پاس کرتے خود چینج کرنے چلی گئی۔ کچھ ہی دیر میں دونوں تیار ہوئے نیچے آ گئے اور دی جان کے کمرے میں داخل ہوئے جہاں وہ ظہر کی نماز ادا کر رہی تھیں۔

زوفا تو انہیں کے پاس صوفے پہ بیٹھ گئی جبکہ اصفحان گاڑی نکالنے کا کہتے وہاں سے چلا گیا۔

"اصفحان تیار ہے۔" ایک نظر زوفا کے اداس چہرے کو دیکھتے انہوں نے پوچھا اور کھڑے ہونے لگی، زوفا ان کا ہاتھ تھامے کمرے سے باہر نکلنے لگی۔

"ابھی تک اس کی باتوں کو دل سے لگائے بیٹھی ہو؟" اس کی خاموشی کو محسوس کرتے دادی جان نے آہستہ سے پوچھا تو زوفا چونکی۔

"کس کی بات کر رہی ہیں؟" وہ ناسمجھی سے بولی تو وہ ہلکا سا مسکرائیں۔

"وہی جو آج آئی تھی تھوڑی دیر پہلے اور تمہیں نصیحتیں کر کے گئی ہے۔" حویلی کی راہداری پہ چلتی انہوں نے جیسے یاد کروایا جس پہ زوفا کا چہرہ مزید بجھ گیا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔۔۔" مسکرانے کی کوشش کرتے اس نے گاڑی کے قریب آتے ان کے لیے دروازہ کھولا جب وہ رک گئیں۔

"ادھر دیکھو۔۔۔یہ سب اللہ کی مرضی ہے اور تم پاگل ہو جو اداس ہو رہی ہو ابھی شادی کو وقت ہی کتنا ہوا ہے تمہاری۔"اس کا چہرہ اپنی طرف کرتیں اسے سمجھانے والے انداز میں بولیں جس پہ وہ محض سر ہلا گئی۔

"میں نہیں ہوں اداس دادی جان۔"اس نے احتجاجاً کہنا چاہا جبکہ اصفحان ان کے قریب ہی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آخر ایسی کون سی بات ہے جس پہ وہ پریشان ہو رہی ہے۔

"ہاں دیکھ رہی ہوں میں۔"دادی جان خفگی سے کہتی گاڑی میں بیٹھ گئی تو وہ بھی ساتھ ہی مسکراتی بیٹھ گئی۔

اصفحان بعد میں زوفا سے پوچھنے کا ارادہ کرتے آگے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھا اور ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ دیا۔

__________________**

وہ مزے سے اپنی نیند کے مزے لوٹ رہا تھا جب اس کی آنکھ کھلی، خالی خالی نظروں سے چھت کو گھورنے کے بعد اپنے دماغ پہ زور دینے لگی کہ آخر ہوا کیا تھا

اس کے ساتھ۔ گھومتے سر کے ساتھ وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی جب کمرے میں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوتے اس نے گردن موڑ کے بیڈ کی دوسری سائیڈ دیکھا۔ ابھی وہ سوچ رہی تھی جیسے وہ سب خواب تھا لیکن یہاں تو وہ حقیقت بنا اس کے سامنے اس کا ہاتھ تھامے گھوڑے بیچے سو رہا تھا۔

کتنا آسان تھا اس شخص کا اس کے سامنے آنا اور اب آرام سے بے خبر ہو کے سونا، اچانک حیام میں جانے کیسے ہمت آئی اس نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے کھینچا جس سے جہانگیر کے ماتھے پہ ہلکی سی شکن پڑی۔

جہانگیر نے ناسمجھی سے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ غصے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی اب اس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا یا بخار کی وجہ سے وہ سمجھ نہیں پایا لیکن آنکھیں مسلتا وہ اٹھ بیٹھا اور گھڑی میں ٹائم دیکھنا چاہا۔

"طبیعت کیسی ہے اب؟" وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے وہ سالوں سے ساتھ رہ رہے ہوں۔

اس کا ٹمپریچر چیک کرنے کے لیے جہانگیر نے ہاتھ پکڑنا چاہا جب وہ بدک کے پیچھے ہٹی اور بیڈ سے ہی اٹھ گئی، اچانک اٹھنے سے چکر سے آئے تو وہ لڑکھڑا پڑی۔

"دھیان سے۔۔۔" سرعت سے اٹھ کے وہ اس کے پاس آتا تھامنے لگا جب وہ اس سے دور ہوئی۔

"ضرورت نہیں میں ٹھیک ہوں۔" بے رخی سے کہتی باہر جانے لگی جب جہانگیر نے اس کے انکار کو خاطر میں لائے بغیر پھر سے کلائی تھامنی چاہی۔

"سر پلیز۔۔۔!" اس کی طرف دیکھے بغیر وہ اپنا ہاتھ چھڑانے لگی جبکہ ہاتھ پکڑنے سے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔

"فار گاڈ سیک حیام طبیعت نہیں ٹھیک تمہاری۔" سختی سے کہتے اس کو بیڈ پہ بیٹھایا اور ڈرار سے میڈکل باکس نکالتے تھرمامیٹر نکالنے لگا، ساتھ ہی ڈاکٹر کی بتائی ہوئی دوائی اس کو دی جس کو وہ خاموشی سے کھا گئی۔

"میں ٹھیک ہوں چھوڑیں میرا ہاتھ۔" اس کی کلائی چھوڑے بغیر وہ اندر سے کچھ اور چیزیں نکال رہا تھا جب حیام نے ہاتھ چھڑاتے پتھریلے لہجے میں کہا۔

"سر میں کہہ رہی ہوں میرا ہاتھ چھوڑیں سمجھ نہیں آ رہا آپ کو۔" اب کی بار سخت مزاحمت کرتے غصے سے چلانے والے انداز میں بولی لیکن نقاہت کی وجہ سے آواز نہ زیادہ نکال پائی۔

"پہلے تو تم مجھے سر کہنا بند کرو' شوہر ہوں تمہارا، ایسے لگ رہا جیسے بچی کو ٹریٹ کر رہا ہوں میں۔" وہ جھلا کے کہتا اس کی کلائی کو تھامے اس کی پشت کو سہلانے لگا جبکہ حیام کو اب رونا آنے لگا۔

اس کے ہاتھ کی پشت کو سہلاتے ایک باریک سٹرپ لے کے اس کی کلائی سے اوپر باندھنے لگا، حیام اس کے عمل کو گھبرا کے دیکھا کہ یہ کیا کرنے والا ہے۔

"دو منٹ آرام سے بیٹھو۔" اس کی مزاحمت دیکھتے وہ سنجیدگی سے بولا تو حیام باقاعدہ آنسوں بہانے لگی، اتنا کچھ ہونے کے بعد وہ اس کو آرام سے بیٹھنے کا کہہ رہا تھا اور خود ایسے ری ایکٹ کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"یی۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" اس کے ہاتھ میں کینولہ دیکھتے وہ واقعی سخت گھبرائی تھی، یہ بات بھی نظر انداز کرتے وہ خود اس کے ہاتھ کو بند کرتے کھولتے

اس کی وین (vein) کو دیکھتے اس میں سوئی لگانے لگا جس پہ حیام اپنا سانس روکتے ساتھ ہی سختی سے آنکھیں میچ گئی۔

"ہو گیا۔۔۔"اس کے خون کو صاف کرتے وہ اٹھا اور ڈرار میں واپس باکس رکھنے لگا۔

"تھوڑی دیر میں ڈاکٹر آئیں گی تمہیں ڈرپ لگے گی ابھی آرام کرو۔"اس کو ہدایت دیتا وہ نارمل انداز میں بات کر رہا تھا جبکہ حیام کو بس یہاں سے جانا تھا اس کمرے سے باہر، اس کی نظروں سے دور، اسے اچانک سے گھٹن ہونے لگی تھی' جس پہ وہ زور و شور سے آنسوں بہانے لگی۔

"کیا ہوا۔۔!کیوں رو رہی ہو؟"اس کے آنسوں دیکھتا وہ پریشان سا پوچھنے لگا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟آپ پوچھ رہے ہیں کہ کیا ہوا، مزاق ہے سب آپ کی نظر میں؟" وہ جیسے پھٹ پڑی کیسے تھا وہ اتنا پر سکون۔

"تمہاری طبیعت نہیں ٹھیک آرام کرو ورنہ تکلیف ہو گی۔" پھر وہی انداز نرمی سے کہتا اس کو شانے سے تھامنے لگا کہ بیڈ پہ لٹا دے جس کو حیام نے بری طرح سے جھٹکا جس کی وجہ سے ہاتھ میں درد ہوئی تو وہ سسکی۔

"تکلیف۔۔۔کیسی تکلیف؟ آپ کو فرق بھی پڑتا ہے کیا؟"

وہ تلخی سے گویا ہوئی اپنے آنسوں صاف کرتے بیڈ پہ خود ہی لیٹ گئی، انداز ایسا تھا کہ اب اس سے بات نہ کی جائے۔

وہ خود ابھی اس حالت میں نہیں تھی کہ اس سے بحث کرتی، سر اتنا بھاری ہو گیا تھا جیسے کوئی ہتھوڑے مار رہا تھا کروٹ لیتے وہ آنسوں بہانے لگی، ابھی اسے جتنا بھی دکھ ہوتا کم تھا، جسے دیکھنے کو وہ مضطرب تھی وہ اس کا سر نکلے گا یہ کہاں سوچا تھا اس نے، تین ماہ جس سے وہ پڑھتی رہی وہ اس کا شوہر تھا۔ شوہر لفظ یاد آتے ہی اس کے ذہن میں آیا وہ تھوڑی دیر پہلے اسی کے ساتھ بیڈ پہ ایک ہی کمرے میں سو رہا تھا، نجانے اچانک سے شرم کیوں آ گئی کہ رونا بھول کے ترچھی نظروں سے سامنے

صوفے پہ بیٹھے جہانگیر کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگی جو اسکے رونے پہ بے بس ہوتا صوفے پہ بیٹھ گیا تھا۔

اس کے ہلکے سے سر اٹھانے پہ جہانگیر کچھ چونکا پھر ہلکا سا مسکرا دیا۔اس کے مسکرانے پہ غصہ پھر سے جاگ اٹھا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے، اگر وہ جانتا تھا کہ وہ اصفحان کی بہن ہے تو کیوں کبھی زکر نہ کیا تھا اور نکاح کے بعد وہ کیوں چلا گیا تھا ملے بغیر، کیا وہ اسے ناپسند تھی جیسے ایک ٹیچر کو بد تمیز سٹوڈینٹ۔ اگر وہ نکاح پہ ہی اس سے مل لیتا تو شاید اسے اتنا دکھ نہ ہوتا جتنا ابھی ہو رہا تھا جان کے۔

"جہانگیر۔۔۔دادی جان آئی ہیں۔" دروازے پہ دستک ہوئی تو جہانگیر نے اٹھ کے دیکھا، گل اصفحان لوگوں کا بتا رہی تھی کہ وہ آگئے ہیں اس کو آنے کا کہتے وہ ایک حیام کے نزدیک آکے چیک کرنے لگا جو روتے روتے پھر سے غنودگی میں جا چکی تھی۔

سکون بھری نظر ڈالتے اس کا لحاف ٹھیک کیا اور فریش ہوتے نیچے آیا۔ جہاں مہمان خانے میں اصفحان زوفا اور دادی جان آئے تھے۔ ان سے سلام کرتا وہ پاس ہی بیٹھ کے حال احوال دریافت کرنے لگا۔

"حیام کی طبیعت کیسی ہے اب؟" تائی جان نے جہانگیر کو دیکھتے پوچھا۔

"اٹھی تھی تو دوائی کھلا دی اب آرام کر رہی ہے، تھوڑی دیر میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا کب اصفحان بے چین ہوا۔

"کیا ہوا اسے؟ کل بات ہوئی تھی میری لیکن کل تو ٹھیک تھی کیا ہوا اسے؟" وہ اضطرابی کیفیت میں بولا کہ جہانگیر کے ساتھ ساتھ باقی بھی مسکرا دیئے۔

"بخار ہو گیا تھا اس کو فکر نہ کرو ٹھیک ہے وہ۔" جہانگیر نے جیسے مطمئن کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اصفحان کو دیکھ رہا تھا جیسے اس کی بات سے اسے سکون نہ آیا ہو۔

"میں اسے دیکھ کے آتا ہوں۔" اصفحان سرعت سے اٹھا اور بغیر کسی کی پرواہ کیے اوپر جہانگیر کے کمرے میں چلا گیا۔

کمرے کا دروازہ کھلا ہی تھا، حیام کے قریب آتے اس کا ماتھا چھو کے دیکھا تو تپش زرا کم تھی اب، فکر مندی سے اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"لالہ کی جان۔۔"اس کے ماتھے پہ بوسہ دیتے نرمی سے بال سہلانے لگا جب حیام نے کسمساتے آنکھ کھولنا چاہی لیکن ہاتھ پہ ہوتی درد سے سسک اٹھی۔

"لالہ۔۔۔"اصفحان کو اپنے قریب دیکھتے وہ یکلخت اس کے سینے سے لگی اور رونے لگی۔

"کیا ہوا ہے کیوں اتنی طبیعت خراب کرلی ہے اپنی؟ کتنی کمزور ہو گئی ہو۔"اس کا چہرہ سامنے کرتے اس کی نم آنکھوں کو باری باری چومتے فکر مندی سے پوچھنے لگا بجائے جواب دینے کے وہ بس اپنا غبار نکالتی گئی۔

"لالہ مجھے گھر جانا ہے۔۔۔"اصفحان کے پیچھے آتے جہانگیر نے کمرے میں داخل ہوتے یہ الفاظ سنے تو ایک پل کو تھم سا گیا، یعنی اب وصل کے بعد وہ پھر سے جدائی چاہ رہی تھی یا پھر وصل ابھی ہوا ہی نہیں تھا۔

"ہاں میری جان چلتے ہیں۔۔۔"اس کو بہلاتے کہا جب باقی بھی کمرے میں ہی آ گئے،اصفحان نے ایک نظر جہانگیر کو دیکھا اور پھر اپنی بہن کو جو یہاں آنے کے بعد کافی کمزور ہو گئی تھی۔اس کے دیکھنے سے جہانگیر انداز لگا چکا تھا کہ اصفحان اس سے بالکل بھی خوش نہیں تھا ہوتا بھی کیسے اس نے کونسا اس کی بہن کو پھولوں کی طرح رکھا ہوا تھا،اسی کی وجہ سے تو وہ اس حال میں تھی جس پہ وہ شرمندہ بھی تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے لالہ۔"وہ پھر سے بولی تو اب کی بار دادی جان کہنے لگیں۔

"حیام میری جان یہ آپ کا ہی گھر ہے۔"دادی جان نے جیسے باز رکھنا چاہا۔

"مجھے اپنے گھر جانا ہے۔"اس کے جملے پہ دادی جان چپ ہو گئیں،دی جان نے ایک ناراض نظر جہانگیر پہ ڈالی۔

"ہاں چلو چلتے ہیں۔۔۔"اس کے کہنے پہ جہانگیر آگے آیا۔

"اصفحان اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے،تھوڑی دیر میں ڈاکٹر بھی آنے والی ہے اسے آرام کی ضرورت ہے۔"جہانگیر نے حیام کا ہاتھ پکڑتے اس کو واپس بیٹھنے کا اشارہ کیا جو وہ اٹھنے کے پر تول رہی تھی،اس کا ہاتھ پکڑنے پہ وہ گھبرا سی گئی۔

"ہاں بالکل اسے 'آرام' کی ہی ضرورت ہے۔" اصفحان کچھ جتا کے بولا جب جہانگیر سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"مانتا ہوں میں یہاں نہیں تھا لیکن اب اگر میں سب ٹھیک کرنا چاہتا ہوں تو پلیز۔" اس کے سامنے کھڑا وہ سنجیدگی سے بولا تو اصفحان نے ایک نظر اپنی بہن کو دیکھا جو اسے ہی امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"حیام میری جان، ابھی آپ ٹھیک نہیں ہیں، جب طبیعت بہتر ہو گی تو آپ کو خود اصفحان لینے آئے گا۔" دادی جان آگے بڑھتے اس کو پیار سے سمجھانا چاہا جس پہ وہ بس سر جھکا کے آنسو پینے لگی۔

اصفحان نے بغیر کچھ کہے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا اور جہانگیر پہ اچٹتی نگاہ ڈالتے وہاں سے چلا گیا۔

***________**________**

"یہ کیا ہے ؟" تھوڑی دیر پہلے ہی ارتسام گھر واپس آیا تھا اور پچھلے دنوں کی بانسبت اس کا موڈ آج بھی سنجیدہ تھا۔ تبھی کمرے میں داخل ہوتے صنم نے بیڈ پہ پڑا اس کے بیگ کے ساتھ لفافہ اٹھاتے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں۔۔۔" وہ عام لہجے میں کہتا ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ڈریسنگ پہ اپنی چیزیں رکھنے لگا۔

"پھر بھی۔۔۔" وہ اصرار کرنے لگی اور لفافے کو غور سے دیکھنے لگی۔

" ٹکٹس ہیں !" اتنا کہتے وہ فریش ہونے چلا گیا، ٹکٹس کا سنتے وہ حیران ہوئی اور کچھ سوچ کے مسکرائی بھی، لیکن ارتسام تو آج اس کو دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

"اتنی سردی میں شاور لے لیا آپ نے رات کو' اگر سردی لگ گئی تو۔" وہ ہاتھ لیتا سر ٹاول سے پوچھتا باہر آیا تو صنم اس کو دیکھتی اس کے پاس آتی جھجک سے فکر کرتی بولی۔

"نہیں لگتی۔۔۔" ایک جست میں اس کو کمر سے تھامتے قریب کر گیا کہ وہ بوکھلا گئی۔

"ارتسام۔۔!" اچانک افتاد پہ وہ اپنی دھڑکنوں کا شمار کرنے لگی۔

"کیوں لیتی ہو میرا نام!" وہ جذبات سے چور لہجے میں بولا کہ صنم حیران ہوئی کہ ابھی تو وہ اتنا سنجیدہ تھا اور اب اچانک۔۔

"شرٹ پہن لیں سردی لگ جائے گی۔" اس سے کتراتی وہ ہلکا سا دور ہونے لگی جس پہ ارتسام نے مسکراتے اس کو حصار سے آزاد کیا اور شرٹ پہننے لگا۔

"کھانا کھائیں، کیوں ایسے گھوری جا رہے ہیں۔" کھانے کے دوران مسلسل ارتسام کی نظریں خود پہ پاتے وہ نروس سی کہنے لگی جبکہ ارتسام کے والد رغبت سے کھانا کھانے میں مصروف تھے ان کا دونوں پہ کوئی دھیان نہیں تھا۔

"میں نے کچھ کہا۔۔۔" اس کی سرگوشی پہ وہ باآواز بولا کہ اس کے والد نے بھی سر اٹھا کے نا سمجھی سے دیکھا۔

"کچھ کہا بچے۔۔" انہوں نے صنم سے پوچھا تو وہ گڑبڑا کے نفی میں سر ہلا گئی۔

کھانے سے فارغ ہوتے وہ جلدی سے کیچن سمیٹتے کمرے میں آئی جہاں ارتسام اسی لفافے کو سائیڈ پہ رکھے موبائل پہ کچھ کام کر رہا تھا اس کو اندر آتا دیکھ موبائل سائیڈ پہ رکھا اور پاس آنے کا اشارہ کیا۔

"خیر ہے آج یوں بن سنور کے پھر رہی ہو۔" ارتسام نے آج نوٹ کیا تھا کہ کل کی کلاس لگنے کے بعد آج صنم خود ہی اس کے آنے کے انتظار میں تیار بیٹھی تھی، ہلکے پیلے رنگ کے سوٹ میں بالوں کو کیچر میں قید کیے وہ نکھری سی لگی، کاموں کی الجھنوں سے دور۔

پچھلے کئی دنوں سے جب بھی ارتسام گھر آتا تب صنم کو کسی نہ کسی کام میں مصروف ہوتی اور جب وہ کمرے میں آتی تب تک وہ تھکن سے سو چکا ہوتا لیکن کل آفس سے آتے ہی ارتسام بری طرح غصہ کر گیا کہ وہ ایک پل کو سہم گئی۔

اس نے غصے میں کل اس کو اچھی سنائی تھی کہ وہ تھکا ہارا آفس سے آتا ہے اور اس جناب کے کام ہی ختم ہونے کا نام لیتے، جب دیکھو کبھی برتن، کبھی کپڑے، کبھی جالے وغیرہ۔ اسی بات کو محسوس کرتے آج صنم پہلے ہی سارے کام ختم کرتے

فریش سی اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھی لیکن وہ آج بھی سیریس موڈ میں تھا لیکن بعد میں خود ہی ٹھیک ہو گیا تھا۔

"بس ایسے ہی۔۔۔" صنم کو لگا جیسے وہ کل کی بات جتا رہا تھا تبھی اس کو کہنے لگا لیکن اس کے چہرے پہ شریر مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھوں میں پیار۔

"صنم۔۔۔! دیکھو یار میں صاف صاف کہوں گا۔" اچانک وہ سنجیدہ ہو گیا اور صنم کو سامنے بٹھاتے اس کا ہاتھ تھامے کہنے لگا۔

"جی۔۔۔" وہ جی جان سے متوجہ ہوئی۔

"یار میں ایک رومینٹک سا بندہ ہوں، میں جب بھی گھر آؤں تو میری یہی خواہش ہوتی ہے کہ میری بیوی میرے لیے تیار سی بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہو۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میک اپ کا ہی سجا لے لیکن تھوڑا بن سنور کے رہے، میں جانتا ہوں گھر کے کام بھی ہوتے ہیں، زمہ داریاں ہوتی ہیں۔ میں یہ بھی نہیں کہہ رہا کہ بس میرا ہی انتظار کرتی رہو گھر کے کسی کام میں دھیان نہ دو۔۔۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ میں جب بھی گھر آؤں تو اپنی بیوی کا فریش موڈ دیکھتے خود بھی فریش ہو جاؤں نا کہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کو تھکن میں دیکھتے خود بھی مزید تھکن کا شکار ہو جاؤں۔میں نے گھر میں ملازمہ بھی اسی لیے رکھوائی تھی کہ تم آسانی سے کام کر سکو۔"اس کا ہاتھ تھامے وہ نرمی اور محبت سے اپنے کل کے غصہ ہونے کی وجہ بتانے لگا۔

"مجھے اچھا لگتا ہے آپ کے کام کرنا۔" وہ سر جھکاتے آہستہ آواز میں بولی۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہیں اچھا لگتا ہے میرے کام کرنا، ہمارے گھر کے کام کرنا لیکن میری جان میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم اپنی صحت کا بھی خیال رکھو اپنے لیے میرے لیے، کھانا تم میرے آنے سے پہلے ہی بنا لیتی ہو لیکن اس کے بعد جو تم آرام کرنے کے بجائے دس اور کام ڈھونڈ لیتی ہو اس میں میرا وقت گزر جاتا ہے 'میرے حصے میں تم آتی نہیں ہو سوائے تمہاری نیند کے۔" وہ اب کھل کے اس سے شکوہ کرنے لگا جس کا احساس کل سے صنم کو بھی ہوا تھا کہ وہ فری ہوتے اپنے سے کچھ مزید کام تلاش کر لیتی تھی جیسے صوفے کے کوور واش کرنا، پھر بیڈ شیٹس کو دھونا اور اس سب میں ارتسام کے آنے کے وقت کو تھک بھی جاتی تھی۔

"گھر میں لوگ ہی کون ہیں میں تم اور بابا بس، تو خود کو اتنا تھکایا نہ کرو جو کام تمہارے حصے کا ہو بس وہ کیا کرو زیادہ ٹینشن نہ سوار کیا کرو۔ مجھے بہت سے بہت زیادہ اچھا لگے گا جب میں گھر آؤں اور تم مجھے میرا انتظار کرتی ہوئی ملو۔ گھر داخل ہوتے تمہارے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھتے میں اپنی ساری تھکن بھول جاؤں۔ پھر تمہیں میں اپنی باہوں میں بھر کے ایسے سکون حاصل کروں۔" ہلکی سی مسکراہٹ لیے وہ نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کے سمجھا رہا تھا، وہ سر جھکائے مسکراہٹ سے سن رہی تھی جب اچانک اس کے ہاتھوں کو اپنی سمت کھینچتا باہوں میں بھر گیا۔

"ارتسام۔۔۔۔ "!

"ارتسام کی جان، دیبا کو یہاں آنے کا موقع ہی نہ دیا کرو، اپنے شوہر پہ نظریں رکھو ورنہ وہ ساتھ والی فل پٹانے کے چکروں میں ہوتی ہے۔" اس کی رخسار پہ لب رکھتے اس نے شرارت سے مصنوعی رعب سے کہا۔

ایسے ہی اسے باہوں میں بھرتے اس کا سر تکیے پہ رکھا اور بالوں کو کیچر سے آزاد کرنے لگا۔

"شوہر پہ نظر رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں مجھے میری شوہر پہ پورا یقین ہے، ہاں لیکن اس میک اپ کی دکان کو تو میں اب بتاؤں گی۔" ارتسام کو محبت بھری نظروں سے دیکھتی وہ جتا کے بولی جس پہ وہ جان نثار کرنے پہ انداز پہ جھک کے شرارت کر گیا۔

"وہ آپ کے پاس جو لفافہ تھا اس میں کس کی ٹکٹس ہیں؟" حیا سر شرخ پڑتی وہ آہستہ سے اس کی توجہ لفافے کی طرف کروانے لگی جس کا وہ پہلے ذکر کر رہا تھا۔

"اوہاں اس میں سرپرائز ہے۔" یاد آنے پہ وہ وہ سائیڈ ٹیبل سے لفافہ اٹھانے لگا اور خود بھی اٹھ بیٹھا۔

"کیسا سرپرائز۔۔؟" وہ پرجوش سی ہوتی بولی تو ارتسام نے لفافہ اس کو تھمایا جس پہ وہ کھولنے لگی۔

"ہم لوگ گھومنے جا رہے ہیں۔" اس میں ناردرن ایریاز کی ٹکٹس دیکھتے وہ کھلکھلا کے پوچھنے لگی جس پہ ارتسام نے ہاں میں سر ہلایا۔

"لیکن ابھی تو بہت سردی ہے آپ گرمیوں میں جانے کا پلان کرتے۔" وہاں سردی کا سوچتے وہ اس سے کہنے لگی۔

"سردی میں گھومنے کا مزہ آئے گا، ویسے بھی بعد میں آفس ورک میں بزی ہو جاؤں گا تو ٹائم نہیں ملے گا۔" اس کو سمجھانے والے انداز میں بولا تو اس نے سمجھ کے سر ہلا یا۔

_______________**

ابھی وہ کمرے میں عماد کا پھیلا یا ہوا گند سمیٹ رہی تھی جو اس نے دعا کے ساتھ مل کے کیا گیا، ساتھ ساتھ وہ مسلسل بڑبڑا بھی رہی تھی جس پہ وہ دونوں مزے سے اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"کب سے کام میں لگی ہوں، دونوں کو کوئی خیال نہیں میرا کہ سکون سے ہی بیٹھ جائیں لیکن نہیں! مجھے تو تنگ کرنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے نا دونوں نے۔۔ خبردار اگر آپ دونوں میں سے کوئی بیڈ سے بھی نیچے اترا۔" نیچے سے وہ دعا کی شرٹس

اٹھاتی ہوئی دعا کو بیڈ سے نیچے اترنے کی تیاری کرتے دیکھ سختی سے بولی جس پہ وہ واپس اپنے پاؤں سمیٹ کے بیڈ پہ چڑھ گئی۔

عماد پچھلے دنوں کی بانسبت آج کھل کے مسکرا رہا تھا اور اسے تنگ بھی خوب کر رہا تھا، اس کے برعکس کیف کی جب سے ایسی حالت تھی تو گل کو لگتا تھا کہ اس نے عماد کو کہیں کھو دیا ہے کیونکہ اس نے بات چیت بند کر دی تھی ساتھ ہی ان دونوں کو وہ وقت بھی نہیں دے رہا تھا جس کو گل کے ساتھ ساتھ دعا نے بھی کافی محسوس کیا تھا۔

آج جہانگیر کے واپس آنے پہ وہ جیسے واپس پہلے جیسا بن گیا تھا، یا شاید جہانگیر نے تھوڑی دیر پہلے اس سے کچھ کہا ہو۔

"آج آپ کو کیوں اتنی ہنسی آ رہی ہے۔" عماد کو مسلسل دانت نکالتے دیکھ وہ دانت پیستے پوچھنے لگی جس پہ وہ بجائے جواب دینے کے مزید ہنس کے اس کو غصہ دلا گیا۔

"تم یہاں اس پہر کیا کر رہے ہو؟" وہ چھت کی منڈیر کے قریب کھڑا اسیگریٹ سلگا رہا تھا جب جہانگیر کی آواز پہ مڑ کے دیکھا۔

"کچھ نہیں لالہ بس ایسے ہی۔" جہانگیر کو اپنے سامنے دیکھتے وہ خوش بھی تھا لیکن تھوڑا ناراض بھی۔ عماد کے ہاتھ میں سیگریٹ دیکھتے جہانگیر نے اس سے سختی سے گھورا جس پہ وہ شرمندہ ہوتا باقی کا بچا سیگریٹ نیچے پھینکتا پاؤں تلے مسل گیا۔

"اب بتاؤ کیوں پریشان ہو۔۔۔؟" اس کے ساتھ ہی منڈیر پہ کھڑے ہوتے جہانگیر نے نظریں سامنے مرکوز کرتے پوچھا اور خود پاکٹ سے سیگریٹ نکالتے سلگانے لگا جس پہ عماد خفگی سے دیکھتے ہنس دیا کہ مجھے منع کر کے خود پی رہے ہیں۔

"میری بیوی روٹھی ہے مجھ سے میرا غم بڑا ہے اسی لیے۔" وہ اپنے سیگریٹ پینے کی اس کو وضاحت دینے لگا جس پہ وہ بے ساختہ ہی ہنس دیا۔

"بالکل آپ کا مسئلہ بڑا ہے۔" وہ تائیدی انداز میں کہتا سامنے دیکھنے لگا۔

"تم بولنا شروع کرو میں سن رہا ہوں۔" کچھ پل یقیں ہی خاموشی کی نظر ہوئے جب جہانگیر کی سنجیدہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"میں کیا کہوں بھلا۔۔۔" وہ سر جھٹکتا جیسے حیران ہوا۔

"جو دماغ میں فتور پال رہے ہو نا اس کو فوراً سے خالی کر دو۔۔" ماتھے پہ شکن لیے جہانگیر نے سپاٹ لہجے میں کہا تو عماد چونک کے اس کی طرف دیکھنے لگا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہا تھا۔

"میں سمجھا نہیں کیسا فتور 'کیا بات کر رہے ہیں آپ ؟" وہ نا سمجھی سے اس کی پر ف مڑتا استفسار کرنے لگا۔

"اتنے دنوں سے یہ کیوں حالت کی ہوئی ہے اپنی، کیا میں نہیں جانتا کہ تم دماغ میں کیا گھسا بیٹھے ہو۔۔ ہر دفع تم کیوں خود کو قصوروار تصور کر لیتے ہو عماد، کیا میں نے یا کسی بھی گھر والے نے تمہیں اتنی سپیس نہیں دی کہ تم اپنے دل میں موجود بات، کوئی شک وشبہ ہم سے بیان کر سکو۔ کیا تمہیں ہم پہ اتنا بھی یقین نہیں ہے ؟" جہانگیر جیسے اس کے اندر سے جھانک کے بات کر رہا تھا۔

"میں خود سے نہیں سوچتا یہ سب لالہ، مجھے جیسے مجبور کیا جاتا ہے یہ سب سوچنے پہ یہ حالات یہ مواقع سب، سب جیسے مجھے اندر ہی اندر مارنا چاہتے ہیں۔" اس سے بغیر نظر ملائے سامنے دیکھتے وہ کرب سے کہتا آنکھیں میچ گیا۔

"مجھے پہلے بھی تمہاری سوچ پہ افسوس تھا عماد اور اب بھی۔پہلے تم اپنی خوشی قربان کر رہے تھے اور اب تم اپنے ساتھ دو اور زندگیوں کی خوشیوں کے رکنے کا سبب بن رہے ہو۔" وہ تاسف سے کہنے لگا کہ اس کی بات پہ عماد تڑپ کے رہ گیا۔

"ایسا نہیں ہے یار، میں ان دونوں کے ساتھ خوش ہوں اور خوش رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں۔" وہ جیسے احتجاج کرتا کہنے لگا۔

"ایسا ہی ہے عماد، گل اور دعا کی خوشی تم سے جڑی ہے اور تم خود کو پہلے کی طرح پھر سے ازیت میں ڈال رہے ہو۔۔عماد یار کیف کو تمہاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا۔" جہانگیر اس کا رخ اپنی جانب کرتا سمجھانے لگا جس پہ عماد نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔

"کیوں نہیں میری وجہ سے ہوا، اسے گولی میں نے ماری ہے وہ اس حال میں صرف میری وجہ سے ہے۔اگر اسے کچھ ہو جاتا تو میں خود بھی جیتے جی مر جاتا لیکن اللہ نے اسے اس حال میں رکھ کے مجھے آزمایا ہے بھائی۔میں جب جب سوچتا ہوں کیف

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے بارے میں میرا ضمیر اتنی بار ملامت کرتا ہے مجھے کہ میں کیسے سکون میں ہوں۔" وہ کھل کے بات کرتا جہانگیر کو حیرت میں چھوڑ گیا۔

"عماد ایک تھپڑ کھاؤ گے مجھ سے، کس بیوقوف نے کہہ دیا کہ تم نے گولی ماری ہے اس کو۔۔ میرا دل کر رہا ہے کہ تمہیں رکھ کے دوں الٹے ہاتھ کی کہ لگ سمجھ جائے تمہیں۔" اس کی بات پہ جہانگیر کو جیسے پتنگے لگ گئے تبھی وہ ضبط کر کے بولا۔

"بھائی۔۔۔" وہ بس اتنا کہہ کے جہانگیر کے سینے سے لگا گیا۔

"یہ سچ ہے کہ سارے خیالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی آتے ہیں لیکن ہم پہ بھی کچھ فرض بنتا ہے نا، منفی سوچ کفر کی طرح ہے عماد اور ابھی کفر میں یہ نہیں کہہ رہا کہ شرک ہے بلکہ میری اس سے مراد 'انکار کرنا' ہے اور وہ انکار اللہ کے فیصلوں سے ہے۔ جب اللہ ہمارے دماغ میں خیال ڈالتے ہیں تو یہ ہمارا کام ہے کہ اس خیال کو کس طرح لیتے ہیں منفی میں یا مثبت میں اور یہی تو ہماری آزمائش ہوتی ہے اللہ ہمیں اسی دراہے سے تو آزماتا ہے دوراستوں سے، فیصلہ ہمارا کہ ہم کون سا منتخب

کرتے ہیں۔"منڈیر پہ بیٹھتے جہانگیر اس کو آہستہ سے سمجھانے لگا جس وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔

"تم اتنے تو سمجھدار بنو کے اپنے لیے ایک بہتر راستہ منتخب کر سکو نا کہ خود کو تکلیف دینے کا،ایک خیال آتے ہی باقی کی چیزیں خود سے ہی اخظ نہ کر لیا کرو، تھوڑا تلاش کیا کرو خود کو چیزوں کو، سمجھنے کی کوشش کیا کرو قرآن میں بھی تو اللہ نے واضح لکھا ہے نا کہ سمجھنے والے کے لیے نشانیاں ہیں اور وہ ہم پہ ہے کہ ہم کیسے نشانیاں تلاش کرتے ہیں، یہ بھی اللہ نے بتایا ہے کہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے اس کا مطلب بھی یہی ہوا نا کہ مشکل اگر سامنے ہے تو اس کا حل ہمارے پاس لیکن ہمیں کیا کرنا ہے، تلاشنا ہے، سمجھنا ہے لیکن تم ہو کہ عین وقت پہ اپنی عقل کہیں چھوڑ آتے ہو۔"

اس کو سمجھاتے وہ آخر پہ آنکھیں دکھاتا بولا جس پہ وہ خفیف سا مسکرا دیا۔

پھر جہانگیر نے اس سے تفصیلاً بات کی کہ کیف کو جو گولی لگی تھی وہ دوسری رسئفل کی تھی جو ان میں سے کسی کے بھی پاس نہیں تھی،وہ شاید جان بوجھ کے حملہ کروایا گیا تھا۔جہانگیر نے اسے یہ بھی بتایا کہ وہ اس بات کو بھی عدالت میں گھسیٹے گا کہ ان

پہ جانی حملہ کروایا گیا لیکن پہلے اسے ثبوت چاہیئے تھے کہ وہ حملہ اکبر اعظم کی طرف سے تھا ورنہ ان کا کیس کمزور پڑ سکتا تھا۔

"اپنی عادت بدل لو عماد ہر کسی چیز کا خود کو قصور وار ٹھہرانا بند کردو کھل کے بات کرنا سیکھو اپنوں کو اتنا اعتماد دو تم ان سے ہر بات کہہ سکو۔ اگر تم ایسے رہو گے تو اپنے بچوں کو کیا سیکھاؤ گے۔" ماحول کا تناؤ کم کرنے کو وہ آخر میں سنجیدگی سے چھیڑ گیا جس پہ وہ جھینپ گیا۔

"استغفر اللہ بھائی کیسی باتیں کرتے ہیں۔" خود کو سنبھالتا وہ خفگی سے کہنے لگا جب جہانگیر نے ٹوکا۔

"استغفر اللہ نہیں ان شاء اللہ کہو کہ اللہ تمہیں نعمت و رحمت سے نوازے۔"

جہانگیر نے بزرگوں کی طرح سمجھایا جس پہ وہ بھی اس کو دعا دینے لگا۔

"اللہ آپ کو بھابھی کے جیسے درجنوں دے۔" اس کی بات پہ اب سٹپٹانے کی باری جہانگیر کی تھی۔

"تیری بھابھی پہ گئے تو میں بھی گیا، مجھ پہ جائیں تو بات بنے۔" وہ شرارت سے کہتا آنکھ دبا گیا۔

"عماد یہ دیکھیں۔۔۔" گل کے پکارنے پہ وہ ہوش میں آیا اور دعا کو دیکھنے لگا جو اب کاپی لیے اس کو پھاڑنے کا کام سرانجام دے رہی تھی۔

"اس نے آج مجھ سے مار کھانی ہے۔" وہ خطرناک تیور لیے دعا کو پکڑنے لگی جب عماد نے پہلے ہی دعا کو اپنی آغوش میں جا لیا۔

"کیا ہو گیا ہے یار اتنی سی بات پہ آپ ایسے ڈانٹ رہی ہیں۔" عماد گل کو دیکھتا افسوس کا اظہار کرنے لگا۔

"یہ یہ آپ اتنی سی بات ہے ذرا دیکھیں آپ پورا کمرا اس نے پورے کمرے کا ستیاناس کر دیا ہے، میں کب کی چیزیں سمیٹ رہی ہوں لیکن یہ ٹھیک سے ایک جگہ بیٹھ ہی نہیں رہی۔" گل نے اس کی توجہ کمرے کی جانب کروائی جہاں اب وہ اپنے سردیوں کے کپڑے پھیلائے بیٹھی ان سب کا حساب کتاب لکھ رہی تھی،

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ابھی تھوڑی دیر پہلے گل کیچن میں گئی تھی تبھی دعا کو ایک اور موقع مل گیا چیزیں ادھر اُدھر کرنے کا۔

عماد کمرے کی حالت دیکھتا سکتے میں آگیا کہ یہ کیا بنا ہوا ہے۔

"اب اٹھیں آپ بھی اور میرے ساتھ سمیٹیں یہ۔" عماد پہ روعب جھاڑتی اس کو بہت پیاری لگی تبھی وہ بغیر کسی اعتراض کے اٹھا اور اس کے ساتھ کمرہ سمیٹنے لگا۔

"کام کرکے میں تھک جاؤں گا۔" اس کے پاس سے گزرتے جیسے جتانا چاہا جس پہ گل نے ابرو اچکاتے پوچھا جیس کہہ رہی ہو کہ میں کیا کروں، جسکے جواب میں عماد نے جن نظروں سے دیکھا گل سٹپٹا گئی اور نظریں گھماتی کام میں مشغول ہو گئی، اس کے نظریں چرانے پہ عماد کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"چلو آجاؤ دعا سونے کا وقت ہو گیا ہے۔" کمرہ سمیٹنے کے بعد گل دعا کو اس کی جگہ پہ بلانے لگی جس پہ وہ بھاگتی ہوئی عماد کے حصار میں لیٹ گئی۔ گل مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھنے لگی، عماد کا رویہ وہ بھی نوٹ کر رہی تھی ایک دو بار بات کرنے پہ عماد نے کوئی اظہار نہ کیا لیکن آج وہ ان دونوں کے ساتھ پہلے کی طرح ہی تھا، بغیر

کسی پریشانی کی بغیر کسی غم کے۔۔وہ مسکراتا اب دعا کو کہانی سنانے لگا جس کو وہ بھی غور سے سن رہی تھی۔

ٹراؤزر شرٹ میں بکھرے بال لیے دعا کو اپنے سینے پہ لٹاتے سلانے میں مصروف تھا، آنکھوں میں جیسے سکون اتر آیا تھا۔بے ساختہ ہی مسکراتی ہوئی اپنی چھوٹی سی دنیا کو دیکھ رہی تھی جب عماد نے اس کی طرف دیکھا اور ایک آنکھ ونک کی۔اس کی حرکت پہ وہ نظریں پھیرتے شرما گئی۔

_____________**

"زوفا۔۔۔"زوفا جب سونے کے لیے لیٹی تو اصفحان نے اسے پکارہ۔وہ استھفامیہ نظروں سے دیکھنے لگی جب اصفحان نے اپنی باہیں وا کی جن میں وہ سما گئی۔

"آج آپ بجھی سی کیوں لگ رہی ہیں مجھے؟"اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ نرمی سے پوچھنے لگا،ابھی تک اس کے دماغ میں وہی تھا کہ کیوں دی جان اس سے کہہ رہی تھی کہ اس عورت کی وجہ سے پریشان نہ ہو،یہی بات وہ جاننا چاہتا تھا جس کی وجہ سے اس کی بیوی اداس تھی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"چھپائیں نہیں مجھ سے، کھل کے بات کریں کیا بات پریشان کر رہی ہے۔ کون آیا تھا آج جس کی باتوں پہ آپ اداس ہوئی ہیں؟" وہ اب کھل کے بات کو سامنے رکھ گیا جس پہ کچھ دیر تو زوفا بولی ہی نہ۔

"اصفحان۔۔۔!" وہ آہستہ سے بولی جیسے بات کرتے وہ جھجک رہی ہو۔

"ہوں۔۔۔" نرمی سے اس کو ہاتھ کو تھام کے لبوں سے لگایا۔

"ہمیں ابھی تک۔۔۔ وہ۔۔۔ اللہ نے۔" اسے سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے کچھ فطری شرم و حیا۔

"کیا کہنا چاہ رہی ہیں۔۔۔؟" اصفحان کو واقعی سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی۔

"آپ کو فیل نہیں ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ابھی تک۔۔۔" وہ اٹھ بیٹھی اور الجھن سے بات کہنا چاہی جب پھر رک گئی جبکہ اصفحان اب سمجھ گیا کہ وہ کیا سوچ رہی تھی۔

"کون آیا تھا آج اور کیا بات ہوئی؟" اس کی جھجک کو سمجھتے اس نے آج حویلی آنے والی عورت کا پوچھا۔

"تھوڑے گھر چھوڑ کے جو آنٹی فریدہ ہیں نا وہ آئی تھیں اپنے پوتے کی مٹھائی دینے تو وہ پوچھ رہی تھیں کہ۔۔۔۔"ہمت کرتے اس نے نظریں جھکاتے بات کہنا چاہی جب اصفحان بیچ میں بول پڑا۔

"آپ سے وہ ہمارے بارے میں جاننا چاہ رہی تھیں۔۔۔!"اس کے بولنے سے پہلے ہی وہ خود پڑا کہ زوفا اس کے ایک دم کہنے پہ سٹپٹا گئی پھر ہلکے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر۔۔۔۔؟ "

"انہوں نے کہا کہ میں چیک اپ کرواؤں کسی ڈاکٹر کو کہیں کوئی مسئلہ نہ ہو۔"وہ کہتے اچانک سے رو پڑی کہ اصفحان کو افسوس ہونے لگا کہ لوگوں کو کتنا شوق ہے کسی کی زندگی میں اتنا گھسنے کا۔

"زوفا آپ پاگل ہیں کیا اتنی سی بات پہ رو رہی ہیں۔"سرعت سے اس کو سینے سے لگا اور ڈپٹنے والے انداز میں بولا۔

"یہ چھوٹی بات نہیں ہے اصفحان، آپ خود سوچیں ابھی تک ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تو وہ ٹھیک کہہ رہی ہیں کہ کوئی مسئلہ ہو گا مجھے تبھی کوئی خوشخبری نہیں۔" وہ روتے ہوئے کہنے لگی کہ اس عورت سے زیادہ اب اصفحان کو اپنی زوجہ محترمہ پہ افسوس ہونے لگا۔

"زوفا آپ سے یہ بالکل بھی امید نہیں تھی مجھے، کتنا وقت ہوا ہے ہماری شادی کو ڈھائی سے تین ماہ بس کوئی سالوں نہیں گزر گئے کہ آپ ایسے ری ایکٹ کر رہی ہیں، یہ سب اللہ کے فیصلے ہیں۔۔ مجھے حیرت ہو رہی ہے آپ پہ کہ آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے کہ خدانخواستہ کوئی مسئلہ ہے آپ اتنی کم عقل کیسے ہو سکتی ہیں۔۔" وہ اس کی عقل پہ ماتم کرتا اس کو جھڑکنے لگا جس پہ وہ رونا بھول کے اسے دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں ٹھیک کہہ رہا ہوں میں، شادی کو ابھی تین ماہ ہی ہوئے ہیں تین سال نہیں جو آپ لوگوں کی باتوں کو اس قدر سنجیدہ لے رہی ہیں۔" وہ برا مناتے ہوئے بولا کہ سارا دن وہ اسی بات کو لے کے پریشان تھی یعنی حد ہے۔

"مجھ سے جو ملتا یہی پوچھتا۔۔۔" وہ منہ بنا کے بولی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تو آپ کہہ دیا کریں کہ ابھی ہمارا کوئی ارادہ نہیں، اللہ پہ بھروسہ ہے وہ جب بھی دیں۔" اس کی بات پہ وہ جھینپ گئی جیسے۔

"میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں؟" وہ برا مناتے ہوئے بولی کہ اب اصفحان کا غصہ کرنا اس کو الگ سرے سے رلا رہا تھا۔

"جیسے سب بے دھڑک پوچھتے ہیں ویسے ہی آپ کہہ دیا کریں کہ یہ ہمارا معمالہ ہے۔"

"اب رو کیوں رہی ہیں آپ؟" اس کو دوبارہ روتے دیکھ وہ گہرا سانس بھرتے پوچھنے لگا یعنی اب جائز بات پہ وہ غصہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"میں کیسے کہہ سکتی ہوں یہ سب اور آپ مجھ پہ غصہ کیوں ہو رہے ہیں اس میں میرا کیا قصور۔۔" دوبارہ اس کے سینے سے لگے وہ سوں سوں کرتی بولی۔

"قصور آپ کا بھی ہے، ان عورت نے آپ کو کیوں کہا کہ آپ چیک اپ کروائیں کیا شادی کو دس سال ہو گئے ہیں جو وہ آپ کو ایسے مشورے دے رہی ہیں، آپ ان

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کو خود بھی جواب دے سکتی تھیں آرام سے بجائے اس طرح رونے کے۔" اس کے گرد حصار باندھے وہ اب بھی اسی لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"رونا بند کریں یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے جس پہ آپ آنسوں بہا رہی ہیں، کیا میں نے آپ سے کہا کبھی کہ مجھے جلد از جلد بچے چاہیئے نہیں نا! تو پریشان نہ ہوں یہ سب اللہ کے ہاتھ میں وہ جب مرضی ہمیں اس نعمت سے نوازے ہم اس کی رضا میں خوش ہیں۔" اس کی مسلسل سوں سوں سے نرمی سے اب سمجھانے لگا جب زوفا اپنا سر اٹھا کے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا آپ کو بچے نہیں چاہیئے؟" بات کرتے زوفا کے رخسار بے اختیار گلنار ہوئے، اس کی نم شبنمی آنکھوں پہ باری باری بوسہ دیتے اصفحان مسکرایا۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے نہیں چاہیئے لیکن مجھے کوئی جلدی بھی نہیں ہے۔ ویسے بھی اچھا ہے کہ ابھی ہم ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ زیادہ وقت گزار سکتے ہیں تو میری جان اتنی سی باتوں پہ پریشان نہیں ہوتے، اللہ ہے نا وہ سب جانتا ہے کہ کس کو کب اور کتنا نوازنا ہے لوگوں کی باتوں پہ اللہ سے ناراضگی مول نہیں

لیتے ورنہ اللہ خود ناراض ہو جاتا ہے۔"اس کو سمجھانے والے انداز میں کہتا اس کی صبیح پیشانی پہ بوسہ دے گیا کہ وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی اور سکون سے اس کے سینے پہ سر رکھتے اللہ سے نادم بھی ہوئی کہ وہ واقعی جلد بازی سے کام لے رہی تھی۔

_____________**

عشق میں تہزیب کے ہیں کچھ اور ہی فلسفے

تجھ سے ہو کر ہم خفا خود سے خفا رہنے لگے

عالم خورشید

عماد سے بات کرتے جب وہ کمرے میں واپس آیا تو کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا جبکہ حیام کا سائیڈ لیمپ جلا تھا جس سے جہانگیر نے اندازہ لگایا کہ وہ سوئی نہیں تھی۔ خاموشی سے وہ اپنی سائیڈ آتا جیکٹ اتار کے جگہ پہ رکھی اور اپنی سائیڈ کا لیمپ آن کیا، دوسری جانب وہ خاموشی سے اپنے لیمپ پہ نظریں گھاڑے اسی کو گھور رہی تھی۔ڈرپ کب کی لگی ختم ہو چکی تھی جبکہ ہاتھ پہ کینولہ ابھی بھی ویسے ہی لگا تھا۔ اس کا بخار اب قدرے بہتر تھا۔

ایک گہری نظر اس پہ ڈالتے وہ ابھی لیٹنے کو ہی تھا جب حیام اس کی موجودگی بیڈ پہ پاتے سرعت سے اٹھنے کو تھی۔اس کی جلد بازی کو دیکھتے جہانگیر حیران پریشان ہو گیا لیکن سمجھ تب آیا جب وہ اپنا تکیہ اٹھائے صوفے پہ جانے لگی۔

"کدھر۔۔۔۔!" جب وہ اپنا کمبل اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھانے لگی تو جہانگیر نے یکلخت اس کی وہی کلائی تھامی کہ حیام اس افتاد پہ سہم کے ہلکا سا چیخ پڑی۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔۔" اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی کرتے وہ بغیر دیکھے کہنے لگی، جب جہانگیر نے اس کی کلائی کو اپنی گرفت سے آزاد کیا۔وہ سکون بھرا سانس لینے کو تھی کہ سانس وہی اٹک گئی جب جہانگیر کو اپنی سمت بڑھتا پایا۔

"سکون سے یہاں پہ لیٹو ورنہ مجھ سے برا نہیں ہو گا۔" وہ رعب سے کہتا اس کا تکیہ اٹھائے واپس بیڈ پہ اپنے تکیے کے قریب رکھ گیا۔

"آپ سے برا کوئی ہے بھی نہیں۔" وہ بے ساختہ ہی کہہ گئی اور اس کی بات کا اثر لیے بغیر اپنا تکیہ واپس اٹھا کے مڑنے لگی کہ اپنے بے حد قریب پیچھے کھڑا پا کے وہ دل تھام گئی۔

جن سخت نظروں سے وہ حیام کو گھور رہا تھا ابھی وہ کہیں سے بھی نرم رویہ رکھنے والا نہیں بلکہ جلاد سر عاصم ہی لگ رہا تھا، حیام نے گھبراتے اپنی پلکیں اٹھاتے اس کو دیکھنا چاہا لیکن دوبارہ سے نظریں جھکا گئی اور شرافت سے اپنا تکیہ واپس بیڈ پہ رکھتے آہستہ سے بیٹھ گئی۔اس کو واپس بیٹھتا دیکھ وہ چالاکی سے اپنی مسکراہٹ دباتا اپنی سائیڈ آیا اور لیٹنے لگا لیکن حیام کو ایسے ہی سٹل دیکھتے گہرہ سانس بھر کے رہ گیا۔

"لیٹ کیوں نہیں رہی۔۔۔"اس کی آواز پہ حیام تذبذب کا شکار ہوئی اور ایسے ہی دوسری جانب منہ کیے بیٹھی رہی۔دو پل تو جہانگیر اس کی پشت پہ کالی گھنی چوٹی کو گھورتا رہا'جواب نہ پاتے وہ اٹھ کے خود اس کے قریب ہو کے پیچھے بیٹھا، آگے جھکتے اس نے حیام کا کینولہ لگا ہاتھ تھامنا چاہا۔

"لیٹ کیوں نہیں رہی، طبیعت ٹھیک ہے؟"اپنے بہت قریب پیچھے سے اس کو محسوس کرتے پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیکھتے وہ پل میں گھبرا گئی اور دھڑکنوں نے رفتار پکڑی۔

اس کے پیچھے بیٹھتے جس طرح سے اس نے اپنا بازو آگے کیا تھا حیام کا بازو اس کے بازو کا لمس محسوس کر رہا تھا۔

"بتاؤ۔۔۔" کینولہ لگے ہاتھ کی پشت کو نرمی سے انگھوٹھے سے سہلاتے وہ پھر پوچھنے لگا، وہ کیا جواب دیتی وہ اچانک اس کی قرب میں، اس کے لمس سے خود گھبرا اٹھی تھی۔

"سس۔۔۔ سر پیچھے ہٹیں۔" اتنی آہستہ آواز میں بولی کہ وہ اگر قریب نہ ہوتا تو شاید ہی سن پاتا۔

"عاصم جہانگیر نام ہے میرا سر نہیں۔۔۔" اس کا سر کہنا اسے برا لگا تھا تبھی وہ سنجیدگی سے بتانے لگا ساتھ ہی اس کے بکھرے بالوں کو کان کے پیچھے اڑسنے لگا۔

اس کی انگلیوں کا لمس اپنے چہرے کان پہ محسوس کرتے وہ بدک کے اٹھی۔

"پلیز سر۔۔۔" وہ جھلا کے بولی جبکہ رخسار جیسے تپ اٹھے تھے۔

"واپس آؤ حیام۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا اس کا اچانک اٹھنا اسے ناگوار لگا تھا جبکہ حیام اب بے بسی سے اسے دیکھنے لگی وہ کیسے اسے بتاتی کہ وہ شرم جھجک سے نہیں جا رہی تھی وہاں، اسے ڈھیروں شرم آ رہی تھی کہ جہانگیر اس کا سر رہ چکا تھا۔۔

"مجھے نہیں سونا یہاں، مجھے گل کے پاس جانا ہے۔" وہ بچوں کی طرح ضد کرتی دروازہ کھولنے کو تھی جب جہانگیر فوراً اس کی طرف آتا ذبردستی اس کو بیڈ پہ لایا کہ ایک بار پھر حیام کو رونا آنے لگا جس کو اس نے روکنے کی بالکل بھی کوشش نہ کی۔

"ادھر دیکھو۔۔۔ میری بات سنو۔" اس کو روتا دیکھ وہ۔ نرمی سے پکارنے لگا جب حیام نے غصے سے اس کے ہاتھ جھٹکے اور ہار مان کے کروٹ لیتی رونے کا شغل مکمل کرنے لگی۔

"ادھر دیکھو۔۔" زبردستی اس کا رخ اپنی جانب کرتے جیسے وہ بات کرنے پہ اکسانے لگا۔

"اب بتاؤ ایسے بیہیو کیوں کر رہی ہو؟" اس کا رخ اپنی طرف کرتے وہ نرمی سے پوچھنے لگا جبکہ اس کے سکون سے پوچھے گئے سوال پہ حیام حیرت سے اسے دیکھنے لگی کہ کیا وہ اب بھی یہ پوچھنے والا تھا کہ کیوں بیہیو کر رہی تھی ایسا۔

"اوکے۔۔ میں جانتا ہوں میں نے غلط کیا، مجھے تمہیں بتانا چاہیئے تھا کہ میں تمہیں پہلے سے جانتا ہوں لیکن تم خود بتاؤ کہ میرا تمہیں پہنچ کے بتانا کہ میں تمہارے بھائی کا دوست ہوں کیا یہ اچھا لگتا نہیں نا، یونیورسٹی میں ایسا بہت بار ہوا کہ اگر کسی ٹیچر نے سٹوڈینٹ سے ذرا سی ہنس کے بات کر لی تو دونوں کے کردار پہ بات آتی ویسے بھی مجھے زیادہ بات کرنے کی عادت نہیں۔ اور نکاح۔۔۔!" اس نے ہلکی پھلکی سی وضاحت کر دی اس سے اپنی پہچان چھپانے کی جبکہ اس کی باتوں کو سنتے حیام کو یاد آنے لگا کہ اس نے کئی بار اسے سزا کے طور پہ کلاس سے باہر کھڑا کرنے کے ساتھ پیچھے اکیلے بیٹھنے پہ بھی مجبور کیا تھا، ایک نئے سرے سے غصہ۔

حیام کے کچھ نہ بولنے پہ وہ دوبارہ بولنے لگا۔

"کیف کی اچانک سے یہ حالت ہونا، کسی کو کیا خبر تھی کہ ایسا کچھ ہو گا لیکن اگر کیف ابھی ٹھیک ہوتا اور یہ سب نہ ہوتا۔۔۔"اس کی بات تھی آگ جو حیام کو برے طریقے سے لگی وہ حیرت سے اپنے تھوڑے گھنٹے پہچانے جانے والے شوہر کو دیکھنے لگی۔

"کیا سب نہ ہوتا؟ ہمارا نکاح؟"اس کی بات پہ وہ ماتھے پہ بل لیے بولی۔

"یعنی آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ سب آپ کی مرضی کے بغیر ہوا، تو آپ انکار کر دیتے کیوں کیا یہ نکاح، مری نہیں جا رہی تھی میں کہیں۔ ویسے بھی نکاح کر کے آپ کونسا مجھ پہ مہربان ہو گئے تھے غیروں کی طرح چھوڑ گئے تھے زندگی کا سفر شروع ہونے سے پہلے ہی۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میرا نکاح کس سے ہوا میں پہلے بھی راضی تھی اور اب بھی تبھی یہاں موجود ہوں، مجھے نہ پہلے کسی سے محبت تھی اور نہ اب۔۔۔ باقی اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں کہ آپ کی طرف یہ رشتہ جوڑنے میں زبردستی ہوئی ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں آپ کو خود منع کر دینا چاہیئے

تھا اپنے گھر والوں کو تو آج آپ کو یہ بات نہیں کہنی پڑتی 'اگر کیف ہوتا تو ایسا نہ ہوتا'
اب مجھے ڈسٹرب مت کیجیے گا شب خیر۔"
اس کی بات اسے سخت ناگوار گزری تبھی وہ سخت سست سناتی دوسری جانب منہ
کیے لیٹ گئی کہ اب کرتا رہے بات۔اپنی بات پوری کرنے کے بعد حیام کے دماغ
میں اچانک کلک ہوا کہ کہیں وہ واقعی پہلے سے ہی شادی شدہ تو نہیں، کیا وہ یہی
بتانے والا تھا اس کو،اب اس کو یہ فکر ستانے لگی کہ وہ ایک سوتن تو نہیں بن گئی کسی

پہ۔
جبکہ دوسری طرف حیام کے اچانک اتنا بولنے پہ تو جہانگیر جیسے سکتے میں آ گیا۔۔
بھلا اس کی بات تو مکمل سن لیتی وہ تو یہی کہنے والا تھا کہ اللہ کی اس مصلحت میں وہ
خوش ہے لیکن اس نے موقع ہی کہاں دیا بات کا،خود سے ہی اخذ کرتی وہ اسے بھی
سناتی سونے کے لیے کروٹ بدل گئی۔
"ڈسٹرب نہ کرنے کا مجھے ایسے کہا ہے جیسے میں پکڑ کے بیٹھا ہوں اسے
عجیب۔۔۔!"اس کا صدمہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا کہ وہ کتنا فضول

سوچتی تھی اس بارے میں۔اس کی پشت کو گھورے لحاف خود پہ بھی لیتا وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔

اس کے کمبل کھینچھے پہ حیام تھوڑا سمٹ کے اور کنارے پہ ہوئی جس سے جہانگیر محظوظ کن مسکرایا۔

_______________**

"اتنا پیسا میں نے جھک مارنے کے لیے دیا تھا تمہیں جو مجھے اپنے اس منحوس منہ سے یہ بات کہہ رہے ہو، سالو کتنا پیسہ دیا تھا میں نے۔" اپنے سامنے کھڑے دو نفوسوں پہ وہ بری طرح برس رہا تھا جبکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے سر جھکا گئے۔

"صاحب ہم نے تو نشانہ صحیح لیا تھا جانے کیا ہوا کہ اچانک گولی دوسری کو لگ گئی۔" ان میں سے ایک نے وضاحت دینی چاہی۔

"تو دوسرے کو کیوں لگ گئی کہا بھی تھا کہ دھیان رکھنا،اب اگر آج اس کی جگہ وہ کانٹا نکل چکا ہوتا تو میرا کام آسان ہو جاتا لیکن تم دونوں نے جام بگاڑ کے رکھ دیا میرا۔" اپنا سر پکڑتا وہ غصے سے ان پہ برس رہا تھا۔

"صاحب اب ہم ٹھیک سے اپنا کام کریں گے۔" ان میں سے ایک جوش میں بولا اسے ڈر بھی تھا کہ کہیں ہاتھ سے لاکھوں روپے نہ چلے جائیں جو وہ دے چکا تھا ان کو اس کام کے۔

"اب ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی اپنا کام مکمل کر کے آنا، ورنہ جو دیا ہے وہ بھی لے لوں گا۔" اس کی بات سے ان دونوں کی آنکھوں میں جیسے چمک آگئی تبھی وہ یقین دہانی کرواتے وہاں سے رفو چکر ہوئے۔

_________*________

صبح کی روشنی آنکھوں کے پردوں سے ٹکرائی تو سستی لیے وہ اپنی آنکھیں کھولتی اٹھنے کی کوشش کرنے لگی جب جراہ اٹھی۔

اپنے بالوں کو آگے کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کہیں پھسے پڑے تھے، گردن گھما کے دیکھا تو اس کے توانا کندھوں کے نیچے اس کی چٹیا آئی تھی اور خود وہ گہری نیند سو رہا تھا شاید۔

احتیاط سے اپنے بال کھینچتے وہ اٹھی اور کبرڈ سے اپنا ڈریس نکالتی شاور لینے چلی گئی، طبیعت آج کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی یا شاید جہانگیر کو رات کو تھوڑا بہت سنا کے وہ سکون محسوس کر رہی تھی۔

نم بالوں کو ٹاول سے سمیٹتے ہاتھ کا دروازہ بند کرتے وہ باہر آئی اور آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے ان کو سلجھانے لگی۔ کمزوری کی وجہ سے زیادہ دیر کھڑی رہنے سے وہ تھک گئی تو بیڈ پہ ہی بیٹھ گئی۔

چہرے پہ ہلکے ہلکے شبنم کے قطرے محسوس کرتے نیند میں خلل پڑا تو نا سمجھی سے اس نے آنکھیں کھولیں جہاں وہ آئینے کی طرف رخ کیے اپنے نم بال سلجھا رہی تھی۔۔ نظر اس کے ہاتھ گئی جہاں اب بھی کینولہ لگا تھا جو گیلا ہو گیا تھا، شاید اسے اتارنا نہیں آتا تھا تبھی ایسے ہی لگا تھا۔ نیند تو اسے ابھی بھی آرہی تھی لیکن ٹائم دیکھتے وہ اٹھ گیا کہ بعد میں پھر سو جائے، ابھی کچھ دن ادھر ہی تھا وہ تو ٹینشن فری تھا۔

"کیسا محسوس ہو رہا ہے؟" اٹھ کے بیٹھتا وہ کمبل میں خود کو لپیٹتا نرمی سے پوچھنے لگا، اس کے گیلے بالوں کو دیکھتے جیسے سردی زیادہ لگنے لگی تھی۔

"بہتر ہوں۔" اپنے بال آگے کرتی دوپٹے کو اچھے سے لیا اور سامنے سے لوشن اٹھاتے اپنے بازوں اور ہاتھ پہ لگانے لگی۔

"ابھی ہاتھ نہ لیتی سردی کافی زیادہ ہے۔" اس نے وقت کا احساس دلانا چاہا کہ صبح کے وقت سردی زیادہ ہوتی تھی۔

"لاؤ اس کو میں اتار دوں۔۔" کینولہ سے شاید خون رسنے لگا تھا تبھی وہ اپنی جگہ سے اٹھتا فرسٹ ایڈ باکس لیتا اس کے پاس آیا اور احتیاط سے اس کا ہاتھ تھاما جو پہلے سے سوجھ چکا تھا۔ اسنے کوئی مزاحمت نہ کی کیونکہ خون نکلنے سے اس کو جلن ہونا شروع ہو گئی تھی تبھی سکون سے بیٹھی رہی۔

حیام کے بال آگے ہونے کی وجہ سے بھینی بھینی سی خوشبو جہانگیر کے سانسوں میں گھل رہی تھی جس سے ایک الگ ہی احساس بدن میں سرائیت کرنے لگا تھا۔

"کاٹن دو۔۔" سرنج نکالتے اس نے جلدی سے کہا تو اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے روئی پکڑنی چاہی جس کے لیے اسے تھوڑا سائیڈ پہ جھکنا پڑا کیونکہ وہ دونوں روبرو بیٹھے تھے اور حیام کے الٹے ہاتھ پہ باکس تھا۔

اس کے جھکنے پہ کچھ بال چہرے کی طرف آ گئے۔اس کو کاٹن پکڑاتے اپنے بال کان کے پیچھے اڑسنے لگی۔احتیاط سے رستا خون صاف کرتے اس نے وہاں ٹیوب لگائی اور اس پہ بینڈج کر دیا۔

"میں فریش ہو کے آتا ہوں پھر نیچے چلتے ہیں۔ "

نرمی سے اس کی گال تھپتھپاتا وہ اٹھا اور کپڑے لیتا باتھ میں چلا گیا جبکہ اس کے رویے پہ وہ سانس روک گئی تھی۔

بال تو ابھی بھی ہلکے نم تھے تو ان کو کیچر میں قید کرتے دوپٹہ اوڑھ کے غیر ارادی طور پر جہانگیر کا انتظار کرنے لگی۔

پھر سے شلوار سوٹ، آئینے کے آگے کھڑے ہوتے اس نے بالوں کو برش کیا اور ہاتھ میں سنہری ڈائل والی گھڑی پہنتے حیام کو دیکھا جو اسے ہی تکنے میں مصروف تھی۔

" چلیں۔۔۔۔"وہ پوچھ رہا تھا یا بتا رہا تھا حیام کو سمجھ نہ آیا لیکن اس کو جواب دیئے بنا ہی وہ آنکھیں گھماتی اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

______________**

صبح کے آٹھ بج رہے تھے اور آج سب ڈائننگ ایریا میں ٹیبل کے گرد بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے، ان دونوں کو ساتھ آتا دیکھ دی جان مسکرائی اور دل سے دعائیں دیں۔

"اب کیسی ہے طبیعت؟" اماں بیگم نے حیام کو دیکھتے پوچھا۔

"بہتر ہوں اماں بس تھوڑی سی کاہلی محسوس ہو رہی ہے۔" وہ مسکرا کے بتانے لگی۔

جہانگیر بھی اسی کے ساتھ والی چیئر پہ بیٹھ گیا اور ناشتہ کرنے لگا، دی جان غور سے حیام کو دیکھنے لگیں جیسے کچھ تلاش کر رہی ہوں۔

"حیام پتر تیری پڑھائی کا کیا بنا۔۔؟" دی جان نے اسے چائے کا کپ تھامتے پوچھا جس پہ وہ چونکی، جہانگیر نے بھی کھانے سے نظریں اٹھاتے پہلے دی جان کو پھر جہانگیر کو دیکھا۔

"وہ تو۔۔۔ اگلے سال سے شروع کروں گی۔" اسے سمجھ نہ آیا کہ کیا کہے کیونکہ اس کا تقریباً آدھا سمیسٹر تو گزر چکا تھا' اگر اب جاتی تو جو گزر گیا تھا اسے کور نہ کر

پاتی تبھی اس نے فیصلہ لیا کہ وہ اگلے سال دوبارہ سے شروع کرے گی اگر ممکن ہوا تو۔

"اگلے سال سے کیوں تم توپڑھ رہی تھی نا، پھر چھوڑنا کیوں ؟" گل نے بھی بات میں حصہ لیا۔

"ادی وہ آدھا سمیسٹر گزر گیا ہے تو اب جانے کا کوئی فائدہ نہیں، اسی لیے اگلے سال دوبارہ سے شروع کروں گی۔" وہ گل کو دیکھتی بتانے لگی، وہ چاہ کے بھی یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ کیسے چلی جاتی ان کو چھوڑ کے شہر وہ بھی تب جب نہ اسے شوہر کا معلوم اور نہ ہی کیف کی طبیعت کا، تب تو وہ خود غرض کہلاتی۔

"جہانگیر تمہاری ہیلپ کرے گا نا، سال تو ضائع نہ کروا اپنا۔" گل کو جیسے افسوس ہوا سن کے تبھی وہ جہانگیر کی طرف اشارہ کرنے لگی جس پہ وہ حیرت سے دیکھنے لگا کہ اس کا کیا تعلق اس سب سے۔

حیام نے بھی ناسمجھی سے دیکھا کہ وہ بھلا کیسے کر سکتا تھا اس کی مدد۔

"ارے جہانگیر ہی تو تمہیں وہاں پڑھاتا ہے ناتو اسے اچھے سے پتا ہوگا کہ کہ کیسے تیاری کروانی ہے، فکر نہ کرو اپنی پڑھائی کو جاری رکھو۔" گل نے جیسے مسئلے کا حل پیش کیا جبکہ حیام اس کے مشورے کو سنتے ہونق بنی دیکھنے لگی کہ یہ کیا کہہ دیا ہے، دی جان اور باقیوں کے لیے بھی نئی بات تھی تبھی وہ سب حیرت سے گل کو دیکھنے لگیں۔

"دی جان جہانگیر ہی اس کو وہاں پڑھا رہا ہے۔" دی جان کی سوالیہ نظروں کو دیکھتے گل نے وضاحت دی جس پہ سب سر ہلا گئیں۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہوئی، سال ضائع نہ کرو، جہانگیر کے ساتھ ہی شہر میں رہ لیا کرو پھر تمہیں ہم سے ملانے کے بہانے جہانگیر یہاں جلدی آتو جایا کرے گا نا۔" تائی امی نے شرارت سے کہا جس پہ حیام چاہ کے بھی مسکرا نہ پائی۔ یعنی وہ اس کے ساتھ اکیلے رہے گی، اسے تو رات کو اتنی گھبراہٹ ہو رہی تھی کجا کے ایک گھر میں اکیلے وہ دو۔

"نہ۔۔۔ نہیں میں اگلے سال پڑھ لوں گی۔" وہ بامشکل مسکراتے کہنے لگی کہ سب نے ٹوک دیا کہ جب اچھی خاصی سہولت موجود ہے تو کیوں وہ دیر کرے پڑھائی میں۔

اس سب کے فیصلے کے بعد دی جان نے جہانگیر سے رائے چاہی۔

"تمہاری وہاں موجود بیوی اور بچوں کو تو کوئی اعتراض نہیں نا ہماری بہو کے وہاں جانے سے۔" دی جان نے جس انداز سے پوچھا جہانگیر نے خفگی سے دیکھا وہیں حیام نے حیرت سے سب کو دیکھا کہ کیا واقعی وہ ایک سوتن بننے جا رہی تھی۔

" حد ہے دی جان!" وہ سر نفی میں ہلاتا ہوا کہنے لگا کہ باقی خواتین ہنس دی۔

"مجھے گھر جانا ہے۔۔۔" ناشتے سے فارغ ہوتے وہ سب صحن میں بیٹھے دھوپ سینک رہے تھے جب حیام نے جھجک سے کہنا چاہا۔

"لیکن ابھی تو تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہوئی۔" گل متفکر ہوئی۔

"میں ٹھیک ہوں، دادی جان اور لالہ سے ملنا ہے۔" وہ جیسے اصرار کرنے لگی۔

"تھوڑے دنوں بعد میں خود لے جاؤں گا تمہیں ابھی آرام کرو۔" کسی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی جہانگیر خود بول اٹھا۔اس کی بات پہ وہ خاموش ہو گئی، تھوڑی دیر بعد اسے پھر سے تھکن سوار ہونے لگی تو وہ کمرے میں چلی آئی۔

ابھی وہ لیٹنے کا۔ سوچ ہی رہی تھی جب جہانگیر بھی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوا۔

"آپ نے یہ کیوں کہا کہ بعد میں چھوڑ آئیں گے، جبکہ کل سب نے کہا تھا کہ جب میں ٹھیک ہو جاؤں گی تو اپنے گھر جا سکتی ہوں۔" اس کو دیکھتے ہی وہ پوچھنے لگی۔

"ہاں ایسا ہی کہا تھا۔" وہ متفق ہوا۔

"تو منع۔ کیوں کیا؟ "

"کیا تمہاری طبیعت ٹھیک ہو گئی ہے؟" اس کے سوال پہ وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتا پوچھنے لگا جس پہ وہ گڑبڑا گئی۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی وہ تڑخ کے بولی جب وہ قدم بہ قدم چلتا اس کے قریب آنے لگا۔

"دور سے رہ کے بات کریں۔" اس کو پاس آتے دیکھ وہ مضبوط لہجے میں غصہ کرتے کہنے لگی۔

"دیکھیں سر۔۔۔" رکنے کے بجائے جب وہ مزید قریب ہوا تو حیام نظریں چراتی پیچھے ہونے لگی لیکن ہائے رے قسمت پیچھے بیڈ تھا۔

"عاصم۔۔۔۔!" بھنویں سکیڑتے جیسے وہ برا مناتے ہوئے بولا۔

"عا۔۔۔عاصم ہٹیں پیچھے، رستہ چھوڑیں میرا۔" اس کا نام ہکلاتے بولی اور سائیڈ سے نکلنا چاہا جب وہ پھر رستے میں حائل ہوا۔

"رات کو تمہیں کیا ہوا تھا جو مجھے سنا کے سکون سے سو گئی تھی۔" اس کی بات کو نظر انداز کرتا وہ رات والی بات یاد کروانے لگا۔

"کچھ غلط نہیں کہا تھا میں نے۔" پھر سے جیسے وہ رات والی ہمت اپنے اندر لے آئی۔

"غلط اس لیے نہیں تھا کیونکہ وہ تمہیں ٹھیک لگتا تھا جبکہ تم نے میری بات تو سنی ہی نہیں تھی۔" اس کا ہاتھ تھامتے وہ نرمی سے کہنے لگا، حیام کو ابھی وہ کہیں سے بھی کھڑوس عاصم نہیں لگا تھا جو ہر وقت یونیورسٹی میں بن کے پھرتا رہتا تھا۔

"اور آپ کی بات تھی کیا بس یہی کہ ہمارا نکاح ایک حادثہ تھا۔" وہ چبھتے لہجے میں گویا ہوئی کہ جہانگیر متبسم ہوا۔

"حسین حادثہ۔" اس کی بات پہ ایمان لاتا وہ زرا جھک کے گویا ہوا کہ حیام کی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی یعنی وہ اس نکاح سے خوش تھا شاید بہت زیادہ خوش۔

"سب جو کچھ ہوا اچانک ہوا۔ یقیناً ایسا کسی نے سوچا بھی نہیں ہو گا لیکن ہماری زندگی کا جو بھی فیصلہ ہوا میں اس میں خوش ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بھی خوش رہو۔ پچھلی جتنی بھی غلطیاں ہوئیں میں معزرت چاہتا ہوں، میں وہ لمحہ واپس تو نہیں لا سکتا لیکن تمہیں یقین ضرور دلاؤں گا کہ اس نکاح میں میری رضا شامل ہے۔

اللہ نے ہمیں ملایا ہے تو ضرور اس میں کوئی نہ کوئی بہتری شامل ہو گی، بس اب دعا یہی ہے کہ جلد از جلد کیف کی حالت میں بہتری آئے اور وہ ہمارے ساتھ ہمارے بیچ موجود ہو۔" اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتا وہ نرمی سے سمجھانے لگا، حیام نے غور سے اس کا چہرہ دیکھنا چاہا لیکن وہاں کوئی بے زاری کوئی دکھاوا نہیں تھا، وہ سنجیدگی سے اپنی بات کہہ رہا تھا۔

"ہاں ایک بات۔۔!" وہ کچھ یاد آنے پہ بولا کہ حیام نے ناسمجھی سے دیکھا۔

"مجھے 'سر' نہ کہا کرو، پھر جس انداز میں سر کہتی ہو میں ظالم پرنسپل اور تم ڈری سہمی بچی لگتی ہو۔" وہ بات کو مزاح کا رنگ دیتے بولا لیکن لہجے میں کہیں بھی شرارت کی کوئی رمق نہ تھی، اب حیام کو سمجھ نہ آئے کہ وہ مسکرائے یا بس اح یسے ہی کھڑی رہے، بلآخر وہ فیصلہ لیتی ایسے ہی کھڑی رہی۔

"میں جاؤں۔۔۔" چند پل ایسے ہی کھڑے رہنے کے بعد وہ پوچھنے لگی کیونکہ وہ جانے کن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کو لگا تھا کہ وہ کافی لمبی ناراضگی دکھائے

گی اسے لیکن یہاں تو اس کی ناراضگی کو خاطر میں لائے بغیر اپنی بات ایسے کلئیر کر جاتا تھا کہ وہ آگے کچھ کہہ ہی نہ پاتی تھی۔

"کدھر۔۔۔؟" اس کا لہجہ بدل گیا تھا جس سے حیام کو مزید گھبراہٹ ہونے لگی، ہتھیلیاں پسینے سے نم ہوئی تو اس نے ہاتھ چھڑانے چاہے لیکن ان پہ وہ گرفت مضبوط کر گیا۔ کتنی جلدی وہ اس کے قریب آگیا تھا سوچ کے ہی اس کو اپنی دھڑکنیں دماغ میں سنائی دینے لگیں۔

"تھک گئی ہوں۔۔۔" وہ جیسے ابھی رو دینے کو تھی کیونکہ اس سے اب زیادہ دیر کھڑا بھی نہیں رہا جارہا تھا۔

"میں بھی۔۔۔۔" اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے مخمور لہجے میں بولا کہ حیام کی آنکھوں میں ٹھہری شبنم اب قطرہ قطرہ برسنے لگی۔

"اپنے غموں کو بہنے دو، میرا سینہ اتنا وسعت رکھتا ہے کہ تمہارے غموں کا بوجھ سہہ لے۔" بے اختیاری میں ہی اس کے سینے سے لگتی اپنا غم وغصہ سب بہانے لگی۔

"آپ نے مجھے بہت تکلیف دی، اتنی باتیں سناتی تھیں مجھے یہاں کی سب عورتیں۔ سب مجھے منحوس کہتی تھیں، آپ کیوں گئے تھے کیا میں ناقابل قبول تھی کہ نکاح کے بعد آپ نے مجھے ایک نظر بھی دیکھنا گوارا نہ کیا۔ کیا مجھ میں کوئی کمی تھی یا میں واقعی منحوس ہوں کہ آپ کو اپنا آپ مجھ سے چھپانا پڑا۔" گلابی رخساروں کو گرم سیال سے تر کرتے وہ دل کی ساری باتیں اس کے گوش گزارنے لگی کہ اس کی باتیں سنتے وہ واقعی حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا، کیا وہ خود کو منحوس سمجھنا شروع ہو گئی تھی۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔ نکال دو سب ذہن سے ایسا کچھ نہیں ہے، تم مجھے ہر حال میں قبول ہو 'تم میں کوئی خامی نہیں ہے تم جیسی ہو مجھے ہمیشہ سے عزیز ہو اور رہو گی، تمہیں اب کوئی کچھ نہیں کہے گا۔" اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ محبت سے پچکارنے لگا جب اپنی بھیگی کالی پلکوں کو اٹھاتے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی جہاں جزبوں کا سمندر آباد تھا، آنکھوں کا تصادم ہوا تو دونوں طرف دھڑکنوں

نے شور پکڑا، ایک جزبات کی رو میں بہکنے لگا تو دوسرا وجود حیا سے کتراتے نظریں چرانے لگا۔

نرمی سے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے وہ بیڈ پہ بیٹھ گئی اور آنسوں صاف کرنے لگی، اس کے دور جانے پہ جہانگیر جیسے تڑپ اٹھا۔

"سوری۔۔۔" اس کے گلابی لبوں سے ہلکی سی سرگوشی برآمد ہوئی جس پہ وہ حیرت زدہ ہوا۔

"مجھے اندازہ نہیں ہوا۔۔۔" یکایک اس کے رخساروں پہ سرخی گھلنے لگی اور پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریزہ ہو گئیں۔ وہ جیسے تھوڑی دیر پہلے کی اپنی جی گئی بے خودی پہ شرمندہ تھی لیکن اس کے چہرے پہ قوس قزح کے رنگ دیکھتا جہانگیر مبہوت رہ گیا۔

"آرام کرو میں عماد کے پاس جا رہا ہوں۔" اس کی شرم و حیا کو بھانپتا اسے آرام کرنے کی ہدایت دیتا نرمی و محبت سے اس کی روشن پیشانی کو اپنے نرم لمس بخشتا اسے سکتے میں چھوڑ گیا، پیچھے وہ کافی دیر جیسے اس کے حصار میں مقید رہی۔

________________**

سکول گیٹ پہ کھڑی وہ اپنے بابا کا انتظار کرتی بینچ پہ بیٹھی پاؤں جھلا رہی تھی جب گارڈ سے کوئی بات کرتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔

"ابھی گھر نہیں گئی آپ۔۔۔؟"اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتا نرمی سے استفسار کرنے لگا جس پہ دعا خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

"چاکلیٹ کھاؤ گی۔۔۔؟"اپنی جیکٹ کی پاکٹ سے چاکلیٹ نکالتا اسے مسکراتے پوچھنے لگا کہ دعا نے نفی میں سر ہلایا،اسے یاد آیا کہ اس کے بابا نے اسے سختی سے منع کیا تھا کسی سے بھی چیز لینے سے۔

"کیوں؟پہلے تو آپ لے لیتی تھی۔"وہ جیسے ناراض ہوا۔

"بابا نے منع کیا ہے۔۔۔"معصومیت سے اس کو بتانے لگی۔

"میرے ساتھ چلو گی،سیر کرنے جائیں گے پارک میں وہاں جھولے بھی ہونگے پھر آپ بہت سی چیزیں بھی لے کے دوں گا۔"اسے لالچ دینے لگا لیکن دعا بینچ سے

اٹھ کھڑی ہوئی،اسے لگا جیسے وہ کامیاب ہو گیا کہ وہ اس کے ساتھ چلنے پہ راضی ہے۔

"میں اپنے بابا کے ساتھ جاتی ہوں بس۔" وہ غصے سے کہتی وہاں سے گیٹ پہ کھڑے گارڈ کی جانب چلی گئی کیونکہ عماد نے اسے سمجھایا تھا کہ جب بھی آپ سے کوئی انکل بات کرنے لگے تو گارڈ کے پاس جا کے کھڑی ہو جائے،اب بھی اس نے ایسا ہی کیا۔گارڈ سمجھ گیا کہ یہ عماد کا آدمی نہیں تھا جو یہاں دعا کو لینے آیا تھا تبھی اس آدمی کو سختی سے وہاں سے بھیجنے لگا۔

"اے جاؤ یہاں سے ورنہ ایسی مار ماروں گا کہ نانی یاد آجائے گی۔" دعا کو پیچھے کرتے وہ اس آدمی کی طرف غصے سے لپکا۔

"جا رہا ہوں زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں۔" وہ بجا خوف کے سرد لہجے میں بولا اور ایک نظر وہاں کھڑی دعا کو دیکھتا وہاں سے چلا گیا۔

______________**

دعا کو لینے جب عماد سکول پہنچا تب اسے گارڈ نے آج یہاں ہونے والا واقع بتایا کہ کیسے ایک آدمی خود عماد کی طرف سے بھیجا ہوا آدمی کہہ رہا تھا کہ وہ دعا کو کے آئے لیکن دعا کے بتانے پہ اس آدمی کو وہاں سے بھیج دیا۔

عماد نے اس شخص کی سناخت کروائی تو وہ ایک پل کو حیران ہو گیا کہ اس شخص کا اب یہاں کیا کام۔

"کیا کہہ رہا تھا تو دعا کو۔" گارڈ سے بات کرتے اس نے دریافت کیا۔

"صاحب وہ شاید دعا بیٹی کو لے کے جانے کی بات کر رہا تھا لیکن دعا میرے پاس آگئی تو میں نے اسے دھمکی دے کے بھگا دیا۔" اس نے جیسے فخر سے بتایا جس پہ عماد بس سر ہلا گیا۔

"ٹھیک ہے شکریہ! آئندہ اگر وہ شخص دوبارہ آیا تو مجھے ضرور کال کرنا، نمبر تو ہے نا تمہارے پاس؟" اس کو ہدایت کرتا ساتھ ہی اپنا موبائل نکالتے اس کو نمبر نوٹ کروانے لگا۔

"چلیں۔۔۔!" دعا کو گود میں اٹھاتے گال پہ بوسہ دیا اور گھر چلنے لگا جب دعا نے ایک جگہ پہنچتے عماد کو جھک کے روکا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"سکول میں جو انکل آئے تھے نا، وہ رہے وہاں۔" دعا نے دائیں جانب کھیت کے پار ایک آدمی کو دیکھتے اشارہ کیا جو بڑی سی شال میں خود لو لپیٹے ہوئے تھا اور گاڑی میں بیٹھنے کی تیاری کر رہا تھا۔

"کیا واقعی یہ وہی ہے۔۔" عماد نے کنفرم کرنا چاہا۔

"ہاں نا، یہ وہی ہیں انکل۔" اس نے سر ہلاتے کہا اس سے پہلے کہ عماد اس آدمی کے پاس پہنچتا تب تک وہ گاڑی میں بیٹھے اس کو سٹارٹ کر چکا تھا۔

"گندے انکل۔۔۔۔" وہ منہ بسورے بولی' اس کی بات پہ عماد ایک پل کو حیران ہوا پھر بے ساختہ ہی قہقہہ لگا اٹھا۔

"بری بات ایسا نہیں کہتے۔" اپنی مسکراہٹ دباتے اس نے سنجیدگی سے سمجھانا چاہا۔

____________**

دوپہر کا کھانا بنانے کے بعد فارغ ہوتے وہ زرا لان میں آگئی کہ دھوپ میں بیٹھ گئی، تبھی اس کا دھیان حیام کی طرف چلا گیا جس کو سوچتے وہ مسکرا اٹھی۔

"کافی دن ہو گئے اس سے بات کیے۔۔" وہ افسردگی سے سوچتے لگی کہ اسے یہاں اپنی چھوٹی چچی ساس آتی دکھائی دیں، وہ بہت کم یہاں آتی تھیں۔ صنم کو ان کی عادت اچھی لگتی تھی کہ وہ رکیہ چچی کی طرح اس کی ہر بات میں ٹوکتی یا نقص نہیں نکالتی تھی' ان کی بیٹی بھی یہاں کم ہی آتی تھی۔۔

"السلام علیکم!" اس کو لان میں بیٹھا دیکھ وہ ادھر ہی آ گئیں۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں آپ؟ بہت دنوں بعد چکر لگایا آپ نے۔" وہ خوش اسلوبی سے کہتی ان کو چیئر پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود بھی بیٹھ گئی۔

"میں ٹھیک ہوں لیکن یہ شکوہ تم نہ ہی کرو مجھ سے تو اچھا ہے، تم کون سا میرے گھر آتی رہتی ہو، کبھی خود بھی زحمت کر لیا کرو میرے پاس آنے کی۔" انہوں نے زرا خفگی سے کہا جس پہ صنم ہلکا سا مسکرا کے سر جھکا گئی۔

"جی ان شاءاللہ میں ضرور آؤں گی اب۔" ابھی فالحال وہ حامی بھر گئی۔

"چلو اچھا ہے، ارتسام نے کب آنا ہے؟" اب وہ اصل بات کی طرف آئیں جس پہ صنم نے بتایا کہ رات کو آٹھ نو بجے تک، چچی صنم کو ہدایت کر گئیں کہ جب ارتسام آئے تو اسے انفارم کر دے کہ وہ بلا رہی تھیں ان سے مل لے ایک بار۔

ابھی اسے تھوڑی دیر ہی گزری ہو گی جب اسے ارتسام کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا، گارڈ کے گیٹ کھولنے پہ جب اس کی گاڑی کو اندر آتے دیکھا تو لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

لیکن وہ مسکراہٹ تب ماند پڑی جب ارتسام کے ساتھ ساتھ اس کی وہی کزن کو باہر نکلتے دیکھا۔

"بہت شکریہ ارتسام، میں تمہیں اس کے بدلے ایک زبردست قسم کا لنچ کرواؤں گی۔" وہ پرجوش سی کہتی ایک جتاتی ہوئی نظر صنم پہ ڈالتے وہاں سے روانہ ہوئی۔

"وہ اصل میں۔۔۔" علیک سلیک کے بعد جب ارتسام نے وضاحت کرنا چاہی دیبا کے بارے میں تو اس سے پہلے ہی صنم بول اٹھی۔

"آج آپ جلدی آ گئے۔۔۔"اس کے لہجے میں کوئی اکتاہٹ کوئی طنز نہ تھا وہ بس نارمل انداز میں اس سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں بس یونہی وہ دیبا۔۔۔"وہ پھر بتانے لگا جب ایک بار پھر سے صنم نے بات اچک لی۔

"کھانا کھائیں گے آپ؟"ابھی بھی اس کے لہجے میں کوئی بے زاریت نہیں تھی۔

"امم ہاں ضرور۔۔۔"وہ سمجھ گیا تھا کہ صنم کو دیبا کا ذکر کرنا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا تبھی وہ بات بدل رہی تھی لیکن ابھی وہ اس کو یہ کہہ کے ناراض نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دیں اماں کے ساتھ لنچ کر آیا ہے تبھی حامی بھر گیا۔

"کھانا بہت مزے کا بنا ہے۔۔۔"وہ زیادہ تو نہ کھا پایا لیکن جیسے تیسے جتنا ہو سکا کھا چکا تھا۔

"بہت شکریہ۔۔۔"اس کی تعریف پہ وہ مسکرا کے گویا ہوئی اور پانی کا گلاس اس کو تھمانے لگی۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔؟"برتن سمیٹنے کے بعد بھی جب وہ اس کے پاس نہ بیٹھی تو ارتسام نے اس کی کلائی تھام کے پوچھا، ابھی بھی وہ ٹیبل کے گرد ہی بیٹھا تھا۔

"کہیں نہیں روم میں جا۔۔۔ارتسام!" اس کو بتانے لگی تھی وہ کمرے میں جانے لگی تھی کہ اس کا بیگ رکھ آئے لیکن بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ارتسام بے باک ہوتا اس کا ہاتھ پکڑتے اپنی گود میں بٹھا چکا تھا کہ صنم بوکھلا اٹھی اور شرم سے اس کو پیچھے ہٹاتے جانے لگی۔

"جانِ ارتسام کیوں میرا نام لے کہ میرے ساتھ ساتھ اپنے لیے بھی مشکل بناتی ہو۔" اس کے ہاتھ کو پکڑتے لبوں سے لگاتے شرم سے دوچار کر گیا کہ مزید اس میں بولنے کی سکت باقی نہ رہی۔

"کیا کر رہے ہیں! جانے دیں مجھے۔" اپنے گرد اس کا حصار محسوس کرتے وہ بے بس ہوئی۔

"روٹھی بیوی کو منانے کی چھوٹی سی کوشش۔۔" اس کے بالوں سے بینڈ نکالتے سرگوشی کرنے لگا۔

"میں کہاں ناراض ہوں؟" وہ حیرت زدہ ہوئی اور ارتسام کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دیکھنے لگی۔

"یہی تو بات ہے کہ تم ناراض نہیں ہو لیکن پھر بھی ناراضگی کا اظہار کر رہی ہو۔"
اس کی سر پھری بات پہ صنم اسے گھور کے رہ گئی۔

"خوامخواہ اپنے سے بات نہ بنائیں آپ، مجھے جانے دیں کام ہیں اور بھی۔" نروٹھے پن سے کہتی اس کا حصار کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"یہ کام تم مجھے دیکھ کہ بھول کیوں نہیں جاتی، عجیب بات ہے کہ باقیوں کی بیویاں اپنے شوہروں کو دیکھ کے کام کاج بھول جاتی ہیں اور یہاں ایک میری ہے جس کو اپنا شوہر دیکھ کہ دن کے سارے کام یاد آجاتے ہیں۔" آنکھیں دکھاتا وہ اس سے اپنائیت بھرا شکوہ کرنے لگا۔

"آپ کا ہی کام کرنے جا رہی تھی میں اور اب آپ مجھ سے شکوہ کر رہے ہیں۔"
اس کے رخسار پہ ہلکی سی چپت لگاتے صنم نے رعب سے کہا جس پہ ارتسام ہنسنے لگا۔

"دیبا کو میں خود کہیں نہیں لے کے جاتا لیکن ایسی صورتحال بن جاتی ہے کہ مجھے اس کو لے کے جانا پڑتا ہے، سڑک پہ کھڑی لفٹ مانگ رہی تھی 'اپنی گاڑی خراب کیے بیٹھی تھی وہاں۔ اب کیا یہ مجھے گوارا گزرتا کہ میں اپنے خاندان کی لڑکی کو ایسے

سڑک پہ کھڑا رہنے دیتا بس اسی لیے میں اپنی بہن کو ساتھ بٹھالا یا۔۔"اس کی ساری بات وہ خاموشی سے سنتی رہی آخر پہ وہ ارتسام کا دیا کو اپنی بہن کہنے پہ صنم نے بے ساختہ اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"اچھی بات ہے۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"لیکن یہ اچھی بات نہیں کہ تم اپنی خاموش مسکراہٹ سے مجھ پہ اپنی ناراضگی جتاؤ۔"اس کے بازؤں کو اپنی گردن کے گرد باندھتا وہ باور کروانے لگا کہ اب کی بار وہ قہقہہ لگا اٹھی۔

" یہ بہت ہی اچھی بات ہے کہ آپ مجھے سمجھتے ہیں اور بغیر کہے میری بات کو جان جاتے ہیں۔"اس کی بات پہ تائید کرتی وہ واضح کر گئی کہ اسے آج بھی برا لگا دیا کا اس کے ساتھ آنا لیکن ارتسام کا بغیر مانگے ہی وضاحت کرنا،اسے مزید ارتسام کی محبت میں ڈوبا رہا تھا۔

"اب اس سے میں کیا سمجھوں۔۔۔!"اپنے پیار کا اظہار صنم نے کھل کے اس کے رخسار پہ لب رکھتے کیا جس پہ وہ شرارت سے پوچھنے لگا۔

"یہی کہ اللہ نے آپ جو بہت حسین بیوی دی ہے جس کی آپ کو تعریف کرتے رہنا چاہیئے۔" یہ کہتے وہ اٹھنے لگی تھی لیکن ارتسام نے مزید اس کو قید میں لیا۔

"شکر تو ہم ہر نماز میں ادا کرتے ہیں لیکن تعریف کرنے کا آپ موقع ہی نہیں دے رہی ہیں۔" اس کی ذو معنی بات پہ وہ سٹپٹا گئی اور بازو پہ چپت رسید کرتے اٹھ گئی۔

اس کے بھاگنے پہ ارتسام کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

کل شام ان دونوں نے ایک ہفتہ کے لیے گھومنے چلے جانا تھا، پھر صنم نے یونیورسٹی بھی جوائن کرنا تھی۔ ویسے تو حیام کی غیر موجودگی میں بھی وہ جا رہی تھی اور حیام کے لیے شارٹ نوٹس بھی تیار کرتی جا رہی تھی لیکن اتنے دن اس سے بات نہ ہونے پہ وہ تھوڑا پریشان بھی تھی لیکن اسے یہ سکون تھا کہ دی جان اور باقی سب اس کا خیال رکھ رہے ہونگے۔

________________**

رات کو جہانگیر جب عماد کے ساتھ گھر داخل ہوا تو سب خواتین صحن میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔۔ دی جان اپنا حقہ پینے میں مشغول تھیں اور باقی

سب مونگ پھلی کھانے میں۔حیام کو ایک چارپائی پہ تائی جان کی ساتھ بیٹھا دیکھ اسی کی طرف آگیا۔جہانگیر کو تائی جان نے اپنی طرف آتا دیکھا تو خود ہی اس کے لیے جگہ بجا گئیں کہ وہ آتے حیام کے ساتھ جڑ کے بیٹھ گیا۔

اس کے ساتھ جڑ کے بیٹھنے پہ حیام نا محسوس انداز میں زرا سا پیچھے ہٹی۔

"طبیعت کیسی ہے۔۔؟" یہ دن میں کوئی دسویں بار تھا کہ جہانگیر اس سے دسویں بار پوچھ رہا تھا اور بدلے میں اس کا وہی جواب۔

"بہتر ہے۔۔" ہلکی سی آواز میں جواب دیا۔

"جہانگیر کل حیام کو ساتھ لے جانا اپنے شہر کیونکہ پرسوں پھر ہفتہ ہے اور گل نے بتایا تھا کہ اس کی پڑھائی کے دن ہے وہ۔" اماں بیگم نے بات شروع کی جب عماد نے گل کے ہاتھ سے چھلی ہوئی مونگ پھلی اٹھا کے خود کھائی جس پہ گل گھور کے رہ گئی کہ جب سے آیا تھا یہی کر رہا تھا وہ بچاری چھیل چھیل کے رکھ رہی تھی اور یہ جناب کھائی جا رہے تھے۔

"لیکن اماں بیگم ابھی تو۔۔۔۔" حیام نے کچھ کہنا چاہا جب جہانگیر بول پڑا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ پھر کل تم تیاری مکمل کر لینا دوپہر میں نکلے گیں ورنہ پھر سردی بہت ہو جاتی ہے۔" مونگ پھلی کے دانے حیام کے ہاتھ سے لیتے مصروف انداز میں بولا کہ اب کی بار حیام نے گھورا کیونکہ یہ دونوں لڑکے کب سے یہی حرکت کیے جا رہے تھے۔

"اپنی لیں۔۔۔" جب جہانگیر پھر سے لینے لگا تو حیام نے اب کی بار اپنا ہاتھ نہ صرف پیچھے کیا بلکہ باآواز اس کو ٹوکا بھی جس پہ وہ حیرت زدہ ہوا۔

"اپنی ہی کھا رہا ہوں۔۔۔"

"اپنی کہاں کھا رہے ہیں مجھ سے چھینی جا رہے ہیں۔" اس کی بات پہ وہ ماتھے پہ بل لیے بولی۔

"تمہاری اور میری چیز میں کوئی فرق ہے کیا۔۔!" اب کی بار وہ جس انداز میں بولا حیام سٹپٹا گئی اور پل میں گلنار ہوئی۔

"کوئی نہیں کھانے کے معاملے میں سب اپنا اپنا۔" گل نے حیام کی سائیڈ لیتے کہا کہ عماد کا اس سے مونگ پھلی چھیننے والا ہاتھ وہی رک گیا کیونکہ گل اس کے ہاتھ پہ تھپڑ رسید کیا۔

"عجیب۔۔۔۔!" عماد بڑبڑاتا ہوا خود چھیلنے لگا۔

"ماموں۔۔۔!" دعا اپنے ہاتھ میں چھوٹا سا گلاس پکڑتے جہانگیر کے پاس آئی اور اس کے ساتھ چڑھ کے بیٹھ گئی۔

"جی ماموں کی جان۔۔" اس کی گال پہ بھرپور شرارت سے بوسہ لیا کہ وہ سہلانے لگی اس کو۔

"آپ کا بے بی نہیں آیا؟" جب سے حیام آئی تھی یہ اس کا پہلی بار کا سوال تھا جہانگیر سے جس پہ سب چونکے، حیام کو تو پانی پیتے پیتے پھندا لگ گیا۔

"مونگ پھلی کھانے کے بعد پانی نہیں پیتے پھر اسی طرح کھانسی آتی ہے۔۔۔" حیام کے ہاتھ میں پانی کا گلاس دیکھتے وہ اس کو ٹوکنے لگا جبکہ حیام اچھے سے جانتی تھی کہ بات کو بدل رہا تھا۔

"جواب نہیں دیا تم نے۔۔۔" جہانگیر کے جواب نہ آنے پہ تائی جان نے شرارتی سے پوچھا کہ حیام کو وہاں بیٹھنا مشکل لگا تبھی وہ ایکسکیوز کرتی اٹھ کے کمرے میں چلی گئی۔

"اپنے بابا کو کہو۔۔۔۔" جہانگیر اس کی گال تھپکتا وہاں سے اٹھا جبکہ اس کی بات پہ گل بری طرح شرمائی اور جہانگیر کو صلواتیں سنانے لگی کہ اب دعا کا رخ واقعی ان کی جانب ہو گیا تھا۔

"کتنے بے شرم ہو گئے سب۔۔۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کھانے لگی کہ اس کی بات پہ عماد محفوظ ہوا۔

_____________**

کمرے میں داخل ہوا تو وہ اپنے بال بنا رہی تھی شاید خود کو فضول کے کاموں۔ میں الجھانا تھا تبھی۔ پانچ منٹ ایسے ہی وہ آئینے کے سامنے کھڑی رہی تھی، پھر تھک کے الماری کھولے اس میں جھانکنے لگی لیکن وہاں سے بھی کچھ کرنے لائق نہ ملا تھا۔

آخر تھک ہار کے وہ خود بیڈ پہ آئی اور اپنے پاؤں سلیپرز سے آزاد کرواتے اپنا لحاف اوڑھے لیٹ گئی، جہانگیر کب سے صوفے پہ بیٹھا اس کی یہ کارؤائی دیکھ رہا تھا۔

اس کے لیٹنے پہ وہ خود سیگریٹ نکالتا اس کو سلگانے لگا، سیگریٹ کی سمیل پہ حیام نے آنکھیں کھولے صوفے کی جانب دیکھا جہاں وہ اپنے موبائل میں مگن ساتھ ساتھ سیگریٹ جلا رہا تھا۔

حیام نے ٹھیک سوچا تھا کہ سیگریٹ پیتا وہ واقعی ہینڈسم لگ رہا تھا، اس پہ یہ جچتا بھی تھا لیکن اسے حیرت تب ہوئی جب ایک کے بعد دوسری بھی وہ پینے لگا۔

"اتنی نہ پیئیں کمرے میں سفوکیشن ہو جائے گی۔" اس کو دھواں اڑاتے دیکھ حیام نے ٹوکا جس پہ وہ چونک کے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اوہ! مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا۔" سیگریٹ پاؤں میں مسلتے وہ کمرے میں دھواں دیکھتا ہوا بولا۔

موبائل اپنی جگہ رکھتے کپڑے چینج کرنے چلا گیا جب واپس آیا تو منہ تک کمبل تانے سونے کی تیاری میں تھی۔

اپنی سائیڈ آتا کمرے کی لائٹ آف کرتے ابھی لیٹا ہی تھا کہ حیام تھوڑا کنارے کی طرف کھسکی جس پہ نا چاہتے ہوئے بھی جہانگیر کے لب متبسم ہوئے۔

"میں کوئی موضی مرض نہیں ہوں جس سے تم دور بھاگتی ہوں۔" جان بوجھ کے وہ اس کی طرف جھکتا ہوا سر گوشی کرتا کہنے لگا کہ اپنے قریب سے اس کی آواز سنتے وہ سختی سے آنکھیں۔ میچ گئی۔۔

اس کے مزید کچھ نہ کہنے پہ جہانگیر مسکراتا سکون سے آنکھیں موند گیا۔۔۔

اب کل اس کو شہر لے کے جانا تھا اور ساتھ ہی کیف کی طرف بھی، آیا تو وہ یہاں ایک ہفتے کے لیے آیا تھا لیکن اب اس کو وہاں ضروری کام پڑ گئے تھے، ارادہ اس کا بھی نہیں تھا حیام کو لے جانے کا لیکن حیام کو انکار کرتا دیکھ وہ خود جلدی سے حامی بھر گیا، شاید اب وہ اس کو اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا' اپنے بے حد قریب۔۔۔

__________________**

صبح ہوتے ہی حیام نے پیکنگ شروع کر دی جب اماں بیگم کے ساتھ تائی جان بھی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں، اس کو کپڑے رکھتا دیکھ وہ پاس آ کے جائزہ لینے

لگیں جب اس میں عام سے چند سوٹ دیکھے تو دونوں کے ماتھے پہ سلوٹیں ابھریں۔

"یہ کیسے کپڑے لے کے جا رہی ہو، شادی کو پچاس سال نہیں ہو گئے جو سادے کپڑے پہنو گی، آؤ گل یہ نکالو اور اس کے سارے بری کے جوڑے رکھو اندر۔" اس کو جھڑکتے انہوں نے گل کو اندر آتے دیکھ کہا۔

"تائی جان وہاں میں کیسے پہنوں گی سب۔۔" وہ احتجاجاً بولی جب انہوں نے ٹوک دیا تھا۔

"سب نئی دلہنیں یہی پہنتی ہیں شادی کے بعد، کوئی عام سا جوڑا نہیں اور تم تو ویسے بھی حویلی کے بڑے پوتے کی بیوی ہو۔" اماں بیگم اس بیگ سے کپڑے نکالتی ہوئیں سختی سے بولیں تو اس نے مدد طلب نظروں سے گل کو دیکھا۔

"اماں بیگم یونیورسٹی میں سادھے کپڑے ہی پہنتے ہیں۔" گل نے حیام کی شکل دیکھتے بات کرنا چاہی۔

"جیسے بھی پہنے جائیں، اس کی ابھی شادی ہوئی ہے تو یہ ہی بہتر ہے اس کے لیے اگر کسی نے پوچھا تو آرام سے بتادے کہ شادی ہوئی ہے ابھی۔" اب کی بار تائی جان نے بھی اماں بیگم کی بات کی تائید کرتے حصہ لیا جس پہ حیام ٹھنڈی آہ بھرتی رہ گئی۔

"یہ کڑے ہر وقت پہنے رکھنا اتارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اس کو ہاتھ میں وہی کڑے پہناتے انہوں نے سختی سے ہدایت کی جودی جان نے رشتہ ہونے پہ پہنائے تھے، انہیں پہنتے حیام کے زہن میں گوشے میں وہ یاد لہرائی جب کیف کے نام پہ یہ پہنا رہے تھے، شادی کے بعد سے اس نے کبھی دوبارہ کہیں پہنے تھے لیکن آج یہ سب وہ خود پہنا رہی تھیں۔

"میں یہ زیور وہاں ہر وقت تو نہیں پہن سکتی نا، یونیورسٹی میں جانا ہوتا ہے اماں بیگم سمجھے ناں۔" وہ التجا کرنے لگی کیونکہ اب وہ اس کی جیولری اٹھا کے اس کے بیگ میں احتیاط سے رکھوا رہے تھے۔

"ضد نہ کرو ہماری خاندانی روایت ہے کہ کوئی بھی دلہن کہیں بھی خالی ہاتھ نہیں جاتی ٹھیک ہے۔۔۔" اب کی بار تائی جان نے پیار سے اس کے چہرے پہ ہاتھ رکھتے کہا جس پہ وہ محض سر ہلا گئی۔

"چلو یہ چینج کر آؤ۔۔۔" گل کو ایک جوڑا لاتے دیکھ انہوں نے عجلت میں کہا تو وہ ہونقوں کی طرح اس جوڑے کو دیکھنے لگی کیونکہ وہ چمکیلا بھڑکیلا سرخ رنگ کا جوڑا تھا۔۔

اس طرح کا جوڑا اس نے بس اپنی نہ ہونے والی بارات پہ پہنا اس کے بعد نہیں لیکن آج لگ رہا تھا جیسے یہ خواتین اس کو دلہن بنا کے رخصت کرنے والی تھیں۔

"اماں۔۔۔" وہ آنکھوں میں الجھن لیے بولی۔

"جہانگیر کے ساتھ پہلی بار کہیں جا رہی ہو، بلکہ اپنے گھر جا رہی ہے تو اچھا سا تیار ہو کے ہی جاؤ گی نا تا کہ وہ خوش ہو اپنی بیوی کو دیکھتے۔" انہوں نے سمجھانے والے انداز میں کہا تبھی جہانگیر کمرے میں داخل ہوا اور خواتین کو یہاں دیکھتے حیرت کا اظہار کرنے لگا۔

"کیا ہوا ہے آپ سب یہاں خیریت تو ہے نا۔" اسے لگا کہ شاید حیام کی طبیعت نہیں ٹھیک تبھی وہ متفکر ہوا۔اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا تبھی حیام وہ جوڑا پہنے اپنے بالوں کو پیچھے کرتی باہر نکلی۔

"اب اس کا گلا دیکھیں کتنا کھلا۔۔۔۔" وہ اپنی ہی دھن میں چلتی آئی اور شکوہ کرنے کو تھی تب باقیوں کے ساتھ جہانگیر کی نظر بھی اس کی طرف اٹھی تو سٹپٹا کے نظریں پھیر گیا۔

حیام نے جلدی سے سائیڈ پڑا اپنا دوپٹہ اٹھا کے اوڑھا تو باقی سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"پیچھے سے بند نہیں کرو گی تو کھلا ہی ہو گا ناں، تم آؤ میرے ساتھ۔۔۔" گل آہستہ آواز میں کہتی اس کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گئی۔

دوپہر تک گل اس کو اچھا خاصا تیار کر چکی تھی، آج تو حیام کو واقعی لگ رہا تھا جیسے اس کی رخصتی کروانے والے ہوں یہ سب، سب اس کو ڈھیر ساری دعائیں دے رہے تھے بار بار اس کا ماتھا چومتے اس کو سینے سے لگاتے۔۔

آج اس کی طبیعت بالکل ٹھیک تھی وجہ شاید جہانگیر کا آجانا تھا جس سے دل جو تسلی ملی تھی۔ اگر آج اس کی طبیعت خراب ہوتی تو جہانگیر بالکل بھی اسے ساتھ نہ لے جاتا لیکن پڑھائی کا بھی نقصان تھا کافی۔

_________________**

سفر کرتے ان کو آدھا گھنٹہ گزر گیا تھا لیکن دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی تھی، حیام تو کچھ طبیعت کی وجہ سے سو گئی تھی جبکہ جہانگیر اس کے سونے سے سخت بے زار ہو گیا تھا۔

مزید تھوڑے سفر کے بعد وہ منزل پہ پہنچے تو جہانگیر نے جگانے کے بجائے تین چار بار ہارن دی جس سے حیام بری طرح گھبرا کے آنکھیں کھولتی ہراساں جہانگیر کو دیکھنے لگی۔ اس کے ہرنی جیسی آنکھوں میں الجھن دیکھتے جہانگیر نے کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے اپنی مسکراہٹ کو روکا ورنہ اس کی شکل دیکھتے تو اس کا دل چاہ رہا تھا کہ قہقہہ لگائے۔

"گھر آگیا۔۔۔" سرسری سا بتاتے وہ گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلا تو اس کے پیچھے ہی حیام بھی نکلی۔

انہیں آتے ہوئے شام ہو چلی تھی جس سے سردی کی خنکی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

ہلکی ہلکی سی دھند بھی چھا گئی تھی، بلڈنگ میں اینٹر ہوتے اس نے لفٹ کا بٹن پریس کیا اور مطلوبہ فلور پہ جانے لگے۔

فلیٹ کا دروازہ کھولتے ان کو اندر اظہر صاحب ملے جو حیام کے لیے خوشگوار حیرت تھی کہ یہاں کیسے آئے۔

"ارے آج تو حیام بچہ بھی آیا ہے۔" اس کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھتے انہوں نے محبت سے کہا تو جہانگیر نے بتایا کہ پڑھائی کا خرج ہو رہا تھا جس سے وہ اسے شہر لے آیا، اب وہ اسی کے ساتھ رہے گی اور یہاں پڑھ بھی لے گی۔

جہانگیر حیام کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ دیتا ایک کمرے میں لے گیا جہاں کی لائٹ جل رہی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی حیام کے قدم جیسے ساکت ہو گئے، وجود

جیسے پتھر اسا گیا۔وہ بے یقینی سے سامنے کھڑے جہانگیر کو دیکھنے لگی جو اسے یہاں لے آیا تھا آخر کیوں۔۔۔

جہانگیر آگے بڑھتے اس کی فائل چیک کرنے لگا اور ساتھ اٹیچڈ مشین پہ اس کی ریڈنگ گراف کا جائزہ لینے لگا۔

"عا۔۔۔عاصم یہ۔۔۔"حیرت و الجھن کی زیادتی تھی کہ اس کے الفاظ نکلنے سے انکاری تھے،اس کی آواز پہ جہانگیر نے مڑتے اسے دیکھا جس کی آنکھوں سے آنسوں نکلنے کو بے تاب تھے۔

"حیام۔۔۔"وہ فکرمندی سے پکارتا اس کی طرف لپکا جب وہ روتے خود اس کے قریب آئی۔

"یہ۔۔۔اسے کیا ہوا؟"وہ گھبراتے لہجے میں کہتی باقاعدہ رونے لگی،کانوں میں الفاظوں کی بوچھاڑ ہونے لگی 'منحوس اپنے ہونے والے شوہر کو کھا گئی' کیا قسمت پائی ہے بیچاری نے'۔۔۔

"ریلیکس ٹھیک ہے وہ، ریکور کر رہا ہے وہ بہت تیزی سے۔" اس کو ہلکے سے ساتھ لگاتے بہلانے لگا۔

"یہ کب ٹھیک ہو گا۔۔۔؟" اپنی حالت پہ قابو پاتے وہ سنبھل کے بولی تھی۔

"ان شاءاللہ جلد ہی، بہتری کی طرف آ رہا ہے۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا فکر نہیں کرو، باہر بیٹھو آ رہا ہوں پھر گھر چلتے ہیں۔" اس کو پر سکون کرتے باہر رکنے کا کہا تھا اور خود کیف کے پاس ہی رک گیا۔

حیام باہر آتے یہ سوچنے لگی کہ اپنے گھر جانا، مطلب یہ اپنا نہیں تھا۔۔ اسے تو اظہر صاحب کو یہاں دیکھ کے سکون ملا تھا کہ یہاں وہ اکیلی عاصم کے ساتھ نہیں رہے گی لیکن اب وہ کہہ رہا تھا کہ اپنے گھر۔

دو منٹ بعد جہانگیر کمرے سے باہر آیا اور اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

"ارے ابھی تو آئے ہو ٹھہر جاؤ زرا۔" ان کو جاتا دیکھ اظہر صاحب روکنے پہ اصرار کرنے لگے۔

"نہیں بابا گھر کچھ کام ہیں، کل پرسوں چکر لگاتا ہوں میں۔" مسکرا کے ٹالتا وہ باہر نکل گیا۔

دس منٹ کے فاصلے پہ ہی اس نے گاڑی پھر سے روکی تو حیام کو گھبراہٹ نے جالیا۔

"آپ مجھے صنم کے گھر چھوڑ دیں گے۔" اپنا لہجہ مضبوط کرتے کہنے لگی جب ڈور کھولتے اس کے ہاتھ پل بھر کو تھم گئے، گردن موڑتے اس نے ابرو اچکاتے پوچھا۔

"وجہ۔۔۔؟"

"آپ کو کام ہونگے اسی لیے مجھے اس کے پاس چھوڑ آئیں اس سے مل بھی لوں گی میں۔" سنجیدگی سے کہتی اپنی شال کو اپنے گرد ٹھیک کرنے لگی۔

"مجھے اگر کام ہیں تو تمہاری موجودگی میں ہو جائیں گے وہ۔ رہی بات صنم سے ملنے کی تو جب یونیورسٹی جاؤ گی مل لینا ویسے بھی وہ ارتسام کے ساتھ گھومنے گئی ہے کچھ دنوں کے لیے۔" اس کے بہانے کو نظرانداز کرتا وہ صاف صاف بتانے لگا جس پہ حیام آنکھیں گھما کے رہ گئی۔

"اب چلیں یا تمہیں ہوسٹل چھوڑ آؤں؟" وہ طنز کر رہا تھا یا مشورہ وہ سمجھ نہ پائی لیکن کچھ کہنے کے بجائے وہ گاڑی سے اتر آئی۔

*--------**--------**

"آپ کو چائے کیوں نہیں پسند؟" اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑی وہ تازی ہوا کو اپنے چہرے پہ محسوس کر رہی تھی جب اس کے پیچھے آتے ارتسام نے اس کے گرد حصار باندھ کے اس کے کندھے پہ ٹھوڑی ٹکائی۔ ابھی تھوڑے دن پہلے ہی اسے معلوم پڑا کہ اس کا شوہر چائے کا زیادہ شوقین نہیں تبھی وہ اس سے سوال کرنے لگی کیونکہ وہ خود دن میں ایک بار تو ضرور پیتی تھی۔

"مجھے یہ سرد ہوا بھی نہیں پسند لیکن جب تم ساتھ ہو تو یہ سرد ہوا بھی پر حدت سی لگتی ہے، چائے نہیں پسند لیکن جب تم بناتی ہو تو چاہت کے ساتھ چسکیاں بھی بھر

لیتا ہوں، مجھے تنہائی نہیں پسند لیکن تمہارے ساتھ یہ تنہائی بھی دلفریب لگتی ہے۔"اس کے کندھے پہ ہلکے سے لب رکھتا محبت سے کہنے لگا کہ صنم کے لبوں کے گوشوں نے مسکراہٹ کو چھوا۔

مرے سورج آ! مرے جسم پہ اپنا سایہ کر

بڑی تیز ہوا ہے سردی آج غضب کی ہے

یہاں ان کو آئے دو دن ہو چکے تھے اور ہر لمحہ ارتسام کے ساتھ حسین سے حسین تر ہوتا جا رہا تھا، جتنی وہ شکر گزار ہوتی اتنا کم تھا کہ ارتسام جیسا چاہنے والا شوہر ملا تھا۔

"باہر چلیں تم کب سے بیٹھی ہو یہاں۔" دوپہر کا ایک بج رہا تھا اور صبح سے صنم نے باہر جانے سے انکار کر دیا تھا اس کے کہنے کے مطابق آج سردی بہت زیادہ تھی اور باہر جا کے وہ اپنی طبیعت بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔

"سردی بہت ہے۔۔۔" وہ معصومیت سے منہ بنا کے بولی تھی جب وہ ہولے سے مسکرایا۔

"سرد ہوائیں مجھے پسند نہیں جبکہ تمہیں سردی کا موسم بہت پسند ہے اس کے برعکس سردی میں تمہیں باہر نہیں جانا، حیرت ہے 'چھوڑو یہ بہانے آؤ باہر چلیں پھر واپس آ کے سردی کم کر لینا۔" اس کو باہر لے جانے پہ وہ اصرار کرنے لگا لیکن آخر پہ اس کی بات پہ وہ گھور کے رہ گئی۔

"ہاں جب میری کلفی بن جائے گی ناں تب مجھے لے آئیے گا واپس۔" خفگی سے اس کی طرف مڑتے وہ کہہ کے روم میں چلی گئی کہ اس کے ساتھ اب باہر جانے کی تیاری کرے ورنہ اس کو لے جانے میں وہ بلیک میل بھی بہت کرتا تھا۔

"حیام کا میسج آیا تھا رات کو۔ مجھے یاد نہیں رہا تمہیں بتانا۔" رات کا آیا حیام کا میسج یاد کرتے ارتسام نے اپنا موبائل اس کی طرف بڑھاتے کہا جو خود کو ڈبل شال سے کور کر رہی تھی۔

"اچھا کیا آیا تھا؟" اس سے موبائل لیتے وہ پوچھنے لگی تو جواب میں اس نے دیکھنے کا اشارہ کیا جہاں اس نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا کہ وہ اس کو بھول گئی تھی۔ اس کے اپنائیت بھرے شکووں پہ وہ مدھم سا مسکرائی۔

اس کو اپنا بتاتی وہ موبائل واپس ارتسام کے حوالے کر گئی۔

------------**

یہاں حیام آ تو گئی تھی لیکن اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ عاصم جہانگیر کے ساتھ یونیورسٹی جاتی اور دوسروں کے سوالوں کا جواب دیتی، سب طرح طرح کے سوالات کرتے کہ وہ اس کے ساتھ کیوں آئی ہے۔۔۔ لڑکیاں تو ویسے بھی عاصم

کوتارنے میں مصروف ہوتی تھیں اور جب اس کو ساتھ گاڑی سے نکلتے دیکھتیں تو جانے کیا کیا کہہ ڈالتیں۔

تبھی وہ دو دن سے پھر بیمار ہوئی بستر پہ لگی تھی، بخار اتنا شدید نہیں تھا لیکن ابھی وہ پہلے ٹھیک نہیں ہوئی تھی کہ پھر سے بخار ہو گیا، نقاہت و کمزوری سے اٹھا نہیں جا رہا تھا اس سے، پہلے دن تو جہانگیر کو بہت کام تھے تو دوسرے کمرے میں کام کام کرتے کافی وقت بیت گیا اور وہی سو گیا، حیام نے تو شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔ لیکن جب صبح اس نے حیام کو بخار میں تپتے دیکھا تو اسی کے پاس رک گیا، اس کو میڈیسن وغیرہ کھلا کے ضروری کام کا کہہ کے چلا گیا تھا، رات کو واپس آتے حیام کے گریز کھانے کے باوجود وہ اسی کے پاس ٹھہرا کہ کہیں رات کو ضرورت نہ پڑ جائے۔

آج طبیعت بہت بہتر تھی، اپنا آپ ہلکا محسوس کر رہی تھی تبھی اپنا ایک ڈریس نکالتے شاور لینے چلی گئی، جہانگیر ان دو دنوں سے باہر سے ہی کھانا لا رہا تھا۔۔ ابھی

www.novelsclubb.com

بھی وہ شام کا کھانا لینے گیا ہوا تھا، صبح کا ناشتہ وہ خود بنا لیتا تھا آرام سے، شام کے وقت وہ خود مصروف ہوتا تو وقت نہیں ملتا تھا کہ کھانا بنا لے۔

"یہ کس طرح کے ڈریس دے دیئے ہیں مجھے، اتنی ہیوی ہے۔۔ مجھ سے زیادہ تو ان کا وزن ہے کہیں میں گر ہی نہ جاؤں۔" آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے وہ اپنا گرے رنگ کا خوبصورت لباس دیکھنے لگی جس پہ اچھا خاصا نگیوں کا کام تھا، اپنی طرف سے اس نے کم کام والا ہی جوڑا نکالا تھا لیکن یہ بھی اچھا خاصا بھاری تھا۔۔

اپنے بالوں کو سلجھانے کے بعد آدھے بالوں کو کیچر میں قید کیا اور ایک سائیڈ پہ دوپٹہ رکھتے کیچن میں آگئی۔

"یہاں تو سب کچھ پڑا ہے، خوامخواہ باہر سے کھانا لینے چلے گئے۔ آج تو طبیعت ٹھیک تھی میں بنا لیتی کچھ۔" فریج میں مطلوبہ چیزیں دیکھتے اپنے آپ سے بڑبڑانے لگی۔ شاید اس نے پہلے ہی سب سبزیاں بوائل کر کے رکھی ہوئی تھیں۔۔ مٹر کا پیکٹ نکالتے اس نے پانی میں رکھ دیا کہ اس کا پلاؤ بنا لے گی۔

www.novelsclubb.com

موبائل چیک کیا تو اس میں صنم کا رپلائی آیا ہوا تھا، خود میڈم اپنا نمبر بند کیے بیٹھی ہنی مون منانے چلی گئی تھی تبھی ارتسام کے نمبر پہ اسے رابطہ کرنا پڑا۔

صنم نے اس میں اپنی صحت کا بتا کے اس کی خیریت دریافت کی اور کہا کہ چند دنوں میں وہ واپس آ رہی ہے۔

جہانگیر کے آنے تک وہ گھر کا بکھرا کام سمیٹنے لگی ویسے تو اس نے خود سب سیٹ کر کے رکھا تھا لیکن آج وہ اپنے بیگ سے چیزیں نکالتی الماری میں سیٹ کرنے لگی۔۔۔ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہوئی تو دیکھا کہ چار سے پانچ باڈی سپرے اور ان کے ساتھ الگ الگ اسی برینڈ کی پرفیومز۔۔

"کتنی پرفیومز استعمال کرتے ہیں۔" کوفت سے سوچتی اس کی ایک باڈی سپرے اٹھاتے ہلکا سا فضا میں سپرے کیا تو ناک کے نتھنوں سے میٹھی سی خوشبو ٹکرائی، اسے یاد آیا کہ جہانگیر اکثر یونیورسٹی یہی لگا کے آتا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اپنا ضروری سامان ایک جگہ پہ سیٹ کرتے، باقی روز مرہ کی چیزیں ترتیب سے رکھنے لگی۔

بیڈ شیٹ کو درست کرتے اسے رات کا وہ لمحہ یاد آیا جب وہ اس کے سرہانے بیٹھا اس کا ایک ہاتھ پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس کا سر دبا رہا تھا۔اس کی کئیر یاد کرتے ہلکا سا مسکرا دی تبھی جیسے گھر میں کوئی داخل ہوا جس کو محسوس کرتے کمرے سے باہر نکلی تو ہاتھ میں کھانے کے بیگز تھامے دروازہ لاک کر رہا تھا۔۔حیام کو دیکھتے اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اب فریش فیل کر رہی ہو گی لیکن پھر بھی وہ ہمشیہ کی طرح اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیسی طبیعت ہے اب۔۔؟" ٹیبل پہ بیگز رکھے تھے، ساتھ ہی صوفے پہ بیٹھتے اپنے شوز اتارنے لگا۔

"جی ٹھیک ہوں، آپ مجھے بتا دیتے میں کھانا بنا لیتی یوں اب ہم روز ہی تو نہیں نا باہر سے کھانا کھاتے رہیں گے۔" ٹیبل سے کھانے کے بیگز پکڑتے وہ نارمل لہجے میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کہنے لگی تو جہانگیر نے ایک نظر اسے دیکھا جس کے بال تھوڑے آگے اور تھوڑے پیچھے پھیلے تھے، ڈوپٹہ اب بھی ایک سائیڈ کندھے پہ تھا۔

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ روز باہر سے آیا کرے گا، کل سے بنالیا کرنا ناشتہ، لنچ، ڈنر۔۔"صوفے سے اٹھتے سلیپرز پہنتے وہ ہاتھ منہ دھونے چلا گیا۔اس کی بات پہ حیام کا منہ بن گیا کہ اتنا تو کہہ ہی سکتا تھا کہ کوئی بات نہیں تم آرام کرو میں بنالیا کروں گا کھانا۔

"کل یونیورسٹی میں سمینار ہے، میرے ساتھ چل رہی ہو یا نہیں؟" کھانے کے دوران حیام کو بغیر دیکھے اس نے پوچھا تو حیام کے ذہن میں پھر سے بات آئی کہ سب اس سے کیسے سوالات کریں گے تبھی وہ گھبراتی فوراً نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں، جب تک صنم نہیں آجاتی میں نہیں جا رہی۔"خود کو سنبھالتے اس نے جواب دیا کھانے سے نظریں ہٹاتا اس سے دیکھنے لگا جس کی نظریں کھانے پہ ہی جھکی ہوئی تھیں۔

"اگر تم کل جاؤ گی تو تمہارا پچھلا کوور ہو جائے گا سب کیونکہ وہ سب اسی سے ریلیٹ کرتا ہے۔" سرسری سا بتانے لگا کہ شاید وہ چلی جائے۔

"نہیں میں صنم کے ساتھ ہی جاؤں گی۔" وہ بات کو ٹالنا چاہتی تھی لیکن شاید جہانگیر نہیں چاہتا تھا وہ اس کی کیفیت کو سمجھ چکا تھا تبھی وہ اصرار کر رہا تھا کہ وہ کل جائے اور ایک بار ہمت دکھائے۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے تم سیمینار میں صنم کے ساتھ نہیں جاتی تھی، اکیلی ہی ہوتی تھی' ایک زبردست موقع ہے کہ تم اپنا نقصان کور کر لوگی۔" کھانا ختم کرتا وہ سنجیدگی سے کہتا آخر میں ہلکا سا مسکرایا، حیام کو اس کی مسکراہٹ چالاک لگی جیسے وہ چالاکی دکھا رہا ہو۔

برتن سمیٹتے ہوئے جہانگیر بھی اس کے ساتھ کیچن میں مدد کروانے آگیا، چھوٹی موٹی چیزیں سمیٹی تھی اور حیام نے اتنی دیر میں برتن دھو دیے تھے۔

www.novelsclubb.com

"صبح دس بجے سیمینار ہے اور نو بجے میری کلاس ہے تو نو بجے تک ہم چلے جائیں گے تب تک تم میرے کیبن میں بیٹھ جانا پھر میں لے جاؤں گا۔" جہانگیر سونے کے لیے چینج کر کے واپس آیا تو حیام کو مخاطب ہوتے کہنے لگا۔

"جی ٹھیک ہے۔" اس نے بددلی سے کہا کہ اب وہ اس کے کیبن میں بھی بیٹھ کے اس کا انتظار کرے گی، جس چیز سے وہ بھاگنا چاہ رہی تھی عاصم جہانگیر کی پوری کوشش تھی کہ وہ بچ نہ پائے اس سے۔

"میرے کچھ ڈریسز ہوسٹل میں موجود ہیں یہ سب پہن کے میں سو نہیں پاؤں گی تو وہ بھی لانے ہیں۔" اپنے بالوں کو بینڈ میں قید کرتے اپنی الجھن بتائی۔

"ٹھیک ہے کل واپسی پہ شاپنگ کر لیں گے تم اپنی ضروریات کا باقی سامان بھی لے لینا۔" بات کرتے وہ جہانگیر کے پاس ہی کھڑی تھی تو اس کا ہاتھ تھامتے اپنے سامنے بیٹھاتے ہوئے اس کے بالوں کو بینڈ سے آزاد کر گیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تمہیں معلوم ہے تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں۔"اس کے بالوں کو آگے کرتے وہ مخمور لہجے میں بولا کہ اچانک اس کے بدلے لہجے سے اس کا دل زوروں سے دھڑکا۔

اس کے ہاتھوں کی حرکت دیکھتی وہ اپنے آپ میں سمٹی تھی جیسے۔

"کبرڈ سے میرا کوئی ٹراؤزر شرٹ نکال کے آج کے لیے پہن لو پھر کل شاپنگ پہ جائیں گے۔"اس کے سرخ رخسار اسے شوخ سی جسارت کرنے پہ مجبور کر رہے تھے لیکن وہ ضبط کر گیا تھا۔

"آپ کا نکال کے پہنوں میں؟"وہ حیرت سے اپنی آنکھیں پھیلاتے پوچھنے لگی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ایسے ہی سو جاؤ۔"غیر ارادی طور پہ حیام کو کسی رومانی جملے کا انتظار تھا لیکن نہیں یہاں جناب کو کس رومینس کے کیڑے نے کاٹ لینا تھا، اپنی سوچ پہ خود ہی ہلکا سا ہنستی اٹھی اور اس کے کہنے کے مطابق اس کی کوئی شرٹ اور ٹراؤزر نکال کے چینج کرنے چلی گئی۔۔

آہستہ آہستہ وہ خود کو سمجھانا شروع ہوگئی تھی کہ وہ اب اس کا شوہر ہے تو اس سے کترانا بند کردے،اس سے کھل کے بات کرنے کی کوشش کیا کرے جو جہانگیر اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا تھا۔شاید یہ اجنبیت کی دیوار جہانگیر کو ہی گرانی تھی تبھی وہ ہر طرح سے اس سے نارمل رویہ اختیار کیے ہوئے تھا تاکہ حیام ایزی فیل کرے۔

ابھی وہ جب چینج کرکے آئی تو جہانگیر کو پتا تھا کہ ایسے وہ سامنے نہیں آئے گی تبھی کمرے کی لائٹ وہ بند کرکے سونے کے لیے اوپر لحاف اوڑھے لیٹ چکا تھا۔توقع کے مطابق حیام لائٹ بند دیکھتی آرام سے چلتی اپنی جگہ پہ آتے لیٹ گئی۔

www.novelsclubb.com

_______________**

"چلو آؤ۔۔۔"

یونیورسٹی پہنچتے پارکنگ میں گاڑی روکتے جہانگیر نے کہا تو حیام چونکی کہ وہ کیسے اس کے ساتھ باہر نکلے۔

"عاصم۔۔۔!"اس نے جھجکتے پکارا۔

"آپ پہلے جائیں میں بعد میں آتی ہوں یا میں پہلے چلی جاتی ہوں پھر آپ آیئے گا، ایسے آسانی ہو گی اور میں لائبریری چلی جاؤں گی آپ مجھے کال کریئے گا میں آجاؤں گی۔"وہ اپنا چھوٹا سا پلین اس کے گوش گزارنے لگی جس پہ جہانگیر ہونق بنا اس کو دیکھنے لگا کہ یہ کیا ہو گیا ہے اسے۔

"وجہ۔۔۔میرے ساتھ جانے میں کیا مسئلہ ہے تمہیں؟"جہانگیر نے ہلکی سی ماتھے پہ شکن لیے پوچھا جس پہ وہ آنکھیں گھما کے رہ گئی۔

"اگر کسی نے کچھ پوچھا تو جواب دیجیے گا خود ہی۔"وہ تڑخ کے بولی اور اپنی سائیڈ کا ڈور کھولتے نکل گئی،آج اس نے رائل بلیو کلر کا خوبصورت سا جوڑا پہنا تھا جس پہ ہلکی سی باریک سی کڑھائی ہوئی تھی،اس کے علاوہ اس نے کوئی تیاری نہیں کی تھی لیکن وہ پھر بھی نئی نئی شادی شدہ لگ رہی تھی،ماحول پہ مزید آگ جہانگیر کے پہنے ڈریس نے لگا دی جب وہ کمرے میں بلیو شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ پہنے داخل

ہوا۔۔حیام کا تو پارہ ہی ہائی ہو گیا،اب اس کو یقین ہو چلا تھا کہ عاصم جہانگیر جان بوجھ کے یہ سب کر رہا تھا تا کہ اگر کسی کو نہ بھی علم ہو تو ان کی ڈریسنگ دیکھ کے سب کو ہو جائے۔

سر پہ زبردستی دوپٹہ سیٹ کیے وہ جہانگیر سے فاصلہ بنا کے چل رہی تھی جبکہ وہ قدم بہ قدم اس کے قریب ہی آتا جارہا تھا۔

"آپ تھوڑا دور رہ کے نہیں چل سکتے سب دیکھ رہے ہیں۔" حیام کو اندازہ تھا کہ بہت سے سٹوڈینٹس نے اسے جہانگیر کی گاڑی سے اترتے دیکھ لیا تھا اور اب بھی شک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔۔ تبھی وہ اس کی جانب گردن موڑتے ہوئے ہونٹوں پہ زبردستی کی مسکان سجائے ٹوکنے لگی جس پہ عاصم جہانگیر نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو چھپایا۔

www.novelsclubb.com

"ارے حیام کیسی ہو؟اتنی دیر بعد دیکھ رہی ہوں تمہیں اور تم سر عاصم کے ساتھ کیوں آئی ہو؟" سونے پہ سہاگا یہ ہوا کہ اس کی ایک کلاس فیلو اس سے ملنے آگئی یقیناً وہ بھی دیکھ چکی تھی۔

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں ہاں بس کچھ طبیعت نہیں ٹھیک تھی۔۔" حیام مسکرا کے اسی کے ساتھ چلنے لگی، حیام کی یہ کلاس فیلو نادیہ بھی ہر سیمینار میں شرکت کرتی تھی' یہ ان لڑکیوں میں سے تھی جو ہوائی فائرنگ کی طرح بات کو ہوا میں اچھالتی تھی کہ اس کی گونج ہر طرف ہوتی تھی۔

"سر عاصم کے ساتھ کیوں آئی ہو۔۔۔؟" اس کی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی تھی جس سے حیام کو کوفت ہونے لگی جبکہ ان کے پیچھے ہی آہستہ سے قدم لیتا جہانگیر بظاہر اپنے موبائل میں بزی نظر آرہا تھا لیکن دھیان اس کا ان کی باتوں کی طرف ہی تھا۔

www.novelsclubb.com

"وہ میری گاڑی رستے میں خراب ہو گئی تھی تو عا۔۔۔ سر نے مجھے لفٹ دے دی۔" وہ مروتاً مسکراتے ہوئے بتانے لگی کہ اب وہ اسے شکی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میں چلتا ہوں تم آجانا فری ہو کے۔" ابھی وہ سامنے کھڑی نادیہ کو اپنے خیالوں میں مارنے ہی والی تھی کہ اس کو جہانگیر کی آواز سنائی دی جس پہ حیام کے ساتھ ساتھ نادیہ فائیر بھی چونکی۔۔

"تمہیں کیوں ایسا کہہ رہے ہیں وہ؟" اب کی بار وہ معنی خیز مسکراہٹ سے پوچھنے لگی کہ حیام چاہ کے بھی اپنے لبوں کے گوشوں میں مسکراہٹ نہ لا پائی۔

"نوٹس لینے تھے کچھ تبھی وہ۔۔۔" اتنا کہہ کے بنا اس کی مزید کوئی بات سنے وہ لائبریری کی طرف چل دی اور جہانگیر کو دل ہی دل میں مارنے کے پلین بنانے لگی یعنی حد ہے جان بوجھ کے وہ سب کر رہا تھا۔

"میں ویٹ کر رہا ہوں آ جاؤ۔" لائبریری میں بیٹھے اسے ایک گھنٹہ ہو گیا تھا جب جہانگیر کا مسیج وصول ہوا۔

میسج کو پڑھتے اس نے روم نمبر پوچھا جس پہ جہانگیر نے بتایا کہ اس کے آفس روم میں آئے۔ وجہ پوچھنے پہ جہانگیر نے کہا کہ ایسے ہی۔۔۔ وہ ساتھ چلتے ہیں جس پہ حیام کو تپ چڑھ گئی۔ مزید کوئی بات کیے وہ خود ہی سیڑھیاں چڑھتی وہی پرانے والے روم میں گئی لیکن وہاں نہیں ہو رہی تھی، دوسرے لوگوں سے پوچھتی وہ مطلوبہ روم میں پہنچ گئی تو سکھ کا سانس لیا۔۔

چھوتی لائین میں جا کے اس نے نشست سنبھالی، تقریباً ہال سارا بھر چکا تھا اور سمینار شروع ہونے والا تھا جب اچانک کوئی اس کے برابر والی خالی سیٹ پہ آ کے بیٹھا۔ گردن گھمائی تو وہ جہانگیر تھا۔

اس کو دیکھتے حیام کو اپنا وہ دن یاد آ گیا جب وہ پہلی بار سمینار لینے آئی تھی تب بھی جہانگیر اسی طرح اس کے ساتھ بیٹھا تھا لیکن تب وہ سر تھا آج شوہر۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"پی۔۔۔یہ کیا کر رہے ہیں آپ ہاتھ چھوڑیں۔۔" سامنے ملٹی میڈیا جب آن کیا گیا تو لائٹس آف ہوئیں تبھی حیام کا ہاتھ جہانگیر کی گرفت میں آیا جس پہ وہ بوکھلاتے ہاتھ چھڑانے لگی، آج تو جیسے اس کے رنگ ہی نرالے تھے۔

"ریلیکس۔۔۔" وہ نارمل بولا تھا اس کے برعکس حیام ابنارمل ہوئی تھی۔

"عاصم، کوئی دیکھ لے گا۔" وہ باز رکھنے لگی۔

حیام نے احتیاطاً اپنی نظریں ادھر اُدھر گھمائیں کہ کہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا لیکن نادیہ جو انہیں کے لائن میں بیٹھی تھی وہ دونوں کو گھور کے دیکھ رہی تھی، اس کے دیکھنے پہ حیام کے اوسان خطا ہوگئے اور اپنے اندر ہمت پیدا کرتی جھٹکے سے ہاتھ چھڑا بیٹھی، وہ جو اس کی ڈرپ لگنے کی وجہ سے سوجن پہ ہلکے سے انگوٹھا پھیر رہا تھا اچانک سے ہاتھ چھڑانے پہ حیران ہوا۔

"پلیز۔۔۔وہ ہمیں دیکھ رہی ہے۔" وہ التجایا بولی تو جہانگیر نے ایک نظر دائیں بائیں دیکھا تو اسے بھی نادیہ نظر آئی، دیکھ تو وہ ابھی بھی رہی تھی لیکن جہانگیر کی سرد

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نظروں سے گھورنے پہ اور سوالیہ ابرو اچکانے پہ وہ مسکراتی نفی میں سر ہلا کے سامنے دیکھنے لگی۔ سامنے دیکھتے وہ چالاکی سے مسکرائی یقیناً اُس کو نیا ٹاپک مل گیا تھا۔

________________**

"زوفا کہاں ہیں؟ اور دادی جان؟" گھر میں داخل ہوتے زوفا کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے وہ ملازم سے پوچھنے لگا جس پہ اس نے بتایا کہ وہ دادی جان کے ساتھ پڑوس میں کسی کی عیادت کرنے گئی ہوئی ہے۔

"ٹھیک ہے جب آئے تو اسے کمرے میں بھیجنا مجھے کام ہے کچھ۔" اتنا کہہ کے وہ کمرے میں چلا گیا، تین دن سے وہ کراچی گیا ہوا تھا کام کے سلسلے میں اور آج ابھی صبح گھر واپسی ہوئی تھی اس کی، دادی جان اور زوفا دونوں کو نہ پاتے وہ حیران ہوا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آتے ہوئے وہ کیف کے پاس سے بھی ہو کے آیا تھا اس کی خیریت دریافت کرنے، ڈاکٹرز کے مطابق وہ ریکوور کر رہا تھا اور بہت تیزی سے۔ان کی فیملیز کے علاوہ کسی کو بھی کیف کے بارے میں معلوم نہیں تھا ابھی۔جہانگیر کو نکاح کے لیے منانے میں اسے تبھی مشکل پیش آئی کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ کیف ابھی زندہ ہے اور اس طرح وہ اس کی ہونے والی بیوی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتا تھا۔

اظہر صاحب اور دادا جان کے سمجھانے کے بعد وہ مانا تھا اور راضی ہوا تھا نکاح کے لیے اس کو یقین تھا کہ وہ حیام کا اچھے سے خیال رکھے گا کیونکہ جہانگیر رشتوں کی قدر کرنا جانتا تھا لیکن اس دن حیام کی حالت اور اس کی ضد دیکھتے اصفحان اپنے غصے پہ قابو نہ کر پایا تھا اور وہاں سے واپسی پہ وہ جہانگیر کی اچھی کلاس لے کے آیا تھا۔ سب کے سامنے وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا لیکن اکیلے میں وہ اچھی خاطر مدارت کر کے آیا تھا اس کی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کل حیام سے فون پہ بات کرتے اس کو سکون ملا تھا یہ جان کے کہ وہ جہانگیر کے ساتھ اس کے گھر شہر میں موجود تھی۔۔

"السلام علیکم! آپ کب آئے؟" کمرے میں داخل ہوتی زوفا حیرت و خوشی سے پوچھنے لگی تو اصفحان کو لگا جیسے اپنی بیوی کو دیکھتے سفر کی ساری تھکان اتر چکی ہے۔

"بس تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں آپ سنائیں کیسی ہیں آپ؟ دادی جان کیسی ہیں؟" چل کے اس کے پاس آتا اپنے سینے سے لگایا کہ اس کی بے چینی پہ وہ مسکرا دی۔

"سب ٹھیک ہیں آپ آئیں دادی جان کے پاس بیٹھتے ہیں وہ بھی انتظار کر رہی ہوں گی۔" اس سے الگ ہوتی وہ مسرور سی کہنے لگی، اتنے دنوں بعد وہ اصفحان کو دیکھ رہی تھی تو دل جیسے خود پر سکون ہو گیا تھا۔

"چلیں۔۔۔" مسکراتا اس کو حصار میں لیے جانے لگا جب زوفا نے کہا کہ وہ تھوڑی دیر میں آتی ہے فریش ہو کے، اصفحان نے معمولی سا نوٹ کیا کہ وہ نظریں چرا رہی تھی کہ کہتے ہوئے لیکن پھر سر جھٹک کے وہ مسکراتا دادی جان سے ملنے چلا گیا۔

اصفحان کے جانے کے بعد زوفا اپنی شال اتارتی ہوئی ہاتھ میں موجود چیز کو دیکھنے لگی جہاں پہ ایک نمبر لکھا تھا۔

"اللہ کرے کہ اب اس سے رابطہ ہو جائے۔" جلدی سے ایک پین پکڑتی وہ نمبر نوٹ کرتی اسے کبرڈ میں دھیان سے رکھنے لگی اور فریش ہونے چلی گئی۔

"رات کو سونے سے پہلے کروں گی ایک بار کال اگر ہو گئی تو ٹھیک ورنہ صبح کر کے دیکھوں گی۔" خود سے بڑبڑاتی وہ فریش ہونے چلی گئی اور واپس آتے دادی جان کے پاس آ گئی۔

___________________**

"ماما یہ اصل ابو کیا ہوتا ہے؟"اس کا سکول یونیفارم چینج کر رہی تھی جب دعا نے معصومیت سے سوال پوچھا جس پہ گل پل بھر کو حیرت میں ڈوب گئی کہ یہ کیسا سوال ہے۔

"اصل نقل ابو کچھ نہیں ہوتے بس بابا ہوتے ہیں آپ کے بابا عماد ہیں۔"گل کو جانے کیوں خدشہ ہونے لگا تبھی وہ عماد کا ہی بتانے لگی ورنہ اگر وہ اس کو اصل نقل کا کانسیپٹ دیتی تو ضرور وہ الجھ جاتی۔

"مطلب بابا ہی میرے اصل ابو ہیں۔"دعا اس کی طرف دیکھتے پوچھنے لگی۔

"ہاں جی! سب کے ایک ہی بابا ہوتے ہیں تو آپ کے بھی ایک ہی بابا ہیں عماد۔" اس کو پیار سے بوسہ دیتی سمجھانے لگی تو وہ الجھ گئی۔

"لیکن جو انکل آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ وہ میرے اصل ابو ہیں بابا نقلی ہیں۔" اس کے الفاظوں پہ گل جیسے ساکت ہو گئی مطلب کہ وہ یہاں تک دوبارہ اس کے پیچھے آ گیا تھا برباد کرنے اور اب اس کی بیٹی کا سہارہ لے کے۔

"دعا آئندہ ایسی بات نہ سنوں میں، آپ کے بس ایک۔ہی بابا ہیں وہ عماد ہیں اور کوئی نہیں۔۔آئندہ آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کرنی ورنہ مجھ سے برا نہیں ہو گا۔"اپنے لہجے میں وہ زرا سی سختی لاتے ہوئے بولی تو دعا منہ بنا گئی۔

"کیا ہو گیا ہے کیوں ڈانٹ رہی ہیں آپ؟"عماد نے اس کی بات تو نہیں سنی لیکن اس کے لہجے پہ حیران ہوتا پوچھنے لگا۔

"فضول کی ضد کر رہی ہے بات ہی نہیں مان رہی، بد تمیز ہوتی جا رہی ہے یہ۔"گل کو جانے کیا ہوا کہ وہ چڑچڑا پن دکھانے لگی جس پہ عماد بھی حیران ہوا۔

"میں کچھ نہیں کیا ماما جھوٹ بول رہی ہیں۔۔"دعا نے اس کی بات کی نفی کی کہ اس نے کون سی بد تمیزی کر دی تھی۔

"دیکھا کیسے زبان چلا رہی ہے میرے سامنے۔"گل ماتھے پہ بل لیے دعا پہ غصہ ہوئی تو عماد نے دعا کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور خود دروازہ بند کرتے اس کے پاس آیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یہ کس لہجے میں بات کر رہی تھیں آپ اس سے۔" عماد نے سنجیدگی سے پوچھا اسے واقعی ناگوار گزرا تھا گل کا دعا کو ایسے کہنا، اگر اس سے کوئی غلطی ہوئی تھی تو پیار سے سمجھاتی بجائے اس پہ غصہ کرنے کے۔

"آپ دیکھ نہیں رہے تھے کیسے وہ مجھے جواب دے رہی تھی آگے سے۔" بات کرتے اس کا لہجہ ہلکا نم ہوا تھا۔

"دیکھ رہا ہوں میں اسے بھی اور آپ کو بھی، لیکن آپ اسے ایسا کیوں کہہ رہی ہیں جبکہ آپ بھی اچھے سے جانتی ہیں کہ ہماری بیٹی ایسی نہیں ہے۔" اب کی بار عماد نے نرمی سے پوچھا جس پہ وہ روتے ہوئے اس کے سینے سے جا لگی۔

"یہ ہماری بیٹی ہے نا، آپ اس کے بابا ہیں نا بتائیں؟" وہ آنسوں بہاتی پوچھنے لگی عماد اس کے رد عمل پہ شدید حیران وا الجھا۔

"بتائیں نا وہ ہماری بیٹی ہے نا آپ اس کے بابا ہے ناں۔" اس کی خاموشی پہ وہ سر اٹھا کے غصے سے پوچھنے لگی جبکہ آنسوں اب بھی بہہ رہے تھے۔

"جی وہ ہماری بیٹی ہے آپ کیوں رو رہی ہیں، خدارا بتائیں مجھے آپ پریشان کر رہی ہیں۔" اس نے شدت سے رونے پہ وہ خود پریشان ہو گیا اور چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھنے لگا۔

"پھر وہ کیوں اصل ابو کا پوچھ رہی ہے وہ کیوں آپ کو نقلی کہہ رہی آپ اسے بتائیں کہ آپ اس کے بابا ہیں آپ ہی اس کے اصل ابو ہیں عماد میں اسے کھونا نہیں چاہتی میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔" اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھتی وہ مزید پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی کہ عماد اس بات کا پس منظر سمجھ گیا۔

"شش فکر نہیں کریں، میں ہوں نا کچھ نہیں ہوتا اسے میں سمجھاؤں گا۔" اس کو دوبارہ سے سینے سے لگاتے چپ کروانے لگا۔

"آپ ہی اس کے بابا ہیں اسے سمجھائیں گے نا آپ، وہ دوبارہ سے کبھی ایسا نہ پوچھے۔۔۔" وہ مسلسل روئے جا رہی تھی کہ عماد نے سوچا کہ اب وہ اس بارے میں جہانگیر اور باقی بڑے مردوں سے بات کرے گا کیونکہ یہ بات اب چھوٹی

www.novelsclubb.com

نہیں تھی کہ وہ دعا سے ملنے لگا تھا اور اس کو یہ بھی بتانے لگا تھا کہ وہ اس کا اصل باپ ہے، دعا تو ابھی کافی چھوٹی تھی تبھی اس بات کو سمجھ نہ پائی، وہ تایا جان کو ابو سمجھتی تھی، اسے وہ آدمی بھی تایا جان ہی لگا لیکن وہ تو اس چھوٹی سی بچی کے دماغ میں یہ لانا چاہ رہا تھا کہ اس کا اصل باپ کوئی اور ہے، ابھی نہیں تو آگے چل کے تو یہ حقیقت ضرور کھلنی تھی لیکن ایسے عماد نے کیا کسی نے بھی نہیں سوچا تھا۔

______________**

"کہیں جا کے کون ایسی حرکت کرتا ہے جو آپ وہاں مسلسل کیے جا رہے تھے۔"

گھر آتے ہی حیام پھٹ پڑی، اس کو غصہ ہی بہت آیا تھا۔ آگے پیچھے وہ کچھ کہنے بولنے کا روادار نہیں ہوتا تھا اور سمینار میں بار بار اس کا ہاتھ پکڑ لیتا تھا۔

"سب شوہر۔۔" ٹکا سا جواب ملا جس پہ وہ اس کو مزید تپ چڑھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اس نادیہ کو بار بار دکھانے کا کیا مقصد تھا آپ کا، آپ جانتے بھی ہیں کہ وہ کل کو کیا تماشا بنائے گی پوری یونیورسٹی میں۔" اسے وہ لمحہ یاد آیا جب جہانگیر اس کا ہاتھ پکڑ کے لبوں کے قریب لے جاتا تھا۔

"تمہیں میرے ہاتھ پکڑنے سے مسئلہ ہے یا نادیہ کے دیکھنے سے؟" اب وہ براہ راست اس کے سامنے آتا سنجیدگی سے پوچھنے لگا، اب بھی وہ کہیں سے بھی تھوڑی دیر پہلے والا جہانگیر نہیں لگ رہا تھا۔

"دونوں سے۔" وہ بے ساختہ کہہ اٹھی۔

"میرا مطلب ہے کہ ایسے پبلک پلیس میں تو نہیں نہ ہاتھ پکڑتے سب کیا سوچیں گے جب کسی کو معلوم ہی نہیں ہمارا۔" اس کی گھورتی آنکھوں کو محسوس کرتے وہ جلدی سے صفائی بیان کرنے لگی۔ اب وہ اس کو کیا بتاتی جو حرکتیں وہ نارمل انداز میں نارمل رہ کے کر رہا تھا اس سے اس کی دھڑکنوں نے کیا ادھم مچایا ہوا تھا کہ وہ سانس روکے بیٹھی تھی وہاں۔

"ابھی کوئی مسئلہ نہیں اگر میں ہاتھ پکڑ لوں تو۔۔" وہ پل میں بدلا کہ وہ حیام بے اختیاری میں "نہ" کہہ گئی جس پہ جہانگیر نے اس کا ہاتھ تھام کے اپنے قریب کیا۔

"مسئلہ ہے تو بتاؤ۔۔۔" اس کے ہاتھوں کو تھامتے براہ راست آنکھوں میں دیکھتے لبوں سے لگاتے پوچھا۔ وہ کیا جواب دیتی اس کا سانس پھر رک گیا تھا اچانک اس کی حرکت پہ۔۔ شاید اس کے سیل چینج ہوتے تھے پیار کے معاملے میں پل میں ہیرو پل میں ولن کا رول پلے کرتا تھا اس کے سامنے۔

"بتاؤ۔۔۔۔" اس کو مزید قریب کرتے سرگوشی میں پوچھا تو ہلکے سے نفی میں سر ہلا گئی، اس کے سر جھکانے پہ وہ متبسم ہوا اور اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت سے آزاد کیا۔

"گڈ گرل۔۔۔" متبسم لبوں سے کہتا اس کا گال تھپکتا وہاں سے فریش ہونے چلا گیا اس کو سکتے میں چھوڑے۔۔ اس کے جانے کے بعد اس نے رکی سانس بحال کی اور

جہانگیر کو صلواتیں سنانے لگی۔۔۔گڈ گرل ایسے کہہ رہا تھا جیسے دو سال کی بچی ہوں۔۔۔وہ ہاتھ کے بند دروازے کو گھورتی کیچن میں چلی گئی۔

کرنے گئے تھے اس سے تغافل کا ہم گلہ

کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

مرزا غالب

***------*------**

www.novelsclubb.com

اس وقت جہانگیر کے ہمراہ عماد،اظہر صاحب اور اصفحان عدالت کے کمرے میں موجود تھے جہاں ان کے کیس کی سنوائی چل رہی تھی،آج تو جیسے ڈیفنس لائیر بھی اپنی تیاری مکمل کر کے آئے تھے تبھی وہ پراسیکیوٹر کی ہر بات کی نفی کیے جا رہے

تھے، لیکن ان کے وہی بیانات جن میں وہ کہہ رہے تھے کہ سب آصف رفاقت نے خود اکبر اعظم جو بیچا تھا وہ سب بے معنی تھے۔

دونوں طرفین کے بیانات سننے کے بعد آخر جج صاحب فیصلہ سنانے کو رکے تو کمرہ عدالت میں جیسے ہر طرف سناٹا چھا گیا۔

"ایک منٹ جج صاحب، اس سے پہلے کہ آپ اپنا فیصلہ سنائیں مجھے ایک اور بات کرنی ہے آپ سے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو۔" جج صاحب کے بولنے سے قبل ہی دفاعی وکیل فوری بولے تو سب کی نظریں ان پہ جا ٹھہریں کہ اب ایسی کیا بات تھی، جبکہ سب یہ بھی جانتے تھے کہ اب فیصلہ جہانگیر کے حق میں ہونے والا ہے اور زمینی کاروائی دوبارہ سے شروع ہو گی جس پہ تمام دستاویزات کو ایک بار نئے سرے سے چیک کیا جانا تھا۔

"جی کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟" جج صاحب اجازت دے کے ٹھہرے اور اپنا قلم سائیڈ پہ رکھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جج صاحب عاصم جہانگیر کا کہنا ہے کہ ان کی کوئی جانی دشمنی نہیں ہے ان کا ذاتی کوئی مسئلہ نہیں ہے اکبر اعظم سے ماسوائے کہ یہ سب کیس اس زمین کے بارے میں لڑا جا رہا جس کے یہ دعوے دار ہیں۔ اگر ان کا کوئی زاتی مسئلہ نہیں ہے تو کیوں یہ اکبر اعظم کے بھائی پہ جان لیوا حملے کروا رہے ہیں۔" دفاعی وکیل سب کے سروں پہ بم گراتے بڑے آرام سے پراسیکیوٹر کو دیکھتے ایک فائل جج صاحب کے حوالے کر گیا۔

"یہ کس حملے کی بات کر رہا ہے۔۔۔؟" عماد ماتھے پہ بل لیے جہانگیر سے پوچھنے لگا جو خود سختی سے لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"یہ اب حد سے گزر رہے ہیں۔۔۔ میں ان سے ابھی بھی اخلاقاً پیش آ رہا ہوں لیکن یہ اب جھوٹے الزامات لگا رہے ہیں۔" عماد کو جواب دیتا وہ سامنے دیکھنے لگا جہاں جج صاحب پیپر دیکھ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

وہیں ایک کاپی دفاعی وکیل نے پراسیکیوٹر صاحب کو دی جس پہ وہ ششدر دیکھنے لگے۔اس میں ایک تصویر تھی جہاں اکبر اعظم کا چھوٹا بھائی زمین پہ خون سے لت پت پڑا تھا اور تین لوگ اس کے آس پاس کھڑے تھے۔

"جہانگیر یہ۔۔۔"انہوں نے اشارے سے جہانگیر سے پوچھا جس پہ وہ بھی الجھن سے کندھے اچکا گیا۔

"آپ اس بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟"جج صاحب نے سوالیہ نظروں سے پراسیکیوٹر صاحب سے پوچھا جس پہ انہوں نے یہ واضح کر دیا کہ یہ سب شاید اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہو جس کو فضول میں جواز بنایا جا رہا تھا۔

"یہ فضول کا جواز نہیں ہے پراسیکیوٹر صاحب۔۔!"وہ استہزائیہ مسکرائے تھے۔

"یہ تین آدمی مسٹر جہانگیر کے ہی ہیں۔آپ ان سے پوچھ بھی سکتے ہیں۔"اتنا کہہ کے وہ اپنی نشست پہ براجمان ہوئے۔۔

جہانگیر کو انہوں نے کٹہرے میں بلایا اور وہ تصاویر دکھائیں جو انہوں نے جج صاحب کو بھی دی دیں، یہ دیکھ جہانگیر کو واقعی حیرت کا جھٹکا لگا کہ وہ واقعی اسی کے آدمی تھے لیکن وہ فرہاد کو مار کیوں رہے تھے،اس بارے میں جہانگیر مکمل طور پہ کا علم تھا۔۔

پوچھنے پہ اس نے بتایا کہ وہ واقعی بے خبر ہے اس سے۔

"آپ بے خبر ہونگے لیکن شاید آپ سے جڑے لوگ نہیں۔۔" دفاعی وکیل طنزاً کہتے اٹھے۔

سنوائی کا وقت ختم ہوا تو جج صاحب نے اگلے مہینے کی تاریخ فائنل کر دی، اگر آج وکیل یہ نیا ڈرامہ نہ کھولتا تو لازمی ان کے حق میں ہی فیصلہ ہونا تھا لیکن اب ان کا کیس بھی جیسے تاریخوں پہ چلنے والا تھا۔۔فالحال تو عدالت کے لیگل نوٹس پہ وہ زمین زیر حراست تھی۔۔نہ ہی وہ جہانگیر کے پاس تھی اور نہ ہی اکبر اعظم کے پاس۔

اس کے دستاویزات بھی زیر حراست تھے۔۔۔جج صاحب کا فیصلہ سنتے جہانگیر سرد آہ بھرتا واپس باہر آیا۔

"فرہاد کو آخر وہ لوگ مار کیوں رہے تھے مجھے سمجھ نہیں آئی، خدابخش سے پوچھتا ہوں وہ بھی ساتھ ہی تھا۔" باہر آتے جہانگیر نے دماغ میں گھومتا سوال کیا کہ آخر ایسا ہوا کیوں جبکہ ان میں سے کسی نے ایسا حکم نہیں دیا تھا۔

"فرہاد کو مار رہے تھے وہ۔۔۔" عماد نے بھی حیرت سے پوچھا تو اس کے دماغ میں اچانک سے کچھ آیا۔

"ہاں خدابخش میں ٹھیک ہوں تم سناؤ؟" اس سے پہلے عماد اسے کچھ کہتا جہانگیر خدا بخش کو فون لگا چکا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔؟" جہانگیر نے حیرت سے عماد کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔"فون رکھتے وہ عماد کی طرف ہوا۔۔۔

"تمہاری اس حرکت کی وجہ سے کتنا نقصان ہوا ہے ہمیں عماد، کم از کم تم دیکھ تو لیتے کہ ہے کون وہ۔"جہانگیر افسوس کرتا اسے دیکھنے لگا جس نے اپنے بندوں سے اچھا خاصا پٹوا دیا تھا فرہاد کو۔

"یار مجھے کیا پتا تھا کہ یہ فرہاد ہے، دعا کے سکول کا گارڈ روز بتاتا تھا کہ کوئی ہے جو اس سے ملنے آتا اور ایک دو بار زبردستی بھی کی ہے ساتھ لے جانے کی تو بدلے میں میں نے خدا بخش کو اس کی رکھوالی پہ رکھا کہ اگر آئندہ ایسا کچھ ہوا تو وہ دیکھ لے مجھے کیا پتا تھا کہ یہ فرہاد نکلے گا۔"عماد نے تفصیلاً بات سمجھائی تو جہانگیر خاموش ہو گیا کچھ پل۔

"کیا اس کے بعد دعا نے وہ بات کی تھی؟"آہستہ سے قدم چلتے جہانگیر نے سنجیدگی سے پوچھا جس پہ عماد نے سر ہلایا۔

"چلو فکر نہ کرو کرتے ہیں کچھ۔" اس کو اداس ہوتے دیکھ جہانگیر نے حوصلہ دیا تو محض سر ہلا گیا۔

"گاؤں واپس جاؤ گے اب۔۔؟" گاڑی میں بیٹھتے اس نے سوال کیا تو عماد نے بتایا کہ گل کی طبیعت نہیں ٹھیک تو یہاں مزید نہیں رہ سکتا۔

جبکہ جہانگیر کو اب یہ فکر ستا رہی تھی کہ اگلی سنوائی میں وہ کیسے ثابت کریں گے کہ یہ حادثہ زمین والے کیس سے بالکل تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اگر وہ اس بات کو ثابت کرنے پہ آئے تو ان کے گھر کی خواتین کا بھی زکر آنا تھا یہاں جو وہ ہر حال میں نہیں چاہتا تھا۔

www.novelsclubb.com

کیف سے ملنے کے بعد عماد کو وہیں چھوڑا اور خود گھر کی طرف روانہ ہوا، واپسی پہ اسے یاد آیا کہ حیام کو شاپنگ پہ لے جانا تھا۔ وہ مسلسل تین دن سے کہہ رہی تھی کہ اسے کپڑے چاہیے یا اسے ہوسٹل لے جائے جہاں اس کے کپڑے تھے۔

"مجھے الجھن ہوتی ہے یہ پہن کے آپ مجھے ایک بار ہوسٹل لے جائیں تاکہ میں اپنے نائٹ ڈریسز تو لا سکوں، عجیب سیگریٹ کی سمیل آتی ہے۔" اسے رات کا جملہ یاد آیا جب وہ اسی کا نائٹ ٹراؤزر پہنے اس پہ برس رہی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ زیادہ کھلا تھا یا بہت ہی بڑا تھا لیکن پھر بھی حیام اس میں کارٹون ہی لگتی تھی جس پہ ایک بار تو وہ ہنس بھی دیا۔

ابھی اس کا ارادہ حیام کو شاپنگ پہ لے جانے کا تھا پھر صنم اور ارتسام کل واپس بھی آ رہے تھے تو یہ ویکنڈ وہ یونیورسٹی بھی جانے والی تھی۔

__________________**

"صنم بس کرو یار اور کیا کیا ڈالو گی تم بیگ میں وہ آگے ہی بھر چکا ہے۔" وہ کوفت سے بیٹھا صنم کو کب سے دیکھ رہا تھا جو ایک بیگ میں یہاں سے لی ہوئی چیزیں کب سے بیگ میں زبردستی بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ ہو نہیں پا رہی تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تو کیا کروں ان سب کو ہاتھ میں تھامے پھروں۔" وہ چڑ کے بولی کہ دسویں بار تھا یہ کہ وہ اسے ٹوک رہا تھا۔

"ہاں تو میں ہوں نا اس کو پکڑ لوں گا تم بس میری جان اس بیگ کی جان چھوڑ دو وہ کب سے معافیاں مانگ رہا ہے تم سے۔" اس کے ہاتھ سے وہ پیکٹ لیتے سائیڈ پہ رکھتا بولا جس کو وہ اندر رکھنے کا ارادہ کر رہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے، بس یہ رکھنے دیں پھر چھوڑ دیتی ہوں۔" چھیننے کی کوشش کرتی وہ جھلا کے بولی تو ارتسام مسکراہٹ دباتا پیچھے رکھ بیٹھا۔

"اب بس کرو، باہر چلتے ہیں پھر صبح جانا بھی ہے۔" اس کو بیڈ سے اٹھاتا وہ خود بھی اٹھا تو فون پہ کسی کی کال آگئی۔

"ایک منٹ۔۔۔" کہتا وہ بالکنی میں آگیا۔

صنم بھی اس سے کوئی بات کرنے بالکنی میں آنے لگی جب اس کے الفاظ کانوں سے ٹکرائے۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے، میں تمہارے لیا یہاں بیٹھا ہوں۔" وہ شاید غصے میں کسی کو سنا رہا تھا۔

"کچھ ہوش کے ناخن لو یہ جو تم لاابالی پن دکھاتی رہتی ہو یہ نہ ہو اس کا تمہیں نقصان اٹھانا پڑے اور آئندہ مجھے کال کرنے کی ضرورت نہیں تمہیں ورنہ مجھ سے برا نہیں ہو گا کوئی۔" ارتسام کو غصے میں صنم نے پہلی بار دیکھا تھا تبھی خاموشی سے واپس کمرے میں آگئی کہ کیا بھروسہ اسی پہ برس پڑتا۔

بغیر اگلے کی بات سنے وہ کھٹاک سے فون بند کرتا گہرہ سانس بھرتے اپنے تاثرات نارمل کرنے لگا۔

"تم تیار نہیں ہوئی ابھی تک، خیر! یہ بھی ٹھیک ہے ورنہ میرا باہر جانے کا ارادہ کینسل ہو جاتا۔" اس کو جیکٹ کے ساتھ کیپ پہنے شال اوڑھتے دیکھ وہ جلدی سے

بولا تو صنم پہلے اس کو دیکھتے حیراں ہوئی کہ ابھی تو غصے میں تھا یہ لیکن اس کی بات سنتے وہ سٹپٹا اٹھی اور گھورنے لگی۔

"کیا نہیں جانا باہر۔۔۔" وہ آبرو اچکاتے پوچھنے لگا تو گھورنے کا کام سر انجام کرتے وہ باہر نکلنے لگی۔

"روکو تو۔۔۔" اس کو ایسے ہی باہر جاتا دیکھ اس کی کلائی پکڑتا قریب تر کر گیا۔

"بے وقت کا رومانس آپ کا۔۔" وہ چڑتی پیچھے کرنے لگی جب اپنا کام سر انجام کرتے وہ شوخ ہوتا قہقہہ لگا اٹھا۔

"ہاؤ سویٹ۔۔۔" اس کے گلابی رخساروں پہ چٹکی بھرتا زبردستی حصار میں لیے کمرے کو لاک کرتا باہر نکلا۔

ابھی ان کو ساتھ دس منٹ گزرے ہونگے جب ارتسام کے موبائل پہ میسج رنگ ہوئی۔۔

ایسے ہی ہنستے مسکراتے اس نے جیکٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کے نکال کے دیکھا تو دوسری طرفین کا میسج دیکھتے وہ بدمزہ ہوا۔

"بھاڑ میں جاؤ۔۔۔" ماتھے پہ تیوڑی سجاتے جواب ٹائپ کیا اور سوئچ آف کرتے واپس موبائل رکھ دیا۔

"کہاں گم ہیں ارتسام۔۔۔۔" وہ جو مسلسل اپنی بات کہی جارہی تھی ارتسام کے جواب نہ دینے پہ وہ اس کو پکارنے لگی۔

"آپ میں جانِ ارتسام۔" اپنی جون میں واپس آتے وہ شریر لہجے میں گویا ہوا تو آس پاس لوگوں کو دیکھتے وہ گلنار ہوئی۔

"حیام کے بغیر بہت اداس ہوگئی ہوں میں، اب بس میں اس سے جلدی جلدی ملنا چاہتی ہوں۔" آہستہ آواز میں کہتی اپنی اداسی بتانے لگی تھی۔۔ کھلی فضا میں وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ تھامے پتھروں پہ قدم رکھتے چلے جارہے تھے، قریب ہی بہتی

www.novelsclubb.com

جھیل کی خوبصورتی مدھم سروں بھری آواز سنتے وہ اس قدرت کا حصہ بنے ہوئے تھے۔

"اب وہ تمہیں بتائے گی کہ وہ کتنی اداس ہے تم سے۔" اس کے ہاتھ کو لبوں سے چھوتے وہ ہلکا سا جیسے ہنسا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ الجھی تھی۔

"چھوڑو یہ سب۔۔۔ آج فش ڈنر کریں؟" اس کا دھیان دوسری طرف کرتے وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگا جبکہ آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

"آپ کو اچھے سے معلوم ہے مجھے فش نہیں پسند اور نہ میں کھانے والی ہوں۔" وہ منہ بناتے کہنے لگی جب ارتسام کے تاثرات پل میں سپاٹ ہوئے۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" متفکر ہوتی پوچھنے لگی۔

"میں کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔" سامنے دیکھتا وہ کہنے لگا جب صنم پریشان ہوئی کہ شاید وہ کچھ غلط کہہ گئی تھی۔

"کیا سوچ رہے تھے آپ۔" اب وہ دونوں رک گئے تھے ایک جگہ۔

"یہی کہ شادی سے پہلے تم نے مجھے کبھی گھاس تو ڈالی نہیں' تو میں کیسے جان پاتا کہ تمہیں فش پسند ہی نہیں۔" اس کا بات کرنے کا انداز ایسا تھا جیسے بہت ہی کوئی ضروری مزاکرات کر رہا تھا اس سے۔اس کی بات پہ وہ تپائی ہوئی نظروں سے گھورنے لگی۔

"ہاں شادی سے پہلے تو آپ کو علم بھی نہیں تھا کہ صنم نام کی ایک کزن بھی تھی آپ کی۔" وہ زبردستی مسکراتی دانت پیستے ہوئے کہنے لگی کہ ارتسام نے معصومیت سے آنکھیں مٹکاتے اثبات میں سر ہلانے لگا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"صنم کو نہیں جانتا تھا لیکن ارتسام کی زندگی ضرور رہتی تھی وہاں یہ میں بخوبی جانتا تھا۔" مسکراتی نظروں سے اس دیکھتا وہ محبت سے کہنے لگا کہ صنم اپنی مسکراہٹ چھپاتے سر جھکا گئی۔

______________**

گھر کے دروازے پہ کھڑے ہوتے اس نے بیل دی تو اگلے ہی لمحے دروازہ کھلنے کی آواز آئی جس پہ وہ متبسم ہوا یعنی وہ آج بھی اسی کے انتظار میں تھی لیکن ظاہر نہیں کرے گی اس پہ۔

"السلام علیکم! جلدی نہیں آ گئے آپ!" وہ واضح الفاظوں میں اس پہ طنز کر رہی تھی کیونکہ آج جمعرات تھی اور اس کی بس ایک کلاس تھی یونیورسٹی میں جس کے بعد اسے ایک بجے تک گھر ہونا تھا لیکن ابھی شام کے چار بج رہے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں مجھے بھی لگا۔" سنجیدگی سے اس کی بات کی تائید کرتے فریش ہونے چلا گیا۔

"چلیں۔۔؟" اس کے باہر آتے ہی وہ تیار کھڑی تھی تبھی پوچھنے لگی۔

"کہاں۔۔۔؟ انجان بنتا وہ پوچھنے لگا تو حیام کا رنگ پل میں بدلہ یعنی وہ اتنے دنوں سے بس اسے لارے لگا رہا تھا۔

"کہیں نہیں۔۔" خود پہ ضبط کرتی وہ ایک مسکراہٹ اچھالتی کمرے میں چلی گئی کہ جہانگیر حیران ہو گیا اس کے ردعمل پہ، یعنی وہ لڑے کے نہیں خاموش رہ کے اس پہ غصہ جتائے گی اپنا۔

"انٹرسٹنگ۔۔!" وہ داد دیئے بنا نہ رہ پایا کیونکہ جہانگیر کی نظر میں وہ واقعی دلچسپ تھی۔

"کھانے میں کیا بناؤں؟"اس نے نوٹ کیا کہ وہ پہلے تیار سی کھڑی تھی جس کی آنکھوں میں چمک تھی شاید وہ اپنے رشتے کو سمجھنے لگی تھی تبھی اس کے ساتھ باہر جانے کو تیار تھی لیکن اس کے انجان بننے پہ جیسے اسے برا لگا تھا۔

"آج کھانا باہر کھائیں گے۔"اپنا موبائل ٹیبل سے اٹھاتے ساتھ ہی والٹ کیز بھی اٹھاتے اسے دیکھتے بولا جو بالوں کی چٹیا آگے کرتے کبرڈ میں کچھ رکھ رہی تھی۔

"اب چلیں۔"وہ اپنے کپڑے چینج کر چکا تھا، شرٹ پہ جیکٹ پہنتے اب اس نے پوچھا جس پہ وہ کچھ نہ بولی، اس کی سوالیہ نظروں کو پاتی وہ نفی میں سر ہلانے لگی اور واپس سے اپنی شال نکالتی اس کو ٹھیک کرنے لگی۔

"بال سمیٹ لو۔"باہر نکلنے سے پہلے جہانگیر نے کہا تو حیام رک گئی۔

"سمیٹے ہوئے ہیں۔"وہ اپنی بالوں کو ایک نظر دیکھتی بتانے لگی جن کی چٹیا بنی تھی۔

"بالکل اسی دن کی طرح جب ایک بیمار خاتون نے کھینچے تھے اور بدلے میں میرا بازو اچھا خاصا زخمی ہوا تھا۔" اسے وہ دن یاد دلانے لگا جب وہ یونیورسٹی سے بھی یہی کہہ کے نکلا تھا کہ بال سمیٹ لیں تو وہاں اسائلم میں کسی نے اس کی چٹیا دیکھتے کھینچنا چاہی تب وہ ہڑبڑی میں اس کا بازو تھام گئی تھی جس کے بدلے میں اس کے لمبے تراشے ناخن اسے چبھے تھے۔

"وہ ایک غیر ارادی عمل تھا۔" وہ بھی یاد کروانا نہ بھولی۔

"مطلب تم ابھی بھی چاہتی ہو کہ کوئی بال کھینچے اور تم میرا بازو تھامو۔" وہ آبرو اچکاتے پوچھنے لگا تو بدلے میں حیام نے اپنی ترچھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں بازو نہیں آپ کا ہاتھ تھامنے کا بھی حق رکھتی ہوں اب وہ بھی۔۔بنا کسی روک ٹوک کے۔" وہ جتا کے کہتی اچانک اس کا ہاتھ تھام کے واضح کرنے لگی لیکن چونکی تب جب اپنے اسی ہاتھ پہ جہانگیر کے پر حدت ہاتھ کی گرفت محسوس ہوئی۔

وہ تو بس ایسے ہی ایفیشنسی مار رہی تھی لیکن یہاں تو جناب سیریس ہو چلے تھے۔

"چھوڑیں میں بال سمیٹ لوں۔" وہ نظریں چراتی ہوئی آہستہ آواز میں کہنے لگی تو اپنی مسکراہٹ چھپاتے گرفت ہلکی کر گیا، اگلے دو منٹ میں وہ اپنے چٹیا کیے بالوں کو جوڑے میں قید کر آئی تھی۔

حیام کے لاکھ کہنے پہ بھی وہ اسے ہوسٹل نہ لے کے گیا تھا اور اسے نئے سرے سے شاپنگ کروانے لگا۔ حیام نے سب کیجول ڈریسز لیے تھے کیونکہ باقی ہیوی اور فینسی ڈریسز اسے دی جان اماں بیگم نے بہت دیئے تھے اور کچھ اصفحان جب یہاں چکر لگا گیا تھا وہ بھی دے گیا تھا۔

حیام ایک سائیڈ پہ کھڑی ایسے ہی ڈریسز دیکھ رہی تھی جب اس کی نظر جہانگیر کی طرف اٹھی جو لاتعلق بنا موبائل پہ کسی سے کال پہ بات کر رہا تھا۔ دل کے کسی کونے میں اس کی خواہش تھی کہ جہانگیر اپنی پسند سے بھی اس کو کچھ لے دیتا، کیونکہ سارے ڈریسز اس کی خود کی چوائس تھے۔

www.novelsclubb.com

"کچھ اور چاہیئے۔۔۔"اپنی کال ختم کرتا وہ اس کے پاس آتا پوچھنے لگا جب ہوش میں آتے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم ادھر فوڈ کارنر کی طرف چلو میں پے کر کے آتا ہوں۔"اس کو ہدایت کرتا خود کاؤنٹر کی طرف گیا۔

شاپ سے باہر نکلتے اس کا دوپٹہ دروازے کی کسی ہینڈل سے اٹک گیا تو وہ پیچھے رکتی اس کو وہاں سے الگ کرنے لگی جب اس نے کسی کو اپنی طرف آتا دیکھا۔

"ایکسکیوز می!"وہ دو لڑکیاں تھیں اور دونوں انیس بیس سال کی لگتی تھیں،ان کے پکارنے پہ حیام نے ناسمجھی سے دیکھا۔

"جی۔۔۔؟"اپنا دوپٹہ دروازے سے الگ کرتے کندھے پہ صحیح کرتے اس نے ہلکا سا مسکرا کے پوچھا اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"آپ کے ساتھ جہانگیر تھے۔وہ کہاں ہیں؟"وہ جو کوئی بھی تھی لیکن اس کے بے چینی سے پوچھنے پہ حیام کو برا لگا، بھلااس کا کیا کام اس کے شوہر سے،اس کی آنکھوں میں موجود چمک کو دیکھتے حیام کی مسکراہٹ پل میں غائب ہوئی۔

"کیوں۔۔۔؟"اس نے ابرو اچکاتے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہاں کیوں کھڑی ہو۔۔۔؟" تبھی پیچھے سے آواز سنائی دی جس پہ حیام کے ساتھ ان دونوں لڑکیوں کی نظر بھی پیچھے آتے جہانگیر پہ گئی۔

"جہانگیر! کیسے ہیں آپ؟"حیام کو مکمل فراموش کرتی وہ جہانگیر کی طرف ہوئی اور خوشی سے پوچھنے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔"وہ خوش اخلاقی سے بات کرنے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس سے کیسے منہ سے پھول برسائے بات کر رہے ہیں جبکہ میری دفع منہ میں جیسے کڑوا بادام رکھا ہوتا ہے، جہانگیر کو دیکھتے وہ سوچنے لگی جو مسکرا مسکرا کے بات کر رہا تھا۔

"آپ کون ہیں۔۔۔؟" جہانگیر سے اسے کوئی توقع نہیں تھی کہ وہ تعارف کروائے تبھی وہ زبردستی چہرے پہ مسکراہٹ لاتی جہانگیر کے برابر کھڑے ہوتے پوچھنے لگی۔

"میں۔۔۔!" اس نے کہتے اپنے ساتھ کھڑی لڑکی کو پھر جہانگیر کو مسکراتی آنکھوں سے دیکھا، حیام کو کچھ کھٹکا کہ کہیں اس کی بیوی نہ کہہ دے۔

"توبہ استغفرُاللہ کیا سوچ رہی ہو تم، حوصلہ رکھو تم واحد بیوی ہو اس کی۔" وہ دل ہی دل میں خود کو حوصلہ بھی دینے لگی کہ برا نہ سوچ 'آل از ویل'۔

"میں جہانگیر کی بہت اچھی دوست ہوں، اکثر ان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔" وہ مسکرا کے بولتی عاصم کو دیکھنے لگی جیسے تائید چاہ رہی ہو۔

"جی بالکل بہت اچھی دوست۔۔" بدلے میں وہ بھی مسکرا کے بولا۔

"شرم نہیں آئی اپنی سے آدھی عمر کی لڑکی سے دوستی کرتے۔" دل میں وہ جیسے جہانگیر سے بات کر رہی تھی۔

"یہ آپ کی بہن ہیں، بہت خوبصورت ہیں۔آپ کیسی ہیں آپی؟" اب وہ حیام کو جہانگیر کے ساتھ کھڑا دیکھتے اشتیاق سے پوچھنے لگی جس پہ حیام کے ساتھ ساتھ جہانگیر بھی سٹپٹا اٹھا، استغفرُاللہ!

"لڑکی!" حیام نے بہن سنتے ہی آنکھیں پھیلاتے ناگواری سے ٹوکا۔

"بھائی ہوں گے تمہارے! بھابھی کہو' عاصم جہانگیر کی زوجہ ہوں میں۔" حیام ماتھے پہ تیوری چڑھاتے ناگواری سے بولی تھی کہ ان دونوں لڑکیوں کے ساتھ

www.novelsclubb.com

ساتھ جہانگیر بھی حیرت سے حیام کو دیکھنے لگا جو اس کو 'گاڑی میں بیٹھی ہوں' کہتے وہاں سے جا چکی تھی۔

"بھابھی۔۔۔" وہ خوشی سے ملی جلی کیفیت سے کہنے لگی کہ جہانگیر ہلکا سا مسکایا۔

"کب کی شادی آپ نے بتایا ہی نہیں؟" وہ اب اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

"آپ کی بھابھی کو جلدی تھی شادی کی' جیسے ابھی ان کو جانے کی جلدی تھی۔" وہ مسرور سا بتانے لگا جسے سن کے وہ دونوں ہنس دیں۔

"بہت پیاری ہیں وہ۔۔" وہ شرارت سے تعریف کرنے لگی جس پہ اب کی بار وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

www.novelsclubb.com

"بہت۔۔۔" تائید کرتا اتنا ہی کہہ پایا۔

"چلیں اجازت دیں چلتا ہوں آپ سے پھر ملاقات ہو گی ابھی آپ کی بھابھی ناراض ہو گئی ہیں۔" وہ عجلت میں کہتا انہیں خدا حافظ کہتا وہاں سے رخصت ہوا۔

_________________****

"کس سے بات کر رہی تھیں آپ۔۔۔؟" صحن میں اسے کھڑا دیکھتے اس کے پاس ہی آگیا اور فون پہ بزی دیکھتا چار پائی پہ بیٹھ گیا۔ فون سے فارغ ہوتے جب وہ واپس آئی تو نارمل انداز میں پوچھنے لگا۔

"کسی سے بھی نہیں بس رمشا کی کال تھی، ناراض ہو رہی تھی مجھ سے۔" اس کے ساتھ بیٹھتی موبائل کو سائیڈ پہ رکھتی ہلکا سا مسکرائی۔

"کیوں؟ ناراض کیوں ہوئی ہے؟" اپنے اوپر اوڑھی ہوئی شال کو اتارتے اس نے چار پائی کی سائیڈ پہ رکھا تھا۔

"یہی کہ میں ملنے نہیں آئی اس سے۔" رمشا کا کیا گیا شکوہ اس کو بتانے لگی تو اصفحان ناراض نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"میں نے آپ کو کل بھی کہا تھا کہ آپ ایک دو دن کے لیے ہو آئیں اپنی ماما کے گھر سے۔"کل کی کہی بات اصفحان آج بھی اس سے کرنے لگا تو اب کی بار زوفا منہ بنا گئی۔

"آپ کا دل کرتا ہے اتنے دن دور رہنے کو۔" بے ساختگی میں آہستہ آواز میں وہ اپنے دل کی بات کہہ گئی کہ اصفحان اپنی مسکراہٹ چھپا گیا۔

"اس وجہ سے آپ نہیں جا رہی؟"سنجیدگی سے پوچھنے لگا کہ زوفا اپنی بے اختیاری پہ شرمندہ ہوئی کہ پتا نہیں کیا سوچے گا۔

"نن۔۔۔ نہیں ایسی بات نہیں میں نے بس ایسے ہی کہہ دیا۔" وہ سرخ پڑتی نظریں چرا گئی۔

"کل جائیں اور پرسوں واپس آجائیے گا، ٹھیک ہے پھر آپ کو اتنے دن دور بھی نہیں رہنا پڑے گا مجھ سے۔"اس کا ہاتھ تھامے وہ جیسے مشورہ دینے لگا جس پہ وہ خاموش رہی۔

"اگر آپ کو اپنے شوہر سے شدید قسم کی محبت ہو ہی گئی ہے تو اظہار کرنے میں کوئی قباحت نہیں یقیناً میں آپ کے اس اظہارِ محبت کو سراہوں گا ہی نہ کی خاموش بیٹھا رہوں گا۔" اس کی خاموشی پہ چوٹ کرتا وہ مخمور لہجے میں کہتا اس کی دھڑکنوں کو تہہ و بالا کر گیا۔

"میں پرسوں آ جاؤں گی، آپ کل صبح مجھے چھوڑ آیئے گا۔" اس کی بات پہ وہ الٹا ہی جواب دے گئی کہ اصفحان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

______________**

www.novelsclubb.com

"یہ کیوں آیا تھا یہاں، کیا بات کر رہی تھی تو اس سے؟" اسے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ بیڈ پہ بیٹھے بیٹھے سختی سے پوچھنے لگا، اس کے ناگوار لہجے کو نظر انداز کرتی وہ آرام سے بتانے لگی۔

"بابا نے بھیجا تھا انہیں، کچھ چیزیں بھیجی ہیں مجھے انہوں نے۔" ہاتھ میں موجود بیگ پکڑے اس کو کبرڈ میں رکھتی ہوئی بولی، اپنا نظرانداز ہونا اس کو طیش دلا گیا تبھی ایک جست سے اٹھتا اس کے پاس جاتا بازو کو دبوچا۔

"باپ نے بھیجی ہیں یا پھر وہی یار دے گیا ہے تمہیں۔" بازو پہ اپنی گرفت سخت کرتے وہ غرایا تھا۔

"چھوڑیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔۔" اس کی سخت گرفت میں تڑپ کے کہتی مزاحمت کرنے لگی آنکھوں میں آنسوں رواں ہونے لگے۔

"تکلیف اب کیوں تکلیف ہو رہی ہے تب کہاں یہ تکلیف جاتی ہے تیری جب تو اس سے رنگ رلیاں منا رہی ہوتی ہے۔" بازو کو چھوڑتے اس کے بالوں کو سخت گرفت میں لیا۔

"اور یہ جو گند پال رہی ہے نا مجھے تو یہ بھی اسی کا لگ رہا ہے۔" بالوں پہ گرفت سخت ترین کرتا وہ چیخا اور ساتھ ہی جھٹکا دیا جس پہ وہ چیخ اٹھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"منحوس کہیں کی نکل میرے کمرے سے تجھے جلد ہی فارغ کرتا ہوں میں۔۔

میرے گھر سے نکل جا اور اپنی شکل بھی نہ دکھانا مجھے آئندہ، گھٹیا عورت۔"اس کو گھسیٹتے وہ باہر گیٹ کے پاس لایا۔اس کی آواز سے گھر کے باقی فرد بھی باہر نکل آئے۔فرہاد کا یہ روز کا معمول تھا اس سے لڑنا لیکن آج اس کے تیور بدلے لگ رہے تھے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔"اپنی گاڑی میں بیٹھتا عماد شور سنتا وہاں پہنچا تو دہل کے رہ گیا یہاں کا منظر دیکھتے تبھی فوراً آگے ہوتا اس کو تھامتے سختی سے بولا۔

"دفع ہو اپنی اس ہوتی سوتی اور اس کے اندر پلنے والا گندلے کے یہاں سے اور آئندہ شکل نہ دکھانا تم دونوں منحوس۔۔"عماد جو دھکا دیتے وہ کوئی پاگل لگ رہا تھا جس اپنے حواس کھو بیٹھا تھا تبھی ایسی غلیظ بکواس کر رہا تھا۔

"اپنی زبان کو لگام دو تم۔۔۔"عماد بدلے میں چیخ کے اس پہ جھپٹنا چاہا لیکن گل بیچ میں آگئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"چلیں یہاں سے عماد۔۔پلیز۔"اپنی برستی آنکھوں میں التجاء لیے اس سے کہنے لگی تو ایک قہر برساتی نظر فرہاد کے وجود پہ ڈالتا وہاں سے گل کو ساتھ لیے نکل پڑا۔

آج بھی اسے وہ ماضی یاد کرتے سوائے خود کو ازیت دینے کے اور کچھ نہیں تھا،وہ جانتی تھی کہ یہ کڑوا ماضی اب نکل چکا ہے لیکن اس کی کچھ باتیں کچھ تلخ یادیں اس کے ساتھ ہی کہیں زندگی جی رہی تھیں۔لوگ کہتے تو بہت آسانی سے ہیں کہ بھول جاؤ پرانی بات تھی پرانی یاد تھی، لیکن زندگی کا سب سے مشکل عمل ہی اس ماضی کو بھولنا ہوتا ہے۔ماضی کو یاد رکھنا بھی ایک غنیمت ہے کہ اس کو زہن میں رکھتے انسان دوبارہ ایسی کوئی غلطی نہیں کرپاتا لیکن وہ کڑواہٹ،وہ تلخی کہیں نہ کہیں رہ جاتی ہے اندر لاکھ نکالنے کے باوجود بھی۔

دعااِس کے وجود کے ساتھ ساتھ اُس کے وجود کا بھی وہ حصہ تھی یہ بات وہ لاکھ فراموش کرتی لیکن کبھی جھٹلا نہیں پائی تھی۔

www.novelsclubb.com

"یہ دوائی لے لیں۔" اپنے پاس سے آتی آواز پہ اس نے دائیں جانب دیکھا تو عماد اس کے قریب ہی بیٹھا ہاتھ میں گلاس اور دوائی پکڑے ہوئے تھا۔

"مجھے نہیں کھانی۔۔۔" آنسوؤں کا گولہ خلق میں اتارتے وہ رندھے لہجے میں بولی اور کروٹ لے گئی۔

اس کی وجہ سے عماد نے خود کو قصوروار ٹھہرایا خود کو وہ ازیت دیتا رہا۔ وہ کیسے اس شخص کا شکرادا کرتی جس نے سب کچھ بھلا کے اسے اپنی زندگی میں قبول کیا تھا۔

"طبیعت بگڑ جائے گی گلِ لالہ اٹھیں۔" اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتا اس کا رُخ اپنی طرف کرتا نرمی سے بولا۔

"پریشان کیوں ہو رہی ہیں میں ہوں نا آپ کے ساتھ۔ دعا کو کوئی بھی نہیں لے جائے گا ہم سے دور۔" اس کا روتا دیکھ تھوڑا اس کے قریب ہوتا اپنے ساتھ لگا گیا۔

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے عماد۔۔" اس کی پناہوں میں وہ ہلکا سا منمنائی۔

www.novelsclubb.com

"اللہ پہ یقین ہے نا، ان وسوسوں کو دل و دماغ پہ سوار نہ کریں۔ اچھا سوچیں اور سب اللہ کے حوالے کرتے دعا کریں اچھی زندگی کی۔ ان شاءاللہ سب ٹھیک ہو گا۔" اسے تسلی دیتا خود بھی مضبوط لہجے میں بولا۔

________________**

"کون تھی وہ جو آپ سے بے تکلف ہوتے ہنس ہنس کے بات کر رہی تھی۔"

سارے رستے تو وہ کچھ نہ بولی نہ ڈنر پہ اور نہ ہی گاڑی میں۔ گھر آتے اس نے کچھ کام نپٹائے، جہانگیر اپنا لیپ ٹاپ لیے لاونج کے صوفے پہ بیٹھا کام کرنے لگا تب حیام اس کے پاس صوفے پہ بیٹھتی سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

"بتایا تو تھا اس نے دوست ہے وہ۔" اسی کے الفاظ دہراتا وہ سکون سے بولا جس پہ وہ گھور کے دیکھنے لگی۔

"لیکن آپ نے اپنی اس فاضل دوست کو یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ کی ایک عدد بیوی بھی ہے؟" اب وہ اس کی طرف اپنا رُخ کیے ابرو اٹھاتے پوچھنے لگی جس پہ جہانگیر مسکرایا۔

"نہیں۔۔۔ کیونکہ میرے بتانے سے پہلے آپ نے بتا دیا تھا میری دوست کو۔" اسی انداز میں جواب دیا اور لفظ میری دوست پہ خاصا زور دیا جس پہ وہ نظریں گھما گئی۔

اس وقت اپنا لایا ہوا ایک ہلکا پھلکا سا ڈریس پہنے ہوئے تھے۔ اس نے شاید ساری شاپنگ نہیں دیکھی تھی کیونکہ بیگز ابھی اس نے ایسے ہی الماری میں رکھ دیئے تھے۔

"پرسوں لازمی یونیورسٹی جانا ہے میں کوئی بہانہ نہ سنوں تمہارا تیار رہنا۔" اب کی بار حیام کو اس میں یونیورسٹی والے عاصم کی جھلک دکھی جو اپنے ازلی سرد لہجے میں اسے وارن کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میری مرضی۔۔"اتنا کہتے وہ اٹھی اور جا کے کمرے میں بند ہو گئی۔اس کے دروازہ بند کرنے پہ وہ افسوس سے نفی میں سر ہلاتا پھر سے کام میں مگن ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اپنا کام مکمل کرتے ساری لائٹس چیک کرتے جب وہ روم میں جانے لگا تو یہ دیکھ اسے شدید حیرت ہوئی کہ دروازہ بند تھا وہ بھی اندر سے۔

"حیام۔۔۔!"آہستہ سے پکارتے جہانگیر نے ہلکا سا ناک کیا لیکن دروازہ نہ کھلا۔

"حیام۔۔"ایک دو بار پھر پکارنے سے جب اس نے دروازہ نہیں کھولا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ جان بوجھ کے بند کر کے سوئی تھی۔

"اندھیرے میں نیند آتی ہے جناب کو سوئیں اب وہ باہر تھوڑا سکون ملے انہیں۔"

وہ جل بھن کے اس کی پکار کو نظرانداز کرتی سونے کے لیے آنکھیں موند گئی۔اسے یاد آیا جب تھوڑے دن پہلے جہانگیر اس کمرے میں سونے لگا تھا تو وہ حیام کو مکمل لائٹ بند کرنے کا کہتا جس پہ حیام نے کہا کہ وہ مکمل اندھیرے میں نہیں سوتی،تب

سے وہ اپنی سائیڈ کا لیمپ ہلکا کر دیا کرتی تھی جبکہ جہانگیر اپنی طرف کا بالکل بجھا دیا کرتا تھا۔

اب وہ دونوں سائیڈ کے لیمپ آن کیے سکون سے لیٹی تھی۔۔ پھر اچانک کچھ سوچتی وہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔

"باہر تو سردی بہت ہے کہیں بیمار نہ ہو جائیں۔" اب اسے جہانگیر جی فکر ستانے لگی۔

"دوسرے کمرے میں سب موجود ہے۔۔" وہ خود کو یاد دلاتی ایک سکون بھری مسکراہٹ چہرے پہ سجاتی پھر سے لیٹ گئی۔ اب اسے یقین تھا کہ وہ سو جائے گا جلد ہی کیونکہ اسے اپنی نیند بہت عزیز تھی۔

_______________**

"آپ کس پہ برس رہے تھے صبح صبح۔۔۔؟" گاڑی میں بیٹھے صنم نے ارتسام سے پوچھا جو خاموشی سے گھر واپسی کا سفر طے کرتا ڈرائیو کر رہا تھا۔

"کب۔۔۔؟" وہ واقعی نہیں سمجھا تھا تبھی سامنے نظریں جماتے پوچھنے لگا۔

"صبح صبح جب میں کمرے میں داخل ہوئی تب آپ کسی پہ غصہ کر رہے تھے۔" وہ صبح کا واقعہ یاد کرتی بتانے لگی جب وہ ایک پل کو روم سے باہر گئی تھی اور جب واپس آئی تو ارتسام کسی پہ برس رہا تھا، تب تو اس کا خراب موڈ دیکھتے صنم نے کچھ نہ پوچھا تھا۔ لیکن ابھی اسے نارمل دیکھتے پوچھنے لگی۔

"اچھا وہ۔۔۔۔ چھوڑو فضول بات ہے یہ تم بتاؤ گھر جا کے کیا کرو گی۔" بات یاد کرتے ہی جیسے اس کا موڈ پھر سے خراب ہونے کو تھا تبھی بات ٹالتا ہوا صنم کا ہاتھ لبوں سے لگاتے پوچھنے لگا۔

"میں نے کیا کرنا ہے گھر جا کے تھوڑے سے کام ہوں گے ان کو نپٹاؤں گی پھر تھوڑا آرام کر کے کپڑے وارڈروب میں سیٹ کروں گی۔" آہستہ سے اپنی سوچ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بتانے لگی جب ارتسام نے اسے افسوس بھری نظروں سے دیکھا جیسے اسے اپنی بیوی کی بات اچھی نہ لگی ہو۔

"کیا ہوا۔۔۔" اس کو سنجیدہ ہوتے دیکھ صنم نے پوچھا تھا۔

"اِس شوہر کو ایسا کرتی وہیں بھول آتی ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی خوامخواہ میں واپس لانے کا اتنا خرچ کیا تم نے۔" اس کے پوچھنے پہ جیسے اسے مزید آگ لگی تو جل بھن کے گویا ہوا جس پہ صنم کو ہنسی آنے لگی۔

"کس بات کا غصہ ہے آپ کو؟" وہ انجان بنتی سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"صنم بات نہ کرو مجھ سے تم بس گھر جا کے اپنے پیارے سے کام سمیٹ لینا جو بچوں کی طرح تمہیں یاد کر رہے ہیں۔" اب وہ غصہ کرتا ہوا بولا تو صنم کو واقعی لگا کہ وہ غصہ ہو گیا ہے، معاملہ اب سنجیدگی اختیار کر چکا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اچھا نا میں مزاق کر رہی تھی ادھر دیکھیں۔۔۔"اس کا ناراض ہوتا دیکھ وہ منانے والے انداز میں بولی۔

"کیوں دیکھوں؟ گاڑی ٹھوک دوں کیا؟"وہ چڑ کے گویا ہوا کہ اس نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

اس کے اس طرح کہنے پہ صنم خاموش ہو گئی اور کچھ بھی نہ بولی بس باہر رستے کو دیکھنے لگی۔

پندرہ منٹ کے سفر طے کرنے کے بعد وہ گھر پہنچے تو صنم بنا کچھ کہے اندر چلی گئی۔

"عجیب بات ہے، ناراض میں تھا منہ اس کا بن گیا ہے۔"وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا بیگ پکڑتے اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے اس کی ملاقات اپنے بابا سے ہوئی جو شاید آج آفس سے لیٹ جانے والے تھے تبھی اس وقت لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے ورنہ وہ ابھی اپنے کمرے میں موجود ہوتے یا پھر آفس کے لیے نکل چکے ہوتے۔ صنم کے آنے سے پہلے بھی یہاں ملازمہ کام کرتی تھی اور صنم کے آنے

کے بعد بس وہ گھر کا جھاڑو پوچا لگا دیتی تھی باقی کھانا پکانا صنم خود دیکھتی تھی، ابھی جب وہ جارہے تھے تو انہوں نے اسے ساری ہدایت کر دی تھی کھانے کے حوالے سے، وہ یہاں کے گارڈ کی بیوی تھی تو یہی سرونٹ کوارٹر میں رہ رہی تھی اپنے شوہر کے ساتھ۔

ان سے حال احوال دریافت کرتا وہ اندر کی جانب گیا اور بیگ وہیں لاؤنج میں چھوڑتا کمرے میں داخل ہوا جہاں وہ بیڈ پہ بیٹھی اپنے پاؤں سے جوتا اتارے پاؤں دبا رہی تھی۔

"شوہر تھکا ہارا آیا ہے یہ نہیں کہ اس کو ایک دفع گلے ہی لگا لے بندہ کہ وہ ریلیکس فیل کرے لیکن یہاں کسی کو کیا پرواہ۔" اس کی بات کے آغاز پہ صنم کو لگا کہ پانی نہ لانے کا شکوہ کرے گا لیکن اس کی بات سنتے وہ بری طرح سٹپٹائی اور اسے گھورنے لگی۔

"تم کیوں ایسے مجھے گھور رہی ہو تمہیں کہا ہے کیا میں نے کچھ؟" صنم کو خود کا گھورتا پا کے وہ اس پہ چڑھ دوڑا تو صنم ہونہہ کرتے چہرہ پھیر گئی۔

"یہاں کمرے میں کوئی اور بیوی بھی موجود نہیں ہے آپ کی جس سے آپ یہ شکوے کریں۔" وہ بھی جتا کے بولی اور اپنا ڈریس پکڑتی باتھ میں گھس گئی۔

"کیا معلوم کہ میں نے رکھی ہو۔" صنم جب چینج کرتے باہر آئی تو اسے ارتسام کا جملہ سنائی دیا یقیناً وہ اس کی بیوی والی بات کا جواب دے رہا تھا۔

"ہر کوئی میری طرح معصوم نہیں ہوتی کہ آپ کے جھانسے پہ پھنس جاتی۔" وہ خود کو معصوم و مظلوم ظاہر کرتی افسوس کا اظہار کرنے لگی جس پہ ارتسام کو تپ چڑھ گئی۔

"اچھا تو تم مظلوم ہو اور میں ظالم۔۔۔بہت خوب پھر بچ کے رہنا آج۔۔۔" اس کی بات کو پکڑتا وہ بولا جس پہ وہ آنکھیں گھما کے رہ گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یار تمہیں کچھ احساس بھی ہے میرا کہ نہیں۔۔۔" وہ جیسے تنگ آ کے اس کو بولا جس پہ صنم بے ساختہ ہی ہنس دی اور ہنستی چلی گئی۔

"اف بس کر دو یار۔" وہ جھنجھلا کے بولا تو صنم نے اپنی ہنسی کو بریک لگائی کیونکہ اب ارتسام اس کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا جس پہ یکلخت صنم کی دھڑکنوں میں شور پیدا ہوا۔

"یہ جو نظریں آپ مجھ پہ گاڑھیں ہوئے ہیں نا ان کو پھیر لیں۔" وہ مسلسل اس کی نظریں خود پہ محسوس کرتے حیا آمیز لہجے میں بولی کہ ارتسام کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"تھکی ہوئی آئی ہو، کل یونیورسٹی کا پلان رہنے دینا ویسے بھی نیند کہاں پوری ہوئی ہو گی تمہاری۔" اس کے قریب آتا ہاتھوں کو تھامتا وہ شرارت سے بولا کہ اس کے رخسار نے پل میں سرخی پکڑی کہ جیسے گلال کسی نے بکھیر دیا ہو چہرے پہ۔

اس کے بالوں سے دوپٹہ ہلکا سا سرکاتے کندھے تک لایا تھا۔بندھے بالوں کو کھول کے ان کی آبشار کو کمر پہ بکھیر کے مزید اپنا چہرہ قریب تر کرتے اس کی خوشبو کو خود میں سمیٹنا چاہا۔

اچھا خاصا بیٹھے بیٹھے گم ہو جاتا ہوں

اب میں اکثر میں نہیں رہتا تم ہو جاتا ہوں

www.novelsclubb.com

________________**

"آپ بھی رک جاتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔۔۔"ڈرائنگ روم میں بیٹھے وہ ابھی چائے کی چسکیاں بھر رہا تھا جب اس کی آواز سنتے وہ اس کی جانب دیکھنے لگا،آواز میں جیسے

اداسی گھل آئی تھی کہ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ کیا واقعی وہ اب اس سے اتنی سی بھی دوری برداشت نہیں کر سکتی تھی، میاں بیوی کا رشتہ ہی ایسا تھا چاہت سے بھرا۔

"میں کیسے رک سکتا ہوں کام ہوتے ہیں بہت ان کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔" اس کے اداس چہرے کو نظروں کے حصار میں رکھتے وہ آسودگی سے مسکاتا گویا ہوا جس پہ وہ چاہ کے بھی مسکرا نہ سکی۔

"کل لینے آجاؤں گا زوفا آپ اتنی کیوں اداس ہو رہی ہیں۔۔۔" وہ واقعی الجھا تھا اس کے ری ایکشن پہ، بس ایک دن ہی کی تو بات تھی۔

"نہیں بس ایسے ہی۔۔۔" مسکرانے کی سعی کرتی اس نے اصفحان کو مطمئن کرنا چاہا جو شاید اس کی مسکراہٹ دیکھتا ہو بھی چکا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا اور باقیوں کو میرا سلام کہنا ان شاءاللہ ان سے کل ملاقات ہو گی آج تو ممکن نہ ہو پایا۔" جانے کے لیے وہ اٹھتا ہوا بولا، زوفا کو چھوڑنے آیا تھا لیکن اتفاقاً

آج کمیل صاحب اور ان کی زوجہ کسی ضروری کام سے گئے ہوئے تھے تو ان سے ملاقات نہ ہو پائی۔

"آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا اور پہنچتے کال کر دیجیے گا۔" اس کو بھی مزید چند دادی جان کے متعلق ہدایات کرتی رخصت کرتے اندر آئی تو رمشا اسے ہی شرارتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"بڑے اداس اترے چہرے بنائے ہوئے ہیں خیریت تو ہے نا۔" زوفا کو دیکھتی وہ شرارت سے پوچھنے لگی جس پہ وہ گھوریوں سے نوازتی نظرانداز کر کے اندر کمرے میں چلی گئی۔

"کس سے بات کر رہی تھی؟" رمشا جب کمرے میں داخل ہوئی تو زوفا کو کال پہ بات کرتا دیکھ پوچھنے لگی۔

"ہاں وہ ایک ڈاکٹر ہیں ان سے بات کر رہی تھی میں۔" وہ سرسری سا بتانے لگی تو رمشا بس سر ہلا کے رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

"اچھا اور آج تم بن بتائے اچانک آگئی خیرت ہوئی مجھے۔۔پہلے بتا دیتی تو امی بابا کو بھی میں انفارم کر دیتی تا کہ وہ تم سے اور لالہ سے مل بھی لیتے۔"رمشا اس کے اچانک آنے پہ سرپرائز ہوتی ہوئی استفسار کرنے لگی جس پہ زوفا لاپرواہی سے بیڈ پہ لیٹ گئی۔

"ہاں بس امی بابا کی یاد آرہی تھی تو آگئی، کل چلی جاؤں گی اتنے برے برے منہ نہ بناؤ تم۔"زوفا احسان کرنے والے انداز میں کہنے لگی جبکہ آنکھوں میں شرارت ہنوز تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے جاؤ جاؤ۔۔۔ہمیں تمہاری اب ضرورت بھی نہیں۔"رمشا بھی فل چڑاتی ہوئی بیڈ پہ چڑھ کے بیٹھ گئی جس پہ زوفا بے اختیار ہنس دی۔

"اگر وہ بھی میرے ساتھ رک جاتے اور وہاں چلتے تو کتنا اچھا ہوتا۔۔"رمشا سے باتیں کرتے وہ سوچنے لگی۔

"چلو کوئی بات نہیں جب سب ٹھیک ہو گا تو میں ان کو بتا دوں گی۔"

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کو معلوم تھا کہ جب اصفحان کو اس حرکت کا پتا چلتا تو وہ بہت خفا ہوتا تبھی وہ چاہ رہی تھی کہ اس کے ساتھ یہی رہ جائے اور اس کے ساتھ ہی جائے لیکن وہ کہہ بھی نہیں پا رہی تھی اس سے۔

_____________**

صبح اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ بہت مزے سے اس کے ساتھ قریب لیٹا اپنی نیند پوری کر رہا تھا، کمرہ تقریباً اندھیرے میں ہی ڈوبا ہوا تھا، کھڑکیوں پہ پردے گرائے ہوئے تھے۔ جانے رات کے کس پہر وہ کمرے میں داخل ہوا تھا اسے اندازہ نہیں ہوا۔

عجیب آدمی تھی۔۔۔ وہ بس سوچ ہی سکی اور غصے سے اس کو صلواتیں سناتی اٹھتی فریش ہونے چلی گئی۔

کیچن میں اینٹر ہوتے وہ ناشتہ بنانے کی تیاری کرنے لگی کیونکہ جانتی تھی کہ اب تک اس کا سونے کا ٹائم مکمل ہو گیا ہو گا اور وہ اٹھنے والا بھی ہو گا، پھر اس نے یونیورسٹی

چلے جانا تھا کچھ اس نے خود بھی ایک دو کلاس لینی تھی اور یونیورسٹی سٹوڈینٹ کو کلاس دینی بھی تھی۔

انہیں دنوں میں حیام کو معلوم ہوا تھا کہ جہانگیر پی ایچ ڈی کرنے کی تیاری میں تھا۔

"جانے اتنا پڑھ کے کرنا کیا تھا اس انسان نے، بیوی سے ڈھنگ سے بات کرنا آتی نہیں تھی۔" یہ حیام کا خیال تھا۔ "انسان کو ایسا ہی ریزرو رہنا چاہیے۔" یہ بھی حیام کا ہی خیال تھا لیکن شادی سے پہلے۔ اب تو وہ جیسے عاصم کو کچا چبا جاتی جو بس سنجیدگی کا بورڈ لیے گھومتا پھرتا تھا۔

ہاں ٹھیک تھا کہ وہ اس سے بات بھی کرتا تھا اس کو ایک دو بار باہر بھی لے کے گیا تھا لیکن کبھی اس کی جھوٹے منہ تعریف نہیں کی تھی۔ لیکن حیام یہ بھی جان گئی تھی کہ اس کو لمبے بال پسند تھے تبھی وہ ایک دو بار ٹی وی دیکھتے باتوں باتوں میں اس کو کہہ گیا تھا کہ چھوٹے بال لڑکیوں پہ سوٹ نہیں کرتے۔

"واہ تعریف وہ بھی ایسے۔۔۔"تب وہ اتنی سی بھی تعریف سنتے عش عش کر اٹھی۔

"ناشتہ ریڈی ہے۔۔۔؟"اس کی توقع کے عین مطابق پانچ منٹ میں وہ کیچن میں موجود تھا۔

"جی بس ریڈی ہے آپ فریش ہو جائیں۔"اس کو دیکھنے سے پرہیز کرتی وہ نظریں ناشتے پہ ہی جماتی ہوئی بولی کیونکہ موصوف ابھی بغیر شرٹ کے موجود تھے جس سے حیام کو ڈھیروں شرم نے آن گھیرا۔

اس کی پشت پہ بکھری کالی گھنی آبشار کو چمکتی آنکھوں سے دیکھتا واپس کمرے میں گیا اور تھوڑی دیر بعد مکمل تیاری سے ٹیبل پہ حاضر ہوا۔

"آپ آج جلدی آئیں گے۔"وہ نارملی پوچھنے لگی۔

"ہوں۔۔۔"بس سر ہلا گیا اور جوس کا گلاس اٹھ کے لبوں سے لگایا۔

"پوچھ ہی لیتے کہ میں کیوں پوچھ رہی ہوں خیر میرے پاس بھی وجہ نہیں تھی۔" اپنے آپ سے دل میں مخاطب ہوئی اس کو مزے سے ناشتہ کرتے دیکھ جوس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگی۔

"کچھ کہنا ہے۔۔۔؟" ناشتے سے فارغ ہوتے اپنے ہاتھ نیپکن سے صاف کرتے اس کو ایک نظر دیکھتے پوچھا تو اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوتی حیام پوچھنے پہ حیران ہوئی۔

"ان کو کیسے پتا چلا؟"

"جی وہ میں کہہ رہی تھی کہ مجھے صنم کے گھر چھوڑ آئیں وہ آج آگئی ہے تو میں مل لوں گی اس سے۔" کان کے پیچھے بال اڑھستے اس نے مسکرا کے پوچھا جس پہ جہانگیر بھی مسکرایا یعنی وہ لے کے جانے والا تھا اس کو، وہ دل ہی دل میں خوش ہو گئی۔

"کل یونیورسٹی وہ لازمی آئے گی تو تب مل لینا ابھی میں چلتا ہوں جلدی آجاؤں گا اپنا خیال رکھنا۔" اسی مسکراہٹ سے اس کو صاف انکار کرتا اچانک سے اسکے چہرے کو تھامتا اس کی صبیح پیشانی کو لبوں سے چھوتا معتبر کر گیا ابھی وہ اس سے بھی نہیں سنبھلی تھی کہ اگلی افتاد پہ وہ آنکھیں پھاڑے وہیں جامد و ساکت ہو گئی۔

نرمی سے جھک کے اس کے گلابی رخسار کو اپنے لمس سے گلنار کرتا اس کو کنگ چھوڑ کے چلا گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس جانے کا احساس ہوتے ہی وہ ہوش میں آتی وہیں کرسی تھامتے صدمے سے بیٹھ گئی۔ خود کو سنبھالتے وہ اٹھی اور ٹیبل سے چیزیں سمیٹنے لگی لیکن بار بار اس کے لمس کو یاد کرتے خود میں سمٹی جا رہی تھی۔

اپنی کلاسز لیتا جب وہ دوپہر کو جمعہ کی نماز پڑھ کے واپس گھر آیا تو حیام ابھی کیچن میں گھسی زوفا سے کال پہ بات کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ شاید اس سے ریسپی پوچھ رہی تھی 'یقیناً بریانی کی'۔

اپنا بیگ اس کی جگہ پہ رکھتا جہانگیر بھی کیچن میں اینٹر ہو گیا کہ اس کی ہیلپ کروا دے۔

اوور آل آج وہ بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا، آنکھوں پہ وہی گلاسز لگائے ٹائی اتار چکا تھا۔حیام نے نوٹ کیا تھا وہ بس کام کرتے وقت ہی گلاسز پہنتا تھا ورنہ نہیں۔۔

"اگر انسان اچھا لگ رہا ہو تو اس کی تعریف کر لینی چاہیئے۔" حیام کو وہ خود کو دیکھتا پا چکا تھا تبھی نارملی اس سے کہنے لگا، حیام کو لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑانے والے انداز میں کہہ رہا تھا لیکن وہ بالکل سنجیدہ تھا۔

"خود سے باتیں اخذ کرنے پہ بہت سی غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔" اپنی بات سے مکرتی وہ جتا کے بولی جس پہ وہ محصوص کن مسکرایا۔

"دل میں باتیں رکھنے سے بھی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اسی لیے انہیں فوراً کسی مخلص انسان سے کہہ دینی چاہیے، خیر آپ کی کہی بات یہاں لاگو نہیں ہوتی۔"

اس کی بات کے جواب میں وہ بھی دوبدو بولا تو حیام نے مسکراہٹ چھپائی یعنی وہ واقعی نظروں کو پہچان جاتا تھا۔

"پھر یہاں کون سی بات لاگو ہوتی ہے؟" اس کی طرف اپنا رُخ کرتی پوچھنے لگی۔
پیاز کاٹتے جہانگیر نے ہاتھ روک کے اس کی جانب دیکھا جو شریر انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"وہی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں۔" آرام سے بولا تھا اور ساتھ ہی اپنا کام دوبارہ سے جاری کیا۔

"یعنی آپ مجھے اپنی تعریف کرنے کا کہہ رہے ہیں۔" وہ آبرو اٹھاتے اس سے سوال کرنے لگی حیام کو اس سے بات کرنے میں مزہ آنے لگا تھا کیونکہ وہ بھی مسکرا کے اس کی بات کا جواب دے رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہا میں یا کچھ غلط بھی محسوس نہیں کر رہا میں۔" اپنے کام سے بغیر نظریں ہٹائے وہ مصروف سا بولا تو مسکراہٹ دباتے اپنے لب بھینچتی حیام واپس چولہے کی طرف ہوئی۔

جہانگیر نے محسوس کیا تھا کہ اس کی جھجک کچھ کم ہوئی ہے تبھی وہ اس سے آرام سے اب بات کہہ لیتی تھی ورنہ شروع کے دن تو خاموشی سے گزار دیا کرتی تھی۔۔اس کا یہ بدلاؤ عاصم جہانگیر کو پسند آیا تھا، وہ جب بھی اسے مخاطب کرتی تو جہانگیر نہیں عاصم کہہ کے پکارتی شاید اسے اسی نام ہی عادت تھی۔

شام کا کھانا ان دونوں نے مل کے بنایا جو بہت خوش ذائقہ خوش شکل بھی تھا جس پہ حیام بہت خوش ہوئی۔

تبھی جہانگیر نے اسے کچھ نوٹس وغیر دیئے کہ وہ کل کی کلاس کی ایک بار تیاری کر لے تا کہ مشکل نہ ہو۔کچھ سمجھ نہ آنے پہ وہ بس زرا سا پوچھ لیتی تھی۔ صنم سے وہ اتنے دنوں بعد مل رہی تھی تو کچھ ایکسائٹمنٹ بھی بہت تھی۔

________________**

"کہاں جا رہی ہو زوفا۔۔۔" وہ تیار ہوتی اپنا بیگ تھامتی شال میں لپٹی گھر سے باہر نکلنے کو تھی تب رمشا نے اسے پکارہ۔

"جلدی میں ہوں، بسمہ کے گھر جا رہی ہوں اس نے بلایا ہے کافی عرصہ سے اس سے رابطہ نہیں تھا اسی لیے اب آئی ہوں تو مل آتی ہوں۔" عجلت میں کہتی وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھی اس سے پہلے کہ وہ پھر سے اس سے آواز دے کے روکتی۔ گاڑی جب تک نظروں سے اوجھل نہ ہوئی تب تک رمشا عجیب نظروں سے دیکھتی رہی۔

"اف دل زوروں سے دھڑک رہا ہے۔۔۔" کار ڈرائیو کرتے وہ خود کلام کرتی ہوئی آس پاس نظریں دوڑاتے دیکھنے لگی۔

یہ ایک تنگ گلیوں والی جگہ تھی۔ جہاں گلیوں کے کونوں پہ کوڑے کے کہیں کہیں ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ زوفا کو یہاں کراہت محسوس ہوئی اور یہاں کے رہنے والوں کے لیے افسوس جانے کیسے وہ سب یہاں زندگی گزار رہے تھے۔

اپنی گاڑی کو سائیڈ پہ روکتے وہ اتری اور دھڑکتے دل سے موبائل میں پتہ دیکھتی جگہ تلاشنے لگی جہاں اسے جانا تھا۔

ایک تنگ سی گلی میں پہنچتے اس نے ایک بچے کو روک کے پوچھا جو شاید ابھی سکول سے واپس آرہا تھا۔

"بیٹا یہ والا گھر کہاں ہے؟" موبائل اس کے سامنے کرتے پوچھا جس پہ بچے نے اسی گلی کے کونے والے گھر کی جانب اشارہ کیا۔

اس کو مسکرا کے شکریہ کہتی وہ شال سے خود کو کور کرتی اس گھر کی جانب قدم بڑھانے لگی۔

خستہ حال میں موجود یہ گھر اپنی حالت پہ شاید خود رو رہا تھا، دروازہ تقریباً سارا ہی زنگ آلود تھا جس پہ بڑی سے کنڈی لگی تھی۔ یہ سب دیکھتے ہی زوفا کی دھڑکن تیز ہو گئی، اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ کہیں اندر سے اس کا دل یہاں جانے سے منع کر رہا تھا لیکن پھر بھی وہ اپنا دل مضبوط کرتے دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔ گھبراہٹ میں ادھر اُدھر دیکھنے لگی جیسے کوئی اس کو پکڑ نہ لے۔ چند ثانیے بعد دروزہ کھلا تو ایک درمیانی عمر کا آدمی دروازے سے باہر جھانکنے لگا۔

"ہاں جی۔۔۔؟" وہ تھوڑا سخت لہجے میں پوچھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

_______*________**

آج اس نے حیام کی کلاس میں ہی لیکچر لینے جانا تھا، سمیسٹر تو چینج ہو گیا تھا لیکن ان کے کچھ ٹیچرز ابھی بھی وہی تھے جن میں جہانگیر بھی تھا۔

جہانگیر یہاں اپنی خود کی سٹڈی کملیٹ کر رہا تھا تب اسے یہاں جاب آفر ہوئی، موقع غنیمت جان کے اس نے ہاں کر دی۔اسے شوق بھی تھا پڑھانے کا تبھی وہ یہاں سے مستقل کام کر رہا تھا۔

صبح سات بجے اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا حیام نوٹس کو ایسے ہی بیڈ پہ بکھیرے بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔کچھ اس کی ٹانگ کے نیچے اپنی بے قدری پہ رو رہے تھے۔کچھ کو وہ اپنے بازو کے نیچے ترو رمڑ ور کے لیٹی تھی۔اس نے سونے کے انداز کو دیکھتے جہانگیر کو ہنسی آنے لگی۔

سر جھٹکتے وہ اٹھا اور خود فریش ہونے لگا۔ڈریس چینج کرتے حیام کو اٹھانے لگا جس کے ایک بار پکارنے پہ ہڑ بڑا کے اٹھی کہ اس کی اڑھتی رنگت کو دیکھتے جہانگیر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"وہ نا سمجھی سے اس کو قہقہہ لگاتے دیکھ پوچھنے لگی جس پہ اپنی ہنسی کو روکتا نفی میں سر ہلانے لگا۔

"نہیں کچھ نہیں'اٹھو یونیورسٹی کا ٹائم ہو رہا ہے ناشتہ کرلو۔" سنبھل کے اپنے ڈرار سے گرے ٹائی نکالتا اس کو باندھنے لگا۔

"ناشتہ کرلو یا ناشتہ بنالو؟" وہ خفگی سے اٹھی اور اپنے بالوں کا جوڑا بنانے لگی۔

"جو تم سمجھو۔۔۔" کندھے اچکا کے کہتا اپنے بال ٹھیک کرنے لگا۔اس کو گھورتی وہ فریش ہونے چلی گئی۔

جلدی سے چینج کرتی کیچن میں ہلکا پھلکا ناشتہ بنانے لگی۔۔خود اپنے لیے آملیٹ بناتے پراٹھا بنا کے کھانے لگی جب تک جہانگیر اپنی چیزیں سمیٹتا ٹیبل پہ آیا تو اس کے لیے جیم بریڈ پڑا تھا۔حیام کو تگڑا ناشتہ کھاتے دیکھ پھر اپنے روکھے سوکھے ناشتے کو دیکھنے لگا۔

ہلکے گلابی سادہ سے سوٹ میں گلابی سی اپنے لمبے گھنے بالوں کی چٹیا بنائے محو سی ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ اس ناشتے کی مجھے ضرورت ہے کیونکہ میری انرجی زیادہ ویسٹ ہوتی ہے۔" جہانگیر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کے آگے سے پراٹھا آملیٹ اٹھاتا خود کھانے لگا اور بریڈ والی پلیٹ اس کے سامنے رکھ دی۔

"ایکسکیوزمی، اگر انرجی کی بات کر رہے ہیں تو وہ میری ویسٹ ہو گی کیونکہ صبح صبح آپ کو جھیلنا کوئی آسان کام تو نہیں۔" واپس اس سے پلیٹ کھینچتے تیوری چڑھا کے بولی کہ اس کی بات پہ جہانگیر ابرو اچکا کے دیکھنے لگا۔

"میرا مطلب کہ آپ کا لیکچر لینے کے لیے انرجی چاہیئے ہوتی ہے نا۔" جن نظروں سے وہ دیکھ رہا تھا حیام فوراً وضاحت کرتی ہوئی بولی مبادہ وہ کوئی غلط مطلب نہ نکال لے۔ اپنی مخصوص کن سائیڈ مسکراہٹ لیے اپنی کرسی کو تھوڑا اس کے نزدیک کر گیا کہ ایک ساتھ ہی کھانا کھالیں جس پہ حیام بھی خاموشی سے کھانا کھانے لگی۔

یونیورسٹی کے گیٹ کے باہر گاڑی پہنچتے ہی حیام نے جہانگیر کو گاڑی روکنے کا کہا جس پہ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ ایسے ہی اندر چلے جائیں میں یہی سے آجاتی ہوں، آپ پارک کر لیں گاڑی کو۔" وہ مسکرا کے کہتی اترنے کو تھی جب یکلخت اس کی کلائی جہانگیر کے ہاتھ میں آئی۔

"یہ فضول کی ٹینشنز اور باتیں اپنے دماغ سے باہر نکال دو ورنہ اچھے سے علاج کروں گا اس کا۔" اس کو آنکھیں دکھاتا گاڑی اندر لے جانے لگا کہ حیام نے چور نظروں سے آس پاس دیکھا جیسے کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔

"اترو۔۔۔" اس کو سیٹ پہ جما دیکھ وہ سرد لہجے میں بولا کہ عاصم کے روپ کو دیکھتی دانت پیستے گاڑی سے نکلی اور کھٹاک سے دروازہ بند کیا کہ اس کے عمل پہ جہانگیر گھور کے رہ گیا۔

"رکو ساتھ چلتے ہیں۔" اس کو جاتا دیکھ وہ ٹوکنے لگا جبکہ وہ ان سنی کرتی بغیر رکے جانے لگی۔

"ہاں آپ کے ساتھ جاؤں اور پھر صبح مشہور ہو جاؤں۔" دل ہی دل میں سوچتی اس پہ غصہ کرنے لگی لیکن اس کو کیا معلوم تھا کہ وہ پہلے ہی مشہور ہو چکی تھی جس کا علم اسے کلاس میں جا کے لگنا تھا، فالحال وہ عاصم کو چھوڑے صنم سے ملنے کو بے تاب تھی کیونکہ شادی کے بعد وہ اتنے دن بعد مل رہی تھی اسے۔

ایک گہرہ سانس بھرتی وہ کلاس میں داخل ہوئی جہاں اکاد کا سٹوڈینٹ ہی موجود تھے جبکہ صنم اپنی نشست پہ براجمان تھی جسے دیکھتے حیام مسرور سی اس کی طرف لپکی۔

"کیسی ہو؟ میں نے تمہیں بہت مس کیا۔ یہ ہوتی ہے دوستی کہ بعد میں دوست کو ہی بھول جاؤ۔" حیام اس سے ملتے ہی شکوے کرنے لگی جس پہ صنم مسکراتی ہوئی اس سے علیحدہ ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو اور سر نہیں آئے کیا؟" محبت سے اس کو دیکھتی پوچھنے لگی، وہ جو اپنا بیگ چیئر پہ رکھتی بیٹھنے لگی تھی اس کے سوال پہ جھٹکا کھاتے اسے دیکھنے لگی کہ وہ کیوں عاصم کا پوچھ رہی تھی اس سے۔

"کیا مطلب؟"

وہ ناسمجھی سے پوچھنے لگی کیا وہ جانتی تھی۔

"سر عاصم کے ساتھ نہیں آئی کیا تم؟" صنم الٹا حیرانگی سے اس سے سوال کرنے لگی جس پہ حیام کے تاثرات پل میں بدلے یعنی وہ جانتی تھی لیکن کیسے اسے تو خود مہینے بعد پتا چلا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا۔۔۔؟" حیام آہستہ آواز میں سنجیدگی سے پوچھنے لگی جس پہ صنم پل کو خاموش رہی شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ غلط وقت پر اس سے پوچھ بیٹھی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اب اس میں نہ پتا ہونے والی بات کیا ہے۔۔۔شوہر کے ساتھ ہی آؤ گی نا اب تم۔" صنم ہلکے پھلکے لہجے میں کہنے لگی تا کہ وہ پھر سے نارمل ہو۔

"تمہیں کیسے پتا یہ سب؟" حیام نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔

"مجھے تو نکاح پہ ہی پتا تھا کہ تمہارا نکاح سر عاصم سے ہونے لگا ہے۔"

اس کے سوال کو سمجھتی صنم اس کے تاثرات بغور دیکھنے لگی لیکن وہ اب بھی سنجیدہ تھی۔

"میں نے اصفحان بھائی کی شادی پہ انہیں ایک جھلک دیکھا تھا یاد ہے جب لائیٹ گئی تھی ہم سب صحن میں بیٹھے تھے تب' لیکن میں شیور نہیں تھی پھر جب ان کا نکاح ہونے لگا تم سے تب یقین ہوا کہ بھائی عماد کے بڑے بھائی سر عاصم جہانگیر ہیں۔"

صنم اپنی بات وہی سے جوڑتی اس کو مزید بتانے لگی۔

"تو تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا؟" اس کی طرف آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے وہ استفسار کرنے لگی۔

"مجھے لگا کہ تم جانتی ہو کہ تمہارا نکاح کس سے ہو رہا ہے۔" صنم اس کے پوچھنے پہ الجھ گئی۔ حیام سر جھٹک گئی کہ اب کیا فائدہ ایسی بات کا۔

"چلو چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ کہ ارتسام بھائی کیسے ہیں؟" اپنی بات بھلاتی اس سے چھوٹی موٹی بات کرنے لگی اور وہ اپنا ٹور بتانے لگی۔

تھوڑی دیر میں ہی کلاس میں سٹوڈینٹس آنا شروع ہو گئے۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ حیام کو محسوس ہوا جیسے سب اسی کو دیکھ رہے ہیں۔ ایسے ہی اس نے سرسری سی گردن گھما کے دیکھنا چاہا تو پیچھے لڑکیوں کا گروپ اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھا۔

"وہ سب مجھے دیکھ رہی ہیں؟" حیام نے آہستہ سے صنم سے پوچھا جس پہ صنم نے بھی نظریں دوڑائی تو آدھی کلاس حیام کو گھورنے میں ہی مصروف تھی۔

"مس آج سر نے آنا ہے یا پھر گھر پہ آرام کرتے دن گزارنا ہے۔" پیچھے بیٹھی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی نے حیام کو مخاطب کرتے پوچھا تو حیام کو یہاں گھبراہٹ ہونے لگی۔

"ظاہر ہیں آرام کر رہے ہونگے بیوی جو مل گئی ہے، ویسے مس حیام ایک مہینے سے بھی زیادہ آپ غائب رہیں ہیں، خیر تو ہے۔۔۔" ان کی ذومعنی باتوں سے حیام خاموشی سے سر جھکائے پین سے لگی رہی۔

"بیوی ہیں بھی یا بس ابھی چکر ہی چل رہا ہے، ویسے سر کو پھنسالیا داد دینی پڑے گی۔" ایک اور جملہ اس پہ کسا گیا جس پہ کلاس میں بیٹھے کرنے تو خاموشی سے یہ دیکھنے لگے کہ آخر ماجرہ کیا ہے جبکہ صنم کا خون کھول اٹھا۔

"آپ کو شرم آنی چاہیے ایسی باتیں کرتے کسی کے بارے میں۔" اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی وہ ایک ایک لفظ چبا کے غصے سے بولی۔ اس کی بات پہ وہ لڑکیاں معنی خیزی سے ہنسنے لگیں جبکہ حیام کو مزید گھبراہٹ ہونے لگی ان کی باتوں پہ۔ اس میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بولنے کی ہمت نہیں بچی تھی جانے کیا ہو گیا تھا دماغ جیسے کچھ کہنے کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھا تھا۔

تبھی کلاس میں جہانگیر اینٹر ہوا تو سب خاموشی سے اپنی جگہ پہ بیٹھ گئے۔۔اس نے سرسری سی پوری کلاس میں نظریں گھمائیں تو دوسری لائین میں وہ نشست سنبھالے سر جھکائے بیٹھی تھی شاید وہ عاصم کی موجودگی سے بھی بے خبر تھی۔

"السلام علیکم !۔۔۔۔۔"سلام کے بعد اس نے کلاس کا آغاز کیا تو اس کی آواز کانوں سے ٹکراتے حیام ہوش میں آتے خالی خالی نظروں سے اسے سامنے کھڑے دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

جہانگیر جب یہاں آرہا تھا تب اسے معلوم پڑ گیا تھا کہ اس نادیہ نامی لڑکی نے ہر جگہ پھیلا دیا تھا کہ حیام سر عاصم کے ساتھ آئی ہے اور ان کا چکر بھی چل رہا ہے۔۔۔ جبکہ جہانگیر نے اپنا نکاح ہوتے ہی سارے کولیگ کو بتا دیا تھا کہ وہ شادی شدہ ہے اب اور یہ بھی اس کی بیوی یہاں پڑھتی بھی ہے۔

اب کوئی سٹوڈینٹ کیا بات کرتا تھا اس کے پیچھے اسے فرق نہیں پڑتا تھا اور حیام سے بھی یہی توقع رکھتا تھا کہ وہ دوسروں کی باتوں کو دل پہ نہ لے لیکن یہاں آتے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ڈسٹرب ہو چکی ہے۔

"مس حیام آپ کا دھیان کہاں ہے؟" کوئی دوسری بات ٹوکنے پہ اس نے سختی پہ پوچھا کیونکہ وہ مسلسل غائب دماغی سے اسی کو دیکھے جا رہی تھی۔

"سوری۔۔۔۔ سر۔۔۔" وہ شرمندہ ہوتی سر جھکا کے نوٹ کرنے لگی جبکہ کلاس میں دبی دبی ہنسی گونج اٹھی شاید وہ اب حیام کا مزاق بنا رہے تھے۔

پہلا لیکچر آف ہوا تو حیام واش روم کی جانب گئی اس کی حالت کے پیش نظر صنم بھی اس کے ساتھ باہر کو لپکی۔۔۔

"آؤ گراؤنڈ میں چلتے ہیں۔"

صنم اس کو ساتھ لیے گراؤنڈ میں آ بیٹھی۔

"میں اسی لیے نہیں آنا چاہ رہی تھی کیونکہ میں جانتی تھی کہ ایسے ہی سب باتیں کریں گے۔" حیام سنجیدہ سے اسے بتانے لگی کہ صنم کو دوسروں کے رد عمل پہ افسوس سا ہوا۔

"تم پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا، سر تو ٹھیک ہے ناں تمہارے ساتھ۔" اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے صنم نے متفکر ہوتے پوچھا۔

"یار سر نہ کہو ان کو میرے سامنے۔۔۔" وہ جھنجھلا کے بولی کیونکہ وہ یہ بات اپنے ذہن سے نکالنے کی کوشش کر رہی تھی اس کی شادی 'سر' سے ہوئی ہے۔

اس کے کہنے پہ صنم کو نا چاہتے ہوئے بھی ہنسی آنے لگی۔

"کیا سب ٹھیک نہیں تم دونوں میں۔۔؟" صنم نے کچھ گھوجتے پوچھا جس پہ حیام صنم کے سوال پہ اس کو دیکھنے لگی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے نہیں پتا صنم، عاصم ٹھیک ہیں میرے ساتھ وہ بہت اچھے ہیں لیکن میں یہ بات فراموش نہیں کر پا رہی صنم کہ میں ان کی سٹوڈنٹ ہوں اور میرے ٹیچر۔۔۔ عجیب سی کیفیت ہوتی ہے جانے سب کیا سوچیں گے ایک سٹوڈنٹ ٹیچر کی شادی۔" نیچے گھاس کو اپنی سفید انگلیوں سے کھڑوچتے وہ اپنی کیفیت بیان کرنے لگی۔

یہ واقعی تھا کہ جب بھی کبھی جہانگیر نے اس کے قریب ہونا چاہا تو وہ گریز برت جاتی، یہ شاید اس کا فطری عمل ہوتا تھا۔اس سے زیادہ دیر بات نہ کر پاتی کہ ذہن میں عجیب سی کشمکش ہونے لگتی۔۔کافی حد تک وہ خود کو سنبھال بھی چکی تھی لیکن آج سب کی باتیں۔۔

"تم پاگل ہو گیا حیام! خدارا بھول جاؤ اس کو، ضروری نہیں کہ اب ایک اگر آپ کو کوئی پڑھا رہا ہے تو اس سے شادی نہیں ہو سکتی، تم کوئی بچی نہیں ہو اور نہ ہی بھائی

عاصم بوڑھے جس پہ تم اپنے اور ان کے درمیان ہوئے رشتے کے بارے میں ایسا کچھ سوچو،ان کی عمر اور تمہاری عمر میں اتنا زیادہ فرق بھی نہیں کہ کوئی قابل اعتراض بات کرے۔۔۔"صنم نے افسوس سے سمجھانا چاہا۔

"کیا ہوا کس کا میسج تھا۔۔؟"ابھی وہ بات کر رہی تھی کہ حیام کا موبائل بج اٹھا جس کو دیکھتے حیام کا منہ بن گیا۔

"کچھ نہیں۔۔۔عاصم روم میں بلا رہے ہیں۔"وہ عام سے لہجے میں بتانے لگی۔

"تو جاؤ بات سن آؤ کیا پتا وہ کچھ بات کرنا چاہتے ہوں۔"صنم نے اکسایا لیکن وہ نہ اٹھی اور نہ ہی اس کا اٹھنے کا ارادہ تھا۔

"میں نہیں جا رہی،پہلے ہی میں باتیں سن رہی ہوں اب مزید نہیں سن سکتی۔"وہ سنجیدہ لہجے میں کہتی وہی گراؤنڈ میں بیٹھی درختوں کو دیکھنے لگی۔جبکہ صنم نفی میں سر ہلاتے افسوس سے دیکھنے لگی اسے۔

__________________**

سٹاف روم سے واپس آتے جب وہ اپنے آفس میں جا رہا تھا تب اسے حیام صنم کے ساتھ بیٹھی ہوئی نظر آئی، جانتا تھا کہ وہ یقیناً پریشان ہو گی تبھی روم میں پہنچتے ہی اس نے حیام کو میسج کیا کہ وہ اس کے روم میں آئے لیکن نہ اس نے کوئی جواب دیا اور کہ پہ وہ خود آئی۔اس کے ضدی پن کو دیکھتا وہ اپنے اگلے لیکچر میں جانے کا سوچنے لگا جو کالج سائیڈ تھا۔

www.novelsclubb.com

آخری کلاس اس کی پھر سے حیام کی کلاس میں تھی، جب وہ روم میں داخل ہوا تو وہ سر ٹیبل پہ رکھے شاید سونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی اور صنم اس کے پاس بیٹھی اس کو کچھ بتانے میں مصروف تھی،ایک دو لڑکیوں کو اس نے بھی نوٹ کیا تھا کہ وہ حیام کو ایک بار طنزاً بات کہہ چکی تھیں۔

"مسز حیام آپ کے شوہر آئیں ہیں یا بوائے فرینڈ۔" کسی نے سرگوشی میں اس کو پکارتے عجیب لہجے میں کہا تو حیام کے ساتھ ساتھ جہانگیر نے بھی اس آواز کو بخوبی سنا۔

یہ کہنے والی نادیہ تھی۔۔اس کے الفاظ کہنے کی دیر تھی کہ کلاس میں سناٹا چھا گیا وہیں حیام کی نظریں نادیہ سے ہوتی ہوئی جہانگیر پہ ٹک گئیں جو خود اسے سرد مہری سے گھور رہا تھا۔

"مس نادیہ میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے کیا سوچ کہ یہ الفاظ استعمال کیے ہیں؟" بالآخر کمرے کی خاموشی کو عاصم جہانگیر کی سرد آواز نے توڑا جس پہ سب سٹوڈینٹ تھوک نگلتے رہ گئے۔

"میں نے کیا کہا میں تو بس کنفرم کرنا چاہ رہی تھی کہ آپ اس کے ہزبینڈ ہیں یا۔۔۔" وہ آنکھیں گھماتی تمسخر اڑاتی ہوئی کہنے لگی۔

www.novelsclubb.com

یہاں اکثر ایسا ہی ہوتا، کوئی ایک ہوتا جو اپنے ٹیچر کا لحاظ کر جاتا شاید عمر کی وجہ سے ورنہ ایک حد جو ہمیشہ ٹیچر/استاد کے درمیان رہا کرتی تھی وہ تو اب جیسے ختم ہو چکی تھی جب جس کا دل چاہا سامنے کھڑے انسان کی بے عزتی کر دی جاتی پھر بعد میں فخر سے اپنے کارنامے بتا کے قہقہے لگاتے۔یہی حال آج کل کے نوجوانوں کا تھا، بغیر دیکھے جانے بات کو کہہ دینا اور اس سے خود غلط مطلب اخذ کرتے جانا۔

"شی از مائی ڈئیر وائف۔" وہ سرد لہجے میں ایک نرم نظر حیام پہ ڈالتا سب کو جتا گیا۔ اس کے کہنے پہ صنم کھل کے مسکائی جبکہ حیام اس کے الفاظوں میں کہیں کھو گئی۔ یعنی وہ اتنی آسانی سے سب کو بتا دینے والا تھا اور وہ بے وقوف کب سے دوسروں کی باتوں کو نظر انداز کرتی خود کو اعصابی تھکن سے نواز رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ آپ کے لیے میرا یہی ایک جملہ کافی ہے تو براہِ مہربانی آپ میری کلاس سے تشریف لے جا سکتی ہیں۔" وہ مزید کسی کو کہنے کا موقع دیئے بغیر سرد لہجے میں بولا کہ سبکی کے احساس سے نادیہ کا چہرہ متغیر ہوا تھا۔اپنا بیگ پکڑتی وہ

www.novelsclubb.com

پاؤں پٹختی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔۔ایک نظر حیام کو دیکھا جو اسے ہی مشکور نظروں سے دیکھ رہی تھی لیکن جہانگیر کی آنکھوں میں اپنے لیے وہ نرم تاثر ڈھونڈنے سے بھی نہ دیکھ پائی۔

یعنی وہ اب اس سے ناراض ہو چکا تھا۔

اس پورے لیکچر کے دوران وہ حیام کو کوئی تین بار دھیان نہ دینے پہ سنا چکا تھا اور اب بھی اسے سنانے کے بعد وہ مزے سے لیکچر نوٹ کروا رہا تھا جبکہ حیام غصے و غم سے اس کی پشت کو گھوری جا رہی تھی جس نے اپنی بیوی ہونے کا بھی احساس نہیں کیا اور اسے سنا ڈالیں تھیں۔

www.novelsclubb.com

لیکچر آف ہونے کے بعد صنم دل کھول کے ہنسی جس پہ حیام اس سے بھی اپنی ناراضگی کا اظہار کر گئی لیکن پھر اس سے منا بھی لیا۔

اور جان بوجھ کے شرارت سے اسے جہانگیر کو منانے کے بھی طریقے بتائے جس پہ وہ بری طرح سٹپٹائی۔۔

عاصم جہانگیر جانتا تھا کہ اس کے بلانے پہ بھی وہ آفس میں نہیں آئے گی تبھی پارکنگ میں پہنچتے اس نے حیام کو کال کی کہ آجائے گھر جانا ہے۔۔

دوسروں کی نظروں کو خود پہ محسوس کرتے وہ سیدھا گاڑی میں آتے بیٹھی اور اپنا سانس بحال کیا جس پہ جہانگیر نے اچھنبے سے اسے دیکھا کہ کیا ہوا۔۔

گاڑی گھر کے رستے ڈالتے دونوں کے درمیان خاموشی رہی کسی نے بھی کوئی بات نہ کی۔۔

________________**

www.novelsclubb.com

کمرے میں بیٹھے وہ کچھ کھول کے اسے غور سے دیکھنے میں مصروف تھی جو چھوٹی چھوٹی کاغذ کی پرچیاں تھیں اور اس پہ جانے کیا کیا لکھا تھا کہ غور سے بھی دیکھنے پہ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

ایک کے بعد ایک کھول کے دیکھنے پہ بھی اس کو کچھ سمجھ نہ آئی تو ایسے ہی سائیڈ پہ رکھ دی۔۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم زوفا۔۔؟" کمرے میں داخل ہوتی رمشا نے اسے دیکھتے پوچھا جو اپنے ارد گرد جانے کیا چیزیں پھیلا کے بیٹھی تھی۔

"کچھ بھی نہیں۔۔" اس کی نظروں تک پہنچنے سے پہلے زوفا نے جلدی سے وہ سب اپنے بیگ میں ڈالنا شروع کر دیا۔

"اصفحان بھائی آئے ہیں لینے۔۔" رمشا نے سکون سے کہہ کے اسے بے چین کیا۔۔

"کب آئے وہ۔۔۔؟" مضطرب سی اٹھی کہ لڑکھڑا کے گرنے لگی۔

"بھاگنے نہیں لگے وہ کہیں نیچے بیٹھے ہیں ماما نے انہیں زبردستی کھانے پہ روک لیا ہے تو صبر سے لڑکی۔" رمشا اس کی جلد بازی دیکھتے ٹوکنے لگی ساتھ ہی اصفحان کے کھانے پہ رکنے کا بتاتی آرام سے بیڈ پہ چڑھ کے بیٹھ گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"توتم یہاں کیا کر رہی ہو جاؤ جا کے کھانے کا انتظام کرو۔" زوفا آنکھیں دکھاتی اس کو بولتی خود کا حلیہ آئینے میں دیکھنے لگی۔۔ جلدی سے اپنے بال سنوارتی، لبوں پہ ہلکے گلابی رنگ کو لگاتی مسکرا کے کمرے سے نکلی۔

"پاگل۔۔۔!" اس کی حرکت کو نوٹ کرتی رمشا ہنس کے من ہی من میں بڑبڑائی۔

"آپ کب آئے۔۔۔؟" زوفا مسکراتی سلام کرتی اندر داخل ہوئی تو اصفحان اپنی جگہ سے اٹھتا اس کے قریب ہوتا سینے سے لگا گیا۔

"بس تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں۔" اس سے الگ ہوتا مسکرا کے کہتا ساتھ ہی صوفے پہ بیٹھ گیا۔

________________**

"میں نے تمہیں پہلے بھی منع کیا تھا کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنا جس سے ہمارا کیس متاثر ہو لیکن تمہیں اثر نہیں ہوا اور کر دیا نا ایک کارنامہ، پڑ گئی ٹھنڈ تمہیں۔" اپنے سامنے کھڑے فرہاد پہ وہ آگ بگولہ ہو رہے تھے ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا کچھ کر دیں۔

"میں نے کچھ نہیں کیا، آپ کے کیس سے میرا کوئی لینا دینا نہیں۔ جو بھی عدالت میں پیش ہوا وہ آپ نے خود کروایا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ نے ہی اپنے آدمیوں کو میرے پیچھے لگوا کے وہ تصویریں نکلوائی ہیں۔ آپ اپنا کیس ہارنے پہ آئے تو مجھے اندر مہرا بنا لیا اچھے سے جانتا ہوں لیکن میں آپ کو واضح الفاظوں میں بتا دوں کہ اس کیس میں جو بھی فیصلہ ہوتا ہے اس سے میرا کوئی سروکار نہیں لیکن میں اپنی بات سے بالکل بھی پیچھے نہیں ہٹنے والا۔" فرہاد مزید غصے سر سرخ پڑتا اکبر اعظم سے دوٹوک بات کرنے لگا۔ اسے سب سے زیادہ غصہ اس بات کا تھا کہ اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کو بلا وجہ ہی اس کیس میں گھسیٹا گیا تھا جبکہ اس کا ان کے کیس سے، اس زمین سے کوئی تعلق واسطہ نہ تھا وہ تو بس اپنے کام کو اپنے مطلب کو جاتا تھا گاؤں اور اب اس کو نئی مصیبت نے آن گھیرا تھا کہ آئے دن پولیس اب اس سے تفتیش کر رہی تھی۔

"اگر اب تم نے کوئی بھی حماقت کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا فرہاد یہ میں تمہیں آخری بار سمجھا رہا ہوں۔" اس کو تنبیہ کرتے وہ سختی سے کہتے کمرے سے نکل گئے جس پہ وہ ضبط کے گھونٹ بھر تا رہ گیا۔

________________**

گھر پہنچتے ہی اس کا ضبط جواب دے گیا تو باہر لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھتے ہی اپنے آنسوں بہانے لگی، چاہ کے وہ بھی وہ سب لڑکیوں کی باتیں نہیں بھلا پا رہی تھی۔ اسی ڈر کی وجہ سے وہ نہیں جانا چاہ رہی تھی یونیورسٹی کہ طرح طرح کی باتیں ہونگی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جہانگیر دروازے کو لاک کرتا جب اندر داخل ہوا تو حیام کو بری طرح روتے دیکھ پریشان ہو گیا۔

"حیام۔۔! کیا ہوا ہے؟" سرعت سے اس کے قریب پہنچتا ساتھ ہی بیٹھتا فکر مندی سے پوچھنے لگا۔

"برے ہیں آپ بہت برے دور ہٹیں۔۔۔" وہ چیختی روتی اس کے ہاتھ خود سے دور جھٹکنے لگی لیکن جہانگیر نے زبردستی اس کو ساتھ لگایا۔

"یہ لو پانی پیو۔" کیچن سے پانی کا گلاس لاتے اس کو تھمایا لیکن اس نے پکڑنے سے انکار کر دیا۔

"حیام پانی پیو۔۔۔" اب کی بار اس نے سختی سے ٹوکا اور پانی پلایا۔

www.novelsclubb.com

"اب بتاؤ کیا بات ہوئی وہاں۔" اس کے زرا سنبھلنے پہ وہ نارمل انداز میں بولا، ٹھنڈے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیے نرمی سے سہلانے لگا جس وہ اپنی سسکیاں دبانے لگی۔

"میں نہیں جاؤں گی اب یونیورسٹی، اگلے سال سٹارٹ کر لوں گی میں۔ مجھے وہاں اب گھبراہٹ ہوتی ہے۔" وہ ہلکی آواز میں کہنے لگی نظریں اپنے ہاتھوں میں مرکوز تھیں۔

"اچھا اب بتاؤ کہ وہاں کیا بات ہوئی۔" اس کی بات کو تحمل سے سنتے وہ اپنی بات دہرانے لگا۔ اس کے نرمی سے پوچھنے پہ وہ کپکپاتے لہجے میں بتانے لگی کہ سب اس پہ طرح طرح کے جملے کس رہی تھی عجیب معنی خیز جملے۔

"میری بات سنو اب۔۔۔" اس کی مکمل بات سنتے جہانگیر نے حیام کا چہرہ اپنی طرف کرتے پیار سے کہنا چاہا تو حیام نے بھیگی کالی آنکھیں اس کی طرف اٹھائیں۔

"حیام یہ سب نارمل ہونا تھا اگر تم سب کچھ پہلے سے ہی نہ سوچ کے بیٹھتی۔ تم نے اپنے زہن میں خود ہی یہ بات بٹھائی ہوئی تھی کہ وہاں پہ تم سے سب ایسی باتیں کریں گے تبھی تم نے اتنا ہارڈری ایکٹ کیا ہے، تمہیں یہ سب نہیں سوچنا چاہیئے تھا، انفیکٹ ان کی باتوں کو ہنسی میں اڑانا چاہیئے تھیں۔ وقت سے پہلے خود ہی باتیں اخذ کرنا بے وقوفی ہے اور اس کا نتیجہ تم رو کے بھگت رہی ہو۔۔۔ آئیندہ میں تم سے یہ بالکل بھی یہ توقع نہیں کروں گا کہ تم چھوٹی سی باتوں کو زہن پہ سوار کر کے اپنی طبیعت بگاڑ لو، ہر حال میں خوش رہنا سیکھو اور جو بات ہو مجھ سے کہو میں ہوں نا سننے والا۔" اس کے آنسوں پونچھتا نرمی سے اس کو سمجھانے لگا جسے وہ غور سے سن رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ریلیکس رہو، کل بھی جانا ہے ناہم نے تو تم کانفیڈ ینس سے رہو گی وہاں اور اگر کوئی بات کرے تو اسے ہمت سے جواب دو۔" اس کی پلکوں کی باڑ پہ اٹکے موتی کو انگلی کے پورے سے چھوتے لہجے میں اپنائیت سموئے اس سے کہہ رہا تھا۔

ہلکا سا جھکتے اس نے ماتھے کو لبوں سے چھوا تو یکلخت اس کے رخساروں پہ سرخی چھائی جسے وہ مبہوت سا دیکھتا رہ گیا۔

"اٹھو فریش ہو جاؤ پھر کھانا بناتے ہیں۔" اس کے ہاتھوں پہ اپنا لمس چھوڑتے اپنے حصار سے آزاد کیا تو نظریں جھکاتے وہ سر ہلا کے اٹھی اور فریش ہونے چلی گئی۔

وہ صحیح کہہ رہا تھا، یہ سب اس نے پہلے ہی اپنے ذہن میں بٹھا رکھا تھا، یہ ڈر یہ خوف۔ وہی ہوا جو وہ سوار کیے بیٹھی تھی۔ اگر وہ سب کچھ نہ سوچتی تو یہ سب وہ نارملی برداشت کر جاتی اس کی باتیں ان کے جملے اور بدلے میں ان کو سناتی بھی لیکن جب دل ہی پہلے ایک بات پہ ہم نے بٹھا رکھا ہو تب وہ کیسے خود کو اس خوف سے آزاد کرتا۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

*--------**--------**

"تم میرے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے یہاں دیکھتے وہ حیران ہونے کے ساتھ ناگوار لہجے میں پوچھنے لگی۔

"او تم۔۔۔ تم کب آئی۔۔؟" اس کو اچانک دیکھتے وہ بوکھلا اٹھی تبھی زبردستی مسکراتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو، تمہیں شرم آنی چاہیئے کسی کے کمرے میں بنا اجازت لیے داخل ہوتے۔" صنم نے اس کو شرم دلانی چاہی جواب بھی ریلیکس انداز میں اس کے ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کو ادا سے سیٹ کر رہی تھی۔

"ارتسام نہیں آئے تمہارے ساتھ۔" آئینے میں سے صنم کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے سکون سے پوچھنے لگی۔

"دیکھو میں کوئی بد تمیزی نہیں کرنا چاہتی ابھی اسی لیے یہاں سے چلی جاؤ۔" ضبط کرتی وہ سنجیدگی سے بولی، ابھی وہ یونیورسٹی سے آئی تھی۔ پہلے ہی وہاں سے آتے تھک چکی تھی اوپر سے یہ یہاں جانے کیا لینے بیٹھی تھی یا شاید لے چکی تھی۔

اس وقت تو صنم کا بالکل موڈ نہیں تھا اس سے اپنا دماغ کھپانے کا تبھی وہ بے زاریت سے اس کو یہاں سے جانے کو بولنے لگی۔

"ارتسام سے شادی کر کے تم سمجھتی کیا ہو خود کو؟" اس کی بات اسے طیش دلا گئی تبھی غصے سے اٹھتی اس کے روبرو ہوتی پوچھنے لگی۔

"او بہن میں کچھ نہیں سمجھتی جاؤ ابھی یہاں سے جب ارتسام آ جائیں تب آ کے مجھ سے الجھ جانا بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ تھوڑے بہت اپنے سے جھوٹے الزام بھی لگا دینا لیکن باجی ابھی یہاں سے جاؤ میں تھکی ہوئی ہوں مزید کسی بلا کو منہ لگانے کی ہمت نہیں مجھ میں۔" اس کی بات پہ صنم اپنی جمائی روکتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھی تھی، اپنی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کنپٹی مسلتے اس نے مزید بے زاری کا اظہار کیا۔ تزلیل کے مارے دیبا کچھ کہہ نہ پائی جبکہ چہری سرخ تپ اٹھا تھا۔

"تمہیں تو بعد میں دیکھ لوں گی۔" وہ دانت پیستے اس پہ قہر برساتی نظر ڈالتی وہاں سے دفع ہو گئی صنم کے خیال میں۔۔۔

تبھی صنم کی غیر ارادی طور پہ نظر ڈریسنگ کی جانب اٹھی جہاں اس کی اور ارتسام کی چیزیں پڑی تھی۔ ارتسام کی پرفیوم جو وہ ریگولر یوز کرتا تھا اپنی جگہ سے ہلی ہوئی تھی صنم کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اس کی پرفیوم خود پہ سپرے کر رہی تھی یا پھر اس سے چھیڑ خانی کر رہی تھی کیونکہ اس نے ابھی غور کیا تھا کہ خوشبو پھیلی ہوئی تھی کمرے میں، عموماً یہ خوشبو ارتسام کے ہوتے ہوئے پھیلتی تھی۔

"اس کی تو میں کرتی ہوں اچھے سے۔" پرفیوم کو واپس اس کی جگہ رکھتے صنم دل ہی دل میں سوچتی تھوڑی دیر آرام کرنے کے غرض سے لیٹ گئی۔

ابھی لیٹے کچھ پل ہی گزرے تھے جب اسے ارتسام کی کال آنے لگی، اتنے دنوں بعد اچانک پڑھائی کی وجہ سے تھکن ہوئی تھی تو آنکھ جلدی لگ گئی احساس ہی نہ ہوا، موبائل کی چنگھارتی آواز پہ وہ اپنی آنکھیں کھولتی موبائل کو تلاشنے لگی جو سائید ٹیبل پہ پڑے اس کے بیگ میں موجود تھا۔

ابھی تو وہ چھوڑ کے گیا تھا اور اب کال بھی کر رہا تھا، صنم نے نوٹ کیا کہ اسے لیٹے پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے بس ابھی۔

"بیگم فائل بھول گیا ہوں گھر، گارڈ کو کہہ دیا ہے اسے دے دو مجھے پہنچا دے گا۔"

پوچھنے پہ اس نے بتایا تو صنم اچھا کہتے کال کاٹنے لگی جب اس کی آواز پہ ٹھہر گئی۔

کیا برابر کا محبت میں اثر ہوتا ہے

دل اُدھر ہوتا ہے ظالم نہ اِدھر ہوتا ہے

"واہ واہ۔۔۔" وہ ستائشی انداز میں ابرو اچکاتے گویا ہوئی کہ ارتسام اس کے داد دینے پہ تپ اٹھا۔

"میں حال دل بیان کر رہا ہوں اور تم لطف اٹھا رہی ہو۔" وہ برا مناتے ہوئے بولا تو صنم کھلکھلا اٹھی۔

"آپ کے خیال میں مجھے اس کے جواب میں کیا کہنا چاہیے تھا؟" اس کی مطلوبہ فائل کو اٹھاتی وہ کمرے سے باہر نکلی تھی۔ راہداری سے چلتی وہ داخلی دروازے پہ کھڑے ہوتے گارڈ کو پکارنے لگی۔۔اس کے آنے پہ اس کو فائل تھمائی، ارتسام پہلے ہی گارڈ کو بتا چکا تھا۔

"تمہیں کہنا چاہیئے تھا کہ جی ارتسام ایسا ہی ہے میرا بھی دل نہیں لگ رہا آپ کے بغیر۔" ٹھنڈی آہ بھرتا وہ صنم پہ افسوس کرتا کہنے لگا جس پہ وہ ہلکا سا مسکرا اٹھی۔

"چلیں اب کہہ دیتی ہوں۔جی ارتسام میرا دل نہیں لگ رہا آپ کے بغیر۔"احسان کرنے والے انداز میں کہتی اس کو مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

"کتنا حسین لگتا ہے میرا نام جب تم اسے اپنے شیریں لہجے میں ادا کرتی ہو۔"ہمیشہ سے کہا گیا جملہ صنم کی دل کی دھڑکنوں میں شور بھرپا کر گیا۔

"چلو تم آرام کرو میں شام میں جلدی آنے کی کوشش کرتا ہوں۔"اس کو آرام کرنے کی تلقین کرتا رابطہ خود منقطع کر گیا۔

ارتسام کو سوچتی وہ مسکراتی کیچن میں آئی اور رات کے کھانے کو دیکھنی لگی کہ کیا بنائے تبھی یاد آیا کہ دیبا آئی تھی یہاں جس کو سوچتے وہ سر جھٹکتے مسکراتے سیدھی ہوئی اور اپنے کمرے میں گئی۔موبائل فون پکڑتے سب سے پہلے آنلائن ایپ کھولی۔۔۔

ایک دو کاروائی کے بعد آنکھوں میں چمک لیے دوبارہ سے کیچن میں آتی اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔

***___________**_________**

"رمشا بتا رہی تھی کہ میرے جاتے ہی آپ اپنی کسی دوست کے گھر گئی تھیں۔" شام کی سرخی چھا رہی تھی، ساتھ ہی سردی نے ہر طرف اپنی چادر اوڑھ کے رکھی ہوئی تھی جس پہ دھند کا پہرا ابھی اچھا خاصا تھا۔ واپسی کے سفر پہ وہ دونوں روانہ تھے جب اصفحان نے زوفا سے سرسری کا پوچھا۔

"جی میری کالج کی دوست ہے اس کی طرف گئی تھی کافی عرصے سے نہیں ملی تھی نا تبھی اس سے ملنے گئی تھی۔" وہ لمبی چوڑی وضاحت دینے لگی جس پہ اصفحان نے کچھ نہیں کہا بس سن کے سر ہلا دیا۔

"اس نے آپ کو کیوں بتایا کیا آپ میری جاسوسی کرتے ہیں۔" اس کے کندھے پہ سر رکھے وہ آنکھیں موندے پڑی تھی، سر اٹھا کے وہ اس سے مشکوک ہوتے سوال کرنے لگی جس پہ وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

www.novelsclubb.com

"میں کیوں کرواؤں گا آپ کی جاسوسی۔" وہ مسکراتا گویا ہوا اور ایک نظر زوفا کو دیکھا جو سنجیدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"تو پھر رمشا نے آپ کو کیوں بتایا؟" اب وہ ناراض لہجے میں پوچھتی اس سے دور ہو کے اپنی جگہ سیدھی ہو کے بیٹھی تو اصفحان نے اچھنبے سے دیکھا یعنی ایسی کیا بات ہو گئی اگر اس نے بتا بھی دیا تو۔

"اس نے نہیں بتایا میں نے پوچھا تھا، جب واپس گیا تھا تب آپ کو کل کی تھی اور آپ کا نمبر بند تھا تبھی اسے کال کر کے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ اپنی دوست کی طرف گئی ہیں، اور اس بات کو آپ کہہ رہی ہیں کہ میں نے آپ پہ جاسوس رکھوائے ہیں۔" اس کے ناراض چہرے پہ ایک نظر ڈالتا اصفحان وضاحت دینے لگا، جس پہ وہ بعد میں زوفا کو شرمندگی سی ہونے لگی تو وہ سر جھکا کے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی یعنی وہ کیا سوچ رہا ہو گا اس بارے میں۔

"اب دور کیوں بیٹھ گئی ہیں واپس پہلے کی طرح بیٹھیں۔" وہ سمجھ گیا تھا کہ اب وہ نادم محسوس کر رہی تھی خود کو وہ بھی ایک فضول سی چھوٹی سی بات پہ تبھی زرا ہلکے پھلکے انداز میں کہنے لگا، ویسے بھی اس کا ارادہ اسے شرمندہ کرنے کا نہیں تھا وہ تو بس عام سا اسے بتا رہا تھا۔

اس کا ہاتھ تھامتے خود کے قریب کیا اور سامنے دیکھتے ماتھے پہ بوسہ لیا کہ خود بخود زوفا کے لبوں نے مسکراہٹ کو چھوا تو آسودگی سے اس کے شانے پہ اپنا سر ٹکا گئی۔

"آپ نے مجھے یاد کیا۔۔۔؟" تھوڑی دیر کی حائل خاموشی میں زوفا نے پہل کرتے سوال کیا۔

"کل ہی تو آپ کو چھوڑ کے گیا تھا۔" سوال کے برعکس اس کو جواب دینے لگا تو زوفا نے ہلکی سی گردن موڑتے اسے خفگی سے دیکھا۔

"پھر بھی آپ کو میں یاد نہیں آئی، میں نے تو آپ کو بہت مس کیا تھا۔" وہ اپنی الفت کا اظہار کر گئی کہ اس کے اظہار پہ وہ محظوظ ہوا۔

"نہیں مجھے تو آپ کی ایک بار بھی یاد نہیں آئی۔" وہ مسکراہٹ۔ دباتا کہنے لگا جس پہ زوفا بھی کھل کے مسکرائی۔

"کیونکہ میں آپ کو بھولی ہی نہیں تھی۔" وہ بھی ناز سے کہتی دوبارہ سے آنکھیں موند گئی۔

"کتنا فلمی ڈائلاگ تھا نا۔" زوفا آنکھیں کھولتی شرارت سے کہنے لگی جس پہ اصفحان قہقہہ لگا اٹھا۔

-----------------**

"کیسا فیل کر رہی ہو اب۔" کھانا بناتے وہ بالکل خاموش رہی تھی نہ اس نے بات کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی عاصم نے۔

کھانے سے فارغ ہوتے حیام کو روم میں بھیج دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ ذہنی طور پہ تھکی ہے تبھی اس کو نماز پڑھنے کی تلقین کرتا خود بھی پڑھنے چلا گیا، کیچن میں جو چھوٹا موٹا کام تھا وہ اس نے خود سمیٹ لیا تھا۔

نماز پڑھ کے جب وہ گھر آیا تو حیام اسی طرح جائے نماز پہ سجدے کی حالت میں شاید رو رہی تھی، کافی دیر اسے ایسی ہی حالت میں دیکھتا رہا۔۔اس کا دل تو نہ کیا کہ اسے وہاں سے اٹھنے کا بولے، اسے اللہ سے فریاد کرتے دیکھ اس میں خلل ڈالے لیکن اس کی طبیعت کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ اس کو پکارنے لگا تو اس کی موجودگی کو محسوس کرتے وہ تھکے سے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

وہ واقعی روئی تھی اور شدت سے روئی تھی جس کی گواہ اس کی سرخ متورم آنکھیں تھی جن کو سجا چکی تھی، اس کی ناک رونے کی زیادتی سے سرخ ہو چکی تھی۔ گال بھی سرخ تپ اٹھے تھے یہاں تک کے کانوں تک وہ سرخ تھی۔۔ جہانگیر کو

حیرت ہوئی یہ دیکھ کہ وہ کبھی شرمانے پہ بھی اتنی سرخ نہیں ہوئی گی جتنی وہ رونے کے بعد ہوئی تھی یا پھر اس نے اسے صحیح سے شرماتے دیکھا نہیں تھا۔

جب وہ باتھ روم سے منہ ہاتھ دھوتے فریش ہوتے باہر آئی تو جہانگیر اس کا ہاتھ تھامتا اس کو اپنے سامنے بٹھاتا نرمی سے پوچھنے لگا جس پہ وہ بس سر ہلا گئی۔

"کسی کی چیز کی ضرورت ہے تو بتاؤ۔" نرمی و اپنائیت بھرا لہجہ تھا اس کا کہ حیام نے اپنی بھیگی پلکیں اٹھاتے اسے دیکھا جو اسے ہی نرمی سے مسکراتا دیکھ رہا تھا، اس کے دل نے شدت سے خواہش ظاہر کی وہ اس سے کہہ دے کہ اسے اپنے سینے سے لگا لے۔ اسے اپنے حصار میں لے لے تا کہ وہ اس کی آغوش میں سکون محسوس کر سکے لیکن وہ چاہ کے بھی کہہ نہ پائی شاید وہ ابھی اس قابل خود کو سمجھتی نہیں تھی کہ وہ اسے اپنی ہر بات کا رازدار بنائے یا ابھی ان کے درمیان اتنا مضبوط رشتہ نہیں بنا تھا۔

اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ اب بھی نرمی و اپنائیت سے مسکرا رہا، پھر خود ہی آہستہ سے اس کو قریب کرتے سینے سے لگا گیا۔

کیا دل کو دل سے ایسے راہ ہوتی ہے کہ بغیر کچھ کہے بغیر کسی اظہار کے بغیر کسی الفاظ کے وہ اس کی آنکھوں کو جھانکتا اس کو خواہش کو جان گیا تھا تبھی وہ پہل کرتا اس کو اپنے حصار میں لے گیا۔

وہ خود کو تو اس قابل نہیں سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی کسی آرزو کا اظہار کرے لیکن شاید جہانگیر خود کو اس قابل تو سمجھتا تھا کہ وہ اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیے بغیر مکمل ہوتا محسوس کرے تبھی بلا جھجک اس کو اپنے قریب کر گیا۔

جھجک کے اس نے اپنے بازو ہلکے سے اس کے گرد باندھ لیے اور اپنی آنکھیں مونڈے گرم سیال آنکھوں کے پردوں سے ہی بہانے لگی۔

"اتنے آنسوں کہاں سے لا رہی ہو؟" مزید اس کے آنسوں برداشت نہ کرتے اس نے ماحول میں چھائی خنکی کو کم کرنا چاہا۔

"آپ کو کیا پتا کہ مجھ پہ کیا گزر رہی ہے۔" وہ ایسے ہی سینے سے لگی خفگی سے کہنے لگی جس پہ جہانگیر نے اس کے جھکے سر کو گھورا۔ اب جہانگیر نے سوچا کہ بھلا اس کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیا خبر محبوب کے آنسوں دیکھتے دل کیسے تڑپتا تھا، جہانگیر کو اپنی تڑپ زیادہ لگی اس کے بدلے۔

"سمجھ سکتا ہوں۔۔۔!" کچھ توقف کے بعد وہ بس اتنا ہی بولا جس پہ حیام جھٹکے سے سر اٹھاتی اس کو حیرت سے دیکھنے لگی کہ جہانگیر الجھا کہ بھئی کیا ہوا۔

"آپ کیسے سمجھ سکتے ہیں، وہ سب آپ نے نہیں سنا میں نے سنا ہے آپ کی شادی ایک ٹیچ۔۔۔" وہ اس کو مزید بتاتی کہ ہچکچا کے خود ہی چپ ہو گئی جس پہ جہانگیر کے تاثرات سنجیدہ ہوئے۔۔۔

"اب سونا چاہیے۔" مزید بات کیے بنا حیام اپنی جگہ پہ لیٹتی ہوئی بولی تو جہانگیر نے بات کو مزید کھینچا نہیں وہ صبح اس سے تسلی سے بات کرنا چاہتا تھا ابھی وہ جانتا تھا کہ تھوڑی زہنی تھکن کا شکار ہے تو کھل کے بات نہیں کرے گی تبھی خود بھی مسکراتا اپنی سائیڈ آیا اور لائٹ بند کرنے لگا جس پہ حیام نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"پلیز۔۔۔!" اس کے لہجے میں کوئی التجا کوئی بے زاریت نہیں تھی وہ بس نارملی فرمائش کرنے لگی جس پہ وہ گہرہ سانس بھرتے مسکراتا سائیڈ لیمپ کو بس ہلکا کر گیا۔

"تھینکس۔۔۔" وہ اس کے لائیٹس مکمل بند نہ کرنے پہ مشکور ہوئی۔

"کوئی بات نہیں کسی دن ساری لائٹس بند کرتے بدلہ لے لوں گا۔" اس کی بات پہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا وہ گویا ہوا تو حیام نے اس کی بڑبڑاہٹ سنتے نا سمجھی سے دیکھا۔

"نہیں کچھ نہیں، سو جاؤ۔" ہلکے سے نفی میں سر ہلاتا رات کی تاریکی کو محسوس کرتے وہ دونوں میٹھی نیند کی آغوش میں اپنا سکون تلاش کرنے لگے لیکن سکون تو ان دنوں کے پاس تھا بس وہ پہچان نہیں رہے تھے۔

_________________**

"لالہ بس کریں سکول جانے دیں اب اس کو 'کب تک وہ یہاں گھر پہ ایسے ہی رہے گی، اس کی سکول سے کتنی چھٹیاں ہو چکی ہیں پڑھائی کا نقصان ہو رہا ہے۔" پچھلے کچھ دنوں سے گل دعا کو سکول نہیں جانے دے رہی تھی اپنے ڈر اپنے خوف کی وجہ سے اور آج بھی وہ اس کو بھیجنے کا بالکل ارادہ نہیں رکھتی تھی لیکن عماد آج اس کے خلاف بات کر رہا تھا۔ وہ بھی ٹھیک کہہ رہا تھا اب اور کتنے دن وہ گھر پہ رہتی اور ایسے ہی اپنی پڑھائی کا نقصان کرتی۔

"میرا دل نہیں مانتا عماد اس کو بھیجنے کا میرے دل گھبراتا ہے جب میں اسے اپنے قریب نہ دیکھوں تو۔" وہ مسلسل عماد کو ایک ہی بات کہہ رہی تھی جب دی جان بھی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کیوں کی مسئلہ بن گیا اے کہ تیرا دل گھبراتا اے کہیں کوئی خوشخبری تے نہیں۔" دی جان اس کی آدھی ادھوری بات سنتے خود ہی بات کا مطلب نکالتی

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خوشی و مسرت سے بولیں کہ پریشان گل کے ساتھ ساتھ عماد بھی ان کی بات سنتے ایک دم سے سٹپٹا گیا۔

"نہیں دی جان۔۔۔" وہ دونوں بے وقت بولے کہ ان کی بات کی نفی شاید دی جان کو پسند نہیں آئی تھی۔

"ایسی بات نہیں دی جان وہ بس میں۔۔۔" گل نے آرام سے کچھ کہنا چاہا کیونکہ دی جان کا کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ وہ عماد کے سامنے ہی اس کی کلاس لگا دیتیں۔

"تاں کیسی بات ہے۔" اس دونوں کے سرخ چہرے کو دیکھتے وہ اصل بات جاننے لگیں۔۔ گل کا تو سمجھ آتا تھا کہ فطری شرم وحیا لیکن یہ عماد کیوں سرخ ہو گیا تھا۔ دی جان اس کے سرخ چہرے کو تیکھی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ اب وہ کیا بتاتا کہ گل ہڑبڑی میں اس کے پاؤں پہ اپنا جوتا رکھ کے اسے بری طرح کچل چکی تھی جس کی وجہ سے وہ کراہ اٹھا تھا۔ سردی ہونے کی وجہ سے مزید وہ درد ہونے لگا تھا اور شاید سُن بھی۔

"دی جان یہ دعا کو سکول نہیں جانے دے رہیں اپنے خوف کی وجہ سے۔" عماد کہتا صوفے پہ بیٹھ گیا دی جان کے برابر ہی۔ جبکہ گل سامنے بیڈ پہ۔

دی جان عماد کی بات سمجھ گئی کہ وہ اس آدمی کے ڈر و خوف سے اسے باہر نہیں جانے دے رہی تھی کہیں وہ اس سے دور نہ لے جائے۔

"دیکھ پتر کوئی ہماری بیٹی کو کچھ نہیں کہہ سکتا اس کے چاچے مامے زندہ ہیں ابھی اور اس کا باپ بھی لیکن تو بھی سمجھنے کی کوشش کر کہ ایسے چھپ کے بزدلوں کی طرح نہیں بیٹھا جا سکتا کہ وہ ہمارے گھر میں گھس کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب وہ ہماری بیٹی کو سب کے ساتھ ہونے کے باوجود بھی اس سے مل سکتا ہے تو یہ گھر کی دیواریں بھی محفوظ نہیں اس کے لیے، سب سے زیادہ تجھے اللہ پہ یقین ہونا چاہیئے پھر اگر اس پہ یقین رکھنے کے باوجود تجھے ڈر ہے تو رکھ لے گھر۔" دی جان نے سمجھاتے اس کو ہلکا سا مسکرا کے کہا تو عماد نے بھی گل کو دیکھا جو ان کی بات سنتے خاموش ہو گئی تھی۔

"مجھے اللہ پہ یقین ہے لیکن میں اپنی مامتا کا کیا کروں اسے سکون نہیں ملتا دی جان، مجھے ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ میری بیٹی کو نہ لے جائے مجھ سے دور۔۔" گل اپنا خوف بیان کرتی نم لہجے میں بولی۔اس کی آنکھوں میں آنسوں جمع ہونے لگے جس پہ دی جان کو افسوس ہوا کہ وہ اپنے بچوں کے لیے کیا کیا کریں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"اللہ پہ یقیں ہے نا تو بس اسی پہ بھروسہ کرتے اسے سکول بھیج دو۔" دی جان مزید بات کو کریدتے اس کو اتنا کہتے وہاں سے جانے لگی جب اپنے دل کو مضبوط کرتی وہ سوئی ہوئی دعا کو اٹھانے لگی۔

دی جان کو واپس ان کے کمرے میں چھوڑ کے آنے کے بعد گل دعا کو تیار کر رہی تھی ساتھ ساتھ سوں سوں کرتی اپنے آنسوں بھی پونچھ رہی تھی۔اس کی حرکت پہ نے مسکراہٹ دبائی۔۔

سکول جاتے وقت بچے ایسے ضد کرتے تھے لیکن ابھی دعا خاموشی سے تیار ہو رہی تھی اور اس کی ماں اپنے آنسوں بہا رہی تھی کہ بچی کو سکول نہیں بھیجنا۔

دعا کو تیار کرتے عماد پہ خفگی بھری نظر ڈالتے وہ کمرہ سمٹنے لگی جب دعا کو باہر تائی جان اور اماں بیگم کے پاس بھیجتا وہ دروازہ بند کرتا ہوا گل کے قریب آیا جہاں وہ کھڑی بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے چیزیں اٹھا۔رہی تھی۔

عماد نے اپنے ہاتھ میں موجود اس چیز کو آہستہ سے گل کی کان کی زینت بنایا جس پہ یکلخت وہ چونکی اور اپنے کان کی لو کو ہاتھ لگاتے محسوس کیا جس میں ایک جھمکا تھا۔۔ وہ حیران ہوئی اور حیرت کا اظہار کرتی عماد کو نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔

"یہ تو گم ہو گیا تھا نا آپ کے پاس کیسے آیا؟" پاس ہی لگے آئینے میں اپنا عکس دیکھتی وہ پوچھنے لگی۔اب عماد اس نے دوسرے کان میں بھی وہی پہنا رہا تھا۔۔ گل کو اچھے سے یاد تھا کہ وہ جانے کہاں گم ہو گیا تھا اور یہ اس کا پسندیدہ جھمکا تھا جس کو وہ ہمیشہ پہنے رکھتی تھی لیکن اچانک سے غائب ہو گیا تھا۔۔اس ایک بُندہ تو اس کے پاس تھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جبکہ اپنے کانوں میں آج دونوں دیکھتے وہ خوش ہونے کے ساتھ ساتھ حیران بھی ہوئی تھی۔

"بس آگیا میرے پاس، میری چیز تھی میرے پاس ہی آنی تھی۔" وہ سرگوشی کرتے کہتا اس کے سر کو چوم گیا۔

"میرا دینے کا ارادہ نہیں تھا لیکن آج آپ کے کانوں کو خالی دیکھا تو مجھے کچھ ویراں ویراں سا لگا تبھی آپ کو یہ دے دیا واپس۔" وہ جتا کے گویا ہوا جس پہ گل ہلکا سا مسکرا دی اس کی بات وہ سمجھ چکی تھی۔۔

دو دن وہ اپنے آپ پہ بالکل بھی توجہ نہیں دے پا رہی تھی اور آج اپنے شوہر سے اس کا ہلکا پھلکا شکوہ بھی وہ محسوس کر چکی تھی جس کا اسے بخوبی احساس تھا۔

"آپ فریش ہو جائیں تب تک میں دعا کو سکول چھوڑ آتا ہوں اور اس کے لیے اتنا پریشان نہ ہوں اللہ پہ بھروسہ رکھیں وہ اس کی حفاظت کرنے والا ہے نا۔۔۔ ٹھیک ہے۔" اس کو پیار سے سمجھاتا وہ کمرے سے چلا گیا پیچھے وہ اس کی موجودگی کو اب

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھی محسوس کرتی آئینے میں اپنا عکس دیکھتی کانوں میں پہنے جھمکوں کو دیکھنے لگی جو بلاشبہ اسے بہت عزیز تھے۔۔۔

______________**

"تم صرف کل ان سب کی باتوں کی وجہ سے ایساری ایکٹ کر رہی تھی یا کوئی اور وجہ بھی تھی؟" صبح وہ دونوں ناشتے کی ٹیبل پہ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے جب جہانگیر نے اس کو دیکھتے پوچھا۔

مہرون رنگ کے شرٹ پہ سکن کلر کی دھاگے کی خوبصورت کڑھائی والا سوٹ پہنے ساتھ سکن رنگ کا دوپٹہ کندھے پہ ڈالے اور سکن ہی ٹراوٹ پہنے اپنے بالوں کو جوڑے میں قید کیے وہ اپنا بنایا ہوا سینڈوچ کھانے میں مصروف تھی۔

اتفاقاً جہانگیر نے بھی اسی رنگ کی شرٹ کے ساتھ سکن ٹائی پہن رکھی تھی اور حسب عادت اپنے کوٹ کو پہننے کے بجائے کرسی پہ لٹکایا ہوا تھا۔جب سے حیام یہاں آئی تھی جہانگیر کا ڈریس وہ رات کو تیار کر کے سوتی تھی لیکن آج صبح جہانگیر نے خود ہی کوئی چوز کیا جو اتفاق سے اس کے پہنے رنگ کا ہی تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" وہ اپنا نوالہ ختم کرتے اس سے نا سمجھی سے پوچھنے لگی البتہ کہیں اندر وہ اس بات کو مان رہی تھی کہ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"مطلب یہ کہ تمہیں صرف لڑکیوں کی باتیں ہی بری لگی تھیں یا کوئی اور بات بھی ہے جس کو تم قبول نہیں کر پا رہی؟" اب کی بار وہ کچھ واضح کچھ چھپے الفاظوں سے اس سے پوچھنے بھی لگا اور شاید بتا بھی رہا تھا۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔؟ میں سمجھی نہیں۔" قطعی انجان بنتی وہ اب نظریں چرانے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم ہمارے رشتے کو قبول نہیں کر پا رہی کیا۔۔۔؟" اب وہ براہ راست اس کو دیکھتے پوچھنے لگا جس پہ حیام کو لگا کہ وہ اس کے اندر تک جھانک لیتا تھا، اس کے اندر کی بات تک کو وہ بن کہے سمجھ جاتا تھا۔

"کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہارا ٹیچر ہوں؟" وہ جانتا تھا کہ یہی وجہ ہے لیکن وہ اب بھی بتانے کے بجائے حیام سے سوال کر رہا تھا کہ کہیں دل میں خلش سی تھی کہ اب تو وہ اس سے کھل کے بات کہہ لے۔۔

"تمہارے دل میں یہ بات آتی ہے کہ کیسے ایک سٹوڈینٹ ہوتے تم اپنے ٹیچر کے ساتھ شادی کر سکتی ہو یا اس سے شادی کر کے اس کے گھر میں رہ رہی ہو؟" وہ ایک ایک کر کے باتیں کھول رہا تھا۔

"کیا تمہارا مجھ سے گریز برتنا اسی وجہ سے ہے؟" اس کو مسلسل خاموش پاتے وہ سوال پہ سوال کرنے لگا جس پہ حیام کو گھبراہٹ ہونے لگی کہ کیسے وہ سب جان گیا تھا اس کی ایک ایک بات کو جو وہ محسوس کر رہی تھی اپنے رشتے کو لے کے۔۔

"تم یہ سب سوچ کے خود کو ایک ہی جگہ پہ جامد ساکت کر رہی ہو، اگر تم یہی سب سوچتی رہی تو تم ہمارے رشتے کو لے کے کبھی بھی آگے نہیں بڑھ پاؤ گی۔ خود کے ساتھ ساتھ ہمارے رشتے کو بھی بیچ راہ میں سولی پہ لٹکا دو گی۔۔"

ان سب باتوں کا جواب وہ خود دینے لگا تو وہ سر جھکا کے اسے سننے لگی، اس نے لہجے میں کوئی تلخی نہیں تھی نہ ہی وہ سرد سپاٹ لہجہ تھا وہ بس عام لہجہ تھا جس سے وہ اپنی شریک حیات کو سمجھا رہا تھا اس سے نارملی بات کر رہا تھا تا کہ اپنا رشتہ مزید خراب کر رہا تھا۔

"ادھر دیکھو۔۔۔!" اپنی چیئر کو تھوڑا اس کی جانب موڑتے حیام کا چہرہ ہاتھ کی مدد سے سامنے کیا اور آنکھوں میں دیکھنے لگا جہاں شرمندگی تھی شاید اس کی بات کی وہ سب جان گیا تھا۔

"ریلیکس میرا یہ سب کہنے کا بالکل بھی یہ مطلب نہیں کہ تم شرمندہ ہو یا پھر میرے قریب آنے کے بجائے مجھ سے مزید دور ہو جاؤ۔" اس کے نظریں چرانے

پہ وہ نرمی سے اس کا ہاتھ اپنی نرم پر حدت گرفت میں لیا جس سے پل بھر کو اس کی دھڑکنیں ساکت ہوئیں۔

"میں جانتا ہوں سب تمہارے لیے غیر متوقع تھا تم نے خود کو تیار جہانگیر کے نکاح کے لیے کیا تھا لیکن اب وہ جہانگیر تھا جو تمہارا ٹیچر بھی تھا یہ تمہارے علم میں نہ تھا، جانتا ہوں کہ سب باتیں بناتے ہیں کہ استاد نے اپنی سٹوڈینٹ سے شادی کر لی۔ لیکن تم بس یہ جانتی تھی کہ تمہارا نکاح اس شخص سے ہو رہا تھا جس کو تم نام کی حد تک پہچانتی تھی اسے جانتی نہیں تھی۔۔اور ہمارا نکاح اگر لکھا ہوا تھا تو ضروری نہیں تھا کہ میں استاد ہوتا اور تم میری سٹوڈینٹ تبھی ایسا ہوتا۔۔۔ہو سکتا تھا کہ میں کچھ اور کر رہا ہوتا تم کچھ اور لیکن اللہ نے اگر اسی میں کوئی بہتری چاہی ہے تو بے شک وہ بہتر سے بہترین کرنے والا ہے۔۔۔اس سب کو ذہن میں سوار نہ کرو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کہ ہم دونوں کے کا کوئی جوڑ نہیں یا جو بھی، میں نے تمہیں قبول کیا ہے تو دل وجان سے کیا ہے۔"

ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ تھامتے وہ نرم لہجہ اپناتے آرام آرام سے اپنی بات اس کے گوش گزار رہا تھا جسے وہ ایک سحر میں جکڑے محسوس کر رہی تھی۔

"تمہیں سپیس چاہیئے ہمارے رشتے کو سمجھنے کی تو میں تمہیں دے رہا ہوں کبھی بھی اپنا فیصلہ تم پہ زبردستی مسلط نہیں کروں گا، تم میری بیوی ہو نکاح میں ہو تو میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا کہ مجھ سے جڑا کوئی رشتہ ناخوش ہو یا بددل ہو مجھ سے۔ دل میں جو بات ہو مجھ سے کہہ لیا کرو۔ جب تک کہو گی نہیں مسئلے حل نہیں ہونگے، مزید ان کو دل میں رکھنے سے بس تم اپنے ساتھ ساتھ ہمارے رشتے کو بھی فاصلوں میں لے آؤ گی۔"

اس کی آنکھ سے ٹوٹا اشک گرنے سے پہلے ہی اپنی انگلی کے پورے سے چنتے وہ مسکرایا اور اس کا نرمی و عقیدت سے ماتھا چوما، وہ کچھ نہ بولی بولتی بھی کیا اس کے سب سوال جان کے سب کے جواب بھی خود دے گیا تھا بس اب ان سب کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ترتیب دینا تھا اس نے۔۔۔وہ کتنا نرم گو تھا کتنا خیال رکھنے والا اس کا اندازہ ان دو ہفتوں میں حیام کو اچھے سے ہوا تھا، اس کی باتیں بن کہے جان جاتا تھا، بغیر جتائے سمجھا جاتا تھا۔۔۔اس نے کبھی بھی کسی بات پہ سختی نہیں دکھائی تھی وہ ہمیشہ نرم لہجہ اپنا کے رکھتا البتہ جہاں اسے لگتا کہ سختی کرنی ہے تو وہ کرتا بھی۔۔۔

حیام کو وہ اچھا لگا خود کے لیے، اس کے دل کو وہ اچھا لگا محبت کے لیے۔

www.novelsclubb.com

__________________**

"آپ لیٹ ہیں۔۔۔!" ابھی وہ اجازت مانگتی کمرے میں داخل ہوئی ہی تھی اور اپنی جگہ پہ جانے لگی تھی تبھی اس کی آواز اس ہے سماعتوں سے ٹکرائی تو حیرت کے مارے وہ مڑتے اسے دیکھنے لگی۔

"جی۔۔۔؟" وہ ناسمجھی سے اس سے پوچھنے لگی اور ایک الجھی نظر اس نے صنم کی طرف ڈالی، باقی ساری کلاس بھی خاموش تھی۔

"آپ کلاس میں پانچ منٹ لیٹ ہیں اور میں پچھلے سمیسٹر میں بھی یہ باور کروا چکا تھا کہ میری کلاس میں لیٹ آنے والے کو سزا ملتی ہے چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا۔" وہ سر عاصم کے روپ میں وہی ازلی سرد سپاٹ لہجے میں کہنے لگا۔

"لڑکی لڑکا چھوڑو میں بیوی ہوں آپ کی۔" دل ہی دل میں خود سے بڑائی کہ یہی سوچ لو، اسے لگا کہ وہ اب رشتے کی وجہ سے اسے رعایت دے دیا کرے گا لیکن یہاں شاید وہ پہلے سے زیادہ اس کو کڑی سزائیں سنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"سر میں کلاس میں ہی موجود تھی بس سٹاف روم میں گئی تھی آ۔۔۔" وہ اپنی صفائی میں کچھ کہتی جب وہ سرد نظروں سے تکتا اس کو ٹوک گیا۔

"میرا اس سے کوئی سروکار نہیں، مجھے میری کلاس میں سب ٹائم پہ موجود چاہئیں۔"

"لیکن سر آپ۔۔۔" پھر اس کو بتانے لگی جب وہ پھر ٹوک گیا اور ختمی لہجے میں کہنے لگا۔

"لاسٹ لائین لاسٹ سیٹ ایٹ دا کارنر۔" حکم دیتا واپس اپنا رُخ بورڈ کی طرف موڑ گیا جبکہ حیام اسے ہونقوں کی طرح دیکھنے لگی کیونکہ اسے کلاس سے باہر اس نے خود بلایا تھا۔

پہلے لیکچر سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ صنم کے ساتھ کینٹین میں بیٹھی تھی عاصم نے اسے میسج کیا کہ وہ اس کے آفس میں آئے کچھ پیپرز دینے ہیں۔ پہلے تو اس

نے منع کر دیا لیکن عاصم جہانگیر نے کہا کہ ضروری پیپرز ہیں اس کی پچھلی کلاسز کے متعلق۔۔

جب روم میں گئی تو وہ چیئر پہ بیٹھا لیپ ٹاپ پہ کوئی کام کرنے میں مگن تھا، کہا اس نے کچھ کہیں، بیل ہونے پہ وہ اس کو ساتھ لیے باہر نکل آیا، چند قدم چلنے پہ اس نے حیام کو کہا کہ وہ پیپرز اندر ہی بھول آیا ہے تو زرا لے آئے، بک شیلف پہ پڑے ہونگے۔۔۔اس کی بات پہ وہ الجھن سے دیکھتی واپس گئی اور پیپرز نوٹس ڈھونڈنے لگی لیکن اسے ملے نا۔ تقریباً پانچ منٹ کی خواری کے بعد اس نے جہانگیر کو میسج کیا کہ اسے نہیں مل رہے تو آگے سے اس نے کلاس میں آنے کا کہا جس پہ او کے کہتی وہ آگئی لیکن آتے ہی وہ اس پہ برس پڑا کہ وہ کلاس میں لیٹ آئی ہے لہذا سزا کے طور پہ اسے پیچھے بیٹھا دیا۔

وہ دانت پیستی ہوئی پیچھے جا کے بیٹھ گئی اور جہانگیر کو گھورنے لگی، پوری کلاس جہانگیر کی حرکت پہ دبی دبی سی ہنسی ہنس دی۔

www.novelsclubb.com

پیچھے بیٹھتے اسے کچھ صاف نظر تو نہیں آرہا تھا لیکن اپنار جسٹر وغیرہ نکالتے ایسے ہی اس پہ پینسل وغیرہ چلانے لگی۔

پیچھے بیٹھتے سمجھ تو کچھ نہیں آنا تھا اور نہ ہی کوئی اس کے آس پاس تھا تبھی موبائل نکالتے اس پہ مصروف ہو گئی۔ ایسے ہی گیلری کھولتے وہ اصفحان کی شادی کی تصاویر دیکھنے لگی۔ اس میں مہندی کی پک تھی جس میں وہ اپنے روم میں کھڑی تیار ہو رہی تھی اور بال ابھی بننے والے تھے اس کے، تب صنم نے ایسے ہی اس کی پک بنالی جس پہ وہ ہنس رہی تھی، لہنگے کی شرٹ پہنے نیچے ٹراؤزر پہنے دوپٹے سے ندارد وہ لاپرواہ انداز میں کھڑی تھی۔۔ اپنی تصویر کو زوم کرتے وہ اپنے بالوں کی لینتھ کو دیکھنے لگی جب اچانک سے کسی نے اس کے ہاتھ سے موبائل کھینچا، موبائل ہاتھ سے چھینتے ہی وہ گھبرا گئی اور کھینچنے والے کو دیکھنے لگی جو شاید اسی کی پک دیکھ رہا تھا آنکھیں پھاڑے۔

www.novelsclubb.com

حیام اپنا موبائل جہانگیر کے ہاتھ میں دیکھتی ہڑبڑا گئی اور جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوہے کلاس پہ نظر دوڑانے لگی۔ شکر تھا کہ سب اپنے اپنے کام لکھنے میں مصروف تھے اور وہ شاید چکر لگا رہا تھا تبھی اس کے پاس ایسے چلا آیا۔

مزید حیام کو گھبراہٹ اس بات پہ ہوئی کہ اس کی ایسی تصویر کھلی تھی جو کم از کم عاصم جہانگیر کو تو دکھانے کے بالکل بھی قابل نہیں تھی۔

بغیر سوچے سمجھے اس نے موبائل واپس جھپٹنا چاہا جب وہ ہاتھ پیچھے کر گیا۔

"سر موبائل واپس کریں۔" وہ آہستہ سے اس سے التجاء کرنے لگی کہ کہیں کلاس میں سے کوئی سن نہ لے۔

"کبھی تم نے یہ پہن کر دکھایا نہیں۔" موبائل کو اس کی پہنچ سے دور کرتا تصویر کو گہری نظروں سے دیکھتا پوچھنے لگا کہ حیام کو ڈھیروں شرم نے آن گھیرا۔

www.novelsclubb.com

"میں ایسے ڈریس نہیں پہنتی۔۔موبائل واپس کردیں کوئی دیکھ لے گا۔"موبائل کے لیے ہاتھ آگے کرتی وہ پھر سے کہنے لگی تو جہانگیر نے دلچسپی سے اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا۔

"شاپنگ پہ جائیں گے کل۔"اس کے ہاتھ میں موبائل دیتا گہری مسکان سجائے اس کو دیکھنے لگا تو حیام اس کی بات کا مطلب سمجھتے مزید سرخ پڑتی اس پہ خفگی بھری نظر ڈالتی موبائل واپس رکھتے اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔

"نوٹ کریں سب جو میں کروا رہا ہوں، یہاں میں نے آپ کو موبائل استعمال کرنے کے لیے نہیں بٹھایا۔"واپس سٹیپس نیچے اترتے اس کو سختی سے کہتے واپس آگے کی طرف چلا گیا۔۔اس کی آواز سنتے سب نے اپنی گردنیں گھما کے حیام کی جانب دیکھا جو اپنا سر جھکائے اب نوٹ کرنے میں مصروف تھی۔۔کتنا میسنا تھا یہ شخص آہستہ آہستہ یہ بھی جان رہی تھی۔۔اس دن سیمینار کے دوران بھی اس نے جان بوجھ کے ہاتھ پکڑا تھا صرف نادیہ کو دکھانے کے لیے۔

"کیا کر رہی تھی تم پیچھے۔۔۔" فارغ ہوتے صنم اس کو باہر گراؤنڈ میں لے آئی اور وہیں گھاس پہ بیٹھتے اس سے مزے سے پوچھنے لگی کیونکہ جب جہانگیر اس سے بات کر رہا تھا تب اس نے حیام کا سرخ چہرہ دیکھ لیا تھا اور ابھی وہ اس سے دلچسپی سے آنکھوں کو شرارتی چمک لیے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں میں نے اکیلے وہاں بیٹھ کے کیا کرنا تھا سوائے بور ہونے کے۔" وہ بے زاریت سے بولی اس نے صنم کی شرارتی نظریں نہیں دیکھی تھیں۔

"اچھا پھر بھائی نے ایسا کیا کہا جس پہ تم شرمائی۔۔" وہ مزید اس کے قریب ہوتی پوچھنے لگی جس پہ حیام کو جھٹکا لگا اور اپنے دیدے پھاڑے اس کو دیکھنے لگی۔

"ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔اور تم زرا یہ بتاؤ یہ کوئی تصویر ہے لینے والی، حلیہ دیکھو زرا میرا پتا نہیں کہاں کی میں کوئی جنگلی گوار لگ رہی ہوں۔" اس کی بات پہ انکار کرتی اسی پہ چڑھ دوڑی اور موبائل سے تصویر نکالتی اس کے سامنے کرنے لگی۔

"میں نے تو ایسے ہی کھینچی تھی اس میں غصہ کرنے والی کیا بات ہے تب تو بڑا دانت نکالے تھے یہ دیکھ کے اب کیوں مجھے کوس رہی ہو۔" تصویر دیکھتے اس کی بات پہ وہ برا مناتی ہوئی بولی تو حیام گہرہ سانس بھر کے رہ گئی۔

موبائل میسج ٹون بجنے پہ اس نے میسج دیکھا۔

"وہ پک فارورڈ کرو۔" یہ چار الفاظ تھے یا کوئی شریر سی سرگوشی وہ پل میں گلنار ہوئی۔

"وجہ میں کیوں کروں، ایسے کوئی فرمائش کرتا ہے کیا جیسے حکم دے رہا ہو۔" وہ دل ہی میں سوچتی کچھ جواب بھیجنے کو لکھنے والی تھی۔

"کیا ہے دکھاؤ۔" اس کو لال گلابی ہوتے دیکھ صنم نے خود ہی چھپٹنے کے انداز میں موبائل پکڑتے میسج دیکھا جو جہانگیر کا ہی تھا۔ صنم پل میں ساری بات سمجھی کہ وہ کیوں تصویر کو لیے اس پہ چڑھ دوڑی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

حیام کے کچھ سمجھنے سنبھلنے سے پہلے ہی وہ چار پانچ اس کی تصاویر اس کو فارورڈ کر چکی تھی۔۔جب تک حیام اپنے صدمے سے نکلتی تب تک اس کو تصاویر پہنچنے کے ساتھ ساتھ سین بھی ہو چکی تھیں۔

"یہ کیا حرکت ہے صنم موبائل دو ادھر۔۔۔" وہ غصے و شرم سے لال گلابی پڑتی اس سے موبائل لینے لگی۔

"شکریہ۔۔۔!" ایک لفظی اس کا میسج دیکھتے اس کا دل کیا کہ اب وہ اس کے سامنے کبھی نہ جائے۔۔ صنم نے اس کی ڈھونڈ ڈھونڈ کے چار پانچ اصفحان کی مہندی بارات کی تصاویر اس کو بھیجی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"ہاں میں نے آج اشفاق سر کو سنا تھا جو سر عاصم کو شادی کی مبارک دے رہے تھے، انہوں نے پہلے ہی سب کو بتا دیا تھا لیکن سر اشفاق ابھی آئے تھے چھٹیوں کے بعد اسی لیے وہ آج ان کو مبارک دے رہے تھے۔۔" پیچھے کچھ فاصلے پہ بیٹھی دو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لڑکیاں آپس میں کچھ راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھی۔۔اس سے پہلے صنم حیام کے ہاتھ کی کھاتی اس نے جلدی سے اسے ان لڑکیوں کی باتوں پہ متوجہ کروایا۔

"سر اتنے پیارے ہینڈ سم ہیں جانے ان کی بیوی کیسی ہے،اپنی بیوی کو پیار بھی کرتے ہونگے یا پھر ایسے ہی سڑیل بنے پھرتے ہونگے اپنی بیوی کے سامنے ہاہاہا۔"

وہ دونوں آپس میں مزے سے عاصم کے مزاج پہ تبصرے کرتے ساتھ چپس سے لطف اندوز ہو رہی تھیں، صنم تو مزے سے ان کی باتیں سنتے حیام کا چہرہ دیکھ رہی تھی جہاں کئی رنگ آ جا رہے تھے۔

"ویسے تم ان کو بتادو کہ وہ پیار بھی کرتے ہیں یا یہاں کی طرح سڑیل بنے پھرتے ہیں گھر میں۔" صنم نے شرارت سے کہتے اسے ٹھوکا مارا۔

"صنم باز آ جاؤ۔" وہ آنکھیں دکھاتی ہوئی واپس کھڑی ہوئی تھی تا کہ کلاس میں جا سکے۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اس کو جاتے دیکھ وہ بھی ہڑبڑی سے اٹھی۔

"بھاڑ میں جا رہی ہوں۔" ابھی وہ دو قدم بھی نہ چلی تھی کہ اسے عاصم اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔

"ابھی لیکچر فری ہے؟" اس کے پاس آتے وہ رکا تھا، صنم نے دیکھتے ادب سے اپنے بہنوئی کو سلام کیا جس پہ وہ محض سر ہلاتا حیام سے مخاطب ہوا۔

"جی ابھی فری ہوں، پندرہ منٹ بعد تیسری کلاس ہے پھر بس۔" اسے دیکھتے بتانے لگی۔

"مطلب فری ہو، چلو چلتے ہیں۔" اس کی بات سنتے رسٹ واچ میں وقت دیکھتے کہنے لگا۔

"ابھی۔۔۔؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگی ابھی تو بتایا تھا کہ تیسری کلاس بھی ہے اس کی۔ پیچھے ان سے کچھ فاصلے پہ بیٹھی لڑکیاں بھی سر عاصم کو یہاں آتا دیکھ ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

"ہمم ابھی۔۔۔کوئی مسئلہ ہے کیا؟" وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"لیکن عاصم میری ابھی کلاس ہے میں وہ نہیں چھوڑ سکتی پہلے بھی نہیں اٹینڈ کیں میں نے۔" وہ پہلے ہی اس کی کلاس میں کی گئی حرکت کی وجہ سے اس سے خفا تھی اوپر سے بلاوجہ گھر جانا،اس کی امپورٹینٹ کلاس تھی تو کیوں مس کرتی۔

"یار مجھے بھوک بہت لگی ہے اور میں تمہیں رات میں سمجھادوں گا ابھی چلو۔" اس کو دیکھتے وہ آنکھیں دکھاتا بولا تو حیام منہ بنا گئی، جبکہ صنم ان دونوں میں خود کو ایسے ہی ہڈی سمجھتے گلا کھنگالتے وہاں سے کام کا کہتے نودوگیارہ ہوئی۔اس کی بے وفائی کو دیکھتے حیام دانت پیستے رہ گئی۔

پیچھے کھڑی لڑکیاں حیام کے سر کہنے کے بجائے عاصم کہنے پہ فوراً سے چہک اٹھی۔ عاصم کی بے تکلفی سے وہ جان گئی تھیں کہ یہ سامنے لڑکی ہی ان کی وائف ہے، کہیں اڑتی اڑتی خبر ان تک بھی پہنچی تھی کہ ان کی وائف یہی پڑھتی ہے۔

"آپ کو بھوک لگی تو جائیں میری کلاس ہے میں نہیں جا رہی۔" حیام بھی اٹل لہجے میں کہتی وہاں سے جانے سے لگی جب یکلخت اس کی کلائی جہانگیر کی گرفت میں آئی۔

"حیام میں نے کہا نا کہ رات میں پڑھا دوں گا ابھی گھر چلو۔" اب کی بار وہ سنجیدگی سے بولا تو اس کے موڈ کو دیکھتی وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"چل رہی ہوں۔۔" کہتی وہ جانے لگی کہ اس کے ماننے پہ وہ اس کو شکریہ کہتے آگے بڑھنے لگا۔

"ایکسکیوز می سر!" نسوانی آواز پہ وہ دونوں حیرت سے رکے۔۔

"جی۔۔۔!" عاصم نے مڑتے پوچھا تو حیام بھی رک گئی ساتھ اسے لگا کہ کوئی سٹوڈینٹ ہو گی اس کی۔

www.novelsclubb.com

"سر آپ کو شادی کی بہت مبارک ہو۔" وہ دونوں لڑکیاں اشتیاق سے بولیں تو جہانگیر ہلکا سا مسکرایا۔

"شکریہ۔۔" وہ کہتا چلنے لگا جب وہ پھر سے بول اٹھیں۔ حیام نے نوٹ کیا وہ واقعی کسی سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا سوائے جان پہچان والوں کے تبھی اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ میری بیوی کو بھی مبارک باد دے دیں۔

"سر یہ آپ کی وائف۔۔۔؟" وہ جھجک کے پوچھنے لگیں کہ کہیں ڈانٹ نہ دے۔ ان کے پوچھنے پہ حیام سٹپٹا گئی یعنی واقعی اب پوری یونیورسٹی میں یہ بات گھومنے والی تھی۔

دونوں لڑکیوں نے اس بات سے بھی اندازہ لگایا کہ دونوں نے سیم کلر پہن رکھا تھا اور یہ بھی تجسس کہ ان کی وائف کیسی ہے کیونکہ بات کرتے حیام کی ان کی طرف پشت تھی۔

www.novelsclubb.com

"جی مائی ڈئیر وائف مسز حیام عاصم جہانگیر خان۔" ایک نظر حیام کو دیکھا جیسے وہ اجازت چاہ رہا ہو ان کو بتانے کی، اس کے دیکھنے پہ حیام ہلکا سا مسکرائی تو جہانگیر نے مکمل تعارف کروایا، حیام اپنے نام پہ کھل کے مسکرائی تھی۔

"واؤ ماشاءاللہ آپ کتنی پریٹی ہیں اور آپ دونوں کا کپل بھی ماشاءاللہ بہت خوبصورت ہے۔" حیام سے خوشی سے ہاتھ ملاتے وہ پرجوش سی بولیں۔

حیام نے دل ہی دل میں سوچا کہ کیسے تھوڑی دیر پہلے اس کے شوہر کی برائی کر رہی تھیں اور اب کیسے ان دونوں کو سراہ رہی تھیں۔

"شکریہ بچے اب ہم چلتے ہیں ضروری کام ہے۔" وہ یونیورسٹی کے پہلے سال کی لڑکیاں تھی۔ ان کو کہتا حیام کو اشارہ کرتا پارکنگ کی طرف جانے لگا حیام بھی ان دونوں پہ مسکراتی نظر ڈالتی اس کے پیچھے ہولی۔

______________**

"یہ کس چیز کا پارسل آیا ہے؟"صنم کو گھر ڈراپ کرتے وہ گیٹ سے باہر گاری نکالنے لگا جب گارڈ نے اسے کسی پارسل کا بتایا۔

"پتا نہیں صاحب جی صبح نو بجے آیا تھا اوپر آپ کا نام لکھا تھا تو میں نے رکھ لیا۔" گاڑی کو وہی روکتے وہ پارسل کو دیکھتے اندر گیا اور روم میں اینٹر ہوا جہاں گیلے نم چہرے سے باتھ روم سے باہر نکلی۔

"آپ گئے نہیں۔۔۔؟"ارتسام کو واپس کمرے میں دیکھتے وہ پوچھتی اس کے قریب آئی اور اس کے ہاتھ میں موجود پارسل دیکھنے لگی۔

"ہاں یہ گارڈ بتا رہا تھا کہ پارسل آیا ہے میں نے تو کوئی نہیں مگوایا تھا تبھی دیکھنے آگیا کہ دیکھوں اس میں کیا ہے۔"ارتسام بتاتے بیڈ پہ بیٹھا اور اس کے بالوں میں لگی پن کو اتارتے ریپر پھاڑنے لگا تبھی صنم کو یاد آیا کہ اسی نے کل مگوایا تھا۔

"اوہ یاد آیا یہ تو میں نے مگوایا تھا کل۔"وہ خود پہ افسوس کرتی بتانے لگی تو ارتسام ہاتھ روکے پارسل اس کے حوالے کر دیا۔

"اچھا کیا مگوایا تھا؟" وہ بھی حیران ہوا کہ ایسا کیا تھا جو وہ اس کو کہنے کے بجائے خود آنلائن مگوا رہی تھی۔

"آپ کھولیں پھر بتاتی ہوں میں۔" مسکرا کے کہتی واپسی اسی کو تھمایا تو ارتسام اس کو احتیاط سے کھولنے لگا۔

"یہ تو پرفیوم ہے وہ بھی میرے والا، لیکن میں تو ابھی پہلا استعمال کر رہا ہوں تو یہ نیا والا کیوں؟" وہ حیران ہوتا اس نئی پرفیوم کی بوتل کو دیکھنے لگا، سستہ تو یہ بالکل نہیں تھا اور اگر ارتسام کو گفٹ دینے کے لیے لیا تھا تو وہ اس کو ایسے کھولنے کو نہ کہتی سرپرائز دیتی۔

"تو یہ آپ کے لیے تھوڑی ہے۔" وہ خفگی سے کہتی اس کے ہاتھ سے لیتی خود جائزہ لینے لگی۔

"کتنی اچھی خوشبو ہے نا۔۔۔" وہ ایک سپرے ارتسام پہ پھر خود پہ کر کے مسکراتی کہنے لگی، اس کے ہاتھ سے پرفیوم کی بوتل پکڑتے اچانک سے اس کے رخسار پہ لب

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رکھ گیا کہ اس اچانک سی واردات پہ وہ پہلے سٹپٹائی پھر الجھی پھر یکلخت چہرے پہ حیا کی لالی بکھر گئی۔

"میری سانسوں میں تیری خوشبو تو بسی آج بھی ہے

دل کی خواہش ہے کے تمہیں چھو کر پھر سے دیکھوں"

آہستہ سے اس کے کان میں سرگوشی کرتا دھڑکنوں میں ارتعاش پیدا کر گیا۔

"ابھی چلیں یہ جس کے لیے مگوائی ہے اس کو دے کے آؤں۔" اس کے فوری بدلتے موڈ پہ وہ ہڑبڑا کے پاس سے اٹھی اور کبرڈ سے ایک گیف ریپ نکالنے لگی۔

پانچ منٹ میں اس کو پیک کرتے اس نے گفٹ تیار کر لیا۔

"تمہیں اچھا لگے گا کہ میری لگائی ہوئی خوشبو کوئی اور بھی لگائے۔" اس کی پھرتی دیکھتے ارتسام نے ہلکا سا۔شکوہ کیا۔

www.novelsclubb.com

"یہ مصنوعی خوشبو اس خوشبو کو مات نہیں دے سکتی جو خوشبو میں آپ سے محسوس کر کے سکون حاصل کرتی ہوں۔" وہ اترا کے کہتی ارتسام کو حد سے زیادہ پیاری لگی کہ اس کا دل کیا اس کو سینے میں بھینچ لے۔اس کو کون روکنے والا تھا تبھی دل کی آواز پہ لبیک کہتے صنم کو اچانک سے کھینچتے قریب کیا اور اس کے گرد مضبوط حصار بناتے سینے میں بھینچ لیا۔

اس افتاد پہ وہ تو وہ بوکھلا ہی گئی۔

"ارتسام۔۔۔" اپنے بے قابو ہوتے دل کو سنبھالتی وہ بامشکل ہی کہہ پائی اور اس کو دور کرنا چاہا۔

"جانِ ارتسام کیوں ہو اتنی پیاری کہ ہر بار دل موہ لیتی ہو میرا۔" اس کے ماتھے رخسار پہ بوسے لیتا وہ بے خود سا بولا۔

"ارتسام چھوڑیں ابھی جانا ہے۔" اچانک کے اس کے بدلے تیور دیکھتے وہ بوکھلائی سی بولی۔

www.novelsclubb.com

"کہاں جانا ہے؟" وہ جیسے بدمزہ سا ہوا۔

"بتاتی ہوں چھوڑیں تو سہی۔" اس کے شدت سے تنگ ہوتے حصار میں وہ منت کرتی بولی تو ارتسام نے چھوڑا۔

"آپ کی بہن کو گفٹ کرنا ہے چلیں اس سے پہلے کہ آپ۔۔۔" وہ شرمائی سے خفگی سے کہتی کمرے سے باہر نکلی اسے کے پیچھے ہی قہقہہ لگاتا وہ بھی نکلا۔

"السلام علیکم آنٹی کیسی ہیں آپ؟" اکبر اعظم کے گھر میں ارتسام کے ہمراہ داخل ہوتے اس نے رکیہ بیگم کو دیکھتے اخلاقاً سلام کیا تو وہ مسکرائیں اور اس کو گلے سے لگاتی دونوں گال چومے، ان کی حرکت ارتسام کو تو اچھی نہ لگی لیکن وہ چپ رہا، بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ اس کی بیوی سے چپکا چپکی اور ساتھ پپیاں بھی۔

"کیسے آنا ہوا آج، تم لوگ تو چودھویں کا چاند ہی ہو گئے ہو بہت کم نظر آتے ہو اب۔" وہ دونوں سے شکوہ کرتی ہوئی بولیں اور آواز دیتے ملازم کو کھانے پینے کی چیزیں لانے کی ہدایت کی۔

"اس کی ضرورت نہیں آنٹی ہم بس تھوڑی دیر کے لیے آئے ہیں، دراصل ان کو جانا ہے ابھی آفس اور گھر میں مجھے کام بھی ہیں، دیا گھر پہ ہے تو اسے بلا وادیجئے۔" صنم اس کے تکلف کو دیکھتی انکار کرتی مسکرا کے بولی تو انہوں نے دیا کو آواز دی جو تھوڑی دیر میں ہی کمرے میں داخل ہوگئی۔

ارتسام کے ساتھ صوفے پہ جگہ موجود تھی جس کو دیکھتے دیا اسی کے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ کرتی ادھر آنے لگی لیکن نا محسوس انداز میں ارتسام تھوڑا پھیل کے بیٹھ گیا اور کنارے کی طرف مزید کھسک گیا ساتھ ہی صنم کا۔ہاتھ تھامتا اپنے قریب ہونے کا اشارہ کیا۔

www.novelsclubb.com

اب صنم کے ساتھ جگہ تھی تو دیا مروتاً مسکراتی اسی کے پاس آکے بیٹھ گئی۔

"خیریت آج کیسے آنا ہوا۔۔؟" وہ صنم کو دیکھتی بولی جبکہ ارتسام موبائل ہاتھ میں لیے اس پہ مصروف ہوگیا۔

"ہاں وہ تم کل آئی تھی نا اور پرفیومز دیکھ رہی تھی تو میں اور ارتسام تمہارے لیے لے آئے۔۔۔" وہ گفٹ اس کے سامنے کرتی ہوئی بولی کہ دیبا کے ساتھ ساتھ رکیہ بیگم بھی چونکی۔

"کون سی پرفیوم۔۔؟" رکیہ بیگم نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"دراصل آنٹی کافی دنوں سے میں نوٹ کر رہی تھی کہ دیبا کو ایک پرفیوم بہت پسند ہے ارتسام کا اور وہ اکثر نام وغیرہ دیکھ کے جاتی تھی شاید کسی کو گفٹ کرنا ہو تو میں نے اور ارتسام نے اس کے لیے مگوالیا۔" صنم آنکھیں پٹپٹا کے لہجے میں نرمی و معصومیت گھولتے ہوئے بولی تو دیبا اندر ہی اندر سے جل بھن گئی جبکہ اپنی ماں کے سامنے وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

"اب تم نے جس کو گفٹ کرنا ہے کر دینا، ارتسام کی اور بھی ہیں بہت اچھی اگر کہو تو وہ نام بھی میں بتادوں گی تمہیں۔" صنم جیسے اس کی دوست بنتے اس کو مشورے

سے نواز رہی تھی۔ جبکہ رکیہ بیگم کا دماغ کو اس میں اٹک گیا کہ میز پر فیوم دیبا نے کس کو گفٹ کرنا تھی۔

"اچھا ہم چلتے ہیں کوئی اور چیز کی ضرورت ہو تو دیبا اپنے ارتسام بھائی سے بلا جھجک کہنا یا مجھے کہہ دینا میں بھی تو بھابھی ہوں نا تمہاری۔" صنم دل جلانے والی مسکراہٹ سے کہتی ارتسام کے سنگ وہاں سے نکل آئی۔

"کس کو دینی ہے تم نے۔" ان کے جانے کے بعد ہی رکیہ بیگم دیبا سے سنجیدگی میں پوچھنے لگی۔

"بکواس کر رہی تھی وہ۔" پیکڈ گفٹ طیش میں اٹھاتے اس نے زور سے زمین پہ دے مارا اور چلاتی ہوئی اپنے کمرے میں جا بند ہوئی۔

"اتنا مہنگا پرفیوم تھا۔" وہ افسوس سے اس گفٹ کے اندر سے بہتی خوشبو کو دیکھتی اندر چلی گئیں۔

_________________**

شام کے سائے ڈھل چکے تھے۔ کھیت سڑکیں سب دھند سے ڈھکے ہوئے تھے، جانور بھی شاید وقت سے پہلے اپنے اپنے گوشوں کونوں میں چھپ گئے تھے۔ ایسے میں وہ کیچن میں کھڑی خود کو شال سے لپیٹے چائے بنانے میں مصروف تھی۔

چائے بنا کے کپوں میں ڈالتے اس نے سیٹ کی اور ساتھ ہی کچھ میوا جات نکالے۔۔ پستہ کاجو مونگ پھلی ایک چھوٹی ٹرے میں رکھتے اس نے احتیاط سے اوپر والے کبرڈ سے ایک پیکٹ نکالا، اس میں سے ایک چھوٹی پرچی نکالتے اس کو چمچ پہ رکھا۔۔ اس چمچ کو ایک کپ کے اندر ڈبویا پھر دوسرے کپ میں۔۔ ایک بار ہی ڈبو کے اس نے جلدی سے پھینک دی۔ یہ کرتے اس کا دل جیسے باہر نکلنے کو تھا۔ عجیب سا خوف عجیب سی گھبراہٹ نے جیسے آن گھیرا تھا۔

خود میں ہمت پیدا کرتے اس نے ٹرے کو اٹھایا اور لرزتے قدموں سے چلتی اپنے روم کی جانب آئی۔ پاؤں کی مدد کے آدھ کھلا دروازہ دھکیلتی وہ اندر آئی۔ اصفحان ابھی ہاتھ میں موبائل تھامے کچھ دیکھنے میں مصروف تھا۔اس کو چائے لاتا دیکھ وہ مسکرا کے اٹھ بیٹھا۔

زوفا نے چائے کی ٹرے سے کپ اٹھاتے اسے دیا اور ساتھ ہی اپنا کپ اٹھائے جگہ پہ آگئی۔ میواجات والی پلیٹ اس نے درمیان میں رکھ دی۔

"اتنی دیر کیوں لگی چائے بنانے میں۔" چائے کا کپ ہاتھ میں تھامے اس نے ایک بادام اٹھاتے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"ایسے ہی۔۔۔" وہ کندھے اچکا کے بولی اور خود بھی اس میں سے میوے اٹھاتے کھانے لگی،البتہ دل جیسے چائے سے اٹھ گیا تھا۔۔اس کا زرا دل نہ کیا کہ چائے پیے تبھی اس کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا۔

"دن کیسا گزرا آج کا۔۔؟" ایسے ہی سر سری سا بات بڑھانے لگا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہمم اچھا تھا، آج حیام سے بھی بات ہوئی خوش ہے وہ ماشاءاللہ۔" زوفا اس کو دن میں ہوئی کال کا بتانے لگی۔

"اگر نہ ہوتی تو میں جہانگیر کو نہ رہنے دیتا۔" وہ عام سے انداز میں کہنے لگا کہ زوفا نے حیرت کے مارے اصفحان کو دیکھا۔

"دوست ہیں وہ آپ کے اور اب تو ہماری حیام کے شوہر بھی۔" زوفا نے جیسے شرم دلانی چاہی کہ جس کے بارے میں وہ بات کر رہا تھا وہ اس کا بہنوئی ہے۔

"ہاں لیکن مجھے میری بہن کی خوشی بھی چاہیئے جہانگیر کا بس اس کا شوہر ہونا میرے لیے کافی نہیں۔" سنجیدگی سے تین چار پستہ اٹھاتے منہ میں رکھتے کہا۔

"اوہو آرام سے کھائیں۔" اس کو ایک ساتھ کھاتا دیکھ وہ ٹوکنے لگی۔

"ویسے اگر یہ سب چائے میں مکس ہوتے تو مزا دوبالا ہو جاتا۔" وہ چائے کا سپ لینے کو تھا جب اچانک ٹھٹک کے رک گیا۔ کپ اس کے لبوں کے قریب جاتا دیکھ زوفا کا

دل جیسے بند ھ ہونے کو آیا لیکن جب اصفحان نے اسے پیچھے کیا تو وہ سکون کا سانس ابھی مکمل بھی نہ لے پائی تھی کہ اس کی بات پہ سانس پھر سینے میں اٹک گیا۔

"یہ کیا ہے اس میں۔۔۔؟" آنکھوں میں الجھن لیے وہ چائے کے کنارے کو دیکھنے لگا جہاں کالا کالا سا رنگ لگا تھا۔ زوفا نے تھوڑا آگے ہوتے دیکھا۔

"معلوم نہیں۔۔۔۔" وہ لاعلمی کا اظہار کر گئی اور گھبراتی ہوئی میوہ اٹھاتے کھانے لگی۔

"ابھی میرا دل نہیں چاہ رہا پینے کو۔" وہ چائے کا کپ واپس سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا بولا، پینے کا تو زوفا کا بھی دل نہیں کر رہا تھا تبھی ایسے ہی ڈرائی فروٹس اٹھاتے کھاتی رہی۔

"اتنا نہ کھائیں۔" زوفا جو بغیر دھیان کے کھاتا دیکھ وہ ٹوکنے لگا کیونکہ وہ واقعی بہت سارا کھا چکی تھی۔

"او سوری، پتا ہی نہیں چلا۔" وہ دیکھ کے چونکی کیونکہ اصفحان نے کھانا تبھی بند کر دیا تھا اور اب ٹرے تقریباً خالی ہونے والی تھی۔

__________________**

یونیورسٹی سے آنے کے بعد وہ اسے گھر چھوڑ کے خود جانے کہاں چلا گیا تھا، پہلے تو وہ ایسے ہی اس کا غصہ چیزوں پہ اتارتی رہی پھر تھک کے بیڈ پہ بیٹھی باری باری سب سے باتیں کرنے لگی۔

گل سے بات کرتے اس نے خیریت وغیرہ دریافت کی کیونکہ عماد جب یہاں آیا تھا تو اس نے بتایا تھا کہ اس کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی۔ان سب سے باتیں کرنے کے بعد اسے صنم کی کال آگئی۔

صنم کو وہ پہلے ہی میسج کر چکی تھی گھر جانے کے بارے میں۔

"ہاں ارتسام مجھے امی کے گھر چھوڑ گئے ہیں ابھی۔" صنم نے کہا۔

"آنٹی کیسی ہیں؟" حیام اس سے امی کی طبیعت کے بارے میں دریافت کرنے لگی تو صنم نے اپنی امی کو ہی موبائل پکڑا دیا۔

"جی اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک، ہاں جی وہ بھی ٹھیک ہیں ابھی کسی کام سے (دوسری بیوی سے ملنے) باہر گئے ہیں۔" ایسے ہی صنم کی امی اس سے باتیں کرنے لگیں اور پھر وہ نصیحتیں کرنے لگیں جس پہ کبھی وہ چھینپ جاتی تو کبھی سرخ ہو پڑتی۔

"تیار شیار گھر میں رہا ہو تا کہ اس کا دل لگا رہے گھر میں۔" صنم کو گھورتی ساتھ ہی انہوں نے حیام کو بھی ہدایت کی جس پہ وہ محض سر ہلا گئی۔

www.novelsclubb.com

"جی۔۔۔!"

"میں چکر لگاؤں گی کسی دن آپ کے پاس صنم کے ساتھ آؤں گی۔" حیام نے محبت سے کہا۔

"صنم کے ساتھ کیوں اپنے شوہر کے ساتھ آنا بلکہ میں تو سوچ رہی ہوں تم پہلی بار آؤ گی تو دعوت بھی ہو جائے گی اس طرح، جہانگیر آئے تو میری بات کروانا اس جمعہ کو تم دونوں یہاں انوائیٹڈ ہو ٹھیک ہے۔" بیٹھے بیٹھے انہوں نے سارا پلان کر دیا جس پہ حیام ایک دم سٹپٹا گئی کہ شادی کی دعوت۔۔ دروازے پہ بیل سنتے وہ کمرے سے باہر نکلتی دروازہ کھولنے لگی تو جہانگیر تھا۔اس کو دیکھتے ہی حیام دل میں مسکرائی۔اس سے پہلے جہانگیر تھوڑا آگے ہو کے اس جو حصار میں لیتا وہ فوراً سے بولی۔

"جی ضرور آنٹی یہ گھر آ گئیں ہیں آپ بات کر لیں۔" خود کو بچاتے اس کو موبائل پکڑنے کا اشارہ کرتی جانے لگی۔

"کون ہیں؟" جہانگیر نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"صنم کی ماما کی کال ہے آپ سے بات کرنا چاہ رہی تھیں۔" اس کے ہاتھ سے کوٹ تھامتے بغیر کچھ کہے سنے اندر چلی گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جی السلام علیکم !"موبائل تھامتے وہ خوش اسلوبی سے بولتا لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھ گیا اور شوز اتارنے لگا۔

"یہ ایسے ہی تمہیں موبائل پکڑاتے چلی گئی، زرا ہوش نہیں ہے آج کل کی لڑکیوں کو کہ شوہر آیا اور ایک گلاس پانی کا ہی پوچھ لیں۔"ان کی بات شروع ہوتے ہی جہانگیر نے موبائل سپیکر پہ کر دیا اور اپنے شوز اتارتے ریلیکس انداز میں بیٹھ گیا۔

ان کی بات پہ جہانگیر ہلکا سا ہنس دیا جبکہ اندر سے وہ بپھری ہوئی باہر نکلی۔

"امی میں پانی ہی لینے گئی تھی۔"اونچی آواز میں جہانگیر کو سناتے واپس کمرے میں چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

"چلو اچھی بات ہے، تم سناؤ بیٹا کیسے ہو؟"حیام کی آواز پہ وہ تسلی کرتیں اس سے حال احوال پوچھنے لگی جبکہ جہانگیر اسے پانی لانے کے بجائے اندر کمرے میں بند ہوتا دیکھ تاسف سے سر جھٹک گیا یقیناً وہ ناراض ہو گی۔

ان سے بات کرنے کے دوران وہ بار بار اپنے کمرے کو دیکھ رہا تھا جہاں اب لائٹ آف تھی، اسے اچھنبا ہوا کہ اس وقت لائٹ آف۔ صنم کی امی نے انہیں جمعہ کے دن شام کھانے پہ انوائٹ کیا کہ جہانگیر پہلی بار ان کے گھر جانے والا تھا اور حیام شادی کے بعد پہلی بار تو اہتمام تو لازمی تھا۔ ساتھ یہ بھی بتایا کہ ارتسام بھی اس کو کمپنی دینے کے لیے ہو گا جس پہ وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

اس نے ایک بار منع کرنے کی کوشش کی کہ اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں لیکن ان کے پیار کے آگے وہ پھر خاموش ہو گیا۔ بات ختم کرتے وہ اس نے موبائل رکھنا چاہا تو وہاں اس کا اپنا میسج شو ہو رہا تھا، جب وہ گھر واپس آیا تھا تب اس نے میسج کیا تھا۔ میسج کھول کے دیکھا جس پہ اس کا نام "سر عاصم" کے الفاظ سے سیو تھا یعنی اس نے ابھی تک نام ہی چینج نہیں کیا تھا۔

روم میں اینٹر ہوا تو وہ بلینکٹ لیے سر تک اوڑھے ایسے ہی لیٹی تھی یا شاید سونے کی کوشش کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"حیام۔۔۔!"موبائل کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ساتھ ہی اپنی گھڑی اتارتے پکارہ لیکن جواب ندارد۔

خاموشی سے چینج کرنے چلا گیا،ٹراؤزر شرٹ پہنتے واپس آیا تو وہ ویسے ہی لیٹی تھی۔

"کھانا میں کیا بنا ہے؟"بیڈ پہ بیٹھتے اس نے عام سے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے کہا تھا آپ نے کچھ بنانے کو؟"کمبل کو اپنے چہرے سے ہٹاتے سامنے دیکھتے پوچھا لیکن وہ تو سامنے تھا ہی نہیں۔حیرت سے دیکھتی اپنے پیچھے دیکھا جہاں وہ بیڈ پہ نیم دراز ہو چکا تھا۔

"یہ کب یہاں آئے؟"خود سے سوچتی اس کی طرف گردن گھماتے دیکھنے لگی۔

"یونیورسٹی سے آ کے تم بنا دیا کرتی ہو خود ہی۔"اس نے جیسے یاد کروایا۔

"لیکن آج میں یونیورسٹی سے آئی نہیں آپ مجھے لائے ہیں وہ بھی آنکھیں دکھا کے۔"وہ بھی دوبدو بولی۔

www.novelsclubb.com

"روز میں ہی تو لاتا ہوں تمہیں۔" عجیب بچوں کی طرح جھگڑ رہی تھی اس سے۔

"زبردستی نہیں۔" تنک کے کہتی واپس اپنے چہرے پہ کمبل تانے سوتی بن گئی۔

"نو پرابلم۔" وہ بھی لاپرواہ انداز میں کہتا لیٹ گیا۔ بھئی نیند بھی تو پوری کرنی تھی نا۔

"خود ہی جب بھوک لگے گی تو اٹھ جائیں گے مجھے کیا۔" وہ بھی بے فکری سے آنکھیں موند گئی۔

_________________**

حیام کی دوبارہ آنکھ عیشا کی اذانوں پہ کھلی۔ اس نے حیرت سے آنکھیں مسلتے سوچا کہ شاید صبح ہو گئی ہے۔

"فجر کی اذانیں اتنی لیٹ کیوں ہو رہی ہے؟" ٹائم دیکھتی نا سمجھی سے بڑبڑانے لگی کہ سات بجے کون سی فجر کی اذانیں ہوتی ہیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اپنے ساتھ اس نے جہانگیر کو دیکھنا چاہا جو بالکل قریب اس کے لیٹا نیند پوری کرنے کا شغل فرما رہا تھا۔اس کی طرف مکمل کروٹ لیتے اس کے ماتھے پہ بکھرے بالوں کو دیکھنے لگی۔ سوتے وقت وہی کھڑوس، سنجیدہ پن اس کے چہرے پہ واضح عیاں تھا۔اسے پتا تھا وہ گہری نیند سو رہا تھا تبھی وہ کھسک کے مزید اس کے قریب ہوتی اس کی پیشانی کو چھونے لگی اپنی انگلیوں کے پوروں کی مدد سے۔

بے اختیاری میں ہی جہانگیر ہلکا سا کسمایا تو حیام نے ہڑبڑا کے اٹھنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی وہ اپنا بازو اس کی کمر میں حمائل کر چکا تھا جس سے حیام کو لگا کہ ابھی وہ شہید ہونے والی ہے،اس افتاد پہ اس کی دھڑکنوں نے یوں اپنی لے بدلی گویا اس سے دغا کر لیا ہو۔کمرے میں پھیلے اس ملگجے اندھیرے میں ایک بے خبری کی میٹھی نیند سو رہا تھا دوسرے کے حواسوں کو جھنجھوڑتے۔یکلخت اس کی ہتھیلیاں پسینے سے نم ہونے لگیں،سانسوں کا تنفس بکھرنے لگا۔ سختی سے اپنی آنکھیں میچیں وہ عاصم کے اٹھنے

کی دعا کرنے لگی کہ وہ ہی ہوش میں آئے اور اس سے دور ہو کیونکہ اس میں اتنی سکت نہیں بچی تھی ہلنے کی بھی۔

اس کی سانسوں کی حدت حیام کے رخساروں کو مزید جھلسا رہی تھیں۔ جو پہلے ہی اس کی قربت میں گلال بکھیر رہے تھے اس کی سانسوں کے میل سے مزید گلاب ہو رہے تھے۔ ہمت کرتے اس نے جہانگیر کے بازو پہ اپنا ہاتھ رکھا کہ ہٹا سکے۔ اس نے تگ ودو کے بعد جہانگیر کا بازو پکڑا تو وہ خود ہی اپنا بازو ہٹا گیا اور خود پہ رکھ گیا جس سے حیام کا رکا سانس بحال ہوا اور وہ گہرا سانس بھرتے سیدھا لیٹی۔ شکل ایسی تھی جیسے کسی بڑی آفت سے نکلتے شکر سے رونے والی ہو بس۔

www.novelsclubb.com

مصنوعی ہچکی بھرتے وہ اٹھ بیٹھی اور جھوٹے آنسوں بہانے لگی۔

"اللہ تیرا شکر ہے مجھے یہاں سے نکال لیا ورنہ تیری یہ بندی آج فری میں شہید ہو جاتی۔" اٹھ کے بیٹھتی اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے وہ جیسے سسکی تھی۔ برے برے منہ بناتی وہ بچوں کی طرح رونے کو تھی۔

"عاصم۔۔! اٹھیں جانا نہیں آپ نے یونیورسٹی سے لیٹ ہو رہے ہیں۔" ایک غصے بھری نظر جہانگیر پہ ڈالتی اس کو بازو سے جھنجھوڑنے لگی۔

"کیا ہوا۔۔؟" نیند میں ڈوبی آواز سے اس نے کسلمندی سے پوچھا تو سر جھٹکتی اٹھی اور کیچن میں جانے لگی۔

"ناشتہ بنانے لگی ہوں اٹھیں یونیورسٹی کے لیے لیٹ ہو جائیں گے۔" احسان کرنے والے انداز میں کہتی کیچن میں گھس گئی جبکہ کچھ منٹ پہلے والے پل یاد کرتے وہ پھر سے سرخ ہوئی۔۔

جہانگیر نے نا سمجھی سے بیڈ سے اٹھ کے ٹائم دیکھا تو سات بج رہے تھے وہ حیران ہوا کہ کل شام کا سویا ابھی اٹھا ہے۔۔ اٹھ کے وہ کھڑکی کی طرف آیا تو دیکھا کہ رات کی راگنی ہر سو چھائی تھی یعنی اس کی بیوی اتنی بے وقوف تھی کہ اس کو سات بجے یہ بھی پتا نہ چلا کہ سورج نکلتا ہے نا کہ چاند۔

فریش ہو کے اپنے بال سنوارتا کیچن میں گیا تو دیکھا وہ بڑے انہماک سے آملیٹ بنانے میں مصروف تھی۔

"تم یہ ریڈی کرو میں ابھی آتا ہوں۔" اچانک سے اس کی پشت پہ کھڑے آگے ہوتا گلاس پکڑ تا نل سے پانی پیتا لبوں پہ ایک شریر سی مسکان سجائے وہاں سے چلتا بنا، پیچھے وہ کندھے اچکاتی واپس سے ناشتہ بنانے میں مصروف ہو گئی۔

__________________**

یہ ایک ویران سنسان جگہ تھی، ابھی رات کے سائے کی وجہ سے یہاں کوئی آدم زاد نظر نہیں آرہا تھا ورنہ صبح یہاں لوگوں کی گہما گہمی ہوتی تھی۔اس بلڈنگ میں وہ بلائی حصے میں موجود تھے جو ابھی زیرِ تعمیر تھی۔ صوفے پہ وہ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ بیٹھا سامنے ٹیبل پہ موجود حرام پینے میں مصروف تھا۔۔ اگر یہاں سے تھوڑا دور دائیں جانب دیکھتے تو وہی زمین تھی جو آصف رفاقت نے اپنی نگرانی میں تعمیر

کروانی شروع کی تھی۔۔۔یہ عمارت بھی اسی کا ایک حصہ تھی لیکن یہاں وہ رات کے پہر گھس کے اپنا پلین ترتیب دے رہے تھے۔

"تم لوگوں نے پہلے بھی میرا کھیل خراب کیا تھا لیکن اب کی بار اگر کوئی بھی غلطی ہوئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا، مفت میں یہاں پیسے نہیں دینے بیٹھا تم لوگوں کو۔"پہلے کی طرح وہ آج بھی اپنے آدمیوں کو سخت سنا رہا تھا جس پہ وہ سب اپنا سر جھکائے سن رہے تھے۔

"صاحب جی یہ تو آسان کام ہے ہمارے لیے ہو جائے گا آپ پریشان نہ ہوں۔" اس کا ایک آدمی سرعت سے سر اٹھاتا جوش سے بولا۔

"ہاں پہلے والا زیادہ آسان تھا جو تم لوگوں نے ہمارے لیے اب مصیبت کھڑی کر کے رکھ دی ہے جاہلو۔" وہ اس کے تسلی دینے پہ بھڑک کے گویا ہوا۔ جس پہ وہ دوبارہ اپنا سر جھکا گیا۔

"اس بار مجھے کوئی گڑبڑ نہیں چاہیئے مجھے وہ اپنے سامنے صحیح سلامت چاہیئے۔"

حرام کو منہ لگاتے اس نے درشتگی سے کہا تو سب نے مؤدب ہوتے جی کہا۔

"اب مجھے اس کی خبر دو جس کو تم لوگوں نے ٹھوک دیا تھا۔" اپنا موضوع تبدیل کرتے اس نے کیف کے بارے میں جاننا چاہا۔

"صاحب یہ تو پتا چلا گیا تھا کہ کیف سائیں۔۔۔" ابھی اس نے بات شروع کی ہی تھی کہ وہ گلاس اس کے پیروں کے قریب پھینکتا غرا اٹھا۔

"جب تمہارا مالک یہاں بیٹھا ہے تو اس کمینے کو سائیں کیوں کہہ رہے ہو۔" اس کے چلانے وہ پھر سے خاموش ہو گیا۔

"اب کیوں چپ ہوئے ہو بکواس کرو جلدی سے۔" اس کا خاموش ہونا پھر سے تپا گیا تو چلا اٹھا۔

www.novelsclubb.com

"ریلیکس یار کیا ہو گیا تجھے، تو اس طرح بار بار کرے گا تو کوئی بھی نہیں رہے گا ساتھ۔" سامنے موجود آدمیوں کے بگڑتے موڈ کو دیکھتے اس کے دوست نے کندھے پہ ہاتھ رکھتے آرام سے سمجھانا چاہا جس کو بری طرح جھٹک گیا۔اس نے ساتھ ہی دوبارہ سامنے کھڑے آدمی کو بولنے کا اشارہ کیا۔

"ہمیں پتا چلا تھا کہ کیف تین دن بعد مر گیا تھا لیکن پولیس نے اس کی نعش کو اس کی فیملی کے حوالے نہیں کیا تھا کچھ کاروائی کی وجہ سے لیکن اب یہ بات سننے میں آرہی ہے کہ وہ زندہ ہے لیکن اپنے گھر میں نہیں ہے۔۔یہ بات وہاں ان کے کسی ملازم سے سنی گئی تھی۔" اس نے اپنے تیئں کی گئی معلومات اس کے گوش گزاری جس پہ وہ ہنکار بھرتا رہ گیا۔

"کہاں رہ رہا ہے وہ کچھ پتا چلا اس کا۔" اپنے ساتھ بیٹھے ساتھی سے اس کا گلاس تھامتے لبوں سے لگاتے سوال کیا۔

"نہیں یہی تو معلوم نہیں ہو رہا ہمیں کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے۔"

"حویلی کے بڑے بیٹے کو پتا ہو گا، یہی رہتا ہے نا وہ اسلام آباد میں۔۔اور میرے کزن کی بیوی کا سر بھی تو ہے وہ، اس کا پتا کر وہ جاتا ہو گا اس کے پاس۔" ان کو جہانگیر کے بارے میں حکم دیتا وہاں سے جانے کا اشارہ دے دیا تو وہ وہاں سے چلے گئے۔

اب وہ اور اس کے دوست یہاں بیٹھے نشے میں مدہوش ہو رہے تھے۔

"تو کیوں اس کے پیچھے پڑ گیا ہے چھوڑ دے اس کی جان، کوئی نئی دیکھ اس سے شادی کر۔" اس کا دوست ہمدردی میں اس کو مشورہ دینے لگا جو اس کے دماغ کا فیوز اڑا گیا۔

"وہ کمینی پہلے میری تھی، میری باہوں میں سوتی تھی روز پھر اسے اپنی چھوٹی عمر کا مل گیا تھا عیاشی کے لیے تو مجھ سے طلاق لے کے دفع ہو گئی یہاں سے۔۔اتنی خوبصورت ہے وہ کہ کسی کا بھی ایمان ڈگمگا سکتی ہے اپنی آنکھوں سے ہی۔۔۔اب تو میرا خون بھی اسی کے پاس ہے وہ آجائے میرے پاس پھر وہ بھی پھڑ پھڑاتی ہوئی

www.novelsclubb.com

چڑیا کی طرح میرے پاس آئے گی۔" اپنے دوستوں کے سامنے وہ خباثت بھرے لہجے میں کسی کی عزت کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔

_________________**

جب وہ گھر داخل ہوا تو وہ اپنا ناشتہ بناتے بڑے مزے سے ٹیبل پہ اپنی جگہ بیٹھی کھانے میں مگن تھی جب جہانگیر کے ہاتھ میں کھانے کے پیکٹس دیکھتے وہ الجھی۔۔

"یہ کیا ہے؟ میں نے بنایا تو ہے آپ کے لیے ناشتہ۔" وہ حیران ہوتی اس سے پوچھنے لگی تو جہانگیر اپنی ہنسی دباتا کیچن میں چلا گیا کھانا ڈالنے۔

"یہ اتنا کچھ صبح ناشتے میں' پھر لگاتے پھریں گے جم اپنی کیلیریز لوز کرنے میں۔" صبح صبح ہیوی ناشتہ دیکھتے وہ طنزاً کہنے لگی۔

"نہیں بھئی تم ناشتہ کرو میرا ڈنر کا ٹائم ہے اور ڈنر ہلکا پھلکا نہیں ہوتا مجھ سے۔" بڑے مزے سے وہ کرھائی کی ٹرے سجاتا اس کو تپانے کے لیے بولا تو حیام نے

اچھنبے سے اسے دیکھا کہ ابھی کون ساڈنر۔۔ پھر اچانک سے دماغ میں کلک ہونے پہ حیام نے کمرے میں آتے ٹائم دیکھا پھر کھڑکی سے باہر۔۔۔

"ہائے ابھی رات ہوئی ہے اور میں نے ناشتہ کر لیا۔" وہ صدمے سے باہر رات دیکھتی موبائل میں ایک بار پھر ٹائم دیکھتی خود پہ افسوس کرنے لگی۔

"مجھے بھی دیں بھوک لگی ہے۔" جہانگیر کو رغبت سے کھاتا دیکھ وہ بھی کرسی اس کے قریب کھسکاتی ہوئی بیٹھی اور معصوم شکل بناتے کہنے لگی۔

"ایسی شکل نہ بناؤ تمہارے لیے بھی ہے، اب اکیلا کھا کے تم سے بددعا نہیں لے سکتا تھا۔" اس کی معصومیت بھری شکل دیکھتا زراسی آنکھیں دکھاتا کہنے لگا ساتھ ہی اپنی پلیٹ اس کے آگے کی جس پہ وہ ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

"شروع کرو۔" اس نے پلیٹ کی طرف اشارہ کیا کہ ساتھ ہی کھائے تو ہلکا سا مسکاتے اس کے ساتھ ہی کھانے لگی۔

وہ آہستہ آہستہ اس کی جھجک ختم کر رہا تھا، کب تک وہ اس کو خود سے انجان رہنے دیتا، آخر اسے بھی تو رشتے کو آگے بڑھانا تھا۔

"کھانا ختم کرنے کے بعد سٹڈی کریں گے۔" کھانے کے دوران جہانگیر نے اسے اطلاع دینا ضروری سمجھی جیسے۔

"آپ کیوں سٹڈی کریں گے ؟" بے ساختگی میں ہی وہ پوچھ بیٹھی۔

"بیگم سٹڈی آپ کو کرواؤں گا تیار رہیے گا۔" تپانے والی مسکراہٹ سے کہتا اپنی نظریں دوبارہ جھکا گیا۔

www.novelsclubb.com

***________**________**

"حیام۔۔۔!" کانوں میں چنگھارتی ہوئی اس کی تیز آواز سنتے وہ ہڑ بڑا کے آنکھیں کھولتی نا سمجھی سے دیکھنے لگی جو سامنے ٹی شرٹ میں بیٹھا اس کو سخت گھور رہا تھا۔

"جی۔۔" زبردستی ایک دو بار اپنی آنکھیں جھپکتی دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"دھیان کہاں ہے تمہارا۔۔؟" سختی سے اس سے پوچھنے لگا تو حیام کے ماتھے پہ بل آئے۔

"کہیں نہیں ادھر ہی ہے،جی آپ کیا کہہ رہے تھے۔" بے زاریت سے اپنی آنکھیں سامنے نوٹس پہ مرکوز کرتے دوبارہ سے پوچھنے لگی۔

"کب سے بتا رہا ہوں ایک ہی بات تم پھر پوچھ رہی ہو۔۔۔"

"ایک تو آپ کا پڑھانا بھی ایسا ہے کہ فریش سا انسان بھی اونگھنا شروع کر دے۔"

وہ بدمزہ ہوتے بولی اور نوٹس کو پٹخنے کے انداز میں اپنے سامنے رکھا۔

"نالائق سٹوڈینٹ ہوں تو ایسا ہی سوچتے ہیں،جب کچھ سمجھ نہ آئے تو الٹا سمجھانے والے کو کوسنا۔" الٹا وہ اس پہ برسنے لگا تو حیام منہ بنا کے آنکھیں گھما کے رہ گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے نہیں سننا کچھ تھک گئی ہوں میں۔" اس کے غصہ ہونے پہ وہ بھی تنک کے کہتی سب سمیٹنے لگی اور سب کچھ پیچھے کرتی سونے کے لیے جگہ بنانے لگی۔

"کدھر ابھی پورا لیکچر پڑا ہے تمہارا۔" اس کو سونے کی تیاری کرتے اس کا بازو پکڑا۔

"تو کس نے کہا تھا میرا لیکچر چھڑوائیں اب مجھے آپ سے سمجھ نہیں آ رہی تو بس۔۔۔ ہٹیں اب سونے دیں مجھے، پڑھانا آتا نہیں اور رعب جھاڑ رہے ہیں مجھ پہ۔" واقعی اس وقت اسے جانے کیوں نیند آنے لگی تھی حالانکہ کلاس میں اس کا لیکچر سنتے بہت مزہ آتا تھا لیکن ابھی اسے نیند آنا شروع ہو گئی تھی شاید اس وجہ سے کہ وہ سوال جواب نہیں کر رہا تھا جس طرح کلاس میں سب کو انوالو کر کے کرتا تھا۔ تبھی وہ شدید بوریت کا شکار ہو رہی تھی۔

"ویسے بھی کل کیا آگے بہت دن آف ہے میرا تو براہ مہربانی اپنا یہ بوریا بستر اٹھائیں اور چلتے بنیں۔" مشکل سے اپنی جمائیاں روکتے وہ لیٹتے آنکھیں موند گئی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دو دن میں آپ کو ایک اسائمنٹ سبمٹ کروانی ہے جو ایک سروے ہے۔" اس نے جیسے اسے تپانا چاہا۔

"کوئی اسائمنٹ نہیں ملی مجھے۔" مزے سے کہتی دوسری طرف کروٹ بدل گئ اور خود پہ کندھے تک لحاف اوڑھ لیا۔

"جی آپ کو کوئی نہیں ملی ہو گی لیکن میں نے ضروری تھی آپ کے کلاس میں آنے سے پہلے۔ کنفرم کرنے کے لیے آپ اپنی دوست سے رجوع کر سکتی ہیں۔"

وہ مزے سے اس کے سر پہ بم پھوڑے سارا کچھ سمیٹتا خود بھی لیٹ چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

"یہ میرا شوہر مجھے ایسے ہی روز اسائمنٹ دیا کرے گا۔ میری روکھی سوکھی زندگی۔ صنم کمینی کی بددعا لگ گئ جو کھڑوس شوہر پلے پڑ گیا میرے۔" وہ خود پہ افسوس کرتی صنم کو کوسنے لگی جب اس نے اسے کہا کہ عاصم جیسا بندہ اس کی زندگی میں بھی آئے لیکن عاصم جیسا کیا عاصم صاحب خود تشریف فرما تھے اس کی زندگی میں۔

"سردی زیادہ نہیں ہو رہی؟" ابھی وہ صنم کو ملامت کرنے میں مصروف تھی جب اپنے بالکل قریب سے جہانگیر کی سرگوشی گونجی۔

"ہاں جی میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ دوسرے کمرے سے ایک اور کمفرٹر لے آؤں ضرورت پڑ سکتی ہے آپ کو۔" اس کے قریب آنے پہ وہ گھبرا تو گئی تھی لیکن پھر سنبھلتے اس نے جلانے والی مسکراہٹ سجاتے جواب دیا جس پہ وہ متبسم ہوا۔

"آدھا بھی کافی ہے۔۔۔ ہمارے لیے۔" وہ ذو معنی لہجے میں مزید اس کے کان کے قریب ہوتا سرگوشی میں کہنے لگا کہ حیام نے ہمت کرتے نا سمجھی سے زرا سی گردن اس کی طرف موڑتے دیکھنا چاہا تو وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں کا تصادم ہوا تو حیام کو اپنے دل کی آواز کانوں میں بجتی سنائی دی۔ محبت کے ہزاروں رنگ وہ آنکھوں میں بسائے اس کو دیکھنے میں محو تھا۔ اس کی گہری چمکتی آنکھوں کی میں دیکھتے وہ جیسے ایک سحر میں جکڑے جا رہی تھی۔

"خمارِ بادہ، خرامِ آھو، نگاہ نرگس، نوائے بلبل

www.novelsclubb.com

کسی نے ان کا پتا جو پوچھا تو ہم تمہاری مثال دینگے"

"بیہوش نہ ہو جانا تعریف کی ہے بس۔"اس کی کالی آنکھوں میں معصومیت کے ساتھ الجھن دیکھتا وہ ہلکا سا ہنسا تھا۔

"گڈ نائٹ۔۔۔"اس کے رومانوی انداز پہ حیام کے دل میں جیسے گدگدی سی ہوئی لیکن اگلے ہی پل اس نے ہنس کے اس کو مرچی چکھا دی تھی جیسے، تبھی وہ کھٹک سے کہتی واپس گردن موڑ گئی۔ جبکہ وہ بے ساختہ ہی قہقہہ لگا اٹھا۔

----------------**

صبح جہانگیر حیام کو جگائے بغیر ناشتہ تیار کر کے یونیورسٹی کے لیے نکل گیا۔ یونیورسٹی میں اس کے شروع کے سال کی کلاسز میں لیکچر ہوا کرتے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

حیام کو اس نے رات کافی دیر تک پڑھائی میں مصروف رکھا تھا پھر تھک ہار کے وہ خود ہی سونے کے لیے لیٹ گئی۔

تقریباً ساڑھے آٹھ بجے اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کیچن وغیرہ کو وہ سمیٹ کے جا چکا تھا، باقی لاونج وغیرہ بھی سب سیٹ تھا بس اپنا روم اسے سمیٹنا تھا۔

"اس معاملے میں میں لکی ہوں کہ میرا شوہر سگھڑ بہت ہے۔" جہانگیر کی کھلے دل سے تعریف کرتے اپنے بکھرے بالوں کا جوڑا کرتے ہوئے کیچن میں داخل ہوئی تھی۔ خود کو چھوٹی سی شال میں لپیٹا تھا اور آج کل اس کی عادت بن گئی تھی کہ وہ جہانگیر کے سوفٹ سلیپر پہن کے گھر میں گھومتی تھی کہ یہ بڑے بھی ہیں اوپر سے سوفٹ بھی۔

"ناشتہ کر لیا؟" ابھی وہ ناشتے سے فارغ ہوئی تھی کہ جہانگیر کی کال آگئی۔ اس کو ریسیو کرتے وہ ساتھ ساتھ لاؤنج میں جھاڑو لگا رہی تھی۔

"جی کر چکی ہوں، صبح بغیر اٹھائے چلے گئے آپ نے ناشتہ کیا؟"

"جی میں نے کر لیا تھا، اچھا میں نے یہ بتانا تھا کہ میں تھوڑا لیٹ ہو جاؤں گا تو ویٹ نہیں کرنا، شام کا کھانا کچھ ہلکا پھلکا سا بنا لینا۔۔میری ایک میٹینگ ہے او کے۔" وہ سنجیدگی سے اپنے نا آنے کا بتا رہا تھا جب حیام اپنا جھاڑو چھوڑ کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خیریت۔۔۔میٹینگ کہاں؟" جانے کیوں وہ پوچھنے لگی۔

"ہاں بس ایک ضروری کلائنٹ ہیں میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا، اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔" اب اس کا لہجہ مسکراتا تھا جس کو سنتے وہ محض سر ہلا گئی۔

سارے کام کرنے میں اسے تھوڑا ہی وقت لگا تھا تبھی صنم نے اس کو کال کرتے کہا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے مارکٹ جانا چاہتی ہے تو اس کے ساتھ آئے۔۔پہلے تو انکار کر گئی لیکن بعد میں حامی بھرتے تیار ہو گئی۔

صنم نے اس کو دوپہر کے بعد جانے کو کہا تھا تو اس نے سوچ کہ کچھ بنا لے تب تک یہ نہ ہو کہ کہیں دیر نہ ہو جائے واپس آتے آتے۔

مکس سبزی بناتے اس نے صنم کو کال کر دی کہ وہ آ رہی ہے۔۔ جاتے جاتے اس نے جہانگیر کو ایک میسج چھوڑ دیا کہ وہ صنم کے ساتھ مارکٹ جا رہی ہے۔

__________________**

"اور کیا کیا رہ گیا ہے تمہارا؟ عاصم گھر آنے والے ہیں یار۔۔۔" صنم کے ساتھ اسے آئے گھنٹے سے زیادہ ہو گیا تھا، صنم نے کہا تھا بس کہ تھوڑی دیر کا کام ہے لیکن ابھی اس کی چیزیں تھیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"بس یہ آخری، ارتسام کی برتھ ڈے ہے تو ان کے لیے کچھ لینا ہے۔" مینز شاپ پہ داخل ہوتے وہ بولی۔

"اچھا تو تم اسی لیے آئی ہو تبھی یہ سب خرید رہی ہو اہتمام کے لیے۔" حیام نے ساتھ چلتے اس کو چھیڑا تو وہ بلش کر گئی۔

"ہاں بس اسی کی تیاری کرنے کے لیے، تم بتاؤ سر کی کب آتی ہے؟" وہاں ہینگ شرٹس کو دیکھتے صنم نے جاننا چاہا۔

"یار صنم کتنی بار کہوں سر نہ کہا کرو میرے سامنے۔" وہ جھنجھلا کے بولی تھی ساتھ ہی اس نے ایک ڈارک گرے چیک والی شرٹ ہاتھ میں تھامی تھی جو اسے پسند آئی تھی۔

"ہاہا۔۔! اچھا سوری بتاؤ کہ بھائی کی کب آتی ہے برتھ ڈے؟" اس کے جھلا کے کہنے پہ صنم کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

"مجھے کیا پتا تمہارے بھائی بتاتے تھوڑی ہیں مجھے۔" وہ صنم کو اس کی بہن سمجھتے برائی کرنے لگی۔

"اوہو۔۔۔۔تو کبھی پوچھ لینا باتوں باتوں میں، پیار پیار میں۔" صنم نے اس کے کندھے پہ ٹھوکہ مارا جس پہ وہ ہلکا سا مسکرائی لیکن اپنی مسکراہٹ روکتی اس کو گھورنے لگی۔

"یہ بھائی کے لیے پسند کی ہے۔" اس کو شرٹ کا جائزہ لیتے دیکھ صنم نے پوچھا تو وہ چونکی۔

"ارے نہیں ایسے ہی دیکھ رہی تھی اچھی لگی بس۔" وہ شرٹ کو واپس رکھتی بتانے لگی۔

"لے لو یار بہت اچھی ہے۔" صنم نے واپس اسے پکڑاتے کہا۔

"وہ یہ پہنتے نہیں 'کیا اچھی لگے گی ان کو۔" تھوڑا کتراتے اس سے پوچھنے لگی جس پہ صنم چاہتے ہوئے بھی اپنا قہقہہ نہ روک پائی۔

"یہ تو تم ان کو پہنا کے آئی مین دے کے پوچھنا کہ ان کو اچھی لگی کہ نہیں ویسے مجھے بہت پسند آئی ہے یہ۔" اس کے سٹپٹانے پہ صنم نے شرارتی مسکان سے بات بدلی تو حیام لینے کو تیار ہو گئی۔

"ٹھیک ہے میں لے لیتی ہوں اور اس کے ساتھ پرفیوم بھی لے لیتی ہوں کوئی۔" خود سے کہتی وہ کچھ اور چیزیں بھی دیکھنے لگی۔

صنم اس کی جہانگیر کی چیزیں خریدنے میں دلچسپی بڑے مزے سے دیکھ رہی تھی۔۔یقیناً اسے اچھا لگ رہا تھا اپنے عاصم جہانگیر کے لیے چیزیں خریدتے۔

"ہو گیا تمہارا سب۔۔" صنم اپنا کام مکمل کرتی اس سے پوچھنے لگی۔

"ہاں میں نے بھی لے لیا۔دیکھو یہ والی اچھی رہے گی نا ان کے لیے۔" ایک پیکڈ ٹائی اس کو دکھاتے رائے جاننے لگی جس پہ صنم نے ستائشی نظروں سے دیکھا۔

"واہ یار کچھ نہ خریدتے بھی تم نے اپنے عاصم کے لیے بہت کچھ خرید لیا ہے۔" صنم ہلکا سا ہنستی ہوئی کہنے لگی جس پہ وہ بھی مسکرا دی۔

"ہاں بس ایسے ہی، چلیں گھر 'اب آنے والے ہونگے عاصم بھی۔" وہ مضطرب سی ہوئی گھر واپس جانے کو۔

"ہاں چلتے ہیں ایسا کرتے ہیں یہاں سے ہلکا پھلکا سا کچھ لے لیتے ہیں ٹھیک ہے۔" وہ دونوں پیمنٹ کرتیں باہر نکلیں اور وہیں فوڈ کورٹ میں داخل ہوتیں وہاں جوس کا آرڈر دینے لگیں۔

صنم جوس لیتے واپس مڑی تو حیام کا دھیان ایک جگہ دیکھتے وہ نظروں کے تعاقب میں دیکھنے لگی جہاں ایک لڑکی بیٹھی تھی جس کے سامنے ایک لڑکا بیٹھا تھا اس سے بات کر رہا تھا۔اور صنم کو یقین تھا کہ حیام پہچان بھی چکی ہے اسے تبھی اسے پتھرائی آنکھوں سے دیکھتی ساکت کھڑی تھی۔

"حیام چلیں۔۔۔!" صنم نے پھر بھی انجان بنتے کہا کہ وہ گھر جا کے ہی بات کرے لیکن شاید حیام اس موڈ میں نہیں تھی۔

"صنم وہ۔۔۔عاصم ہیں نا۔" اس سے پہلے صنم پھر کچھ کہتی حیام کی سنجیدہ سی آواز ابھری۔

"آؤ انہیں کے پاس چلتے ہیں پھر ساتھ ہی گھر چلیں گے۔" حیام اس کی بات پہ دھیان دیئے بغیر ان کے ٹیبل کی جانب چل دی جہاں وہ لڑکی اب مسکرا کے بات کر رہی تھی۔

"یہ بیوی ہو گی ان کی۔۔وہی والی جس کے بچے بھی ہیں، دی جان اسی بارے میں باتیں کیا کرتی تھیں اگر ایسا ہوا نا تو میں نے ان کو چھوڑنا نہیں۔" وہ دل ہی دل میں اداسی سے سوچنے لگی کہ خود پہ رونا آنے لگا، اتنی محبت سے اس کھڑوس کے لیے گفٹس لیے تھے اور وہ یہاں اپنی پہلی بیوی۔۔'پہلی میں ہوں یہ دوسری ہے'

دوسری بیوی کے ساتھ مزے سے بیٹھا گپیں ہانک رہا تھا۔۔۔"گھر چلیں زرا کھانا نہیں دینا میں نے۔۔۔دھوکے باز انسان۔"

دل ہی دل میں منصوبے بناتے زبردستی لبوں پہ مسکراہٹ سجائے وہ ان کے ٹیبل کے قریب جاتے کھڑی ہو گئی۔

صنم حیام کی شکل دیکھتے خود بھی زبردستی مسکراتی اس کا ساتھ دینے چلی آئی جبکہ کہیں نہ کہیں وہ جانتی تھی کہ سر عاصم کی کوئی یہ کلائنٹ تھی۔

"السلام علیکم!"حیام وہاں پہنچتے ہی گہری مسکان لیے بولی تو عاصم خوشگوار حیرت لیے کھڑا ہو گیا، کھڑی تو وہ بھی ہو گئی تھی جو سامنے بیٹھی تھی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔حیام تم یہاں آؤ بیٹھو۔"وہ اسے دیکھے بالکل بھی پریشان نہیں ہوا تھا جس پہ حیام کو حیرت ہوئی لیکن صنم نے سکھ کا سانس لیا کہ وہ واقعی ٹھیک سوچ رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جی ضرور۔۔۔"وہ منع کرنے کے بجائے مزے سے اس کے بالکل ساتھ کرسی کے جوڑے بیٹھ بھی گئی۔ صنم اس کی حرکت پہ مسکراہٹ دباتے سامنے بیٹھی لڑکی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"یہ کون ہیں؟"بظاہر وہ نارملی پوچھ رہی تھی لیکن اس کا پوچھنے کا انداز ایسا تھا کہ وہ ابھی کچھ کر بیٹھے گی۔

"یہ فریحہ ہیں، یونیورسٹی میں جو آپ کی میم ہیں نا ان کی بھانجی ہیں یہ۔"جہانگیر نے سرسری سا بتایا تو حیام نے محض سر ہلایا۔

"چلیں آپ لوگ باتیں کریں ہم چلتے ہیں۔"حیام جان بوجھ کے کہہ کے اٹھنے لگی کہ کیا جہانگیر کو فرق پڑتا ہے کہ نہیں۔

"رکو ساتھ چلتے ہیں، بس جانے ہی والے تھے۔"جہانگیر بھی ساتھ کھڑا ہوتا بولا تو صنم اور وہ فریحہ نامی لڑکی بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔دکھنے میں تو خوبصورت تھی لیکن

کافی کمزور لگ رہی تھی، آنکھوں کے گرد ہلکے نمایاں تھے اور اعصابی طور پہ بھی وہ بہت کمزور لگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ ایک بار پھر چکر لگایئے گا انفیکٹ میں آپ کو کال کروں گا ٹھیک ہے۔" سامنے کھڑی لڑکی کو مخاطب ہوتے بولا تو وہ اس کا شکریہ ادا کرتی وہاں سے چلی گئی۔

"چلیں۔۔۔" اب اس نے صنم اور حیام دونوں کو دیکھتے پوچھا صنم تو فوراً جی کہہ کے چل دی جبکہ حیام کا موڈ جیسے آف سا ہو گیا۔

"وہ کون تھی؟" اس نے ساتھ چلتے پوچھا۔

"بتایا تو ہے کہ ہماری سینئیر کی بھانجی۔" وہ سرسری سا بتانے لگا ساتھ ہی اس کی نظر اس کے ہاتھ میں پکڑے بیگز پہ گئی۔

"یہ۔۔۔؟" وہ استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"یہ صنم کے ہیں۔" وہ فوراً سے جھوٹ بولتی صنم کی طرف اشارہ کر گئی جس پہ صنم پل میں بوکھلائی، ابھی حیام کا بالکل دل نہیں کر رہا تھا اس کو بتانے کو کہ اس نے اسی کے لیے شاپنگ کی تھی وہ بھی دل سے۔

صنم کو پہلے گھر ڈراپ کرتے وہ حیام کو لیے واپس گھر آیا، اس کی سارے رستے کی خاموشی اس نے کافی محسوس کی وجہ بھی وہ اچھے سے جانتا تھا۔

"آپ مال پہ ان کے ساتھ کیوں تھے۔ میرا مطلب کہ آپ یونیورسٹی بھی مل سکتے تھے یوں اس طرح پبلک پلیس میں۔" وہ ناچاہتے ہوئے بھی خود کو روک نہ پائی تو گھر پہنچتے ہی اپنی خاموشی کو توڑا۔

"وہ مینٹلی ڈپریسڈ تھیں، میری پیشنٹ ہیں وہ اور میں اکثر اپنے کلائنٹ کو ایسی پبلک پلیس میں بلاتا ہوں تاکہ وہ جھجکیں نہ، ان کا کانفیڈینس بلڈ اپ ہو ورنہ شروع میں وہ میرے آفس ہی آتے ہیں۔" بغیر کسی لگی لپٹی کے اس نے اصل بات بتائی۔

www.novelsclubb.com

"مطلب آپ تھیراپیز بھی کرتے ہیں۔" وہ جتنا حیران ہوتی کم تھا کیونکہ یہ نئی بات تھی جو اسے پتا چل رہی تھی۔

"ہمم جی کانسلنسگ کرتا ہوں زیادہ کلینیکل نہیں لیکن بس مینٹل سٹریس لوز کرنے کے لیے۔" اس نے مسکا کے بتایا تو حیام کو شرمندگی ہونے لگی خوامخواہ وہ اسے اپنی سوتن سمجھنے لگی تھی۔

"ہمم وہ بیمار بھی لگ رہی تھیں کافی۔" حیام نے افسوس سے کہا۔

"ان کے پیرنٹس کی علیحدگی ہو چکی ہے لڑائیاں جھگڑوں کی وجہ سے کافی دیر پہلے تو وہ اس بات پہ بہت زیادہ ڈسٹرب ہیں، ہٹ کے رہ گئی ہیں وہ اسی وجہ سے وہ اپنی فیملی کو بھی ٹھیک طرح ٹریٹ نہیں کر پا رہیں تبھی مجھے میڈم نے کہا کہ ان سے تھوڑی بات چیت کروں، اور آج تو وہ بہتر بھی تھیں پہلے سے۔" جہانگیر نے ہلکی سی وضاحت بھی کر دی وہ جانتا تھا کہ اس وقت وضاحت کی ضرورت بھی تھی اسے کیونکہ وہ اسے غلط سمجھ رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کی بات سنتے وہ حیام بالکل خاموش ہو گئی وہ واقعی تھوڑی نادم تھی اپنی سوچ پہ۔ اور اب تو اسے یہ بھی افسوس ہونے لگا کہ اس نے اپنی لی ہوئی چیزیں بھی صنم کو پکڑا دی تھیں کہ ابھی وہ لے جائے بعد میں مگوا لے گی اس سے۔

"آج شاپنگ کا پلین کیسے بنا۔" وہ کھانا کھا رہے تھے جب جہانگیر نے پوچھا۔

"ایسے ہی صنم کا پلان تھا تو مجھے بھی لے گئی۔"

"کچھ لیا۔۔۔؟" اس نے مزید پوچھا۔

"میں نے۔۔۔اوہاں میں نے لیا تھا لیکن لگتا ہے کہ صنم کے پاس رہ گیا کوئی بات نہیں میں اس سے مگوا لوں گی۔" وہ جیسے یاد کرتی اس کو بتانے لگی جس پہ ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھتا واپس کھانا کھانے لگا۔

"جھوٹ نہیں بولا جاتا تم سے تو کوشش نہ کیا کرو، سیکنڈ نہیں لگتا تمہیں پکڑنے میں۔" اس کے جھوٹ کو بھانپتا وہ بولا تو وہ خجل سی ہو کے رہ گئی۔

"ایسی بات نہیں واقعی میرے زہن میں نہیں رہالینا۔"

"لیا کیا تھا؟"اس نے مزید جاننا چاہا۔

"کچھ خاص نہیں بس اپنی ایک دو چیزیں۔"ایک اور جھوٹ بولا اور جلدی سے اٹھ کے برتن سمیٹنے لگی۔

"رائٹ میرا اور تمہارا الگ تھوڑی ہے۔ بائی داوے نائس کلر چوائس۔"وہ جاتے جاتے اس کو ساکت چھوڑ گیا۔۔۔مینا دیکھ لیا ہو گا اس نے سب تبھی اس کو چڑا رہا تھا۔

جہانگیر کو تبھی معلوم پڑ گیا تھا کہ وہ اس مال میں جھوٹ بول رہی تھی کہ وہ صنم کا تھا۔ تبھی جب صنم کو گھر ڈراپ کرنے لگا تو اس سے وہ بیگز لے لیے تھے اس نے، اس کو کیچن میں بزی ہوتا دیکھ وہ بیگ جب اندر کبرڈ میں رکھ رہا تھا تب اس کی نظر شرٹ کے کلر پہ گئی تھی البتہ خود نکال کے دیکھا نہیں تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اگر میرے لیے کچھ پسند کر کے خرید لیا تھا تو دینے میں کیسی جھجک۔" کمرے میں جیسے ہی وہ داخل ہوئی تو چینج کرتا جب وہ باتھ سے باہر نکلا، اس کے قریب آتا نرمی سے کہنے لگا تھا۔

"بس ایسے ہی لیا تھا پسند نہیں کیا تھا میں نے۔" وہ بات کو گھماتی وہاں سے جانے لگی۔۔اب اتنا پتا چل گیا تھا تو اس کو طنز کے تیر مارنے کی بھی کیا ضرورت تھی۔۔ لومڑ

"حیام جانم یہ جو آپ کی آنکھیں ہیں نا آپ کا سچ واضح کر جاتی ہیں، مجھ سے تو ویسے بھی جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کریں بقول آپ کے پرسنالٹی انالسز کر سکتا ہوں میں، اور آپ کو پڑھنا تو میرے لیے سب سے زیادہ دلچسپ اور لگن والا کام ہے۔" اس کے کان کے پاس کی لٹ کو انگلی سے تھامتا وہ محبت سے سرگوشی کرتا گویا ہوا ساتھ ہی بے باک انداز میں آنکھ دباتا اپنی مسکراہٹ چھپاتا بیڈ کی جانب گیا کہ اس کی بات پہ وہ کانوں کی لو تک سرخ پڑ گئی تھی۔

"شوہر کو نوازنے کے لیے کوئی مہذب گالی بھی نہیں میرے پاس۔۔۔" وہ مشکل سے خود کی مسکراہٹ چھپاتی ادھر اُدھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

_______________**

"کیا رپورٹ ہے اس ہفتے ہی کیف کی؟" اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی اس نے وہاں موجود کیئر ٹیکر سے پوچھا جس کو وہ پچھلے کچھ دنوں سے اپائینٹ کر کے گیا تھا۔

"ان کی مینٹلی حالت بہتر ہو رہی ہے ساتھ میں وہ خود بھی اپنے باڈی پارٹس موو کرنے کی کوشش میں ہوتے ہیں، ایک دو بار انہوں نے اپنے ہاتھ ہی انگلیاں ہلانے کی کوشش بھی کی ہے اور پلکوں میں جنبش بھی آئی ہے۔" وہ مؤدب سا کھڑا ساری صورتحال سے آگاہ کرنے لگا۔۔ وہ واقعی اب بہتری کی جانب آگیا تھا۔۔۔ اس کا دماغ اب سب سننے سمجھنے کی صلاحیت رکھنے لگا تھا تبھی وہ اٹھنے کی کوشش بھی کرتا تھا۔

www.novelsclubb.com

لیکن دو ماہ ایسے ہی بیڈ پہ بیٹھے اس کی باڈی پیرالسز کا شکار تھی تو سب اتنی آسانی سے ہو نا ناممکن تھا۔

"ڈاکٹرز آرہے ہیں چیک آپ کرنے؟" فائل رکھتے اس کے سرہانے کے قریب ہی بیٹھا پوچھنے لگا۔

"ہاں جی دو دن بعد ضرور چکر لگا رہے ہیں، اظہر صاحب اور عامر صاحب بھی یہاں ہی ہوتے ہیں آپ بے فیر رہیں سر۔" وہ مزید اس کو بتانے لگا جس پہ جہانگیر کو تسلی ملی۔

"ڈاکٹرز کا یہ بھی کہنا تھا کہ ان کے لیے ایک فزیوتھراپسٹ کو رکھا جائے جو باقاعدہ ان کی باڈی موومنٹ کو جج کر سکے۔" ڈاکٹر کی ہدایت یاد آنے پہ وہ جلدی سے بولا مبادہ کہیں بھول ہی نہ جائے۔

"گریٹ ماشاءاللہ! ان شاءاللہ بہت جلد میں ارینج کرتا ہوں اس کا بھی۔" اس کی کنڈیشن کے بارے میں جانتا وہ مسرور ہوا تھا۔۔

اب بس جلد جلد وہ اس انتظار میں تھا کہ وہ کب وہ اپنی آنکھیں کھولتا مکمل ہوش و حواس میں آتا تھا۔

اس کی نظر میں ایک فزیو تھراپسٹ تھا کوئی، اب اس سے بات کرنا تھی کہ وہ مان جائے کیف کے پاس رہنے کو دن میں باقی رات میں تو اظہر صاحب تو ہوتے ہی تھے یہاں۔

________________**

"کیا ہو گیا ہے آپ کو جو مجھ سے چھپتی پھر رہی ہیں آپ؟" جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہاں سے دعا کے کپڑے لیتے باہر جانے لگی تھی کہ اس کی پکار پہ وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔ بھلا وہ کب اس سے بھاگنے کی کوششوں میں تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں کب آپ سے چھپ رہی ہوں آپ کے ساتھ ہی ہوتی ہوں۔" اس کی بات پہ وہ برا مناتے کہنے لگی تھی۔

"ساتھ ہوتی ہیں پاس نہیں۔" ایک ہی جست میں اپنے قریب کھینچتا وجود کا حصہ بنا گیا کہ وہ بوکھلاتی اپنی دھڑکنوں کا شمار کرنے لگی۔

"اب کیا ہو گیا ہے آپ کو سب گھر پہ موجود ہیں۔" اس کے حصار کو کھولتے اس نے باہر جانا چاہا جب وہ ایسے ہی اپنے حصار میں لیتا خود ہی دروازہ لاک کر گیا جس پہ اس کی آنکھیں حیرت کے مارے کھل گئی۔

"عماد کیا حرکت ہے یہ ابھی مجھے کام ہیں بہت۔" اس کو آنکھیں دکھاتی واپس جانے کو تھی کہ کپڑے اس کے ہاتھ سے لیتے صوفے پہ رکھے۔

"عماد۔۔۔" اس کو اچانک وہ بازؤں میں بھر گیا کہ وہ بوکھلاتی چیخ اٹھی۔

"ویسے آپ بھی عجیب ہیں بہت، دوسروں کے سامنے شکوے شکایات کر رہی ہوتی ہیں کہ آپ کا شوہر یعنی میں خیال نہیں رکھتا پیار نہیں کرتا اور جب کرنے پہ آتا ہوں تو عماد۔۔۔!!"اس کے قریب ہی نیم دراز ہوتا ہاتھوں کو لبوں سے لگاتا تیکھی نظریں کرتا اس کی کل کی کہی بات پہ چوٹ کرنے لگا جو وہ دی جان کے پاس بیٹھی شکوے کر رہی تھی۔

"ہٹیں پیچھے یہ کوئی وقت ہے۔" وہ ہنستی اسے دور کرنے لگی جس پہ عماد مزید قریب ہوا۔

"لو بھلا، پیار کا بھی وقت ہوتا، یہ ہر پل 'ہر وقت ہوتا ہے۔" مخمور لہجے میں کہتا ایک سرور بھرپا کر گیا۔

"رومینٹک ہو رہے ہیں!" گل نظریں اس کے ہاتھ پہ جماتے مسکراہٹ دباتے کہنے لگی تو اس کی ہاتھوں کی مومی انگلیوں کو لبوں سے لگاتے آنکھیں میچتے اثبات میں

سر ہلا یا پھر معصومیت سے آنکھیں وا کرتے اس کے خوبصورت نقوش کو نظروں سے چھونے لگا کہ ہر طرف جیسے گلاب سا رنگ بکھر گیا۔

اپنی قربت کی رنگین تتلیاں اس کے رخساروں پہ دیکھ وہ لہجے میں کچھ خمار لیے اس کے کان کے قریب جھکا تھا۔اس کی سرگوشی سنتے وہ حیرت سے آنکھیں پھیلا گئی۔

"بتائیں۔۔۔؟" کہہ کے وہ اس سے ہلکا سا دور ہوتے آنکھوں میں شریر سی چمک لیے پوچھنے لگا۔

"یہ کس وقت فرمائش کر رہے ہیں آپ مجھ سے ہٹیں۔" اس کی بات پہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنستی گلابی رخساروں سے پیچھے ہٹانے لگی۔

"فرمائش کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے بھلا۔" اس کو اٹھنے کی تیاری کرتے دیکھ اس کی جانب جھکا۔

"اچھا مجھے اٹھنے تو دیں کام ہیں بہت۔" اس موضوع سے بھاگنے کو وہ بات بنانے لگی۔

"جائیں اب۔۔۔" ایک دو شوخ سی بے باک جسارت کرتا وہ مزے سے پیچھے ہٹا اور جانے کی اجازت دینے لگا۔

"کتنے برے ہیں آپ۔" اپنا تنفس سنبھالتی اناری گلابی گال لیے اس کو خفگی سے دیکھتی اٹھی اور کندھے پہ ایک چپت رسید کی۔

آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اس نے اپنے رخسار کو دیکھا جہاں اس کے دانتوں کے نشان واضح تھے۔

"نوازش۔۔۔" وہ شرارتاً کہتا اس کے پیچھے ہی اٹھا اور آئینے میں اپنا اس کا مکمل عکس دیکھتے وہی نشان پہ چاہت سے لب رکھے۔

www.novelsclubb.com

"دعا کدھر ہے؟" کبرڈ کھولتے اس نے پوچھا اور اپنا کوئی استری شدہ سوٹ دیکھنے لگا۔

"وہ ابھی آئی تھی سکول سے اور دی جان کے پاس بیٹھی نخرے دکھا رہی ہے، اسی کے کپڑے ہی لینے آئی تھی میں۔" چہرے پہ ہلکی سی بیس لگاتی اس پہ بلش آن لگانے لگی۔

"ہاں میں نے خدا بخش کو کہا تھا لانے کو۔"

کبرڈ سے گرے رنگ کا شلوار سوٹ نکالتے اس کو بتانے لگا تو اپنا کام روکتی گل نے وہ سوٹ اس کے ہاتھ سے لیتے واپس رکھا اور بلیک رنگ کا نکالتے دیا تھا۔

"ویسے اس کی ضرورت نہیں آپ کو' پہلے ہی کافی لگا تھا۔" بلش آن لگاتے دیکھ وہ آنکھ دبا کے کہتا سوٹ لیتا واش روم چلا گیا۔

"ہاں یہ جو کر کے گئے ہیں نا پھر اس کے وضاحتیں کرتے باہر آ کے۔" رخسار پہ نشان کی طرف اشارہ کرتے وہ طنزیہ کہنے لگی تو وہ ہنسنے لگا۔

"بیگم پیار کی نشانی دے کے گیا ہوں آپ کو۔" اندر سے اس کی سنجیدہ سی آواز ابھری تو وہ خفگی سے دعا کے کپڑے اٹھاتی باہر نکل گئی کمرے سے۔

"اتنی دیر لگا دی آنے میں۔" دی جان کے کمرے میں ابھی وہ داخل ہوئی ہی تھی کہ تائی جان نے پوچھا۔

"جی بس وہ عماد کو کپڑے دے رہی تھی نکال کے۔" عام سے لہجے میں کہتی وہ دعا کا دی جان کے پہلو سے اٹھانے لگی جو اس کا موبائل پکڑے اس میں گیم کھیلنے میں مصروف تھی۔

"آ جاؤ ادھر۔۔۔" دعا کو بلاتے اس کے کپڑے چینج کرنے لگی تو اچانک ٹھٹھک کے رک گئی۔

"آپ کو تو بخار ہے وہ بھی اتنا تیز۔۔"اس کے ماتھے کو چھوتے وہ متفکر ہوتے بولی تو دی جان نے بھی پریشانی سے دیکھا۔

"ہاں ایتھے بیٹھی تھکی تھکی لگ رہی سی۔"دی جان نے اپنے پاس بٹھاتے فکر مندی سے کہا تو تائی جان جلدی سے باہر گئیں۔

"ادھر دادو کے پاس ہی لیٹ جاؤ میں ابھی کچھ ہلکا پھلکا بنا کے لاتی ہوں، پھر شام کو بابا کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جائیں گے۔"اس کو چینج کرواتے وہیں پہ لیٹاتی بولی۔

"نہیں یہ نہیں دینا لیٹ کے دیکھو گی تو سر درد ہوگا۔"اس کے موبائل مانگنے پہ وہ جھڑکتی ہوئے لحاف اوڑھنے لگی تبھی کمرے میں رفاقت خان دادا جان داخل ہوئے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا ہوا ہے ہماری بیٹی کو۔" گل کی بات سنتے وہ پوچھتے دوسری سائیڈ پہ آتے دعا کا ماتھا چھوا۔

"پتا نہیں اچانک سے بخار ہو گیا سکول جاتے تو ٹھیک تھی ابھی چیک کیا تو بخار میں تپ رہی ہے۔" گل پریشانی کے تاثرات چہرے پہ لیے بتاتی اس کے کپڑے اٹھاتے سائیڈ پہ رکھتی خود بھی بیٹھ گئی۔

تائی جان کمرے میں آئیں تو ان کے ہاتھ میں سیرپ تھا۔

"یہ اس کو ایک چمچ پلاؤ، جب حیام کی طبیعت خراب ہوئی تھی تو اس کی دوائی منگوائی تھی تب خدابخش یہ بچوں والا سیرپ لے آیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے اس کو ایک چمچ پلا دو۔" ہاتھ میں پکڑا سیرپ گل کو تھماتے انہوں نے کہا تو اثبات میں سر ہلاتی اس کا پلانے لگی۔

"عماد کہاں ہے؟" داداجان نے پوچھا۔

"وہ شاید کہیں جا رہے ہیں ابھی تو روم میں تیار ہو رہے ہیں۔ بلا کے لاؤں کیا؟" گل بتاتی ان سے پوچھنے بھی لگی۔

"نہیں نہیں ابھی خود ہی آجائے گا تم دعا کے پاس بیٹھو۔" وہ کہتے خود ہی کمرے سے باہر نکل گئے۔ باہر نکلتے ہی انہیں عماد نظر آیا۔

"کب تک آؤ گے واپس۔۔۔۔؟" دادا جان کو تیار دیکھتے پوچھنے لگے۔

"بس تھوڑی دیر کا کام ہے جلد ہی واپسی ہو گی میری۔" شال خود پہ صحیح کرتا بتانے لگا، ابھی وہ شہر جانے والا تھا کہ کیف کی خیریت بھی معلوم کر لیتا اور ساتھ ہی جہانگیر کے ساتھ کچھ کیس کا کام تھا۔۔ وہ جلد ہی نپٹا کے واپس آنا تھا اس نے۔

"دعا کی طبیعت نہیں ٹھیک ابھی تو اس کو دوائی دی ہے تو شام میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا، ابھی تو ڈاکٹر بھی نہیں بیٹھی ہو گی۔" دادا نے جیسے ہی بتایا اس کے تاثرات پریشانی میں تبدیل ہوئے۔

"کیا ہوا اسے، مجھے تو بتایا ہی نہیں کسی نے۔" وہ پوچھتا ان کے بتانے پہ دی جان کے کمرے میں داخل ہوا جہاں وہ گل کی گود میں سر رکھے آنکھیں موندے لیٹی تھی۔

"کیا ہوا میری گڑیا کو۔۔۔" وہ محبت و متفکر ہوئے اس کے پاس آتا پیشانی پہ لب رکھتا گویا ہوا۔

"بخار ہو گیا ہے، ابھی سونے کے لیے لیٹی ہے شام میں ڈاکٹر کے پاس جائیں گے۔" گل نے بتایا تو عماد نے سر ہلایا۔

"پریشان نہ ہونا میں بس تین گھنٹوں میں واپس آ جاؤں گا، میں ڈاکٹر کو کال بھی کر دیتا ہوں۔" وقت دیکھتا بتانے لگا۔ اس کا جانا ضروری تھا ورنہ وہ ابھی دعا کو اپنے ساتھ لے جاتا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ آرام سے جائیں بس دوائی دی ہے ان شاءاللہ ٹھیک ہو جائے گی۔" گل نے مسکراتے کہا تو وہ سر ہلاتا اللہ حافظ کہتا وہاں سے نکلا۔

"ادھر ہی لیٹ جاؤ اس کے پاس تم۔" تائی جان نے کہا تو گل اوپر چڑھتی دعا کو اپنے ساتھ لپٹا کے لیٹ گئی اور اسے اچھے سے کور کیا۔

***__________**__________**

"ہاں گھر ہی ہوں آجاؤ، ٹھیک ہے۔۔ نہیں آفس چکر نہ لگا ناوہ میں صبح ہو آیا تھا بس یہی آجاؤ۔" فون پہ بات کرتا وہ کیچن میں داخل ہوا جہاں کندھے پہ دوپٹہ لٹکائے کھانے کا بڑا چمچ نکالے نمک چیک کر رہی تھی۔

پاس ہوتے اس نے اچانک بالوں سے کیچر نکال دیا جس سے بال اس کی کمر پہ بکھر گئے۔

"اوہو یہ کیا حرکت ہے؟"ایک ہاتھ میں چمچ دوسرے ہاتھ میں ڈھکن پکڑے وہ ماتھے پہ بل لیے بولی۔

پانی پیتے اس نے آنکھ کے اشارے سے کھانے پہ توجہ کروائی کہ "ادھر دیکھو" کہیں جل نہ جائے۔

"کیا ہوا۔۔؟"دوسری طرف فین حیام کی غصے سے بھری آواز سنتے عماد نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ایسے ہی بولتی رہتی ہے تمہاری بھابھی۔۔۔کوئی ملتا نہیں نا یہاں تو خود سے باتیں کرتی رہتی۔"کیچن سے باہر نکلتے عاصم کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ حیرانگی سے منہ کھول گئی کہ وہ اسے پاگل کہہ رہا تھا وہ بھی جانے کس سے بات کرتے۔

"اب یہ بال بھوت آ کے باندھے گے نا میرے۔"اس کی گوہر فشانی سنتے وہ غصے سے پیچھے سے سنانے لگی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کھانا تیار ہے، عماد بھائی یہی آرہے ہیں؟" وہ ڈائننگ ٹیبل پہ لیپ ٹاپ رکھے کچھ کام کرنے میں مصروف تھا جب وہ ٹشو سے ہاتھ پونچھتی اس کے قریب ہی کرسی پہ بیٹھی تھی۔

"ہمم۔۔۔! یہی آرہا ہے تم نے اسائمنٹ میل کر دی مجھے؟" گلاسز لگائے وہ مصروف سا اس سے پوچھنے لگا تھا۔ آج اتفاقاً اسنے سویٹر پہن رکھا تھا ساتھ بلیک جینز، حیام نے اس طرح پہلی بار دیکھا تھا۔۔اور بلاشبہ وہ اسے بہت وجیہہ لگ رہا تھا جس کا اظہار تو وہ بالکل بھی نہیں کرنے والی تھی۔

"نہیں۔۔۔۔!" لٹھ مار انداز میں جواب دیتی اس کی پہنچ سے پہلے اٹھنے کو تھی جب یکلخت اس کی کلائی کو تھامتا واپس کرسی پہ بٹھا گیا تھا۔

"وجہ۔۔۔؟ سب کی میلز آگئی ہیں مجھے تم نے کیوں نہیں بھیجی؟" وہ ماتھے پہ ہلکی سی شکن ڈالے پوچھنے لگا جس پہ حیام نے آنکھیں گھمائی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ گھر پہ تھے۔۔۔؟" وہ آبرو اچکائے الٹا سوال کرنے لگی، آنکھوں میں الجھن لیے وہ دیکھنے لگا۔

"اس سے میرا گھر پہ رہنے سے مطلب، کیا تم نے یہ سروے مجھ سے کرنا تھا۔" وہ نا سمجھی سے پوچھنے لگا۔

"سروے سے آپ کا مطلب نہیں تھا لیکن مجھے اس سروے کے لیے باہر لے جانے میں آپ سے مطلب تھا۔۔اب گھر بیٹھے تو میں بچوں سے غیبی طور پہ ان کی سٹڈی کا پوچھ نہیں سکتی ناں، ظاہر سی بات ہے مجھے جانا تھا۔" وہ دوبدو اس کو جواب دینے لگی جس پہ جہانگیر کو واقعی اپنی غلطی نظر آئی۔

"تو تمہیں یہ سب پہلے نہیں یاد آیا؟" پھر الٹا بات اسی پہ لے آیا۔

"سوری سر میرے شوہر کو گھر بیٹھنے کی فرصت نہیں تھی اسی لیے میں انہیں بتاتے بتاتے رہ گئی۔" وہ بھی جتاتی ہوئی کہنے لگی تو جہانگیر کے لبوں کے گوشوں پہ مسکراہٹ اپنی چھاپ دکھاتے فوراً غائب ہوئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تھوڑا بہت جتنا آئیڈیا ہے وہ کرو،اور اگر مزید ضرورت پڑے تو یہاں ایک دو فیملیز کو جانتا ہوں ان کے بچوں سے کافی ہیلپ ملے گی تمہیں۔"وہ اسے ایک دو فلیٹ چھوڑ کے فیملیز کا بتانے لگا جن کے بچے پڑھ رہے تھے۔۔اور اس کی اسائمنٹ بھی یہی تھی کہ بچوں کے سکول اور کالجز جا کے سروے کریں۔۔

"اوکے اب تو شام ہونے والی ہے تو کل جاؤں گی۔"اس کی بات پہ وہ مشکور ہوتی سر ہلا گئی ورنہ سب کے سامنے اس نے انسلٹ کرنے میں کوئی آر بھی محسوس نہیں کرنی تھی۔

"صبح تو ہم نے جانا ہے آپ کی دوست کی طرف۔۔۔"وہ یاد دلانے لگا۔وہ ہمیشہ اسے تپانے جلانے کے لیے آپ جناب استعمال کرتا تھا اور اب بھی اس کا کہنے کا مطلب یہی تھا کہ تم پھنس گئی۔

"کوئی بات نہیں آپ جب یونیورسٹی جائیں گے تو تب میں ان کی طرف چلی جاؤں گی۔" وہ بھی فخر سے سوچتی بتانے لگی۔

"فرائیڈے کو بچوں کو سکول سے آف نہیں ہوتا اور جب وہ گھر آئیں گے تب ہم جانے کی تیاری کر رہے ہونگے تو مائی ڈیئر زوجہ محترمہ کلاس میں سزا کے لیے تیار رہیے گا۔" وہ مزید تپانے کے لیے اس کو کہتا موبائل پہ کال آتا دیکھ اس کے گال کو چھوتا اٹھا پیچھے وہ اس میسنے کی جان بوجھ کے پلاننگ کرنے پہ بے بس سی ہو گئی۔

"ابھی تو عماد بھائی آرہے ہیں تو کل جلدی واپس آ کے میں ایک چھوٹا موٹا چکر لگا آؤں گی۔" وہ بھی منہ بناتے سوچنے لگی تبھی وہ واپس دروازہ کھولتے اندر آیا ساتھ ہی عماد تھا۔

عماد کو دیکھتے وہ مسکراتی ہوئی اس سے ملی، کافی دنوں بعد وہ کسی گھر کے فرد سے مل رہی تھی تو اندرونی خوشی بھی تھی۔

"کیسے ہیں آپ، گل ادی کیسی ہے اور دعا، باقی سب ؟" وہ اس سے ملتے ہی سب کے بارے میں پوچھنے لگی۔

"صبر کرو حیام۔۔۔ سب ٹھیک ہیں بس دعا کو بخار تھا یہاں سے جاتے ہی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا۔" عماد اس کے سوالوں کی بوجھاڑ پہ ہنستا کہنے لگا تو جہانگیر کے ساتھ حیام بھی پریشان ہو گئی۔

"پریشان ہونے کی بات نہیں ڈاکٹر کو کال کر دی تھی میں نے۔" وہ دونوں کو پریشان دیکھتا بتانے لگا۔

"تم مجھے پہلے ہی بتا دیتے تو آج میں کینسل کر دیتا سب۔" جہانگیر سنجیدہ سا کہنے لگا۔

تھوڑی دیر میں حیام کے ساتھ ہی جہانگیر نے مل کے ٹیبل سیٹ کیا تو وہ کھانا کھانے لگے۔ کھانے سے فارغ ہوتے عماد وہی جہانگیر کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھتا کسی کیس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کوڈ سکس کرنے لگا اور حیام اپنی اسائمنٹ کا سوچتے ہوئے اپنا لیپ ٹاپ کھولتے بیٹھ گئی اور یوٹیوب پہ خود ہی مختلف قسم کے سرویز سرچ کرتے ان کو آبزرو کرنے لگی کہ سب کے سامنے انسلٹ تو نہ کرے اس کا نامی گرامی شوہر۔۔کچھ تو ہو اس کے پاس۔

"ارتسام سے بات ہوئی تھی میری زیادہ تو نہیں بس یہی کہ اکبر اعظم اپنا ہلکا پھلکا کاروبار کرتے تھے پھر جانے اچانک سے کیسے ان کا بزنس ایک دم سے انہانس ہو گیا، وہ خود نہیں جانتا۔۔۔اور اچانک سے ان کے ساتھ ہی رہنا شروع۔" عماد اسے اپنی اور ارتسام کی ہوئی ملاقات کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"اصفحان نے بھی بتایا تھا کہ وہ اس کے سوتیلے تایا ابو ہیں۔" جہانگیر نے یاد کرتے بتایا۔۔

www.novelsclubb.com

"ہاں اور پہلے بھی پتا یہ اتنے امیر کبیر نہیں تھے جتنے اب ان تھوڑے سالوں میں ہوئے۔۔۔" وہ گل کی پہلی شادی کا یاد کرتے بتانے لگا، تب بھی وہ ٹھیک ٹھاک اچھے تھے لیکن اب وہ واقعی ایک رائیس فیملی لگتی تھی۔۔

حیام نے جب صنم سے پوچھا تو اس نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ اچانک سے ہی آ گئے پہلے یہاں نہیں رہتے تھے۔۔

ایسے ہی وہ تھوڑی دیر اپنے کام کو ڈسکس کرنے لگے تو شام کے چھے بجے عماد نے جانے کی اجازت چاہی۔۔

"پہنچ کے بتانا ضرور۔۔" جہانگیر نے رخصت ہوتے اسے کہا تھا اور ساتھ ہی دعا کو ڈاکٹر کو دکھانے کی سختی سے تاقید کی جس پہ وہ ہلکا سا مسکایا۔

"حیام کھانا گرم کردو۔۔۔" کمرے میں داخل ہوتے ایک نظر اسے دیکھتے کہا تھا اور خود ڈریسنگ میں گھس گیا۔

"ابھی تو کھایا ہے آپ نے اب دوبارہ۔" وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔

"ہاں بس ہلکی سی بھوک لگ گئی ہے۔۔" عام سے لہجے میں کہا اور منہ ہاتھ دھوتے اس کو خشک کرتے باہر آیا۔

"تھوڑا ٹھہر جائیں، رات کے کھانے کا وقت ہو گا تو اکٹھے کھالیں گے ورنہ رات کے دس بجے پھر آپ کو بھوک لگ جانی۔" وہ واپس اپنی نظریں لیپ ٹاپ پہ مرکوز کرتے کہنے لگی۔

"بیگم جان میں نے سونا بھی ہے تو آپ بھی ایسا کریں ابھی میرے ساتھ ہی کھا لیں۔" اس کے سامنے کھڑے کھڑے ہی اپنی شرٹ اتر تا ڈریسنگ سے جو شرٹ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نکال کے لایا تھا پہنتے کہا۔۔حیام اچانک اس کی حرکت پہ سٹپٹا کے نظریں پھیر گئ اور بغیر کوئی مزید بات کہے اتھ کے دوپٹہ سنبھالتی کیچن میں کھانا گرم کرنے چلی گئی۔

"ابھی آپ نے کھایا تھا تو زرا آرام سے کھائیں۔"اس کو مزید ایک روٹی کھاتا دیکھ حیام ٹوکنے لگی۔

"یار صبح ناشتہ نہیں کر کے گیا تھا تو بھوک بہت تھی، عماد کے ساتھ بھی تھوڑا ہی کھایا اور اب زیادہ بھوک لگ گئی۔"وہ مزے سے کھاتا اس کو وضاحت دینے لگا۔

مزید دو منٹ کھا کے حیام نے کھانے سے اپنے ہاتھ روک لیے جس پہ اس نے بتایا کہ بھوک نہیں اب۔۔۔جہانگیر کے کھانے سے فارغ ہوتے ہی وہ برتن وغیرہ سمیٹتے فارغ ہوئی۔۔

اس سب میں اسے ساڑھے سات ہو چکے تھے۔۔

"وہ مجھے پکڑا دیں۔" اپنی جگہ بیٹھتے اس نے جہانگیر کو لیپ ٹاپ پکڑانے کو کہا۔

"سردی کم ہونے کے بجائے زیادہ نہیں ہو رہی یہاں۔۔۔ کیا پہلے بھی ایسا ہوتا تھا۔" حیام کھڑکی کی طرف دیکھتے تبصرہ کرنے لگی۔

"ہمم۔۔۔ دوسرے علاقوں میں برف باری ہو رہی ہیں نا تبھی یہاں سردی مزید آگئی اور بارش کے امکانات بھی بتا رہے ہیں۔" جہانگیر موبائل فون پہ کچھ ٹائپ کرتا اس کو بتانے لگا۔

"گھر ایک چکر نہ لگا آئیں ہم میں اپنی کچھ چیزیں بھی لے آؤں گی۔" حیام نے کچھ سوچتے کہا۔۔

"ٹھیک ہے کمنگ منڈے کو چلیں گے، اگر کل صنم کی فیملی کی طرف نہ جانا ہوتا تو کل ہی لے جاتا۔"

www.novelsclubb.com

"کوئی بات نہیں منڈے کو چلیں گے لیکن یہ نہ ہو کہ آپ کو کام آجائیں۔" وہ ساتھ یاد کروانے لگی کہ اکثر تو 'ضروری کام' کہہ کے گھر سے غائب رہتا تھا۔

"ان سب میں مجھے اب سردی لگتی ہے۔" وہ اپنے پہنے سلیولیس سویٹر کی جانب اشارہ کرتی بتانے لگی۔

"میری چیزیں استعمال کرنے سے میں نے روکا تو نہیں۔۔۔" وہ گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتا کہنے لگا۔

"یونیورسٹی میں یہ سب پہنتے بہت ہینڈسم لگوں گی ناں۔" وہ آنکھیں مٹکاتے معصومیت سے کہنے لگی جبکہ لہجے میں چھپا طنز سمجھتے جہانگیر ہلکا سا۔ ہنس دیا۔

"اوکے زوجہ محترمہ آپ کو شاپنگ کروادیں گے کل ہی۔" وہ مانتے ہوئے کہنے لگا اور اپنی گلاسز اتارتے سائیڈ پہ رکھیں۔

www.novelsclubb.com

"شاپنگ پہ جانے کا نہیں کہہ رہی عاصم 'اتنے دن ہو گئے ہیں گھر والوں سے نہیں ملی میں۔" جہانگیر کو وہ ابھی چھوٹی بچی لگی جو گھر والوں سے دور رہ کے ان سے ملنے کی ضد کر رہی تھی۔

"زوجہ عاصم! اداس کیوں ہو رہی ہو ہم چلیں گے ضرور ٹھیک ہے ابھی آنسوں نہ بہیں۔" اس کو رونے کی تیاری پکڑتے اس نے ساتھ لگاتے سمجھانا چاہا۔

"کب تک چلے گا کام۔۔۔" اس کے لیپ ٹاپ پہ کام کرنے کی ظرف اشارہ کرتے پوچھنے لگا۔

"اتنی جلدی سو رہے ہیں آپ اور مجھے نیند نہیں آ رہی۔" وہ منہ بناتے بولی۔

"میں نہیں کر رہی بند اپنی سائیڈ کی لائیٹ آف کر کے سو جائیں۔" وہ کتراتے اس سے الگ ہوتے ہوئے باقی روم کی لائٹس آف کر آئی اور اپنی سائیڈ کی ہلکی سی روشنی آن رکھی۔

"عادات تبدیل ہو رہی ہیں میری۔۔۔"وہ جتاتے ہوئے کہتا اس کے ماتھے پہ بوسہ دیتا اپنی جگہ لیٹ گیا۔

"اچھا یہ بتائیں میں کس ایج کے بچوں کا انٹرویو نوٹ کروں۔"وہ۔ہلکا سا کھلکھلاتی ہوئی اس سے پوچھنے لگی۔

لیٹا تو وہ سونے کی نیت سے تھا لیکن ابھی جو وہ اپنی اسائمنٹ پہ کام کر رہی تھی اس پہ جہانگیر بھی اسی کے ساتھ جاگا رہا کیونکہ ہر تھوڑی دیر بعد وہ اس سے کوئی نہ کوئی سوال کرتی جس پہ وہ آنکھیں مشکل سے کھولتا جواب دیتا۔۔اسی اسنا میں دس بج گئے۔

"حیام بس۔۔۔۔میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔"اس کے اگلے سوال پہ وہ بے بسی سے زرا سختی سے بولا تو حیام کے ہلتے لب وہی ساکت ہوئے۔اس نے ٹائم دیکھا تو سوا دس ہو رہے تھے۔۔۔اسے اب واقعی احساس ہوا کہ پچھلے دو گھنٹوں سے اس نے جہانگیر کو جگا کے رکھا تھا۔

"سوری۔۔۔گڈ نائٹ۔" وہ کھل کے ہنستی اس کو جلاتی ہوئی اپنا کام ختم کرتی ہوئی اس کی جان چھوڑ گئی۔

______________**

"آج کام نہیں ہوا باس۔۔۔" موبائل فون کان سے لگا تا وہ دوسری طرف فین کو بتانے لگا جس پہ ایک بار پھر اس پار اہائی ہوا۔

"اور اس کی وجہ میں جان سکتا ہوں؟" وہ سرد لہجے میں غرایا تھا۔

"صاحب بچی سکول ہی نہیں آئی آج۔۔۔" وہ وجہ بتاتے خاموش ہوا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"پتا نہیں جناب گارڈ تو کہہ رہا تھا کہ اس کی طبیعت نہیں ٹھیک شاید اسی وجہ سے۔" اس نے گارڈ کے منہ سے سنی ہوئی بات بتائی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا ہوا۔۔۔؟" وہ پریشان ہوا۔

"پتا نہیں صاحب اب یہ۔۔۔۔" وہ لاعلمی کا اظہار کرنے لگا۔

"ٹھیک ہے جیسے ہی وہ سکول آئے کام ہو جانا چاہیئے مزید انتظار نہیں۔۔۔" وہ تنبیہہ کرتا فون کاٹ گیا۔

______________**

صبح جہانگیر کے یونیورسٹی جانے کے بعد اس نے جلدی جلدی سے سارے کام نپٹائے، اپنے اور جہانگیر کے کپڑے سیٹ کر کے رکھے تاکہ جانے میں دیر نہ ہو، آج جمعہ تھا تو دونوں کو صنم کے گھر جانا تھا۔ جانا تو ڈنر پہ تھا لیکن انہوں نے جلدی آنے کو کہا تھا، یونیورسٹی سے آتے ہوئے جہانگیر کو وقت لگ جانا تھا پھر جمعے کی نماز

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھی۔۔تو اتنے میں اس نے سوچا کہ پاس پڑوس میں ہو آئے تاکہ بچوں سے تھوڑا انٹرویو بھی ہو جائے ابھی تک تو وہ آ گئے ہونگے۔

ابھی جہانگیر کے یونیورسٹی سے آنے میں تھوڑا سا ٹائم تھا تو شال وغیرہ اوڑھتے وہ دو تین فلیٹ چھوڑتی ایک فلیٹ کے باہر کھڑی بیل بجانے لگی۔۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک درمیانی عورت نے دروازہ کھولا۔

"السلام علیکم! میں حیام عاصم آپ کی نیبر، کیسی ہیں آپ؟ایکچولی۔۔۔"وہ جھجھک کے اپنا تعارف کرواتی بتانے لگی تو وہ بول اٹھیں۔

"مسز عاصم جہانگیر۔۔۔؟"انھوں نے مکمل نام پوچھتے جاننا چاہا۔(ہائے کتنا پیارا لگتا مسز عاصم جہانگیر سننا)وہ دل میں سوچتی مسکرائی۔

"جی جی۔۔۔"وہ جلدی سے اثبات میں سر ہلا گئی۔

"جہانگیر نے صبح بتایا تھا کہ تمہیں بچوں سے کچھ سٹڈی کے بارے میں انٹرویو کرنا ہے آجاؤ اندر تھوڑی دیر پہلے ہی آئے ہیں۔" وہ خوش اسلوبی سے کہتی اس کو اندر آنے کا رستہ دیتی پیچھے ہٹیں تو دل ہی دل میں حیام نے جہانگیر کو داد دی۔۔۔یعنی وہ جانتا تھا کہ وہ یہ کام ضرور کرے گی تبھی بتا گیا ان کو۔

ایک رجسٹر اور پین اپنے ساتھ لائی تھی۔۔ان آنٹی کے دو بچے تھے ایک لڑکا کالج جاتا تھا جو تقریباً سترہ سال کا تھا اور ایک بیٹی جو نویں جماعت میں تھی۔۔۔ان سے سوال جواب کرتے حیام کو بہت مزہ آیا۔وہ مختلف طریقے ان سے پوچھتی کہ کس طرح سے وہ اپنا کام یاد کرتے ہیں یا یادرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔پھر آنٹی نے زبردستی اسے چائے پہ بھی روک لیا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی انکار نہ کر پائی کیونکہ جہانگیر شاید اب جمعہ کی نماز پڑھ کے بھی واپس آگیا ہو۔۔

ان سے مشکل سے اجازت لیتی وہ جلدی سے گھر آنے کو لپکی۔۔

گھر واپس آئی تو جہانگیر شاور لے کے چائے پینے میں مصروف تھا۔۔

www.novelsclubb.com

"جلدی نہیں آگئیں آپ۔۔؟"اس کے آتے ہی جہانگیر نے طنز کیا جس پہ وہ تھوڑاسا۔۔ بالکل تھوڑاسانادم ہوئی۔

"نہیں۔۔۔"وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سے کہہ کے کمرے میں گئی۔

جہانگیراس کے آتے اپنی چائے ختم کرتا خود بھی اٹھااور تیار ہونے چل دیا کیونکہ ارتسام کی ایک بار کال آچکی تھی۔

"یہ نہیں پہنو۔"جلدی سے وہ شاور لیتی واپس روم میں آئی اور اپنا کبرڈ کے ساتھ ہینگ کیا ہوا سرمئی رنگ کا ڈریس پکڑنے لگی تو اس نے فوراً سے منع کر دیا جس پہ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"وہ اندر ایک بلیک کلر کا ڈریس ہے وہ پہنو۔" بالوں کو سیٹ کرتے اس نے عام انداز میں فرمائش کر دی جس پہ وہ کبرڈ کا ایک پٹ وا کرتے اس میں سے ڈریس دیکھنے لگی۔اس کے فریش ہوتے وہ خود تقریباً تیار کھڑا تھا۔

"یہ والا۔۔۔؟" وہ کالے رنگ کا ایک خوبصورت سا نفیس سا جوڑا تھا جس پہ کہیں کہیں سنہری موتی لگے تھے کڑھائی کے ساتھ، یہ ڈریس جہانگیر ہی لایا تھا جب وہ شاپنگ پہ گئے تھے۔

اس کے پوچھنے پہ عاصم نے ہاتھ میں ٹائی پکڑتے اقرار میں سر ہلایا۔

"اس کو تو نہ پہنے آج فارمل لگتا ہے بندہ، ویسے اس کوٹ کی بھی ضرورت نہیں آپ کو 'پہنتے تو ہے نہیں، نام کا ہی ساتھ لٹکاتے پھرتے ہیں وہاں جا کے بچارہ کرسی پہ پڑا رہے گا پھر بعد میں آپ کے بازو پہ سولی کی طرح لٹکتا رہے گا۔" اس کو ٹائی پہننے کی تیاری پکڑتے دیکھ وہ ٹوکنے کے ساتھ اس کے سیاہ کوٹ کو دیکھتی طنزیہ کہنے

لگی جس پہ ٹائی تو وہ واپس رکھ گیا لیکن اس کی اتنی لمبی بات پہ وہ گھور کے رہ گیا۔اس دوران وہ اپنا دوپٹہ ڈھونڈتی اس کو بیڈ پہ رکھتی چینج کرنے چلی گئ۔

"یہ نہیں کوئی ڈارک۔۔"ہڑ بڑی میں چینج کرتے وہ واپس آئی اور آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے جلدی سے ایک دو چیزیں لگاتے لپسٹک اٹھائی تو وہاں پہ بھی جہانگیر نے ٹوک دیا۔

"یہ ڈارک ہی ہے۔۔۔"اپنے ہاتھ میں پنک کلر کا گلوز دیکھتی وہ ہلکا سا مسکائی تھی۔ جہانگیر کے کندھے اچکانے پہ اس نے مہرون شیڈ اٹھا کے ہلکا سا لگانے کے بعد اس پہ یہی پنک کلر کا گلوز لگا دیا۔

www.novelsclubb.com

اب بالوں کو جلدی سے خشک کرتی بال بنانے لگی کہ یہاں بھی جناب نے ٹوکنا لازمی سمجھا۔۔۔یا شاید وہ چاہ رہا تھا کہ آج اسی کی پسند کا وہ تیار ہو۔

"کھول دو ان کو ابھی گیلے ہیں بعد میں باندھ لینا۔" اس کی بات میں تھوڑا دم لگا تو جلدی سے آدھے بالوں کو چھوٹے سے کیچر میں قید کر لیا۔

جہانگیر تو اپنی تیاری کے ساتھ بیڈ پہ ترچھا ہوتا یوں لیٹ گیا کہ اس کے پاؤں نیچے تھے اور خود وہ تکیے سیٹ کیے ٹیک لگا کے بظاہر موبائل کو دیکھ رہا جبکہ دھیان اس کا حیام کی طرف تھا جو اب ہلکی پھلکی جیولری پہن رہی تھی۔

"کچھ رہ تو نہیں گیا۔۔۔" آئنے میں اپنی تیاری دیکھتی وہ خود سے بڑبڑائی تو جہانگیر نے براہ راست نظریں اس کی جانب مرکوز کیں۔

"کاجل نہیں لگایا۔" جہانگیر کی آواز پہ وہ 'اوہاں' کرتی کاجل اٹھا کے آنکھوں میں لگانے لگی۔

"چوڑیاں۔۔۔" وہ ایک اور چیز یاد کروانے لگا جس پہ وہ میچنگ سیاہ اور سنہری کانچ کی چوڑیاں ایک ہاتھ پہ پہننے لگی دوسرے ہاتھ میں دی جان کے دیئے کڑے پہنے۔

"میری سینڈل۔۔" بالوں کو پیچھے کمر پہ پھینکتے اس نے شیلف سے اپنا جوتا نکالا اور اس کے سٹیپ بند کرنے لگی۔۔اب وہ مکمل تیار کھڑی تھی۔

"میرا دوپٹہ۔۔۔۔" اپنا پیارا سنہری دوپٹہ عاصم کی ٹانگ کے نیچے دیکھتے وہ ایک دم چیخی تھی۔

"اس نے جلدی سے جھک کے لیے دردی سے عاصم جہانگیر کی ٹانگ کو پیچھے کیا اور دوپٹہ اٹھایا۔اس کے جھکنے پہ آدھے سے زیادہ بال چہرے کی طرف آ گرے۔

"آپ کو دیکھ کے بیٹھنا چاہیے تھا نا، شکر ہے ٹھیک ہے۔" وہ دوپٹے کو ٹھیک بغیر شکن کے دیکھتی سکھ کا سانس لیتی شکوہ کرنے لگی کہ اس کو مکمل تیار کیل کانٹوں سے لیس اپنے سامنے قریب کھڑا دیکھتے عاصم ساکت سا رہ گیا، اس کے جزباتوں میں جیسے روانی سی برپا ہوئی اور بغیر پلک جھپکے اسے کو تکتا گیا۔لبوں پہ گلابی شربتی

رنگ دیکھتے وہ جیسے بے خود سا ہونے لگا، چاہت و جذباتوں کا سمندر جیسے گہرہ تر ہونے لگا جس میں وہ خود کو ڈوبتا محسوس کرنے لگا۔

"اٹھیں اب لیٹ ہو رہے ہیں۔" اس کی آواز پہ وہ ہوش میں آتا خود کو سنبھالتے اٹھا تو جیسے اس کی خوشبو نے حواس جکڑ لیے۔

"دوپٹے کو دیکھ کے رو ایسے رہی ہو جیسے ہمارا بچہ تھا میری ٹانگ کے نیچے۔" اس کے ہوش ربا حسن سے نظریں چراتا وہ سائیڈ پہ ہوتا بڑبڑایا تو اس کی بات سنتے حیام سٹپٹا گئی، اسے بلکل بھی امید نہیں تھی کہ وہ ایسی بات بھی کرے گا۔ وہ بری طرح بلش کرتی دوپٹہ خود پہ اوڑھتی بغیر جواب دیئے بیگ میں چیزیں دیکھنے لگی۔

اس کو گلنار ہوتے دیکھ جہانگیر کو احساس ہوا کہ وہ خود کو سنبھالتے کیا کہہ گیا تھا لیکن خیر اس کے کترانے پہ وہ متبسم ہوا۔

_______________**

"ایک بات تو بتائیں۔"گاڑی میں مکمل خاموشی کو اس کی آواز نے توڑا جس پہ اس نے اجازت دی پوچھنے کی۔

"مجھے ابھی بھی یاد ہے آپ کا پہلا دن یونیورسٹی میں۔آپ نے جب اپنا تعارف کروایا تھا تو کہا تھا کہ آپ کا نام عاصم ملک ہے لیکن آپ تو خان ہیں۔"

آج صبح اچانک ذہن میں آنے والا سوال وہ اس سے پوچھ بیٹھی کیونکہ گھر میں بھی کوئی نہیں تھا ایسا جس کے نام کے ساتھ ملک ہو۔

"میرا نام تو عاصم جہانگیر ہی ہے لیکن ملک مجھے ایسے ہی عاصم کے ساتھ اچھا لگتا تو کبھی کبھی یونو شوخی۔"گہری مسکان لیے اس کو بتانے لگا تو اس کا فضول شوق سنتے وہ حیرت میں غرق ہوئی۔۔اسے لگا شاید وہ واقعی الگ ہو لیکن یہاں جناب شوق میں یہ نام رکھے ہوئے تھے۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا، خان اتنا اچھا لگتا ویسے ہی اور آپ خوامخواہ میں ملک لگائے بیٹھے ہیں اپنے نام کے ساتھ۔" اسے بلکل اچھا نہیں لگا تھا اس کا ایسے خان کے بجائے ملک کہنا۔

"عاصم جہانگیر خان۔" دل میں نام لیتی وہ خودی میں مسکرانے لگی۔ کتنا رعب تھا اس کے نام میں۔

"مجھے تو نیند آرہی ہے۔" کچھ لمحے بعد وہ اونگھتے ہوئے کہنے لگی واقعی خاموشی سے اس کو نیند آنے لگی تھی۔

"بس پہنچ گئے ہیں پانچ منٹ میں۔" ایک جگہ گاڑی روک کے بغیر اسے کچھ بتائے اترا۔ حیام نے باہر دیکھا تو وہ بکے لے رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گاڑی میں واپس بیٹھتے اس نے گلاب کے پھولوں کا گلدستہ حیام کی جھولی میں رکھا اور خود ڈرائیو کرنے لگا۔

"خوبصورت ہیں بہت۔" وہ نرمی سے ان کو چھوتی ہوئی تبصرہ کرنے لگی۔

"تمہیں چاہیئے۔۔؟" جہانگیر نے سرسری کا ایک نظر دیکھتے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔" حیام اس کی بات پہ چونکی تھی۔۔ لیکن فوراً سے نفی میں سر ہلایا۔

"بھلا یہ کوئی پوچھے کی بات ہے کہ تمہیں چاہیئے افکورس چاہیئے بھئی۔" دل میں اس کو کوستی باہر دیکھنے لگی جس نے اس کے انکار پہ دوبارہ پوچھا بھی نہیں تھا۔

وہ واقعی پانچ منٹ میں ان کے گھر کے گیٹ کے باہر کھڑے تھے۔

صنم کی امی تو دونوں کو ایک ساتھ دیکھتیں نہال ہی ہو گئیں، ان کو لگا تھا کہ جن حالات میں حیام کی شادی ہوئی ہے شاید ہی وہ سب قبول کر پاتی لیکن ابھی ان کو مسکاتا دیکھ وہ دلی مطمئن ہوئی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"آ جاؤ بیٹا تمہارے انکل بھی ادھر ہی ہیں ارتسام کے ساتھ۔" جہانگیر کے سر پہ پیار کرتی حال احوال پوچھنے کے بعد اس کو ڈرائنگ روم میں لائیں جہاں ارتسام اور صنم کے بابا پہلے سے موجود تھے۔

ان کو خوش اخلاقی سے سلام کرتا ساتھ ہی بیٹھ گیا، حیام صنم کی امی سے مل کے ادھر سب کے ساتھ ہی ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئی۔

جہانگیر کے ساتھ اس کی بیوی کی حیثیت سے وہ پہلی بار آئی تھی کسی کے گھر تو فطری جھجک تھی ایک۔

تھوڑے پل سر کے تو صنم بھی ان کے درمیان آ گئی اور انہیں لوازمات سرو کرنے لگی۔

"ماشاءاللہ دونوں کو خوش رکھے ایک ساتھ بہت پیارے لگ رہے ہو۔" امی نے دل کھول کے تعریف کی تو سب مسکرا دیئے۔

"شکریہ آپ کا۔" جہانگیر نے ہلکے سے مسکاتے تعریف وصولی۔

مرد اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے تو صنم حیام سے باتیں کرنے لگی۔امی اٹھ کے کیچن میں چلی گئی کہ کھانے کو دیکھ لیں۔

"تم نے اسائمنٹ بھیج دی انہیں۔" باتوں باتوں میں حیام نے صنم سے پوچھا تو وہ برے منہ بنا گئی۔

"تمہیں آج بھی یہ یاد تھی۔" اسے جیسے ناگوار گزرا۔

"بتاؤنا کیا تم نے میل کر دی انہیں۔" وہ پھر سے استفسار کرنے لگی۔

"ہاں بھیج دی تھی، کل ہی سبمٹ کروائی میں نے،مزا تو بہت آیا لیکن تھکانے والا کام تھا۔" وہ کچھ خوشی سے کچھ افسردگی سے کہنے لگی۔

"یار تو تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا، مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔" اس کی اسائمنٹ کا سنتے وہ جیسے رو دینے کو تھی لیکن پھر بھی جہاں تک ہو سکا اس نے کوشش کی تھی کور کرنے کی۔

"مجھے لگا تمہیں بتا دیں گے بعد میں، کیا انہوں نے نہیں بتایا تھا؟" صنم حیرت سے پوچھنے لگی۔

"انہوں نے بتایا نہیں مجھ سے ڈائریکٹ اسائمنٹ مانگی تھی جو مجھے معلوم ہی نہیں تھی۔" وہ ناک بھوں چڑھا کے بولی جس پہ صنم ایک دم سے کھلکھلا اٹھی۔

"تو اب کیا کرو گی کل تو لیکچر ہے آپ جناب کے شوہر کا۔" صنم نے جانچتے ہوئے کچھ شرارت سے پوچھا۔

"کچھ تو ہو گئی لیکن وہ کافی نہیں، آدھی بھی نہیں ہے وہ مجھے اتنا ٹائم ہی نہیں ملا اور نہ ہی یہ گھر موجود تھے کہ میں ان کے ساتھ ہی کہیں چلی جاتی۔" وہ آہستہ سے بتانے لگی۔

کھانے کا وقت ہوا تو ان دونوں نے مل کے صنم کی امی کی مدد کی اور ٹیبل پہ چیزیں رکھیں۔انہوں نے لاکھ منع کیا حیام کو کام کرنے سے لیکن اس نے یہ کہہ کے انکار کر دیا کہ وہ اپنے ہی گھر موجود ہے تو اسے روکیں نہ۔

"کھانا بہت مزے کا ہے آنٹی، بہت شکریہ آپ کا۔" جہانگیر نے کھانے کے دوران دل سے تعریف کی۔

'ارے شکریہ کی بات نہیں تمہارا اپنا گھر ہے، ویسے بھی تمہارا یہ سسرال ہے میری طرح۔" ارتسام نے مسکراتے کہا تو سب ہلکا سا ہنس دیئے۔

ان دونوں کی ویسے بھی اصفحان کی شادی سے بن گئی تھی تو کوئی تکلف والی بات نہیں تھی۔

"سسرال۔۔۔۔!" جہانگیر نے ناسمجھی سے حیام کو دیکھا۔

"ہوسٹل سے بنک مار کے یہاں ہوتی تھی آپ کی مسز ہفتے میں چار دن 'تو یہ ان کا میکہ ہی ہوا۔" ارتسام نے شرارت سے کہا تو حیام گڑ بڑا گئی۔

"ایسی بات نہیں ارتسام بھائی میں کب ہوسٹل سے بنک مارتی تھی۔۔ یہ آپ کی مسز ہی لاتی تھی مجھے دھکے سے۔" حیام برامناتے ہوئے جلدی سے کہنے لگی جس پہ جہانگیر بھی مسکرا اٹھا ساتھ ہی نامحسوس انداز میں اس نے ٹیبل کے نیچے سے اسے چھیڑا جس پہ وہ سٹپٹا اٹھی، یا شاید غلطی سے اس کا ہاتھ لگا تھا اسے۔

"یہ تو ٹھیک کہا کہ حیام کا اپنا گھر ہے یہ، لیکن میرا شکوہ یہ ہے کہ شادی کے بعد ایک بار بھی اس نے چکر نہیں لگایا گھر کا۔" امی نے لگے ہاتھوں ہی حیام سے شکوہ بھی کر ڈالا جس پہ وہ واقعی شرمندہ ہوئی۔

"اصل میں آنٹی میں بہت مصروف رہتا ہوں ورنہ اسے لے آتا، صبح بھی مجھ سے کہہ رہی تھی کہ گھر کا ایک چکر لگا آئیں، یہ شکوے تو آپ کی بیٹی کو مجھ سے بھی بہت

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہیں کہ میں ٹائم نہیں دیتا گھر کو۔" حیام کی شرمندگی دیکھتے اس نے خود بات کہی تو وہ سمجھ کے سر ہلا گئیں۔

"ہاں بیٹے شادی کے بعد تو مصروفیات بھی بہت ہو جاتی ہیں انسان کی خود بخود۔ بیوی کی زمہ داری پھر ایک دو سال بعد بچوں کی زمہ داریاں شامل ہو جانی ہے تو کہاں فرصت ملتی ہے کسی کام کی، بس اللہ تم سب کو خوش رکھے اور کامیاب کرے۔" انہوں نے محبت سے دیکھتے کہا تو جہانگیر مسکراتا کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔

"آمین۔۔" ان کی دعا پہ سب نے آمین کہا۔

"یہ بس مجھے آپ نے نکمی بیٹی دے دی ہے۔" اس سب میں ماحول کو مزید خوشگوار کرنے کو ارتسام نے شرارت سے کہا۔

"زبردستی لی ہے آپ نے۔" وہ بھی جتا کے بولی، ایک پل کو تو جہانگیر کے سامنے ایسی بات پہ وہ ہڑبڑا گئی کہ وہ اس کا سر تھا اور ان کے سامنے بھی چھیڑنے پہ باز نہیں آرہے تھے۔

"ہاں تو منع تھوڑی کر رہا ہوں میں، ابھی بھی پاس ہی ہو۔" وہ بھی اتراتا ہوا کہنے لگا جس پہ وہ سب کے سامنے بلش کر گئی۔ حیام اس کو مسکراتی نظروں سے دیکھتی دل میں دعا دینے لگی۔

"لان میں کیوں جا رہے ہیں سب سردی بڑھ رہی ہے اندر آجائیں چائے بناتی ہوں میں سب کے لیے۔" مرد حضرات کو باہر لان میں جاتا دیکھ رضیہ بیگم (صنم کی امی) نے ٹوکا تو سب نے بتایا کہ ایسے ہی ٹہلنے نکلنے لگے ہیں تھوڑی دیر میں گھر آجائیں گے تب تک چائے تیار رکھیں۔

"تم حیام کو کمپنی دو میں چائے لاتی ہوں بنا کے۔" وہ صنم کو کہتی کیچن میں گئیں تو صنم حیران ہوتی حیام کو دیکھنے لگی جو خود بھی مسکرا رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا ہوا۔۔۔" صنم کی شکل دیکھتے حیام نے ہنستے پوچھا۔

"آج تو مجھے بھی پروٹوکول مل رہا ہے ویسے ماسی بنا کے رکھا ہوا تھا۔" وہ شرارتاً کہتی اس کو اپنے سابقہ کمرے میں لے گئی۔

"اسائنمنٹ کا کیا کرنا ہے اب تم نے۔" بیڈ پہ بیٹھتے صنم نے آبرو اچکاتے پوچھا جس پہ وہ کندھے اچکا گئی کہ کیا کہہ سکتی۔

"ویسے ایک آئیڈیا دوں میں، بچ جاؤ گی۔" صنم اچانک سے چالاکی سے مسکائی جس پہ وہ متجسس ہوئی۔

"ہاں بتاؤ۔" وہ آنکھوں میں چمک لیے بولی۔

"ادھر آؤ، کان قریب لاؤ اپنا۔" صنم دانت نکالتی اس کو پاس بلاتی ہوئی بولی تو حیام فوراً آگے ہوئی۔

www.novelsclubb.com

اس کی بات سنتے حیام کی آنکھیں حیرت کی زیادتی پھیلتی گئیں جبکہ رخسار پل میں انار ی ہوئے۔

"یہ کیسا آئیڈیا ہے بدتمیز دفع ہو۔" اس کی ذو معنی بات سنتے وہ گھبرا کے کہتی پیچھے ہوئی جس پہ صنم کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونجا۔

"یار قسم سے بڑا کام کرے گا، ایسے تمہیں اسائنمنٹ معاف کریں گے جیسے دی ہی نہیں تھی۔" صنم چٹکی بجاتی ہنستی ہوئی اس کی سرخ شکل دیکھتی کہتے لوٹ پوٹ ہونے لگی جبکہ وہ سوچتی مزید حیا سے سرخ پڑ گئی۔

"ایسا کچھ نہیں کرنے والی میں۔" وہ جھرجھری لیتی سٹپٹا کے منع کر گئی جس پہ صنم مزید ہنستی چلی گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بس بھی کرو اب، مجھے واقعی اب شرم آرہی۔" حیام لاچارگی سے بولتی اپنے رخساروں پہ ہاتھ رکھ گئی جو تپ اٹھے تھے۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔" وہ گہرا سانس بھرتی اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی سیدھی بیٹھی۔

"ویسے جس طرح تم نے میری بات پہ ری ایکٹ کیا کہیں تمہیں محبت تو نہیں ہو گئی ان سے۔" اس نے کھوجتے ہوئے کچھ پل بعد پھر سے اسے چھیڑتے پوچھا جس پہ وہ چونکی۔

"محبت۔۔۔" وہ خود بھی جیسے انجان تھی کہ کیا واقعی ایسا تھا۔

"ہاں نا۔۔۔" صنم نے جوش سے سر ہلایا۔

"پتا نہیں کبھی غور نہیں کیا۔" حیام آہستگی سے کہتی ناخن سے بیڈ شیٹ کو کھروچنے لگی۔

"تمہیں کیوں پتا نہیں۔۔۔ تمہیں یاد نہیں تم نے خود کہا تھا کہ ابھی تمہیں ایسے محبت کسی سے نہیں ہوئی کہ تم کسی کے زکر پہ سرخ پڑ جاؤ۔" وہ اس کو اپنی اور اس کی ہونے والی پرانی باتیں یاد دلانے لگی۔

"ہاں کہا تو تھا، میں نے غور نہیں کیا کبھی کہ میں کبھی سرخ ہوئی ہوں۔" وہ انکار کرتی ہنستی کندھے اچکا گئی۔

"تم نے غور بھی کیوں کرنا ہے جب تمہاری آنکھیں سب بتا دیتی ہیں، میں نے غور کیا ہے۔۔" وہ مزے سے بتاتی اس کے قریب ہوئی تو حیام کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔

"کیا۔۔۔؟" وہ پوچھے بغیر نہ رہ پائی۔

"عاصم بھائی جب جب بات کر رہے تھے تم دونوں کے بارے میں تب تب تم سرخ پڑتی تھی، اور دیکھ تو تم انہیں ایسے رہی تھی جیسے کمرے میں کوئی اور موجود ہی نہ ہو۔" صنم مزے سے اس کے تاثرات اس کے سامنے رکھتے بتانے لگی جبکہ حیام آنکھیں پھیلائے بس اسی کو دیکھی جائے۔

"تو اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ مجھے محبت ہو گئی۔" وہ آنکھیں سکیڑتی اس کو کہنے لگی۔

"مطلب میں بتا بھی نہیں رہی، میں تو حقیقت واضح کر رہی ہوں کہ مسز حیام آپ کو اپنے مسٹر سے محبت ہو گئی ہے۔" صنم کہتی بیڈ پہ لیٹ گئی اور حیام کے تاثرات دیکھنے لگی۔

"اب یہ بہت اچھا موقع ہے کہ تم آج اپنی محبت کا اعتراف کر لو پھر دیکھنا صبح کی اسائنمنٹ کینسل۔" صنم پھر سے شریر ہوتی اس کو مشورے سے نوازنے لگی جس پہ حیام اب واقعی چڑتی ہوئی اس کو غصے سے دیکھنے لگی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا فضول کے مشورے ہیں تمہارے۔" وہ اس کو گھورتی ہوئی بولی اور سائیڈ ٹیبل سے رجسٹر اٹھاتی ایسے ہی دیکھنے لگی۔

"مجھے یقین ہے تم یہی حرکتیں کرتی ہو گی ارتسام بھائی پہ ڈورے ڈالنے کے لیے۔" حیام نے افسوس سے اسے دیکھتے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

"افکورس بے بی۔۔۔" وہ آنکھ دباتی ڈھٹائی و شرم سے کہتی قہقہہ لگا اٹھی۔

"ان پہ ڈورے ڈالنے کی ضرورت نہیں پڑتی ویسے وہ پہلے ہی ڈورے ڈلے ہوئے ہیں۔" اپنی طرف سے وہ بونگی سی بات بناتی کہنے لگی جس پہ اب کی بار حیام کا قہقہہ گونجا۔

"اتنا اونچا نہیں ہنستے لڑکیو!" کمرے میں آتی رضیہ امی کی آواز پہ وہ دونوں سنجیدہ ہوئیں لیکن لبوں پہ شریر مسکراہٹ ابھی بھی بحال تھی۔

www.novelsclubb.com

"ماشاءاللہ سے بہت پیاری لگ رہی ہو، اللہ نظر بد سے بچائے۔" حیام کو دیکھتے انہوں نے کہتے چائے کی ٹرے درمیان میں رکھی اور اس کا ماتھا چوما۔

"جہانگیر بہت سنجیدہ سا ہے نا یا پھر مجھے ہی پہلی ملاقات میں ایسا لگا۔" انہوں نے تھوڑا جھجک کے پوچھا۔

"ارے امی بالکل ٹھیک پہچانا آپ نے، یونیورسٹی میں تو وہ ایک دم سڑے ہوئے سر کے نام سے مشہور ہیں پتا نہیں شادی پہ کیسے مان گئے۔" صنم نے شوخی سے کہا تو حیام نے آنکھیں دکھائیں۔

"وہ سنجیدہ ہی ہیں آنٹی، زیادہ بات نہیں کرتے، لیکن جو صنم کہہ رہی کہ وہ سڑے ہوئے ہیں ایسا بالکل نہیں وہ بہت اچھے اور خیال رکھنے والے ہیں۔" حیام اترا کے بتانے لگی تو صنم نے اس کے بدلتے رنگوں کو دیکھا۔۔ابھی کل پرسوں خود اسے سڑے ہوئے کہہ رہی تھی اور آج اس کی ماں کے سامنے کیسے تعریف کر رہی تھی اپنے مجازی خدا کی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بس اللہ اب ایسے ہی خوش رکھے اور نیک اولاد سے بھی نوازے آمین۔" انہوں نے دل سے دعا دی جس پہ حیام کے ساتھ ساتھ صنم نے بھی آمین کہا۔

"دیکھا کیسے آمین کہا اس نے بچوں والی بات پہ۔" صنم نے پھر سے چٹکلہ چھوڑا تو حیام سپٹپٹا اٹھی جبکہ امی نے سختی سے گھورا۔

______________**

"کیس کا کیا بنا اب تک؟" صنم کے والد نے پوچھا، ابھی وہ گھر سے کچھ فاصلے پہ بنے ایک پارک کی پاتھ پہ چلتے آہستہ سے قدم اٹھا رہے تھے۔ ارتسام نے لانگ کوٹ پہن رکھا تھا جبکہ جہانگیر نے بھی اپنا کوٹ آج خلاف توقع پہن رکھا تھا اور حیام کی بات کو غلط کیا کہ وہ ایسے ہی سولی کی طرح لٹکتا رہے گا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیس کا کیا ہونا انکل، وہی تاریخ دے دی انہوں نے پھر سے، حالانکہ یہ ایک سنوائی کا معاملہ تھا بس جانے کیوں اس کو لٹکائے جا رہے ہیں۔اور اب ایک نیا حصہ آگیا ہے اندر وہ جو فرہاد سے جھگڑا ہوا تھا۔" جہانگیر نے افسردگی سے بتایا تو انہوں نے پر سوچ ہوتے سر ہلایا۔

"فرہاد کا کیا معاملہ ہے اس میں، وہ تو ویسے بھی گھر نظر ہی نہیں آتا جانے کہاں اپنے آوارہ دوستوں میں پھرتا رہتا۔" صنم کے والد صاحب نے نخوت سے سر جھٹکتے کہا۔

"انکل اس میں قصوران آوارہ دوستوں کا نہیں ہے فرہاد کا خود کا قصور ہے، وہ پڑھا لکھا انسان ہے اپنے اندر سمجھ بوجھ رکھتا ہے لیکن اس کا دل اب ان کاموں میں لگ گیا ہے کہ اس کا دل راضی نہیں ہوتا نہ ہی اس کا دماغ ان فضول کاموں سے تھکتا ہے۔۔ کیا پتا وہ آوارہ دوست خود اچھی خاصی زندگی جی رہے ہونگے۔" جہانگیر ساتھ چلتے آرام سے کہنے لگا۔

"ہاں ٹھیک کہا۔۔۔اس کے دوست خود اچھے خاصے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں بس اسی نے خود کو خراب بگاڑ لیا ہے۔"ارتسام نے بھی تائید کی بات کی۔

"وہ آج کل ہماری گل کی بیٹی کے پیچھے ہے۔"جہانگیر نے ان کی پہلی بات کا جواب دیا جس پہ وہ چونک اٹھے۔

"وہ کیوں اس کے پیچھے ہے؟"انہوں نے حیرت سے پوچھا جس پہ وہ تمسخر سے ہنس دیا۔

"اس کے اندر مرے ہوئے باپ کی اچانک سے محبت جاگ اٹھی ہے جس پہ وہ تڑپ رہا ہے۔"جہانگیر نے طنزیہ کہا۔

"اور وہ مارنے والا قصہ۔۔۔"انہوں نے فرہاد کو پیٹنے والے واقعے کی طرف توجہ دلوائی۔

www.novelsclubb.com

"وہ عماد کے آدمی تھے۔۔۔دعا کو وہ روز ٹریپ کرنے پہنچتا تھا جس پہ آدمیوں نے اس کی ٹھکائی کر دی۔"اس نے یہ بات جیسے چسکا لیتے بتائی۔

"کیف کیسا ہے اب؟"اس سب میں ارتسام نے کیف کے بارے میں پوچھا جس پہ صنم کے والد تو خوب چونکے لیکن جہانگیر کے تاثرات ہنوز برقرار تھے۔

"الحمدللہ ریکور کر لیا اس نے کافی، میں جلد ہی کسی فزیو تھراپسٹ کا ارینج کرنے والا ہوں۔"اس نے خوشی سے بتایا تو صنم کے والد صاحب نے یہ ماجراہ جاننا چاہا۔

"تو کیف کی حالت کو چھپایا کیوں؟"ساری بات جانتے انہوں نے حیرت سے زہن میں پنپتا سوال داغا۔

"یہ حملہ فرہاد نے کروایا تھا، پہلے مجھے لگا تھا کہ یہ اکبر اعظم کی حرکت ہے لیکن میں یہ بھی نہیں مانتا تھا کہ وہ اتنا گر سکتے، اپنے دوست کی مدد سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آدمی فرہاد کے بھیجے ہوئے تھے اور میں نہیں چاہتا کہ یہ معاملہ کورٹ تک جائے، کیونکہ اکبر اعظم کو اس بات کا علم نہیں۔میں اس کیس کو مزید بڑھانا نہیں چاہ رہا۔۔بس چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اس کیس کا مثبت فیصلہ ہو تو میں اپنے والد کی زمین پہ ان کا خواب پورا ہوتا دیکھوں۔۔۔کیف ان شاءاللہ ٹھیک ہو جائے گا پھر وہ خود اتنی طاقت سکت رکھے گا کہ فرہاد سے نپٹ لے'ہم تو ویسے بھی اس کے ساتھ ہیں الحمدللہ۔"

جہانگیر نے کچھ سنجیدگی سے کچھ متبسم ہوتے کہا تو وہ اس کی بات پہ آمین کہہ اٹھے۔ انہیں یہ جان کے واقعی حیرت ہوئی کہ فرہاد نے یہ حملہ کروایا اور مزید حیرت اس بات پہ کہ جہانگیر جانتا تھا کہ کس نے حملہ کروایا۔

"اللہ تم سب کو تمہارے مقصد میں کامیاب کرے۔"جہانگیر کا کندھا تھپکتے کہا تو ساتھ ہی واپسی کی راہ کی کیونکہ انہیں یہاں وقت کافی ہو گیا تھا آئے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ لوگوں کا پتا نہیں میری بیگم انتظار کر رہی ہو گی میرا۔" صنم کے والد نے اب کی بار شریر ہوتے کہا تو وہ دونوں پہلے چونکے پھر قہقہہ لگا اٹھے۔

"میں کچھ کہہ نہیں سکتا ابھی کیونکہ جو میرا انتظار کر رہی ہے ان کے والد صاحب میرے ساتھ ہیں ابھی۔" ارتسام آنکھوں میں شرارتی چمک لیے چہکا۔

"اور میری بیگم شکر کر رہی ہو گی۔" جہانگیر کی آواز میں لاچارگی محسوس کرتے اب کی بار باقی دونوں کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

------------------**

ایک پر لطف رات انہوں نے صنم کی فیملی کے ساتھ گزاری اور تقریباً ساڑھے دس بجے وہاں سے رخصت ہوئے، جہانگیر کو صنم کی چھوٹی سی فیملی بہت بھائی تھی۔۔

www.novelsclubb.com

وہاں سے نکلتے انہوں نے ڈھیر ساری دعائیں دی اور دوبارہ آنے کی تلقین بھی کی۔

کمرے میں بیٹھے وہ اچھے خاصے ماحول میں بیٹھی تھی اب اچانک اتنی پرسکون ماحول سے اٹھ کے باہر نکلی تھی تو اندر تک کانپ اٹھی تھی۔ہڈیوں تک کو سردی چھو رہی تھی جیسے۔

اپنے آپ کو اچھے سے شال سے لپیٹے وہ گاڑی میں بیٹھی تھی، کچھ دیر میں گاڑی میں سردی بھی کم ہو گئی تھی لیکن پھر بھی حیام پہ کپکپی طاری تھی۔اب اس کی نظر اس کی سیٹ کی پشت پہ لٹکے کوٹ پہ تھی۔

www.novelsclubb.com

"لے لو حیام۔۔۔" اس کو بار بار کوٹ کو دیکھتا پا کے جہانگیر نے کہا، حیام کو لگا جیسے وہ مسکرا رہا تھا لیکن وہ سنجیدہ سا ڈرائیو کرنے میں مصروف تھا۔

اس کے کہنے پہ حیام نے بغیر کوئی جھجک کے اس کا کوٹ اتار کے آگے کی طرف سے خود کو کور کر لیا۔

"سیگریٹ پیا ہے آپ نے۔۔۔؟" کوٹ سے سیگریٹ کی سمیل آنے پہ وہ پوچھنے لگی اور جھک کے ایک بار پھر کوٹ میں سانس بھری۔

"ہمم۔۔۔ سردی تھی نا۔" اس نے اپنی وجہ بیان کردی جس پہ وہ گھورتی رہ گئی۔۔

"ابھی تو ہم ڈنر کر کے آئیں ہیں آپ نے یہاں گاڑی کیوں روک دی؟" آئس کریم پارلر کے سامنے گاڑی رکتے دیکھ اس نے الجھن سے پوچھا کیونکہ رات بھی کافی ہو رہی تھی اوپر سے سردی کا بہاؤ بھی تیز تھا۔

"آؤ۔۔۔!" اس کی بات کو نظر انداز کرتے اس کی سائیڈ کا ڈور کھولتے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ ایک پل تو وہ ایسے ہی اسے دیکھتی رہی پھر سرد آہ بھرتے باہر آئی، اپنی شال سمیٹتے اس سے قدم ملاتے اندر چل دی۔

"مجھے نہیں کھانی، میں تھک گئی ہوں گھر چلیں۔۔۔" اس کو آرڈر دیتے دیکھ وہ سرعت سے انکار کر گئی کہ آگے وہ ٹھنڈ سے سکڑ رہی تھی اوپر سے مزید سردی۔

"کوئی بات نہیں تھوڑی سی کھالو، تھکن گھر جا کے اتر جائے گی۔" نارمل انداز میں کہتا اس کے چہرے کو دیکھنے لگا، بلاشبہ وہ اس کو آج بے حد پیاری لگ رہی تھی اس سنہری کالے رنگ میں۔ کچھ سردی کی زیادتی بھی اس پہ طاری تھی کہ اس کے گلابی رخسار مزید گلاب بکھیر رہے تھے۔

وہ بے زاریت سے ادھر اُدھر دیکھنے لگی کیونکہ ابھی آئیس کریم کھانے کا اس کا بالکل موڈ نہیں تھا۔

دو منٹ بعد ہی ان کا آرڈر آگیا، ویٹر سرو کرتا۔ وہاں سے جا چکا تھا۔

"کھاؤ۔۔۔" اپنی آئیس کریم اٹھاتے اس نے حیام کو اشارہ کیا۔

"سردی لگ رہی ہے۔۔۔" وہ بے بسی سے کہتی آہستہ سے ایک ایک چمچ کر کے کھانے لگی۔

جہانگیر آئیس کریم ختم کرتا اب فرصت سے اس کو دیکھنے لگا جو کھا کم رہی تھی اس کی نظروں سے کنفیوز زیادہ ہو رہی تھی۔

"چلیں۔۔۔" بالآخر وہ چھوڑتی اٹھنے کو تھی۔

"مکمل ختم تو کرو اس کو۔۔۔" ابھی اس کی آدھی سے زیادہ پڑی تھی تو حیام کو اٹھتا دیکھ جہانگیر نے فورس کیا۔

"بس اب چلیں میں تھک گئی ہوں۔" وہ منہ بناتے بولی تو جہانگیر مسکراتا اٹھا، پے منٹ کرتے واپس گاڑی میں بیٹھا تو حیام اس کے بیٹھنے سے پہلے گھسی گاڑی میں۔۔

www.novelsclubb.com

***________**_________**

پارکنگ میں گاڑی روکتے حیام بے چینی سے کھڑی بس انتظار میں تھی کہ وہ اپنے بیڈ پہ جائے اور مزے سے سوئے۔۔

جہانگیر کے آنے پہ وہ اس کے ساتھ جلدی سے چلنے لگی۔ کوٹ کو اب اس نے اپنے بازو پہ سولی کی طرح لٹکایا ہوا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے وہ پر سکون سانس خارج کرتی کمرے کی طرف بھاگی۔۔ گھر میں داخل ہونے پہ اسے جو سکون وراحت ملی تھی وہ گاڑی کی گرمائش سے بھی نہیں ملی تھی۔

"ہائے سکون۔۔۔" جھرجھری لیتی وہ بچھائے ہوئے کمبل میں اپنے ہاتھ گھساتی ہوئی سرگوشی سے بولی۔

جلدی سے اٹھی کہ چینج کر کے آرام کر سکے کہ ابھی وہ پلٹی ہی تھی کہ اس کا بازو جہانگیر کی آہنی گرفت میں آیا جس پہ وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"سردی زیادہ لگ رہی ہے۔۔۔" اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے جہانگیر نے گھمبیر لہجے میں پوچھا کہ لہجے کی زومعنیت حیام کے ہاتھوں کے پسینے چھڑوا گئی۔

"چینج کرنے جارہی تھی یہ باریک ڈریس ہے نا اسی لیے سردی زیادہ لگ رہی تو گرم سوٹ پہنتی ہوں ابھی۔" وہ نرمی سے اپنا بازو چھڑواتی وضاحت دینے لگی۔

اس نے ابھی اپنا بازو اس کی ہلکی نرم گرفت سے آزاد کروایا ہی تھا کہ بازو کو چھوڑ کے وہ مزید قریب ہوتا اس کی دھڑکنوں کو تہہ و بالا کر گیا۔

اس کی کمر میں بازو حمائل کرتے آدھ کھلے بالوں کی ندی کو مکمل بہاتے اس کی خوشبو میں گہرے سانس بھرتا وہ مدہوش ہوا کہ اتنی قربت پہ بوکھلاتی سانس لینا بھول گئی۔

www.novelsclubb.com

"عا۔۔عاصم چینج کرنا ہے۔۔"اس کے جزباتوں کے سمندر پہ اس نے جیسے پل باندھنے کی کوشش کی کہ جانتی تھی کہ لہریں بے قابو ہوئیں تو روک نہ پائے گی۔

"ایسے دور بھاگ رہی ہو جیسے تمہیں کہیں ڈبو دوں گا۔" اس کے کان میں جھک کے مخموری سی سرگوشی کرتا، کان کی لو پہ اپنا ہلکا سا لمس چھوڑتا اس کے چہرے کے مقابل اپنا چہرہ لایا۔

ڈبو ہی تو رہا تھا اس کو اپنے جذبات کے سمندر میں جہاں سے واپسی ناممکن تھی، اپنی آنکھوں کے ساحل سے وہ گہرائی تک لے جانے کا متمنی تھا۔

"اتنا بھی کھڑوس نہیں ہوں جتنا سمجھ لیا تھا۔" اس کا ہاتھ چہرے کے سامنے لاتے اپنے ہاتھ سے تھامتے اس کو لبوں سے لگایا اور مزید قریب تر ہوا۔

بے اختیاری میں ہی وہ اس کے قریب ہوئی تھی لیکن وہ مکمل ہوش و حواس میں اس کے قریب ہوتا اپنی قربت کے رنگوں میں اس کو جھنجھوڑتا حواس معطل کر رہا تھا۔

پلکوں کی باڑ سجدہ ریزہ ہوئی تو رخسار گلاب، ہونٹ لرزاٹھے ہوں جیسے۔۔۔

کون پھر تم کو سراہے گا ہماری مانند

کون رکھتا ہے میری جان! ہماری آنکھیں

اس کی لرزتی پلکوں کو انگلی کے پوروں سے چھوتے وہ گنگنانے لگا، بالوں کی آبشار کو بکھیرتے اس نے آوارہ لٹوں کو انگلی سے لپیٹ کے ہلکے سے چہرے پہ پھونک ماری جس پہ وہ گہرہ سانس بھر گئی۔

"اجازت ہے۔۔۔" نئی زندگی کی شروعات سے پہلے وہ اس کی اجازت کا طلب گار تھا، اسے ضرورت نہیں تھی لیکن وہ رشتے کی خوبصورتی جانتا تھا، اس کو برقرار رکھنا آتا تھا۔ اس کے میچے ہاتھ کو آہستہ سے کھولتے نرمی سے اپنے سینے پہ دھڑکتے دل پہ رکھا جس پہ اس کی بچی کچی سانس نے بھی جیسے آج اپنا ساتھ چھوڑ جانا تھا۔

"ہمارے ہاں لڑکی کی خاموشی کو اقرار سمجھا جاتا ہے تو کیا میں ہاں سمجھ لوں۔" وہ جیسے یاد دلانے لگا جس پہ کچھ کہنے کے بجائے وہ مزید سمٹنے لگی شرم و حیا سے۔

حیام نے ہمت کرتے جیسے کچھ کہنا چاہا لیکن خود سے نفی میں سر ہلاتی جیسے گھبرا کے دوبارہ سر جھکا گئی۔

"الفاظ حیام۔۔۔" اس کو بولنے پہ اکسانے لگا، ساتھ ہی اس کی صبیح پیشانی کو اپنے لمس سے مہکانے لگا۔

"میں۔۔۔۔" جزبات کے بہاؤ نے آگے کے الفاظ ادا کرنے کی اجازت ہی نہ دی کہ وہی دم توڑ گئے۔۔۔ دونوں کی دھڑکنوں میں جیسے طلاطم بھرپا ہوا کہ وہ اپنے حسین لمحات میں کھونے لگے، اس کی سرگوشیاں سنتی وہ مسکاتی رات کی رنگین تتلیوں کو رنگ بکھیرتا دیکھنے لگی۔

آنے والا کل ان کے لیے کیا خبر لائے گا اس سے انجان وہ فسوں خیز لمحات کی نظر ہو گئے۔۔۔

رَدیف، قافیہ، بندِش، خیال، لفظ گری

وُہ حُور، زینہ اُترتے ہُوئے سکھانے لگی

کتاب، باب، غزل، شعر، بیت، لفظ، حُروف

خفیف رَقص سے دِل پر اُبھارے مست پری

www.novelsclubb.com

کلام، عَرُوض، تغزل، خیال، ذوق، جمال

بدن کے جام نے اَلفاظ کی صراحی بھری

سلیس، شستہ، مرصع، نفیس، نرم، رَواں

دَبا کے دانتوں میں آنچل، غزل اُٹھائی گئی

قصیدہ، شعر، مسدس، رُباعی، نظم، غزل

مہکتے ہونٹوں کی تفسیر ہے بھلی سے بھلی

مجاز، قید، معمہ، شبیہ، اِستقبال

www.novelsclubb.com

کسی سے آنکھ ملانے میں اَدبیات پڑھی

قرینہ، سَرقہ، اِشارہ، کنایہ، رَمز، سوال

حیا سے جھکتی نگاہوں میں جھانکتے تھے سبھی

بیان، علمِ معانی، فصاحت، علمِ بلاغ

بیان کر نہیں سکتے کسی کی ایک ہنسی

ترنم، عرض، مکرر، سنایئے، اِرشاد

کسی نے ''سنیے'' کہا، بزم جھوم جھوم گئی

حضُور، قبلہ، جناب، آپ، دیکھیے، صاحب

کسی کی شان میں گویا لغت بنائی گئی

حریر، اَطلس و کمخواب، پنکھڑی، ریشم

www.novelsclubb.com

کسی کے پھول سے تلووں سے شاہ مات سبھی

گلاب، عنبر وریحان، موتیا، لوبان

کسی کی زُلفِ معطر میں سب کی خوشبو ملی

(انتخاب)

________________**

"ارتسام اٹھ جائیں میں لیٹ ہو جاؤں گی۔۔۔" اس کے سرہانے بیٹھی وہ کب سے اٹھانے کی تگ ودو کر رہی تھی لیکن مجال تھی کہ یہ انسان ہلا بھی ہو۔

"اٹھ جائیں پھر آ کے سو جایئے گا۔۔۔" اس کو کندھے سے ہلاتی پھر سے اٹھانے لگی تو بس "ہوں" کر کے واپس سو گیا۔

"کون سا نشہ کر کے سوئیں ہیں جو ہوش ہی نہیں آ رہی آپ کو۔" اب کی بار وہ زرا غصے اور چڑ سے بولی۔

"تمہارا۔۔۔!" ایک ہی جست میں سیدھا ہوتا اس کو اپنے قریب جھکاتے وہ دلکشی سے گویا ہوا کہ پس منظر سمجھتے وہ سرخ پڑتی اس پہ مکے برسانے لگی۔

"اب کیوں ہوش آ گیا آپ کو، پہلے تو نہیں آ رہا تھا جب کب سے بلائی جا رہی تھی میں۔۔۔" اپنی مطلب کی بات پہ وہ فوراً سے حواسوں میں آتا اس کو بے حال کرتا مزے سے اٹھ بیٹھا تو وہ شکوہ کرتی دور ہوئی۔

"بس ایسے ہی نیند نے کہا کہ جب اتنی حسین اور من پسند بیوی پاس ہے تو مجھے بھاڑ میں بھیج کے اس کو باہوں میں بھر لو۔" وہ بے وقت ہی رومانوی انداز اپناتا پھر سے شریر ہوا تو صنم اس کا حصار کھولتی پیچھے ہٹتے گھورنے لگی۔

"صنم میری جان واپس آؤ، اور بھولو مت کہ تم نے مجھے ابھی تک میری برتھڈے کا گفٹ نہیں دیا۔" وہ اس کے دور جانے پہ آنکھیں دکھاتا یاد کروانے لگا۔

"یہ جو گفٹ کے نام پہ آپ خوامخواہ منہ پھلا رہے ہیں یاد کریں دیا تھا۔اور اٹھیں میں لیٹ ہو جاؤں گی میری کلاس ہے۔" وہ اس کی ایک ہی رٹ کو بار بار سنتی آنکھیں گھما گئی،اسی گفٹ نہ دینے کے نام پہ وہ جانے کتنی بار ایسے ہی اسے تنگ کر چکا تھا۔

"تمہارا نہیں یاد مجھے لیکن جو دیا نے دیا تھا وہ یاد ہے مجھے۔"اس کو چڑانے کے لئے وہ کہتا اٹھا اور جاتے جاتے پھر سے شرارت کر گیا۔حسب معمول وہ دیا کے نام پہ چڑ بھی گئی۔

"اب آپ کے اٹھنے کا فائدہ نہیں واپس سے سو جائیں میں بابا کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔" وہ سنجیدگی سے اپنا بیگ تھامتی ابھی مڑنے کو تھی کہ اس کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"سو تو میں جاؤں لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے میری بیوی چاہیئے۔"

"وہ بھی دوسری۔۔۔۔" اپنا پہلا جملہ مکمل کرتے صنم کی آنکھوں میں دیکھتا وہ مزید شرارت سے آہستہ سے گویا ہوتا اپنی آنکھ دباتے اس کی پھیلی آنکھوں کو دیکھتا زبردستی کا ایک رخسار پہ بوسہ لیتا اسے سکتے میں چھوڑ کے کمرے سسے باہر نکلا۔

"صنم جان اگر صدمہ کم ہو تو آجانا ویٹ کر رہا ہوں۔" اس کی بات پہ وہ اندر تک جل بھن کے رہ گئی تھی، پکار پہ وہ کمرے سے باہر آئی اور گیٹ کی طرف بڑھنے لگی جہاں وہ گاڑی نکال رہا تھا۔

"آپ کو تو میں دیتی ہوں دوسری کیا تیسری چھوتی بیوی۔" وہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی اس کے اشارہ کرنے پہ اپنی سیٹ پہ بیٹھی۔

"ضرور ضرور میں انتظار کر رہا ہوں، ویسے ایک کام کرو۔ دوسری تیسری بیوی کے بجائے اپنی جیسی دو تین صنم دے دو زندگی سنور جائے گی میری۔" ڈرائیو کرتے اس نے شرارتاً کہا۔

www.novelsclubb.com

"ایک سنبھلی نہیں جاتی چلیں ہیں باقی سنبھالنے۔" وہ جلے دل سے بولی تو وہ قہقہہ لگا اٹھا۔یقیناًوہ اس کا مطلب نہیں سمجھی تھی۔

"حیام آگئی ہے شاید۔"یونیورسٹی کے گیٹ پہ گاڑی روکی تو گیٹ کے پار جہانگیر کی گاڑی دیکھتے صنم نے کہا۔

"ٹائم پہ آجایئے گا اوکے اللہ حافظ۔" وہ خفگی سے اس کی جانب رخ کرتے کہنے لگی جس پہ گہری مسکان لیے بازو کے ہلکے میں لیتے اس کی پیشانی پہ لب رکھے اور ہمیشہ کی طرح اسے رخصت کیا۔

"جی جناب۔" کہتا واپس جانے کے لیے گاڑی ریورس بیک کی۔

جہانگیر کو گاڑی سے اکیلا نکلتے دیکھ وہ حیران ہوئی۔۔

"کیا آج حیام نہیں آئی۔۔! ہو سکتا ہے کہ وہ اندر چلی گئی ہو۔" وہ سوچتی اندر کی جانب بڑھی۔

____________**

ابھی وہ پارکنگ میں گاڑی پارک کر کے اترا ہی تھا تو اس کا موبائل بجنے لگا۔اس وقت ان کی کال دیکھتے وہ حیران ہوا تھا کہ اس ٹائم خیریت۔

"السلام علیکم ! جی کیسے ہیں آپ ؟" وہ دوسری طرف کال اٹھاتے ہی وہ پوچھنے لگا۔

"اچھا واقعی بتائیں۔" وہ مسکراتا قدم لیتا اپنے آفس کی جانب جانے لگا۔

"شکر اللہ کا، یہ تو بہت اچھی خبر سنادی آپ نے۔جی بس یہاں سے فری ہو کے میں وہیں آتا ہوں.جی ضرور، بتادیں ادھر۔" دوسری طرف جیسے کوئی خوشی کی نوید سنائی گئی تبھی آنکھیں جیسے ایک دم چمک اٹھیں۔

گہری مسکان لیے وہ آفس میں داخل ہوا تو بے ساختہ ہی دھیان اس دشمن جان کی جانب گیا۔

www.novelsclubb.com

وہ بچپن سے اسے جانتا تھا، اسے شروع سے پہچانتا تھا۔ایک الفت سی تھی ایک لگن سی تھی اس سے شروع سے ہی۔اس کی تصویر اس کی کبرڈ میں جانے کب سے تھی وہ خود بھی نہیں جانتا تھا لیکن چاہ کے وہ اسے نکالتا نہیں تھا۔کیف کے اظہار کے بعد بھی وہ یہ حرکت چاہ کے بھی نہیں کر پایا تھا۔تب شاید وہ ایک چاہت تھی لیکن اب وہ محبت سے بھی بڑھ کے تھی اسے۔

چند دن اس نے زندگی کے اس کے ساتھ جیے تھے اور ان چند دنوں میں وہ چاہتوں کے سمندر میں غرق تھا۔وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسے وقت نہیں دے پا رہا خود کو سمجھنے کا لیکن مصروفیات ہی ایسی تھیں۔

www.novelsclubb.com

وہ اسے ابھی نئ زندگی شروع کرنے کے لیے وقت دینا چاہتا تھا لیکن کل رات وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔ تبھی صبح اسے بغیر جگائے وہ خود یونیورسٹی آگیا تھا۔۔ شاید وہ خود ابھی تیار نہیں تھا اس کے رد عمل کو دیکھنے کے لیے۔

ابھی لیکچر شروع ہونے میں تھوڑا ٹائم تھا تو ایسے ہی اس کو سوچتے موبائل نکالے اس کی تصاویر دیکھنے لگا جو اسی کے موبائل سے آئی تھیں (صنم کی شرارت)۔

کچھ ان دونوں کی تصاویر بھی تھی جو عاصم نے کیچن میں لی تھیں اس کے ساتھ کھانا بناتے۔ساتھ بیتے لمحات کا خمار تھا کہ اچانک دل میں آرزو جاگی کہ وہ ابھی اس کے پاس اس کی دسترس میں ہوتی۔

"کھڑوس۔۔۔!"سٹوڈینٹس سے ملنے والا یہ عام خطاب تھا اس کو جس کا وہ عادی ہو چکا تھا۔یہی خطاب وہ حیام کے منہ سے بھی بہت بار سن چکا تھا۔

"شاید اب نہ کہے۔۔۔"سوچتے وہ دلکشی سے ہنس دیا۔

______________**

اس نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولنا شروع کیں تو پلکوں پہ جیسے بوجھ سا آگیا۔ اچانک روشنی کی تیز دھار اس کی آنکھوں میں چبھتی ہوئی گزری جس پہ اس نے دوبارہ سے زور سے آنکھیں میچیں۔

اپنا ہاتھ اٹھاتے آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہا لیکن اتنی سکت نہ تھی کہ وہ اسے ہلا بھی پاتا۔ مشکل سے پلکوں کو جنبش دیتے اس نے دوبارہ سے آنکھیں کھولیں تو پہلے کی نسبت اب روشنی ہلکی تھی۔

"کیف میرا بچہ۔۔۔" یہ آواز وہ کب سے سننے کی چاہ میں تھا، آواز ہی نہیں وہ ان کو دیکھنے کا بھی طلب گار تھا، ان دو سے ڈھائی ماہ اس نے ان کی آواز 'ان کا لمس محسوس کیا تھا۔ دیکھنے کی چاہ وہ دباتا آیا تھا۔ اس کا ذہن مکمل بیدار نہیں تھا لیکن اکثر وہ ان کی خوشبو محسوس کرتا تھا، اپنے بے حد پاس۔

"اماں بیگم۔۔۔!" وہ سرگوشی میں بولا اتنی کہ وہ خود بھی ٹھیک سے سن نہ پایا اپنی آواز۔

"میرا بچہ۔۔۔" وہ محبت سے کہتیں اس کا ماتھا منہ چومنے لگیں۔ مامتا ہی ایسی تھی کہ اپنے بیٹے کو ہوش میں آتا دیکھ اس کو آغوش میں بھرنے کی چاہ لیے بیٹھی تھیں۔

"کیسا فیل کر رہے ہو؟" اس کی پیشانی چومتے وہ محبت سے نم آنکھیں لیے بولی تھیں تو وہ ہلنے کی کوشش کرتا اٹھ کے بیٹھنے لگا لیکن جسم میں اتنی طاقت نہ تھی۔

رات کو اماں بیگم کے ساتھ اظہر صاحب یہاں کیف کے پاس موجود تھے۔ اماں بیگم زبردستی ان کے ساتھ یہاں آئی تھیں کہ ان کو بیٹے کی یاد آ رہی تھی۔

جب رات کو اماں بیگم کیف کے پاس بیٹھی اس پہ آیات پڑھ کے پھونک رہی تھیں تب اس کے ہاتھ میں جنبش محسوس کرتے وہ گھبرا گئی تھیں کہ کہیں اس کی طبیعت خراب نہ ہو۔ لیکن وہ آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ابھی وہ اس کو سنبھالتی کہ کیف کی آواز نے انہیں خوشگوار حیرت میں ڈالا۔

"ماں پانی۔۔۔" وہ ان سے پانی مانگ رہا تھا۔ اتنی دیر ایک ہی پوزیشن میں رہنے سے اس کا جسم پیرالائز ہو گیا تھا۔ جہانگیر کی ہدایت پہ جو نرس یہاں اس کے پاس ہوتا تھا وہ اس کو کروٹ دلوا دیتا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کا جسم ابھی فوراً حرکت میں نہیں تھا۔

"کچھ چاہیئے میرے بچے کو۔۔۔" اس کے بال سنوارتے انہوں نے پچکارہ جو بہت خشک ہو چکے تھے اس کی کمزوری کی وجہ سے۔

"نہیں۔۔۔" وہ کہہ کے ہلکا سا مسکرایا۔

آنکھیں ایک بار پھر سے موند کے اس نے اللہ کا لاکھ شکر ادا کیا کہ صحت بحالی پہ سب سے پہلے اس نے ماں کا چہرہ دیکھا تھا، صد شکر کے وہ ابھی زندہ تھا زندگی کے لیے۔

"جہانگیر کو کال کر دیں۔۔۔" اظہر صاحب کو اندر آتا دیکھ اماں بیگم خوشی سے بولیں تو انہوں نے سر ہلایا۔

"جی کر دی ہے،۔ کہہ رہا تھا کہ کام سے فارغ ہوتے فوراً یہاں آئے گا۔" انہوں نے پاس بیٹھتے کہا تو کیف اپنے والد کو دیکھتے نم آنکھیں لیا ان جنت کو دیکھنے لگا۔

"آؤ بیٹھ جاؤ ایسے آہستہ آہستہ جسم حرکت کرے گا۔" اظہر صاحب نے اپنی اہلیہ کی مدد سے اس کو بٹھایا پیچھے چار پانچ تکیے سیٹ کرتے۔ اسے ابھی دقت تو بہت ہوئی لیکن وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

"میں سوپ بنا کے لاتی ہوں تمہارے لیے۔۔۔" اس کے ماتھے کو چومتے انہوں نے محبت سے کہا اور کیچن میں چلی گئیں۔

اس کے لیے جو نرس ارینج تھا اس کا آنے کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس کو دوائی بھی کھلانی تھی کیونکہ صبح ڈاکٹر چیک اپ کر کے جا چکے تھے۔ وہ بھی بہت خوش تھے کہ کیف کو باقاعدہ ہوش آ گیا تھا۔

___________________**

زندگی سے بھرپور انگڑائی لیتے وہ سورج کی روشنی کی مداخلت ہی ماتھے پہ ہلکی سی تیوری چڑھا گئی۔پلکوں کی باڑ ابھی بھی آنکھوں پہ سجدہ ریزہ تھیں۔نیند کا خمار اپنے نین کٹوروں میں سجائے اس نے آنکھیں ہلکی سی وا کیں تو کمرے میں ملگجا سا اندھیرہ تھا۔

اپنی گردن موڑتے اس نے دوسری جانب اسے تلاشنا چاہا لیکن وہ کمرے میں موجود نہیں تھا۔

چہرے پہ الجھن کے تاثرات لیے وہ اٹھ بیٹھی اور اپنے بکھرے بالوں کو رف سے جوڑے میں قید کرتی پاؤں نیچے کرتی جوتا پہنتی اٹھی۔

"یہ کہاں گئے؟"وہ حیران ہوتی واشروم چیک کرنے لگی۔

وقت دیکھا تو صبح کے نو بج رہے تھے۔وہ حیران ہوتی موبائل کی جانب آئی۔تو وہاں میسج شو ہو رہا۔

"مسٹر ہز بینڈ۔۔!!یہ کون۔۔۔اوعاصم۔۔میں بھی نا۔"موبائل میں ہز بینڈ نام دیکھتے وہ حیران ہوئی کہ یہ کون کیونکہ اس نے عاصم کا نمبر سر عاصم کے نام سے سیو کر رکھا تھا تبھی وہ چونکی تھی کہ یہ ہز بینڈ کون۔۔۔پھر خود کی عقل پہ افسوس کرتی رہ گئی۔

"السلام علیکم !گڈ مارننگ !میں یونیورسٹی جارہاہوں ناشتہ دھیان سے کر لینااور اپنا خیال رکھنا۔"

www.novelsclubb.com

یہ اس کا میسج تھاجو تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا۔

"اتنی روکھی سوکھی مارننگ وش۔"وہ منہ بنا کے رہ گئی جبکہ رخسار ابھی جیسے سرخ تپ رہے تھے۔

ساری رات اس کے حصار میں رہ کے وہ پرسکون سوئی تھی، صبح فجر کی اذان پہ اس کی آنکھ کھلی تو فریش ہو کے اس نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کے جب وہ دوبارہ سونے کے لیے لیٹنے لگی تب یونیورسٹی جانے میں تھوڑا ہی وقت تھا لیکن سستی کاہلی دکھاتے وہ واپس سونے کی تیاری کرنے لگی کہ عاصم اٹھا دے گا ٹائم پہ۔ ابھی اسے لیٹے کچھ ہی دیر گزری تھی جب اپنے گرد پھر سے اس کا حصار محسوس کیا تو نیند کی خماری میں ہی اس کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔ خود کو سنبھالتے پھر سے نیند کی وادی میں سیر کرنے لگی۔

اب جب آنکھ کھلی تو وہ تھا ہی نہیں گھر یہاں تک کہ جناب اس کو اٹھائے بغیر یونیورسٹی جا چکے تھے۔

"وعلیکم السلام !" اس نے مسکاتے جواب بھیجا۔ ابھی جواب بھیجے اسے دس سے بیس سیکنڈ ہی ہوئے ہونگے کہ 'مسٹر ہزبینڈ' کا نام موبائل پہ شو ہونے لگا۔ وہ چونکی کہ کیا وہ اسی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

www.novelsclubb.com

جانے کیوں رخسار گلنار ہو گئے تھے۔اس نے جھجک کے کال او کے کرتے اٹھائی۔

"اٹھ گئی۔"اس کی سنجیدہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ گہرہ سانس بھرتے رہ گئی کہ اس کی سانس بھرنے کی آواز دوسری جانب اس نے واضح سنی جس پہ اس کے لبوں پہ تبسم بکھر گیا۔

"جی۔۔۔!آپ نے اٹھایا کیوں نہیں مجھے،میری کلاسز مس ہو جاتی ہیں۔"وہ آہستہ آواز میں شکوہ کرنے لگی،جہانگیر واضح محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس سے بات کرنے میں کترا رہی تھی۔۔

"تمہاری نیند کا خیال کر گیا تھا،خیر آئندہ نہیں کروں گا۔"اس کے شکوہ کرنے پہ وہ بڑے آرام سے غیر سنجیدہ بات سنجیدگی سے کہہ گیا کہ وہ سٹپٹا اٹھی۔

"میرا مطلب کہ میری امپورٹینٹ کلاسز ہیں اور میں مس نہیں کر سکتی۔"آس پاس دیکھتے اس نے جیسے چور لہجے میں کہا جیسے وہ اس کی چوری پکڑ لے گا۔

"کوئی بات نہیں رات میں پڑھا دوں گا۔" بڑے آرام سے اس نے مسئلے کا حل بتایا۔

"نہیں آپ مجھے لے جائیں میں مس نہیں کر سکتی وہ کلاس۔" اس کی تین کلاسز تھیں آج دو تو عاصم کی ہی تھیں لیکن ایک دوسرے سر کی تھی جو آج بہت امپورٹینٹ بھی تھی تو اسے چھوڑنے کا وہ رسک نہیں لے سکتی تھی۔

"یقین کرو بیگم بالکل ٹھیک اور سنجیدگی سے پڑھاؤں گا۔" وہ جیسے اصرار کرنے لگا جس پہ وہ الجھی کہ کیوں ضد کر رہا ہے، یقیناً اسے چھیڑ رہا تھا۔

"نہیں آپ مجھے لے جائیں پلیز۔" وہ مصر تھی جانے میں تبھی وہ راضی ہو گیا کہ ناشتہ کر لے پھر اس کو آ کے لے جاتا ہے۔

آدھے گھنٹے میں وہ نیچے بلڈنگ ایریا میں موجود تھا کہ جلدی سے آجائے کیونکہ پھر اس کی کلاس اور بھی تھی۔ حیام ناشتہ اپنا ختم کر چکی تھی۔ ٹی پنک کلر کی شارٹ شرٹ پہ ہم رنگ دوپٹہ اور ہم رنگ ہی ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ سادگی میں بھی وہ

غضب ڈھا رہی تھی۔لبوں پہ گلابی گلوز لگائے اس کو دل میں اترتی محسوس ہوئی تھی وہ،وہ نظریں چراتی ہوئی سلام کرتی بیٹھ گئی۔اوپر اس نے سکن لانگ کوٹ پہن رکھا تھا۔

"آپ کا لیکچر گزر گیا؟"اس نے سرسری سا پوچھا۔

"ہم ہو گیا،اگر تھوڑی دیر پہلے مجھے آنے کا کہتی تو لازماً کلاس میں سزا دیتا۔"وہ مزے سے بتاتا اس کو تپا گیا۔

"آپ کو ویسے کچھ خیال کرنا چاہیئے آپ کی بیوی ہوں میں لیکن آپ مجھے سزا دینے سے بھی باز نہیں آتے۔"اس کی طرف رخ کرتے وہ خفگی سے کہنے لگی جس پہ جہانگیر نے ایک گہری نظر اس پہ ڈالی اور نا چاہتے ہوئے بھی مسکاتا ہوا سیدھا ہوتا ڈرائیو کرنے لگا۔

اس کی نظر کو محسوس کرتے وہ خاموشی سے باہر دیکھنے لگی۔

گاڑی سے اترتے جہانگیر کی ایک دو بات سنتے وہ کلاس کی جانب گئی۔کلاس میں اینٹر ہوئی تو صنم پہلے سے ہی موجود تھی اس کو دیکھتے اس سے ملی۔

"اتنا لیٹ کیوں آئی تم؟" وہ ملتے ہی پوچھنے لگی۔

"ہاں بس صبح آنکھ ہی نہیں کھلی میری۔" وہ مسکراتی بتانے لگی جس پہ صنم چالا کی سے مسکرائی۔

"خیر ہے، آنکھ کیوں نہیں کھلی تمہاری۔۔۔" وہ آنکھیں مٹکاتی ہوئی معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"تم کتنی بری ہو۔۔۔" وہ چڑتی ہوئی بولی تو صنم قہقہہ لگا اٹھی۔

اس سے پہلے وہ مزید کوئی بات کرتیں کلاس میں سر اینٹر ہو چکے تھے۔ان سر کا لیکچر ختم ہوا تو حیام نے صنم سے پہلے والے عاصم کے لیکچر کی ڈیٹیل پوچھی۔

"سر دوسری کلاس لیں گے آج؟"

وہ صنم سے لیکچر کے بابت پوچھ رہی تھی تب اسے کلاس کی ایک لڑکی نے مخاطب کرتے پوچھا جس پہ وہ حیران ہوئی کہ وہ کیسے جان سکتی کہ وہ لے گا یا نہیں۔

"معلوم نہیں۔۔۔" وہ لاعلمی کا اظہار کر گئی۔

"کیسی بیوی ہو یار پوچھ لیتی ان سے، یا ان کو تھوڑی رشوت دے کے کینسل کروا دیتی کلاس۔" وہ سن کے مایوس ہوئی پھر شرارت سے کہتی اس کو چھیڑنے لگی۔اس لڑکی کی بات چیت تھی حیام سے تبھی وہ زرا اس سے فری ہوئی تھی۔

"یہ سب کو آج ایسی ہی باتیں سوجنی تھی۔" وہ دل میں سوچتی ان کو گالیوں سے نوازنے لگی جو اب بات بات پہ اس کو چھیڑ رہی تھیں۔

کلاس میں جب وہ داخل ہوا تو سب خاموش ہوتے اپنی اپنی سیٹس پہ بیٹھے تھے۔

"اسائمنٹس جنہوں نے سبمٹ نہیں کروائی وہ کھڑے ہو جائیں۔" سب سے پہلے اس کی بات ہی یہی تھی۔ حیام کو سنتے جھٹکا لگا کہ اس کو تو وہ بھول ہی گئی تھی۔

"مسز حیام۔۔۔۔۔؟"کلاس میں ایک دو سٹوڈینٹ کھڑے ہوئے تو حیام کو کھڑا نہ ہوتا دیکھ وہ سرد لہجے میں اس کو پکارنے لگا جس پہ وہ آج اس وقت کو کوسنے لگی کہ اس نے کیوں بلایا اس کو سکون سے گھر سوتی رہتی اب اس نے بے عزتی کرنے سے باز بھی نہیں آنا تھا۔

"جی۔۔۔!"وہ سر اٹھا کے اسے دیکھنے لگی جو اسی جو محویت سے دیکھنے میں مصروف تھا۔

"اسائمنٹ۔۔۔۔۔"وہ آبرو اچکاتے پوچھنے لگا جس پہ وہ گہرہ سانس بھرتی کھڑی ہوئی۔وہ ضرور مکمل کر لیتی اسائمنٹ اگر رات کو۔۔۔۔۔وہ بس سوچ کے رہ گئی۔۔

"وہ ایکچولی سر میری طبیعت نہیں ٹھیک تھی تو نہیں کر پائی۔۔" وہ مسکینیت طاری کرتے بتانے لگی جس پہ کلاس میں دبی دبی سی ہنسی گونج اٹھی کہ شوہر سے بیوی کی کلاس لگ رہی تھی۔۔

"آپ کو تو میں بتاتی ہوں گھر جا کے۔۔۔" وہ غصے و بے بسی سے اس کو دل میں سنانے لگی۔۔

پوری کلاس میں اس کی بھی خوب بے عزتی کرتا وہ لیکچر دینے لگا۔

صنم نے تو یہاں تک افسوس کیا کہ اگر وہ اس کے کہے پہ عمل کرتی تو آج ایسا نہیں ہوتا۔اب وہ اسے کیا بتاتی کہ وہ تھا ہی اتنا میسنا کہ اس پہ کوئی فرق نہیں پڑنے والا تھا۔

"میں تھوڑی دیر میں آجاتا ہوں، کیف کی طرف جارہا ہوں اسے ہوش آگیا ہے۔" گھر چھوڑتے اس نے حیام سے نارملی کہا جبکہ وہ اس کی بات سنتے جیسے سکتے میں آگئی۔

"ہوش آگیا ہے انہیں۔" وہ بہت آہستہ آواز میں پوچھنے لگی تو جہانگیر کی مسکراتی آواز اس کے کانوں میں ٹکرائی۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے، اسی کی طرف جاؤں گا ابھی اور ہو سکتا کہ شام تک باقی سب بھی آجائیں۔" گھر کے دروازے پہ کھڑے ہوتے اس کو بتانے لگا اور وہ خاموشی سے سننے لگی۔

"خیال رکھنا۔" جاتے ہوئے اس کی پیشانی کو لبوں سے چھوتے وہ چلا گیا جبکہ حیام کو اسی سوچ میں ڈوبی تھی کہ کیف کو ہوش آگیا۔۔۔۔

"اس کے بارے میں کیا سوچے گا، وہ کیا پوچھے گا اس کے بارے میں، کیا وہ اپنی شادی کا سوال کرے گا۔" دروازہ لاک کرتی وہ بیڈ روم میں آتے خالی نظروں سے سامنے دیوار کو گھورنے لگی۔

"ابھی تو زندگی شروع کی تھی ہم نے، ابھی تو ہم ساتھ رہنے لگے تھے۔" وہ سوچتی بالکل ساکت ہو گئی۔۔ دماغ جیسے ماؤف ہونے لگا کہ کچھ کرنے کا ہوش نہ رہا۔۔۔۔

"کیا وہ اس کے بارے میں پوچھے گا، جہانگیر کیا جواب دے گیں، کیا میں اچھی ہمسفر بن پاؤں گی؟۔"

یہ سب سوال اب اس کے ذہن میں گردش کریں گے تب تک جب تک جہانگیر واپس نہیں آجاتا تھا۔

_______________**

موسم اپنے تاثرات بدل رہا تھا، ہوا کی دوش میں اڑتے ہلتے درخت کے پتوں نے ایک الگ ہی سر بکھیرا ہوا تھا۔ سرسراتی ہوئی ہوا کھیتوں کھلیانوں سے ہوتی اپنی خنکی طاری کر رہی تھی، سورج کی روشنی کہیں کہیں جلوہ گر تھی۔

"جلدی آگئے آپ!"

صحن کی چارپائی پہ بیٹھی وہ دھوپ سینک رہی تھی جب اصفحان اس کے ساتھ ہی چارپائی پہ آ کے بیٹھا، ہاتھ میں پکڑی کنو کی پھانک اس کی طرف بڑھائی تھی۔

"ہمم۔۔۔کام ختم کر کے آیا ہوں۔" وہ اس سے کنو لیتا وہ خود بھی کھانے لگا، شاید وہ ترش ذائقہ تھا تبھی وہ عجیب سا منہ بناتا اپنی آنکھیں میچنے لگا جس کو دیکھتی زوفا ہلکا سا کھلکھلا اٹھی۔

"اتنا کھٹا ہے یہ۔" دوسرا پیس اس کو واپس کرتے وہ تبصرہ کر گیا۔

"نہیں کھانا اور۔۔۔؟" وہ دوسرا چھیلتے اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں دل نہیں ابھی۔" اپنی اوڑھی ہوئی شال کو سائیڈ پہ کرتا وہی نیم دراز ہوا۔

"چائے بنا دوں، یا کھانا لاؤں؟"

"نہیں بھوک نہیں اور چائے۔۔۔پتا نہیں کیوں اس کا ذائقہ بہت عجیب لگتا ہے اب، شاید چائے کی پتی ٹھیک نہیں آئی اس بار۔" اصفحان سنجیدگی سے اس کو چائے

WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے بارے میں محسوس کیا ہوا ذائقہ بتانے لگا جس پہ نا چاہتے ہوئے بھی زوفا شرمندہ سی نظریں چرا گئی۔

"شاید۔۔۔" بس اتنا ہی کہہ پائی اور خود کنو کھانے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ غلط کر رہی ہے لیکن وہ بھی شاید مجبور تھی۔

"دادی جان کہیں گئی ہیں کیا؟" وہ آتے ہوئے ان سے ملنے کمرے میں گیا تھا لیکن وہاں موجود نہ پا کے ابھی پوچھ رہا تھا۔

"ہاں جی پاس ہی کسی کے گھر گئی ہیں شاید عیادت کے لیے۔" سرسری سا جواب دیا جس پہ اصفحان نے پوچھا کہ وہ کیوں نہیں گئی۔

"ایسے ہی، دل نہیں کر رہا تھا۔" وہ کندھے اچکا گئی۔

"اچھا کیا۔۔۔" وہ کندھے اچکا گیا جس پہ وہ حیران ہوئی کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہا۔

"کیوں۔۔۔؟" وہ متجسس ہوئی۔

"اچھا ہے نا آپ نہیں گئی، اگر جاتیں تو پھر آپ کے فضول سوچوں کو ذہن پہ سوار کرتیں جس سے میرا پارا ہائی ہوتا۔" وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کرتا اس کو سکتے میں چھوڑ گیا۔

"آپ کا پارہ میری وجہ سے ہائی ہونا تھا؟" وہ حیران ہوتی منہ کھولے اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں آپ کی وجہ سے نہیں لیکن اگر آپ فضول سوچتیں تو ضرور۔۔" وہ بغیر جھوٹ بولے صاف صاف بتانے لگا جس پہ زوفا مزید حیرت میں غرق ہوئی۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔" وہ زرا اداسی سے بولی تو اصفحان نے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"کیوں قصور نہیں 'کیا آپ کا اپنے آپ پہ بس نہیں چلتا۔" اصفحان نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"اپنے احساسات پہ تو نہیں چلتا نا۔۔" وہ بھی ترکی بہ ترکی جواب میں بولی۔

"انسان کا بس ہر چیز پہ چلتا اگر وہ چاہے، وہ اپنی قسمت تک بدل سکتا ہے اگر وہ کرنا چاہے تو 'اور سوال یہی 'اگر' پہ ہی تو آکے رکتا ہے کیونکہ نا تو انسان اس 'اگر' کے بعد کچھ سوچنا چاہتا اور نہ ہی اس 'اگر' کے بغیر۔" وہ رسان سے اپنے الفاظ ادا کرنے لگا۔

"اگر، مگر 'لیکن یہ سب وہمی ہیں۔۔۔انسان ان سب سے وہم و وسوسوں میں پڑ جاتا جس کا وہ خود زمہ دار ہوتا۔" وہی سے اپنی بات جوڑتا اس کے ہاتھ میں موجود چھلا ہوا کنو پکڑے کھانے لگا۔

"انسان کو اپنے ہر معاملے میں اللہ پہ بھروسہ ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ خود پہ بھی بھروسہ ہو تبھی تو وہ پر اعتماد ہوگا۔"

"بہت سے ایسے معاملات بھی ہیں جن پہ ہمارا کوئی بس نہیں چلتا تب اللہ ہمیں صبر کی تلقین کرتا ہے تو لازمی ہے کہ ہمیں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تب بھی۔" وہ

ڈھکے چھپے الفاظوں میں اس پہ بہت کچھ واضح کر گیا تھا جس پہ زوفا اس کی نظروں میں دیکھتی اپنا سر جھکا گئی۔

"چلیں آجائیں مجھے کھانا دے دیں بھوک جاگ اٹھی ہے میری۔" ایک جست میں چار پائی سے اٹھتا بازو ہوا میں بلند کرتا کمر سیدھی کرتا اس کو کہنے لگا۔اس کے کہنے پہ ہی زوفا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دادو کب تک واپس آئیں گی کوئی اندازہ ہے؟" کمرے میں جاتے اصفحان نے سرسری سا پوچھا۔

"جی بس آنے والی ہونگی کیونکہ وہ کافی دیر پہلے کی گئی ہوئی ہیں۔" اس کو بتاتے وہ کیچن میں چلی گئی کہ کھانا لا سکے۔

________________**

کمرے میں بیٹھی وہ کیف کا سوچ جا رہی تھی کہ جانے جہانگیر کو دیکھتے اس کا کیا رد عمل ہو گا، وہ اس سے کیسے سوال کرے گا۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کا میسج ملا تھا کہ وہ کھانا نہ بنائے آتے ہوئے لے آئے گا پھر کل وہ صبح ادھر ہی کیف والے اپارٹمنٹ میں چلے جائیں کیونکہ شاید سب آنے والے تھے تو وہ اب سب کے درمیان سب سے مل لے گی۔

بے ساختہ ہی اس کی نظر ہاتھ میں پہنے کنگن کی طرف گئی جو دی جان نے اسے پہنائے تھے، دیئے تو دی جان نے اسے کیف کے ساتھ نسبت طے ہونے پہ تھے لیکن جب یہاں جہانگیر کے ساتھ آنے لگی تھی تب انہوں نے دوبارہ یہ کہہ کے پہنائے کہ وہ اس گھر کی بہو ہے تو یہ پہن کے رکھے۔

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا تو رات کے سات بج رہے تھے اب تک تو سب آ گئے ہونگے، کتنا عجیب لگے گا کہ سارا خاندان وہاں موجود ہے اور وہ یہاں گھر۔۔

"مجھے بھی ساتھ چلے جانا چاہیئے تھا پتا نہیں کیا سوچیں گے سب۔" اسے واقعی شرمندگی ہونے کہ اس نے کیوں نہ کہا جہانگیر جو کہ اسے بھی ساتھ لے جائے۔

"کال کر کے کہتی ہوں کہ مجھے بھی لے جائیں۔" وہ فیصلہ کرتی اپنا موبائل تھامے عاصم کے نمبر پہ کال کرنے لگی، دو بیل پہ فوراً سے اٹھا لیا گیا۔

"بیگم رستے میں ہوں بس آ رہا ہوں۔" اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی فوراً سے جہانگیر نے بولا تو 'او اچھا' کہتی چپ ہوئی۔

"بھوک لگ رہی ہے؟" اس کے خاموش ہونے پہ عاصم نے زرا متفکر ہوتے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ میں بس سوچ رہی تھی کہ مجھے بھی آپ ساتھ لے چلتے تو اچھا ہوتا۔" وہ آہستہ آواز میں اصل بات بتانے لگی۔

www.novelsclubb.com

"کل چلیں گے ،ابھی میں واپس آرہا ہوں اور سب ابھی نہیں پہنچے وہ کل صبح صبح آجائیں گے پھر ساتھ ہی چلیں گے۔" اس کی بات سمجھتے جہانگیر نے نارمل انداز میں کہا۔ 'ٹھیک ہے' کہتے جہانگیر نے کال کاٹ دی تو وہ اس کے آنے کا سوچتی اٹھ کے کیچن میں آئی اور برتن ٹیبل پہ لگانے لگی۔

مزید پانچ منٹ کے وقفے پہ جہانگیر دروازے پہ موجود تھا۔ حیام نے آگے بڑھ کے دروازہ کھولا تو دونوں ہاتھوں میں شاپرز موجود ہونے کی وجہ سے ایسے ہی آگے سلام کرتا جھکتے جہانگیر نے اس کے ماتھے پہ لب رکھے اور بغیر کچھ کہے سائیڈ پہ ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

وہ باہر سے کھانا لے آیا تھا، دونوں نے مل کے ٹیبل پہ رکھتے اچھے سے کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جہانگیر اپنا لیپ ٹاپ پکڑتے کمرے میں چلا گیا اور حیام کو ایک کپ چائے بنانے کا کہا۔

کیف کے پاس جب وہ گیا تو اس سے زیادہ کیف خوش ہوا تھا جہانگیر کو اپنے پاس دیکھتے۔۔ابھی اٹھ تو نہیں پایا تھا لیکن اس کو دیکھ کے وہ ایک دم کھلکھلایا ضرور تھا جس پہ جہانگیر ماتھے پہ بل لیے اس کو ملا۔

اتنا عرصہ اس کے ہوش سے بیگانہ ہونے پہ جہانگیر نے ناراضگی کا اظہار ضرور کیا۔ جب وہ واپس آنے لگا تو کیف نے الجھن سے پوچھا کہ وہ کیوں جا رہا ہے تو اظہر صاحب کے ساتھ ساتھ اماں بیگم نے ایک دوسرے کو پھر جہانگیر کو دیکھا کہ اب وہ کیا جواب دے گا۔

"گھر کوئی انتظار کر رہا ہے کل آؤں گا ساتھ لے کے۔" کچھ چھپانے کے بجائے اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا جس پہ وہ الجھ اٹھا۔

"کون انتظار کر رہا ہے، کہیں میرے بغیر شادی تو نہیں کر لی تم نے۔" وہ مشکوک ہوتا پوچھنے لگا تو اس پہ جہانگیر دلکشی سے ہنس دیا۔

"ہاں، کل ملوانے لاؤں گا تیری بھابھی کو۔" وہ بظاہر تو ہنس کے بولا لیکن اس کی یہ بات سنجیدہ تھی جس کو کیف نے بھی مزاح میں اڑائی کہ وہ کیوں اس کے بغیر شادی کرے گا۔

"میں انتظار کروں گا۔" وہ آنکھ دبا کے بولا تو جہانگیر اس کو خیال رکھنے کی تلقین کرتا وہاں سے رخصت ہوا۔

اس نے سوچا کہ اگر آج وہ کیف سے یہ بات چھپائے گا کہ حیام اس کی زوجیت میں ہے تو کل پرسوں تو لازماً وہ یہ بات جان جائے گا کیونکہ یہ بات کوئی چھوٹی تو تھی نہیں جو اس کے علم میں نہ آتی۔ وہ کبھی بھی اپنے اور حیام کے رشتے کے بارے میں دریافت کر سکتا تھا تو اچھا تھا کہ کسی کے بتانے سے پہلے وہ خود اس کے علم میں یہ بات کے آئے کہ حیام اس کی بیوی ہے اب۔

یہ بات اس کے لیے پریشان کن تھی بھی نہیں اور ہوتی بھی کیوں، یہ اس کا صرف خود کا ذاتی فیصلہ نہیں تھا بلکہ سب گھر والوں کا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میرے جانے کے بعد کیا کیا۔۔۔؟" جب حیام ایک دو کام نپٹا کر کمرے میں داخل ہوئی تو جہانگیر نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹاتے پوچھا۔

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے دونوں ٹانگیں سیدھی کیے وہ تکیوں کے سہاروں نیم دراز تھا، بیڈ پہ بیٹھنے سے پہلے حسب معمول کپڑے تبدیل کیے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھا۔

"کیا کرنا تھا میں نے! سو رہی تھی۔" وہ غائب دماغی سے بولی اور آئینے کے سامنے بیٹھے اپنے بال سلجھانے لگی۔اس کے کہنے پہ جہانگیر نے نظریں اس کی جانب مرکوز کیں اور اس کی پشت کو گہری نگاہوں کے حصار میں لیتا مسکراہٹ دباتا نفی میں سر ہلانے لگا۔اس کا ایسا کرنا حیام نے آئینے میں نوٹ کیا تھا۔

"میں یونیورسٹی کے بعد کا پوچھ رہا ہوں کہ میرے جانے کے بعد کیا کیا؟" وہ بات کو دوبارہ دہراتا پوچھنے لگا جس پہ حیام اپنی پہلی بات پہ شرمندہ ہو گئی۔

"وہ میں اپنی اسائنمنٹ کمپلیٹ کر رہی تھی۔" جلدی سے بتاتی دراز سے اپنی چیزوں کو اِدھر اُدھر کرنے لگی۔

"فائدہ۔۔۔" سر جھٹکتے گویا ہوا تو حیام نے کاٹ دار نظروں سے اسے گھورا۔

"ہاں جی آپ کی بنانے کا اب فائدہ بھی نہیں تھا' تبھی میں سر سلیمان کی بنا رہی تھی، ان کو قدر ہے اپنے سٹوڈینٹس کی۔" وہ بھی جتاتی ہوئی اس کو بتانے لگی ساتھ ہی بالوں کا جوڑا بناتے وہاں سے اٹھی اور اندر ڈریسنگ میں جا کے بڑی کبرڈ سے ایک اور کمفرٹر لے آئی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

اس کو کنفرٹر لاتا دیکھ وہ حیران ہوا کیونکہ پہلے ہی ایک تہہ شدہ پڑا تھا بیڈ پہ۔

"سردی لگ رہی ہے۔۔۔؟" اسے بغیر دیکھے جہانگیر نے پوچھا تو حیام سٹپٹا اٹھی، چور نظروں سے اسے دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ لیپ ٹاپ پہ بزی تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں جی۔۔۔۔" اتنا کہہ کے اس نے اندر گھسنے کی۔۔

"انڈہ بوائل کر کے کھانا تھا تاکہ سکون ملتا۔" وہ نارمل انداز میں اس سے بات کہہ رہا تھا لیکن حیام کو جانے کیوں شرم آن گھیر رہی تھی۔ وہ گھبراتی اپنی دھڑکنوں کا شمار کرتی آنکھیں میچے پڑی تھی جب اچانک ہی عاصم نے ہلکا سا کمبل سرکایا۔

"کیا ہوا۔۔؟" وہ حیرت سے دیکھنے لگی جو اس کی کلائی پکڑ چکا تھا۔

"اتنی ٹھنڈی کیوں ہو رہی ہو، ادھر آجاؤ۔۔۔!" وہ پریشانی سے بولا اور سیدھا ہوتے حیام کو پاس آنے کا اشارہ کیا جس پہ وہ جھجکی لیکن اس کے اشارے پہ ہمت کرتی اس کے قریب ہوئی تھی۔

عاصم نے اپنا ایک بازو وا کیا تو حیام اس کے قریب آتے کندھے پہ سر رکھے ساتھ ہی نیم دراز ہوئی تھی۔ اپنا ایک بازو اس کے گرد لپیٹتے جہانگیر نے دونوں پہ کنفرٹر اوڑھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے لیپ ٹاپ پہ کام کرنے لگا۔

"جو بات ہے کہو بیگم،اس طرح چپ نہ رہو۔"کچھ پل خاموشی کے سر کے تو عاصم کی آواز پہ حیام اس کی آواز پہ چونکی۔

"الفاظ حیام۔۔۔"وہ پھر سے بولا تو حیام نے چہرہ اس کی جانب کیا اور آنکھوں پہ لگے گلاسز کو دیکھنے لگی،اس کے دیکھنے پہ عاصم جہانگیر نے بھی اپنی نظریں اس کی نظروں پہ ٹکائی۔

"کیا بات ہے کہو۔۔۔"اس کے ماتھے کو ہلکا سا لبوں سے چھوتے گویا ہوا۔

"کیف کے بارے میں پریشان ہو۔"جب وہ پھر بھی نہ بولی تو جہانگیر نے خود گہرہ سانس بھرتے آغاز کیا۔ہمیشہ وہی تو آغاز کرتا تھا اس کو سمجھ کے۔اس کی خاموشی کو الفاظ دے کے۔

وہ چونکی نہیں تھی اس کے بتانے پہ کیونکہ وہ اسے جاننے لگی تھی جیسے وہ سمجھتا تھا اسے بن کہے۔

"ہوں۔۔۔" وہ ہلکا سا سر ہلا گئی۔

"وہ سمجھدار ہے، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" بس اتنی سی بات تھی جسے وہ کہہ کے خاموش ہو گیا۔

"کیا وہ واقعی کچھ بھی نہیں کہے گا ہمارے رشتے کے بارے میں جان کے؟" اسے سکون ابھی بھی نہ ملا تھا اس کے ایک جملے پہ۔

"کل خود دیکھ لینا۔۔۔" وہ ابھی بات کو طول نہیں دینا چاہتا تھا تبھی بس اتنا کہا کہ وہ خود دیکھ لے گی تو سکون میں رہے گی۔

اس کی بات پہ وہ ابھی سے کچھ پر سکون ہو گئی کیونکہ اس سے بہتر وہ خود کیف کو جانتا تھا تو ہو سکتا ہے کہ جہانگیر کی بات واقعی ٹھیک ہو۔

وہ پر سکون ہوتی جہانگیر کی پہنی گلاسز کو دیکھنے لگی جو اس کی آنکھوں پہ پہرے لگائے بیٹھی تھیں۔ وہاں سے اس کی نظر اس کی گھنیری سیاہ پلکوں پہ گئی جو اس کی خود کی پلکوں سے بھی زیادہ لمبی خوبصورت اور مڑی ہوئی تھیں۔

بے ساختہ ہی اس کا ہاتھ اس کی گلاسز پہ گیا اور آہستہ سے اتار بھی لیں۔

اس کی حرکت پہ عاصم نے آنکھیں دکھائیں لیکن وہ اثر نہ کرتی خود لگانے لگی۔

"اچھی لگتیں ہیں آپ کو، لیکن ایسے بھی اچھے لگتے ہیں آپ!" خود پہنتی وہ موبائل میں فرنٹ کیمرہ آن کرتے دیکھتے جہانگیر پہ تبصرہ کرنے لگی۔

"کس کو۔۔۔۔!" وہ متبسم ہوتے پوچھنے لگا۔

"سب کو۔۔" اس کی بات سمجھتے وہ مسکراہٹ دباتے بولی۔

"اور میری بیگم کو۔۔۔۔؟" وہ لیپ ٹاپ بند کرتا اس کی طرف اپنا رُخ کرتے پوچھنے لگا جو اس کی گلاسز لگائے مزے سے اس کو ہی دیکھ رہی تھی، لیکن اس کے ایسے پوچھنے پہ وہ وہ نظریں جھکا گئی۔

" لگتے ہوں گے۔" وہ پر سوچ ہوتی بولی اور اس کا بازو اپنے سے ہٹانے لگی۔

"جب محبت ہو جائے تو بتانا' مل کے سیلیبریٹ کریں گے۔" اس کو حصار سے آزاد کیے بغیر سرگوشی میں بولا تو بغیر کچھ کہے ایسے ہی سکون سے آنکھیں موند گئی۔

"یہ واپس کر دیں، ورنہ کل کو سر درد لے کے بیٹھ جائیں گی میرا سر درد بن کے۔" اس کی بند آنکھوں سے اپنا چشمہ اتارتے وہ شرارت سے کہتا اتار اسے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ گیا۔

"یونیورسٹی سے واپسی پہ ہم جائیں گے بابا جان کے پاس، لیکچر کے آف ہوتے میرے پاس آجانا۔" کل کے بارے میں اس کو بتانے لگا۔

"آپ کے لیکچر کے بعد؟" وہ پوچھنے لگی۔

"ہاں تبھی آجانا دوسرا لیکچر نہ لینا، وہ میں تمہیں کروادوں گا کور۔" اس کے بال سنوارتے وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"آپ سے نہیں میں نے پڑھنا، وہ میں صنم سے پوچھ لوں گی فکر نہ کریں۔" اس کے پڑھانے کا سنتے وہ جلدی سے بولی۔

"میرے پڑھانے پہ کیا ہے؟" وہ ماتھے پہ بل لیے پوچھنے لگا۔

"نیند آتی ہے مجھے۔۔۔" وہ منہ بنا کے بولتی اٹھ بیٹھی اور دوسرا کمفرٹر اٹھاتے اسے تہہ کرنے لگی۔

"واقعی۔۔۔!" وہ آنکھیں سکیڑتا پوچھنے لگا۔

"ہاں جی!" بغیر اس کو دیکھے اترا کے بولی تھی۔

"چلو کل دیکھ لیں گے۔" وہ بھی کہتا لائٹ آف کر گیا۔۔

کنفرٹر کو تہہ کر کے وہ واپس کبرڈ میں رکھ آئی کہ اب ضرورت نہیں تھی۔

________________**

صبح تقریباً دس بجے سب شہر پہنچ گئے تھے کیف کی طبیعت کا پوچھنے۔اصفحان کو جب علم ہوا تو وہ بھی آنے کا پلین کرنے لگا۔

کیف ان سب کو دیکھ کہ بہت خوش ہوا تھا۔عماد کے ساتھ ساتھ اس نے گل کی بھی کلاس لگائی جس پہ وہ چھینپتی مسکرا رہی تھی۔

دعا تو اپنے کیف ماموں کو دیکھتے اس سے لپٹی ہوئی تھی کب سے۔۔ تھوڑی دیر میں اصفحان بھی یہاں موجود تھا۔

"تیری مونچھیں زیادہ بڑی نہیں ہو گئی شادی کے بعد۔" اصفحان سے چاہت سے ملنے کے بعد کیف نے شرارت سے کہا تو محفل زعفران ہو گئی۔

"خیر اس بات کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ جس کو چھیڑنے کے لیے میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ساتھ نہیں لائے۔" کیف کا اشارہ صاف صاف زوفا کی طرف تھا۔ جس پہ وہ بھی ہنس دیا۔

________**

ہلکی سی دھند نے اپنا بسیرا کر رکھا تھا، گراؤنڈ ابھی خالی تھا کچھ سٹوڈینٹس چائے پینے کے لیے کینٹین میں موجود تھے تو کچھ ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پہ بیٹھے تھے۔

گرین شرٹ پہ ہلکے پیلے رنگ کا ٹراؤزر پہنے وہ موبائل پہ کچھ دیکھتی آ رہی تھی۔

اپنا لیکچر ختم ہوتے ہی وہ جہانگیر کے آفس کی طرف جا رہی تھی۔ صنم ابھی کینٹین کی طرف چلی گئی تھی اور اس کا انفارم کرتے وہ یہاں آئی تھی۔

جہانگیر کے آفس کے باہر ابھی وہ پہنچی ہی تھی کہ اسے جہانگیر نظر آیا لیکن اس کے ساتھ ابھی اس کے سٹوڈینٹس بھی موجود تھے جو اس سے جونیئر تھے۔

آفس جانے کے بجائے وہ ادھر پاس ہی دو قدم کے فاصلے ہی کھڑی ہو گئی کہ ان کے فری ہوتے ہی وہ جہانگیر کے ساتھ جائے گی، تو انتظار کرنے لگی۔۔

"بھابھی آئی ہیں سائیڈ پہ ہو جاؤ۔" ان میں سے کوئی ایک لڑکا بولا تو سب نے اس کی جانب نظریں مرکوز کیں، ایک دو نے پوچھا کون ہے جس پہ وہ اس کی طرف اشارہ کرنے لگے۔

ان کے ایسا کہنے پہ وہ گڑ بڑا گئی اور فوراً سے جہانگیر کو دیکھا۔

"کیسی ہیں آپ بھابھی۔۔۔؟" وہ جو لڑکیاں پاس موجود تھیں وہ فوراً سے اشتیاق لیے اس کی جانب آتی پوچھنے لگیں جس وہ مسکرا کے ان کو جواب دینے لگی جبکہ بھابھی سننا اس کو انتہا کا عجیب لگا وہ بھی اپنے جونیئرز سے۔

"حیام آپ اندر جائیں میں بس ابھی آ رہا ہوں۔" اس کو دیکھتے جہانگیر نے سنجیدگی سے کہا تو وہ جی کہہ کے روم میں چلی گئی اور خود وہ باقیوں سے بات کرنے لگا جو

پڑھائی کی کم اب اس کی شادی کی بات کر رہے تھے، جن میں لڑکیاں ہی سر فہرست تھیں۔

"باقی ہم نیکسٹ لیکچر میں ڈسکس کر لیں گے۔" ان کو کہتا وہ آفس کی جانب ہوا تو وہ پیچھے شریر سی سرگوشیاں کرنے لگے۔

"چلیں۔۔۔" اس کے روم میں اینٹر ہوتے ہی حیام صوفے سے اٹھتی ہوئی پوچھنے لگی۔

اثبات میں سر ہلاتا اپنی ایک دو چیز لیتا وہاں سے نکلے، حیام آگے تھی جہاگیر ابھی واپس کوئی چیز لینے گیا تو کسی نسوانی آواز پہ وہ چونک کے مڑی تو دیکھا کہ اس کی وہی ٹیچر موجود تھیں جن سے وہ اکثر کال پہ بات کر لیا کرتی تھی۔

"کیسی ہیں آپ، نظر ہی نہیں آتی اب۔" وہ سلام دعا لیتی پوچھنے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں بچے،ادھر ہی ہوتی ہوں بس آپ کے ساتھ ساتھ میری بھی مصروفیات بڑھ گئی کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھنے کے باوجود نظر نہیں آتے۔" وہ مسکرا کے بولیں تو وہ خوامخواہ ہی شرمندہ ہو گئی۔۔

"ماشاءاللہ سے بہت پیاری لگ رہی ہے میری بچی، گلو آیا ہے، شادی کے بعد کی زندگی کیسی گزر رہی ہے؟" انہوں نے پیار سے کچھ چھیڑتے کہا تو وہ مسکرا کے شکریہ کہہ گئی۔

"جی سب ٹھیک ہے، اب اپنے ہزبینڈ کے ساتھ ادھر ہی ہوتی ہوں۔" وہ ان کو بتانے لگی۔اس نے یہ نہیں زکر کیا تھا کبھی کہ جہانگیر سے شادی ہوئی تھی بس ابھی سرسری ساز کر کیا۔

آفس سے واپس آتا جہانگیر بھی ان کے پاس چلا آیا۔

"کیسے ہیں آپ سر عاصم۔۔۔؟" عاصم جہانگیر کو دیکھتے وہ خوش اسلوبی سے پوچھنے لگیں۔

"اللہ کا شکر ہے میم آپ سنائیں؟"

"الحمد للہ۔۔! ماشاءاللہ سے آپ کی بیوی بہت خوبصورت ہے، ابھی آپ کی ہی بات کر رہی تھی میں ان سے۔" انہوں نے ایک نظر حیام کو دیکھتے بتایا تو حیام چونکی کہ وہ جانتی تھی کہ جہانگیر سے شادی ہوئی ہے ان کی۔

حیام کی تعریف پہ وہ بس مسکرا دیا۔

"اللہ آپ دونوں کو خوش رکھے ماشاءاللہ سے بہت پیارے لگتے ہیں ساتھ۔" وہ مسکرا کے کہتی ان کے جانے کا خیال کرتی چلی گئیں۔

"ان کو کیسے پتا تھا کہ میں آپ کی وائف ہوں۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی حیام نے متجسس ہوتے پوچھا۔

"یہاں کا سارا اسٹاف جانتا ہے کہ میں اب شادی شدہ ہوں اور میرا ڈیپارٹمنٹ یہ بھی جانتا ہے کہ میری بیگم آپ جناب ہیں۔" گاڑی سٹارٹ کرتا وہ مسکراتا گویا ہوا تو وہ محض سر ہلا گئی۔

سب کے سامنے جانے سے وہ کترا رہی تھی ساتھ ہی وہ گھبرا بھی رہی تھی کہ جانے وہاں کیا ہو گا۔۔

خیر وہ اچھے کی امید کرتی مسکرا کے باہر دیکھنے لگی۔

_________________**

#تقاضائے_محبت

#ازقلم_ماہم_مغل

#قسط_نمبر_42

Don't copy paste without my permission ⊘

"یہ تو گھر کا رستہ ہے نا۔۔۔"

گاڑی کو اپنے ہی گھر کی راہ دیکھتے وہ گردن اس کی طرف موڑتی پوچھنے لگی۔

"ہم گھر جا رہے ہیں۔۔۔!" بس اتنا سا بولا تو حیام نے کو الجھن ہوئی کہ وہاں سے یہ کہہ کے لایا تھا کہ بابا کے پاس جانا کیف سے ملنے اور اب وہ اسے گھر لے جا رہا تھا، یہ پل میں اپنی سوچ کیسے بدل لیتا تھا اسے خبر بھی نہ ہوتی تھی۔

"ہم گھر کیوں جا رہے ہیں؟" وہ منہ بنا کے پوچھنے لگی۔

"میرا دل کر رہا تھا۔۔" وہ سکون سے بولا تو حیام ہونق بنی اس کو دیکھنے لگی۔

ایک پل کو اسے غصہ آیا کہ یہ کیا طریقہ ہے، کل بھی اس کی کلاس چھڑوائی تھی اس نے اور آج بھی۔ پھر گھر جا کے اسے چھوڑ کے خود کہیں نکل جائے گا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے بتائیں کیوں جا رہے ہیں ہم گھر؟" وہ جھنجھلا کے بولی تو جہانگیر نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا جہاں اب غصے کی سرخی چھانے لگی تھی۔

"کہا تو ہے ایسے ہی جا رہے ہیں۔" وہ اب بھی سکون سے بولا تو حیام کو اب واقعی غصہ آنے لگا تھا۔

"یہ کیا حرکت ہوئی بھلا، اگر کہیں لے کے نہیں جانا تھا تو کیوں مجھے لائے اپنے ساتھ۔" وہ غصے سے ملی جلی آواز میں برا مناتے ہوئے بولی، جہانگیر نے بغور اس کے لہجے کو سنا۔

www.novelsclubb.com

"یہ کیسے بات کر رہی ہو تم۔" وہ واپس سرد لہجے میں ناگواری سے ٹوکنے لگا۔

"میں کیسے بات کر رہی ہوں! آپ کو یہ نظر آ رہا ہے لیکن یہ نہیں کہ کل سے آپ میری کلاسز چھڑوا رہے ہیں اور پھر گھر سے نکل جاتے ہیں، اگر ابھی بھی آپ کو

کہیں جانا ہے تو مجھے کم از کم بابا کے پاس ہی چھوڑ آئیں۔۔اکیلی تو نہیں رہوں گی نا میں۔" وہ بھرائے لہجے میں کہتی آخر پہ اچانک سے رونے لگی۔

جہانگیر اس کے رویے کو دیکھتا پہلے حیران ہوا پھر پریشان اور پھر اس کے اچانک سے رونے پہ گھبرا گیا۔

"حیام! حیام کیا ہوا ہے کیوں رو رہی ہو؟" اس کے ردعمل سے قطعی انجان وہ گھبراتا گاڑی سائیڈ پہ روکتا ہوا اس سے پوچھنے لگا۔

"مجھے نہیں پتا مجھے گھر چھوڑ آئیں۔" اس کے بازو کو جھٹکتی اپنے آنسوں صاف کرتی باہر کھڑکی کی جانب دیکھنے لگی۔

"بات تو بتاؤ کہ ہوا کیا ہے۔۔۔؟" اس کا بازو پکڑتے اپنی طرف رخ کرنا چاہا جب وہ پھر سے بغیر دیکھے اپنا بازو چھڑاتے سسکیاں دبانے لگی۔

وہ خود اچانک پریشان ہو گیا تھا کہ ایسا کیا ہوا، وہ تو نارملی اس سے بات کر رہا تھا۔

حیام کو خود بھی سمجھ نہیں آیا تھا کہ اچانک وہ کیوں رونے لگی، شاید وہ کیف سے منسلک باتوں کو سر سے زیادہ سوار کر گئی تھی کہ پریشانی و گھبراہٹ میں وہ چڑچڑاپن دکھا گئی،اور جانے انجانے میں جہانگیر سے بدتمیزی بھی کر گئی تھی شاید جس کا احساس اسے اب ہو رہا تھا۔

"میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں انتظار کرنا میرا۔" پارکنگ میں گاڑی روکتے وہ بولا۔ حیام جو اپنے رویے پہ شرمندہ ہوتی اس سے معافی مانگنے والی تھی اس کی بات پہ چکرا کے رہ گئی۔

"مطلب وہ واقعی پھر اسے چھوڑ کے جانے لگا تھا۔" وہ شکوہ کناں نظر اس پہ ڈالتی گاڑی سے نکلی اور زور سے دروازہ بند کیا۔ جاتے ہوئے وہ سرد لہجے میں 'اس کی بھی ضرورت نہیں' کہتی اندر کی جانب چل دی۔

"آہ بیگم آپ کی یہ ناراضگی۔" وہ سرد آہ بھرتا ہوا ہونٹوں پہ تبسم بکھرتا اس کی پشت کو دیکھتا وہاں سے چلا گیا۔

----------------**

"زیادہ اچھلو نہیں دعا، پہلے ہی طبیعت نہیں ٹھیک آپ کی۔" دعا کو کیف کے کمرے میں اس کے پاس اچھلتے دیکھ گل ٹوکنے لگی اور ساتھ ہی سب کو چائے سرو کرنے لگی۔

"کھیلنے دو اسے، اتنے دنوں بعد وہ آج کھلکھلائی ہے۔ تھوڑا فریش ہونے دو اس کو۔" تائی جان نے فوراً سے جھڑ کا تو وہ خاموش ہوئی۔

"جہانگیر ابھی تک حیام کو نہیں لے کے آیا!" اصفحان وہی بیٹھا پریشانی و بے چینی سے پوچھنے لگا۔ وہ حیام کی وجہ سے بہت مضطرب دکھائی دے رہا تھا، جب سے یہاں آئی تھی بس یہ بار اس سے ملنے آیا تھا اور آج۔

"وہ تو نہیں آ رہا اسے لے کے۔۔۔" گل نے حیرت سے بتایا کہ ان کو نہیں معلوم تھا کہ وہ منع کر چکا تھا۔

"لیکن کیوں؟" تین چار ملی جلی آوزیں آئیں جس پہ گل کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی مسکرا دیئے۔ دی جان سفر کی تھکان کی وجہ سے ان سے ملنے کے بعد ساتھ والے روم میں آرام کر رہی تھیں جبکہ باقی سب ابھی لاونج میں ہی موجود رونق لگائے بیٹھے تھے۔

"اس نے کال کی تھی کہ وہ نہیں لا رہا اسے لیکن وجہ نہیں بتائی اس نے۔" وہ بتاتی سب کو چائے دینے کے بعد چلتی عماد کے برابر آ کے بیٹھ گئی۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔" اصفحان ماتھے پہ بل لیے بولا۔ ابھی کیف سو رہا تھا تو سب یہی موجود تھے جبکہ دعا اس کے پاس بیٹھی کھیلنے میں مصروف تھی۔

"آپ کال کر کے کنفرم کر لیں۔۔" گل نے اصفحان کو براہ راست مخاطب کیا تو وہ کچھ سوچتے اس کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"وہ آگیا ہے خود ہی 'رہنے دیں اصفحان بھائی۔" مین دروازے سے اندر آتے جہانگیر کو دیکھتے عماد نے کہا تو سب کی نظریں اس جانب اٹھیں۔

"حیام کو نہیں لائے خان۔" اماں بیگم نے اسے دیکھتے ہی پوچھا کیونکہ وہ سب کو بتا چکا تھا کہ وہ آرہی ہے ساتھ ہی تاکہ کیف کو بتا سکیں اس کی شادی کا۔

"رات کو لاؤں گا اسے یہاں ابھی کیا کیف سو رہا ہے؟" وہ نارملی بتاتے ساتھ ہی اصفحان کے صوفے پہ بیٹھ گیا،اس کی عجیب بات پہ سب اچھنبے سے اسے دیکھنے لگے۔

"رات کو کیوں لاؤ گے ابھی جب یہاں سب موجود ہیں تو لے آتے۔" اصفحان نے سنجیدگی سے کہا جس سے صاف واضح تھا کہ اسے جہانگیر کی یہ حرکت بالکل پسند نہیں آئی۔

"ابھی کیف سو رہا ہے تو سوچا کہ پہلے سب میرے پاس وہاں چکر لگا لیں اور کھانا کھا لیں پھر ان کے ساتھ ہی میں حیام کو لے کے یہاں آجاؤں گا، وہ ریلیکس رہے گی ایسے۔" اپنا منصوبہ بتاتا اب سامنے ٹرے میں موجود بسکٹ اٹھا کے کھانے لگا۔

"چلو یہ بھی اچھا ہے کہ ہم حیام کو ساتھ کے آئیں گے۔" گل اس کی بات سمجھتی فوراً سے بولی۔

"چلیں اٹھیں جلدی سے اپنی بیگم کو ناراض کر کے آیا ہوں میں۔" وہ عجلت میں کہتا جلدی سے اٹھا، ساتھ ہی اصفحان بھی اٹھ گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی کہ یہ آئے وہ گئے رکو تو سہی۔" اماں بیگم اس کی جلدی دیکھتی ٹوکنے لگیں۔

"اماں بیگم اس کو گھر اکیلا چھوڑ کے آیا ہوں، جلدی واپس آجائیں گے ابھی چلیں۔" جلدی سے رسٹ واچ میں وقت دیکھتا بولا۔

"دی جان۔۔۔؟"تائی جان دی جان کا سوچتی پوچھنے لگی کہ وہ تو سو رہی ہیں۔

"وہ بھی جائیں گی ساتھ آپ چلیں میں انہیں لے کے آتا ہوں۔" جہانگیر کہتا کمروں کو چیک کرتے دی جان کے کمرے میں داخل ہوا۔

اظہر صاحب اور دادا جان کے علاوہ سب ہی جہانگیر کے گھر جانے کے لیے نکلے۔

وہ صبح سے حیام کا رویہ محسوس کر رہا تھا، وہ ذہنی طور پہ بالکل بھی تیار نہیں لگی تھی اسے کہ وہ اچانک کیف کا سامنا کر پاتی وہ بھی اس کے ساتھ جا کے۔ ابھی یونیورسٹی سے آتے ہوئے بھی وہ بار بار اپنے ہاتھوں کو دیکھتی تو کبھی ان کو مسلتی۔ وہ اتنی کنفیوز تھی کہ جہانگیر کا لیکچر بھی وہ نہیں صحیح سے لے پائی تھی۔ تبھی بجائے اس کو ادھر لانے کے واپس گھر لے گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ابھی سب گھر والے آ کے اس سے ملیں اس سے نارملی بات کریں تا کہ وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرے ورنہ عین ممکن تھا کہ وہ اپنی طبیعت خراب کر بیٹھتی۔

www.novelsclubb.com

اس کا اندیشہ بھی ٹھیک تھا کہ یہاں نہ آنے کا سنتے وہ تھوڑا بہت ہارڈری ایکشن دے گئی تھی۔

----------------**

عاصم کے جانے کے بعد وہ گھر میں غصے سے داخل ہوئی تھی، راہداری سے چلتی وہ سیدھا اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور اپنا بیگ زور سے صوفے پہ پھینکتے بیڈ پہ بیٹھے رونے لگی۔

اب یہ رونا اس کو اپنے رویے پہ آرہا تھا جو وہ جہانگیر کے ساتھ اپنا کے آئی تھی۔

اچانک اسے کیف پہ بھی غصہ آنے لگا۔

خود کے رونے پہ دو خرف بھیجتی اٹھی اور اپنی حالت سنوارنے لگی۔ جو بھی تھا خود کو مضبوط کرتے وہ فریش ہونے چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

اپنے بال دوبارہ سے بنائے اور خوبصورت سا ایک جوڑا نکال کے پہننے لگی، صبح اس نے زرا ہلکا سا سوٹ پہنا تھا لیکن ابھی اس نے گاؤں سے آئے ہوئے جوڑوں میں سے ایک نکالا۔

بالوں کو کھلا چھوڑتے چہرے پہ ہلکی سی لالی بکھیری تھی۔ جہانگیر کے سامنے خود کو نارمل رکھنے کی تیاری کر رہی تھی لیکن اس کی تیاری ایک الگ ہی سماں پیش کر رہی تھی۔ بیڈ پہ بیٹھتے اس نے بے اختیار ہی جہانگیر کے آنے کی راہ دیکھنا شروع کی۔ اس کے خیال میں وہ ناراض ہو کے گیا تھا اس سے تبھی اس کے سامنے فریش سی آنا چاہ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اب اسے کیف سے ملنے کی ٹینشن نہیں بلکہ جہانگیر کے سامنے ایسے جانے میں گھبراہٹ سی محسوس ہو رہی تھی کہ جانے وہ کیا سوچے گا اس کی تیاری کو دیکھ کے۔

اچانک اسے دروازے پہ بیل سنائی دی تو ایک دم بوکھلا کے اٹھی، خود کو سنبھالتی وہ مسکراتی ایک بار آئینے میں دیکھتی گہرہ سانس بھر کے دروازہ کھولنے گئی۔

دروازہ کھولتی وہ جہانگیر کے اندر آنے کے انتظار میں تھی کہ اس کے پہلے ہی تائی جان اماں بیگم، گل کے ساتھ ہی دی جان داخل ہوئیں کہ ان کی غیر متوقع آمد پہ وہ خوشی سے نہال ہوئی تھی۔

"ماشاءاللہ کتنی پیار ہو گئی ہو۔" اماں بیگم، تائی جان نے دیکھتے ہی اس کی بلائیں لیں تو وہ مسکراتی ہلکا سا سر جھکا گئی۔اس کے بالکل گمان میں نہیں تھا کہ یہ سب اچانک یہاں آجائیں گے۔

"لگتا ہے یہاں دل لگ گیا ہے تبھی تو ہماری یاد نہیں آتی تمہیں۔" تائی جان نے لگے ہاتھوں شکوہ بھی کر دیا جس پہ وہ چھینپ سی گئی کہ بے ساختہ ہی اس کی نظر اندر داخل ہوتے عاصم جہانگیر کی طرف اٹھی۔ نظروں کا گہرہ تصادم تھا کہ بیک وقت وہ بھی اسی کو تکنے میں محو تھا۔

تائی جان کا یہ جملہ اس کی سماعتوں سے بھی گزرا تھا تبھی وہ گہری نظروں کے حصار میں سراپا اس کو لیے مسکا رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے تائی جان 'بس کچھ پڑھائی کی وجہ سے مصروف تھی میں۔" وہ نظروں کا زاویہ موڑتی تائی جان کو دیکھتی وضاحت دینے لگی۔

"جہانگیر کے رنگوں میں رنگ رہی ہے یہ۔"

خواتین کا جھرمٹ دیکھتے گل بھی اپنا حصہ ڈالتی شرارت سے بولی تھی جس پہ وہ سب معنی خیز سا ہنس دیں۔

ان سب کو اندر لائی اور جہانگیر کے بلانے پہ کیچن میں گئی جہاں وہ کھانے کے پیکٹس لیے کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"یہ کھانا لایا ہوں سب کے لیے۔" پیکٹس کو سلیپ پہ رکھتے اس نے کہا اور مڑتے وہیں سنک میں ہاتھ دھونے لگا۔

"آپ نے کیوں نہیں بتایا کہ سب آرہے ہیں میں کچھ تیاری ہی کر لیتی۔" وہ ہلکا سا مسکرا کے شکوہ کرنے لگی۔اس کے چہرے پہ واضح وہ خوشی کے رنگ دیکھ رہا تھا، ایک سکون کی لہر عاصم جہانگیر کے بدن میں سرائیت کر گئی تھی۔

"سرپرائز دینا تھا لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ گھر داخل ہوتے مجھے ایسا سرپرائز ملے گا ورنہ نہ لاتا ان سب کو، ویسے بھی اور تیاری کر کے کتنا گھائل کرو گی۔" اس کی بات پہ پلیٹ میں سالاد رکھتے اس کے ہاتھ تھم گئے کہ تتلیاں سی جیسے رقص کرنے لگیں، اچانک سے دل کی دھڑکن نے رفتار پکڑی جب اپنے نم ہاتھ سے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے برابر کرتا اسے محویت سے تکنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے بس ایسے ہی چینج کر لیا تھا۔"

حیا سے لبریز آنکھوں پہ پلکوں کا بوجھ ہلکا کرتے زرا سی اٹھا کے اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا۔ آنکھوں میں خماری لیے جزباتوں کا ایک طوفان اچانک سے برپا ہوا کہ وہ

بے قابو ہوتا کوئی جسارت کر بیٹھتا اگر بر وقت گل کی آواز آنے پہ وہ اس سے کچھ فاصلے پہ نہ ہوتا۔

جہانگیر کے دور ہونے پہ وہ سٹپٹا کے نظریں جھکاتی دو قدم کے فاصلے پہ ہوئی۔

حیام کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کر رہی تھی تو غائب دماغی سے اپنی دھڑکنوں کا شور سنتے اس سے پشت کر کے کھڑی ہوتی آنکھیں میچ گئی۔

"آؤ ٹیبل سیٹ کرو۔" اس کی پشت پہ آتا ہولے سے بالوں پہ لب رکھتا پیچھے ہٹا اور کچھ چیزیں خود باہر لے جاتے ٹیبل سیٹ کرنے لگا۔

جہانگیر کے نکلنے پہ گل کیچن میں داخل ہوئی تو حیام ہوش میں آئی۔

"حیام گڑیا وہ دودھ چاہیے تھا تھوڑا دعا ضد کر رہی ہے۔" حیام کو برتن نکالتے دیکھ گل نے کہا اور اس کو دیکھنے لگی جو نظریں چراتی ہوئی اچھا کہہ کے فریج سے اسے وہاں سے دودھ نکال کے دینے لگی۔

"کیاہوا۔۔۔؟"اس کی سرخی مائل رخساروں کو دیکھتے گل نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیا۔۔۔!"وہ ناسمجھی سے ایک نظر دیکھتی واپس کام میں لگ گئی۔

"اتنی لال گلابی کیوں ہو رہی ہوابھی خان گیاہے نا یہاں سے، کیا کہہ کے گیا ہے تمہیں۔"وہ مزید اس کے پاس آتی رازداری سے پوچھنے لگی جس پہ حیام کی آنکھیں حیرت کے مارے پھیل گئیں۔

"ایسی بات نہیں ادی۔۔۔"وہ جھینپتی مسکراتی ہوئی کہتی کیچن سے نکلی جس پہ وہ گل کھلکھلا اٹھی۔

"لالہ بھی آئے ہیں۔۔۔!"کھانا ٹیبل پہ رکھتے اصفحان کو اندر آتا دیکھتے حیام خوشی سے اس کے سینے میں آسمائی۔

"جی لالہ کی جان، سوچا کہ اپنی جان سے مل لوں۔"اصفحان اس کے سر پہ لب رکھتے محبت سے چور لہجے میں بولا تو حیام مسکرا دی۔

"اپنی جان کو یہ گھر چھوڑ کے آیا اور یہاں میری بیگم کو کہہ رہا۔" جہانگیر نے سنجیدگی سے تبصرہ کیا تو حیام کے ساتھ ساتھ عماد بھی ہنس دیئے۔ اصفحان نے سرد نظروں سے جہانگیر کو دیکھا اور پھر اپنی بہن کو خوش نظر آرہی تھی۔۔۔

جہانگیر کو اب واقعی لگا کہ ابھی کچھ وقت کے لیے وہ کیف کے بارے میں بھول چکی تھی۔

تھوڑی دیر میں سب نے کھانا کھایا اور کافی دیر تک آپس میں خوش گپیوں میں مصروف رہے۔

دی جان نے تو ایک دو بار اس کو سنا بھی دی کہ وہ اپنی صحت کا خیال نہیں رکھ رہی جس پہ وہ بے بسی سے عاصم کو دیکھتی، بدلے میں اس کی بھی اچھی خاصی عزت افزائی ہو جاتی کہ وہ اس کا خیال نہیں رکھ رہا تھا۔

جہانگیر نے وقت دیکھتے سب کو کہا اب چلتے ہیں تو دی جان نے منع کر دیا کہ وہ بار بار سفر نہیں کر سکتیں تو باقی چلے جائیں وہ یہی گھر رہیں گی، گل نے بھی کہا کہ وہ دعا کو لیے ان کے پاس رک جاتی ہے پھر کل تو ویسے بھی چلے جانا تھا سب نے۔

ادھر جانے کا ذکر سنتے حیام ایک بار پھر سنجیدہ ہو گئی تو تائی جان نے پیار سے اسے سینے لگایا، ساتھ اماں بیگم نے بھی پیار سے سمجھایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔۔۔

جانے کو تو وہ پہلے بھی تیار تھی اور اب بھی، مسکراہٹ چہرے پہ سجائے وہ جانے کے لیے نکلی۔۔اصفحان ساتھ ہی تھا ان کے۔

----------------**

وہاں دروازے کے باہر کھڑے ہوتے حیام کی دھڑکن زور و شور سے چلنا شروع ہو گئیں۔

"چلیں۔۔۔"اس کو جامد و ساکت کھڑا دیکھ جہانگیر نے اشارہ کیا تو وہ زبردستی مسکراتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی۔۔

کمرے کی طرف جاتے اس کے قدم من من کے ہو رہے تھے۔اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔لیکن اندر کہیں سکون بھی تھا کہ اس کا شوہر اس کے پاس ہے اور ان کا اب پہلے سے مضبوط رشتہ ہے۔

کمرے سے کیف کی باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی۔عاصم جہانگیر کے کہنے پہ حیام نے گہرہ سانس ہوا کے سپرد کرتے کمرے میں قدم رکھا اور سامنے دیکھا جہاں وہ بیڈ پہ نیم دراز اظہر صاحب سے بات کر رہا تھا جو اس کا بازو ہلانے میں مدد کر رہے تھے۔

کمرے میں کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے کیف کی نظریں دروازے کی جانب اٹھیں تو پل بھر کو ساکت ہوا اسے یہاں دیکھ کے،پہلے حیرانی پھر خوشگوار تاثر حیام آسانی سے دیکھ سکتی تھی اس کے چہرے پہ۔جبکہ دوسری جانب حیام کا دل کر رہا تھا

کہ یہاں سے ابھی بھاگ جائے کیونکہ جو ایک سکون کی لہر اس نے کیف کے چہرے پہ آتی ہوئی محسوس کی جو اسے شرمندہ کر رہی تھی۔

"ارے حیام بیٹی، آؤ اندر آؤ جہانگیر نہیں آیا؟" اظہر صاحب نے حیام کو دیکھتے خوش ہوتے کہا، جہانگیر کو نہ دیکھتے انہوں نے پوچھا تو بیک وقت حیام کی نظر کیف پہ گئی کہ اس کا کیا ردعمل ہو گا اس سوال پہ۔

"جی آئیں ہیں، انہیں کے ساتھ آئی ہوں۔"

"جی بابا جان ادھر ہی ہوں میں۔" حیام کے بولنے پہ ہی جہانگیر بھی کمرے میں داخل ہوا، شاید وہ کوئی کال سننے گیا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے کیف؟" جہانگیر بالکل نارمل انداز میں بولتا حیام کو صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے کیف کے پاس آیا۔

www.novelsclubb.com

"میں ٹھیک۔۔۔! یہ۔۔۔؟" وہ الجھی نظروں سے حیام کو دیکھتا پھر جہانگیر سے بولا۔

"یہ حیام۔۔۔ کل کہا تھا نا بھابھی سے ملواؤں گا، تیری بھابھی حیام عاصم جہانگیر۔" جہانگری نے اب بھی سکون سے کہا لیکن باقی دونوں کو بے سکون کر گیا۔ حیام اس کے اس طرح کہنے پہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

"تو مزاق کر رہا۔۔۔!" کیف کھو کھلی ہنسی ہنستا پوچھنے لگا۔

"نہیں تجھے پتا ہے نا میں مزاق نہیں کرتا۔" اب کی بار جہانگیر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہنے لگا تو کیف کے تاثرات بھی ایک دم سیریس ہوئے۔

"میں آتی ہوں۔۔۔۔" حیام کو اب یہاں بیٹھنا بالکل بھی صحیح نہ لگا تو کسی کے کچھ کہنے کے بجائے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اور جلدی سے کمرے سے باہر نکلتی کیچن میں آگئی۔

کیف کے اس طرح کہنے پہ حیام کے دل میں جیسے ٹھیس سی اٹھی کہ وہ جس طرح جہانگیر سے پوچھ رہا تھا اور کیسے سکون سے اسے بے سکون کر رہا تھا۔ اسے اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تو وہاں موجود کرسی پہ بیٹھ کے لمبے سانس لینے لگی۔

آنکھوں سے بے اختیار آنسوں رواں ہونے لگے، کیف کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھتے جیسے اس کا دل ڈوب گیا تھا۔

وہ جہانگیر کو چاہنے لگی تھی اس سے محبت کرنے لگی تھی لیکن وہ کیف کو اس حالت میں دیکھنا بھی نہیں چاہ رہی تھی۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ ابھی وہ کمرے میں جائے اور سب ٹھیک ہو، وہ دونوں آپس میں ہنس کے بات کر رہے ہوں، ایسی کوئی بات نہ ہو ان میں کہ کوئی اختلاف یا اعتراض ہو۔

وہ چاہتی تھی کہ کیف کو معلوم ہو لیکن وہ ڈر رہی تھی اس سب سے۔

www.novelsclubb.com

"باہر کیوں آئی؟اچھا نہیں لگتا اندر آؤ۔"ابھی وہ خود کو سنبھال بھی نہ پائی تھی کہ اس کے موبائل پہ جہانگیر کی کال آنے لگی۔ریسیو کرتے ہی اس کی گھمبیر آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

"مجھے گھر جانا عاصم پلیز۔"وہ بھرائے لہجے میں بولی تو دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

"حیام روم میں آؤ۔"سنجیدگی سے کہتا کال رکھ گیا۔حیام کو یہ مشکل ترین کام لگا واپس اس کمرے میں جانا۔

وہ تھکے قدم اٹھاتی ہوئی واپس کمرے کی جانب چل دی۔

اندر گئی تو اسے کیف کا ناراض چہرہ نظر آیا جو جہانگیر کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

"کیسی ہو حیام۔۔۔؟"اس کو ایک جگہ کھڑے دیکھ کیف نے بات میں پہل کی جس پہ وہ ہوش میں آئی۔

www.novelsclubb.com

"میں ٹھیک ہوں آآپ کیسے ہیں۔" وہ ہکلاتے ہوئے بولی کہ الفاظ بھی ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"آپ کے شوہر نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ۔" وہ جب بولا تو حیام ہونق بنی اس کو دیکھنے لگی، وہ واضح شکوہ کر رہا تھا جس پہ حیام اپنا سر جھکا گئی۔اس کا شوہر کہنے پہ یہ بات تو واضح ہوگئی تھی کہ وہ یقین کر چکا تھا کہ حیام اس کی بھابھی ہے۔

"بیٹھیں۔۔۔" کیف نے جیسے سہولت دیتے اسے بیٹھنے کی اجازت دی تو جہانگیر اس کا بلڈ پریشر چیک کرتا حیام کے پاس آتا بیٹھ گیا۔

کچھ دیر تو ایسے ہی خاموشی کے نظر ہوگئے۔حیام کو بہت عجیب لگ رہا تھا یہ سب۔۔ ابھی باقی سب بھی یہاں نہیں پہنچے تھے ورنہ وہ ان کے ساتھ تو ہوتی کم از کم۔

کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد کیف جمائیاں روکنے لگا۔

"چلو اب مجھے نیند آگئی ہے۔" وہ جس انداز میں بولا واضح تھا کہ کمرہ خالی کرو اس نے سونا۔

"چلو خیام باقی آنے والے ہیں ہم کل صبح پھر آجائیں گے، مجھے یونیورسٹی بھی جانا ہے۔" جہانگیر کیف کے ناراض چہرے کو گھورتا حیام سے بولا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی جیسے وہ اسی انتظار میں تھی۔

"کیف کو برا لگا ہے نا۔" اظہر صاحب سے ملنے کے بعد جب وہ نکلے تو گاڑی میں بیٹھتے حیام نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

"بکواس کر رہا ہے۔۔۔ صبح سے ڈرامہ کر رہا ہے یہ پتا ہے اس کو سب۔" جہانگیر نے جیسے ہی کہا حیام اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ آیا وہ کیا کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" وہ نا سمجھی سے پوچھنے لگی اسے بالکل بھی سمجھ نہ آئی تھی۔

"اسے کل ہی پتا لگ گیا تھا، بابا اور میں نے کل ہی سب بتا دیا تھا اسے۔" جہانگیر نے سکون سے کہتے حیام کے سر پہ بم پھوڑا وہ صدمے سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا الفاظ ادا کرے۔

"جب بتایا کہ تمہاری شادی ہو گئی تو ہتھے سے اکھڑنے لگا تھا اپنی طبیعت خراب کر کے پھر ہم نے ساری باتیں واضح کر دیں۔" اس نے مزید اپنی بات وہی سے جاری کرتے بتائی جبکہ حیام اب مزید خود پہ افسوس ہونے لگا۔۔۔ کہ کیسا شوہر تھا اس کا، یہ بات تو بتا ہی سکتا تھا نا۔ وہ خاموشی سے اپنے آنسوں پیتے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

***_________**_______**

"ہاں چاہیے ہے مجھے، لیکن یہ یاد رکھنا کہ کام اچھا ہو اس کا کوئی بھی کوتاہی نہیں برداشت کرنی میں نے۔" فون پہ بات کرتا وہ دوسری طرف فین کو ہدایت دے رہا تھا۔

"تم فکر نہ کرو بس میں ایک بار کنفرم کر لوں اس سے پھر تمہیں کل فائنل بتاتا ہوں اس کی جاب کا۔" اصفحان نے یقین دہانی کروائی تو جہانگیر نے سکون کا سانس بھرا۔

"اس کے بعد وہ میری زمہ داری میں شامل ہو گی اس کی طرف سے مطمئن رہنا، اس کا مکمل خیال رکھا جائے گا ادھر۔" جہانگیر نے مسکرا کے کہا تو اصفحان ہنس دیا۔

"بھابی کی بہن کی رہائش کی فکر بھی نہ کرنا، اگر مناسب لگے تو وہ ہمارے ساتھ یہاں حیام کے پاس رہ سکتی ہے اور اگر نہیں تو میں اچھا سا یہاں کا ہوسٹل دیکھ لوں گا۔" جہانگیر نے مزید کہا تو اصفحان نے تائید کی۔

"ویسے اگر ہو سکے تو میری ایک میٹنگ کروا دینا اس سے۔" جہانگیر نے تھوڑا جھجک کے کہا۔

"چلو میں اس بارے میں کل بات کر کے بتاتا ہوں۔ٹھیک ہے اللہ حافظ۔"

اصفحان نے کہتے ہی کال کاٹ دی۔

ابھی جہانگیر اس سے فزیوتھراپسٹ کے بارے میں بات کر رہا تھا تو اصفحان نے بتایا کہ وہ جانتا ہے کسی کو تبھی دونوں اس کے بارے میں بات کر رہے تھے۔

*__________**__________**

مزاح مزاح میں اس سے اپنی بیوی (حیام) کو لانے کا ذکر کر کے جب وہ باہر جانے لگا تو کچھ سوچتے واپس مڑ گیا۔اظہر صاحب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا کہ کیا ہوا ابھی تو جانے لگا تھا۔

"کیا سب نے آج آنا ہے؟"وہ اظہر صاحب اور اماں بیگم کو دیکھتا پوچھنے لگا اور واپس کیف کے قریب بیٹھ گیا۔

"ابھی عماد نے فون پہ بتایا کہ وہ سب شاید کل آئیں پکا نہیں ہے۔" اماں بیگم نے بتایا تو جہانگیر سر ہلاتا ہوا کیف کی جانب متوجہ ہوا جو اسی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"اگر میں کل اپنی بیوی کو لاؤں تو تم کیا ری ایکشن دو گے۔" پہلے تو وہ بات کا مزاح کا رنگ دے رہا تھا لیکن اب وہ صاف گوئی سے اس سے استفسار کرنے لگا جس پہ وہ آنکھوں میں الجھن کا تاثر سمائے وہ ناسمجھی سے دیکھنے لگا۔

"یہ کیسا سوال ہے ظاہر سی بات ہے پہلے حیران ہوں گا پھر پریشان پھر غصہ جو تم پہ اتار کے ریلیکس ہو جاؤں گا۔" باری باری اپنی کیفیات کو گنوانے لگا جس پہ جہانگیر سر جھٹکتا مسکرا دیا۔

"اور اگر کہوں کہ جس سے تمہاری شادی ہونے والی تھی اس کی شادی ہو گئی تو۔۔۔؟" وہ اب بھی مسکراتا ہوا اس کی آنکھوں میں دیکھتا پوچھنے لگا۔ اس کی آنکھیں اب بھی مسکرا رہی تھیں جبکہ چہرے پہ سنجیدہ تاثر تھا۔

"جس سے مطلب! حیام۔۔۔؟" وہ آبرو اچکا کے بولا تو عاصم جہانگیر نے کندھے اچکائے۔

"اس سوال کا کیا مطلب، کیا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ۔۔۔۔" اس کی بات کا مطلب سمجھتا وہ پل میں سرد لہجہ اپناتا ہوا بولا تو اماں بیگم نے گھبرا کے اظہر صاحب کو دیکھا۔

"کیف تم جانتے ہو میں باتیں نہیں گھماتا اسی لیے تمہیں پھر کبھی بتانے کے بجائے ابھی بتا رہا ہوں، اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بات کو سمجھو گے۔" جہانگیر نے تھوڑا مزید قریب ہوتے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے رسان کہنا شروع کیا۔

"تمہارے حادثے کے بعد ایسے حالات بن چکے تھے کہ حیام کو رخصت کرنا پڑا۔۔۔"

"حیام کو رخصت۔۔۔۔ سیریسلی! کس کے ساتھ۔" وہ تیکھے لہجے میں اس سے پوچھنے لگا جیسے اس کو جہانگیر کی یہ باتیں بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی۔

"میرے ساتھ۔"

یہ دو الفاظ تھے جو اس کی سماعتوں پہ بری طرح سے ٹکرائے تھے۔ وہ حیران بنا جہانگیر کو دیکھنے لگا، ہلکا سا ہنس کے جیسے اس بات کا مزاق بنایا اور پھر ہنستا چلا گیا۔

جہانگیر نے ایک نظر اظہر صاحب کو دیکھا جو خود پریشانی سے کیف کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا بکواس ہے یہ۔۔۔" ایک دم وہ رکتا غصے سے بولا اور اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے لگا جس پہ اچانک سے اسے تکلیف ہوئی تو کراہ اٹھا۔

"آرام سے۔۔۔" جہانگیر نے سرعت سے اس کے بازوؤں کو تھاما جس پہ وہ بری طرح سے جھٹکنے کی کوشش کرنے لگا۔

"یار کیا بکواس کر رہے ہو تم، وہ میری بھابھی۔۔۔" کیف جہانگیر کے چہرے کو روبرو دیکھتا ماتھے پہ بل لیے بولا۔

"یہ کھڑے ہیں۔۔۔" جہانگیر نے صاف صاف الزام اظہر صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ سب انہوں نے کروایا اور خود سکون سے زرا پرے ہو کے بیٹھ گیا۔

"بابا۔۔۔!" وہ صدمے سے اپنے باپ کو دیکھنے لگا تو وہ گڑبڑا اٹھے۔

"دیکھو کیف تماشا لگانے کی ضرورت نہیں ہے، بات بہت بگڑ رہی تھی تو ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑا، بچی کی زندگی کا سوال تھا۔" اپنے پہ بات آتا دیکھ وہ جہانگیر کو دل ہی دل میں ایک گالی دی اور کیف سے رعب میں بات کرنے لگے۔اور پھر ساری بات اس کے گوش گزارنے لگے کہ کیسے انہوں نے یہ بات سب سے چھپائی کہ وہ کومہ میں ہے اور گاؤں کے بڑوں کے فیصلے کے آگے انہیں ہار ماننا پڑی۔

www.novelsclubb.com

یہ سب سننے کے بعد تو وہ کافی دیر تک کچھ بول نہ پایا اور یونہی خالی خالی نظروں سے سامنے دیکھنے لگا۔

"اللہ جو کرتا بہتر ہی کرتا ہے اور اس میں ہم سب کے لیے بھلائی ہی ہو گی۔"

جہانگیر نے سادہ سے الفاظ استعمال کیے تو کیف اسے دیکھنے لگا۔

وہ کتنی آسانی سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ اس کی پسند تھی اور اس سے بڑے بھائی کے نکاح میں۔۔کتنا تکلیف دہ تھا اور وہ سب اس کے ہوش میں آنے پہ آرام سے یہ بم اسی دن پھوڑ رہے تھے۔

"اس نے جب سے تمہارے ہوش میں آنے کا سنا ہے وہ کنفیوز سی ہے۔اسے خود سمجھ نہیں آرہا کہ وہ ایسی صورتحال میں کیا کرے،میرا آج ابھی بتانے کا مقصد یہی تھا کہ اچانک بات پتا چلنے پہ تم جوری ایکشن دو گے اس سے اچھا ہے میں تمہیں خود بتادوں۔"جہانگیر کچھ پل خاموشی کے گزارنے کے بعد سنجیدگی سے بولا تو کیف استہزائیہ مسکرانے لگا۔

www.novelsclubb.com

"میں کل اسے لاؤں گا یہاں تم سے ملوانے۔۔۔"وہ اطلاع دیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ یہاں ہے؟"کیف نے کچھ توقف کے بعد سنبھل کے پوچھا۔

"ہمم میرے ساتھ ہی رہ رہی ہے۔"

"کمینہ۔۔۔۔" کیف ہلکا سا بڑبڑایا جو عاصم نے واضح سنا جس پہ اس کے لب مسکرا اٹھے۔

"میں چلتا ہوں اپنا خیال رکھنا۔۔" وہ مسکرا کے کہتا مزید کچھ کہے بنا وہاں سے اٹھ گیا۔

اس کے جانے کے بعد وہ سرد آہ کھینچتا آنکھیں موندے لیٹ گیا۔ آنکھوں کے پردوں پیچھے وہ پل لہرایا جب اس نے پہلی بار حیام کو دیکھا تھا، وہ ایک غیر متوقع تصادم تھا جب وہ یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں چلتی آرہی تھی۔

اظہر صاحب نے سنجیدگی سے بتا تو دیا تھا لیکن اب وہ تھوڑا اس کی وجہ سے پریشان بھی تھے۔

محبوب کے دور جانے کا دکھ تو تھا مگر اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ اس کو اپنے بھائی کے نکاح میں دیکھنا تھا۔ وہ شکوہ کرنا چاہتا تھا مگر کرتا بھی کس سے، کسی کا تو قصور تھا ہی نہیں، سب اپنی اپنی جگہ مجبور تھے۔ اس نے دائیں جانب گردن موڑ کے دیکھنا

چاہا تو اماں بیگم اداسی سے اسی کو تک رہی تھیں۔ جانتا تھا کہ وہ اسی کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔

ان کے مسلسل دیکھنے پہ وہ ہلکا سا مسکرایا تو وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی اس کے قریب چلی آئیں۔

"میرا بہادر بچہ! اللہ پہ یقین کامل رکھو۔" اس کو سینے سے لگاتی وہ تڑپتی ماممتا کی محبت لہجے میں سموئے بولی تو وہ آنکھوں سے بہنے کو بے تاب نمی کو پیچھے دھکیلتا اپنی قسمت پہ ہلکا سا ہنس دیا۔

آج جب وہ حیام کو اپنے ساتھ لایا تھا تو حیام کی گھبراہٹ اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ اس نے واضح محسوس کی تھی۔ جہانگیر ٹھیک کہہ رہا تھا کہ وہ کنفیوز تھی۔ اس کا نظریں چرانا، سہمے ہوئے لہجے میں ایک دو جملہ کہنا اسے چبھا تھا۔

______________**

ابھی وہ دونوں وہاں سے نکلے ہی تھے کہ پیچھے ہی باقی سب بھی پہنچ گئے۔انہوں نے حیام کو رکنے کا کہا لیکن جہانگیر سدا کا ڈھیٹ نہ رکا اور نہ اسے رکنے دیا۔

جب حیام گھر داخل ہوئی تو اس کا سامنا سب سے پہلے گل سے ہوا جو شاید دعا کو سلا کے آرہی تھی۔

اس کا سرخ گلابی اترا ہوا چہرہ دیکھتے گل تذبذب کا شکار ہوتی اس کے قریب آئی تو وہ مشکل سے مسکرائی۔

"چہرہ کیوں سرخ ہو رہا ہے تمہارا؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی، جہانگیر بھی ابھی ساتھ نہیں تھا تو وہ اور الجھی۔۔

"کچھ نہیں شاید دھوپ کی وجہ سے ہوا ہو۔" اپنے چہرے کو چھوتی وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بولی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ ابھی آنسوؤں کی ٹنکی بہادے۔

www.novelsclubb.com

"دھوپ تو ہے ہی نہیں۔۔۔" تھکی نظروں سے اس سے سوال کرنے لگی کہ اس کا ضبط جواب دینے لگا۔

آنکھوں میں تیزی سے نمی تیرنے لگی کہ وہ ایکسکیوز کرتی جلدی سے روم میں چلی گئی اور دروازہ بند کر لیا۔

"اسے کیا ہوا۔۔۔" وہ جہانگیر کے کسی کارنامے کا سوچتے تاسف سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"حیام کہاں ہے؟" داخلی دروازے سے اندر داخل ہوتے جہانگیر نے گل سے پوچھا جو ابھی تک وہی کھڑی تھی۔ جہانگیر ابھی اصفحان سے بات کرتا واپس آیا تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے وہ رو رہی ہے، تم نے کچھ کہا؟" تھکے لہجے میں وہ اس سے استفسار کرنے لگی جس سے جہانگیر نے ایسے کندھے اچکائے جیسے وہ اس سے بات کر ہی نہیں رہی تھی۔

"کچھ کہا ہی تو نہیں تھا۔۔" وہ لاپرواہی سے بولا تو وہ ماتھے پہ موجود شکن کو دور کیے آنکھوں کو پھیلاتی اسے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"میرا کوئی مطلب نہیں تم جا کے اپنے شوہر بچوں کو دیکھو میں اپنی بیگم کو، پتا نہیں بات بات پہ ناراض ہونا کہاں سے سیکھ لیا ہے اس نے۔" اس کو مصنوعی سختی سے کہتا وہ کوٹ کو بازو پہ سولی کی لٹکائے کمرے میں جانے لگا کہ بند دروازہ اس کو چڑا رہا تھا۔

"بیوی کو ناراض کریں تو یہی حال ہوتا ہے۔" گل پیچھے سے تنک کے بولی تو اس نے سر جھٹکا۔

"لگتا ہے بڑا ایکسپیرینس ہے باہر نکالنے کا، بیچارہ عماد۔۔ میری ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔" وہ بھی دوبدو اس کو جواب دیتا پاس موجود چابی سے دروازہ مزے سے کھولتا اس پہ جتاتی نظر ڈالتا اندر داخل ہوا۔

_________________**

کمرے میں داخل ہوتے اپنا دوپٹہ بیڈ پہ پھینکے وہ رونے میں مصروف تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ چونکتے کھلتے دروازے کو دیکھنے لگی۔

بڑے مزے وہ اندر آتا اپنا کوٹ ہینگ کرتا اب قدم قدم چلتا اس کے قریب آ رہا تھا جب وہ خود ہی اٹھ کے اس کے روبرو ہوئی۔

"آپ نے کیوں نہیں بتایا تھا مجھے کہ وہ جانتا ہے سب، آپ کو معلوم ہے میں کتنی پریشان تھی اس سب کو لے کے۔۔ میرا ذہنی سکون تباہ کیا ہوا تھا آپ نے۔ میں ساری رات یہی سوچتی رہی کہ کہیں وہ آپ سے بدگماں نہ ہو جائے کہیں رشتوں میں غلط فہمیاں نہ بن جائیں لیکن آپ مجھے واپسی پہ بتا رہے ہیں کہ وہ جانتا ہے سب۔۔۔" اس کے سامنے کھڑی ہوتی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی وہ نم بھرائے

لہجے میں بولی۔رونے کی شدت سے اس کے ہونٹ کپکپارہے تھے،آنکھوں میں سرخی چھائی تھی اور رخسار مزید گلال ہوئے تھے۔۔

"جو تم سوچ رہی تھی اس سے میں نے منع کیا تھا لیکن یہ سب سوچنا تمہاری خود کی مرضی تھی جس پہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔"وہ بہت سکون سے بولا تو حیام کو مزید پتنگے لگ گئے یعنی وہ اب بھی اپنی غلطی نہیں مان رہا تھا۔

"میں یہ سب سوچ رہی تھی۔۔۔آپ نے مجھے مجبور کیا یہ سوچنے پہ۔"وہ اس پہ مزید غصے سے تقریباً چیخنے کی خواہش دل میں دباتی ہوئی بولی۔

"میں نے بالکل بھی مجبور نہیں کیا انفیکٹ میں نے تمہیں ریلیکس کرنا چاہا تھا۔" اس کے غصے سے کہنے پہ وہ بھی سنجیدگی اپناتا ہوا بولا۔

"اور آپ نے ایسا کب کیا۔۔۔؟"وہ غصے سے دانت پیستے ہوئی بولی۔۔

میسنا ہونے کے ساتھ ساتھ یہ جھوٹا بھی ایک نمبر کا تھا اور ڈھیٹ تو ایک نمبر سے بھی اوپر کا۔

"یاد کرو۔۔۔۔جب میں نے کہا تھا کہ وہ سمجھ جائے گا ریلیکس رہو۔۔" وہ کل کی بات یاد دلانے لگا جس پہ حیام اس کو بری طرح سے گھورنے لگی۔

"دیکھو اس سب میں میں نے تمہیں کہا تھا کہ پریشان نہ ہو وہ سمجھ جائے گا تو تمہیں میری بات ماننی چاہیے تھی نا لیکن تم نے اپنا چھوٹا سا دماغ لگایا اور مزید پریشان ہوتی رہی۔۔ جبکہ تمہیں چاہیئے تھا کہ آرام سے اٹھ کے چائے بنا کے پیتی اور مجھے بھی پلاتی۔"اس کا ہاتھ تھامتا اچانک سے لبوں سے لگاتا ہوا وہ شرارت آنکھوں میں سمائے بولا تو حیام کا نا چاہتے ہوئے بھی دل کیا کہ پاس پڑی کوئی چیز اٹھا کے خود کو مار لے یا پھر اس کا سر پھوڑ دے۔

"تمہیں ساری بات مجھے بتانی چاہیے تھی کہ تم کیا فیل کر رہی ہو، کیا سوچ رہی ہو لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ جب تم مجھے خود کچھ نہیں بتا رہی تھی تو مجھ سے کیسے امید

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کر سکتی ہو کہ میں تمہیں سب بتاؤں۔۔ہوں۔"اس کا چہرہ ہاتھ سے تھام کے اوپر کرتا وہ نرمی سے پوچھنے لگا تو حیام نے آنکھوں کی نمی کو اندر دھکیلتے ہوئے اس کو دیکھا۔

"میں کیسے بتاتی آپ کو۔۔۔!میں جھجک رہی تھی۔" نظریں چراتی وہ اپنی وجہ بتانے لگی۔

"اور میں تم سے شرما رہا تھا تبھی نہیں بتایا۔"وہ سنجیدگی سے غیر سنجیدہ بات کرتا حیام کو کمر سے تھامتا تھوڑا قریب کر گیا جس پہ وہ گڑبڑا کے گھورنے لگی۔

"کل ہم پھر جائیں گے اس کے پاس لیکن تم اس طرح کمرے سے باہر نہیں جاؤ گی ہم سب میں بیٹھ کے آرام سے باتیں کرو گی ایک فیملی کی طرح۔"اس کے بکھرے بال سنوارتا وہ نرمی سے سمجھانے لگا جس پہ وہ محض سر ہلا گئی۔

"چلو فریش ہو جاؤ ورنہ دی جان سے کلاس لگواؤ گی میری۔"محبت سے اس کی رخسار کو چھوتا وہ دور ہوا تو اپنا دوپٹہ اٹھاتی وہ فریش ہونے چلی گئی۔

___________________**

ارتسام کے آفس سے آنے میں ابھی وقت تھا تو وہ کھانا بنانے سے فری ہوتی کمرے میں گئی کہ فریش ہو سکے۔۔۔ارتسام کے بابا اپنے کسی دوست کے پاس گئے تھے۔

ابھی اس نے حیام کو کال بھی کرنی تھی،حیام نے اس کو بھی بتایا تھا کیف کے بارے میں تبھی وہ بھی تھوڑا سا پریشان تھی حیام کو لے کے۔

اپنے بال بناتی اس نے حیام کا نمبر ڈائل کرنا چاہا جب کوئی دروازہ کھولے اندر آیا۔

آنے والے کو دیکھتے اس کے ماتھے پہ شکن واضح ہوئے۔

وہ ناگواریت سے اس کو دیکھنے لگی جو نزاکت سے اپنے ہیلز میں مقید پاؤں سے چلتی اس کے قریب آئی۔

"نکلو یہاں سے۔۔۔"وہ نخوت سے سر جھٹکتی ہوئی بولی تو صنم ضبط کر کے رہ گئی۔

"شرافت کالبادہ اوڑھے یہاں سے چلی جاؤاس سے پہلے کہ میں کچھ کر بیٹھوں۔"

صنم تحمل سے اپنے الفاظ ادا کرتی ہوئی بولی اور اس کے جانے کا انتظار کرتی ٹیبل سے چیزیں صحیح کرنے لگی۔

"تم کیا مجھے نکالو گی تمہیں تو میں۔۔۔۔"صنم کی بات مکمل ہوتے ہی وہ غصے سے اس پہ جھپٹی کہ اچانک صنم کا ہاتھ اٹھا اور خاموش فضا میں ایک سُر سا بکھیر گیا۔

تھپڑ کی گونج اور شدت اچھی خاصی تھی کہ دیبا کو اپنا کان سن ہوتا دکھائی دیا۔

چہرے پہ ہاتھ رکھے وہ صدمے سے سامنے کھڑی صنم کو دیکھنے لگی جس نے بغیر کسی لحاظ کے اس کے منہ پہ تھپڑ مار دیا تھا۔

"اپنی حد میں رہو۔۔۔کب سے تمہیں برداشت کر رہی ہوں لیکن تم جانے کس مٹی کی ہو جو اتنی ذلت کے بعد بھی منہ اٹھا کے یہاں آجاتی ہو۔کس حق سے تم مجھے یہاں سے جانے کا کہہ رہی ہو۔۔اوبی بی نکلو یہاں سے کہیں تمہارا یہ نقشہ نہ بگاڑ

دوں میں۔" صنم غصے سے اس کے منہ پہ ایک تھپڑ ریسد کرتی اس کو سخت سنانے لگی کہ اہانت و سبکی کے احساس سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"تمہاری کوئی عزت بھی ہے یا نہیں، ایک لڑکا تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالتا اور تم ہو کے ندیدوں کی طرح اس کے پیچھے پڑی ہو، ویسے کوئی تم ترسی ہوئی مخلوق ہو جو شادی شدہ مرد کے پیچھے پڑی ہو۔" صنم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کو بالوں سے گھسیٹ کے یہاں سے دفع کرے۔

"یہ تھپڑ تمہیں بہت بھاری پڑنے والا ہے مسز ارتسام۔۔اس کو بھولنے والی نہیں ہوں میں دیکھ لوں گی تمہیں۔" انگلی اٹھا کے اسے وارن کرتی وہ تن فن کرتی وہاں سے نکلی تو صنم نے نفرت سے سر جھٹکا۔

کیسی لڑکی تھی جس میں زرا بھی خودداری نہیں تھی، زرا سی بھی سیلف رسپیکٹ نہیں تھی جو روز یہاں آجاتی تھی بے عزت ہونے۔ صنم کو غصے کے ساتھ ساتھ اس پہ جی بھر کے افسوس بھی ہوا۔

"بہت بار دھمکی سن چکی ہوں تمہاری۔۔۔ ہر بار ایک ہی بات کہہ کے چلی جاتی ہے۔" اس کی بات پہ وہ برے موڈ کے ساتھ بگڑتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"آج ارتسام آجائیں میں کھل کے بات کروں گی ان سے۔۔۔ یہ لڑکی ضرور کچھ نہ کچھ کر کے رہے گی۔" ارتسام کو بتانے کا سوچتی اٹھی دیکھنے لگی کہ کیا کام کرے۔۔

دیبا کو تھپڑ وہ مارنا نہیں چاہتی تھی لیکن جس طرح اس نے اس کا بازو دبوچا تھا وہ یہ کرنے پہ مجبور ہوئی تھی۔ صنم کو اس سے نفرت نہیں تھی لیکن وہ ایسی حرکتیں کرتی تھی کہ اس کو برا کہا جائے، وہ سب کے سامنے اپنی عزت گنوا رہی تھی، لڑکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، رات دیر دیر تک باہر ان کے ساتھ گھومنا اور پھر صبح کو یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ارتسام کو پسند کرتی ہے وہ اس کی محبت ہے۔ صنم کی نظر میں یہ

سب ایک ڈھونگ تھا ایک ڈرامہ جو نا جانے وہ کس لزت میں آ کے کرنا چاہ رہی تھی۔۔اب وہ اٹل ارادہ رکھتی تھی کہ اس کے والد تک یہ باتیں پہنچائیں کہ ان کی بیٹی بگڑ چکی ہے لہزا اس پہ کنٹرول کیا جائے۔

_________________**

حیام سے ملنے کے بعد وہ اپنا ایک دو کام نپٹا کے واپس گاؤں کی طرف روانہ ہوا، گاؤں کی حدود میں داخل ہوتے ہی اس نے زوفا کو کال کر دی کہ وہ آ رہا ہے۔۔

حیام سے مل کے اسے سکون ملا تھا جو اس نے حیام کے چہرے پہ دیکھا تھا ورنہ اس کا ارادہ جہانگیر کو چار پانچ سنانے کا تھا اگر اس کی بہن وہاں خوش نہ ہوتی لیکن وہ وہاں خوش ہونے کے ساتھ سکون سے رہ رہی تھی

اس کے ساتھ کھانا کھائے، وہ واپسی کے لیے رخصت ہوا تھا کیونکہ اگر وقت زیادہ ہو جاتا تو دھند نے بسیرا کر لینا تھا پھر اس کا جانا مشکل ہو جاتا تھا۔

جیسے جیسے شام ڈھلتی جا رہی تھی ویسے ویسے سردی اور دھند میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

دوسری جانب وہ اصفحان کی کال آنے کے بعد کیچن میں اس کے لیے چائے بنا رہی تھی۔ پچھلی بار کی طرح آج بھی وہ کبرڈ سے وہ ڈبہ نکالنے کے بعد اس میں سے وہ پرچیاں نکالنے لگی جس پہ کچھ لکھا تھا۔ ڈوبتے دل کے ساتھ اس نے وہ پرچی پکڑی اور اپنی چائے والے پیالے میں ڈبو کے نکالی، پھر اسی طرح اسی پرچی کو دوسرے کپ میں ایک دفع ڈبو کے نکالتی پھینکنے لگی۔ اتنی دیر مین اصفحان نے پہنچ جانا تھا، اپنا کام کرتے وہ ہاتھ جھاڑتی ہوئی پیچھے کی طرف مڑی جب اس کا سانس سینے میں دب سا گیا۔ دل کسی گہری کھائی میں جا گرا جیسے وہ دھڑکنا بھول گیا ہو۔

"یہ آپ کیا کر رہی تھیں؟" وہ سرد لہجے میں پوچھتا کپوں کی طرف اشارہ دینے لگا۔
واضح اشارہ تھا کہ اصفحان اسے کپ میں وہ پرچی ڈباتی دیکھ چکا تھا۔

"آپ آ گئے۔۔۔!" اس کے کو نظرانداز کرتی وہ مشکل سے مسکرانے کی سعی کرتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے آپ سے۔۔! یہ کیا کر رہی تھیں آپ؟" اس کے سوال پہ وہ مزید ماتھے پہ بل لیے پوچھنے لگا اور چلتا ہوا ان کپوں کے قریب آیا۔

ایک کپ اٹھا کے اس نے سونگا اور واپس ٹیبل پہ رکھا۔

"خاموشی نہیں جواب چاہیے مجھے زوفا اصفحان۔۔۔" وہ تقریباً اس پہ چیخا جس سے وہ ڈر کے مارے اچھلی۔

"کک کچھ نہیں اصف۔۔اصفحان وہ بس۔۔۔" وہ ہمت کرتی بتانے لگی جب لہجہ بری طرح لڑکھڑایا اور آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟"ایک نظر کپوں کو دیکھتا وہ لہجے میں پوچھنے لگا۔

"اس کو چھوڑیں مجھے یہ بتائیں کہ آپ یہ کر کیوں رہی ہیں۔"ماتھے پہ بل لیے وہ اس سے پوچھنے لگا تو ہمت کرتی اپنی پلکیں اٹھاتی اس کو دیکھنے لگی جو پہلے ہی اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ تعع۔۔۔ تعویذ ہیں۔"وہ اتنی آہستہ آواز میں بولی کہ شاید اس نے خود بھی سنا ہو لیکن لبوں کی حرکت وہ واضح جان گیا تھا۔

"کس لیے۔۔۔؟"اب کی بار وہ ضبط کرتا پوچھنے لگا کہ اس کی نسیں واضح ہونے لگیں۔

"بب بچے۔۔۔"ابھی وہ کچھ اور کہتی جب اصفحان نے پوری قوت سے وہ کپ اٹھا کے دیوار پہ دے مارے جس پہ زوفا خوف سے چیخنی لرزا اٹھی۔

"کیا بچہ ہاں۔۔۔! کیا سوچ کے یہ حرکت کی آپ نے جواب دیں مجھے۔۔۔آپ کو پتا آپ کیا کر رہی ہیں، شعور ہے آپ میں یا نہیں۔بتائیں مجھے۔۔۔۔" وہ سختی سے اس کے سامنے کھڑا ہوتا پوچھنے لگا جس پہ زوفا کو رونا آنے لگا۔اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے وہ خود پہ ضبط کرنے لگی۔

"جواب دیں مجھے۔" اب کی بار وہ پہلے سے بھی اونچی آواز میں اس پہ چیخا کہ زوفا تیز تیز آواز سے رونے لگی جبکہ پورا بدن اس کا کپکپانے لگا لرزنے لگا۔

"مایوس کیا آپ نے مجھے۔۔بہت مایوس۔" اس پہ ایک افسوس بھری نظر ڈالتا وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ وہ خود کے اس کو عمل کو سوچتی مزید شرمندگی کی گہرائیوں میں خود کو ڈوبتا محسوس کرنے لگی۔

______________**

"اصفحان۔۔۔۔!"اس کے جانے کا احساس ہوتے ہی وہ ہوش میں آتے کیچن سے باہر نکلنے لگی کہ کرچیوں کی آواز پہ نیچے دیکھا جہاں کپ کرچی کرچی ٹوٹے پڑے تھے۔

وہ جلدی سے کیچن سے باہر نکلتی اس کو پکارنے لگی مگر وہ جا چکا تھا۔کیچن سے کیا وہ حویلی سے ہی نکل گیا تھا۔

"اصفحان میری بات سنیں۔۔۔"وہ ڈورتی ہوئی اس کو بلانے کو لپکی مگر کوئی فائدہ نہ تھا وہ جا چکا تھا۔

"کیا ہوا زوفا۔۔۔"اس کی آواز سنتی دادی جان بھی کمرے سے باہر آتی پریشانی سے پوچھنے لگیں۔۔زوفا ڈبڈبائی نظروں سے ان کو دیکھتی نفی میں سر ہلانے لگی تو انہوں نے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

"کیوں رو رہی ہو؟اصفحان آ گیا کیا۔۔؟"انہوں نے اس کے چہرے کو نرمی سے چھوتے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"چلے بھی گئے۔۔۔" وہ بھرائے لہجے میں بولی اور اس کے سینے لگتی آنسوں بہانے لگی۔

"مجھ سے ناراض ہو کے چلے گئے ہیں دادی جان۔۔۔" اس کے دکھی لہجے میں ڈبڈبائی نظروں سے داخلی دروازے کو دیکھا جہاں سے ابھی وہ گیا تھا۔

"اچھا تم پریشان نہ ہو میں بات کروں گی اس سے۔" اس کو بہلاتے انہوں نے پیار سے کہا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں آپ نہیں کریں گی وہ مجھ پہ بہت غصہ ہیں۔" اپنے آنسوں پونچھتے ہوئے سسکی تھی۔

"مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔۔۔" اس کو اپنے کمرے میں لے جاتے ہوئے وہ نرمی سے پوچھنے لگی، پہلے تو زوفا ایسے ہی ان کو دیکھتی رہی کہ کیا کرے بتائے یا نہ۔

اس کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیسے اصفحان کو بتائے گی سب اور کیسے اس کو منائے گی تبھی ہمت کرتی آہستہ سے ساری بات بتانا شروع کر دی اس نے۔

"اصفحان نے ایک بار مجھے کہا تھا کہ تمہیں کہیں نہ لے جایا کروں تب میں نے اس پہ غصہ کیا تھا کہ وہ کیوں تم پہ پابندی لگا رہا ہے لیکن اس نے سختی سے منع کیا تھا مجھے۔۔۔اور اب مجھے سمجھ آ گئی کہ وہ کیوں منع کر رہا تھا۔"اس کی مکمل بات سنتے دادی جان کو بھی افسوس ہوا تھا کہ وہ کیوں یہ سب کر رہی تھی۔۔

"میرا بچہ ! کیا ہم نے تم پہ کوئی دباؤ ڈالا ہے یا پھر کوئی سختی کی ہے ہمیں ہمارا وارث چاہیے یا کچھ اور۔۔۔"انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا تو زوفا نے شرمندہ ہوتے سر جھکا یا اور نفی میں سر ہلا کے نفی کی۔

"تو کیوں تم نے یہ سب خود پہ سوار کیا تھا کیا اصفحان نے زکر کیا تھا یا اس کا دباؤ تھا؟"
اب کی بار انہوں نے اصفحان کا جاننا چاہا کہ شاید اس کی وجہ سے وہ یہ سب سوچ رہی ہو۔

"نہیں۔۔۔" وہ جلدی سے اس بات کی بھی نفی کر گئی۔

"پھر یہ سب سوچنا کرنا بیوقوفی ہے اور اس طرح تم نے اپنے شوہر کو خود سے بدگماں بھی کر لیا ہے۔
تمہاری شادی کو کتنے سال ہو گئے ہیں۔۔ابھی تو چار مہینے ہی ہوئے ہیں نا کوئی چار سال نہیں جو تم دوسری عورتوں کی باتوں پہ عمل کرتی کسی بابا پیر فقیروں کے پاس جاؤ، اصفحان کیا' زوفا! مجھے خود بھی تمہاری یہ حرکت بالکل بھی پسند نہیں آئی۔۔۔ میں گھر کی بزرگ ہوں تو تم مجھ کوئی مشورہ کر لیتی۔۔یقیناً میں تمہیں سمجھاتی نا کہ ان فقیر لٹیروں کے پاس جانے کا مشورہ دیتی۔" ساری بات سنتے دادی جان کو خود بھی اس کی حرکت بالکل نہ بھائی تھی۔۔۔

انہیں تکلیف ہوئی تھی یہ سب سن کے کہ بجائے وہ ان کو بتاتی وہ دوسروں کے مشورے پہ چلتی الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگی تھی۔۔۔ جس سے اور تو کچھ نہیں لیکن اصفحان اور زوفا کے رشتے میں خلل ضرور پڑ جاتا۔

"اصفحان آئے تو اسے پیار سے منانا اور سمجھانا کہ آئندہ ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا اور مجھے بھی تم سے یہی امید ہے کہ آئندہ تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گی یہ سب گناہ ہوتا ہے کہ اللہ کے بجائے ہم کسی جادو ٹونے والے کام میں پڑیں، اللہ سے دعا مانگو کہ وہ تمہیں اولاد سے نوازے یہ گلی گلی محلے والے کیسے تمہاری دل کی بات پوری کریں گے ان کے پاس کیسے اختیارات آگئے کہ ایک پرچی تمہیں دے دی کہ اس میں اولاد کی دعا لکھی ہے اسے پیو تو اولاد ہو گی۔۔۔ان سب چیزوں کے عمل سے گھر میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں دوریوں کے سواہ کچھ نہیں ملتا، دیکھو اسی وجہ سے تو اصفی ناراض ہوا ہے۔۔۔" اس کا ہاتھ تھامے وہ نرمی سے سمجھا رہی تھی اور وہ سر جھکائے انہیں سنتی جا رہی تھی۔

اسے رہ رہ کے اپنی غلطی کا احساس کو رہا تھا یقیناً وہ اپنے شوہر کو ناراض کرنے کے بجائے اپنے اللہ کو بھی ناراض کر چکی تھی۔۔اسے خود بھی یقین نہیں تھا ان سب پہ لیکن وہ ہمسائے کی آنٹی نے جیسے بتایا اور افسوس کیا کہ ابھی تک کوئی خوشخبری کیوں نہیں آئی' ابھی تک تو آجانی چاہئے تھی۔۔اور اسے ایک جگہ کا پتا سمجھاتے پکا کیا کہ وہ اس بابا کے پاس جائے تو اس کی اولاد ہو گی۔اصفحان نے کہا بھی تھا کہ اسے اولاد کی جلدی نہیں۔۔لیکن اس عورت نے یہ بھی کہا کہ اگر اولاد جلدی نہ ہوئی تو شوہر اس سے دور ہو جائے گا یا دوسری شادی بھی کر سکتا ہے۔۔

www.novelsclubb.com

اسے خود پہ جی بھر کے غصہ آیا۔۔اس عورت پہ غصہ کرنے سے اسے ملنا بھی کچھ نہیں تھا۔۔قصور تو اس کا تھا کہ وہ کیوں ان کی باتوں میں آئی کیا اسے اتنا شعور حاصل نہیں تھا کہ وہ اچھے برے کو سمجھ سکتی۔۔۔

دادی جان کے کمرے سے واپس آتے وہ مسلسل خود کو کوس رہی تھی۔۔اس کے اصفحان کو کال کرنا چاہی لیکن وہ اٹھا بھی نہیں رہا تھا۔۔پھر اچانک اس نے فون ہی بھی بند کر دیا تھا۔

اس کی سم پہ اس کے کئی مسیج کر دیئے تھے لیکن وہ کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔

اس کو خاموشی کی مار رہا تھا۔

سردی بڑھتی جا رہی تھی اور رات کی گہرائی بھی،اسے اصفحان کی فکر ستائے جا رہی تھی جانے وہ کہاں ہو گا۔۔

www.novelsclubb.com

---------------**

"آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں۔۔۔۔؟"

گل کو باہر لاؤنج میں صوفے پہ بیٹھا دیکھ عماد پوچھتا ہوا ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"حیام کی فکر ہو رہی تھی۔۔"اس کی جانب دیکھتی بولی تھی۔۔

"آپ واپس جائیں گے؟"

"ہم میں اُدھر چلا جاؤں گا اور آپ دی جان، دعا کے ساتھ یہی پہ رات رہ لیں پھر صبح ناشتے کے بعد گھر جانا ہے۔" وہ ٹیک لگاتا اس کے چہرے کو نظروں کے حصار میں لیتا کہنے لگا۔

سنہری بالوں کی چٹیا بنائی ہوئی تھی جو ابھی آگے آتی اپنے جلوے دکھا رہی تھی۔ لبوں پہ ہلکی سی سرخی چھائی ہوئی تھی۔ناک میں پہنا چھوٹا سا ہیرا اسے کسی جسارت پہ اکسا رہا تھا۔۔دی جان کی ایک بات ڈانٹ کے بعد وہ ہمیشہ اس کے لیے سجی سنوری سی رہتی تھی، ہمیشہ چہرے پہ ایک رونق چمک سی لیے پھرتی تھی۔آج بھی وہ الگ ہی سماں پیش کر رہی تھی جو عماد کے لیے مشکل کام سرانجام ہو رہا تھا لیکن ہلکی سی تھکن کے اثار بھی نظر آرہے تھے۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔۔؟"آنکھوں میں جھانکتے وہ سوال کرنے لگا۔

"جی ٹھیک ہے بس دل گھبرا سا رہا تھا۔" وہ ہلکے سے مسکرا کے بولی جبکہ عماد کی نظریں ہنوز اسی پہ جمی ہوئی تھیں۔

"رات رہ لیں گی میرے بغیر۔" وہ تھوڑا قریب کھسکا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑے پوچھنے لگا۔

اس کے پوچھنے پہ وہ خوبصورتی سے ہنس دی۔

"جی۔۔۔" بغیر دیکھے وہ اترا کے جواب دینے لگی جس پہ عماد کے لبوں پہ تبسم بکھر گیا۔

"لیکن میں نہیں۔۔۔" اس کے کان کے قریب جھکتا پیار سے سرگوشی میں بولا تو گل زیر لب مسکاتی ہوئی سر جھکا گئی۔

"یہ رومانس کہیں اور جا کے کرو میری اکیلی بیگم یہاں رہتی ہے کہیں خراب نہ ہو جائے۔" اچانک پیچھے سے آتی آواز پہ گل کے ساتھ ساتھ عماد نے بھی ہڑبڑا کے

پیچھے بائیں جانب دیکھا جہاں وہ کمرے سے نکلا تھا اس کے پیچھے ہی حیام تھی جو اس کی بات پہ افسوس کرتی رہ گئی۔

"جہانگیر خان تمہیں پتا ہے تمہارا اعلاج ہونے والا ہے۔۔۔" گل اس کو جیسے یاد دلانے لگی۔

"جی بخوبی اس بات سے واقف ہوں مابدولت، لیکن خوشخبری یہ ہے کہ میری زوجہ ہی یہ زمہ داری سرانجام دینے کو تیار ہیں۔" جہانگیر مزے سے کہتا حیام کا ہاتھ پکڑے سامنے لایا تو گڑبڑا کے عماد اور گل کو دیکھنے لگی۔ جیسے جہانگیر کی اس حرکت وہ شرمندہ ہو۔اس کے سامنے آنے پہ گل نے سوالیہ نظروں سے حیام کو دیکھا کہ 'کیا واقعی تم اس کا اعلاج کرو گی۔'

"یہ لااعلاج ہیں۔۔۔" وہ جلے دل سے دانت پیستے ہوئے بولی کہ عماد کے ساتھ ساتھ گل کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

اس کے الفاظ سنتے جہانگیر نے جس طرح منہ بنا کے حیام کو دیکھا، اس پہ حیام کو بھی ہنسی آنے لگی۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ دونوں؟" عماد نے دونوں کو ساتھ دیکھتے پوچھا۔

"کہیں نہیں کیچن تک جا رہے تھے کچھ کھانے کو دیکھنے۔" جہانگیر بتاتا ہوا کیچن میں چلا گیا تو حیام گل کے پاس ہی رک گئی بیٹھنے۔

"کیسی ہو اب۔۔۔؟" عماد بھی کیچن میں جہانگیر کے ساتھ ہی چل دیا تو وہ دونوں صوفے پہ بیٹھ گئیں۔

"میں ٹھیک ہوں اب، تب تھوڑا سا ٹینس ہو گئی تھی میں لیکن اب سب ٹھیک۔" وہ مسکراتی ہوئی بتانے لگی کہ گل اس کے لیے پریشان نہ ہو۔

"یہ تو اچھا ہو گیا، جہانگیر کی یہ عادت بہت اچھی ہے جلد ہی وہ انسان کو سمجھ جاتا ہے اور بات کو واضح کر دیتا ہے۔" گل نے نظریں کیچن کے دروازے کی طرف کرتے

نرمی سے کہا تو حیام کے دل نے اس بات کی گواہی دی کہ ایسا ہی ہے۔وہ بات کو سمجھ کے اگلے انسان کو اچھے سے مطمئن کرتا سمجھا دیتا تھا کہ انسان اپنی پریشانی ہی بھول جاتا تھا۔

"ٹھیک کہا۔۔۔"وہ بظاہر اتنا ہی بول سکی۔

"اگر ابھی دی جان اٹھ گئیں تو ہم دونوں کی کلاس لگ جائے گی کہ ہمارے۔۔۔۔"حیام کچھ سوچتی ابھی کہہ ہی رہی تھی کہ پیچھے سے کرہت آواز پہ دونوں بیک وقت چونکی۔

"کچھ شرم آندی اے یا نہیں۔۔شوہر باورچی کھانے اچ نے تے خود ایتھے بیٹھی گپاں ہانک رہی۔"دی جان سختی سے بولتی اپنی چھڑی کا سہارہ لیتی ان کے پاس آئیں تو دونوں اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دی جان بس جا ہی رہی تھیں ہم۔۔۔"حیام شرمندہ ہوتی کہنے لگی تو دی جان نے سخت گھوریوں سے نوازہ۔

"او دونوں زن مریدی دے ریکارڈ توڑن تے لگے نے۔۔" دی جان نے وہیں کھڑے کھڑے دونوں شوہر حضرات کو بھی سنایا جس پہ حیام تو نہیں البتہ گل ہلکا سا مسکرا دی۔

"محبت دی جان محبت۔۔۔" اندر سے جہانگیر کی آواز سنائی دی تو کیف ہنس دیا جبکہ حیام کچھ چونکی۔

"محبت اپنی جگہ لیکن گھر داری کر دے عورت ای اچھی لگدی اے۔" انہوں نے نرمی سے کہا تو دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہم ہی گھر داری کرتی ہیں دی جان یہ ان کو کبھی کبھی شوق چڑھ آتا ہے سگڑھ پن کا۔" گل مزے سے بتاتی حیام کو آنکھ دبا کے کیچن میں گئی جہاں جہانگیر دوپہر کا کھانا گرم کر چکا تھا اور اب انہیں باہر لاتا ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

کھانا ٹیبل پہ لگاتے جہانگیر نے حیام کو اشارہ کیا کہ آئے کھانا کھالے تو وہ جھجک کے ٹیبل کے قریب آتی اپنی جگہ سنبھال گئی۔ساتھ ہی ان کے باقی بھی بیٹھ گئے کیونکہ جہانگیر نے سب کے لیے گرم کیا تھا کھانا۔

"اگلے ہفتے میں کیس کی سنوائی بھی ہے تو آؤ گے کیا۔۔؟" اپنا کھانا ختم کرتے جہانگیر نے اپنا رُخ عماد کی طرف کرتے پوچھا تو وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔

"ہاں ضرور آؤں گا، تب تک تو کیف بھی سٹیبل ہو جائے گا نا۔" اس نے بتاتے ہوئے کیف کے بارے میں بھی سر سری سا پوچھا۔

"ان شاءاللہ۔۔۔"

"مجھے اظہر پاس چھوڑ آؤ عماد، پھر تم دونوں ادھر رک جانا۔" دی جان بھی کھانے سے فارغ ہوتی عماد سے مخاطب ہوئیں تو عماد سر ہلا گیا۔

www.novelsclubb.com

"ادھر ہی رک جائیں آج۔۔" حیام نے اس کو رکنے کا کہا تو انہوں نے بتایا کہ وہ کیف کے پاس رہنا چاہتی ہیں۔۔ پھر کل چلے جانا ہے تو کچھ دن اس سے دور رہیں گی تبھی وہ کیف کے پاس جانا چاہ رہی تھیں جس پہ حیام خاموش ہو گئی۔

"لیکن اگلی دفع آپ ہمارے پاس رکیں گیں۔" حیام کو خاموش پا کے جہانگیر نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"اس گھر میں نہیں آنا میں، کوئی اچھا سا گھر ہو تب۔" انہوں نے بھی نروٹھے پن سے جواب دیا تو جہانگیر سر کو خم دے گیا۔

"میں ایک غریب آدمی ہوں نیا گھر نہیں خرید سکتا۔" وہ بھی دوبدو جواب دیتا نخرہ دکھانے لگا جس پہ دی جان کے ساتھ ساتھ حیام بھی اس کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"چلو مجھے چھوڑ آؤ۔" دی جان کھڑی ہوتے ہوئے بولیں اور گل کو شال لانے کو کہا۔

_____________________**

"خیر ہے آج موڈ آف آف لگ رہا ہے جناب کا۔" ارتسام جب سے گھر واپس آیا تھا تب سے صنم کے موڈ کو نوٹ کر رہا تھا۔ وہ چپ چپ سی سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی تبھی پوچھے بنا نہ رہ پایا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے ارتسام۔۔۔" وہ سنجیدگی سے اس کے پاس بیڈ پہ بیٹھتی کہنے لگی جب ارتسام گہرہ مسکایا۔ اس کی مسکان صنم کو حیرت میں ڈال گئی کہ یہ کیوں بے وقت مسکایا لیکن اگلے ہی پل صنم اس کی وجہ بھی جان گئی جب ہمیشہ کی طرح وہ اپنا جملہ کہنے لگا۔

"ہائے صنم جان یہ ارتسام کہنا وہ بھی آپ کے لبوں سے ادا ہونا گھائل کر گیا۔" وہ دلکشی سے کہتا اس کو ایک ہی جست میں بہت قریب کر گیا کہ وہ۔ جو اس کی بات پہ مسکرانے والی تھی ایک دم سٹپٹا اٹھی۔

"میری بات سن لیں پہلے۔" اس سے فاصلہ بناتے وہ پیچھے ہٹنے لگی جب وہ آنکھیں دکھانے لگا۔

"ادھر ایسے ہی بتاؤ۔۔" وہ مزے سے اس کے بالوں کو چھیڑتے بات شروع کرنے کی اجازت دینے لگا۔

"کچھ دنوں سے دیبا مسلسل آرہی ہے آپ کی غیر موجودگی میں۔۔اور آج تو حد ہی ہوگئی،اس نے نشہ کیا ہوا تھا عجیب سی کراہیت ہو رہی تھی مجھے اس سے۔۔پھر میں نے تھپڑ مار دیا اسے۔" وہ سنجیدگی سے اسے بتانا شروع ہوئی تو وہ غور سے سننے لگا جب آخری بات پہ وہ حیرت سے اس کو دیکھنے لگا جو معصومیت سے اب اس سے پوچھ رہی تھی کہ کیا اس نے ٹھیک کیا۔

"تم نے واقعی اسے تھپڑ مارا۔۔۔؟" وہ حیرت کی زیادتی سے پوچھنے لگا جس پہ آنکھیں مٹکاتی ہوئی اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"ہاں وہ مجھے زبردستی گھسیٹ رہی تھی اوپر سے وہ ہوش میں نہیں تھی تو مجھے مارنا پڑا۔۔اب وہ مجھے دھمکی دے کے گئی ہے کہ وہ مجھے دیکھ لے گی، آپ سنبھال لے گے ناں سب؟" وہ چاہت سے اسے دیکھتی مکھن لگانے کہ وہ منہ بناتا اسے گھورنے لگا۔

اگر دیبا اپنے باپ کو جاکے بتادیتی تھی کہ اس کی بیوی نے ایسا کیا ہے تو وہ لازماً سارے خاندان کے سامنے اس کے جھنڈے گھاڑنے والے تھے لیکن وہ اب یہ بھی جانتا تھا کہ دیبا بری صحبت میں ہے۔۔جو آج صنم نے بتایا وہ واقعی حیران کن تھا کہ وہ نشے میں تھی۔۔اب سنجیدگی سے اسے اکبر اعظم سے بات کرنا ہوگی ورنہ وہ واقعی کچھ اپنے ساتھ برا کردے گی۔

"تم کہاں جارہی ہو۔۔؟" اپنے قریب سے صنم کو اٹھتا دیکھ وہ ہوش میں آتا اسے واپس اپنے قریب کھینچتا پوچھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"میں کہیں نہیں بس اپنی جگہ پہ جانے لگی تھی۔" وہ بتانے لگی تو ارتسام سکون سے مسکراتا نیم دراز ہوا۔

"تمہاری جگہ یہاں ہے اور میرا سکون بھی۔" وہ اپنے بازؤں کی جانب اشارہ کرتا ہوا تو صنم مسکراتی ہوئی اس کے قریب آتی اس کے حصار میں ساتھ ہی نیم دراز ہوئی۔

"میں کل بات کروں گا تایا ابو سے تم فکر نہ کرو۔" اس کے بال سہلاتا وہ سمجھانے لگا۔

"ری لیکس رہو۔" اس کے ماتھے پہ پیار بھرا بوسہ دیتے وہ چاہت سے بولا تو مسکاتی آنکھیں موند گئی۔

_____________________**

اس کا انتظار کرتے اسے گھنٹوں بیت گئے تھے لیکن وہ نہیں آرہا تھا اور نہ ہی کوئی رابطہ کیا تھا۔اس کی فکر میں وہ کب سے کھڑکی کے پاس کھڑی مسلسل آنسوں بہاتے باہر دیکھ رہی تھی۔

دو بار دادی جان نے کھانے کا پیغام بھیجا تو وہ نہیں آئی یہ کہہ کے کہ اسے بھوک نہیں ہے اصفحان جب آئیں گے ان کے ساتھ کھا لے گی لیکن وہ تو آہی نہیں رہا تھا۔ کھلی کھڑکی ہونے کے باعث کپکپاتی کوئی سردی اندر کمرے میں ارہی تھی۔بنا شال کے ،بغیر کسی چیز سے خود کو لپیٹے وہ خود سے بے پرواہ بنی کھڑی تھی کہ سرد ہوائیں اس سے ٹکرا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اچانک دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ چونکی۔۔ گردن گھما کے دیکھا تو دشمن جان اندر داخل ہو رہا تھا۔اس پہ غلط نظر ڈالے بنا ہی وہ دروازے کو لاک کرتا ہوا کمرے میں موجود دائیں جانب صوفے پہ آکے بیٹھ گیا۔زوفا اس کو دیکھ کے خوشی سے تڑپ

کے اس کی جانب بڑھی لیکن وہ انجان بنتا بے مہر اٹھا اور جا کے باتھ میں بند ہو گیا۔

کمرے میں بڑھتی ہوئی سردی کو زوفا نے اب محسوس کیا تھا۔

سردی سے کپکپاتی ہوئی وہ جلدی سے کھڑکی بند کرتی ہوئی کمرے میں موجود ہیٹر کو آن کرنے لگی، خود کو سنبھالتی وہ بیڈ پہ بیٹھ کے اس کا انتظار کرنے لگی۔

جب وہ فریش ہو کے چینج کرتا واپس آیا تب بھی زوفا اس کے لیے کھڑی ہو گئی۔

وہ۔ گھوم کے اپنی جگہ آتا بیڈ پہ بیٹھ گیا تو زوفا اس کو دیکھتی رہ گئی جو اسے مسلسل نظر انداز کر رہا تھا۔

"اصفحان۔۔۔۔!" اس نے بات کرنا چاہی جب وہ اپنی بات کہہ کے خاموش ہوتا لیٹ گیا۔

"لائٹ آف کر کے سو جائیں۔"

زوفا اس کا یہ جملہ سن کے زوفا مزید دل برداشتہ ہوئی اور آنسوں پیتی شکستہ قدموں سے لائٹ بند کرتی اپنی جگہ پہ آ کے بیٹھ گئی۔ اصفحان نے تب بھی کچھ نہ کہا، گردن گھما کے ملگجے اندھیرے میں زوفا نے اس کی پشت کو دیکھا اور پھر وہ خالی اداس نظروں سے سامنے دیکھنے لگی۔

"لیٹ جائیں، پہلے ہی سردی میں کھڑی رہی تھیں۔" تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اصفحان کی سنجیدہ سی مگر تنبیہہ لیے آواز گونجی تو زوفا بے اختیار آنسوں بہانے لگی۔

"مجھے آپ سے کچھ۔۔۔۔" اس نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

"سو جائیں!" سختی سے کہتا وہ خود پہ لحاف اوڑھتا آنکھیں موند گیا۔

مزید کچھ کہے وہ بھی لیٹ گئی اپنی جگہ، جب کافی دیر اس کی آواز دوبارہ نہ آئی تو اصفحان کو اس کی سسکیاں سنائی دینی لگیں۔

خود پہ ضبط کیے وہ ایسے ہی پڑا رہا۔وہ ابھی بالکل بھی نرم نہیں پڑنا چاہتا تھا۔اس کو احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ کیا کر چکی ہے۔

تھوڑی دیر میں اس کی سسکیاں سنائی دینا بند ہو گئیں تو اسے یقین ہوا کہ وہ سو گئی ہے۔۔آہستہ سے اس نے کروٹ بدلی اور زوفا کی جانب ہوا۔وہ بالکل اس کے قریب لیٹی تھی۔۔اصفحان کو اپنے رویے پہ بھی افسوس تھا لیکن کیا کرتا،پیار سے سمجھایا تھا لیکن وہ نہیں سمجھی تھی۔

زرا سا اس کی جانب جھکتے ماتھے پہ ہولے سے لب رکھے اور پیچھے ہٹا تھا۔اس کے ماتھے سے بال پیچھے کرتے آسودگی سے مسکاتا ایک فیصلہ کرتے آنکھیں موند گیا۔

***_________**_________**

دی جان کو چھوڑ آنے کے بعد وہ گھر واپس آیا تو سب اپنے روم میں تھے۔ جہانگیر نے اسے چابی دے دی تھی کہ وہ جب آئے تو خود دروازہ کھول لے کیونکہ نہ وہ خود اور نہ ہی اس کی بیگم فارغ ہیں اس کے لیے کہ رات کو اٹھ کے اس کے لیے دروازہ کھولیں۔

کمرے میں داخل ہوا تو ملگجا سا اندھیرا تھا۔ دعا تو کافی دیر پہلے سو گئی تھی لیکن گل ابھی لیٹی تھی۔

اپنے رخسار پہ اس کا نرم لمس محسوس کرتے اس نے کسلمندی سے اپنی آنکھیں وا کی تو پاس ہی بیٹھا اس کو تکنے میں مصروف تھا۔

گل ہلکا سا مسکائی تو عماد نے جھک کے اس کی پیشانی پہ لب رکھے۔

"دعا کی طبیعت ٹھیک ہے نا۔" اس کے شام میں سونے کی وجہ سے وہ متفکر ہوتا پوچھنے لگا۔

"جی ٹھیک ہے۔۔۔"

"اور آپ کی بھی۔" اس کے کان کے پیچھے بال اڑستے ہوئے وہ محبت سے پوچھنے لگا تو گل اٹھ کے بیٹھ گئی۔ عماد اس کے بیٹھنے پہ سہولت دینے کو ذرا سا پیچھے کھسکا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

"مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی لگی۔" وہ اپنے پوچھنے کی وجہ بتانے لگا۔

"شاید سفر کی وجہ سے ایسا ہو کہ تھکان فیل ہوئی ہو میرے چہرے پہ، تھوڑا تھک گئی تھی میں۔" اس کے کندھے پہ سر رکھتے بتانے لگی تو عماد نے بالوں پہ بوسہ دیا۔

"یہ کس ٹائم اٹھ گئی ہے۔۔۔" اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہونے پہ گل نے مڑتے دیکھا تو دعا اٹھ کے بیٹھی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کہاں موجود ہے۔

"ماما۔۔۔" وہ پریشانی سے اپنی ماں کی جانب آئی جو خود اس کو اس وقت جاگتے دیکھ حیران پریشان تھی۔

"چلو سو جاؤ۔"اس کو تھپکتے گل دوبارہ سے لیٹتی سلانے لگی لیکن اب کہاں وہ سونے والی تھی۔۔وہ اپنی نیند پوری کر کے اٹھ چکی تھی۔

"دعا سو جاؤ اب۔۔۔"اس کے مسلسل نخرے دیکھتے اب کی بار وہ سختی سے بولی تو دعا اس کا بازو جھٹکتی ہوئی عماد کے پاس چلی آئی جو دوسری جانب لیٹے ماں بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔

دعا کے اس طرح کرنے پہ گل نے بے بسی سے عماد کو دیکھا تو وہ ہنس دیا۔

عماد نے اس کو حوصلہ دیا کہ دعا کو۔ سلادے گا وہ خود آرام کرے جس پہ وہ مشکور نظروں سے دیکھتی سونے کی تیاری کرنے لگی جبکہ آدھی رات تک دعا عماد کو تنگ کرنے کا کام سر انجام دیتی رہی۔ صبح ان کو واپسی کے لیے نکلنا تھا اور عماد کو ڈرائیو کرنا تھا نیند اس کی بھی ضروری تھی لیکن کیا کرتا بیٹی کے ساتھ بھی تو کھیلنا تھا ورنہ وہ ناراض ہو جاتی۔

________________________**

"یہ کیا مسئلہ بن گیا ہے اب، پہلے ہی لٹکائے رکھا ہے یہ سب۔۔" بالوں کو تولیہ سے رگڑتے ہوئے اس نے ماتھے پہ بل لیے کہا۔

"چلیں ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں ہم کل ملیں گے اوکے، اللہ حافظ۔" کمرے میں داخل ہوتی حیام کو دیکھتے پاس آنے کا اشارہ کرتے ہوئے بات ختم کرتا ہوا بولا۔ اس کے اشارے پہ وہ نظریں چراتی ہوئی پاس آئی کیونکہ جناب شاور لیے ایسے ہی شرٹ کے بغیر اندر موجود تھا۔

"جی۔۔۔؟" اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو اس نے شرٹ پکڑانے کو کہا اور خود آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اس کے کسرتی بازوؤں کو دیکھتی ہوئی ایک پل کو مسکائی تھی۔

"کتنے موٹے بازو ہیں آپ کے۔"اس کو شرٹ پکڑانے کے بعد بیڈ پہ لیٹی دعا کے پاس آتی اسے اٹھانے لگی جبکہ اس کے تبصرے پہ جہانگیر نے آئینے میں اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے پھر اپنے بازوؤں کو دیکھا۔

"پھر بھی تمہیں پسند ہیں یہ۔"وہ سنجیدگی سے جتا کے بولا تو حیام کو حیرانگی نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ سوچ پڑنے میں ماہر ہے تو اپنے شوہر سے بحث کرنا فضول تھا۔

"خوش فہمیاں۔۔۔"وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی اور دعا کو نیچے اتارنے لگی۔اتنے میں وہ اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتا ہوا اپنی ٹائی پہننے لگا۔

"یہ زرا ناٹ باندھ دو۔۔"اس کو دیکھتے ہوئے بولا تو حیام دعا کو فریش ہونے کے لیے بھیج کے اس کی طرف آئی۔

"ابھی آپ کورٹ جا رہے ہیں؟"نظریں ٹائی پہ مرکوز کرتی ہوئی بولی۔

"اوں ہوں!" نفی میں سر ہلایا تو حیام نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"کورٹ کی ڈیٹ کل پہ فکس ہوگئی ہے کسی سیاسی ایشو کی وجہ سے، تو آج ہم گاؤں جا رہے ہیں ابھی ناشتے کے فوراً بعد۔" مختصر سا بتاتا ہوا بولا، حیام کے کچھ آگے آئے ہوئے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم کی بوتل اٹھائی اور خود پہ سپرے کرنے لگا، ایک دو سپرے کر کے اس کا رخ حیام کی جانب کرتا گردن میں ایک سپرے کر گیا جس پہ وہ برا مناتی ہوئی اس کو گھورنے لگی۔

"مجھ پہ کیوں کر رہے ہیں؟" پیچھے ہوتے ہوئے وہ مصنوعی غصے سے بولی تو جہانگیر اس کی طرف زرا سا جھکا۔

"جو خوشبو مجھ سے آتی ہے وہ تم سے بھی آئے۔" مخصوص کن مسکراہٹ لیے بولا اور پیچھے ہوا۔

"بہت میسنے ہوگئے ہیں آپ۔۔۔!" وہ سرخ پڑتی ہوئی اس سے بولی تو اب کی بار جہانگیر کا بے ساختہ کمرے میں قہقہہ گونجا۔۔

www.novelsclubb.com

"آپی۔۔۔"اس کو ہنستا ہوا دیکھتے وہ بھی کھل کے مسکرانے لگی کہ تبھی واشروم سے باہر آتی ہوئی دعا نے آنکھیں مسلتے ہوئے پکارہ۔

"ناشتے کے بعد اس کو تیار کرتے جلدی سے خود بھی تیار ہو جاؤ پھر نکلتے ہیں ہم۔" اس کی گود میں موجود دعا کو پیار کرتے ہوئے بولا۔حیام دعا کا گیلا منہ صاف کرتے ہوئے اس کو باہر لائی۔رات کو جہانگیر نے ایک شاپ سے ایک سمپل سا سردی کی مناسبت سے دعا کے لیے ڈریس لے لیا تھا جو حیام نے رات کو ہی چینج کروا دیا تھا۔

ابھی ان تینوں نے مل کے ناشتہ کیا۔

تھوڑی دیر میں ہی وہ اظہر صاحب کو کال کرتے ہوئے گاؤں کے لیے نکل گئے۔

---------------**

ان کے جانے کی وجہ سے رمشا کو خود جانا پڑا تھا آج کیف کی طرف۔۔اب تو سردی کے جانے کا وقت بھی ہو گیا تھا لیکن آج کل زرا موسم آبر آلود ہو گیا تھا اور رات کو اکثر بوندا باندی بھی ہوتی تھی۔

وہ کانپتی ہوئی اندر گھر داخل ہوئی تو اظہر صاحب نے مسکراتے ہوئے اس کو کہا کہ وہ دو منٹ زرا ہیٹر کے آگے بیٹھ جائے۔

"بیٹے کل ہم یہاں سے شفٹ ہو رہے ہیں تو وہاں اب دھوپ میں سکون محسوس کرو گی۔" اظہر صاحب چاہے کا کپ اس کو تھماتے ہوئے بولے۔

"کہاں شفٹ ہو رہے ہیں؟" ایک گھونٹ بھرتی ہوئی بولی۔

"خان نے ہی کوئی گھر لیا ہے تو کل ہم اس کے ساتھ ہی وہاں جائیں گے، حیام اور وہ دونوں بھی پھر ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔" انہوں نے تفصیل سے بتایا تو رمشا نے سمجھ کے سر ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"سر ابھی اٹھے ہیں؟" چائے ختم کرتے ہوئے وہ کیف کا پوچھنے لگی تو انہوں نے بتایا کہ وہ ابھی ناشتے سے فارغ ہوتے بیٹھا ہے۔

"تمہیں معلوم ہے تم کتنی لیٹ آئی ہو، میں کب سے انتظار کر رہا تھا کچھ خیال بھی ہوتا ہے کہ نہیں۔" رمشا کے کمرے میں جانے کی دیر تھی کہ وہ فوراً ابھرا بیٹھا تھا جو اس پہ گرجنے لگا تھا جبکہ اس کی باتیں سن کے وہ تو ہڑ بڑا ہی گئی کہ آخر ایسا بھی کیا ہو گیا۔

"سر میں اپنے ٹائم پہ آئی ہوں، آپ چیک کر سکتے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے جتا کے بولی تو کیف نے آبرو اچکائے۔

"چھوٹی سی ہو تم اور زبان کتنی چلتی ہے تمہاری۔" وہ ناگواریت سے بولا تو رمشا آنکھیں گھما کے رہ گئی۔

"میں نے کوئی زبان درازی نہیں کی آپ سے۔" وہ دوبدو جواب دیتی ہوئی بولی اور مزید کچھ کہے خاموشی سے اس کے پاس آتی اس کا بلڈ پریشر چیک کرنے لگی۔

"سب دیکھ رہا ہوں میں۔۔۔" وہ پھر بھی باز نہ آیا تو وہ سر جھٹکتے ہوئے اپنا کام سرانجام دینے لگی۔

"ہاتھ دیں اپنا۔" اس کو اٹھانے کے لیے وہ اپنا ہاتھ آگے کرتے ہوئے بولی اور پاؤں کی مدد سے اس کا جوتا تھوڑا آگے کو کیا کہ وہ ٹھیک سے پہن سکے۔

اپنا ہاتھ اس کے خوبصورت نرم ہاتھ میں تھماتے ہوئے اپنی ٹانگیں نیچے کرنے کی کوشش کرنے لگا، اپنا وزن ٹانگوں پہ منتقل کرتے ہوئے وہ کھڑا ہونے لگا کہ ایک دم لڑکھڑا سا گیا جس کے نتیجے میں رمشا کے تھامے ہوئے ہاتھ پہ اس کی گرفت سخت ہوئی تو رمشا ضبط کر کے رہ گئی، اس کا مضبوط توانا ہاتھ جو ابھی ٹھیک سے اتنی حرکت کرتا بھی نہیں تھا پھر بھی اتنی سخت گرفت کے وہ تڑپ کے گئی۔

"فولادی انسان میرا ہاتھ توڑ دیا۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی اور اس کو سہارہ دیتے ہوئے پھر سے کھڑا کرنے لگی کہ اب کی بار وہ ایسا لڑکھڑایا کہ ہاتھ پہ سخت گرفت سے رمشا کی چیخ نکل گئی۔

"سر میرا ہاتھ۔۔۔۔" وہ درد سے کراہی توکیف نے فوری طور پہ اس کا ہاتھ چھوڑا اور واپس بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

"اتنا سا بھی برداشت نہیں ہوتا تم سے۔" وہ ماتھے پہ بل لیے بولا تو رمشا ہونق بنی اس کو دیکھنے لگی۔

"ہاتھ تو تقریباً آپ نے توڑ ہی دیا ہے میرا۔دیکھیں کتنا ریڈ ہو رہا ہے۔" وہ برداشت کرتی ہوئی دانت پیس کے اپنا ہاتھ آگے کرتی ہوئی بولی توکیف کی نظریں اس کے ہاتھ ہی جانب گئی جو واقعی سرخ ہو چکا تھا۔۔اس کا نازک مرمرئی ہاتھ دیکھتے اس کی نظر اس کے چہرے پہ گئی جہاں وہ پریشانی سے ہاتھ ہی دیکھ رہی تھی،

ایک پل کو تو اسے ترس سا آ گیا لیکن اس ترس کو بھاڑ میں بھیجتے ہوئے وہ پھر سے لاپرواہی سے بولا۔

"اب اٹھاؤ مجھے۔۔۔"

"مشین نہیں ہوں میں کوئی کہ آپ کو اٹھاؤں۔۔ عجیب۔" وہ تنک کے بولی اور بیگ سے کچھ نکالتے ہوئے اس کے قریب آئی جبکہ کیف اس کی بات پہ گھور کے رہ گیا۔

"لڑکی زبان سنبھال کے۔۔۔" وہ سخت لہجہ اپناتا ہوا بولا۔

"ایک تو بات بات پہ مجھ پہ رعب جھاڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی ایک آئل ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس کی ٹانگیں واپس سیدھی کیں اور اس کی بیک کے پیچھے تکیے رکھتے اس کو نیم دراز ہونے کا اشارہ کیا۔۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔" جب وہ آئل ہاتھ میں انڈیلتے ہوئے اس کے پاؤں کی مساج کرنے لگی تو وہ سرعت سے تھوڑا آگے جھکتا ہوا بولا۔

"مساج کر رہی ہوں اور پلیز کچھ کہیے گا مت۔۔" وہ سنجیدگی سے بولتی ہوئی اپنا کام کرنے لگی۔

وہ اس سے چھوٹی تھی تقریباً سات آٹھ سال لیکن لگتی دس سال چھوٹی تھی، سمارٹ سی خوبصورت پتلے نین نقش کی مالک تھی وہ۔ براؤن گہری آنکھیں ناک میں چھوٹی سی باریک سی لونگ جو اس کی ناک کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی تھی۔ اس کے نرم ہاتھوں کی مالش سے سکون سا مل رہا تھا لیکن اس کو اچھا بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اس کے پاؤں کے قریب بیٹھی ہے۔

"میں نے آج آپ کو والک کروانی تھی لیکن نہیں کروا پائی اسی لیے یہ مساج کر دی، میں یہ آئل انکل کو دے کے جا رہی ہوں اور ان کو بتا دوں گی کہ روز اسی سے مساج کریں آپ کو۔ اور آپ نے خود بھی کوشش کرنی ہے پاؤں تک ہاتھ لانے کی

تاکہ کمر میں تھوڑا سکون ملے۔"وہ مساج ختم کرتے ہوئے بولی اور آئل کی بوتل کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھا۔

"اپنا بازو اوپر کرنے کی کوشش کریں۔"پاس کھڑے ہوتے اس نے کہا تو کیف نے آہستہ سے اپنا بازو اوپر کرنا شروع کیا اس کے بازو کے پاس ہی وہ اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔

"ویری گڈ تھوڑا اور اوپر کریں بازو۔۔۔"وہ سراہتی ہوئی مسکرا کے بولی تو وہ اپنا بازو تقریباً سید ھا در میان میں کا چکا تھا۔

اسی طرح وہ آج اس کے بازو کی کسرت کرواتی رہی اور ساتھ ہی گردن کی بھی کروا دی۔

"حیام کب تک واپس آئے گی ؟"کیف کو تھوڑا بریک دیتے ہوئے وہ لاؤنج میں اظہر صاحب کے ساتھ بیٹھتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"معلوم نہیں! شاید ایک دو دن میں آجائے۔"

"کیف کی بہن آنے والی ہے آپ فکر نہ کریں وہ آج رات یہاں موجود ہو گی پھر آپ بور نہیں ہو گی، اس کا ایک پیارا سا بیٹا ہے تو وہ رونق لگائے رکھے گا۔" اس جو خاموش دیکھتے ہوئے وہ اطلاع دینے لگے۔

"سر کی بہن۔۔؟" وہ ناسمجھی سے بولی۔

"ہاں، کیف کی ایک بڑی بہن ہے جو باہر چلی گئی تھی اپنے شوہر کے ساتھ، کافی دیر بعد واپس آرہی ہے اب ملنے لیکن اب اس کا دورانیہ زیادہ ہو گا یہاں رہنے کا۔ اس نالائق کا خیال بھی رکھا کرے گی وہ صحیح سے مجھ سے کہاں رکھا جاتا ہے۔" وہ زرا ہنس کے بتانے لگے تو رمشا بھی ہلکے سے کھلکھلا اٹھی۔

"آج آرہی ہیں وہ؟" اس نے پوچھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ مل کے جانا، آپ کے ہوتے ہوئے وہ آجائے گی۔" انہوں نے مسکرا کے کہا۔

______________**

"یہ پھر سو گئی، پورے رستے میں تین بار یہ سوئی ہو گی۔۔" حویلی کی دہلیز میں گاڑی داخل ہوئی تو حیام نے دعا کو دیکھتے ہوئے کہا جو اس کی گود میں لیٹی پھر سے سو گئی تھی۔

"تمہاری نیند اس سے بھی زیادہ ہے۔۔۔" جہانگیر نے ہمیشہ کی طرح اپنا تبصرہ پاس کرنا ضروری سمجھا۔

"دیکھو کہہ کون رہا ہے۔" وہ بھی بدلے میں تمسخر سے کہتے ہوئے بولی تو وہ سپاٹ سرد نظروں سے اسے دیکھنے لگا جس پہ وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سے دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"دعا میری گڑیا اٹھو ہم ماما پاس پہنچ گئے۔۔۔" حیام پیار سے پچکارتے ہوئے اس کو اٹھانے لگی تو وہ جلدی اٹھ بھی گئی اور ہوش میں آتے ہی جلدی سے گردن گھماتے حویلی کو دیکھنے لگی۔

گاڑی سے نکلتے ہی خدا بخش کے ساتھ ایک اور ملازم کھڑا تھا جنہوں نے ان کو سلام کیا اور ان کا سامان لیتے ہوئے اندر بڑھے۔

دعا اب حیام کی انگلی پکڑے مزے سے چل رہی تھی جب وہ داخلی دروازے پہ پہنچی تھی صحن میں سب عورتوں میں اپنی ماں کو بھی بیٹھا دیکھ بھاگتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

"میری بچی میرا پھول کہاں چلا گیا تھا ماما سے دور۔۔۔" اس کو ماماتا کی محبت سے چھوتے جابجا بوسے دیتے وہ سینے میں بھینچتے ہوئے بولی۔

"خان ماموں کے پاس۔۔۔" وہ مزے سے بتاتی ہوئی اس کی گال کو چوم کے دوبارہ سے گلے لگ گئی جیسے صدیوں بعد اپنی ماں سے مل رہی ہو۔ تبھی عماد بھی ان کی آمد

کا سنتے پہنچا، جہانگیر حیام کو بعد میں دیکھا پہلے فرط جذبات سے دعا کو گود میں اٹھا کے سینے میں بھینچا کہ دی جان تو تاسف سے سر ہلا گئیں جبکہ باقی سب مسکرا دیئے۔

"بس کر دیو۔۔۔ کُڑی دا ساہ نہ مکا دیا جے کٹ کٹ کے۔" دی جان عماد کو دیکھتے ہوئے بولیں جو مسلسل دعا کو بوسے دیتا ہوا پیار کر رہا تھا۔

"کیسی ہیں آپ دی جان؟" حیام ہنستی ہوئی ان کے آگے پیار لینے کو جھکی۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ فرصت مل گئی تجھے خان جی، ابھی بھی آنے کی کیا ضرورت سی۔ وہی بچے وچے پال کے آتے۔" دی جان جہانگیر کو پیار دیتی ہوئیں ساتھ ہی اس کی کلاس بھی لگانے لگیں کہ جہاں جہانگیر نے ان کی باتوں پہ آنکھیں گھمائی وہیں حیام سٹپٹا اٹھی۔

"بس کر دیں دی جان، تھکا سا آیا میرا بچہ آتے ہی اس کو ڈانٹنے لگی ہیں آپ۔۔۔" تائی جان اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں تو وہ جتاتی ہوئی نظروں سے دی جان کو دیکھنے لگا۔

"جتنامرضی ڈانٹ لیں رہے گا پھر بھی لاڈلہ۔۔۔"اماں بیگم پیار سے بولیں تو حیام ہنس دی۔

"بہت مبارک ہو آپ کو۔۔۔اللہ ڈھیڑوں خشیاں عطا کرے۔۔"حیام گل سے ملتی اس کے ہاتھ تھام کے خوشی سے بولی،اسے رستے میں جہانگیر نے ان کی خوشی کے بارے میں بتایا تھا،پہلے تو اس نے زرا خفگی کا اظہار کیا لیکن پھر خود ہی ٹھیک ہو گئی۔

"یار آپ تو ویسے ہی اتنی حسین ہیں،مزید سرخ ٹماٹر ہو کے قیامت لگ رہی ہیں۔۔"اس کے شرمانے پہ حیام نے زرا پاس ہوتے کان میں سرگوشی کی وہ جھینپ کے مسکرا دی۔

"بس کرو بدتمیز،بھائی تمہارے پاس ہی کھڑے ہیں۔"وہ ہلکی سی چپت رسید کرتی ہوئی بولی جس پہ وہ ہنس دی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دعا کو واپس اپنی گود میں بھرتے اس کو پیار کرنے لگی، جب سے جہانگیر نے بتایا تھا کہ وہ آرہا ہے تب سے وہ بے چین تھی اور بے صبریوں کو طرح صبح سے دروازے کی راہ تک رہی تھی کہ کب واپس آئیں۔۔۔اب اسے اپنے پاس اپنی آغوش میں پاتے اس کی ماں تا کو ٹھنڈک محسوس ہوئی تھی کہ آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔۔

فرہاد چاہے جتنے مرضی دعوے کرتا اس کے باپ ہونے کے لیکن وہ اس کو کسی بھی طریقے سے چھین نہیں سکتا تھا۔۔اگر وہ باپ ہونے کا دعویٰ کرتا بھی تو وہ بس نام کا باپ تھا جو سالوں بعد صرف گل کو حاصل کرنے کے لیے ایسے ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا۔۔۔

www.novelsclubb.com

اصل باپ تو عماد بنا تھا اس کا، محبت میں پرورش میں۔۔۔اس نے کبھی دعا' گل کو کیا' کبھی خود کو بھی محسوس ہونے نہیں دیا تھا کہ دعا اس کی بیٹی نہیں یا وہ اس کا باپ نہیں۔۔۔وہ یہی کہتا تھا کہ اللہ اس پہ مہربان ہے جو دوسری اولاد سے نواز رہا تھا۔

"اماں میں آرام کرنے جا رہا ہوں، بابا آئیں تو اٹھا دینا۔" پہلی بات وہ اماں بیگم کو دیکھتا ہوا بولا اور دوسرہ جملہ حیام کو دیکھتے ہوئے کہتا دی جان کے پاس سے اٹھا۔

"وہ کیوں اٹھائے وہ بھی تھکی ہے، جا میر اپتر آرام کر جا کے۔" دی جان اس کا حیام پہ حکم سنتی ہوئیں تنک کے بولیں تو وہ حیران سا انہیں دیکھنے لگا۔

"دی جان پہلے میں ہوں۔۔۔" وہ سنجیدگی سے آبرو اٹھائے باور کروانے لگا۔

"تیری وجہ سے ہی تو پہلے اس کا خیال رکھ رہی ہوں۔" وہ بھی دادی تھیں اس کی۔۔۔ محبت سے حیام کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں کہ وہ بلش کرتی نظریں جھکا گئی جبکہ جہانگیر دلکشی سے مسکرا دیا۔

"انٹرسٹنگ۔۔!" وہ داد دیتے ہوئے بولا تو تائی جان ہنس دیں۔۔۔

"چلیں بیگم آپ کے آرام کا سامان کریں۔" وہ سر کو خم دیتا ہوا بولا تو وہ اتراتی ہوئی اسے دیکھ کے آگے بڑھی۔

www.novelsclubb.com

"شام میں عورتوں نے آجانا ہے خان کی دلہن دیکھنے تو اچھے سے سج سنور جانا۔" پیچھے سے اماں بیگم ہدایت کرتی ہوئی بولیں تو وہ گردن گھماتے جی اچھا کر گئی،اس کے پیچھے ہی جہانگیر قدم اٹھا رہا تھا۔

"کیوں معاملہ سنگین کر رہی ہیں اپنے خان کے لیے۔۔" وہ سرد آہ بھرتا ہوا بولا تو حیام اس کی بات پہ خجل سی ہو گئی۔

حیام جب کمرے میں آئی تو اس کو ایک نیا سا احساس ہوا،وہی خوشبو جو اس نے پہلے دن محسوس کی تھی، لیکن آج اس میں سیگریٹ شامل نہیں تھا،آج وہ خود اس کے ساتھ۔خوشبو بنا موجود تھا۔۔وہ مسکراتی ہوئی بیڈ کے قریب آئی اور آنکھیں موندے گہرہ سانس بھر کے جہانگیر کی موجودگی کی خوشبو خود میں سمانے لگی۔

"اتنی پسند ہے یہ خوشبو۔۔۔" اچانک اس کی گھمبیر آواز سنتے اس نے آنکھیں پٹ سے وا کی۔

www.novelsclubb.com

"آپ ایک خطرے کی گھنٹی ہیں،انسان ابھی پورہ سوچتا بھی نہیں اور آپ وہ کہہ جاتے ہیں۔"اس کا انداز ستائشی تھا جس پہ وہ متبسم ہوا اور کپڑے لیتا فریش ہونے چلا گیا۔

وہ اپنا بیگ رکھتی اس میں سے لیپ ٹاپ نکالے بیڈ پہ رکھ گئی اور جو ضروری کا سامان تھا وہ سیٹ کرنے لگی۔

دل بھی احساسات بھی جذبات بھی

کم نہیں ہیں ہم پہ الزامات بھی

www.novelsclubb.com

روک دو یہ روشنی کی تیز دھار

میری مٹی میں گندھی ہے رات بھی

مقتدی میرے سبھی میں ہوں امام

ہیں کمال عشق کے درجات بھی

چاند اپنے آپ کو کہتے ہو تم

آؤ دیکھیں ہو گئی ہے رات بھی

دور تک ہم بھیگتے چلتے رہے

دیر تک ہوتی رہی برسات بھی

ساتھ چلنے میں پریشانی بھی ہے

ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں ہاتھ بھی

www.novelsclubb.com

وہ شاور لے کے واپس آیا تو حیام کمرے میں نہیں تھی، بالوں میں برش پھیرتا بیڈ پہ لیٹ گیا۔۔۔ تھوڑی دیر ایسے ہی سکون سے آنکھیں بند کیے لیٹا رہا جب حیام کمرے میں داخل ہوئی، ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھامے اپنا ڈوپٹہ کندھے پہ سجائے دوسری سائیڈ آتے بیٹھ گئی۔

بالوں کو سلیقے سے چٹیا میں قید کیا تھا لیکن پھر بھی دو تین چھوٹے بالوں کی لٹیں اس کے چہرے کا طواف کر رہی ہوتی تھی۔۔اپنے پاؤں کنفرٹر میں گھسائے وہ محویت سے اس کو تکنے میں مصروف تھا جس کے رخسار سردی کی وجہ سے سرخ ہو رہے تھے۔خود پہ اس کی نظروں کی تپش محسوس کرتے کاجل سے لبریز گہری کالی آنکھیں اس کی جانب اٹھائیں تو اس کا دل ایک دم سے ساکت ہو کے تیزی سے دھڑکنا شروع ہوا کہ اس نے لمبی سانس کھینچی۔

وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی لیکن وہ خاموشی سے اس کو تکتا رہا' وہ جہانگیر کے کہنے پہ ہی لیپ ٹاپ کے آئی تھی کہ اسائمنٹ کور کر لے گی اپنی، تو ابھی وہ یہی کام کرنے والی تھی لیکن جہانگیر کی سلگتیں گہری نگاہیں اسے کوئی اور ہی پیام دے رہی تھیں جس پہ اس کے رخسار خود بخود سرخی دکھا رہے تھے۔

اس کو نظرانداز کرتے وہ واپس سے لیپ ٹاپ کی جانب اپنا دھیان مرکوز کر گئی۔ مزید پل سر کے تو وہ تھوڑا قریب ہوتے لیٹ گیا اور اس کی لیپ ٹاپ پہ چلتی انگلیوں کو تھامتا ہوا نرمی سے کلائی کو سہلانے لگا۔

"شوہر سے ضروری بھی کوئی چیز ہے تمہارے لیے۔۔۔؟" اس کی کلائی کو جھٹکا دیتے زرا اپنی طرف جھکاتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا کہ وہ اچانک اس کے عمل سے گھبرا سی گئی۔

"جی شوہر کی دی ہوئی اسائمنٹ۔۔۔" وہ سنبھل کے جتا کے بولی تو جہانگیر نے لیپ ٹاپ اٹھاتے ہوئے اپنی سائیڈ ٹیبل پہ رکھ لیا۔

"ابھی شوہر پاس ہے اسائنمنٹ بھول جاؤ۔۔"اس کے بالوں سے بینڈ اتارتے ہوئے وہ بولا۔

"آپ سکون سے سو جائیں ناں، مجھے اسائنمنٹ کمپلیٹ کرنے دیں۔۔"اس کی کلائی کو وہ ہنوز اپنی نرم گرفت میں لیے ہوئے تھا،اس کے سارے بال کھولتے کچھ آگے کرتے کچھ پیچھے رکھتے ہوئے اس کی پشت پہ بکھرے بال دیکھنے لگا۔

"میرا سکون خود کو بے سکون کر رہا تھا تبھی پاس کر لیا اسے۔"نرمی سے اس کو پاس کرتے ہوئے بولا کہ سرخ تپتے رخسار کے ساتھ اپنی عارضوں پہ پلکیں جھکا گئی۔وہ سنجیدہ رہنے والا انسان اس کو خود میں گم کر لیتا تھا کہ وہ خود میں ہی نہیں رہتی تھی پھر۔۔۔۔

دل کی دھڑکن کو سنا غور سے کل رات

جس کو ڈھونڈتا رہتا ہوں بسا ہے مجھ میں

*-------**--------***

جاری ہے۔۔۔_نمبر_45

Don't copy paste without my permission ⊘

صبح ہوتے ہی باقی سب تو نکل گئے تھے واپس گاؤں کے لیے ناشتے کی بعد۔۔

جہانگیر کی آج کوئی کلاس نہیں تھی تو وہ زرا لیٹ سے اٹھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ عماد اور باقی سب کو رخصت کرتے وہ دوبارہ سے سو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

حیام تب سے اٹھی اپنے یونیورسٹی کے کاموں میں مصروف تھی۔ جہانگیر کی وجہ سے وہ کمرے کی لائٹ آن نہیں کر سکتی تھی تو باہر لاؤنج میں بیٹھی کام کر رہی تھی۔

سردی کا احساس بڑھا تو وہ شال لپیٹتی اپنی چیزیں سمیٹتی اٹھی اور کمرے میں داخل ہوئی۔

کمرے کا دروازہ کھولا تو کمرے میں موجود نیم اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔ وہ دبے قدموں سے چلتی اپنی سائیڈ آئی جہاں وہ پھیلا تکیے کو باہوں میں بھینچے سو رہا تھا۔ کمبل اس کے سر تک اوڑھ رکھا تھا جبکہ ہاتھ اس کے کمبل سے باہر تھے تبھی اس نے اندازہ لگایا کہ وہ اس کی سائیڈ پہ تشریف لے آیا تھا۔

اس کے عجیب سٹائل میں سونے پہ وہ برا منہ بناتی ہوئی دوسری سائیڈ آئی۔ آہستہ سے کمبل ہٹایا تو حیرت کی زیادتی سے اس کا منہ کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔

"یہ کیسا طریقہ ہے سونے کا!" ایک سائیڈ وہ تکیے کو بھینچے ہوئے بے سدھ پڑا تھا جبکہ دوسری سائیڈ اس کے پاؤں آرام فرما رہے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"عاصم سیدھے ہوں میں نے بیٹھنا ہے، جگہ نہیں ہے بیٹھنے کی۔" واپس آتی اس کے چہرے سے کمبل ہٹاتے کندھے کو جھنجھوڑتے ہوئے بولنے لگی۔

دو تین بار پکارنے سے جب وہ سیدھا نہ ہوا تو حیام نے کمرے کی لائٹس آن کر دیں اور کمرے میں موجود صوفے پہ بیٹھ گئی۔ سردی تو اب بھی لگ رہی تھی تو آرام سے بیٹھنے کے غرض سے وہ بڑی کبرڈ سے دوسرا کمبل نکال لائی اور صوفے پہ بیٹھتی اچھے سے خود کو لپیٹ کے بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر میں کام کرتے اسے دوبارہ سے نیند آنے لگی، سردیوں کی نیند تو ویسے بھی نعمت ہوتی تھی تو ایک افسوس بھری نظر جہانگیر پہ ڈالتے وہ وہیں پہ آہستہ سے لیٹ گئی۔۔۔ چند پل میں ہی وہ نیند کی وادی میں کھونے لگی۔

ابھی سوئے اسے دس منٹ ہی گزرے ہونگے کہ جہانگیر کی تیز جھنجھلائی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکراتی ہوئی نیند میں خلل ڈالنے لگی۔ سخت بدمزہ ہوتے اس نے کروٹ بدلنا چاہا جب اگلے ہی پل اس کی کراہ کمرے میں گونجی۔

www.novelsclubb.com

کمرے میں پھیلی روشنی کے باعث وہ چڑتا ہوا اپنی آنکھیں کھولتا لائٹس کو روشن دیکھتا آہستہ آواز میں حیام کو بلا رہا تھا کہ لائٹ آف کر جائے۔ جب وہ ایک پکار پہ نہ آئی تو وہ اونچی آواز میں بلانے لگا بدلے میں وہ خود چونک گیا جب اچانک دھڑام سے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی، ساتھ ہی درد بھری کراہ بھی۔

وہ آنکھوں میں حیرت لیے اٹھتا بیڈ کو دیکھنے لگا کہ کیا ہوا ہے، پھر بیڈ کی سائیڈز پہ دیکھا تو وہاں بھی کچھ نہیں تھا۔۔۔ ابھی وہ نیچے اتر کے کمرے سے باہر جانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ دائیں جانب سے سفید کمبل میں ایک وجود اپنی کمر کو تھامتا کھڑا ہوا۔ اس نے غور سے دیکھا تو جامنی رنگ کی قمیض شلوار میں، کمر پہ لاپرواہ سی چوٹی جو ناگن کی طرح لہرا رہی تھی۔ دوپٹہ اس کا صوفے پہ بکھرا پڑا تھا۔ اپنی کمر کو تھامتی وہ یقیناً اس کی زوجہ محترمہ ہی تھی۔۔

"ہائے میری کمر۔۔۔" کمبل کو خود سے دور کرتی وہ زرا سائیڈ پہ جھکی، پھر سیدھی ہوئی۔ جلدی سے مڑی مبادہ کسی نے دیکھ تو نہیں لیا۔ لیکن وہ بڑی محویت سے اسی

کو عجیب نظروں سے تکنے میں مصروف تھا۔حیام کے دیکھنے اس نے ابرو اکھٹے کیے تو وہ فوراً بتیسی کی نمائش کرنے لگی۔

"زور سے لگی ہے کیا؟"اس کے لہجے میں کوئی ہمدردی کوئی فکر نہیں تھی وہ بس سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا جس پہ حیام کو درد اب زیادہ لگا۔

"نہیں۔۔۔وہ بس کمبل گر گیا تھا۔۔میں تو اس کے اندر تھی۔"وہ ہلکا سا مسکاتی ہوئی اس کو بتانے لگی اور جھک کے کمبل اٹھانے لگی کہ ہلکی سی ٹھیس سی اٹھی تھی کمر میں جس پہ وہ "آئی" کرتی سیدھی ہوئی۔

"لائٹ آف کردو۔"بغیر اس کی درد کراہ کی پرواہ کیے وہ لاپرواہی سے کندھے اچکاتا ہوا پھر سے لیٹ گیا تو حیام گھورتی ہوئی اس کو دیکھنے لگی۔

"بیوی سے ضروری بھی کوئی چیز ہے کیا آپ کے لیے؟"وہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی اس کے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچتی ہوئی اس کو اپنی جگہ پہ رکھا تھا۔

"میری نیند!" وہ مزے سے بولتا بغیر ہلے وہی لیٹا ہوا بولا تو اسے پتنگے لگ گئے۔

اس کو کمر پہ زیادہ تو نہیں لگی تھی کیونکہ صوفہ اتنا اونچا بھی نہیں تھا اور وہ کمبل میں لپٹی پڑی تھی تو بچت ہو گئی۔

"سیدھے ہو کے لیٹیں یہ کوئی طریقہ ہے سونے کا۔" وہ ناگواری سے ٹوکتی ہوئی کمبل کو تہہ کرتی واپس بیڈ کے قریب آئی۔

"ویسے بھی اٹھیں اب، یہ کوئی سونے کا وقت نہیں ہے۔" وہ گھڑی میں سوئی کو دس کا ہندسہ بجاتے دیکھ بولی تو کمبل ہٹاتا سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا موبائل دیکھنے لگا۔

"ہاں ٹھیک کہا۔۔کافی وقت ہو گیا ہے۔" جہانگیر وقت کو دیکھتا اٹھا اور اپنے سلیپرز پہنے فریش ہونے چلا گیا۔ واپس آیا تو دیکھا اب وہ اس کی جگہ بستر میں گھسی آرام فرما

رہی تھی۔اس پہ تاسف بھری نظر ڈالتا وہ اپنا لیپ ٹاپ پکڑے ساتھ ہی بیڈ پہ بیٹھ گیا اور تھوڑا بہت کام کرنے لگا۔

بے جھجک روز شرارت پہ شرارت کرنا

دل میں رہنا مرے اور دل سے محبت کرنا

***__________**___________**

حیام نیند پوری کرتے جب اٹھی تو جہانگیر نے اس کو بتایا کہ وہ کیف کی طرف جا رہے ہیں اس سے ملنے کیونکہ کل بھی تو بس پانچ دس منٹ کے لیے بیٹھے تھے۔

ہلکا سی تیاری کیے وہ بس شال کو خود کو اوڑھتی اس کے ہمراہ اس وقت کیف کے روم میں موجود تھی جہاں وہ چہرے پہ سنجیدگی لیے خاموش بیٹھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اور سنا کیسی جا رہی ہے جاب؟" بالآخر کیف نے ماحول میں موجود تناؤ کو۔ ختم کرنا چاہا۔

"الحمدللہ۔۔۔ سب ٹھیک جا رہا ہے، میں نے تمہارے لیے ایک فزیو تھراپسٹ کا بندوست کیا ہے۔ایک بار خود ملاقات کر لوں اس سے پھر تمہاری بھی کرواتا ہوں۔" جہانگیر اس کے پاس ہی بیٹھا بتانے لگا تو کیف نے چونک کے دیکھا۔

"کیوں۔۔۔؟" وہ حیرت سے استفسار کرنے لگا۔

"تمہیں تھوڑی کیئر کی ضرورت ہے ابھی، وہ تمہاری تھوڑی کسرت کروائے گی تو تم جلد ہی ریکوور ہو جاؤ گے۔۔اور خود سارے کام کر سکو گے، تمہاری باڈی موومنٹ ٹھیک ہو جائے گی۔"

اس نے تفصیل بتائی تو کیف مطمئن ہوا اور ایک نظر حیام کو دیکھا جو انہیں دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ کیف کے دیکھنے پہ اس نے ہلکی سی سمائل پاس کی جس پہ وہ چہرے پہ سرد تاثر لے آیا کہ حیام کے مسکراتے لگ خود بخود سکڑ گئے۔

"ابھی بھی یونیورسٹی پڑھ رہی ہو؟" اب وہ نارملی حیام سے سوال کرنے لگا جیسے ان میں دوستی رہ چکی ہو۔اس کے پوچھنے پہ وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"یہ ابھی بھی پڑھاتا ہے۔" اگلا سوال کیف نے آبرو اچکاتے پوچھا جیسے اگر ایسا ہوا تو اس کے لیے جھٹکا ہو گا۔

"جی۔۔۔" اب بھی مثبت جواب سنتے کیف کی بے ساختہ نظر جہانگیر کی طرف گئی جو موبائل پہ کوئی کام کرنے میں مصروف تھا جیسے ان دونوں کی باتوں سے اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"ٹیچر سے شادی۔۔۔!" کیف کی حیران پریشان آواز گونجی تو جہانگیر نے ناگواریت سے اسے دیکھا۔۔

"کیف۔۔۔!!" اس نے ٹوکا تو وہ قہقہہ لگ اٹھا جبکہ حیام کا منہ بن گیا تھا کہ اب یہ اسے طعنہ مارے گا ٹیچر سے شادی کا۔

"دیکھو حیام مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، جو بھی ہوا اس میں اللہ نے کوئی بہتری چھپائی ہوئی تھی۔" اس کی پہلی بات پہ جہانگیر نے گھور کے دیکھا کہ یہ کون سا طریقہ تھا بات شروع کرنے کا، جبکہ کیف نے اسے نظروں ہی نظروں میں ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا۔

"پہلے مجھے اعتراض ہوا تھا یہ سب جان کے لیکن پوری بات جانتے میں خاموش ہو گیا۔۔ خیر! جہانگیر اچھا لڑکا ہے تمہیں خوش رکھے گا۔" اب وہ سنجیدگی سے اسے بڑوں کی طرح بات کرتا سمجھا رہا تھا کہ حیام ناسمجھی سے جہانگیر کو دیکھنے لگی۔

"بس اس کی دو تین بری عادتیں ہیں ان کو نظر انداز کر دینا وہ ہم سب نے بھی کی ہوئی ہیں۔" کیف لاپرواہی سے کہتا تاسف سے نظریں پھیر گیا کہ حیام الجھن بھری آنکھوں سے جہانگیر کو تکنے لگی کہ ایسا کیا ہے۔

"تم بھی اپنے زہن میں ایسی کوئی بات نہ لاؤ کہ پہلے تمہاری مجھ سے شادی ہونی تھی تواب میں تم سے ٹھیک طرح سے نہیں ملوں گا یا پھر کوئی غلط منصوبے بنا بنا کے دونوں کے درمیان غلط فہمیاں لاؤں گا۔۔۔ایسا کچھ نہیں ہو گا، میں جو کہہ رہا ہوں دل سے کہہ رہا ہوں مجھے تم دونوں کے ساتھ ہونے پہ کوئی اعتراض نہیں۔۔۔میں خوش ہوں اور خوش رہنا چاہتا ہوں، اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم دونوں بھی خوش رہو۔" چہرے اور لہجے میں بلا کی سنجیدگی لائے آرام وسکون سے اپنی بات کہتا جارہا تھا اور وہ محو سے اسے سنتی جارہی تھی۔حیام کو ابھی وہ واقعی جہانگیر کا جڑوا لگا تھا۔۔ وہی انداز وہی سٹائل بات کرنے کا۔

www.novelsclubb.com

"میں شروع سے ہی زرا نرم طبیعت کا مالک رہا ہوں۔ایک لاحاصل کے پیچھے مجھے اپنی زندگی ضائع کرنے کا کوئی شوق نہیں۔تم جس کی تھی اسے مل گئی میری جو ہو گی مجھے مل جائے گی۔اللہ نے جہانگیر کو تمہارے پلے باندھا ہے تو ضرور تمہارا صبر کمال کا ہو گا جو اسے برداشت کرلیا اب تک 'ورنہ پچھلی تو دو دن میں چھوڑ کے چلی

گئی تھی۔"وہ شاید سنجیدہ رہ کے تھک گیا تھا تبھی بات کا رُخ موڑتا شرارت سے گویا ہوا تو یہ حیام کا پانچویں بار تھا کہ وہ بات کے دوران جہانگیر کو دیکھ رہی تھی لیکن اب کی بار اس کی نظروں میں ناگواری کے ساتھ ساتھ غصے کے عناصر بھی شامل تھے۔

"کچھ بھی مت بکو۔۔۔"حیام کی نظریں محسوس کرتا وہ کیف کو سخت لہجے میں بولا۔

"جو سچ تھا میں نے کہہ دیا اب مجھے آرام کرنا، زرا میری کروٹ لینے میں ہیلپ کر دو اور نکل جاؤ یہاں سے۔"وہ بے مروتی سے کہتا لیٹنے کی کوشش کرنے لگا تو جہانگیر سرعت سے آگے بڑھتا اس کو لیٹنے میں ہیلپ دینے لگا۔

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتا ہوا اسے دیکھنے لگا تو جہانگیر کو اس کی مسکراہٹ زہر لگی۔'کمینہ انسان' ابھی کہہ رہا تھا کہ میں ایسا نہیں کہ منصوبے بنا بنا کے دونوں کے درمیان غلط فہمی لاؤں لیکن اب خود آخر پہ کمینگی دکھا گیا تھا۔

کیف کے ساتھ اچھا وقت گزارنے کے بعد وہ دونوں وہاں سے نکلے تو جہانگیر نے گاڑی دوسرے رستے ڈال دی۔

"مجھے زرا یونیورسٹی میں کام ہیں، تو ویٹ کر لو گی زرامیرا!" وہ اس کی جانب ایک نظر گھماتا ہوا بولا تو حیام نے کوئی رد عمل نہ دکھایا۔

"حیام۔۔۔میں تمھیں بتا رہا ہوں۔" اپنے الفاظوں پہ زرا زور دیتا ہوا بولا تو حیام نے گردن اس کی کی طرف گھمائی۔

"سن لیا ہے میں نے۔" وہ تنک کے جواب دیتی واپس کھڑکی کی طرف رخ موڑے بیٹھ گئی کہ اس کا یہ انداز جہانگیر کو کھٹکا کہ وہ کیوں ایسے بات کر رہی تھی۔۔

"لیکن جواب نہیں دیا آگے سے۔" وہ بھی دو بدو بولا۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی مسئلہ نہیں آپ آرام سے کام مکمل کریں۔" وہ گہرہ سانس بھرتی ہوئی نارمل انداز میں کہنے لگی۔

"تم ایسے کیوں بات کر رہی ہو؟" وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"پوچھ ہی لیا ہے تو بتا دیتی ہوں۔۔آپ کی پہلے بھی کہیں شادی ہوئی ہے کیا؟" اس کی جانب دیکھتی سینے پہ بازو باندھے سنجیدگی سے استفسار کرنے لگی جبکہ ماتھے پہ دو بل واضح تھے۔

"یہ کیسا سوال ہے۔۔۔؟" ابرو اکھٹے کیے وہ ناسمجھی سے بولا۔

"سب آپ کو کہتے رہتے ہیں کہ شہر والی بیوی اور آج تو کیف نے بھی کہا کہ پہلی والی ٹکی نہیں تھی۔ تو اس کا کیا مطلب ہوا۔۔ظاہر سی بات ہے کہ آپ کی پہلے بھی شادی ہوئی ہے۔" وہ بگڑے موڈ سے کہنے لگی ساتھ ہی غصے سے اپنا رُخ سامنے کی جانب کر لیا۔اس طرح کرنے سے اس کی شال سائیڈ سے ڈھلک پڑی تھی۔

"میری زندگی میں آنے والے پہلی بیگم ہو تم۔" وہ بدلے میں اپنی صفائی میں اتنا ہی بولا کیونکہ یہ ہی سچ تھا۔

"میں بیگم باقی بیویاں۔۔'پہلی' کا کیا مطلب آپ 'آخری' لفظ بھی ساتھ لگا سکتے تھے۔" اس کے جواب پہ وہ ماتھے پہ تیوڑی چڑھائے کہنے لگی تو جہانگیر نے بے زاریت سے اس کی بات سنی۔

"اب کہہ دیتا ہوں، میری پہلی اور آخری، بیوی، بیگم، زوجہ، محبت، پیار زندگی بس آپ ہی ہیں۔۔اب خوش۔۔" گاڑی کی سپیڈ سلو کرتا اس کا ہاتھ تھامے وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہتا اس کو شرمانے پہ مجبور کر گیا۔

"میں نے اب ایسا بھی نہیں تھا کہا۔" اپنا ہاتھ چھڑواتی وہ زرا حیا آمیز خفگی سے بولی جہانگیر کے لبوں پہ تبسم بکھر گیا۔

"لیکن سننا آپ یہی چاہتی تھیں۔۔" وہ جتاتا ہوا گویا ہوا اور یونیورسٹی کے گیٹ سے اندر آتے گاڑی پارکنگ میں لا کے کھڑی کی۔

"ادھر آفس میں ویٹ کرو زرا میں سٹاف روم سے ہو کے آتا ہوں۔" اسے آفس میں چھوڑتا وہ اپنا کام نپٹانے چلا گیا پیچھے آفس میں۔ موجود کرسی پہ بیٹھتی کمرے میں

جائزہ لینے لگی۔جتنے دن وہ اس کے ساتھ رہی تھی اس نے نوٹ کیا تھا کہ اس کی تصاویر نہیں تھی کہیں پہ بھی، اگر ہوتی بھی تو وہ اس کے موبائل میں یا پھر خود عاصم جہانگیر کے موبائل میں۔ کہیں کسی لیپ ٹاپ مین اس کی کوئی تصویر نہیں تھی۔

اچانک دروازے پہ کوئی دستک دیتا اندر آیا تو دیکھا کہ وہ کوئی جونئیر سیکشن کی لڑکی تھی، ہاتھ میں نوٹس تھامے ضرور وہ جہانگیر سے کوئی بات کرنے آئی تھی، حیام نے پہلی بار دیکھا تھا۔

"سر کہاں ہیں۔۔۔؟" وہ مؤدب انداز میں پوچھنے لگی۔

"کسی کام سے گئے ہیں وہ سٹاف روم کی طرف۔" حیام مسکرا کے بتاتی ہوئی اپنا موبائل نکالتی عاصم کے نمبر پہ میسج بھیجنے لگی۔

دن کے تین بج رہے تھے اور اب اسے بھوک بھی ستانے لگی تھی۔ میسج بھیج کے وہ ایسے اپنے بیگ میں دیکھنے لگی جبکہ وہ لڑکی اسی کو دیکھ رہی تھی تو کبھی کنفیوز سی کھڑی داخلی دروازے کو۔

"آپ کو کچھ چاہئے کیا؟" لڑکی کو وہی کھڑا دیکھتے حیام نے پوچھا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"جی سر سے کچھ پوچھنا تھا میں نے، آپ بھی یہاں کچھ پوچھنے آئی ہیں؟" اپنا بتاتے وہ مسکرا کے اس سے سوال کرنے لگی۔

"نہیں میں بس ان کا انتظار کر رہی ہوں۔" وہ سرسری سا بتاتے پھر سے موبائل میں مصروف ہو گئی لیکن وہ چھوٹی لڑکی شاید باتونی تھی تبھی اس سے بات کرنے لگی۔

"کیوں۔۔۔؟" وہ آبرو اچکاتے پوچھنے لگی جیسے عاصم کا انتظار کرنے کا سنتے اسے ناگوار گزرا ہو۔

"ایسے ہی۔۔۔" حیام ناسمجھی سے ہنستی ہوئی بتانے لگی اب وہ اسے بتاتی کہ انہوں نے کھانے پہ جانا تھا یہاں سے۔۔

"تو آپ جائیں۔۔۔۔" وہ سنجیدگی سے بولی تو حیام کے ماتھے پہ ہلکے سی شکن نمایا ہوئی۔

"ہم نے ساتھ گھر جانا ہے تبھی انتظار کر رہی ہوں۔۔" اب کی بار حیام جتاتی ہوئی جلانے والی مسکراہٹ سے بولی تو وہ لڑکی بے ساختہ چونکی۔

"کیا مطلب۔۔؟" وہ لڑکی جیسے اس سے تکرار پہ اتر آئی۔

"عاصم آج آف پہ ہیں تو آپ ان سے نیکسٹ کسی کلاس میں پوچھ لیجیے گا جو پوچھنا ہے ابھی ہم نے کہیں جانا ہے۔" حیام وہیں صوفے پہ پھیلتی ہوئی چوہدریوں کی طرح اس کو مزے سے بتانے لگی جیسے اسے لطف آرہا ہو اس لڑکی کو چھیڑنے میں۔

"آپ ان کی گرل فرینڈ ہیں کیا؟" وہ دونوں آبرو سکیڑتے طنزیہ پوچھنے لگی جس پہ حیام ہلکا سا ہنس دی۔

"بچے یہ گرل فرینڈز تو بہت عام چیز ہیں ہم خاص ہیں۔" وہ اترا کے بولی۔

جانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ بچی سے بحث کرنے میں مزے لے رہی تھی۔۔ عاصم کا حوالہ دینا اپنے ساتھ جڑے رشتے میں اسے اندر ہی اندر گدگدی سی ہو رہی تھی۔

"اچھا تو پھر کیا ہیں آپ؟"

ابھی حیام اس کو مزید تپانے کو کوئی جواب دیتی تبھی جہانگیر آفس میں داخل ہوا۔

آتے ہی وہ حیام سے مخاطب ہونے لگا تھا جب اپنی سٹوڈینٹ کو دیکھتے وہ خاموش ہو گیا۔ وہ لڑکی جہانگیر کو دیکھتی جلدی سے ایکسکیوز کرتی اس کے پاس آئی اور اپنی بک آگے کرتی کچھ پوچھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

جہانگیر اس کو ایک منٹ کہہ کے اپنی چیئر پہ بیٹھا اور ٹیبل کا ڈرار کھولتے وہاں سے کچھ پیپر نکال کے اسے دیئے اور زرا فاصلے پہ اس کو سمجھانے لگا۔

حیام جلے کڑھتے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ اس لڑکی کو دل ہی دل میں سنا بھی رہی تھی۔

"سر یہ جو یہاں بیٹھی ہیں یہ آپ کی کچھ لگتی ہیں؟" اپنا کام مکمل ہوتے ہی وہ لڑکی ہمت کرتی جھجک کے پوچھنے لگی تو جہانگیر نے ایک نظر حیام کو دیکھا جو بظاہر ریلیکس نظر آ رہی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ مضطرب بیٹھی تھی۔

"جی۔۔۔!!" وہ بس اتنا ہی کہہ کے خاموش ہوا تو لڑکی نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں حیام کو دیکھا۔اپنی طرف دونوں کو تکتا پا کے مسکرا اٹھی۔

"کیا لگتی ہیں!" وہ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

"بہت خاص ہیں میرے لیے۔" وہ مسکایا تھا ہلکا سا کہ اس کی یک یکطرفہ مسکان کو دیکھتے حیام بھی گہرہ مسکرائی تھی۔

کہیں نہ کہیں اس کے ہلتے لبوں سے سے وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

دوسری طرف اس کی بات سنتے وہ حیرت زدہ ہوئی کہ ابھی سامنے بیٹھی خوبصورت لڑکی بھی یہی کہہ رہی تھی کہ وہ خاص ہے عاصم کے لیے اور یہ بھی وہی الفاظ دہرا رہا تھا۔

"چلیں حیام۔۔۔!" اس کو جواب دیتے وہ حیام کی جانب رخ کرتا پوچھنے لگا تو وہ سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ حیام کے آفس سے باہر نکلتے ہی وہ لڑکی بھی باہر نکل گئی۔ وہ ان دونوں کو اکھٹا جاتا دیکھنے لگی جب جہانگیر نے اپنے قدم روکتے حیام کو گھورا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

یقیناً وہ اسے اپنا قصہ سنا رہی تھی لڑکی کو تپانے کا۔

"بری بات ہے تم اسے بتا سکتی تھی۔" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"ہاں تو۔۔۔آپ بھی بتا سکتے تھے اس کو۔" وہ بھی تنک کے بولی اور گاڑی میں مزے سے بیٹھ گئی اور وہ اپنی زوجہ کی بات سنتے تاسف سے سر ہلاتا گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔

***________**________**

رات سے صبح ہو آئی تھی،ناشتے سے فارغ ہوتے وہ دادی جان کے پاس بیٹھا تھا۔۔ زوفا کو اس نے ایک بار بھی مخاطب نہیں کیا تھا۔زوفا جیسے کسی آگ کی بھٹی میں سلگ رہی تھی،اس کا شوہر اس سے بات کرنے کو روادار نہیں تھا۔وہ بار بار بات کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہی تھی لیکن وہ موقع اسے فراہم ہی نہیں کر رہا تھا۔

ابھی وہ بجھے دل سے حویلی کی پچھلی سائیڈ پہ بچھی چارپائی پہ آکے بیٹھ گئی اور خاموشی سے آنسوؤں کا گولہ حلق میں اتارنے لگی۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کے اپنی بے وقوفی پہ روئے جس کی وجہ سے اپنے شوہر کو بدگمان کر بیٹھی تھی۔

"شام میں تیار رہیے گا ہم شہر جائیں گے۔" ابھی وہ جانے کن سوچوں میں گم تھی کہ پیچھے سے سنجیدہ گھمبیر آواز پہ چونکتی گردن گھماتی ہوئی دیکھنے لگی۔

اس میں اتنی ہمت بھی نہ بچی تھی کہ وہ اس سے وجہ جان سکے۔۔وہ بس خاموشی سے سر ہلا گئی۔بے ساختہ ہی ایک انمول موتی اس کی پلکوں سے ٹوٹ تار خسار پہ بے مول ہوا۔

--------------**

"ابھی میں کسی کام سے جا رہا ہوں، شام میں کچھ ہلکا پھلکا بنا لینا جلدی واپس آ جاؤں گا۔" ان دونوں نے دوپہر کا کھانا ساتھ کھایا تھا باہر، گھر چھوڑتے وہ جلدی سے بتانے لگا تو حیام نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"کبھی گھر بھی ٹک جایا کریں، ہر وقت سیر سپاٹوں پہ نکلے ہوتے ہیں۔" وہ طنزیہ کہتی بغیر اس کی مزید کوئی بات سنے اترتی ہوئی اندر چلی گئی جبکہ وہ اس کے بدلے انداز دیکھتا رہ گیا تھا۔

یعنی وہ جو اسے اپنے رشتہ مضبوط ہونے کے باوجود وقت دے رہا تھا سمجھنے کا تا کہ وہ چیزوں کو سر پہ سوار نہ کر سکے، یہ الٹا اسے اب نخرے دکھا رہی تھی۔۔۔ نخرے نہیں شاید وہ اپنا حق جتا رہی تھی اور بہت مان 'سے چاہت سے۔۔

"نیا انداز اپنایا جا رہا ہے مجھے زیر کرنے کا، انٹرسٹنگ!" وہ دل ہی دل میں اسے داد دینے لگا۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(مرزا غالب)

www.novelsclubb.com

یہاں سے اس نے ایک پیشنٹ کو ملنے جانا تھا تبھی وہ جلدی میں تھا ورنہ اس کے ساتھ گھر پہ ہی رک جاتا۔ ابھی تو اس کے یونیورسٹی کے کولیگ اس سے شادی کی پارٹی چاہ رہے تھے اور دی جان نے ایک بار اس سے زکر بھی کیا تھا کہ کیف کے ٹھیک ہونے پہ وہ ایک شادی کا فنکشن بھی ضرور رکھیں گے تاکہ سب کو جہانگیر کی شادی کا معلوم بھی ہو جائے، اور کیف کی صحت یابی کا بھی سب کو بتادیں۔

وہ خوبصورت لمبے بالوں والی حسینہ اس کی زندگی میں حادثاتی طور پہ آئی تھی جواب اس کی روح میں بس چکی تھی، وہ ریزرو نیچر، سنجیدگی میں رہنے والا، زیادہ بات نہ کرنے والا انسان اس سے دن میں ڈھیروں باتیں کر جاتا تھا، اس کا ساتھ ہی اتنا حسین تھا، اس کی عادت ہو چلی تھی اسے۔ عادت محبت سے زیادہ جان لیوہ ہوتی ہے۔ خوبصورت نین نقش والا عاصم جہانگیر اپنی مثال آپ تھا، لمبا چوڑا قد، کسرتی مضبوط جسم، گہری سیاہ آنکھیں، ان پہ چشمہ اسے مزید رونق بخشتا تھا، چہرے پہ

www.novelsclubb.com

غضب ڈھاتی ایک طرفہ مسکراہٹ۔۔بلاشبہ وہ ایک دوسرے کے لیے بنے تھے۔

گاڑی چلاتے وہ مسلسل اسے سوچتے مسکا رہا تھا۔اس کا ذکر لبوں پہ تبسم بکھیر جاتا تھا۔آنکھوں میں چمک لے آتا تھا،خوشبو کو معطر کر دیتا تھا۔۔اس کا ساتھ لمحات کو حسین کر دیتا تھا۔

اس کی محبت کا تقاضا یہی تھا کہ جس سے محبت کی جائے اس کو محبت سکھائی جائے نہ کے زبردستی لی جائے۔وہ دن بدن اس کے رنگوں میں واقعی رنگتی جا رہی تھی جس کا اسے بھی بخوبی اندازہ تھا اور وہ اس دلنشین رنگوں کی جلترنگ کو وقفے وقفے سے اس کے چہرے پہ کھلتا دیکھنے کا خواہش مند تھا۔

اس دشمن جان کو سوچتے اب اس کی طلب سی ہونے لگی کہ دل بے چین ہو گیا۔

اپنی کیفیت پہ خود حیران ہوتا بے خود سا قہقہہ لگا اٹھا۔

________________**

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہم کہاں جارہے ہیں۔۔۔" وہ بغیر پوچھے بغیر کوئی شکوہ گلہ کیے اس کے ساتھ تو نکل آئی تھی لیکن دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے وہ پوچھے بنا نہ رہ پائی تبھی اپنے درمیان اس بے معنی خاموشی کو توڑتے اس نے بات میں پہل کی۔

"اسپتال!" اس کا ایک لفظی جواب سنتے ناجانے کیوں اس کا دل بہت زوروں سے دھڑکا۔

"کیوں۔۔۔؟" وہ کپکپاتے ہوئے لہجے میں پوچھنے لگی کہ کیا ہوا ہے کہ اسپتال جانا پڑ گیا، وہ بھی ٹھیک تھی اور اصفحان بھی۔۔۔ پھر کیوں؟

"پتا چل جائے گا!" وہ لہجے میں سنجیدگی سموئے بولا تو وہ لب بھینچ کے رہ گئی اور نظریں اپنے ہاتھوں پہ مرکوز کر لیں۔

تھوڑی دیر میں وہ اسپتال کی پارکنگ میں موجود تھے۔انہیں شام سے رات ہونے والی تھی۔۔۔تقریباً ساڑھے پانچ کا وقت تھا،زوفا کو ابھی گھبراہٹ سی ہونے لگی کہ جانے کیوں یہاں آئے ہیں۔

"آپ اندر جائیں،ڈاکٹر موجود ہیں اندر۔"روم کے باہر کھڑے ہوتے اصفحان نے اسے اشارہ کیا تو وہ الجھی نظروں سے اصفحان کو دیکھنے لگی کیونکہ یہ گائینی وارڈ تھا۔

وہ پریشان سی اندر داخل ہوئی تو ڈاکٹر اس سے بہت چاہت سے ملی۔۔اصفحان کا یہاں لانے کا مقصد وہ ڈاکٹر کی باتیں سنتی سمجھ چکی تھی۔اسے خود پہ مزید شرمندگی ہونے لگی۔

www.novelsclubb.com

وہ ویٹنگ روم میں بیٹھا موبائل استعمال کرنے میں مصروف تھا جب وارڈ بوائے نے بتایا کہ اسے ڈاکٹر روم میں بلا رہی ہیں۔سر ہلاتا ہوا وہ اس کے پیچھے چل دیا۔اندر

داخل کوا توزوفا سر جھکائے خاموشی سے بیٹھی تھی اور ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے اصفحان کا استقبال کیا۔

"کیسے ہیں آپ؟" انہوں نے بات کا آغاز کیا۔

جواب دیتا وہ پوچھنے لگا کہ اصل بات بتائیں۔

"سر ایوری تھنگ از نارمل، آپ کی مسز ماشاءاللہ سے بالکل ٹھیک ہیں۔ انہیں کوئی مسئلہ نہیں۔ میں نے پراپر چیک اپ کیا ہے سب ٹھیک ہے اور آپ کی مزید تسلی کے لیے میں نے ٹیسٹ بھی بجھوا دیے ہیں، پھر سب واضح ہو جائے گا۔۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" ڈاکٹر نے رسان نے نرمی سے بات کہی تو اصفحان کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے اور ایک نظر زوفا کو بھی دیکھا جو اب بھی سر جھکائے بیٹھی تھی شاید اپنے آنسوں چھپا رہی تھی۔

"ان شاءاللہ اللہ آپ کو جلد از جلد ایک صحت مند اولاد سے نوازے گا، آپ کی تو ویسے بھی ابھی شادی ہوئی ہے تو سال دو سال انجوائے کریں آؤٹنگ پہ جائیں

گھومے پھریں۔آپ بالکل ٹھیک ہیں مسز اصفحان پریشانی کی تو کوئی بات ہے ہی نہیں۔"ڈاکٹر نے اب زوفا کو واضح مخاطب کیے کہا تو وہ ہلکا سا سر اٹھاتی مسکرانے کی سعی کرتی سر ہلا گئی۔

"بہت شکریہ آپ کا۔"اصفحان ان کی بات سنتے شکریہ کہتا اٹھا اور زوفا کو باہر نکلنے کا اشارہ دیتا خود بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔

"اصفحان آپ۔۔۔!"زوفا نے نادم ہوتے کچھ کہنا چاہا جبکہ وہ اس کی ایک بھی سننے کو جیسے تیار نہ تھا۔

"جہانگیر کو میں نے کال کر دی ہے، آج وہاں رکیں گے پھر صبح رپورٹس لیتے واپس چلے جائیں گے ابھی رات ہو گئی ہے تو واپس نہیں جا سکتے۔"وہ سنجیدگی سے کہتا گاڑی سٹارٹ کرنے لگا کہ کب کے ضبط کیے آنسوں وہ بہانہ شروع ہو گئی۔

"آپ کیوں میری بات نہیں سن رہے، پلیز مجھے کچھ کہنے دیں۔"وہ اس کی طرف رخ کرتی سسکی لیتی بولی۔

"کل رپورٹس آرہی ہے زوفا خاموش ہو جائیں، پریشان نہ ہوں آپ۔" آہستہ سے اس کو ساتھ لگاتے اس نے نرمی سے کہا تو زوفا کے رونے میں روانگی آنے لگی۔

"پلیز اصفحان نہ کریں ایسا۔" وہ ہچکیوں کے درمیان بولی تو اصفحان نے تاسف سے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

"حیام کے پاس جارہے ہیں ہم! خاموش ہو جائیں اور حلیہ درست کریں اپنا۔" اس کے بالوں پہ بوسہ دیتے وہ پیچھے ہٹا تو بے بسی کے مارے اسے خود پہ جی بھر کے غصہ آنے لگا۔ کس طرح ڈاکٹر اسے کہہ رہی تھی کہ پریشان نہ ہوں ابھی تو شروع کے دن ہیں۔۔۔ کیا سوچ رہی ہوگی وہ کہ سسرال والوں کے پریشر میں آکے وہ اپنا چیک آپ کروانے آئی تھی یا شوہر کی بے جا ضد پہ۔

تجھ سے برہم ہوں کبھی خود سے خفا

کچھ عجیب رفتار ہے تیرے بغیر

***_______*________**

"آپ لوگ خیریت سے آج شہر آئے ہوئے تھے۔" سامنے بیٹھی زوفا سے حیام نے نارملی پوچھا تو بے ساختہ ہی اس کی نظر اپنے سامنے موجود صوفے پہ بیٹھے اصفحان کی طرف اٹھی۔ جو جہانگیر سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ اس کا دھیان نہیں تھا حیام اور زوفا ہی جانب۔

"انہیں شاید کوئی کام تھا یہاں اسی لیے۔" زوفا سرسری سا بتاتی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"اور آپ کو ساتھ لے آئے کہ ان کا گزارہ نہیں تھا آپ کے بغیر۔" حیام شرارت سے آہستہ بولی تو زوفا بس مسکرا دی۔

www.novelsclubb.com

حیام جب رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی تب اسے جہانگیر کی کال آئی کہ اصفہان شہر آرہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ رات یہی پہ گزاریں تو جو وہ ہلکا پھلکا بنا رہی تھی اس کے ساتھ کچھ میٹھا بنا لے، آتے ہوئے وہ بھی کچھ لیتا آئے گا۔ان دونوں کو اکیلا یہاں رہنے کا فائدہ یہ تھا بقول حیام کہ اسے زیادہ کھانا بنانا نہیں پڑتا تھا اور اگر کبھی دیر سویر ہو بھی جاتی تو جہانگیر (اس کا سگھڑ شوہر) لے آتا۔

رات کا کھانا انہوں نے یہاں آکے کھایا تھا،اور اب کھانے سے فارغ ہوتے وہ سب چائے پی رہے تھے، کھانے پہ حیام نے نوٹ کیا تھا کہ زوفا کچھ چپ چپ سی تھی یا پھر وہ اس کے گھر پہلی بار آئی تھی تبھی۔ کھانا بھی اس نے تھوڑا سا کھا کے چھوڑ دیا تھا اور اب چائے بھی اس نے نہیں پی تھی۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔؟"اس کا اترا اداس چہرہ دیکھتے اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی پوچھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں بس تھکن ہو گئی ہے مجھے۔" وہ بات کو دوسری طرف لے جاتی سنبھل کے بولی۔

"ہاں ٹھیک ہے آرام کر لو، میں نے روم سیٹ کر دیا تھا۔۔" وہ سہولت سے اسے جانے کی اجازت دیتی ہوئی بولی اور صوفے سے خود بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کدھر جا رہی ہو؟" حیام کو اٹھتا دیکھ جہانگیر نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے پوچھا تو اس نے بتایا کہ زوفا کو کمرے میں چھوڑنے جا رہی تھی۔۔

"زوفا سو گئی۔۔!" تھوڑی دیر میں حیام جب باہر آئی تو اصفحان نے پوچھا۔

"جی تھک گئی تھی شاید تو سو گئی، آپ دونوں کو کچھ چاہیئے؟" سامنے سے چائے کے برتن سمیٹتے ہوئے ہوئے وہ کیچن میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"نہیں شکریہ۔۔۔!" اصفحان کے بجائے جہانگیر نے جواب دیا، اصفحان بائیں جانب موجود کمرے کے دروازے کو تک رہا تھا جہاں ابھی زوفا سو رہی تھی۔ وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اضطرابی کیفیت میں کبھی کیچن میں کھڑی حیام کو دیکھتا تو کبھی جھجک کے دروازے کو۔

"چلو بھئی اب صبح ملتے ہیں، کل یونیورسٹی بھی جانا ہے'تم بھی تھک گئے ہو گے آرام کر لو جا کے۔"جہانگیر اس کا دروازے کو بار بار دیکھنا نوٹ کر چکا تھا تبھی خود اٹھتا ہوا کہتا اس سے مصافحہ کرتا کمرے کی جانب چلا گیا۔

"لالہ آپ کو کچھ چاہیئے ہو تو مجھے بتایئے گا۔"کیچن سے فارغ ہوتے وہ اصفحان کو وہاں سے کھڑا ہوتا دیکھ مسکرا کے کہنے لگی۔

"نہیں گڑیا، میں بس اب سوؤں گا تم بھی آرام کرو۔"اصفحان اس کا ماتھا چومتا خود بھی کمرے میں چلا گیا تو لائٹس آف کرتی حیام بھی روم میں آ گئی جہاں وہ بھوتوں کا گھر آباد کیے مزے سے بیڈ پہ نیم دراز تھا۔

"گڑیا۔۔۔! انٹرسٹنگ!" اس کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ وہ ستائشی انداز میں کہتا موبائل کو سائیڈ پہ رکھتا ہوا اس ہلکے روشن کمرے میں گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"لالہ پیار سے کہتے ہیں۔" وہ مسکرا کے بولی تھی اور چلتی آئینے کے سامنے کھڑی ہوتے بالوں کی چٹیا کھولنے لگی۔

اس کے لمبے بالوں کو کھلتا دیکھتے جہانگیر گہرا سانس بھر تا رہ گیا۔ سرعت سے ان مخملی بالوں کو چھونے کی خواہش بیدار ہوئی کہ وہ اس کو اپنی انگلیوں کے پوروں سے چھوتا اس کو دسترس میں لیے کچھ مخمور سی سرگوشیاں کریں۔

اپنی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھا تھا، آہستہ سے اپنے قدم ٹھنڈے فرش پہ رکھتے وہ چلتا اس کے قریب آیا۔

www.novelsclubb.com

"میں بھی پیار سے کہتا ہوں۔۔۔"اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہلکی سی سرگوشی کی کہ اس نے آئینے میں ہی اپنا اس کا مکمل عکس دیکھتے سوالیہ نظریں اس کی جانب اٹھائیں۔

"کیا۔۔۔؟"گلابی لبوں کی خوبصورت مسکراہٹ روکتی وہ پوچھنے لگی۔

"بیگم جان۔۔۔!"زرا سا جھک کے اس کے دائنے کندھے پہ اپنی ٹھوڑی ٹکاتے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتا جاذب لہجے میں بولا کہ یکلخت اس کے رخساروں میں سرخی گھلنے لگی۔

"تھینک یو۔۔!"اپنا سر جھکاتے اس نے ہولے سے اپنی پنکھڑیوں کو زحمت دی کہ اس ملگجے اندھیرے میں اس کے ہلتے خوبصورت لبوں کے کناروں کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خمار کی سرخی چھانے لگی۔

"کوئی وجہ؟"اپنے توانا بازو کو اس کی نازک مرمری کمر میں باندھتا مسرور ہوتا پوچھنے لگا۔اس کے لمس کو محسوس کرتے حیام اپنی دھڑکنوں کی رفتار بھانپنے لگی۔

ان کی شب خماری کے بعد اس کا یہ روپ پہلی بار دیکھ رہی تھی ورنہ وہ بس شریر ہو جایا کرتا تھا لیکن اس طرح لجاہت سے الفت آشکار کرے گا ابھی تو ذہن کے کسی گوشے کونے میں یہ بات ہی نہ تھی۔

"یہی کہ آپ مجھے سمجھ جاتے ہیں۔" چہرے پہ آئے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے، شرم و حیا سے بوجھل ہوتی گھنیری پلکوں سے سامنے موجود آئینے میں اپنے عکس کو چھپاتی عارضوں پہ جھکا گئی۔

"بیگم اگر اسی طرح آپ کی ادائیں رہیں گی تو معاملہ جان لیوہ ہو جائے گا۔" ہولے سے اس کے کندھے پہ لب رکھتے وہ سرگوشیانہ گویا ہوا، اس کی جسارت پہ سانس روکے خود میں سمٹ گئی۔ پلکیں خود بخود لرز اٹھیں تھیں اس کی سرگوشی پہ۔

آنکھیں نیچی ہوئیں تو حیا بن گئیں

آنکھیں اونچی ہوئیں تو دعا بن گئیں

آنکھیں اٹھ کے جھکیں تو ادا بن گئیں

آنکھیں جھک کے اٹھیں تو قضا بن گئیں

"میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ اس کا شریک حیات اس کی بات بنا کہے سمجھ جائے، ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع دینا چاہیئے، شادی جیسے پاک بندھن میں سب سے زیادہ قربانی عورت کو دینی پڑتی ہے کیونکہ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ آتی ہے اپنے شوہر کو اپنا 'سب کچھ 'مانتے ہوئے۔۔زبردستی کے رشتے کا میں کبھی قائل نہیں ہوا، جب تک باہمی رضامندی نہیں ہوگی تب تک زندگی ایک پاتھ پہ نہیں چل پائے گی، اس کے دو سے زیادہ رستے ہونگے جو مشکل بن جائیں گے دونوں کے لیے، باہمی رضامندی، سوچ اور انڈرسٹینڈنگ بہت ضروری ہے۔ چاہے اس میں جتنا مرضی وقت لگ جائے لیکن ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیے کہ۔۔۔!!" وہ سانس لینے کو رکا۔

"رشتوں میں اعتدال تب ہی آتا ہے جب ان میں آنا موجود نہ ہو، کمپرومائز دونوں طرف سے ہونا چاہیئے۔۔"اس کا رُخ اپنی جانب کرتا نرمی سے چہرہ تھامتے اپنے نرم لہجے میں چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اس سے رسان سے بات کرنے لگا کہ وہ سامع تابع بنتی اس کے ایک ایک لفظ کو دماغ کے ساتھ ساتھ دل میں بھی گوشہ نشیں کرنے لگی۔

"جیسے مجھے اندھیرے میں سونے کی عادت ہے اور تمہیں روشنی میں۔۔۔اس میں کمپرومائز ہوگا دونوں طرف سے، جب میں لائٹ بند کروں گا تو تمہیں نیند نہیں آئے گی بدلے میں تمہیں میں کمپنی دوں گا۔اور جب تم لائٹ آن کر کے رکھو گی تو مجھے نیند نہ آنے کی صورت میں تم کمپنی دے دینا، ایسے وقت بھی گزر جائے گا اور ۔۔۔۔"نرمی سے اس کا ہاتھ سینے پہ رکھتے اپنا بازو پھر سے اس کی کمر میں حمائل کرتا وہ سنجیدگی سے بولا تو اس کے 'اور' پہ حیام سوالیہ نگاہوں سے اس کی گہری

آنکھوں میں جھانکنے لگی جبکہ عاصم جہانگیر کے خوبصورت بال اس کے ماتھے پہ ابھی بکھرے پڑے مسکرا رہے تھے۔

"اور۔۔۔؟؟"اس نے جاننا چاہا تبھی اس کے لب سرگوشی میں ہلے۔

"محبت بھی ہو جائے گی۔" حیام کے پوچھنے پہ وہ دلکشی سے مسکراتا ہوا اس کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لایا کہ اس کی سانسوں کے شعلوں سے حیام کا چہرہ تپنے لگا،اس ہلکی روشنی میں اس کے روشن چہرے کو دیکھتا زرا سی پھونک مارتا ہوا بولا کہ اس کے لبوں کے کنارے مسکائے تھے کہ تبھی جھکتے جہانگیر نے اس کی مسکراہٹ کو قریب سے محسوس کیا تھا۔

اس طلسی و مخمور لمحات کے سمندر کی روانی تھی کہ وہ دونوں اپنی کشتی ڈبوتے اس میں ڈوبتے چلے گئے۔

چاند اپنے آپ کو کہتے ہو تم

آؤ دیکھیں ہو گئی ہے رات بھی

دور تک ہم بھیگتے چلے گئے

دیر تک ہوتی رہی برسات بھی

____________________**

"عماد! دعا کو آپ نے خود سکول سے لانا ہے واپس، خدا بخش کو نہ کہئیے گا۔" دعا کو سکول کے لیے تیار کرتے گل مصروف سی بولی۔ وہ جو ابھی ابھی آنکھیں کھولتا کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اس کی بات سنتے اپنی پوری آنکھیں وا کرتا اسے دیکھنے لگا جو خود دوپٹے سے لاپرواہ' اپنے سنہری بالوں کا رف سا اونچا جوڑا بنائے اس کی طرف پشت کیے بیٹھی تھی کہ اس کی گردن واضح دکھائی دے رہی تھی۔

"خدا بخش بھی تو لاتا ہے نا۔" عماد کروٹ لیتا کہنی کے بل لیٹا اس سے پوچھنے لگا۔

"جی۔۔۔لیکن آتے ہوئے وہ اسے کھانے پینے کی الٹی سیدھی چیزیں لے دیتا ہے جس سے اس کی طبیعت بگڑ جاتی ہے تبھی کہہ رہی ہوں کہ اسے آپ نے لانا ہے اب روز۔" دعا کی پونی ٹائٹ کرتے وہ سنجیدگی سے بولی۔

"جی ٹھیک ہے جو حکم۔۔۔۔" وہ سر کو خم دیتا ہوا بولا، اس کی آواز میں ابھی بھی نیند کا خمار شامل تھا تبھی گل اس کو سوتا ہوا سمجھ کے اٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ بغیر دیکھے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھنا چاہا جب عماد نے سرعت سے پکڑتے اپنے لبوں سے لگا یا۔

گل اپنے ہی دھیان میں تھی کہ اچانک اس لمس پہ وہ بوکھلاتی ہوئی اپنا ہاتھ کھینچ گئی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" اس کے ہاتھ کھینچنے پہ عماد نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"آپ کب اٹھے؟" وہ سکون کا سانس بھرتی ہوئی بولی۔

"کیا مطلب کب اٹھے، میں ہی بات کر رہا تھا میرا بھوت نہیں تھا وہ۔" وہ مصنوعی خفگی سے کہتا اٹھا اور دعا کا گال کھینچتا ہوا ساتھ ہی جھک کے گل کی رخسار پہ لب رکھتا فریش ہونے چلا گیا۔

"ہا۔۔" عماد کی حرکت پہ دعا اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی ہوئی کھلکھلائی کہ گل نے آنکھیں دکھائیں۔

"مجھے زرا ڈاکٹر کے پاس لے جائیے گا شام میں ہلکا ہلکا سا بخار رہنے لگا ہے مجھے، زرا ٹھیک سے چیک اپ کروالوں اپنا۔" عماد کے فریش ہوتے واپس آتے ہی گل نے کہا اور اس کا بیگ پکڑتے پاس رکھا، ناشتہ وہ اسے پہلے ہی کروا چکی تھی۔۔

"ہمم میں بھی نوٹ کر رہا تھا، ٹھیک ہے میں شام میں جلدی واپس آؤں گا تو لے جاؤں گا۔" بالوں میں ہاتھ پھیرتا دعا کو جھولی میں اٹھائے وہ جانے لگا کہ گل نے ٹوکا۔

"اسے نیچے اتاریں، صبح صبح خود چلنے دیں اس کو، اس کی ایکسرسائز ہو ورنہ آپ کے کندھے سے لگے سو جائے گی۔" دعا کو خود پکڑتے نیچے اتارا اور بیگ عماد۔ کو تھمایا۔۔ عماد نے تو بات سمجھتے سر ہلایا جبکہ دعا منہ بنا کے اپنی ظالم ماں کو دیکھنے لگی۔

_________________**

"دیکھو ارتسام جو بھی ہے لیکن تمہیں اس طرح میری بچی کے کردار پہ ایسا الزام لگانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، آخر تم ہوتے کون ہو یہ کہنے والے کہ وہ نشہ کرتی ہے۔" صنم کے بتانے کے بعد وہ خود بھی پریشان ہو گیا تھا کیونکہ یہ ان کی گھر کی عزت کا معاملہ تھا۔

www.novelsclubb.com

ارتسام نے گھر میں سب کے سامنے بات کرنے کے بجائے یہاں آفس میں آتے انہیں کہا تو بات سمجھنے کے بجائے وہ الٹا اس پہ غصے سے چڑھ دوڑے۔ ارتسام حیرت سے دیکھنے لگا۔

"دیکھیں تایا جان میرا فرض تھا کہ میں آپ کو سمجھاؤں 'بتاؤں کہ آپ کی بیٹی آج کل کیا کرتی پھر رہی ہے آخر یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔۔۔ ٹھیک ہے کہ ہم بڑی فیملی سے بیلانگ کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنی بیٹیوں بہنوں کو یہاں تک آزادی دے دیں کہ وہ اچھے برے کی تمیز نہ کر سکیں۔ آزادی دیں لیکن ایک حد تک اور پابندیاں لگائیں وہ بھی حد تک کہ کوئی اس چیز کو خود پہ زنجیر نہ سمجھے۔۔ باقی آپ کی مرضی۔۔ کوئی اونچ نیچ ہوتی ہے تو اس کے زمہ دار آپ ہی ٹھہریں گے کیونکہ میں آپ کو انفارم کر چکا ہوں دیبا کی سرگرمیوں کے متعلق۔۔۔"وہ تاسف سے اپنے تایا جان کی سوچ کو جانتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

جب وہ ابھی بات سننے جو تیار نہ تھے تو بعد میں۔ کیسے سنتے۔۔ یہ وہ والدین تھے جو اپنی اولاد کی غلطی جاننے پہ بھی اس کے عیبوں کو سدھارنے کے بجائے اس پہ پردہ ڈالتے بظاہر خود کو سب سے بہترین سمجھتے ہیں لیکن وہ ہوتے کچھ بھی نہیں۔

ان سے لمبی چوڑی بحث کرنے کے بعد ارتسام واپس گھر جانے لگا کہ تھوڑا وقت صنم کے ساتھ گزار سکے کیونکہ ان کے ساتھ رہتے وہ بس اسی میں گم رہتا تھا۔

****_________**_________**

روشن سورج نے جب زمین کو اپنی لپیٹ میں لیا تو کھڑکیوں سے روشنی چھن سے آتی ہوئی اس کی آنکھوں کے پردوں پہ لہرائی کہ اس میٹھی نیند میں وہ خلل ڈال گئی۔

وہ کسمساتی ہوئی آنکھیں مسلتی ہوئی کھڑکی کو دیکھتے وقت کا سوچنے لگی کہ کیا ہو گیا ہو گا۔

صبح کے سات بج رہے تھے۔۔احساس ہونے پہ اس نے گردن گھما کے اپنے ساتھ ہوئے جہانگیر کو دیکھا جو سکون سے اپنی نیند کے مزے لے رہا تھا۔بے ساختہ ہی شرمگیں مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا اور اٹھتی وہ فریش ہونے چلی گئی۔

گزری شب وہ اپنے جزباتوں کی لے میں اس کی سانس خشک کیے اس پہ پل پل مزید برستا گیا اور اپنی محبت کی نئی داستان تحریر کرتا گیا تھا۔

چینج کرتے وہ باہر لاؤنج میں گئی تو زوفا کو وہاں پہلے موجود دیکھتے حیران ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی حالت پہ تھوڑی شرمندہ بھی ہوئی۔۔اسے یہ تھا کہ ابھی زوفا اور اصفحان سو رہے ہونگے کیونکہ رات کو سب لیٹ سوئے تھے۔

"ارے بھابی اتنی صبح خیریت۔۔۔ناشتہ تیار کروں آپ کا؟" وہ مسکرا کے اس کے پاس آتی اپنے بالوں کو باندھنے لگی۔

"نہیں اصفحان اٹھیں گے تو ان کے ساتھ ہی کروں گی ابھی بھوک نہیں۔" وہ بولتی ہوئی حیام کو مسکرا کے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" حیام حیرت سے پوچھنے لگی۔

"اللہ تمہیں ایسے ہی خوش رکھے آمین۔۔۔! بھائی نہیں اٹھے ابھی تک؟" وہ دل سے دعا دیتی ہوئی بولی ساتھ ہی جہانگیر کا بھی پوچھنے لگی۔۔عمر میں وہ اس سے بڑا تھا تبھی وہ احتراماً عاصم کو بھائی کہہ کے مخاطب کرنے لگی۔

"ان کی عادت ہے زیادہ سونا۔۔۔اٹھ جائیں گے ابھی۔" حیام سرسری سا بتاتی ہوئی اس کو ساتھ لیے ہی کیچن میں آگئی اور ناشتہ بنانے کے لیے چیزیں اکھٹی کرنے لگی۔

تھوڑی دیر میں اصفحان بھی اٹھ گیا اور فریش ہو کے انہیں کے پاس آگیا۔۔ تبھی جہانگیر کی پکار پہ وہ ایکسکیوز کرتی ہوئی کمرے میں گئی، جہاں وہ کھڑا کبرڈ کے آگے کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

"بیگم یار میری وہ ٹائی نہیں مل رہی۔" بالوں کو سیٹ کرتے حیام کو اندر داخل ہوتا دیکھ وہ بتانے لگا۔

"کون سی والی۔۔۔؟" پوچھتی اس کا ڈرار کھولتے اس میں دیکھنے لگی۔

"جو تم لائی تھی۔" بال بنا کے وہ اس کے قریب ہی کھڑا ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

"وہ تو۔۔۔یہ رہی۔"ڈرار بند کر کے اس نے کبرڈ کا دوسرا پٹ وا کرتے ٹائی نکال کے دی تو مشکور نظروں سے دیکھتا مسکرایا۔

"آجائیں ناشتہ کرلیں۔۔۔"اتنا کہہ کے وہ جانے لگی کہ اس کی مرمری کلائی جہانگیر کی آہنی گرفت میں آئی،وہ رکتی ہوئی نظروں سے سوال کرنے لگی۔

"اتنا روکھا سوکھا ناشتہ نہیں ہوتا مجھ سے۔"

"تو پھر۔۔۔"وہ آبرو اچکاتے ہوئے پوچھنے لگی جب اس کے اشارہ کرنے پہ حیام نے جو الفاظ ادا کیے تو اس کا بے ساختہ ہی قہقہہ ہوا میں بلند ہوا۔اس کا ہنستا دیکھتے حیام جیسی اس کی ہنسی میں کھوئی تھی،وہ بہت کم ہنستا تھا لیکن آج وہ اسے کھل کے ہنستا ہوا دیکھ رہی تھی۔

"سیریسلی بیگم۔۔۔!"مزید ہنستا ہوا بولا تو حیام خواہ مخواہ میں شرمندہ ہوئی۔

"ہاں تو۔۔۔لالہ باہر ہیں کیا سوچیں گے۔" وہ خفگی سے بولی تو جہانگیر اس کا ہاتھ پکڑتے پاس لایا۔

"کچھ نہیں سوچے گا وہ، ویسے بھی وہ کمرے کے باہر ہے اندر نہیں تو تم بے فکر ہوتے اپنا کام کرو۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا دیکھنے لگا تو حیام جھجکتے ہوئی تھوڑا مزید قریب ہوئی۔

آہستہ سے ایک ہاتھ اس کی ہلکی شیو پہ اور دوسرا اس کے کندھے پہ جماتی اس کے گال پہ اپنا نرم لمس چھوڑتی پیچھے ہوئی تو محصوص کن مسکراہٹ لیے اس کے بالوں پہ لب رکھتا پیچھے ہوا۔

"یونیورسٹی سے فری ہو کے بتانا پھر چلیں گے ہم۔" اصفحان نے ناشتے سے فارغ ہوتے عاصم کو کہا تو اس نے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے میں کال کر دوں گا، ابھی تم کہیں جا رہے ہو؟" دروازے کے قریب کھڑا وہ اس سے دریافت کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں میں نے کہیں جانا ہے، میرا تھوڑا سا کام ہے پھر تمہیں اس سے ملوا کے واپس گاؤں روانہ ہونا ہے۔" اصفحان نے تفصیل بتائی تو جہانگیر سنتا ہوا خدا حافظ کہتا وہاں سے چلا گیا۔

زوفا اور حیام کو اپنا کوئی ضروری کام نپٹانے کا کہتے وہ چلا گیا جبکہ زوفا جانتی تھی کہ کیا کام تھا، وہ ضرور کل کی رپورٹس لینے گیا تھا اسپتال سے۔

وہ بے چینی سے اصفحان کا انتظار کرنے لگی، اندر ہی اندر اسے بہت گھبراہٹ ہو رہی تھی کہ جانے کیا بنے گا، اس کی بے چینی حیام نے بھی نوٹ کی تھی اور ایک دو بار جاننا بھی چاہا تھا لیکن اس نے ٹال دیا کہ ایسے ہی لگ رہا ہو گا کبھی اس طرح اپنوں کے بغیر رہی نہیں نا تبھی شاید۔۔۔

______*_______**

اصفحان رپورٹس لینے پہنچا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ سب کلئیر ہے، زوفا بالکل ٹھیک ہے، بس وہ پریشان نہ ہو اور نہ ہی ان باتوں کو سر پہ سوار کرے۔۔ ڈاکٹر کی بات سنتے اندر تک سکون کی لہریں جیسے سرائیت کرنے لگیں اب بس وہ زوفا کو بتانا چاہتا تھا تاکہ وہ بھی ریلیکس رہے ورنہ وہ جانتا تھا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ اپنی طبیعت بگاڑ لیتی تھی۔

وہاں سے نکلتے اس نے جہانگیر کو کال کر دی کہ وہ لینے آرہا تھا کیونکہ جس سے ملوانا تھا وہ یہاں پہنچ چکی تھی۔

جہانگیر اپنا لیکچر ختم کرتا ہوا اس کو پارکنگ میں ملا تو وہیں وہ اصفحان کی گاڑی میں سوار ہوتا اس کے ساتھ ہی روانہ ہوا کہ واپس وہ اسے یہی پہ ڈراپ کر دے گا۔۔

سڑک کی دائیں جانب موجود ریسٹورنٹس میں سے ایک ریسٹورنٹ کی پارکنگ میں گاڑی روکتے وہ اترے اور اندر کی جانب بڑھے۔ مزید تھوڑا آگے جانے پہ ان کو دو لڑکیاں نظر آئیں جو انہیں کا انتظار کر۔رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"اصفحان بھائی۔۔۔!"ایک لڑکی نے اپنا ہلکا سا ہاتھ اٹھاتے اشارہ کیا تو وہ دونوں ان کی ٹیبل کی جانب چل دیئے۔

"کیسے ہیں آپ۔۔۔!"وہ دونوں کو پاس آتا دیکھ کھڑی ہوئی تو اس کے ساتھ وہ دوسری لڑکی بھی کھڑی ہوئی۔

"اللہ کا شکر ہے تم سناؤ یہاں آنے میں دکت تو نہیں ہوئی آرام سے پہنچ گئی تھی نا۔"اصفحان بیٹھتا ہوا رمشا سے پوچھنے لگا تو اس نے مسکراتے بتایا فکر کی ضرورت نہیں وہ آرام سے آئی تھی۔

"یہ میری دوست ہے،میرے ساتھ یہی ہوسٹل میں رہتی ہے۔۔۔میں ساتھ لے آئی کہ میں ریلیکس رہوں۔"اپنی دوست کا تعارف کرواتے وہ بولی تو دوسری۔لڑکی نے بھی سلام کیا۔

"ان کو جانتی ہو نا،حیام کے ہزبینڈ ہیں یہ عاصم جہانگیر۔۔۔"اصفحان نے جہانگیر کا تعارف کروایا تو وہ زور و شور سے سر ہلانے لگی۔

"ان کو تو جانتی ہوں، آپ کی شادی پہ ملی تھی میں۔۔آپ کی طرف کافی ہینڈسم ہیں۔" رمشا کھلے دل سے تعریف کرتی ہوئی بولی تو اصفحان نے آنکھیں دکھائیں جبکہ جہانگیر داد دینے والے انداز میں آبرو اچکا گیا۔اور اس کی دوست تاسف سے اس کی چلتی زبان کو دیکھنے لگی۔

"آپ کیف کو بھی جانتی ہیں نا،اسی کی تھیراپی کے لیے آپ کی ہیلپ چاہیے ہمیں۔" اصفحان پہلے بھی اس کو بتا چکا تھا کہ جہانگیر کو کیف کے لیے تھیراپسٹ چاہیئے۔۔

رمشا نے ڈی پی ٹی (فزیو تھراپسٹ) کی سٹڈی کی تھی اور اب وہ پریکٹس بھی کر رہی تھی، جب اصفحان نے اس سے زکر کیا تو اس نے فوراً اپنا ہی بتایا کہ وہ کر لے گی یہ جاب، اس کا ایکسپیرینس بھی ہو جائے گا اچھا والا۔تو جہانگیر سے بات کرتے آج وہ اسے یہاں ملوانے لایا تھا۔اس نے یہی ہوسٹل میں ایڈمیشن کے لیا تھا اس کی ایک

دو اور دوست بھی یہی پہ تھی تو رہنے کی اجازت آسانی سے مل گئی اصفحان کی سفارش پہ جس پہ وہ بہت خوش تھی۔

"مس رمشا کب سے سٹارٹ کرنا چاہیں گی آپ اپنی یہ جاب۔۔۔"ان کی گفتگو مکمل ہوئی تو جہانگیر نے سیدھی بات پوچھی۔

"اگر آپ آج ہی کہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔"وہ پرجوش سی بولی۔

"ڈیٹس گریٹ، پھر میں آپ کو شام میں پک کروں گا، آج میں آپ کی ملاقات کروادوں گا پھر آپ کل سے سٹارٹ کریں اپنے سیشنز۔"جہانگیر اس کی نیچر سے بہت امپریس ہوا تھا۔وہ سیدھی اور صاف گو تھی جو جہانگیر کو پسند آئی تھی۔

***__________**________**

"آپ کو بہت مبارک ہو مسز خان۔۔ گڈ نیوز!!" اپنے سامنے بیٹھی گل کو دیکھتے ڈاکٹر نے کچھ مسکراتے کچھ شریر ہوتے کہا تو پہلے تو گل کچھ بول نہ پائی لیکن پھر وہ کھل کے مسکرائی کہ اس کی آنکھوں نے اس کا ساتھ دیا۔

"سچی۔۔۔!" وہ خوشی و مسرت سے چہکی۔

"آفکورس۔۔" وہ رپورٹس سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

"اچھا ایک کام کرو۔۔۔ دعا کے بابا کو تم خود بتادو۔" گل اپنی مسکراہٹ دباتی ہوئی آگے ہوتے بولی تو وہ قہقہہ لگا اٹھی۔۔

یہ ڈاکٹر اس کی دوست بھی تھی تبھی وہ اس سے کھل کے بات کر رہی تھی۔

"ہائے دعا کے بابا کو، کیوں تمہیں شرم آرہی ہے۔" وہ اسے مزید چھیڑتے ہوئے بولی تو گل شرما کے اثبات میں سر ہلا گئی۔

____________**

"کیا ہوا؟" وہ باہر بیٹھا گل کا انتظار کر رہا تھا جب ڈاکٹر کے پیغام پہ اندر آیا، ڈاکٹر کے بیٹھنے کے اشارے پہ اس نے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھی گل سے پوچھا تو وہ مسکرا گئی۔

"عماد صاحب آپ کو بہت مبارک ہو، آپ کے گھر ایک ننھا سا مہمان آنے والا ہے۔۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا تو عماد نے نا سمجھی سے دیکھا، اگلے ہی لمحے بات سمجھ آنے پہ اس نے گل کی جانب نظریں کیں تو اس نے مسکرا کے اثبات میں سر۔ ہلایا۔

"بہت مبارک ہو۔۔۔" ڈاکٹر نے بولتے ساتھ ہی کچھ وٹامنز وغیرہ لکھ دیئے تو عماد شکریہ کہتا تھامتا ہوا اسے لیے باہر آیا۔

سارے رستے ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی بس عماد کے لبوں پہ گہری مسکان وہ واضح دیکھ سکتی تھی۔

گھر پہنچتے عماد نے سب سے پہلے دی جان کو یہ خبر دی تو وہ پھولے نہ سمائیں، انہوں نے سب سے پہلے گل کا صدقہ دیا اور سب ملازمین کو بلا کے کچھ پیسے دیئے۔ اماں بیگم 'تائی جان سب نے بہت مبارک دی، سب تو خوشی سے جھوم اٹھے تھے کہ کیف بھی اب ٹھیک ہے اور ان کے گھر میں اتنی بڑی خوشی بھی آرہی تھی۔

شام کا کھانا سب نے خوش گپیوں میں کھایا، اماں بیگم کیف کے پاس سے آج صبح ہی ائیں تھی ابھی ان کے پاس دادا جان اور اظہر صاحب تھے۔

اظہر صاحب کو انہوں نے فون پہ یہ خوشخبری سنا دی تھی۔ تائی جان کی تو گل بہو بھی تھی، گل تو شروع سے ہی ان کی ہتھیلی کا چھالہ تھی اب تو وہ بار بار اس کے صدقے واری جا رہی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہوتے سب خواتین صحن میں آگ کی انگھیٹی جلائے بیٹھی ہاتھ سینک رہی تھیں۔ گل دی جان کے پس بیٹھی دعا کو گود میں لیے ہوئے تھی جو بیچاری شکل بنا کے ابھی سکول کا کام ختم کر کے آئی تھی۔

"اللہ میرے بچوں کو ہمیشہ خوش رکھے، اب تو دعا کا بھی کوئی بھائی بہن آئے گا۔ یہ جو دعا ہر بار کسی دلہن سے پوچھتی تھی بے بی کا، تم سے اس نے کبھی نہیں پوچھا تھا کیا؟ تم بھی تو دلہن بنی تھی نا۔" ہنسی مزاق میں تائی جان نے گل سے ہنستے پوچھا تو وہ ہلکا سا ہنس دی۔

"شروع میں ایک بار اس نے اپنے بابا سے پوچھا تھا تب میں نے ہلکا سا ڈانٹا تھا تو دوبارہ نہیں پوچھا میری پیاری بچی نے۔" گل ہنستے ہوئے بتانے لگی جب نکاح کے چوتھے دن ہی دعا نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ماما کا بے بی کب آئے گا؟ تب گل نے جھینپتے اسے ڈانٹا تھا۔ اس کے بعد دعا نے دوبارہ نہیں پوچھا تھا۔

"اب زرا بتا دینا کہ بے بی آرہا ہے، وہ بھی خوش ہو جائے گی۔" نیند میں ڈوبتی دعا کے سر کو پیار سے چھوتے اماں بیگم نے کہا تو گل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"حیام کو بتا دیا کیا؟" یاد آنے پہ گل نے حیام کا پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں انہیں تو ابھی نہیں بتایا، کیف کے بابا بتا رہے تھے کہ جہانگیر نے ان کی طرف جانا تھا تب بتا دیں گے۔" اماں بیگم نے کہا تو گل نے سر ہلایا۔

"میں اس کو روم میں لٹا آؤں سو گئی ہے۔" دعا کو گود میں اٹھاتے وہ کمرے میں جانے لگی کہ اماں بیگم نے خود دعا کو گود میں اٹھایا اور گل کو کہا کہ وہ ابھی آرام کرے وزن نہ اٹھائے۔

کمرے میں دعا کو لٹاتے اماں بیگم گل کو بھی آرام کی ہدایت کرتیں چلی گئیں۔۔ دعا کے ساتھ لیٹتے اس پہ اچھے سے بلینکٹ اوڑھا اور تھپتھپانے لگی۔

خاموشی کے کچھ پل ہی بیتیں ہونگے کہ عماد بھی کمرے میں داخل ہو گیا، کمرے کا دروزہ بند کرتے وہ چلتا ان دونوں کے قریب آیا۔۔اس کی آہٹ محسوس کرتے گل نے کچی نیند کی وجہ سے آنکھ کھول لی۔

اس کو لیٹے رہنے کا اشارہ کرتے وہ آرام دہ کپڑے لیتا چینج کرنے چلا گیا۔

چینج کر کے واپس آیا تو اپنی جگہ پہ آ کے بیٹھ گیا ان کے ساتھ ہی۔

عماد کے بیٹھنے کی دیر تھی کہ گل کے چہرے پہ مسکراہٹ خود بخود آگئی جس کو عماد نے بخوبی دیکھا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں۔" خود کو مسلسل عماد کی نظروں کے حصار میں دیکھتی اس سے پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں بس دعا کی ماما کو دیکھ رہا تھا۔" مسکراتا ہوا ذرا سا اس کی جانب ہوتا جھکا اور اس کی صبیح روشن پیشانی کو اپنے لمس سے معطر کرتے پیچھے ہٹا۔

"کیسی لگی پھر آپ کو؟" وہ شرارت پہ آمادہ مزے سے بولی تو عماد نے داد دینے والے انداز میں آبرو اچکائے تھے۔

"میٹھی سی۔۔۔" وہ بھی آنکھ دباتا ہوا بولا کہ ہلکا سا کھلکھلا کے سر جھکا گئی کہ اس کی ہنسی کی کھنک میں وہ مزید مسرور ہوا۔

"آپ کو دعا کے بابا کیسے لگے؟" اب کی بار عماد نے پوچھا تو گل پر سوچ ہوئی۔

"کھٹے سے۔۔!" وہ پھر ہنس کے بولی۔

"کھٹا ہمشیہ میٹھے کے ساتھ ہی اچھا لگتا، کبھی دیکھا کہ میٹھا میٹھا لکھا ہو۔۔۔۔ہمیشہ یہ دونوں ساتھ ہی ہوتے ہیں ہماری طرح۔" اس کی بات کی تائید کرتا عماد تبصرہ کرتا گویا ہوا، اس کے ہاتھ کی مرمری انگلیوں کو تھامتا آہستہ سے اپنے لبوں سے لگانے لگا۔

"بہت شکریہ! مجھے دوسری بار بابا بنانے کے لیے۔" اپنی پاکٹ سے ایک خوبصورت تراشی ہوئی مندری کو اس کی نازک سی انگلی میں پہناتا ہوا محبت سے چور لہجے میں بولا۔

"دوسری بار!!" اپنا ہاتھ چھڑائے بغیر، اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیکھتی وہ پوچھنے لگی۔

"ہمم! پہلے دعا کا بابا اب دعا کے نئے آنے والے بھائی یا بہن کا۔" وہ وضاحت دیتا ہوا بولا ساتھ ہی جھک کے دعا کے سر پہ بوسہ دیا۔

"آپ کا بہت شکریہ! مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے،اس سے زیادہ اس پاک زات کا شکر جس نے ہمیں یہ دن دکھایا۔" وہ مشکور ہوتی اس کے ہاتھ کو لبوں سے لگاتی ہوئی بولی کہ عماد مسکاتی نگاہوں سے اپنی کل کائنات کو دیکھنے لگا۔

________*_________

جہانگیر اور رمشا کی ملاقات کروانے کے بعد جہانگیر کو واپس یونیورسٹی چھوڑا اور گھر پہنچا۔ گھر پہنچا تو زوفا اسی کا انتظار کر رہی تھی، حیام گھر کے سارے کام نپٹائے ارام کر رہی تھی اور زوفا اس کے ساتھ اس کے روم میں ہی بیڈ پہ نیم دراز تھی۔

"آ گئے آپ۔۔۔" دروازے پہ بیل ہوتے زوفا نے پوچھا تو اصفحان کی آواز سنتے اس نے دروازہ کھولتے ہی پوچھا۔

"حیام کہاں ہے۔۔۔؟" اندر آتے اس نے اپنی جیکٹ اتارتے پوچھا۔

"وہ آرام کر رہی ہے، اٹھا دوں کیا؟" بتا کے ساتھ ہی پوچھنے لگی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں، ہمیں ابھی نکلنا ہے کیونکہ پھر رات ہو جائے گی تو جانا مشکل ہو جائے گا۔" اصفحان سنجیدگی سے بولا تو زوفا نے سر ہلایا جبکہ وہ اس سے رپورٹس کے بارے میں سننا چاہتی تھی کہ کیا آیا۔

"تیار ہو جائیں۔۔۔" اس کو پاس کھڑا دیکھتے وہ بولا تو جلدی سے وہ اپنی چیزیں سمیٹتی ہوئی روم سے باہر آئی۔

"حیام گڑیا۔۔۔!" اس کے روم کے دروازے کو ناک کرتا اصفحان پیار سے بولا تو حیام اپنی نیند سے جاگتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

"طبیعت ٹھیک ہے نا میری گڑیا کی۔۔۔" محبت سے اس کے پاس بیٹھتا وہ پوچھنے لگا، زوفا سامنے صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"جی لالہ ٹھیک ہوں، آپ جا رہے ہیں!" اس کی جانے کی تیاری دیکھتی وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔

"جی ہم جا رہے ہیں پھر رات ہو جائے گی تو دادی جان پریشان ہونگی۔" اصفحان نے آہستہ سے بتایا تو حیام جلدی سے بستر سے نکلی۔

"تو آپ نے کیوں نہیں بتایا تھا مجھے، میں جلدی کھانا تیار کر لیتی کھانا کھا کے جاتے۔" وہ عجلت و پریشانی سے بولی کہ اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"ارے کوئی بات نہیں! میں پھر آپ کی بھابھی کے ساتھ چکر لگاؤں گا تب ہم یہاں کافی دن بھی گزاریں گے لیکن ابھی اجازت دیں۔" اس کا پریشان چہرہ دیکھتے وہ مسکرا کے بولتا اٹھا۔

"عاصم سے تو مل کے جائیے گا۔" وہ جہانگیر کا خیال کرتی ہوئی بولی۔

"میں ابھی اسی کے پاس سے ہو کے آرہا ہوں۔بس اب تم بھی گاؤں کا چکر لگا لو ایک۔"اس کو ہلکی سی چپت لگاتے وہ پیار سے بولا تو حیام فرط جذبات سے اس کے سینے میں آسمائی۔

"دادی جان کو میرا پیار دیجئیے گا،میں بہت جلد آؤں گی وہاں رہنے۔"وہ بھرائے لہجے میں بولی تو زوفا بھی چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

"میری بھابی کا بھی خیال رکھیں، کتنی کمزور ہو گئیں ہیں۔"زوفا سے گلے ملتے وہ لگے ہاتھوں شکوہ کرتی ہوئی بولی کہ اصفحان نے سر جھٹکا۔

"ضرور ضرور۔۔۔آپ کی بھابھی ہی تو ہیں میرے پاس۔"وہ مسکرا کے شرارت سے بولا تو حیام کے ساتھ ساتھ زوفا بھی مسکرا دی۔

تھوڑی دیر میں وہ دونوں وہاں سے رخصت ہو گئے۔اسلام آباد کی حدود سے گاڑی نکلی تو زوفا نے جھجکتے ہوئے اس سے پوچھنا چاہا۔

"اصفحان۔۔۔!"

"جی۔۔۔؟"اس نے ڈرائیو کرتے مصروف سا پوچھا۔

"رپورٹس کا کیا بنا۔۔۔؟"یہ پوچھتے اس کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی کہ دل بری طرح سے دھڑکنا شروع ہو گیا۔

"کلئیر ہے سب۔۔۔"وہ نارملی یہ الفاظ ادا کر کے خاموش ہو گیا کہ زوفا کے دل و دماغ میں ایک سکون کی لہر دوڑ گئی۔۔

"تو اب تک کیوں۔۔۔۔؟"اصفحان کے جواب کے بعد زوفا نے کچھ پل سرکنے کے بعد پوچھنا چاہا۔

"کیا چاہتی ہیں اب آپ۔۔۔!"وہ اچانک سڑک کو خالی پاتے گاڑی روکتے غصے سے پوچھنے لگا۔اس کا ضبط جیسے اس کی باتوں سے جواب دے گیا۔

"ٹیسٹ کرواؤں اپنے۔۔۔"اس کی جانب رخ کرتا وہ مزید غصے دھاڑا کہ زوفا سہم کے بھرائی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی، اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔۔۔"وہ سسکتی ہوئی کچھ بولنے لگی کہ وہ مزید بگڑے ہوئے تاثرات لیے ٹوکتا ہوا بولا۔

"کروا چکا ہوں، کلئیر ہے سب۔۔۔ خدارا اب کچھ نہ بولیے گا ورنہ میں کچھ غلط کہہ جاؤں گا۔"پہلی بات پہ وہ تیز لہجے میں بولا تو اس کو سہما دیکھتے گہرے سانس بھرتے وہ سنبھلتے ہوئے بولا۔اس کی بات پہ زوفا مزید شرمندہ ہوتی سر جھکا کے سسکنے لگی۔

"مجھے اس طرح شرمندہ نہ کریں اصفحان۔۔۔میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"وہ دوبارہ ہمت کرتی ہوئی بغیر اپنا سر اٹھائے اس سے التجا کرنے لگی۔وہ شرمندگی کے جیسے گڑھے میں گر گئی تھی،اس کا شوہر اپنا بھی ٹیسٹ کروا آیا تھا صرف اس کی بے وقوفی کی وجہ سے، کیا سوچتے ہونگے سب کہ شادی کو تین چار ماہ ہوئے اور یہ

سب۔۔۔اصفحان کیسا محسوس کر رہا ہو گا سب کے سامنے۔ایک مرد کی غیرت کا سوال تھا یہ۔۔۔۔

"ایوری تھنگ از کلئیر زوفا،یہ اللہ کے کام ہیں۔اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں نہ آپ کا اور نہ ہی میرا،اس زات کی مرضی ہے جب اسے ہمارے لیے بہتر لگے وہ ہمیں اولاد سے نوازے گا۔" وہ بہت دھیمی لہجے میں اب اس کو سمجھانے لگا ورنہ اس کا رونا اسے تکلیف دے رہا تھا۔

"رونا بند کریں اب۔"اس کی ہچکیاں سنتے وہ مزید بے چین ہوتا اس کے قریب ہوا اور اپنے بازو کے ہلکے میں لیا۔

"ایم سوری۔۔۔"وہ سرگوشی میں بولی۔

"ریلیکس رہیں اب۔۔۔" ہولے سے اس کے ڈھکے سر پہ لب رکھتے وہ بولا تو اپنے آنسوؤں کی روانی کو روکنے لگی اور سنبھلتے ہوئے پیچھے ہٹی۔

***______*_________**

"آپ مجھے اپنا ٹائم ٹیبل بتادیں تاکہ میں اسی وقت آپ کو پک کر لیا کروں اور اسی حساب سے کیف بھی اپنی روٹین تیار کر کے رکھے۔" شام ہوتے ہی جہانگیر رمشا کو لینے پہنچا تھا اور ابھی وہ اس کی گاڑی میں اظہر صاحب کی طرف جا رہے تھے۔

"میں کل آپ کو شیڈول سینڈ کر دوں گی۔" وہ مسکرا کے بولی۔

"حیام ابھی گھر ہو گی؟" کچھ توقف کے بعد وہ پھر بولی۔

"جی گھر پہ ہی ہے۔" مختصر جواب دے کے وہ خاموش ہو گیا۔

"کیا وہ ادھر آتی ہے۔۔۔؟" ایک منٹ بعد وہ پھر سے بولی۔

"کبھی کبھی۔"

"آج نہیں جانا اس نے؟" وہ اس کو دیکھتی پوچھنے لگی۔

"آپ نے ملنا ہے اس سے؟" اس کی باتوں سے اخذ کرتا ہوا بولا تو رمشا کے چہرے پہ چمک آئی۔

"ضرور۔۔۔۔" اس نے جواب ایسے دیا جیسے وہ اسے آفر کر رہا تھا ابھی ملنے کی۔

"کل مل لیجیے گا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو رمشا اس کے سنجیدہ چہرے پہ ایک نظر پھیرتی ہوئی اسے سڑیل کے لقب سے نوازتی ہوئی باہر دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر میں وہ مطلوبہ جگہ پہنچ چکے تھے۔ وہ جہانگیر کے پیچھے پیچھے قدم لیتی لفٹ میں داخل ہوئی۔

دروازہ ان کے لیے اظہر صاحب نے ہی کھولا تھا۔ اندر دادا جان بھی موجود تھے۔

جہانگیر نے رمشا کو سب سے ملوایا کہ اصفحان کی وائف کی بہن ہیں۔۔۔تو دادا نے سر پہ شفقت سے ہاتھ رکھا۔

"خان بیٹا حیام کو ساتھ لاتے اس طرح اکیلی لڑکی کا یہاں آنا اچھا نہیں لگتا۔" دادا جان نے جہانگیر کو سنجیدگی سے کہا تو جہانگیر کو واقعی مناسب نہ لگا کہ رمشا یہاں اکیلی لڑکی ہو۔

"جی دادا جان ائیندہ احتیاط کروں گا۔" وہ سمجھتے ہوئے بولا تو انہوں نے عاصم جہانگیر کا کندھا تھپکا۔

"کیف یہ رمشا، تمہاری فزیو ڈاکٹر۔" کیف کے روم میں جاتے جہانگیر نے تعارف کروایا تو کیف تیکھی نظریں کرتا اس لڑکی کو غور سے دیکھنے لگا۔

"اسے دیکھا ہے میں نے کہیں۔" وہ اپنی یاداشت سے کچھ کھوجتے ہوئے بولنے لگا تو جہانگیر نے تاسف سے اسے دیکھا جو سلام دعا کے بغیر اپنے تبصرے کرنے میں مصروف تھا۔

"ہاں جی! زوفا بھابھی کی بہن ہیں یہ۔" اس کی مشکل آسان کرتا ہوا جہانگیر بولا تو کیف فوراً سے اپنے تاثرات نارمل کرنے لگا۔

"زوفا بھابھی، اصفحان کی سالی۔۔۔ہاں یاد آگیا شادی پہ دیکھا تھا۔" اپنی یادداشت واپس آنے پہ وہ بولا تو جہانگیر کو اس کا سالی کہنا ناگوار گزرا۔

"یہ کل سے ہی یہاں آنا سٹارٹ کر دیں گی، تم اپنی نیند اب زرا کم کر لینا۔" رمشا کی جانب اشارہ کرتا ہوا وہ بولا اور ساتھ ہی کیف کو تنقیدی نگاہوں سے بھی دیکھا تو ابھی تک رمشا کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

"یہ چھوٹی نہیں کافی۔" بالآخر کافی دیر کی چھان بین کے بعد نے سنہری جملہ ادا کر دیا جس سے رمشا کو پتنگے لگ گئے۔

"لگتی ہوں لیکن ہوں نہیں، آپ کو آہستہ آہستہ علم ہو جائے گا۔" لفظ چھوٹی پہ اس تپ چڑھی تھی تبھی وہ جلی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو جہانگیر نے ستائشی نظروں سے دیکھا۔

"چلو دیکھ لیں گے ہم بھی۔" کیف کو یہ چیلنج لگا تھا تبھی وہ بھی مسکراتا ہوا بولا۔

"جی ضرور۔" وہ کہتی ہوئی جہانگیر کے پیچھے گئی۔اس کے مڑتے ہی کیف نے برا سا منہ بناتے اسے چڑایا تھا، اگر وہ دیکھ لیتی تو ضرور بدلے میں وہ بھی ایسے ہی کرتی۔

مزید پانچ منٹ اس سے بات کر کے جہانگیر اس کو واپس چھوڑنے کے لیے نکل پڑا۔رستے میں اس نے 'بیگم' کے نمبر پہ ایک میسج بھیج دیا کہ تیار رہے باہر ڈنر کرنا ہے، پہلے ہی کافی لیٹ ہو گیا تھا۔بدلے میں جو جواب ملا۔اس سے وہ کھل کے مسکرایا تھا۔

--------------**

www.novelsclubb.com

وہ روم میں ہیٹر آن کر کے بیٹھی یونیورسٹی کا کام مکمل کر رہی تھی جب موبائل ٹون بجی، چیک کیا تو 'مسٹر ہزبینڈ' کا میسج تھا باہر ڈنر پہ جانے کا۔

"میرا بنایا ہوا کھانا تو گزرتا ہی نہیں نا آپ کے حلق سے۔" وہ منہ بناتی ہوئی میسج ٹائپ کرتے سینڈ کرتی ہوئی اٹھی اور تیار ہونے کو کپڑے دیکھنے لگی کہ کونسے پہنے۔

جامنی رنگ کے ویلوٹی سوٹ میں خود کو شال سے لپیٹے وہ تیار بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جب موبائل پہ اس کی کال ریسیو ہوئی۔ یعنی وہ نیچے پہنچ چکا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟" حیام کے بیٹھتے ہی جہانگیر نے اس کے روپ کو آنکھوں میں سمائے پوچھا۔

"جہاں آپ لے جائیں!" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"واپس چلیں گھر!" وہ شریر ہوتا بولا کہ وہ سٹپٹا اٹھی۔

www.novelsclubb.com

"حد ہے! چلیں بھوک لگی ہے۔۔۔" اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے وہ بلش کرتے ہوئے بولی اور سیٹ بیلٹ باندھنے لگی۔

-----------------*

رات کے دس بج رہے تھے، موسم تھوڑا آبر آلود تھا تو چاند اپنی چاندنی لیے کبھی بادلوں میں چھپتا تو کبھی باہر نکل رہا تھا۔ ریسٹورنٹ کے باہر بنا خوبصورت سا گارڈن اس ہلکی روشنی میں دل کو لبھا رہا تھا ایسے میں اپنا کوٹ حسب عادت بازو پہ لٹکائے اپنی بیگم کے سنگ ٹھنڈی نرم گھاس پہ قدم بہ قدم چلتا جا رہا تھا۔

"رمشا کو اپائنٹ کیا ہے کیف کے لیے آپ نے!" اپنی شال میں بازوؤں کو چھپائے اس نے استفسار کرنے لگی۔

"ہمم۔۔۔! مجھے وہ ٹھیک لگی۔ مجھے لگتا ہے وہ اپنا کام جلدی سے مکمل کر لے گی۔" اس نے اپنی سوچ واضح کی۔

"تم سے ملنا بھی چاہ رہی تھی وہ۔۔۔" رمشا کی بات یاد آتے وہ بولا تو حیام نے اس کی جانب دیکھا۔

"کافی وقت ہو گیا میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی، آپ اسے لے آتے آج گھر ہی۔"

"کل تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں گا ادھر ہی تو مل لینا۔" اس نے اپنا ارادہ بتاتے ہوئے کہا تو حیام تائید کرتی سر ہلا گئی۔

"آپ کو سردی نہیں لگ رہی کیا؟" اچانک ہوا کے چلنے سے اس کے جسم میں سرد لہر سی دوڑ اٹھی تو کپکپاتے ہوئے لہجے میں پوچھنے لگی جس پہ وہ متبسم ہوا۔

www.novelsclubb.com

"سردی لگ رہی ہے کیا۔۔؟"جواب دینے کے بجائے اپنی گہری آنکھیں اس پہ گاڑتا ہوا پوچھنے لگا جس پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ساتھ ہی شال کو ایک بار پھر سے سہی سے لپیٹنے کے لیے ہاتھ باہر نکالے کہ جہانگیر خود اس کے روبرو کھڑا ہوا تھا۔

حیام نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو جہانگیر نے خود اس کو شال اوڑھائی اور اس کے ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں تھاما کہ اس کی حدت سے جیسے حیام کو سکون ملا۔

"گھر چلنا چاہیئے ہمیں۔۔"اس کے ہاتھ کے سردپن کو محسوس کرتا جہانگیر سنجیدگی سے بولا۔

اس کے بولنے پہ حیام ہلکا سا ہنس دی تو جہانگیر نے نا سمجھی سے دیکھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"آپ میری فکر میں کہہ رہے ہیں!" وہ جیسے کھوجتی ہوئی بولی تو جہانگیر اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا سامنے خوبصورت راہداری کو دیکھنے لگا۔

"کیا میں اپنی بیگم کو اتنا کھڑوس لگتا ہوں کہ اس کی فکر بھی نہیں کر سکتا؟" وہ برا منانے والے انداز میں اس کی جانب دیکھتا ہوا بولا تو اس کے چہرے پہ پھول سے کھل اٹھے۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔۔!" وہ اس سے نظریں ہٹاتی ہوئی کہنے لگی۔

"لیکن سوچا تو ضرور تھا۔" وہ بات کو پکڑتا ہوا بولا۔

"مجھے لگا کہ آپ زرا سنجیدہ سے ہیں تو ایسی رومینٹک واردات آپ نہیں کریں گے۔" اس کے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ کو دیکھتے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئی بولی تو وہ خوبصورتی سے ہنس دیا۔

"بیگم آپ کو اب بھی لگتا ہے کہ ہم رومینٹک واردات نہیں کرتے!"اس کے ہاتھ پہ قدرے گرفت مضبوط کرتے اس کی جانب ہلکا سا جھکتے آہستہ سے بولا کہ اس کے لہجے و بات کی گہرائی سمجھتے وہ سرخ پڑتی مسکرا دی۔

"آپ بات کو گھما کے کہاں سے کہاں لے جا رہے ہیں۔"وہ مصنوعی خفگی لیے بولی۔

"میں سیدھا سا بندہ ہوں سیدھی سی بات کرتا ہوں۔"وہ جیسے اترایا تھا۔اب وہ آہستہ سے اپنے قدم پارکنگ کی جانب لے جا رہے تھے۔

"بالکل جلیبی کی طرح سیدھے ہیں آپ۔۔۔"جہانگیر کے دروازہ کھولنے پہ وہ اندر بیٹھی ہوئی بولی تو چلتا ہوا اپنی سیٹ کی جانب آیا۔

"آئیس کریم کھاؤ گی۔۔۔؟"گاڑی گھر کے رستے ڈالتے اس نے پوچھا۔

"نہیں سردی بہت ہے گھر چلتے ہیں اب بس۔"اس کے بازو سے کوٹ لیتی خود کے آگے اچھے سے پھیلاتی ہوئی بولی۔

"سوپ۔۔۔؟"دوسرا آپشن اس کو دیتا ہوا اگنیشن میں چابی گھمانے لگا۔

"نتھنگ عاصم !گھر چلیں بس۔۔"وہ التجا کرتی ہوئی بولی کہ اب اسے نیند بھی ستانے لگی تھی۔

"جو حکم بیگم۔۔!"سر کو خم دیتا ہوا بولا۔

"تم چلو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں اوکے۔"گھر پہنچتے جب وہ کمرے میں جانے لگی تو عاصم نے پیچھے سے آواز دے کے پکارا۔

"کیوں کہاں جارہے ہیں آپ؟"وہ پل میں متفکر ہوئی کہ اس وقت کہاں جانا ہو گا۔

www.novelsclubb.com

"آپ ہمیشہ ایسا کرتے ہیں مجھے گھر ڈراپ کر کے خود کسی کام کے یاد آنے پہ نکل جاتے ہیں۔" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تو جہانگیر کے لبوں پہ مسکراہٹ در آئی۔

"ایک ضروری کام یاد آگیا ہے بس ابھی آتا ہوں واپس، تم آرام کرو۔" اس کے ماتھے پہ پیار سے بوسہ دیتے رخسار کو تھپتھپاتا وہ کوٹ واپس پکڑتا چلا گیا۔ کچھ اور تو نہیں لیکن حیام نے تاسف سے اس کے بیچارے کوٹ کو دیکھا جانے کب اسے پہننا نصیب ہوگا۔

__________*__________**

"اتنا وقت ہو گیا ہے جانے کب آئے گی، آپ کچھ کریں کسی کو بلوائیں میرا دل گھبرا رہا ہے۔" سلک کی نائیٹ میں وہ ملبوس مسلسل پریشانی سے چکر لگاتی ہوئی اپنے شوہر سے بولیں۔۔

"خاموش ہو جاؤ ایک منٹ میں کر رہا ہوں ناکال۔" اپنی بیوی کے بار بار کہنے پہ وہ سخت جھلائے ہوئے بولے تو وہ پریشانی سے صوفے پہ ہاتھ مسلتی ہوئی بیٹھ گئیں۔

"مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔۔ جانے وہ کہاں ہو گی۔" وہ دوپہر سے گھر سے نکلی ہوئی تھی اور اب تک واپس نہیں آئی تھی نا ہی اس کا موبائل لگ رہا تھا۔

"احسان فراموش کوئی بھی کال نہیں اٹھا رہا ابھی۔۔۔" جب مسلسل کال ملاتے ملاتے وہ تھک گئے اور دوسری جانب سے کوئی رسپانس نہ ملا تو وہ غصے سے دھاڑے پھر اچانک خیال آتے انہوں نے ایک نمبر ڈائل کرنا شروع کیا۔ جو پانچویں بیل پہ ریسیو ہو چکا تھا۔

"ہاں ہیلو۔۔۔۔۔!" فون اٹھاتے وہ مضطرب سے بولے تو رکیہ بیگم سرعت سے صوفے سے اٹھتی ہوئی ان کے قریب آئیں۔

www.novelsclubb.com

______________**

گاڑی ڈرائیو کرتا وہ سیگریٹ کے گہرے کش لیتا واپس اسی ریسٹورنٹ میں آیا تھا جہاں ابھی کچھ دیر پہلے وہ ڈنر کر کے گئے تھے۔

گاڑی پارکنگ میں پارک کرنے کے بجائے سڑک کی سائیڈ پہ روکتا ہوا اندر کی جانب گیا۔۔

"ایکسکیوز می، یہاں پہ کچھ لوگ آئے تھے شاید دوست تھے، اس ٹیبل پہ۔ کیا وہ جا چکے ہیں؟" وہ اندر کاؤنٹر پہ آتا پوچھنے لگا۔

"جی ابھی نکلے ہیں، ان میں سے لڑکا واش روم گیا ہے، ان کے ساتھ جو لڑکی تھی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی شاید۔" وہ ویٹر مؤدب سا اسے بتانے لگا تو جہانگیر سرعت سے شکریہ کرتا وہاں سے ہٹا اور باہر پارکنگ کی طرف جانے لگا۔

"ایک منٹ یہ مجھے تنگ کر رہا ہے۔۔۔" نسوانی جھنجھلاتی ہوئی آواز پہ وہ آواز کے تعاقب میں گیا تو دو لڑکے اسے سہارہ دیتے ہوئے اٹھائے لے جا رہے تھے۔

"لاؤ اتار دو۔۔۔" ایک لڑکا اس کے پتلے سے دوپٹے کو گردن سے پکڑتا ہوا اتارتا ہوا سائیڈ پہ کرتا ہوا بولا۔

"رکو۔۔۔"ان کے پیچھے آتا وہ سرد لہجے میں بولا تو لڑکے ٹھٹک کے رکے۔

"تو اس کو پکڑ کے گاڑی میں بٹھا اور نکل یہاں سے۔۔۔میں دیکھتا ہوں۔"ان میں سے ایک جس نے دوپٹہ اتارا تھا وہ دوسرے سے آہستہ آواز میں بولا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔۔

"ابھی اس کا عاشق آجائے گا جلدی کر۔۔۔"وہ شاید تیسرے لڑکے کا ذکر کر رہے تھے تبھی اسے عجلت میں کہنے لگا۔

"ایک منٹ رکو۔۔۔"جہانگیر اب کی بار سنجیدگی سے بولتا ہوا ان کے قریب چلا آیا۔

"کون ہے یہ، کیا ہوا اسے؟"وہ نارملی ان سے سوال پوچھنے لگا۔

"کیوں تمہیں اس سے کیا؟"اپنے سامنے کھڑے اس خوبرو مرد کو دیکھتے وہ ناگواری سے پوچھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"طبیعت نہیں ٹھیک لگ رہی اس کی۔۔۔!" جہانگیر نرم لہجے میں بولا۔

"ہاں اس کی بہن ہے یہ اچانک طبیعت خراب ہو گئی ہے اس کی تو گھر لے جا رہا ہے یہ۔" معاملے کو رفع دفع کرنے کے لیے وہ لڑکا جلدی سے بولا اور واپس اس لڑکے کے ساتھ ملتے گاڑی میں اس لڑکی کو بٹھانے لگا۔

"میں ڈاکٹر ہوں ادھر لے آؤ میں چیک کر لیتا ہوں۔" وہ دوسرے لڑکے کی جانب بڑھنے لگا جب وہ دونوں بوکھلاتے ہوئے جلدی جلدی کرتے اسے گاڑی میں بٹھانے لگے۔

"چھوڑو اسے۔۔۔" اس لڑکی کی چال میں واضح لڑکھڑاہٹ محسوس کرتے جہانگیر سمجھ گیا کہ وہ ہوش میں نہیں تھی تبھی آسانی سے ان کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

"اوبھے ڈاکٹر جا یہاں سے لے جائیں گے ہم اسے یہاں سے۔" پہلا لڑکا بگڑتا ہوا بولا تو اس خالی پارکنگ میں اچانک سے تھپڑ کی آواز گونجی جو دوسرے لڑکے کو بوکھلا کے رکھ گئی۔

"خاموشی سے اسے چھوڑو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" اس کا گریبان پکڑے وہ سرد سپاٹ لہجے میں غرایا اور جھٹکے سے اسے چھوڑا۔

"بھائی میں تو گھر ہی پہنچانے والا تھا یہی غلط نیت سے لے جا رہا تھا۔" دوسرا لڑکا فورا سے دیبا کو چھوڑتا ہوا پیچھے ہٹا۔

"لیکن تو ہے کون بے۔۔۔؟" پہلا والا پھر سے اس پہ جھپٹا کہ ایک بار پھر جہانگیر کا ہاتھ اٹھا اور اس کو زمین بوس کیا۔

"بھائی ہوں اس کا، اب شکل دفع کروا اپنی دونوں ورنہ یہی زمین میں گاڑ دوں گا۔" دوسرا تھپڑ کھاتے وہ تو جیسے حواس کھونے کو تھا۔

"چل بے بھاگ یہاں سے۔" وہ دوسرا سہا لڑکا اس سے تھپڑ کھانے کے موڈ میں نہیں تھا تبھی اس کو اٹھاتا ہوا وہاں سے بھاگنے کے پر تولنے لگا۔

جہانگیر لڑ کھڑاتی ہوئی دیبا کی جانب ہوا جو ماتھے پہ تیوڑی چڑھائے اسے دیکھ رہی تھی جیسے سمجھ رہی ہو کہ کیا ہوا۔

"چلو۔۔۔" وہ غصے سے سرد لہجے میں کہتا اس کا بازو پکڑے وہاں سے لے جانے لگا کہ ایک اور لڑکا اس کی جانب آتا دکھائی دیا۔

"اب یہ عاشق نکل آئے گا اس کا۔" وہ کوفت سے سوچتا ہوا بغیر اس کی دھیان دیئے آگے بڑھنے لگا جب وہ لڑکا اس کے سامنے آتا رستہ روک گیا۔

"کہاں لے جا رہے ہو دیبا کو چھوڑو اسے۔۔۔" وہ ہیرو بنتا سامنے کھڑا ہوتا رعب جمانے لگا جب جہانگیر نے ماتھے پہ بل لیے اس کے لہجے کو ناگواری سے نوٹ کیا۔

"اس کے گھر لے جا رہا ہوں، اب رستے سے ہٹو پہلے ہی وہ مجھ سے دو تھپڑ کھا چکا ۔۔۔" وہ کوفت سے بولا ہوا اسے لے جانے لگا جب سامنے کھڑے اپنے بوائے فرینڈ کو دیکھتی دیبا بھی ہاتھ پاؤں چلانے لگی۔

"چھوڑو اسے۔۔۔" وہ بھی اپنی ہمت دکھاتا ہوا آگے بڑھا جب جہانگیر کو پھر اپنے ہاتھ کا استعمال کرنا پڑا۔

"نکلو یہاں سے۔۔" اسے غصے سے آنکھیں دکھاتا ہوا بولا تو جی بھائی کہتا نو دو گیارہ ہوا۔

"سیدھا چلو۔۔۔" دیبا کو ادھر اُدھر گرتا دیکھ وہ اسے بھی جھڑکتا ہوا بولا تو آنکھیں میچتی مکمل کھولنے کی کوشش کرتی ہوئی ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

"تم ہوتے کون ہو مجھے ہاتھ لگانے والے۔۔۔" اب اگر اس کے حواس تھوڑے سنبھلے ہی تھے تو وہ ناگواری سے اپنا بازو چھڑانے لگی تو جہانگیر کو جو میٹر پہلے سے گھوما تھا اب مزید گھوم گیا۔

"ہوش میں آؤ۔۔۔اور جاؤ منہ دھو اپنا۔" اس کے چہرے پہ اپنی انگلیوں کی چھاپ چھوڑ جاتا لیکن ضبط سے مٹھی بھینچتا ہوا وہ غصے سے غرایا اور تھوڑے فاصلے پہ

موجود لگے سنک کی جانب اشارہ کیا تو سہم کے منہ پہ ہاتھ رکھتی وہ سر ہلاتی ہوئی منہ دھونے چلی گئی۔

"بیٹھو گاڑی میں۔۔۔۔" سختی سے اسے حکم دیتا گاڑی میں بٹھایا اور ارتسام کے نمبر پہ کال ملانے لگا۔

جب وہ یہاں حیام کے ساتھ تھا تبھی اس نے یہاں ان لڑکوں کے گروپ کو دیکھا تھا جن کے ساتھ دو لڑکیاں بھی تھیں۔۔ جہانگیر کبھی ارتسام کی اس کزن سے نہیں ملا تھا لیکن اسے ارتسام کی شادی کے فنکشن میں دیکھا تھا۔۔ تبھی وہ ہلکی سی شناسائی لیے وہ پہچان گیا۔

جب وہ یہاں سے جانے لگے تھے اس نے تب نوٹ کیا تھا کہ دیبا اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی، وہ حیام کے سامنے ایسا کوئی تماشا نہیں چاہتا تھا تبھی اس کو گھر چھوڑ کے واپس یہاں آیا تھا۔ وہ دوسری لڑکی تو نہیں تھی ساتھ لیکن باقی لڑکے وہیں موجود تھے جن کا ارادہ بالکل بھی ٹھیک نہیں تھا وہ جان چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

بروقت پہنچتے اس نے دیبا کو تو جالیا تھا اور اگر وہ ایک اور بات بھی کہتی تو جہانگیر کا ہاتھ اس پہ بھی اٹھ جانا تھا لیکن وہ ضبط کر گیا تھا۔

ابھی گاڑی ڈرائیو کرتے اس نے ارتسام کو کال ملائی تھی کہ اسے بتائے کہ آ کے لے جائے اس کو۔۔۔

وہ کال اکبر اعظم کو بھی ایک دو بار کر چکا تھا لیکن ان کا نمبر بزی جا رہا تھا تبھی ارتسام کو کال کرنا پڑی۔

***__________**__________**

"ارتسام۔۔۔!" مسلسل فون بجنے پہ صنم نے ارتسام کو پکارا جو مزے سے نیند کے مزے لے رہا تھا، وہ ابھی بیٹھی اپنا تھوڑا یونیورسٹی کا کام کر رہی تھی تبھی اس کی کال آنے پہ جگانے لگی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جی جانِ ارتسام۔۔۔!" وہ نیند میں بھی اس کو محبت سے جواب دینے لگا کہ صنم نے اپنا ماتھا پیٹا۔

"ارتسام موبائل دیکھیں کال آرہی ہے کب سے۔۔۔" اس کی جانب زرا جھکتے اس کی سائیڈ سے موبائل اٹھاتے ہوئے نمبر دیکھنے لگی تو تایا جان لکھا آرہا تھا۔

"تایا جان کی کال ہے ریسیو کریں۔" اپنے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستی ہوئی سیدھی ہوئی اور موبائل اس سوئی آتما کو پکڑا یا۔

"خیریت اتنی رات کو کال۔۔۔" وہ تایا جان کا نام سنتا بڑبڑاتا ہوا اٹھا کال ریسیو کرتا ہوا کان سے لگا بیٹھا۔ ساتھ ہی پڑھتی ہوئی صنم کا بازو کھینچتے اپنے پاس کر لیا کہ وہ گھور کے رہ گئی۔

"جی تایا جان۔۔۔!"

"آپ پریشان نہ ہوں میں ابھی کچھ کرتا ہوں، ایک منٹ تایا جان میں کرتا ہوں کال !" تایا جان نے ارتسام کو دیبا کے بارے میں بتایا کہ وہ کافی دیر سے گھر واپس نہیں آئی تو وہ پتا کرے۔۔ان کی بات سنتے وہ حیران تو ہوا تھا کہ آخر وہ کہاں ہو سکتی تھی تو دوسری جانب سے جہانگیر کی کال آتے دیکھ وہ ان کی کاٹتا ہوا اس کی کال پک کرنے لگا۔۔۔ جبکہ اس کے بازو کے حصار میں پڑی صنم نے بھی الجھ کے دیکھا۔

"ہاں جہانگیر۔۔۔ !او شکر خدا کا۔۔ بہت بہت شکریہ۔۔" دوسری طرف جہانگیر نے اسے بتایا کہ دیبا اس کے ساتھ ہے پریشان نہ ہوں وہ اسے گھر چھوڑنے آرہا ہے۔۔۔ سرسری سا اسے یہ سارے واقعے کے بارے میں بھی بتا دیا۔۔۔ارتسام اس کا مشکور ہوتا کال کاٹ کے اپنے تایا اکبر اعظم کو کال کرنے لگا جبکہ صنم ہنوز پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی جو ایک کی کال اٹھا کے دوسرے کی کاٹتا اور پھر اسی کو کال کرتا۔

www.novelsclubb.com

"حیام ٹھیک ہے۔۔۔ کیا کہہ رہے تھے بھائی؟" وہ پریشانی سے پوچھے لگی، اسے لگا کہ شاید حیام کو کچھ ہوا تھا جو جہانگیر نے رات کو کال کی تھی۔

"ایک منٹ۔۔۔" اس کو اشارہ کرتا دوسری جانب جواب موصول ہونے پہ اکبر اعظم سے بات کرنے لگا۔

"جہانگیر کو جانتے ہیں نا۔۔۔" ان کی مضطرب آواز سنتے ہی ارتسام نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ الجھے کہ اس وقت جہانگیر کا کیا کام۔۔۔

"ہاں کیوں، اس کا ابھی اس وقت کیا ذکر۔۔۔؟" وہ الجھتے پوچھنے لگے۔

"آپ کی بیٹی کو ابھی وہ لا رہا ہے آپ کے پاس۔۔" ارتسام کی بات سنتے جیسے وہ بگڑے تھے۔۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو میری بیٹی کا اس سے کیا تعلق؟" اس کی بات کو وہ بالکل بھی نہیں سمجھے تھے تبھی تھوڑا سختی سے پوچھنے لگے۔

"معزرت تایا جان لیکن میں نے اس دن آپ کو اسی بارے میں باور کرایا تھا جس کی وجہ سے آج آپ کی بیٹی کو وہ کچھ لڑکوں سے بچا کے لایا ہے ورنہ صبح ایک بدنامی آپ کے انتظار میں ہوتی، آزادی دینا ٹھیک ہے لیکن اس کی بھی کچھ حدود ہیں اور سوچیں جو آپ کی عزت کو صحیح سلامت آپ کے پاس لا رہا ہے آپ اس کے ساتھ کیا کر رہے ہیں، تھوڑی دیر میں جہانگیر آپ کے گیٹ پہ موجود ہو گا۔شب خیر۔" اکبر اعظم کا اس طرح غصہ کرنا اسے بالکل بھی اچھا نہ لگا تھا تبھی صاف اور سیدھے الفاظوں میں ان کو غلطی بتاتا ہوا فون کھٹاک سے بند کرتا سائیڈ پہ رکھ گیا۔

"حیام ٹھیک ہے، اور دیا؟" اس کے فون رکھتے ہی صنم نے پریشانی سے پوچھا۔

"دونوں ٹھیک ہیں صنم جان، تم بتاؤ تم کیسی ہو؟" اس کے گلابی ملائم رخسار پہ بوسہ دیتا وہ پوچھنے لگا ساتھ ہی اپنا حصار شدت سے تنگ کرتا گیا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں لیکن ہوا کیا تھا؟" وہ پھر آج کے واقعے کے بارے میں پوچھنے لگی کیونکہ اصل بے چینی اسے حیام کی لگی تھی وجہ جہانگیر کا اس وقت کال کرنا تھا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔" وہ آنکھیں دکھاتا ہوا بولا اور تھوڑا اس کی جانب جھکتے اس کے دوسرے رخسار پہ لب رکھے۔

"چلیں آپ سو جائیں میں اپنا کام مکمل کر لوں۔" وہ مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹانے لگی اس کو۔

"کافی دیر سے اپنا کام ہی کر رہی تھی تم، اور ویسے بھی نیند اڑ گئی میری۔" وہ مزے سے کہتا اس کو مزید قریب کرتا اسے بوکھلانے پہ مجبور کر گیا کہ دھڑکنوں نے نئ کے پکڑی۔

"کچھ خیال ہے شوہر کیا کہہ رہا اور تم اس کی بات کا انکار کر رہی ہو۔" اس کا حصار کھولنے کی کوشش کرتی صنم کو دیکھتے وہ زرا مصنوعی سختی سے بولا تو بدلے میں صنم نے گھورا۔

"نہیں ہے مجھے۔۔۔" وہ بھی دوبدو بولی تو ارتسام چالاکی سے مسکراتا ہوا اس کے بالوں کی خوشبو کو محسوس کرتا سرگوشی کرنے لگا۔

________________**

"اللہ میری بچی۔۔۔" دیبا کو اپنے سامنے صحیح سلامت دیکھتے رکیہ بیگم بھاگتی ہوئی اس کو سینے میں سماتی ہوئی بولیں۔اب وہ اپنے حواسوں میں تقریباً آچکی تھی تبھی خاموشی سے اپنی ماں کی آغوش میں کھڑی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں کن الفاظ میں تمہارا شکریہ ادا کروں جہانگیر خان۔" اکبر اعظم کچھ شرمندہ کچھ مشکور لہجے میں بولے تو جہانگیر ہلکا سا مسکرایا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں میرا فرض تھا آپ کی عزت کو آپ کے حوالے کرنا، اللہ کی ذات کا شکر ادا کریں کہ اس نے مجھے وسیلہ بنا کے بھیجا تھا اگر میں نہ ہوتا تو کوئی اور آپ کی بیٹی کی حفاظت کرتا آپ کے پاس لاتا۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو اکبر اعظم نے آگے بڑھ کے اسے گلے سے لگایا۔

"کچھ حدود، کچھ پابندیاں ہماری زندگی گزارنے کے لیے اچھی نہیں بہترین ہوتی ہیں مسزاعظم! وہ آپ کو بکھرنے کے بجائے سنوار جاتی ہیں تبھی تو قرآن میں بھی اللہ نے فرمایا ہے کہ 'ہو سکتا ہے جو چیز بری ہو وہ تمہیں اچھی لگے اور جو اچھی ہو وہ بری لگے' پھر اللہ بار بار فرماتا ہے میری دی گئی نعمتوں پہ غور کرواے ایمان والو!۔۔۔اللہ آپ کو اور آپ کی فیملی کو اپنے حفظ و امان میں رکھے میں چلتا ہوں، وائف انتظار کر رہی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بہت کچھ جتاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔اکبر اعظم اپنی بیٹی کی جانب متوجہ ہوئے جو دوپٹے سے ندارد کھڑی اپنے ماں سے لپٹی تھی۔۔۔

"اندر چلو۔۔۔!" بغیر کچھ کہے وہ خاموشی سے اندر کی جانب بڑھ گئے تو پیچھے ہی رکیہ بیگم بھی دیبا کو لیے آگے بڑھیں جبکہ اپنے باپ کی خاموشی دیبا کو چبھی تھی۔

________________**

www.novelsclubb.com

اپنے پاس موجود چابی سے مین دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہوا تو لاؤنج کی لائٹ آن تھی۔۔۔آہستہ سے بنا آواز پیدا کیے قدموں کی چاپ لیے وہ کمرے میں داخل ہونے لگا تو لاک۔۔۔۔

"آہ بیگم ناراض۔۔۔!"کلائی میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا تو رات کے بارہ بجنے والے تھے تو بیگم کی ناراضگی تو بنتی تھی۔۔

ڈپلیکیٹ چابی سے دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ یہاں کی لائٹس بھی آن تھیں۔۔۔سامنے ہی وہ کندھوں تک لحاف اوڑھے خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی،اچانک سے اسے سیگریٹ کی طلب سی ہونے لگی،سردی کا احساس جیسے بڑھ سا گیا۔۔وہ سرد آہ کھینچتا ہوا چینج کرنے چلا گیا۔۔چینج کرتا ہوا وہ لمحہ بھر کو رکا اور کمرے سے ملحقہ بالکنی میں آیا اور سیگریٹ سلگانے لگا۔۔۔سرد ہوا کے تھپیڑے اس کے جسم سے ٹکراتے ہوئے گزر رہے تھے۔۔۔

www.novelsclubb.com

پانچ منٹ میں گہرے کش لیتا ختم کرتا واپس روم میں آیا تو وہ کروٹ اس کی سائیڈ بدل چکی تھی۔

لائٹس آف کرتا وہ دوسری سائیڈ آتے آہستہ سے اس کے ساتھ ہی لحاف میں گھس گیا۔

تو سر نہ کوندھ کہ شاگرد ہونے والا ہے

مرا نصیب ترے لمبے لمبے بالوں کا

آہستہ سے اس کے بندھے بالوں کا جوڑا کھولتے ہوئے وہ گنگنایا تو کسمساتی ہوئی آنکھیں کھولنے لگی۔

"اتنی دیر۔۔۔ابھی بھی نہ آتے۔" وہ نیند کا خمار لہجے میں ڈبوتے بولی۔

"بتایا تو تھا کہ ضروری کام تھا۔"اس کے ماتھے سے بال سنوارتے وہ آنکھوں میں ہزاروں چاہت کے رنگ لیے بولا۔

"سیگریٹ پیا ہے؟ بری بات ہے۔۔۔"وہ مصنوعی ڈانٹتے ہوئے اس کے پاس سے سیگریٹ کی خوشبو کو محسوس کرتے پوچھنے لگی۔

"ضرورت پڑ گئی تھی۔"

وہ مسکراتا ہوا بولتا ہوا اپنے بازو کا حصار اس کے گرد باندھنے لگا اور آہستہ سے اپنے لب اس کی روشن پیشانی پہ رکھتے اسے سکون بخشتا پیچھے ہوا۔

اس کے لمس میں سکون محسوس کرتے وہ چہرے پہ رنگ بکھیرتی ہوئی آنکھیں موند گئی کہ وہ بھی متبسم ہوا گہرہ سانس بھرتے سونے کے لیے آنکھیں موند گیا۔

___________**

اگلے دن عاصم جہانگیر یونیورسٹی سے واپس آتے حیام کو ساتھ لیے رمشا کو پک کرنے گیا، وہاں سے ان دونوں کو اظہر صاحب کے پاس چھوڑا۔۔

جہانگیر تھوڑی دیر میں واپس چلا گیا یہ کہہ کے کہ وہ آفس کا چکر لگانے جا رہا تھا، ویسے تو اظہر صاحب آج کل خود وہاں جا رہے تھے اور سارا کچھ سنبھالا تھا لیکن وہ بس ایسے ہی ایک راؤنڈ لگانے چلا گیا تھا۔

رمشا آتے ہی اپنے کام لگ گئی۔ جہانگیر کی مدد سے وہ ویل چیئر پہ بیٹھا تھا۔۔ ہلکی ہلکی سی اس کے جسم کی حرکت تو شروع ہو چکی تھی لیکن وہ وزن ابھی برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

حیام رات کے کھانے کی تیاری کرنے لگی، ان کو یہی رات ہو جانی تھی تو کون جا کے بناتا کھانا تو یہی پہ کھانا بنانے لگی۔

"لڑکی آرام سے۔۔۔۔" رمشا نے آہستہ سے اس کی ٹانگ کو پکڑتے اوپر کرنا چاہا تو کیف تڑپ کے بولا کہ اچانک سے باریک سے ٹھیس اٹھی تھی ٹانگ میں۔

"سر آرام سے ہی کر رہی ہوں، آپ کی ٹانگ بھی تو دیکھیں کتنی وزنی ہے۔" وہ جلدی سے بولی مبادہ کہیں پھر سے اسے تکلیف نہ ہو۔

"تو جان بناؤ اپنی، ایک ٹانگ نہیں اٹھائی جا رہی تم سے۔" وہ ماتھے پہ بل لیے بولا تو وہ ضبط کرتی دوبارہ سے اس کی کسرت کروانے لگی۔

رات میں جہانگیر فری ہوتا یہیں آگیا تو کھانا کھانے سے فارغ ہوتے حیام اور رمشا کو لیے واپس آیا۔

"کیسا رہا آپ کا دن؟" جہانگیر رمشا سے مخاطب ہوا۔

"اچھا رہا، آپ کا شکریہ کہ آپ حیام کو اپنے ساتھ لے آئے، ورنہ میں تو فارغ ہوتے بور ہو جاتی۔" وہ مسکرا کے مشکور ہوتی بولی تو حیام بھی مسکرا دی۔

"ہم روز ایسے ہی جائیں گے وہاں۔۔۔!" گھر پہنچتے اپنی چیزیں سمیٹتے حیام نے سرسری سا جہانگیر سے پوچھا۔

"آثار تو یہی ہیں، کیونکہ اماں بیگم بھی نہیں ہیں یہاں تو وہاں سب کے کھانے کا مسئلہ ہو جاتا، ابھی تو میں اس بارے میں کچھ سوچ رہا ہوں پھر جلد ہی بتاؤں گا۔" اپنا کوٹ واپس ہینگ رکتے وہ نارمل انداز میں بولا تو حیام نے سر ہلایا۔

"ہم اگر ہمارا وہاں روز آنا جانا رہا تو میں آنے جانے میں ہی تھک جاؤں گی۔" اپنا مسئلہ بتاتی ہوئی وہ کیچن میں چائے بنانے چلی گئی۔

"بیگم چائے رہنے دو، ایک کپ کافی بنا دو۔" حیام کو چائے کی تیاری کرتا دیکھ وہ اس کے پیچھے سے آواز دیتا بولا۔

"جی اچھا۔۔۔۔" چائے کا سامان واپس رکھتی وہ اپنے لیے بھی کافی بنانے لگی۔

"کیف کو ابھی دھوپ لینے کی بھی بہت ضرورت ہے، اور جس اپارٹمنٹ میں رہ رہے ہیں وہاں سیڑھیاں چڑھنا پڑتی ان کو جو کیف کے لیے مشکل ہے۔" حیام جب کافی کے دو کپ ٹرے میں لیے کمرے میں داخل ہوئی تو جہانگیر سیگریٹ

سلگائے بالکنی میں کھڑا تھا۔اس کے ساتھ کھڑا ہونے پہ ایک کپ اٹھاتا آہستہ سے بتانے لگا۔

"یہ تو ٹھیک کہا آپ نے۔۔۔" وہ تائید کرتی ہوئی بولی، اچانک سے جہانگیر نے اپنا کپ اس کی جانب بڑھاتے تھمایا تو اس نے نا سمجھی سے پکڑ لیا۔

اس کے ہاتھ سے اس کا کپ تھامتے لبوں سے لگاتا پینے لگا کہ حیام مسکراہٹ دباتی ہوئی اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ میں یہ گٹس بھی موجود ہونگے۔" وہ شرارت سے کپ لبوں سے لگاتی ہوئی بولی تو بدلے میں سنجیدہ سا گھونٹ بھرنے لگا اصل میں اپنی مسکراہٹ چھپا رہا تھا۔

"غلط فہمی! میں شوگر فری پیتا ہوں لیکن لگتا اس میں زیادہ شوگر ایڈ ہے۔" وہ سرعت سے بات کی منفی کرتا ہوا بولا تو حیام کھلکھلا اٹھی، رات کی چاندنی میں وہ اس کی کھلکھلاہٹ کی جل ترنگ کو دیکھنے لگا جو اسے مبہوت کر کے رکھ گئی تھی۔

________________**

کمرے میں اندھیرا کیے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے، اپنی ٹانگیں سیدھی کیے بازو پہ ہاتھ رکھے نیم دراز تھے، ٹانگوں سے سینے تک لحاف اوڑھ رکھا تھا۔

باہر کے موسم میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی تو نہیں آئی لیکن ان کے دل کی کیفیت جیسے بدل سی گئی تھی۔

وہ کل رات سے گہری سوچ میں مبتلا تھے، جس کی زمین وہ غیر قانونی طریقے سے اپنا کے اس پہ اپنی ملکیت ظاہر کر رہے تھے وہ کل رات ان کی بیٹی کو باحفاظت اس کے پاس لا یا تھا، اگر وہ چاہتا تو اپنی آنا تو بیچ میں لاتا اس مسئلے سے دور ہو سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

"بابا۔۔۔!" دروازے پہ دستک دیئے وہ ان کی اجازت کی طلب گار تھی۔

آنکھوں سے بازو ہٹائے دیبا کی آواز پہ وہ اپنی سوچوں کے محور سے باہر نکلتے اسے اندر آنے کی اجازت دیتے ہوئے سیدھے ہو بیٹھے۔

"کیا کر رہے تھے آپ؟" وہ ان کے قدموں کے قریب آتی بیٹھ گئی اور آہستہ سے بات کرنے سے پہلے تمہید باندھنے لگی۔

"کچھ نہیں۔۔۔" وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔ کل رات سے ایک بار بھی انہوں نے دیبا سے بات نہ کی تھی۔۔ بس کمرے میں ہی موجود تھے۔

دیبا نے بھی خود کو سارا دن روم میں ہی رکھا تھا، اسے اب رہ رہ کے احساس ہو رہا تھا کہ اگر کل رات جہانگیر نہ آتا تو وہ ابھی اس وقت اپنے گھر میں اپنے والد کے سامنے اس طرح نہ موجود ہوتی۔۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔۔۔" وہ نظریں جھکاتی ہوئی بولی تو انہوں نے ہنکار بھرا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں آپ سے، مجھے معاف کر دیں۔" وہ نادم سی اپنا آپ مجرم محسوس کرتے بولنے لگی کہ رات کو وہ اپنی ماں کے پاس تھی جو بار بار یہی کہی جا رہی تھیں کہ ان کو جانے کون کون سے وسوسے آ رہے تھے کہیں خدانخواستہ کچھ غلط نہ ہو گیا ہو، اس کے بابا نم آنکھوں سے بار بار پریشانی سے اپنے جاننے والوں کو کال کر رہے تھے۔۔۔

"مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا کہ آپ سب کو بتائے بغیر باہر اپنے دوستوں کے ساتھ چلی گئی، دوست بھی وہ جو۔۔۔" وہ بھرائے لہجے میں بے بسی سے کہتی آخر میں لب بھینچ گئی کہ انہوں نے تڑپ کے اس کی جانب دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"غلطی اس میں تمہاری نہیں ہے، ہماری بھی ہے۔ قصوروار ہمیشہ اولاد اکیلی نہیں ہوتی۔ کہیں نہ کہیں قصور ماں باپ کا بھی ہوتا ہے۔ سب سے پہلے تو میرا قصور یہ کہ تمہیں میں نے ارتسام کے خواب دکھائے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے اور اسی سے ہر حال میں شادی کرے گا اور اس نے کی بھی۔۔۔ اس کے

بعد بھی میں نے تمہیں نہیں روکا اس سب سے اور یہاں غلطی آتی ہے تمہاری ماں کی جس نے اس بات پہ تمہاری بھرپور حوصلہ افزائی کی میرے ایک بار منع کرنے کے باوجود بھی۔" انہوں نے آہستہ سے بات کرنا شروع کی تو لمحہ بھر کو سانس لینے کو رکے۔

"جہانگیر خان ٹھیک کہہ رہا تھا کچھ چیزیں ہمارے نا چاہتے کے باوجود ہمارے لیے بہتر ہوتی ہیں لیکن ہم انسان جب تک ٹھوکر نہ کھالیں تب تک سمجھتے نہیں۔" وہ سرد آہ بھرتے ہوئے بولے۔

"تمہاری ابھی عمر ہی کیا ہے جو ہم نے تمہیں بے جا آزادی دے رکھی تھی محض اکیس سال اور وہ بھی جو تم پچیس تیس سال کے دوست بنا کے ان کے ساتھ رہ کے گزار رہی ہو۔ شرمندہ تو ہم ہیں وہ بھی اپنے خالق کے سامنے کہ اس کی دی گئی نعمتوں کا حق ادا نہ کر پائے۔" وہ کہتے جا رہے تھے اور دریا ان کو سنتی اپنے بہتے آنسوں کو بنا روکے بہائی جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ائم سوری بابا۔۔۔میں نے غلط کاموں میں حصہ، حرام چیز کو اپنے حلق سے اتارا۔۔ائم سوری۔" اپنے باپ کی باتیں سنتی وہ تڑپتی ہوئی ان کے سینے سے لگتی باآواز ہچکیوں سے رونے لگی۔

"مجھ سے نہیں بچے اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے ہمیں بری آزمائشوں سے بچا لیا۔۔" اس کے سر پہ بوسہ دیتے ہوئے بولے تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

بہت سوچ وچار کے بعد وہ ایک فیصلے پہ پہنچتے ہوئے ایک نمبر ڈائل کرنے لگے۔ جو کچھ تھا اگر پہلے وہ پہل کر چکا تھا تو اب ان کی باری تھی پہل کرنے میں۔

______________**

آج اس کی ویکنڈ کلاس تھی، جہانگیر کے آفس جاتے ہی وہ اپنی کلاس میں داخل ہوئی جہاں اسے دیکھتے سب نے ایک دم سے 'اوو' کیا۔۔وہ حیرانگی سے ان کا سب کا ری ایکشن دیکھنے لگی کہ اسے دیکھتے ایسا کیوں کیا سب نے۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" وہ الجھن سے پوچھنے لگی تو سب ایک بار ہلکا سا ہنس دیے۔

"یار تمہارے آنے سے ہمیں پتا چل جاتا ہے کہ سر بھی آ گئے ہیں۔۔ کبھی تو سر کو گھر پہ بٹھا لیا کرو، ان کے ساتھ دن گزارا کرو، پیار بھرے لمحے سپینڈ کرو لانگ ڈرائیو پہ جاؤ لیکن یونیورسٹی نہ آؤ۔" ان کی کلاس کی ایک لڑکی شریر لہجے میں بولی تو ان کے 'اوو' کرنے کا مطلب سمجھتی ہوئی وہ ہنستی ہوئی صنم کے ساتھ جا بیٹھی۔

"میرے ابھی وہم و گماں میں بھی نہیں ہوتا کہ جانا ہے یا نہیں اور آپ کے سر مکمل تیاری کے ساتھ میرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی تو اس کی بات سنتے کلاس میں لڑکیوں کا قہقہہ گونج اٹھا۔

"لگتا ہے یہ بھی زبردستی لائی جاتی ہے۔۔۔" ایک لڑکی ہنستے ہوئے بولی۔

"کہہ سکتے ہیں!" حیام بے بسی سی شکل بناتی ہوئی بولی۔

"ارے نہیں! محبوب کو نظروں کے سامنے رکھنے کا طریقہ ہے یہ سمجھا کرو۔۔۔" اب کی بار صنم نے تڑکہ لگایا تو کلاس کی لڑکیاں پھر سے شریر ہوئیں کہ سب نے معنی خیزی سے حیام کو دیکھا تو وہ بلش کرتی ہوئی سب کو گھورنے لگی۔

"دیکھو ذرا کیسا گلو آیا ہوا ہے۔۔۔" ایک لڑکی اس کی رخسار پہ چٹکی بھرتی ہوئی بولی تو سردی کی شدت کی وجہ سے سرخی مائل تھے،اور مزید ان کی باتوں سے وہ تپ اٹھے تھے۔

ابھی لیکچر شروع ہونے میں کافی وقت تھا تو سب خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے، صنم حیام سے باتیں ڈسکس کرنے لگی جب تھوڑی دیر گزرنے کے بعد عاصم جہانگیر اپنے لیکچر کے وقت کلاس میں سلام لیتا ہوا داخل ہوا۔

اس کی نظریں تو کب کی دروازے کی جانب ٹکی ہوئی تھیں،اس کی توجہ کا مرکز ہی یہ آنے والی شخصیت تھی تو وہ کیوں نا جی جان سے متوجہ ہوتی۔

عاصم نے اطراف میں نظریں گھماتے دیکھا تو سب آپس میں مصروف تھے کہ اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے بھی کوئی اس کی جانب نہیں گھوما تھا۔

وہ ہنکار بھرتا ہوا اپنا لیپ ٹاپ ڈائیز پہ رکھتا ہوا سنجیدگی سے کلاس کو دیکھنے لگا اور حیام ڈارک چاکلیٹ کلر کی ڈریس پینٹ کے ساتھ آف وائٹ شرٹ پہنے اپنے شوہر کو دیکھنے میں مصروف تھی۔۔

"اخلاق احمد صاحب اپنی کتاب 'زاویہ' میں ایک قصہ سناتے ہیں۔۔ کہتے ہیں کہ وہ روم(ROME) میں ایک زمانے میں اس کی کسی یونیورسٹی میں پروفیسر ہوا کرتے تھے۔۔۔ان کا گھر زرا فاصلے پہ موجود تھا،ایک بار وہ ایسے ہی معمول کی طرح واپس آرہے تھے کہ رستے میں ایک چونک آتا تھا وہاں سے گھر کا رستہ دیکھتے تو تھوڑا سا دور پڑتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی شارٹ کٹ بھی تھا جہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔۔ لیکن شارٹ کٹ کی وجہ سے وہاں سے گزر لے کہ وہاں کی

پولیس نے انہیں روک لیا اور چالان کاٹ دیا کیونکہ وہ غلط روٹ پہ جا رہے تھے، لہذا وہ اس چالان کو بھرتے ڈاک خانے میں چھوڑ دیں۔" کلاس اپنی ہی باتوں میں مگن تھی جب وہ اچانک سے بولنا شروع ہوا تو اس کی رعب دار آواز کمرے میں گونجتی ہوئی سب کو جیسے سانپ سونگھا گئی۔ سب اسے دیکھنے لگے کہ آج یہ کون سا قصہ کھول بیٹھا تھا۔ اپنی بات کو وہی سے جاری کرتے ہوئے وہ دوبارہ سے بولنا شروع ہوا۔

"گھر واپس آئے تو ان کی لینڈ لیڈی کو انہوں نے بتایا کہ مجھے آج چالان ہوا ہے۔۔۔ وہ ان کو باتیں کرنے لگی کہ میں آپ کو بہت شریف سمجھتی تھی لیکن آپ کیسے نکلے، آپ تو پڑھے لکھے سمجھدار انسان ہیں، خیر وہ اس خاتون کی باتیں سنتے حیران ہوئے کہ آخر ایسا کیا ہو گیا۔۔۔ جہاں تک چالان کی بات تھی اس کو وہ نظر انداز کر گئے کہ اس کا کیا کرنا ہو گا۔ کچھ دن بعد ان کو ریمائینڈر ملا کہ انہوں نے اپنا چالان نہیں بھرا تو اشفاق احمد نے کہا کہ وہ بھول گئے تھے اسے، خیر اگلی بار وہ پھر

بھول گئے چالان کو بھرنا تو اب کی بار لاسٹ وارننگ آئی کہ اگر چالان کو نہ بھرا تو انہیں عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔۔اب وہ اسے پھر سے بھول گئے۔"

وہ بات کہتے لمحہ بھر کو رکا اور حیام کو ایک نظر دیکھتے پوری کلاس کو دیکھا جو اب اسے ہی محویت سے دیکھنے سننے میں مصروف تھی۔کلاس کو ایسے اپنی جانب متوجہ پا کے وہ فخریہ مسکرایا۔

"پھر ایک دن ان کے گھر پولیس آگئی،ان کو نہیں معلوم تھا کہ یہاں کی پولیس اس چالان کے معاملے میں سخت ہے، خیر ان کو عدالتی میں پش کیا گیا اس جرم میں کہ یاد دلانے کے باوجود انہوں نے چالان نہیں بھرا اور عدالت، پولیس،ڈاکخانے کا وقت ضائع کیا ہے۔۔۔جج صاحب نے بولنا شروع کیا کہ آپ کو احساس ہونا چاہیئے کہ آپ زمہدرانہ شہری ہیں اور ایسی حرکت کیوں کر رہے ہیں تب اشفاق احمد صاحب نے ان سے معذرت کی کہ وہ بھول گئے تھے۔۔۔جج صاحب نے ان سے

پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں، اشفاق احمد صاحب نے بتایا کہ وہ یہاں روم کی ایک یونیورسٹی میں ہی ٹیچر ہیں پروفیسر ہیں تو پل بھر کو کورٹ میں خاموشی چھا گئی۔۔۔

اشفاق احمد صاحب بتاتے ہیں کہ اگلے ہی پل وہ حیران ہوئے جب جج صاحب کھڑے ہو کے بولنے لگے 'ٹیچر ان دی کورٹ، ٹیچر ان دی کورٹ 'جج صاحب کے کہنے کی دیر تھی کہ سب لوگ جو وہاں موجود تھے کھڑے ہو گئے ان کے احترام میں۔۔۔جج صاحب نے فوراً ان کے لیے کرسی منگوائی اور بیٹھنے کو کہا لیکن خود کھڑے رہے اور کہنے لگے کہ آپ استاد کی وجہ سے ہی تو ہم یہاں تک پہنچتے ہیں آپ کی وجہ سے ہی تو ہم انسان بنتے ہیں، ہمیں شرم محسوس ہو رہی ہے آپ سے جرمانہ مانگتے آپ کو احساس ہونا چاہیئے تھا۔۔۔

یہاں اشفاق احمد صاحب بتاتے ہیں کہ وہ تب بہت شرمندہ ہوئے کہ یہ ہے ان کی اخلاقیات یہ ہے ان کا اختزام، ان سے معذرت کرنے کے بعد وہ جرمانہ بھرتے

ہوئے جب تک گاڑی میں نہ بیٹھ گئے تب تک وہ سب جج سمیت باہر ان کے احترام میں کھڑے رہے۔۔۔

وہ بتاتے ہیں کہ کیسا مغربی ملک ہے جہاں استاد کا اتنا احترام کہ ایک جج اپنی جگہ سے اٹھ کے اسے باہر گیٹ تک چھوڑنے آیا۔۔ کیسی اخلاقیات تھی ان کی۔۔ کتنے منظم تھے وہ سب۔۔۔بس ایک جملہ کہ وہ استاد ہیں اور اتنا احترام۔۔۔۔" وہ بات کے اختتام پہ سب ہے چہرے دیکھتا آرام سے لیپ ٹاپ آن کرنے لگا، بلاشبہ جو وہ کہنا چاہتا اس کو سب کے سمجھ لیا تھا اور اب وہ محسوس مسکراہٹ لیے بورڈ کی جانب گھوما۔

www.novelsclubb.com

"کیا میٹھا طنز کیا ہے سر نے۔" پیچھے سے ایک لڑکا سرگوشی میں بولا چونکہ پوری کلاس میں خاموشی تھی تو آسانی سے وہ آواز تقریباً آدھے لوگوں نے سن لی۔

"امید ہے کہ آپ سمجھ بھی گئے ہونگے۔" بغیر مڑے وہ پھر طنزیہ بولا تو ایک بار پھر کمرے میں سکوت سا چھا گیا۔

"سر عاصم ایکسکیوز می۔۔۔!" عاصم جہانگیر لیکچر سے فارغ ہوتا ابھی کلاس سے نکلا ہی تھا کہ اسے سینئیر ٹیچر نظر آئیں جو ایک دو بار پہلے بھی ملی تھیں۔

"کافی وقت ہو گیا تھا کہ آپ کو دیکھا نہیں تھا، آپ کی مسز کہاں ہیں، کیا یونی چھوڑ دی انہوں نے۔" وہ آہستہ سے اس کے پاس تھوڑے فاصلے پہ کھڑی ہو تیں پوچھنے لگیں۔

"ادھر ہی موجود ہوتا ہوں، میری مسز اندر ہی موجود ہیں۔" وہ سرسری سا جواب دیتا جس کلاس سے نکلا تھا وہاں اندر دیکھنے لگا جہاں وہ کرسی پہ بیٹھی موبائل استعمال کر رہی تھی، اس کے موبائل استعمال کرنے پہ وہ تاسف سے سر ہلا گیا۔

***________**_________**

"عماد دعا کو آپ لینے نہیں گئے ابھی تک۔۔"عماد کو حویلی کے اندر داخل ہوتا دیکھ گل حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

"خدا بخش ابھی تک گھر نہیں چھوڑ کے گیا کیا؟"وہ الٹا حیران ہوتا ہوا پوچھنے لگا تو گل اچانک سے متفکر ہوئی۔

"کیا مطلب، اسے تو آپ لاتے ہیں نا تو آپ نہیں گئے آج؟"وہ گھبراتے ہوئے بولی کہ اس کی آواز کسی انہونی کے ڈر سے کپکپانے لگی۔

"نہیں! میں تو گیا تھا لیکن وہاں کے گارڈ نے بولا کہ حویلی سے کوئی آیا تھا جس کو شاید آپ نے بھیجا تھا"وہ گارڈ کی بتائی ہوئی بات دہرانے لگا کہ عماد کے چہرے پہ واضح پریشانی کی لکیریں ابھریں۔

"نہیں میں کیوں بھیجوں گی۔"وہ دعا کا سوچتی ہوئی بھرائے لہجے میں بولی۔

"ایک منٹ میں پوچھتا ہوں۔" وہ پاکٹ سے موبائل نکالتے ہوئے خدا بخش کا نمبر ڈائل کرنے لگا جو دوسری بیل پہ ریسیو کر گیا۔

"ہاں خدا بخش۔۔! دعا کو تم لائے ہو سکول سے۔۔۔؟" وہ اضطرابی کیفیت سے پوچھنے لگا۔ جبکہ دوسری جانب سے اچھی خبر نہ ملنے پہ وہ مزید دل برداشتہ ہوا کہ گل وہیں کھڑی سسکیوں سے رونے لگی۔

***_________**_________**

"ریلیکس گلِ لالہ! میں پتا کرتا ہوں یہیں اپنی کسی دوست کے ساتھ ہو گی پریشان نہ ہوں میں ابھی آتا ہوں۔" اس کو بہلاتا ہوا کمرے میں بٹھا کے وہ حویلی سے باہر گیا۔

حویلی سے باہر نکلتے سب سے پہلے اس نے خدا بخش کو کال کر کے یہاں آنے کو کہا۔

ابھی وہ کال کر کے فارغ ہوا ہی تھا کہ عامر رفاقت حویلی کی جانب چلتے آ رہے تھے۔

"خیریت یہاں کیوں کھڑے ہو؟" اس کے چہرے پہ پریشانی کے تاثرات دیکھتے وہ پوچھنے لگے۔

"پتا نہیں، دعا سکول سے اب تک واپس نہیں آئی۔" وہ پریشانی سے بولا تو وہ ٹھٹکے۔۔

"کیا مطلب، کون لینے گیا تھا اس کو؟" پل میں وہ اپنے تاثرات بدلتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"یہی تو معلوم نہیں کہ کون لینے گیا تھا، گارڈ نے بتایا تھا کہ حویلی سے کسی خاتون نے بھیجا تھا لینے کے لیے۔" وہ پریشانی سے بتاتا ہوا پھر سے خدا بخش کو کال کرنے لگا کہ وہ ابھی تک آیا کیوں نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"کہاں رہ گئے تھے تم باقی سب کہاں ہیں؟" اگلے ہی لمحے خدا بخش کو بھاگتا آتا ہوا دیکھ وہ سختی سے پوچھنے لگا کہ دعا کی گمشدگی اس کی جان نکال رہی تھی۔

"سائیں ہم تو سب ڈیرے پہ ہی تھے۔" خدا بخش ناسمجھی سے بولا۔

"دعا کو کون لینے گیا تھا اس کے سکول سے؟" وہ برہمی سے پوچھنے لگا۔

"سائیں ہمیں تو آپ نے منع کر دیا تھا نا کہ گڑیا کو ہم نہیں لائیں گے، آپ ہی لائیں گے اس کو۔" وہ اس کی بات یاد دلاتا ہوا بولا تو عماد اپنی کنپٹی سہلانے لگا۔

"میرے ساتھ چلو۔۔۔!" اس کو اپنے پیچھے آنے کا کہتے وہ دوبارہ سے سکول کی طرف بڑھ گیا پیچھے عامر رفاقت صاحب پریشانی نے ایک نمبر ملانے لگے۔

"کون تھا جو دعا کو لینے آیا تھا؟" سکول کے گیٹ کے پاس پہنچتے وہ گارڈ سے پوچھنے لگے۔

"صاحب جی آدمی تھا ایک کہہ رہا تھا کہ حویلی سے آیا ہے، اور میرے کہنے پہ اس نے بی بی جی سے بات بھی کروائی تھی۔" وہ تفصیلاً بتانے لگا تو عماد ماتھے پہ شکنیں لیے اس کو دیکھنے لگا۔

"کس بی بی جی سے؟" وہ سپاٹ لہجے میں پوچھنے لگا۔

"صاحب جی آپ کی بیوی اور دعا کی اماں سے۔" وہ گڑبڑتا ہوا بتانے لگا کیونکہ اسے بھی لگنے لگا تھا کہ وہ کسی کے ہاتھوں بے وقوف بن چکا تھا۔

"لیکن انہوں نے تو کسی سے بھی بات نہیں کی اور تم یوں ہی بغیر تصدیق کیے کسی کو بھی دے دو گی ایک چھوٹی سی بچی کو!" عماد اس کی بات سنتے غصے سے اس پہ چڑھ دوڑا، لیکن خدا بخش کے پکڑنے پہ وہ ہوش میں آیا۔

"سائیں اس کو کیا معلوم تھا کہ کوئی دھوکہ دے رہا ہے، ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔" خدا بخش اس کو اپنے ساتھ لیے واپس حویلی کی جانب بڑھا۔

"عماد گل کو کیا ہوا ہے، وہ مسلسل روئے جا رہی ہے اور اپنی طبیعت خراب کر رہی ہے۔" اماں بیگم اس کو حویلی واپس آتا دیکھ پریشانی سے بولیں تو عماد فکر مندی سے کمرے کی جانب بڑھا۔

"یہ کیا حالت بنالی ہے آپ نے اٹھیں یہاں سے۔" کمرے میں داخل ہوا تو وہ بکھری سی زمین پہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے مسلسل آنسوں بہا رہی تھی۔اس کی حالت دیکھتے وہ سرعت سے اس کے پاس پہنچتا اپنے باہوں کے حصار میں لیتا اٹھانے لگا۔

"نہیں ملی نا، کہاں ہے میری بیٹی۔۔" عماد کو اپنے سامنے دیکھتے وہ امید بھری نظریں اس پہ گاڑھے پوچھنے لگی۔

"پہلے اٹھیں یہاں سے اور ادھر بیٹھیں۔" اس کی بات کو نظرانداز کرتا سخت کا خیال کرتے بیڈ پہ بٹھانے لگا۔

"میری بیٹی لا کے دیں مجھے عماد۔۔۔" وہ ہزیانی انداز میں چیختی عماد کا گریباں پکڑتی جھنجھوڑنے لگی۔

"گل ہوش میں آئیں۔" وہ سختی سے اس کے بازو پکڑتا ہوش دلانے لگا لیکن وہ جیسے پاگل ہونے کو تھی۔

"ہوش میں آؤں؟ کیسے آؤں! میری بیٹی مجھ سے دور ہے جانے کس حال میں۔۔ زندہ بھی ہے یا۔۔۔" وہ واقعی اپنے حواسوں میں نہیں تھی تبھی اول فول باتیں کہنے لگی جس پہ عماد کا دماغ جیسے پھٹنے کو تھا۔

"گل ایک اور بکواس نہیں، خبردار اگر کوئی فضول کے الفاظ بھی نکالے تو جان نکال دوں گا اپنے ہاتھوں سے۔" دعا کے بارے میں اس کی فضول گوئی سنتے وہ ایک دم گرج دار آواز میں چیخا کہ اپنے الفاظوں پہ غور کرتی وہ خود ٹوٹنے لگی۔

"میری جان نکل رہی ہے عماد، میری سانسیں اکھڑ رہی ہیں، میری ممتا تڑپ رہی ہے، میرا دل مجھ سے دور ہے میری دھڑکنیں کم ہو رہی ہیں۔" وہ روتی تڑپتی زمین

پہ اس کے پیروں کے قریب گرتی اپنے حواس کھونے کو تھی کہ عماد خود کے اعصاب سکون میں کرتا اس کو تھامنے لگا۔

"وعدہ کیا تھا ناکہ جب تک میں ہوں آپ کے ساتھ تب تک کچھ نہیں ہونے دوں گا آپ کو 'دعا کو، ابھی بھی وعدہ ہے جلد ہی وہ آپ کے پاس ہو گی۔۔ مگر خود کو اور اپنے ساتھ جڑے وجود کو تکلیف میں نہ ڈالیں، آپ کی طبیعت بگڑ جائے گی۔"اس کو زبردستی اپنے ساتھ لگاتا سنبھالنے لگا کہ نفی میں سر ہلاتی مسلسل روتے گڑگڑا رہی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں سننا۔۔۔میری بیٹی لادیں مجھے۔۔۔" بے بسی سے اپنے ہاتھ اس کے سامنے جوڑتی منت کرنے لگی۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟"تائی جان اماں بیگم گل کی چیخوں پہ بھاگتی ہوئی ان کے کمرے میں داخل ہوئیں تو گل کو روتا دیکھتے وہ تڑپ کے رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

"امی۔۔۔۔۔میری بیٹی، وہ لے گیا مجھ سے دور۔"تائی جان کے سینے سے لگتی وہ اپنا دکھ سنانے لگی کہ تائی جان نے ناسمجھی سے عماد کی جانب دیکھا۔

"کون لے گیا، کہاں گئی ہے ہماری دعا۔۔۔؟"وہ ڈوبتے دل سے عماد کی جانب سوال کرنے لگیں۔

"کچھ نہیں ہوتا ہماری دعا کو، رات سے پہلے وہ ہمارے پاس موجود ہو گی، ان کو سنبھالیں اپنی طبیعت بگاڑ رہی ہیں۔"عماد پریشانی لیے اماں بیگم اور تائی جان سے مخاطب ہوا۔

"لیکن وہ گئی کہاں؟"اس کی بگڑتی حالت دیکھتے اماں بیگم کچھ جھنجلاہٹ سے پوچھا۔

"فرہاد لے گیا اماں بیگم، میری بچی کو وہ فرہاد لے گیا۔۔۔"عماد کے بجائے گل تڑپتی ہوئی بولی تو انہوں نے گھبرا کے گل کو دیکھا پھر عماد کو۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے عماد !" یہ سنتے ان کو وہ دن یاد آیا جب وہ یہاں سالوں بعد آیا تھا

'تو کیا وہ اسی لیے آیا تھا یہاں'۔

"آپ پریشان نہ ہوں اماں بیگم میں جا رہا ہوں دعا کو لینے آپ بس ان کا دھیان رکھیے گا۔" وہ ان کو تسلی دیتا ہوا ایک متفکر نظر گلِ لالہ پہ ڈالتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"مجھے خوشیاں کیوں راس نہیں آتی۔۔۔؟" وہ ڈبڈبائی نظروں سے تائی جان کو دیکھتے ہوئے بولی تو ان کا دل کٹ کے رہ گیا۔

--------------**

"مجھے گاؤں چھوڑ آئیں، تھوڑے دنوں کے لیے' پھر واپس آجاؤں گی۔" یونیورسٹی سے واپس جاتے ہوئے حیام نے آہستہ آواز میں فرمائش کی تو وہ گردن گھما کے آبرو اچکائے اسے دیکھنے لگا۔

"تھوڑے دنوں کے لیے؟" اس نے تصدیق کرنا چاہی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں نا' کتنے دن ہو گئے میں دادی جان سے نہیں ملی اور جب سے سب واپس گئے ہیں مجھے اور یاد آنے لگی ہے ان سب کی۔" وہ بے بسی سے اپنی حالت بتانے لگی۔

"میں ایک دن کے لیے بھی نہ چھوڑ کے آؤں وہاں تم کچھ دنوں کی بات کر رہی ہو۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تو حیام نے ناسمجھی سے دیکھا۔

"جی۔۔؟"

"مجھے ابھی بہت سے کام ہیں اور کورٹ کا بھی چکر لگ جانا ہے تو فالحال یہ ممکن نہیں، تمہارے ایگزامز کے بعد جائیں گے، میں بھی ساتھ ہی چلوں گا تب۔" وہ سنجیدگی سے اپنا پلین ترتیب دیتا ہوا اس کو بتانے لگا کہ حیام کا سن کے موڈ آف ہو گیا۔

"اس میں ابھی بہت وقت ہے، آپ کل مجھے چھوڑ آئیں، ویکنڈ پہ لے آیئے گا واپس۔" اب وہ اس کی طرف مکمل رخ کرتی ہوئی التجا کرنے لگی، جانے کیوں اب

اسے شدت سے سب کی یاد آنا شروع ہو گئی تھی جبکہ اس کے رہنے کی مدت کا سنتے عاصم کو جیسے جھٹکا سا لگا۔

"پورا ہفتہ۔۔۔۔!" اپنے تاثرات چھپاتا وہ آبرو اچکا کے پوچھنے لگا جس پہ اس نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔

"نہیں۔۔!" سپاٹ سا جواب ملا جس پہ وہ آنکھیں گھماتی ہوئی باہر کھڑکی کی طرف رخ کیے بیٹھ گئی کہ اب اس سے بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"آج اپنی اسائنمنٹ مکمل کر لینا۔" کچھ دیر گاڑی میں خاموشی ایسے ہی چھائی رہی تو اس میں عاصم جہانگیر کی سنجیدہ سی آواز ابھری۔

"جی۔۔۔" محض اتنا کہہ کے وہ پھر سے خاموش ہو گئی۔

کل ان کے کیس کہ سنوائی تھی اور اس نے ابھی عماد کو کال کر کے بلوانا بھی تھا اس بات سے بے خبر کہ وہ خود کسی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔

رمشا کو اس کے ہوسٹل سے پک کرتے وہ دونوں کیف کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پہنچے تو اظہر صاحب کو پریشان دیکھتے جہانگیر نے دریافت کیا جس پہ انہوں نے بتایا کہ دعا نہیں مل رہی۔۔۔

"کیا مطلب نہیں مل رہی، کہاں جا سکتی ہے وہ؟" ان کی بات سنتے جہانگیر ماتھے پہ بل لیے کہنے لگا جبکہ حیام خود پریشانی سے دیکھنے لگی کہ اچانک کیا ہو گیا۔

"آپ جائیں، اسے ڈھونڈ کے لائیں جلدی سے۔" حیام ہوش میں آتی عاصم کے پاس جاتی اس کے بازو کو پکڑتی التجا کرنے لگی، رمشا خاموش بت بنے سب دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پریشان نہ ہو میں جاتا ہوں، تم ادھر ہی سب کے پاس رکو۔" نرمی سے اس کے رخسار پہ ہاتھ رکھتا اسے تسلی دینے لگا اور دادا جان سے اجازت لیتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

وہاں سے نکلتے اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ایک نمبر ڈائل کیا اور دوسری طرف رابطہ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

"جہانگیر خان کیسے ہو، میں تم سے بات کرنے کا سوچ ہی رہا تھا دراصل مجھے کیس کے بارے۔۔۔" رابطہ ہوتے ہی دوسری جانب موجود شخص بولنا شروع ہوا تو جہانگیر گہرا سانس بھر کے انہیں ٹوک گیا۔

"سر! مجھے ابھی بس یہ جاننا ہے کہ آپ کا بھائی کدھر ہے اس وقت۔" خود کو نارمل رکھتے اس نے سرد سپاٹ لہجے میں پوچھا تو اکبر اعظم ٹھٹکے، فہد سے اس کو کیا کام۔

"کیوں کیا ہوا؟" اب کی بار وہ بھی سنجیدہ سے پوچھنے لگے۔

"مجھے بس یہ بتائیے کہ وہ کہاں ہے اگر آپ کو نہیں معلوم تو مجھے اس کا نمبر دے دیں پلیز۔" ان کی بات کو خاطر میں لائے بغیر وہ سرد آہ بھرتا ہوا بولا تو اکبر اعظم فہد کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتے فہد کا نمبر اس کو لکھوانے لگے۔

بغیر کوئی تاخیر کیے جہانگیر نے اس کے نمبر پہ کال کرنا شروع کر دی، مسلسل بیل جانے کے بعد کوئی کاٹ دیتا تھا۔اپنے وکیل کو کال کرتے اس نے نمبر ان کو فارورڈ کیا کہ اس کی لوکیشن فائنڈ کریں۔۔۔۔۔

"کہاں ہو اس وقت۔۔؟"گاڑی کو شہر کی حدود سے نکالتے اس نے موبائل بلو ٹوتھ کے ساتھ کنیکٹ کرتے عماد سے رابطہ کیا۔

"لالہ میں ادھر گاؤں میں ہی ہوں، لالہ دعا کا پتا نہیں چل رہا کچھ، گل اپنی طبیعت خراب کر رہی ہیں۔"عماد بے بسی سے بولا تو جہانگیر نے اسے تسلی دی۔۔۔

"کتنی دیر ہو گئی ہے؟"گاڑی کو دوسری سڑک پہ ڈالتے اس نے پوچھا۔

"لالہ سکول کی چھٹی کے وقت سے غائب ہے، دو گھنٹے ہو گئے۔"وہ بے بسی و لاچارگی سے بولا۔

"آدمیوں سے پتا کروایا انہوں نے بتایا کہ فرہاد کنسٹرکشن سائیڈ پہ ہوتا ہے آج کل، میں خدا بخش اور بابا وہیں جا رہے ہیں آپ بھی آ جائیں۔" اپنی معلومات کے مطابق جہانگیر کو بتاتا ہوا گاڑی میں بیٹھا تو جہانگیر اس کی بات سنتا ایک لمحہ کے لیے چونک اٹھا۔

"تم اسی طرف چلو میں بھی آ رہا ہوں۔" کال کاٹا وہ وکیل کی کال آنے پہ اسے ریسیو کرنے لگا، وکیل نے بھی یہی بتایا کہ وہ کنسٹرکشن ایریا کی طرف ہے، جہاں ان کی بلڈنگ وغیرہ کا کام چل رہا تھا۔

گاڑی کی سپیڈ تیز کرتا وہ اسی جانب روانہ ہو گیا۔

__________________**

"السلام علیکم!" ارتسام کے ہمراہ وہ جب ان کے گھر میں داخل ہوئی تو سب سے پہلے ان کا سامنا اکبر اعظم سے ہوا جو لاونج میں ہی بیٹھے تھے، پریشانی ان کے چہرے پہ واضح نظر آ رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"وعلیکم السلام! ارے آؤ بیٹا، کیسے آنا ہوا؟" رکیہ بیگم اپنے کمرے سے باہر نکلی تو ان دونوں کو اکٹھا دیکھتے وہ خوش اسلوبی سے کہتیں ہوئی صنم کو گلے سے لگا گئیں۔

"بس ایسے ہی ہم نے سوچا کہ ایک بار مل آئیں کافی دیر ہو گئی یہاں آئے۔" صنم مسکراتی ہوئی بتانے لگی جبکہ وہ اکبر اعظم کی پریشانی نوٹ کر چکی تھی ساتھ ہی رکیہ بیگم کا رویہ بھی محسوس کر گئی تھی۔

"آؤ بیٹھو، میں کچھ لے کے آتی ہوں۔" وہ ان کو صوفوں کی طرف اشارہ کرتے جانے لگی کہ صنم نے روک لیا تکلف سے۔

"کیا ہوا تایا جان آپ پریشان لگ رہے ہیں؟" ارتسام براہِ راست ان کی جانب دیکھتا ہوا پوچھنے لگا۔

"نہیں بیٹا ایسی بات نہیں۔۔۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولے لیکن ارتسام ان کی بات سے مطمئن نہ ہوا۔

"آپ کا بیٹا ہوں میں، بلا جھجک بتائیں۔" وہ ان کے قریب ہوتا ہاتھ تھامے اپنائیت سے پوچھنے لگا۔

"بیٹا اس دن کے بعد میں نے کیس کے بارے میں بہت سوچا، اور نتیجے پہ بھی پہنچ گیا، لیکن فرہاد۔۔۔۔! " سرسری سا بتاتے وہ فرہاد کے زکر پہ خاموش ہو گئے تو صنم نے نا سمجھی سے ارتسام کو دیکھتے واپس تایا جان کو دیکھا۔

"فرہاد نے کیا کیا۔۔۔؟"

"بیٹے فرہاد نے ہمارے لیے مصیبت کھڑی کر کے رکھ دی، جب میں سب کچھ ٹھیک کرنے کے چکر میں ہوں تو وہ سب بگاڑ رہا ہے، اس نے جہانگیر کے چھوٹے بھائی کی بیٹی کو اغوا کر لیا ہے۔" جیسے جیسے وہ بتاتے گئے صنم پہ حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹتے گئے۔

"عماد بھائی کی بیٹی، یعنی گل کی 'دعا کا فرہاد چاچو سے کیا تعلق؟" صنم کو تو بالکل بھی ان کی بات نہ سمجھ آئی تو نا سمجھی سے دونوں کو دیکھتی پوچھنے لگی۔

"گلِ لالہ فرہاد کی بیوی تھی، دعاان کی طلاق کے بعد ہوئی تھی، فرہاد اب اسی کے پیچھے تھا۔" اکبر اعظم کی خاموشی پہ رکیہ بیگم نے بتایا تو صنم کو تو جیسے جھٹکا لگا۔۔ وہ ارتسام کو دیکھتی تو کبھی رکیہ بیگم کو جنھوں نے بتایا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔!" وہ الجھن سے بولی کیونکہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کا آپس میں کوئی رشتہ بھی تھا۔

"آپ، آپ کال کر کے پوچھیں بھائی کو۔" صنم گھبراتے دل سے ارتسام کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"ہاں میں کرتا ہوں۔" ارتسام اثبات میں سر ہلاتا ہوا بولا اور جہانگیر کو کال ملانے لگا لیکن نمبر بزی جا رہا تھا۔

ابھی ارتسام جہانگیر کو کال کرنے میں مصروف تھا کہ دیبا سیڑھیاں اترتی ہوئی ارتسام سے ٹکرانے کو تھی کہ بروقت وہ سائیڈ پہ ہو گیا۔

"سوسوری بھائی۔۔!" ارتسام ابھی اس کی پھرتی دیکھتا حیرت میں جانے والا تھا کہ اس کے اگلے الفاظ سنتے وہ صدمے میں ہی پہنچ گیا۔۔

"اٹس اوکے۔۔۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ پاس کرتا ہوا سائیڈ پہ ہوا اور باہر لان کی طرف چلا گیا، ابھی وہ اپنے صدمے کو منانے کی حالت میں نہیں تھا۔ دیبا مسکراتی ہوئی اب صنم سے ملی، صنم کو اس کے رویے سے حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ ٹھوکر کے بعد انسان اسی طرح سیدھا ہوتا تھا، دیبا کو تو اللہ نے اپنی پناہ میں رکھا تھا اور وہ بروقت سنبھل گئی تھی ورنہ اس سے بھی بری ٹھوکر وہ کھا سکتی تھی۔۔

صنم ابھی اس سے کیا بات کرتی، وہ تو خود دعا کے لیے پریشان تھی، اور آج جو بات اس پہ بات کھلی وہ اس کے لیے کسی پتھر سے کم نہیں تھی جو اچانک سے اسے آ کے لگا تھا۔

گلِ لالہ ارتسام کے سب سے چھوٹے چاچو فرہاد کی سابقہ بیوی تھی۔۔وہ جتنا حیران ہوتی اتنا کم تھا۔

"ہاں جہانگیر پتا چلا کچھ فرہاد کے بارے میں۔۔۔"رابطہ ہوتے ہی ارتسام نے پریشانی سے پوچھا تو اس نے اسی جگہ کے بارے میں بتایا جہاں وہ خود جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں اپنی روانگی کا بتاتے وہ بھی صنم کو گھر جانے کی ہدایت کرتا ہوا نکل پڑا۔

_______________**

کچی سڑکوں پہ جگہ جگہ تعمیراتی کام کا سازوسامان پڑا تھا،کچھ سڑکیں پکی ہو چکی تھیں اور کچھ کا کام جاری ہے جو کورٹ کے آرڈر سے روکا جا چکا تھا۔

دو دو منزلہ عمارتیں بھی زیرِ تعمیر تھیں ابھی،ایک عمارت تقریباً مکمل ہو چکی تھی جہاں پہ اکثر یہ لوگ میٹنگز وغیرہ کرتے تھے۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اپنی گاڑی کو اس جگہ سے قدرے دور پارک کرتے ہوئے وہ اس عمارت کی جانب بڑھا، اس کے پیچھے پیچھے ہی پولیس کے سپاہی بھی موجود تھے جو الرٹ تھے۔۔

ان کو اتنا تو اندازہ تھا کہ جو بھی فرہاد کے ساتھ موجود ہونگے ان کے پاس اسلحہ نہیں ہو گا، اگر ہوا بھی تو زیادہ نہیں لیکن وہ پھر بھی سب چوکنا تھے۔

"آپ زرا فاصلے پہ ہو جائیں۔" ایک پولیس اہلکار جہانگیر کو محتاط ہوتا ہوا بولا۔

عمارت کے اندر داخل ہوتے ہی جہانگیر کا موبائل بلنک کرنے لگا تو دیکھا کہ عماد کی کال آرہی تھی۔ وہ ان کا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ ابھی تک یہاں نہیں پہنچے تھے، حالانکہ ان کو یہاں اس سے پہلے پہنچ جانا چاہیئے تھا۔

جب اس نے فون نہ اٹھایا تو عماد کا میسج موصول ہوا، جس میں اس نے بتایا کہ ان کی گاڑی اچانک ہی رستے میں خراب ہوگئی ہے تو وہیں پھنس گئے ہیں۔۔۔

جہانگیر کو یہ حرکت بھی فرہاد کے آدمیوں کی ہی لگی تھی۔

پولیس کے ساتھ جب وہ اندر داخل ہوئے تو جہانگیر کو دعا کے رونے کی آواز آئی،
اس کی آواز سے وہ جیسے تڑپ اٹھا۔

پولیس کو اشارہ کرتا ہوا وہ ان کے ساتھ آگے بڑھا۔جب کمرے میں دیکھا کہ فرہاد
کسی بچی کے ساتھ لگا اسے بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اچانک ہی پولیس کے اہلکار اندر داخل ہوئے اور ہر ایک کو گھیر لیا،وہاں تقریباً چار
لوگ تھے۔۔جن میں ایک فرہاد بھی تھا۔۔

"جہانگیر ماموں۔۔!"عاصم جہانگیر کو دیکھتے دعا فرہاد سے اپنا ہاتھ چھڑاتی ہوئی بھاگتی
ہوئی عاصم سے لپٹ گئی تو اس نے تڑپ کے اسے گود میں اٹھایا۔

"میرا بچہ۔۔۔۔"اس کو شدت جذبات سے چومتے ہوئے سینے میں بھینچا تو دعا
رونے لگی۔

"اس کو واپس کرو جہانگیر خان یہ میری بیٹی ہے۔۔۔۔" پولیس کی سخت گرفت میں وہ مچلتا ہوا غصے سے غرایا تو دعا سہم کے اس میں مکمل سما گئی۔

"یہ تمہاری بیٹی کبھی بھی نہیں ہوئی فرہاد اعظم! اس لیے اپنا حق جتانا بند کرو میری بچی پہ۔" جہانگیر سرد لہجے میں اس سے بولا تو وہ استہزایہ ہنسا۔

"تمہاری بچی۔۔۔۔ کہیں۔۔۔!" اس سے پہلے وہ اپنے منہ سے غلاظت بکتا جہانگیر کا ہاتھ اٹھا تھا اس کے چہرے پہ۔

"الفاظ وہ ادا کرو جن کو ادا کرنے کا عذاب تم سہہ بھی سکو، آئندہ میری فیملی کے بارے میں سوچا تو اپنے سوچنے پہ پچھتاؤ گے۔" اس کے جبڑے کو سختی سے ہاتھ میں دبوچتے ہوئے وہ غرایا۔

"اس کی ماں کو مجھے سونپ دو۔" اس کے تھپڑ کا جیسے کوئی اثر نہ ہوا تھا اس پہ۔

"اس سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔" جہانگیر کہہ کے دعا کو لیے جانے لگا جب وہ پھر سے بولا۔

"بیوی ہے وہ میری، واپس کرو مجھے ورنہ زندہ میں اس کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔" وہ چلاتے ہوئے بولا تو اب کی بار اس کو لگام پولیس نے لگائی۔

"خبردار اگر تم نے اپنی اس گندی زبان سے میری بہن کا نام بھی لیا تو۔" اس کو وارن کرتا بغیر کوئی دوسری بات کیے وہ وہاں سے نکلا تو ارتسام اس کا آتا دکھائی دیا، اس کے ساتھ ہی اکبر اعظم بھی موجود تھے۔

------------------**

#تقاضائے_محبت

#از_قلم_ماہم_مغل

#قسط_نمبر_50(پارٹ ٹو)

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

Don't copy paste without my permission ⊘

"ایک بار مجھے نکلنے دے یہاں سے، پھر دیکھنا کیسے میں اس سونے کی چڑیا کو اپنے پاس لے آتا۔" پولیس کی سخت گرفت میں بھی وہ اپنی خباثت دکھاتا ہوا بولا تو جہانگیر اس کو نظر انداز۔ کرتا ہوا ارتسام اور اکبر اعظم کے پاس پہنچا۔

"او شکر خدایا گڑیا مل گئی۔۔۔" ارتسام دعا کو جہانگیر کی گود میں دیکھتا سکون کا سانس لیتا ہوا بولا وہیں اکبر اعظم مزید بے چین ہوئے۔۔یعنی ان کے بھائی نے ہی یہ سب کیا تھا۔

"بہت شکریہ ارتسام یہاں آنے کا، تم پلیز عماد کو کال کر کے بتا سکتے ہو کہ دعا میرے پاس ہے، میرے موبائل کی بیٹری ڈیڈ ہو گئی ہے۔" جہانگیر اکبر اعظم کی موجودگی کو سرے سے نظر انداز کرتا ہوا ارتسام کو بولا تو ارتسام 'ہاں ایک منٹ' کہہ کے عماد کو کال کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"دعا سے بات کرنا چاہ رہا ہے عماد۔۔۔" ارتسام نے جب عماد کو دعا کی خیر کی خبر سنائی تو عماد نے کہا کہ وہ اس کی آواز سننا چاہتا ہے۔۔ لیکن دعا کچھ بھی نہیں سن رہی تھی تو جہانگیر نے خود عماد سے بات کر کے اسے حوصلہ دیا۔ اکبر اعظم پولیس کے پاس اپنے بھائی کو دیکھتے وہاں چلے گئے تھے ان سے زرا فاصلے پہ۔

"ادھر آئیں میرے پاس۔۔۔" جہانگیر دعا کو بہلا رہا تھا جب ارتسام نے پیار سے اپنی باہیں وا کر کے اپنے پاس بلایا تو وہ سہم کے مزید جہانگیر کے سینے سے لگی۔

"کچھ نہیں ہوتا گڑیا، ماموہیں آپ کے وہ بھی۔" اس کے بال سہلاتا وہاں اپنے ہونٹ رکھتا نرمی سے بولا تو اپنے چھوٹے سے بازوؤں کا مضبوط حصار بنا گئی۔

"ڈری ہوئی ہے ابھی، اسی لیے پاس نہیں آئے گی۔" اس کے مضبوط حصار کو محسوس کرتے جہانگیر نے مسکرا کے ارتسام کو کہا تو اثبات میں سر ہلا گیا۔

"تمہارا بہت شکریہ ارتسام اب تم گھر جاؤ، صنم پریشان ہو گی۔" جہانگیر مشکور لہجے میں کہتا دعا کو ایسے ہی تھامے گاڑی کی جانب بڑھا۔ پولیس اکبر اعظم سے بات کر کے ان کے بھائی فرہاد اعظم کو اپنی ہراست میں لے چکی تھی۔

ارتسام عاصم سے مصافحہ کرتا ہوا اکبر اعظم کو بھی اپنے ساتھ لیتا گھر کی طرف روانہ ہوا۔۔

"ماموں۔۔۔!" گاڑی میں بیٹھتے ہی جہانگیر نے اگنیشن میں چابی گھمائی تو دعا کی گھٹی گھٹی سی آواز اسے سنائی دی۔

"جی ماموں کی جان۔۔۔" وہ محبت سے پچکارتا ہوا بولا۔

"ماما بابا پاس جانا۔۔۔" وہ بھرائی آواز میں بولی۔

"میرا بچہ ہم کل جائیں گے ان کے پاس، ابھی حیام آپی پاس چلیں۔۔۔" وہ ایسے ہی اس کی گود میں بیٹھی تھی ابھی، سنہری بالوں کی دو پونیاں کر رکھی تھیں جن سے

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بال بکھر گئے تھے، گلابی گول رخساروں میں مزید سرخی چھا گئی تھی۔ حیام کا ذکر سنتے اس نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلایا تو وہ ہولے سے مسکرایا۔

"وہ انکل گندے تھے، کہہ رہے تھے وہ میرے اصلی بابا ہیں۔ وہ بہت گندے ہیں مجھے مارا بھی۔" اس کے سینے پہ سر رکھے وہ تھوڑی دیر کے وقفے سے بولی تو جہانگیر نے چونک کے اسے دیکھا جو رو بھی رہی تھی۔

"بس میرا بچہ، میں ہوں نا آپ کے پاس، اور کل ہم آپ کے بابا کے پاس جائیں گے ٹھیک ہے۔" اس کے گرد ایک بازو لپیٹتے ہوئے نرمی سے بالوں پہ ہونٹ رکھتا بولا۔

www.novelsclubb.com

اس کو گود میں لٹائے وہ ساتھ ساتھ ڈرائونگ کر رہا تھا، اور اپنے موبائل کو اس نے گاڑی میں ہی چارجنگ پہ لگا دیا تھا۔

اپنے گھر جانے کے بجائے اس نے گاڑی کا رخ کیف کے فلیٹ کی طرف کیا جہاں حیام اور رمشا دونوں موجود تھیں۔

ڈبلیکیٹ کی سے دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا تو رمشا کے ساتھ حیام، اظہر صاحب لاونج کے صوفے پہ بیٹھے اسی کا انتظار کر رہے تھے، ارتسام کے زریعے ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ دعا جہانگیر کے ساتھ ہے۔

"کیسی ہے دعا۔۔؟" حیام سرعت سے اٹھتی ہوئی دعا کو لینے لگی تو جہانگیر نے بتایا کہ وہ سوچکی ہے۔اس کی نیند کا خیال کرتے ہوئے جہانگیر نے اسے کیف کے ساتھ کمرے میں لٹادیا اور اسے اچھے سے کنفرٹر اوڑھایا، کیف خود بھی میڈیسن کے زیر اثر نیند میں جا چکا تھا۔اپنی میڈیسن بھی اس نے اظہر صاحب کے لیے حد اصرار پہ لی تھی ورنہ وہ دعا کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کھانا لگاؤں۔۔۔!" ساری صورتحال سے جہانگیر ان کو آگاہ کر چکا تو حیام نے پوچھا جس پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

ارتسام سے خیریت معلوم ہونے کے بعد حیام نے رمشا کے ساتھ مل کے پلاؤ بنالیا تھا۔

"دعا نے کچھ بھی نہیں کھایا ہوگا، اس کو بھی اٹھا دوں کچھ کھا پی لے۔" کھانے کے دوران حیام نے فکر مندی سے کہا۔

"ہاں کھایا تو کچھ بھی نہیں اس نے، کپڑے بھی چینج ہونے والے ہیں اس کے۔"

"ایسا کرو ابھی دعا کو نہ اٹھاؤ گھر جا کے کچھ کھلا دینا۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو حیام نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کل کیس کی سنوائی ہے نا۔" کھانے سے فارغ ہوتے وہ لوگ لاونج میں بیٹھے تھے جب اظہر صاحب نے جہانگیر سے پوچھا۔

"جی، پتا نہیں کل فیصلہ ہونا ہے یا نہیں۔ کیس کو لٹکائے رکھا ہوا ہے، میں خود کل جاؤں گا آپ ادھر ہی کیف کے پاس رکیے گا، دادا جان کی طبیعت بھی نہیں ٹھیک لگ رہی مجھے۔ تو آپ فکر نہ کیجیے گا میں خود کورٹ سے ہو آؤں گا۔" جہانگیر ان کا ہاتھ تھامتا لبوں سے لگاتا ہوا بولا تو وہ مسکرا اٹھے۔

"دعا کو یہی چھوڑ جاتے ہمارے پاس۔۔۔" جب عاصم جہانگیر حیام اور رمشا کو ساتھ لیے جانے لگا تو دادا جان نے کہا۔

"نہیں دادا جان! اماں بیگم بھی یہاں نہیں ہیں اور رات کو آپ کو تنگ نہ کرے کہیں، حیام اور میں ہیں نا سنبھال لیں گے آپ آرام کریں۔" ان کو تسلی کرواتا ہوا حیام کو اشارہ کیا تو وہ دعا کو کیف کے پاس سے لینے چلی گئی۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ دعا کے ماتھے پہ بوسہ دے رہا تھا۔

"طبیعت کیسی ہے اب؟" حیام نے نرمی سے پوچھا تو کیف نے دعا سے نظریں ہٹاتے اس کے چہرے کو ایک نظر دیکھا جو پورا دن دعا کے فکر میں پریشان تھی، پہلے سے اب زرا بہتر لگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں، جانے لگے ہو تم لوگ!" دعا کے چھوٹے سے ہاتھوں کو چومتے ہوئے بولا تو حیام نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔

دعا کو نرمی سے اٹھاتی اسے اپنے کندھے سے لگایا اور کمرے سے باہر نکل گئی پیچھے وہ آسودگی سے مسکرا اٹھا۔

سب کو خدا حافظ کہتے وہ نکلے۔۔دعا حیام کی گود میں ہی تھی،اسے شاید سردی بھی لگ رہی تھی تو حیام نے اسے سینے سے لگاتے جہانگیر کے کوٹ کو اس کے گرد لپیٹ دیا۔

رمشا کو چھوڑنے کے بعد جہانگیر نے ایک جگہ رک کے کچھ ہلکا پھلکا کھانے کو بھی لے لیا کیونکہ دعا ابھی تک بھوکی تھی تو جب وہ اٹھتی حیام اسے کھلا دیتی۔

"تمہیں سردی تو نہیں لگ رہی۔۔۔؟"گاڑی میں ہیٹر آن کرتے جہانگیر نے پوچھا تو حیام نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا تبھی حیام کے موبائل پہ عماد کی کال آنے لگی۔

حیام کال اٹھا کے سلام دعا کرنے لگی تو جہانگیر نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔

"گل ادی بات کر رہی ہیں۔۔۔"

"آپ فکر نہ کریں وہ ہمارے پاس ہے، ابھی سو رہی ہے۔" گل کے پوچھنے پہ اس کو تسلی دینے لگی۔۔

"اس کو جلدی سے میرے پاس لے آنا، مجھے اسے دیکھے بغیر سکون نہیں مل رہا۔۔" اس کی آواز میں تڑپ محسوس کرتے حیام ہولے سے مسکرائی اور جلدی سے دعا کو اس کے پاس لے جانے کا وعدہ کرتے کال کاٹ دی۔

"لاؤ اس کو میں اٹھا کے لے جاتا ہوں اندر۔۔۔" گاڑی اپنی بلڈنگ کی پارکنگ میں روکتے جہانگیر اترتا ہوا حیام کی سائیڈ پہ آیا اور ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"نو آئی ایم اوکے۔۔۔" وہ مسکراتی ہوئی احتیاط سے دعا کو گود میں لیے باہر نکلی، جہانگیر گاڑی سے حیام اور دعا دونوں کا بیگ پکڑتے گاڑی کو لاک کرتا ہوا اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"گڑیا تو اٹھ گئی۔۔۔" گھر پہنچتے ہی حیام نے اپنے روم میں دعا کو لٹایا تو اس نے کسمسا کے اپنی آنکھیں کھولیں۔

"میری جان، حیام آپی کھانا لائے۔۔!" وہ آنکھیں مسلتی ہوئی اٹھ بیٹھی تو اس کے ماتھے پہ بوسہ دیتے حیام نے پیار سے پوچھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے میرے بچے کی۔۔" جہانگیر اس کو گود میں بٹھاتا ماتھے کا ٹمپریچر چیک کرتے ہوئے پوچھنے لگا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور جہانگیر کے گرد حصار باندھ کے اس کے سینے سے سر ٹکا گئی۔

"آجاؤ پہلے فریش ہو جائیں پھر کھانا کھاتے ہیں۔۔" حیام اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے واشروم کی طرف لے کے گئی تاکہ فریش ہو جائے۔۔ سنہری بالوں کی لٹوں کو کچھ آگے سے گیلا کر کے نم چہرے اور ہاتھ لیے وہ واپس آئی۔ ابھی تک سکول یونیفارم میں موجود تھی وہ۔ جہانگیر روم ہیٹر آن کر کے بیڈ پہ بیٹھ گیا اور حیام دعا کو کھانا کھلانے لگی۔۔۔

____________________**

روم میں جاتے ہوئے اسے اصفحان کی گاڑی کی آواز سنائی دی تو گردن گھما کے گیٹ کی طرف دیکھنے لگی جہاں سے اس کی گاڑی اندر آرہی تھی۔زوفا ہلکا سا مسکاتے ہوئے وہیں اس کا انتظار کرنے لگی۔

لیکن دل تڑپ کے رہ گیا جب وہ بن کچھ کہے اس کے قریب سے ہوتا ہوا آگے نکل گیا۔اس کے لب کچھ بولنے کی چاہ میں ہی سل کے رہ گئے۔

کتنے دن ہو گئے تھے آج اور اصفحان ابھی بھی اس سے ٹھیک سے بات نہیں کر رہا تھا۔صرف ضروری بات کے

تحت بلاتا اور پھر سنجیدہ ہو جاتا۔

عاشق محبوب کو سب سے زیادہ خاموش رہ کے تڑپاتا ہے،یہی حال زوفا کا تھا،وہ اصفحان سے بات کرنے کو ترس گئی تھی اس کے پیار کو،اس کے خوبصورت لمس کو۔۔اب کیوں وہ اس طرح بے رخی دکھا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کھانا لاؤں ؟"

پھر بھی ہمت کرتی ہوئی وہ کمرے میں گئی اور اس سے پوچھنے لگی جو پچھلے کچھ دنوں سے اپنی عادت سے ہٹ کے سگریٹ سلگانا شروع کر چکا تھا، ابھی بھی وہ اسی مشغلے میں مصروف تھا۔ زوفا کی آواز پہ اس نے چونک کے مڑتے ہوئے دیکھا تو وہ پیچھے کھڑی اس سے زرا فاصلے پہ پوچھ رہی تھی۔

"نہیں بھوک نہیں۔" وہی سپاٹ لہجے میں جواب ملا کہ زوفا کی آنکھوں میں اب نمی تیرنا شروع ہو گئی۔۔اور کتنے دن برداشت کرے وہ اس رویے کو۔

"کب تک بھوک نہیں لگے گی آپ کو؟ کہاں کھانا کھا آتے ہیں آپ؟" اپنے اندر ہمت جمع کرتی ہوئی وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"زوفا لائٹ آف کریں اور سو جائیں۔" سوال کے برعکس جواب ملنے پہ اپنے آنسوؤں پہ وہ بندھ نہ باندھ پائی تو انہیں جھیل کی طرح رخساروں پہ بہانے لگی۔

"سو جائیں زوفا۔۔" ماتھے پہ بل لیے وہ سرد لہجے میں بولا تو زوفا اس کو بازو سے پکڑ کے اس کا رُخ اپنی جانب کرتی ہوئی بھرائی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

"بس کریں خدارا، میں تھک گئی ہوں آپ کی یہ بے رخی سہتے سہتے۔ مجھ سے نہیں برداشت ہو رہا آپ کا یہ رویہ، نہ کریں مجھے خود سے دور۔" اس کے ایسا کرنے پہ جب اصفحان نے ماتھے پہ بل لیے اسے دیکھا تو ساری ہمت بہادری کہیں جا سوئی اور پل میں اس کے سینے سے لگتی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"اس تکلیف کے بارے میں آپ کیا کہیں گی جو آپ مجھے دیتی رہی ہیں۔" اس کو خود سے دور کیے بغیر وہ لاتعلقی سے بولا۔

"میں نے بھی سہہ لی ہے وہ تکلیف اب تو ایسا نہ کریں۔ اس سب کے بعد میں نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے آپ ناراض ہوں اب۔۔۔" ہنوز آنسوں بہاتی ہوئی وہ دھیمی آواز میں شکوہ کرنے لگی۔

"تو کیا میں امید رکھوں کہ آپ آئیندہ بھی ایسا کچھ کریں گی؟" وہ لہجے میں زرا سختی سموئے بولا تو زوفا نے دیکھے بغیر سرعت سے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے کچھ نہیں چاہئیے سوائے آپ کے۔" سر اٹھاتے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی تو اصفحان نے اپنی اڈتی ہوئی مسکراہٹ کو روکا۔

"مجھے بھی آپ ہی چاہئیے۔" اس کے گرد اپنا حصار قائم کرتے ہوئے وہ محبت سے اس کے سر پہ لب رکھتا ہوا بولا۔

"کچھ دن پہلے بھی منا سکتی تھیں آپ مجھے۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا تو زوفا نے نا سمجھی سے دیکھا جس پہ اس نے ابرو اٹھاتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا کہ ہاں صحیح کہہ رہا ہوں۔

"تین دن سے میں منانے کی کوشش ہی کر رہی ہوں میں۔" وہ جتاتی ہوئی بولی تو اصفحان نے س کو سراپا گہری نظروں سے دیکھا جو گہرے گلابی رنگ میں آتش فشاں بنی اس کے حصار میں کھڑی تھی۔

"ہم لگ بھی رہا ہے اور مجھے لگتا ہے کہ میں خوامخواہ اتنے دنوں سے گھاٹے میں رہا ہوں۔" وہ کچھ معنی خیزی سے بولا تو زوفا سر جھکاتی ہوئی گلابی پڑنے لگی۔

نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بیڈ پہ بٹھایا اور اس کے بال آہستہ سے کان کے پیچھے کرنے لگا۔

"مجھے آپ ابھی کافی ہیں، اللہ سب بہتر جانتا ہے تو جب اسے ہمارے لیے بہتر لگے تو وہ ہمیں اولاد سے نواز دے گا اور پھر اتنا نوازے گا کہ آپ روتی ہوئی مجھ سے شکوے کیا کریں گی کہ اصفحان یہ سنبھل نہیں رہے مجھ سے۔" محبت سے اس کو دیکھتے ہوئے رخسار پہ ہاتھ رکھتے کہنے لگا وہ سمجھتی ہوئی سر ہلا گئی۔

"ابھی میری محبت سمیٹنے کے لیے آپ کافی ہیں۔" ماتھے کو آہستہ سے اپنے لمس سے روشناس کرتے ہوئے ہولے سے بولا تو اس کے کندھے پہ نرمی سے سر رکھتے ہوئے آنکھیں موند گئی۔

__________________**

"آپ نے ابھی سونا نہیں۔۔۔؟" حیام کب سے دعا سے باتیں کر رہی تھی اور دونوں کھلکھلا رہی تھیں۔۔جب اسے نیند آنے لگی تو منہ بنا کے پوچھنے لگی جیسے تھک گئی ہو۔

حیام کے پوچھنے پہ اس کے دوپٹے کے کونے پہ لگے بیڈز سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی دعا نے نفی میں سر ہلایا تو حیام نے بے بسی سے جہانگیر کو دیکھا جو لیپ ٹاپ آن کیے شاید کوئی مووی دیکھ رہا تھا مزے سے۔

"کیا ہوا۔۔؟" حیام کی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے کانوں سے ہینڈ فری اتارتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔!" وہ ہلکا سا ہنسی تھی۔

"مجھے نیند آ رہی ہے بس۔" وہ سر جھٹک کے بولی تو جہانگیر نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔

"کوئی نئی بات بتاؤ، میری دفع بھی تم یہی کہتی ہو۔" وہ آنکھیں گھماتا ہوا بولا تو وہ گھور کے رہ گئی۔

"دعا کو نیند نہیں آ رہی اور مجھے نیند آ گئی ہے۔" وہ اب کی بار پوری بات بتاتی ہوئی بولی تو جہانگیر نے لیپ ٹاپ کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھا۔

"گڑیا آ جائے اپنے ماموں کے پاس اور آپ بھی زوجہ!" تھوڑا آگے جھکتے اس نے دعا کو اٹھاتے گود میں لیا اور حیام کے قریب ہوتے سرگوشی کرتے چھوٹی سی شرارت کرتے آنکھ دباتا ہوا پیچھے ہوا۔

"اب آپ کھیلیں اس کے ساتھ۔" وہ مسکراتی ہوئی لیٹی تو دعا نے آگے ہوتے حیام کے دوپٹے کو پھر سے پکڑ لیا اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی، جہانگیر نے لیپ ٹاپ پہ موؤی کو بند کرتے کوئی اور بچوں والی موؤی لگادی کہ دعا اس کے ساتھ بزی ہو جائے۔

ایک ہینڈ فری کی ایک سائیڈ اپنے کان میں لگاتے دوسرہ حصہ اس کے کان میں لگایا۔ حیام ان کی طرف کروٹ لیتے ہوئے مسکرا کے دعا کو دیکھنے لگی جو جہانگیر کے سینے پہ سیدھا لیٹی ہوئی مزے سے اس کا دوپٹہ ہاتھ میں تھامے موؤی دیکھ رہی تھی جبکہ جہانگیر آنکھوں میں چاہت کے بے پناہ رنگ لیے حیام کو دیکھنے میں مصروف تھا جس سے وہ انجان تھی۔ جہانگیر پہ نظر پڑتے ہی وہ لب بھینچتی ہوئی مسکراہٹ دبا گئی اور ساتھ ہی آنکھیں موند گئی۔

اپنی مخصوص مسکراہٹ لیے عاصم جہانگیر اس کو دیکھتا نظروں کا زاویہ واپس لیپ ٹاپ کی طرف کر گیا یقیناً وہ اس کے دیکھنے پہ شرما گئی تھی۔۔

"انٹرسٹنگ۔۔!"اس کے شرمانے پہ وہ تبصرہ پاس کرتا ہوا مزے سے بولا تھا۔

"لو نیند آگئی ہے اس کو۔۔"اپنے گرد حصار بنتا محسوس کرتے ہوئے حیام نے نا سمجھی سے اپنی آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ دعا اس کے ساتھ لپٹ رہی تھی۔جس پہ عاصم نے بتایا تو اس نے مسکراتے ہوئے اپنا ایک بازو دعا کے گرد باندھ لیا۔

---------------**

"جی سر۔۔۔!"وہ نیند سے بوجھل ہوتی آواز سے بولی اور جمائی لیتی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

رات کے اس پہر وہ ہر نارمل انسان کی طرح سکون کی نیند کے مزے لے رہی تھی جب موبائل کی چنگھارتی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکراتی ہوئی اس کی میٹھی نیند میں خلل پیدا کر گئی،ہاتھ مارتے ہوئے اس نے موبائل تلاشا تو اوپر 'سر کیف' لکھا دیکھ وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگی کہ اس وقت خیریت۔۔کال اٹینڈ کرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی۔

"سو رہی تھی آپ مس رمشا؟"اس کے پوچھنے پہ دوسری جانب سے لاپرواہ سی آواز ابھری۔رمشا نے پھر سے وقت دیکھا تو رات کے دو بج رہے تھے۔

"آپ کو کیا لگتا ہے سر۔۔۔؟"اس کا سوال سنتے ویسے بھی نیند اپنا بوریہ بستر اٹھا کے بھاگ چکی تھی تو وہ الٹا ماتھے پہ بل لیے چبا کے پوچھنے لگی۔

"مجھے تو کچھ بھی نہیں لگتا، میں نے یہ کہنا تھا کہ کل آپ آئیں گی کیا؟"وہ بستر پہ بیٹھا موبائل فون کان سے لگائے اس سے آدھی رات کو یہ پوچھ رہا تھا مزے سے۔

"جی آؤں گی، کیوں کوئی مسئلہ ہے کیا؟"وہ حیران ہوئی تھی اس کی سائیکی پہ۔

"نہیں بس یہی پوچھنا تھا شکریہ!"اتنا کہہ کے وہ موبائل آف کر گیا کہ رمشا دیدے پھاڑے گھور کے موبائل کو دیکھنے لگی کہ یہ کیا مزاق تھا۔

"عجیب سر پھرا انسان ہے، یہ وقت ہے کوئی کسی لڑکی کو کال کرنے کا۔" وہ رو دینے کو تھی کہ اتنا پیارا خواب دیکھ رہی تھی جس میں وہ دلہن بنی بیٹھی تھی اور یہاں اس بد تمیز انسان نے پورے خواب پہ پانی پھیر دیا۔

موبائل کو سائیڈ ٹیبل پہ پھینکنے کے انداز میں رکھتے ہوئے وہ دوبارہ سے لیٹ گئی۔

اس نے کھٹاک سے فون رکھنے پہ کمرے میں موجود دوسرے بیڈ پہ سوئی لڑکی آنکھیں کھولتی اس سے پوچھنے لگی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"کچھ نہیں سو جاؤ۔" وہ رکھائی سے بولی اور کروٹ بدل گئی۔

وہ مزے سے اس کا نمبر دیکھتا ہوا چالاکی سے مسکرایا۔

"آج مجھے نیند سے اٹھایا تھا اس نے، اب پتا چل گیا ہو گا کہ کیسا لگتا ہے نیند سے اٹھا کے۔" وہ مزے س سوچتا ہوا موبائل کو سائیڈ پہ رکھتا ہوا آنکھیں موند گیا، اس کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بازواب پہلے سے کافی حرکت کرنا شروع کر چکے تھے، چلنے میں ابھی دشواری تھی باقی رمشا بہت اچھے سے اس کی کیئر کر رہی تھی کہ وہ جلدی سے ریکوور کر رہا تھا، اس بات کا وہ مشکور بھی تھا اس کا۔

_________________**

"گلِ لالہ یہ میڈیسن لیں۔" وہ خاموشی سے بیڈ پہ کروٹ کے بل لیٹی کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی جب عماد اس کے قریب بیٹھتا ہوا بولا۔

"مجھے نہیں کھانی۔۔۔" وہ بھرائی آواز میں بولی۔

"طبیعت خراب کر رہی ہیں اپنی، اٹھیں۔" وہ متفکر ہوتا بولا اور خود آگے جھکتے ہوئے اس کو اٹھانے لگا۔

"کیوں پریشان ہو رہی ہیں آپ، دعا مل گئی ہے خان لالہ کے پاس ہے۔ آپ کی بات بھی ہو چکی ہے اس سے پھر کیوں فکر رہی ہیں۔" اس کو سینے سے لگاتے ہوئے وہ نرمی سے سمجھانے والے انداز میں بولا تو وہ رونے لگی۔

"میں بہت ڈر گئی ہوں عماد، مجھے خوف آنے لگا ہے۔" اس کی شرٹ کو مضبوطی سے تھامتی ہوئی اپنی حالت عیاں کرنے لگی تو عماد نے دکھ سے اس دیکھا۔

"کس چیز سے خوف آنے لگا ہے۔" اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتا ہوا نرمی سے سہلانے لگا۔

"چھن جانے سے، آپ کے 'فیملی کے سب کے چِھن جانے سے، اپنی خوشیاں چھن جانے سے مجھے خوف آتا ہے، کہیں کوئی مجھ سے آ کے سب چھین نہ لے۔" وہ روتی ہوئی اپنا خوف بتانے لگی تو عماد نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔ ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ تھامتے ہوئے اس کی صبیح روشن پیشانی پہ اپنے نرم ہونٹوں کا لمس چھوڑا۔

"خود سے زیادہ اللہ پہ بھروسہ رکھیں، وہ کچھ غلط نہیں ہونے دیتا اپنے بندوں کے ساتھ۔" انگلی کے پوروں سے اس کے آنسوں صاف کرتا ہوا بولا تو گل نے روتے ہوئے اثبات میں سر ہلا یا۔اس کے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھتے ہونٹوں کے پاس لاتے ان کے پہ لب رکھتی آنکھیں موند گئی۔

"اللہ ہمیں ایک بار پھر اتنی پیاری نعمت سے نواز رہا ہے تو خیال رکھیں اپنا، مجھے بے بی کے ساتھ ساتھ اس کی ماما کی بھی بہت فکر ہے۔اتنی خوبصورت ماما ہے میرے بچوں کی کہ باپ شکر ادا کرتا نہیں تھکتا۔" وہ مسکراتا ہوا پیار و شرارت سے بولا تو گل ہلکا سا ہنس دی۔

www.novelsclubb.com

"اب تو ویسے بھی آپ حسین سے حسین تر ہوتی امیر بنتی جا رہی ہیں کہ مشکل سے ہی آپ مجھ غریب کو وقت دیں گی۔" عماد اس کا دھیان بھٹکانے کو شرارتاً بولا۔

"ایسی بات بھی نہیں اب عماد۔" اس کی بات پہ وہ خفگی سے بولی۔ لیکن یہ بھی سچ تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہوتی جا رہی تھی، اس کی گلابی رنگت میں دن بدن

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نکھار آتا جا رہا تھا۔اور جب وہ خفگی بھری نگاہیں عماد کی طرف مرکوز کرتی تو اس کی سنہری آنکھوں کے دریا میں وہ ڈوب سا جاتا کہ کہیں ہوش نہ رہتا۔اس کی آنکھوں پہ خوبصورت گھنی خم دار پلکوں کا پہرہ جو اکثر اس کی شرارتوں، جسارتوں سے حیا کے بوجھ تلے جھک جاتی تھیں۔

اس کو اپنی نگرانی میں میڈیسن کھلاتا ہوا، اپنے محبت کے حصار میں باندھتا اس سے میٹھی پیار بھری باتیں کرتا اس چاندنی بکھیری رات میں کسی سحر اسے نکالتا ہوا اسے خوبصورت پھولوں سے بھرے میدان میں لے جانے لگا کہ اس کی ہنسی کی جلترنگ میں وہ کھویا سا اس کو بھی خود میں سمونے لگا۔

______________**

"بیگم لائٹ آف کرو۔۔۔" ماتھے پہ شکن لیے وہ بولا تو بازوؤں پہ چھبن سی ہونے لگی۔

"چھوڑیں گے تو کروں گی ناں۔" دوسری جانب سے غصے سے بھری جھنجھلاتی ہوئی آواز آئی تو اس نے نا سمجھی سے آنکھیں کھولیں۔ وہ کروٹ لیے چہرہ دوسری جانب موڑ کے لیٹی تھی جبکہ کمرہ مکمل روشن ہوا پڑا تھا، کھڑکیوں سے نکلتے سورج کی کرنیں اندر کمرے میں ابھی داخل نہیں ہوئی تھیں۔

"ہاں تو پکڑا کب ہے میں نے۔" وہ بھی تنک کے بولا تو حیام نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"عاصم میرے بال چھوڑیں۔۔۔" اب کی بار اس نے گردن گھماتے ہاتھ پیچھے کرتے اس کے بازو پہ زور سے ناخن چبھوئے تو وہ تلملا کے رہ گیا۔

"کیا مسئلہ ہے بیگم یار۔" وہ ماتھے پہ شکن لیے ناگواری سے بولا کیونکہ اس بار اس نے ناخن بہت زور سے چھبائے تھے۔

"میرے آدھے بال آپ کے نیچے ہیں، اٹھیں۔" وہ بھی لٹھ مار انداز میں کہتی ہوئی گھوری تو وہ نظریں گھماتا ہوا سینے کے نیچے دبے اس کے بالوں کو دیکھنے لگا جو شاید رات کو کسی وقت آ گئے تھے نیچے۔

اپنے بال نکالتے وہ مسلسل اسے گھور رہی تھی۔ کچھ ابھی نیند بھی باقی تھی اور کمرے کی لائٹس بھی ساری آن تھی جو آنکھوں کو چبھ رہی تھیں تبھی اس کی بھی آنکھ کھلی۔

"کیوں گھور رہی ہیں بیگم۔" نا چاہتے ہوئے بھی وہ خود کو مسکرانے سے باز نہ رکھ سکا۔ بنا کوئی جواب دیئے وہ اپنے بال جوڑے میں قید کرتی ہوئی کمرے میں نظریں گھمانے لگی تو ایک طرف دیکھتی وہ چونک اٹھی۔

پھر پاس ہی بیڈ پہ سائیڈ پہ دیکھا تو دعا مزے سے سو رہی تھی لیکن ہاتھ پہ اور منہ پہ مختلف رنگ لگے تھے۔۔ وہ سرد آہ بھرتی ہوئی ڈریسنگ کے قریب آئی اور اپنی لپسٹکس وغیرہ اندر رکھنے لگی جو یقیناً دعا ایک بار اٹھ کے خود پہ ٹرائی کر چکی تھی،

جب وہ نماز کے لیے اٹھی تھی تب ہی اس کے بعد دعا بھی اٹھ گئی ہو گی، اور کمرے کی ساری لائٹس آن کرتے چیزوں کا جائزہ لے رہی ہو گی۔

اس کو ڈریسنگ کے قریب جاتا دیکھ جہانگیر مسکراہٹ دباتا پر شوق نظروں سے دیکھنے لگا لیکن کچھ لگانے کے بجائے اسے چیزیں اندر رکھتے وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگا۔

"لگائی نہیں۔۔؟" روم کی لائٹس آف کرتے جب وہ واپس بیڈ کی طرف آنے لگی تو جہانگیر نے استفسار کیا جس پہ وہ الجھی۔

"کیا۔۔؟" وہ نا سمجھی سے پوچھتی ہوئی دعا کو احتیاط سے سیدھا کرنے لگی۔

"لپسٹک۔۔!" وہ آبرو آچکاتے بتانے لگا۔

"میں نے کیوں اس ٹائم لگانی ہے؟" حیام الٹا حیران ہوتی واپس لیٹتی ہوئی بولی، اور دعا پہ اچھے سے کنفرٹر اوڑھا۔

"نہیں۔۔!ایسے ہی۔"وہ سر جھٹکتا ہوا مسکرایا تو حیام کندھے اچکا کے دعا کے گرد بازو کھولتے ہوئے آنکھیں موند گئی، دعا اب درمیان میں تھی اور حیام نے جہانگیر کی طرف چہرہ کیے کروٹ لی ہوئی تھی۔

عاصم جہانگیر ایک پل تو اپنی سوچ پہ ہنسنے لگا لیکن پھر دل میں اٹھتی ہوئی خواہش پہ قابو نہ پاتے اگلے لمحے ہی زرا سا قریب ہوتے حیام پہ سایہ سا کرتے آہستہ سے اس کے ماتھے پہ لب رکھے کہ بند آنکھوں سے ہی وہ کھل کے مسکرائی۔

"مجھے جگا دینا جلدی، کورٹ کی ہیئرنگ بھی ہے آج۔"اس کے کان میں سرگوشی کرتے وہ دور ہوا تو حیام نے آنکھیں کھول کے "جی" کہا تب تک وہ پیچھے ہوتا واپس اپنی جگہ لیٹ چکا تھا۔

مزید تھوڑی دیر لیٹنے کے بعد حیام نے بھی اٹھ جانا تھا کیونکہ انہوں نے آج گاؤں بھی جانا تھا جس کی تیاری ابھی کرنے والی تھی۔

_______*_______

"یہ کیا مسئلہ بن گیا ہے اب، پہلے ہی لٹکائے رکھا ہے یہ سب۔۔" بالوں کو تولیہ سے رگڑتے ہوئے اس نے ماتھے پہ بل لیے کہا۔

"چلیں ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں ہم کل ملیں گے اوکے، اللہ حافظ۔" کمرے میں داخل ہوتی حیام کو دیکھتے پاس آنے کا اشارہ کرتے ہوئے بات ختم کرتا ہوا بولا۔ اس کے اشارے پہ وہ نظریں چراتی ہوئی پاس آئی کیونکہ جناب شاور لیے ایسے ہی شرٹ کے بغیر اندر موجود تھا۔

"جی۔۔۔؟" اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو اس نے شرٹ پکڑانے کو کہا اور خود آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اس کے کسرتی بازوؤں کو دیکھتی ہوئی ایک پل کو مسکائی تھی۔

"کتنے موٹے بازو ہیں آپ کے۔" اس کو شرٹ پکڑانے کے بعد بیڈ پہ لیٹی دعا کے پاس آتی اسے اٹھانے لگی جبکہ اس کے تبصرے پہ جہانگیر نے آئینے میں اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے پھر اپنے بازوؤں کو دیکھا۔

"پھر بھی تمہیں پسند ہیں یہ۔" وہ سنجیدگی سے جتا کے بولا تو حیام کو حیرانگی نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ سوچ پڑنے میں ماہر ہے تو اپنے شوہر سے بحث کرنا فضول تھا۔

"خوش فہمیاں۔۔۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی اور دعا کو نیچے اتارنے لگی۔ اتنے میں وہ اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتا ہوا اپنی ٹائی پہننے لگا۔

"یہ زرا ناٹ باندھ دو۔۔" اس کو دیکھتے ہوئے بولا تو حیام دعا کو فریش ہونے کے لیے بھیج کے اس کی طرف آئی۔

"ابھی آپ کورٹ جا رہے ہیں؟" نظریں ٹائی پہ مرکوز کرتی ہوئی بولی۔

"اوں ہوں!" نفی میں سر ہلایا تو حیام نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"کورٹ کی ڈیٹ کل پہ فکس ہوگئی ہے کسی سیاسی ایشو کی وجہ سے، تو آج ہم گاؤں جا رہے ہیں ابھی ناشتے کے فوراً بعد۔" مختصر سا بتاتا ہوا بولا، حیام کے کچھ آگے آئے

ہوئے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم کی بوتل اٹھائی اور خود پہ سپرے کرنے لگا،ایک دو سپرے کر کے اس کا رخ حیام کی جانب کرتا گردن میں ایک سپرے کر گیا جس پہ وہ برا مناتی ہوئی اس کو گھورنے لگی۔

"مجھ پہ کیوں کر رہے ہیں؟" پیچھے ہوتے ہوئے وہ مصنوعی غصے سے بولی تو جہانگیر اس کی طرف زرا سا جھکا۔

"جو خوشبو مجھ سے آتی ہے وہ تم سے بھی آئے۔" مخصوص کن مسکراہٹ لیے بولا اور پیچھے ہوا۔

"بہت میسنے ہو گئے ہیں آپ۔۔۔!" وہ سرخ پڑتی ہوئی اس سے بولی تو اب کی بار جہانگیر کا بے ساختہ کمرے میں قہقہہ گونجا۔۔

"آپی۔۔۔" اس کو ہنستا ہوا دیکھتے وہ بھی کھل کے مسکرانے لگی کہ تبھی واشروم سے باہر آتی ہوئی دعا نے آنکھیں مسلتے ہوئے پکارہ۔

"ناشتے کے بعد اس کو تیار کرتے جلدی سے خود بھی تیار ہو جاؤ پھر نکلتے ہیں ہم۔"

اس کی گود میں موجود دعا کو پیار کرتے ہوئے بولا۔حیام دعا کا گیلا منہ صاف کرتے ہوئے اس کو باہر لائی۔رات کو جہانگیر نے ایک شاپ سے ایک سمپل سا سردی کی مناسبت سے دعا کے لیے ڈریس لے لیا تھا جو حیام نے رات کو ہی چینج کروا دیا تھا۔

ابھی ان تینوں نے مل کے ناشتہ کیا۔

تھوڑی دیر میں ہی وہ اظہر صاحب کو کال کرتے ہوئے گاؤں کے لیے نکل گئے۔

_______________**

www.novelsclubb.com

ان کے جانے کی وجہ سے رمشا کو خود جانا پڑا تھا آج کیف کی طرف۔۔اب تو سردی کے جانے کا وقت بھی ہو گیا تھا لیکن آج کل زرا موسم آبر آلود ہو گیا تھا اور رات کو اکثر بوندا باندی بھی ہوتی تھی۔

وہ کانپتی ہوئی اندر گھر داخل ہوئی تو اظہر صاحب نے مسکراتے ہوئے اس کو کہا کہ وہ دو منٹ ذرا ہیٹر کے آگے بیٹھ جائے۔

"بیٹے کل ہم یہاں سے شفٹ ہو رہے ہیں تو وہاں اب دھوپ میں سکون محسوس کرو گی۔" اظہر صاحب چائے کا کپ اس کو تھماتے ہوئے بولے۔

"کہاں شفٹ ہو رہے ہیں؟" ایک گھونٹ بھرتی ہوئی بولی۔

"خان نے ہی کوئی گھر لیا ہے تو کل ہم اس کے ساتھ ہی وہاں جائیں گے، حیام اور وہ دونوں بھی پھر ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔" انہوں نے تفصیل سے بتایا تو رمشا نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"سر ابھی اٹھے ہیں؟" چائے ختم کرتے ہوئے وہ کیف کا پوچھنے لگی تو انہوں نے بتایا کہ وہ ابھی ناشتے سے فارغ ہوتے بیٹھا ہے۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں معلوم ہے تم کتنی لیٹ آئی ہو، میں کب سے انتظار کر رہا تھا کچھ خیال بھی ہوتا ہے کہ نہیں۔" رمشا کے کمرے میں جانے کی دیر تھی کہ وہ فوراً اُبھرا بیٹھا تھا جو اس پہ گرجنے لگا تھا جبکہ اس کی باتیں سن کے وہ تو ہڑبڑا ہی گئی کہ آخر ایسا بھی کیا ہو گیا۔

"سر میں اپنے ٹائم پہ آئی ہوں، آپ چیک کر سکتے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے جتا کے بولی تو کیف نے آبرو اچکائے۔

"چھوٹی سی ہو تم اور زبان کتنی چلتی ہے تمہاری۔" وہ ناگواریت سے بولا تو رمشا آنکھیں گھما کے رہ گئی۔

"میں نے کوئی زبان درازی نہیں کی آپ سے۔" وہ دوبدو جواب دیتی ہوئی بولی اور مزید کچھ کہے خاموشی سے اس کے پاس آتی اس کا بلڈ پریشر چیک کرنے لگی۔

"سب دیکھ رہا ہوں میں۔۔۔" وہ پھر بھی باز نہ آیا تو وہ سر جھٹکتے ہوئے اپنا کام سرانجام دینے لگی۔

www.novelsclubb.com

"ہاتھ دیں اپنا۔" اس کو اٹھانے کے لیے وہ اپنا ہاتھ آگے کرتے ہوئے بولی اور پاؤں کی مدد سے اس کا جوتا تھوڑا آگے کو کیا کہ وہ ٹھیک سے پہن سکے۔

اپنا ہاتھ اس کے خوبصورت نرم ہاتھ میں تھماتے ہوئے اپنی ٹانگیں نیچے کرنے کی کوشش کرنے لگا، اپنا وزن ٹانگوں پہ منتقل کرتے ہوئے وہ کھڑا ہونے لگا کہ ایک دم لڑکھڑا سا گیا جس کے نتیجے میں رمشا کے تھامے ہوئے ہاتھ پہ اس کی گرفت سخت ہوئی تو رمشا ضبط کر کے رہ گئی، اس کا مضبوط توانا ہاتھ جو ابھی ٹھیک سے اتنی حرکت کرتا بھی نہیں تھا پھر بھی اتنی سخت گرفت کے وہ تڑپ کے گئی۔

"فولادی انسان میرا ہاتھ توڑ دیا۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی اور اس کو سہارہ دیتے ہوئے پھر سے کھڑا کرنے لگی کہ اب کی بار وہ ایسا لڑکھڑایا کہ ہاتھ پہ سخت گرفت سے رمشا کی چیخ نکل گئی۔

"سر میرا ہاتھ۔۔۔" وہ درد سے کراہی تو کیف نے فوری طور پہ اس کا ہاتھ چھوڑا اور واپس بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

"اتنا سا بھی برداشت نہیں ہوتا تم سے۔" وہ ماتھے پہ بل لیے بولا تو رمشا ہونق بنی اس کو دیکھنے لگی۔

"ہاتھ تو تقریباً آپ نے توڑ ہی دیا ہے میرا۔ دیکھیں کتنا ریڈ ہو رہا ہے۔" وہ برداشت کرتی ہوئی دانت پیس کے اپنا ہاتھ آگے کرتی ہوئی بولی تو کیف کی نظریں اس کے ہاتھ ہی جانب گئی جو واقعی سرخ ہو چکا تھا۔۔اس کا نازک مرمری ہاتھ دیکھتے اس کی نظر اس کے چہرے پہ گئی جہاں وہ پریشانی سے ہاتھ ہی دیکھ رہی تھی، ایک پل کو تو اسے ترس سا آ گیا لیکن اس ترس کو بھاڑ میں بھیجتے ہوئے وہ پھر سے لاپرواہی سے بولا۔

www.novelsclubb.com

"اب اٹھاؤ مجھے۔۔۔"

"مشین نہیں ہوں میں کوئی کہ آپ کو اٹھاؤں۔۔ عجیب۔" وہ تنک کے بولی اور بیگ سے کچھ نکالتے ہوئے اس کے قریب آئی جبکہ کیف اس کی بات پہ گھور کے رہ گیا۔

"لڑکی زبان سنبھال کے۔۔۔" وہ سخت لہجہ اپناتا ہوا بولا۔

"ایک تو بات بات پہ مجھ پہ رعب جھاڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی ایک آئل ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس کی ٹانگیں واپس سیدھی کیں اور اس کی بیک کے پیچھے تکیے رکھتے اس کو نیم دراز ہونے کا اشارہ کیا۔۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔" جب وہ آئل ہاتھ میں انڈیلتے ہوئے اس کے پاؤں کی مساج کرنے لگی تو وہ سرعت سے تھوڑا آگے جھکتا ہوا بولا۔

"مساج کر رہی ہوں اور پلیز کچھ کہیے گا مت۔۔" وہ سنجیدگی سے بولتی ہوئی اپنا کام کرنے لگی۔

www.novelsclubb.com

وہ اس سے چھوٹی تھی تقریباً سات آٹھ سال لیکن لگتی دس سال چھوٹی تھی، سمارٹ سی خوبصورت پتلے نین نقش کی مالک تھی وہ۔ براؤن گہری آنکھیں ناک میں چھوٹی سی باریک سی لونگ جو اس کی ناک کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی تھی۔ اس

کے نرم ہاتھوں کی مالش سے سکون سا مل رہا تھا لیکن اس کو اچھا بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اس کے پاؤں کے قریب بیٹھی ہے۔

"میں نے آج آپ کو واک کروانی تھی لیکن نہیں کروا پائی اسی لیے یہ مساج کر دی، میں یہ آئل انکل کو دے کے جا رہی ہوں اور ان کو بتا دوں گی کہ روز اسی سے مساج کریں آپ کو۔اور آپ نے خود بھی کوشش کرنی ہے پاؤں تک ہاتھ لانے کی تاکہ کمر میں تھوڑا سکون ملے۔" وہ مساج ختم کرتے ہوئے بولی اور آئل کی بوتل کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھا۔

"اپنا بازو اوپر کرنے کی کوشش کریں۔" پاس کھڑے ہوتے اس نے کہا تو کیف نے آہستہ سے اپنا بازو اوپر کرنا شروع کیا اس کے بازو کے پاس ہی وہ اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔

"ویری گڈ تھوڑا اور اوپر کریں بازو۔۔۔" وہ سراہتی ہوئی مسکرا کے بولی تو وہ اپنا بازو تقریباً سید ھا در میان میں کا چکا تھا۔

اسی طرح وہ آج اس کے بازو کی کسرت کرواتی رہی اور ساتھ ہی گردن کی بھی کروا دی۔

"حیام کب تک واپس آئے گی؟" کیف کو تھوڑا بریک دیتے ہوئے وہ لاؤنج میں اظہر صاحب کے ساتھ بیٹھتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"معلوم نہیں! شاید ایک دو دن میں آجائے۔"

"کیف کی بہن آنے والی ہے آپ فکر نہ کریں وہ آج رات یہاں موجود ہو گی پھر آپ بور نہیں ہو گی، اس کا ایک پیارا سا بیٹا ہے تو وہ رونق لگائے رکھے گا۔" اس جو خاموش دیکھتے ہوئے وہ اطلاع دینے لگے۔

"سر کی بہن۔۔؟" وہ نا سمجھی سے بولی۔

"ہاں، کیف کی ایک بڑی بہن ہے جو باہر چلی گئی تھی اپنے شوہر کے ساتھ، کافی دیر بعد واپس آرہی ہے اب ملنے لیکن اب اس کا دورانیہ زیادہ ہو گا یہاں رہنے کا۔ اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نالائق کا خیال بھی رکھا کرے گی وہ صحیح سے مجھ سے کہاں رکھا جاتا ہے۔" وہ زرا ہنس کے بتانے لگے تو رمشا بھی ہلکے سے کھلکھلا اٹھی۔

"آج آرہی ہیں وہ؟" اس نے پوچھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ مل کے جانا، آپ کے ہوتے ہوئے وہ آجائے گی۔" انہوں نے مسکرا کے کہا۔

__________________**

"یہ پھر سو گئی، پورے رستے میں تین بار یہ سوئی ہو گی۔۔" حویلی کی دہلیز میں گاڑی داخل ہوئی تو حیام نے دعا کو دیکھتے ہوئے کہا جو اس کی گود میں لیٹی پھر سے سو گئی تھی۔

"تمہاری نیند اس سے بھی زیادہ ہے۔۔۔" جہانگیر نے ہمیشہ کی طرح اپنا تبصرہ پاس کرنا ضروری سمجھا۔

"دیکھو کہہ کون رہا ہے۔" وہ بھی بدلے میں تمسخر سے کہتے ہوئے بولی تو وہ سپاٹ سرد نظروں سے اسے دیکھنے لگا جس پہ وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سے دیکھنے لگی۔

"دعا میری گڑیا اٹھو ہم ماما پاس پہنچ گئے۔۔۔" حیام پیار سے پچکارتے ہوئے اس کو اٹھانے لگی تو وہ جلدی اٹھ بھی گئی اور ہوش میں آتے ہی جلدی سے گردن گھماتے حویلی کو دیکھنے لگی۔

گاڑی سے نکلتے ہی خدا بخش کے ساتھ ایک اور ملازم کھڑا تھا جنہوں نے ان کو سلام کیا اور ان کا سامان لیتے ہوئے اندر بڑھے۔

دعا اب حیام کی انگلی پکڑے مزے سے چل رہی تھی جب وہ داخلی دروازے پہ پہنچی تھی صحن میں سب عورتوں میں اپنی ماں کو بھی بیٹھا دیکھ بھاگتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

"میری بچی میرا پھول کہاں چلا گیا تھا ماما سے دور۔۔۔۔" اس کو ماممتا کی محبت سے چھوتے جابجا بوسے دیتے وہ سینے میں بھینچتے ہوئے بولی۔

"خان ماموکے پاس۔۔۔" وہ مزے سے بتاتی ہوئی اس کی گال کو چوم کے دوبارہ سے گلے لگ گئی جیسے صدیوں بعد اپنی ماں سے مل رہی ہو۔ تبھی عماد بھی ان کی آمد کا سنتے پہنچا، جہانگیر حیام کو بعد میں دیکھا پہلے فرط جذبات سے دعا کو گود میں اٹھا کے سینے میں بھینچا کہ دی جان تو تاسف سے سر ہلا گئیں جبکہ باقی سب مسکرا دیئے۔

"بس کر دیو۔۔۔ کُڑی دا ساہ نہ مکا دیا جے کٹ کٹ کے۔" دی جان عماد کو دیکھتے ہوئے بولیں جو مسلسل دعا کو بوسے دیتا ہوا پیار کر رہا تھا۔

" کیسی ہیں آپ دی جان؟" حیام ہنستی ہوئی ان کے آگے پیار لینے کو جھکی۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ فرصت مل گئی تجھے خان جی، ابھی بھی آنے کی کیا ضرورت سی۔ وہی بچے وچے پال کے آتے۔" دی جان جہانگیر کو پیار دیتی ہوئیں ساتھ ہی اس کی کلاس بھی لگانے لگیں کہ جہاں جہانگیر نے ان کی باتوں پہ آنکھیں گھمائی وہیں حیام سٹپٹا اٹھی۔

"بس کر دیں دی جان، تھکا سا آیا میرا بچہ آتے ہی اس کو ڈانٹنے لگی ہیں آپ۔۔۔"
تائی جان اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں تو وہ جتاتی ہوئی نظروں سے دی جان کو دیکھنے لگا۔

"جتنا مرضی ڈانٹ لیں رہے گا پھر بھی لاڈلہ۔۔۔" اماں بیگم پیار سے بولیں تو حیام ہنس دی۔

"بہت مبارک ہو آپ کو۔۔۔اللہ ڈھیروں خشیاں عطا کرے۔۔" حیام گل سے ملتی اس کے ہاتھ تھام کے خوشی سے بولی، اسے رستے میں جہانگیر نے ان کی خوشی کے بارے میں بتایا تھا، پہلے تو اس نے زرا خفگی کا اظہار کیا لیکن پھر خود ہی ٹھیک ہو گئی۔

"یار آپ تو ویسے ہی اتنی حسین ہیں، مزید سرخ ٹماٹر ہو کے قیامت لگ رہی ہیں۔۔" اس کے شرمانے پہ حیام نے زرا پاس ہوتے کان میں سرگوشی کی وہ جھینپ کے مسکرا دی۔

"بس کرو بد تمیز، بھائی تمہارے پاس ہی کھڑے ہیں۔" وہ ہلکی سی چپت رسید کرتی ہوئی بولی جس پہ وہ ہنس دی۔

دعا کو واپس اپنی گود میں بھرتے اس کو پیار کرنے لگی، جب سے جہانگیر نے بتایا تھا کہ وہ آرہا ہے تب سے وہ بے چین تھی اور بے صبریوں کو طرح صبح سے دروازے کی راہ تک رہی تھی کہ کب واپس آئیں۔۔۔اب اسے اپنے پاس اپنی آغوش میں پاتے اس کی ماما کو ٹھنڈک محسوس ہوئی تھی کہ آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔۔

فرہاد چاہے جتنے مرضی دعوے کرتا اس کے باپ ہونے کے لیکن وہ اس کو کسی بھی طریقے سے چھین نہیں سکتا تھا۔۔اگر وہ باپ ہونے کا دعویٰ کرتا بھی تو وہ بس نام کا باپ تھا جو سالوں بعد صرف گل کو حاصل کرنے کے لیے ایسے ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا۔۔۔

www.novelsclubb.com

اصل باپ تو عماد بنا تھا اس کا، محبت میں پرورش میں۔۔۔اس نے کبھی دعا 'گل کو کیا' کبھی خود کو بھی محسوس ہونے نہیں دیا تھا کہ دعا اس کی بیٹی نہیں یا وہ اس کا باپ نہیں۔۔۔وہ یہی کہتا تھا کہ اللہ اس پہ مہربان ہے جو دوسری اولاد سے نواز رہا تھا۔

"اماں میں آرام کرنے جا رہا ہوں، بابا آئیں تو اٹھا دینا۔" پہلی بات وہ اماں بیگم کو دیکھتا ہوا بولا اور دوسرہ جملہ حیام کو دیکھتے ہوئے کہتا دی جان کے پاس سے اٹھا۔

"وہ کیوں اٹھائے وہ بھی تھکی ہے، جا میر اپتر آرام کر جا کے۔" دی جان اس کا حیام پہ حکم سنتی ہوئیں تنک کے بولیں تو وہ حیران سا انہیں دیکھنے لگا۔

"دی جان پہلے میں ہوں۔۔۔" وہ سنجیدگی سے آبرو اٹھائے باور کروانے لگا۔

"تیری وجہ سے ہی تو پہلے اس کا خیال رکھ رہی ہوں۔" وہ بھی دادی تھیں اس کی۔۔۔ محبت سے حیام کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں کہ وہ بلش کرتی نظریں جھکا گئی جبکہ جہانگیر دلکشی سے مسکرا دیا۔

"انٹرسٹنگ۔۔!" وہ داد دیتے ہوئے بولا تو تائی جان ہنس دیں۔۔۔

"چلیں بیگم آپ کے آرام کا سامان کریں۔" وہ سر کو خم دیتا ہوا بولا تو وہ اتراتی ہوئی اسے دیکھ کے آگے بڑھی۔

"شام میں عورتوں نے آجانا ہے خان کی دلہن دیکھنے تو اچھے سے سج سنور جانا۔" پیچھے سے اماں بیگم ہدایت کرتی ہوئی بولیں تو وہ گردن گھماتے جی اچھا کر گئی، اس کے پیچھے ہی جہانگیر قدم اٹھا رہا تھا۔

"کیوں معاملہ سنگین کر رہی ہیں اپنے خان کے لیے۔۔" وہ سرد آہ بھرتا ہوا بولا تو حیام اس کی بات پہ خجل سی ہو گئی۔

حیام جب کمرے میں آئی تو اس کو ایک نیا سا احساس ہوا، وہی خوشبو جو اس نے پہلے دن محسوس کی تھی، لیکن آج اس میں سیگریٹ شامل نہیں تھا، آج وہ خود اس کے ساتھ۔ خوشبو بنا موجود تھا۔۔ وہ مسکراتی ہوئی بیڈ کے قریب آئی اور آنکھیں موندے گہرہ سانس بھر کے جہانگیر کی موجودگی کی خوشبو خود میں سمانے لگی۔

"اتنی پسند ہے یہ خوشبو۔۔۔"اچانک اس کی گھمبیر آواز سنتے اس نے آنکھیں پٹ سے واکی۔

"آپ ایک خطرے کی گھنٹی ہیں،انسان ابھی پورہ سوچتا بھی نہیں اور آپ وہ کہہ جاتے ہیں۔"اس کا انداز ستائشی تھا جس پہ وہ متبسم ہوا اور کپڑے لیتا فریش ہونے چلا گیا۔

وہ اپنا بیگ رکھتی اس میں سے لیپ ٹاپ نکالے بیڈ پہ رکھ گئی اور جو ضروری کا سامان تھا وہ سیٹ کرنے لگی۔

دل بھی احساسات بھی جذبات بھی

کم نہیں ہیں ہم پہ الزامات بھی

روک دو یہ روشنی کی تیز دھار

www.novelsclubb.com

میری مٹی میں گندھی ہے رات بھی

مقتدی میرے سبھی میں ہوں امام

ہیں کمال عشق کے درجات بھی

چاند اپنے آپ کو کہتے ہو تم

آؤ دیکھیں ہو گئی ہے رات بھی

دور تک ہم بھیگتے چلتے رہے

دیر تک ہوتی رہی برسات بھی

www.novelsclubb.com

ساتھ چلنے میں پریشانی بھی ہے

ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں ہاتھ بھی

وہ شاور لے کے واپس آیا تو حیام کمرے میں نہیں تھی، بالوں میں برش پھیر تا بیڈ پہ لیٹ گیا۔۔۔ تھوڑی دیر ایسے ہی سکون سے آنکھیں بند کیے لیٹا رہا جب حیام کمرے میں داخل ہوئی، ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھامے اپنا ڈوپٹہ کندھے پہ سجائے دوسری سائیڈ آتے بیٹھ گئی۔

بالوں کو سلیقے سے چٹیا میں قید کیا تھا لیکن پھر بھی دو تین چھوٹے بالوں کی لٹیں اس کے چہرے کا طواف کر رہی ہوتی تھی۔۔اپنے پاؤں کنفرٹر میں گھسائے وہ محویت سے اس کو تکنے میں مصروف تھا جس کے رخسار سردی کی وجہ سے سرخ ہو رہے تھے۔خود پہ اس کی نظروں کی تپش محسوس کرتے کاجل سے لبریز گہری کالی

آنکھیں اس کی جانب اٹھائیں تو اس کا دل ایک دم سے ساکت ہو کے تیزی سے دھڑکنا شروع ہوا کہ اس نے لمبی سانس کھینچی۔

وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی لیکن وہ خاموشی سے اس کو تکتا رہا' وہ جہانگیر کے کہنے پہ ہی لیپ ٹاپ کے آئی تھی کہ اسائمنٹ کور کر لے گی اپنی، تو ابھی وہ یہی کام کرنے والی تھی لیکن جہانگیر کی سلگتیں گہری نگاہیں اسے کوئی اور ہی پیام دے رہی تھیں جس پہ اس کے رخسار خود بخود سرخی دکھا رہے تھے۔

اس کو نظرانداز کرتے وہ واپس سے لیپ ٹاپ کی جانب اپنا دھیان مرکوز کر گئی۔ مزید پل سرکے تو وہ تھوڑا قریب ہوتے لیٹ گیا اور اس کی لیپ ٹاپ پہ چلتی انگلیوں کو تھامتا ہوا نرمی سے کلائی کو سہلانے لگا۔

"شوہر سے ضروری بھی کوئی چیز ہے تمہارے لیے۔۔۔؟" اس کی کلائی کو جھٹکا دیتے زرا اپنی طرف جھکاتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا کہ وہ اچانک اس کے عمل سے گھبرا سی گئی۔

"جی شوہر کی دی ہوئی اسائمنٹ۔۔۔" وہ سنبھل کے جتا کے بولی تو جہانگیر نے لیپ ٹاپ اٹھاتے ہوئے اپنی سائیڈ ٹیبل پہ رکھ لیا۔

"ابھی شوہر پاس ہے اسائمنٹ بھول جاؤ۔۔" اس کے بالوں سے بینڈ اتارتے ہوئے وہ بولا۔

"آپ سکون سے سو جائیں ناں، مجھے اسائمنٹ کملیٹ کرنے دیں۔۔" اس کی کلائی کو وہ ہنوز اپنی نرم گرفت میں لیے ہوئے تھا، اس کے سارے بال کھولتے کچھ آگے کرتے کچھ پیچھے رکھتے ہوئے اس کی پشت پہ بکھرے بال دیکھنے لگا۔

"میرا سکون خود کو بے سکون کر رہا تھا تبھی پاس کر لیا ہے۔" نرمی سے اس کو پاس کرتے ہوئے بولا کہ سرخ تپتے رخسار کے ساتھ اپنی عارضوں پہ پلکیں جھکا گئی۔ وہ سنجیدہ رہنے والا انسان اس کو خود میں گم کر لیتا تھا کہ وہ خود میں ہی نہیں رہتی تھی پھر۔۔۔۔

دل کی دھڑکن کو سنا غور سے کل رات

جس کو ڈھونڈتا رہتا ہوں بسا ہے مجھ میں

*-------**--------*

صبح کے ناشتے کے بعد وہ مصروف سی ٹیبل سے برتن اٹھا رہی تھی، کالے رنگ کے گرم سوٹ میں ملبوس اوپر ارتسام کا اپر پہنے ہوئے تھی۔ بالوں کا رف سا جوڑا بنا ہوا تھا اور پاؤں میں سوفٹی پہنے گنگناتی ہوئی ٹرے اٹھاتے ہوئے کیچن میں جانے کے لیے مڑی کہ اس کو دیبا اندر داخل ہوتی ہوئی نظر آئی۔

"السلام علیکم! کیسی ہو صنم۔۔؟" وہ مسکراتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

"وعلیکم السلام! دیبا ارتسام تو جا چکے ہیں آفس۔" صنم سنجیدگی سے بولتی ہوئی ہاتھ میں تھامی ہوئی ٹرے کو کیچن میں رکھتی ہوئی بولی، دیبا وہیں کیچن کے دروازے کے پاس کھڑی تھی۔

اس کی بات پہ دیبا کو شرمندگی سی ہوئی۔

"نہیں میں ان کے لیے نہیں آئی میں تو بس ویسے ہی تم سے ملنے آئی تھی کہ تمہارے ساتھ بیٹھ کے کچھ باتیں کرلوں۔" وہ نادم سی زرا آہستہ آواز میں بولی کہ صنم نے حیران ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مجھ سے باتیں۔۔۔!" وہ تمسخر سے ہسی تو دیبا مسکراتی ہوئی اثبات میں سر ہلانے لگی۔

صنم واپس کیچن سے نکلتی ہوئی برتن اٹھانے لگی تو دیبا بھی بے تکلف ہوتے اس کے ساتھ ہی برتن اٹھانے لگی تو صنم نے ایک نظر اس کو دیکھا۔

"ہاں تم سے باتیں، اکیچولی گھر میں کوئی نہیں ہے سب اپنے کاموں میں مصروف ہیں تو میں بور ہورہی تھی سوچا تمہارے پاس آجاؤں۔" وہ تفصیل سے اس کو اپنے آنے کی وجہ بتانے لگی تو صنم نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"چائے پیو گی۔۔۔" صنم نے چائے کی چیزیں نکالتے ہوئے دیبا سے پوچھا تو اب شیلف سے ٹیک لگائے بازو سینے پہ باندھے کھڑی تھی۔

صنم نے نوٹ کیا تھا کہ آج کل وہ زرا ڈیسنٹ سے کپڑے پہن رہی تھی ورنہ پہلے وہ پینٹ، جینز شرٹ پہنا کرتی تھی۔۔ ابھی وہ سادہ سے سلیقے دار سوٹ میں ملبوس تھی۔

"ہاں ضرور۔۔۔" اس کی پیش کش پہ وہ کھل کے مسکرائی تھی۔

دودھ میں پتی چینی وغیرہ ڈالتے آنچ چلاتے ہوئے وہ اس کو اشارہ کرتے لاونج کے صوفے پہ ہی آکے بیٹھ گئیں۔

"بتاؤ کیا ہو رہا ہے پھر آج کل۔۔۔" صنم نے خود بات شروع کرنا چاہی۔

"کچھ نہیں آج کل کالج سے فری ہوں، پیپر ہونے والے ہیں نا۔" اپنے بال کان کے پیچھے اڑستے ہوئے ہوئی بولی۔

"تم اس طرح پیاری لگ رہی ہو۔" اس کو ارتسام کے اپر میں دیکھتے ہوئے وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے بولی تو صنم نے ایک نظر خود کو دیکھا پھر ہلکا سا ہنس دی۔

"شکریہ! یہ بس ایسے ہی میں پہن لیتی ہوں کبھی کبھی۔" صنم تھوڑا جھینپتی ہوئی بتانے لگی، اکثر وہ ارتسام کی چیزیں استعمال کر لیتی تھی جس پہ وہ اس سے پیار بھری لڑائی کرتا چھوٹی موٹی چھیڑ خانی کر جایا کرتا تھا۔

"سوری صنم۔۔۔" اچانک ہی وہ سر جھکاتے ہوئی بولی کیونکہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی اب اس میں ہمت نہیں تھی۔ اس کی آواز پہ صنم نے چونک کے اس کی طرف دیکھا۔

"سوری کیوں۔۔۔؟" وہ مسکاتی ہوئی الجھن سے پوچھنے لگی۔

"سب چیزوں کے لیے جو جو میں نے کیا، میں نے تمہیں بھی بہت ہرٹ کیا ہے۔ ارتسام سے بات کرنے کی ہمت نہیں مجھ میں، میں نے تم سے بہت بدتمیزی کی اس

سب کے لیے مجھے معاف کر دو۔" وہ نادم سی اس کے پاس بیٹھتی ہوئی اس کا ہاتھ تھام کے بولی تو صنم مسکرا دی۔

اس کو بھلا کیا مسئلہ تھا جو وہ اس سے اپنی آنا کا مسئلہ بنا کے روٹھ کے بیٹھ جاتی۔ وہ سب کچھ بھلاتے ہوئے اس کو گلے سے لگا گئی۔

"تمہیں شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سب ٹھیک ہے ہم میں۔" اس کو بڑی بہنوں کی طرح وہ پیار سے بولی کہ دیبا نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"میں تمہاری بڑی بہنوں کی طرح ہوں نہیں بڑی بہن ہی ہوں، ابھی تمہیں اپنی پڑھائی پر دھیان دینا ہے، یہ سب کیا ہے ایک خوبصورت احساس لیکن کس کے لیے صرف اپنے محرم کے لیے۔۔ ارتسام اگر شادی سے پہلے مجھ سے بات کرتے تھے تو میں نے کبھی بھی ان کو پازیٹیو رسپانس نہیں دیا تھا ہمیشہ ہی ان کو باتیں سناتی تھی جس پہ وہ ہنس دیا کرتے تھے۔" وہ بات کرتے ہوئے ہلکا سا ہنسی تو دیبا کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔

www.novelsclubb.com

"انہوں نے اگر مجھ سے محبت کی تو اس کو نبھاتے ہوئے مجھے اپنا بنایا بھی لیکن یہ سب تم جانتی تھی پھر بھی اسی غلط راہ پہ تھی تو غلطی تمہاری نہیں غلطی تمہارے بڑوں کی ہے جنہوں نے تمہیں سمجھایا نہیں۔" صنم نے مزید کہا تو وہ لب بھینچ گئی۔

"پتا ہے کیا! ہم سب لڑکیاں ضد میں آجاتی ہیں جب ہم پہ ہمارے والدین کوئی پابندی لگائیں۔ ہم چڑتی ہیں جب وہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ کہاں جا رہی ہو؟ موبائل پہ کس سے بات کر رہی ہو؟ اس سب سوالوں سے ہمیں غصہ آتا ہے۔۔ ہم کہتے ہیں یہ سب کیوں جب زمانہ بدل گیا ہے لیکن جانتی ہو کیا زمانہ بدل جائے لیکن ایک ماں کی ایک باپ کی وہ فکر نہ بدلے، اپنی اولاد کے لئے ان کی فکر وہی پرانے زمانے کی رہے تو بہت اچھا ہے۔۔ ماں باپ اُسی زمانے کی طرح سوچیں تو اولاد کے لیے نعمت ہے ورنہ ہم تو بار ہا ٹھوکریں کھائیں۔" وہ نرم لہجے میں اس کا ہاتھ تھامے کہتی جا رہی تھی اور وہ سر جھکائے خاموش سامع بنی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم سمجھدار ہو اور اپنا بہتر بھی سمجھتی ہو۔ کبھی بھی ایسی راہوں پہ نہ چلنا کہ کسی اور کے شرمندہ ہونے سے پہلے تم خود شرمندہ ہو۔" پیار سے اس کا چہرہ تھامتے ہوئے کہا تو دیبا کی آنکھیں لبالب نمکین پانی سے بھر گئیں۔

"تم کتنی اچھی ہو صنم!" وہ فرط جذبات سے اس کے گلے سے لگتے بھرائے لہجے میں بولی تو صنم ہڑبڑا اٹھی اچانک اس کے اظہار پہ۔

"تم بھی بہت اچھی ہو اور اچھا بن کے رہو۔۔۔اور ہاں میری طرف سے بھی سوری، میں نے تمہیں تھپڑ مارا تھا۔" اس کی کمر کو پیار سے سہلاتے ہوئے وہ نرمی سے بولی اور آخر میں اپنے مارے ہوئے تھپڑ کی معافی بھی مانگ لی۔

"تم نے ٹھیک کیا تھا مجھے تھپڑ مار کے۔" وہ نم آنکھوں سے ہنستے ہوئے بولی۔

"ارے واہ اموشنل سین چل رہے ہیں یہاں تو۔۔۔" ابھی صنم اس کے جواب میں کچھ کہتی کہ ارتسام کی مسکراتی آواز پہ دونوں نے دروازے کی جانب چونک کے دیکھا جہاں وہ خود حیران کھڑا ان دونوں کے بہن چارے کو دیکھ رہا تھا۔

"چائے۔۔۔۔"ارتسام کو دیکھتے ہوئے صنم کے ذہن میں اچانک سے جھماکہ ہوا تو وہ کیچن کی طرف لپکی۔

ارتسام اپنا بیگ رکھتا ہوا صوفے پہ بیٹھ گیا تو دیبا نے کتراتے ہوئے اسے دیکھا لیکن وہ نارمل تھا۔

"لو دیبا چائے۔۔۔۔"اپنا اور دیبا کا چائے کا کپ لاتے ہوئے دیبا کو تھماتے وہ ارتسام کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"آپ خیریت سے آ گئے جلدی۔۔۔"چائے کا ہلکا سا سپ لیتے ہوئے صنم نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"میری مرضی۔۔۔۔"اس کے کان میں وہ مزے سے کہتا ہوا اس کے ہاتھ سے کپ لیتا بغیر دیبا کی موجودگی کا احساس کرتے خود پینے لگا۔

www.novelsclubb.com

"اور سناؤ دیا کیسی ہو؟"مزے سے اس کی چائے پیتے وہ اب دیا کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے نارمل انداز میں ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا۔

"یار زرا روم میں آنا۔۔۔"چائے ختم کرتے ہی اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے میں چلا گیا۔

صنم دیا کو ایکسکیوز کرتی ہوئی اس کے پیچھے ہی کمرے میں جانے لگی۔

"ہاں جی۔۔۔۔"وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئی بولی کہ اچانک ہی اپنی چیخ روکنے کو منہ پہ ہاتھ رکھ گئی۔

"جی کی بچی۔۔۔۔"اس کے داخل ہوتے ہی اس کو بازو سے پکڑتے ہوئے اپنے حصار میں باندھا کہ وہ اس اچانک افتاد پہ گھبرا سی گئی۔

"ارتسام۔۔۔۔!"وہ گھور کے اسے دیکھنے لگی۔

"ارتسام کی صنم جانم! میری جان زندگی سب کچھ کتنا خوبصورت لگتا ہے میرا نام تمہارے ان پیارے سے لبوں سے کہ دل کرتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔" زبردستی اس کے رخسار کو شدت سے چومتے ہوئے بولا ساتھ ہی اپنی نگاہیں اس کے لبوں پہ مرکوز کرتے ہوئے پھر مزے سے اس کی آنکھوں میں شرارت سے جھانکنے لگا۔

"چھوڑیں مجھے باہر دیا بیٹھی ہوئی ہے پتا نہیں کیا سوچ رہی ہو گی وہ۔۔۔" اس کا مطلب سمجھتی ہوئی وہ سرخ پڑتی اپنا آپ چھڑوانے لگی۔

"جتنا رومینٹک میں ہوں نا، تمہیں تو میں کبھی خواب میں بھی نہ چھوڑوں تم ابھی کی بات کر رہی ہو۔" اپنی خواہش پہ لبیک کرتے شوخ بھری جسارت کرتا ہوا اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو لبوں سے چھوتا ہوا بولا تو وہ پلکیں اپنی عارضوں پہ گرائے منتشر ہوئی دھڑکنوں کا شمار کرنے لگی۔

"آپ جلدی آ گئے۔۔۔" وہ بات کو گھماتی ہوئی بولی۔

تم نے کیا کہ یاد کبھی بھول کر ہمیں

ہم نے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا

"تمہاری یاد آرہی تھی۔۔۔"خوبصورتی سے شعر اس کے گوش گزارتے ہوئے بولا کہ اپنا سر اس کے سینے سے ٹکا گئی۔

" کبھی تو سیدھا جواب دے دیا کریں مجھے۔۔۔"وہ شکوہ کرنے لگی۔

"صنم میری جانم کبھی تو پیار بھری باتیں کر لیا کرو اپنے بچارے شوہر سے۔" بدلے میں وہ بھی شکوہ کرتا لاچارگی سے بولا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

"اصل بات بتائیں بھی کہ کیوں آئیں ہیں گھر۔۔۔"اب کی بار وہ اس کے بازو پہ ہاتھ مارتی ہوئی بولی۔

"دیکھا ہمیشہ مجھے بھٹکا بہکا دیتی ہو۔سو نے آیا تھا میں، میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی وہ ختم ہوئی تو آگیا۔"وہ مصنوعی رعب جھاڑتا ہوا بولا تو صنم گھورنے لگی۔

"اس طرح گھورو نہیں مجھے ورنہ پھر اپنی خیر منانا۔" وہ پیار بھری دھمکی دیتا ہوا اس کو حصار سے آزاد کرتا ہوا اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے لگا۔

"تو دوبارہ آفس نہیں جائیں گے اب آپ؟" اس کا کوٹ ہینگ کرتے ہوئے کنفرٹر کھولنے لگی، رات دیر تک وہ اپنی میٹنگ ڈیٹیل ہی دیکھتا رہا تھا نئے پراجیکٹ کی، تو اب میٹنگ سے فارغ ہوتے سیدھا گھر آگیا تھا۔

"نہیں مینجر کو سمجھا آیا تھا میں زرا نیند پوری کروں گا اب۔" اپنی شرٹ چینج کرتا ہوا بولا اور اتاری ہوئی شرٹ سیدھی صنم کے منہ پہ پھینکی شرارت سے۔

"اوں ہوں! یہ کیا حرکت ہے ارتسام بچوں والے کام کرتے ہیں۔" وہ ٹوکتے ہوئے بولی جبکہ وہ مزے سے اپنا ٹراؤزر پکڑتا ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

"سوری وہ ارتسام کو کپڑے دے رہی تھی۔۔۔" کمرے سے واپس آتی وہ دیبا کو دیکھتی ہوئی بولی، چائے وہ ختم کر چکی تھی۔

"نہیں کوئی بات نہیں اب میں چلتی ہوں کافی دیر ہو گئی ہے مجھے یہاں۔" صنم کو آتا دیکھ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"تمہارا بہت شکریہ۔" جاتے ہوئے وہ صنم کے گلے لگتی مشکور لہجے میں بولی۔

"اپنا خیال رکھنا۔۔۔" صنم نے خوش دلی سے کہا۔

______________***

"سنیں۔۔۔۔" وہ تیار ہوتا ابھی کمرے سے باہر نکلنے کو تھا جب اس کی آواز سنتا رک کے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"حیام نے کل کال کر کے بتایا تھا کہ وہ گاؤں آئی ہوئی ہے جہانگیر بھائی کے ساتھ۔" جلدی سے دوپٹہ اوڑھتی ہوئی اس کے قریب آتے بتانے لگی۔

"اچھا مجھے نہیں بتایا اس نے۔۔" اصفحان حیران ہوا۔

"اس نے رات کو کال کی تھی تو مجھے بھی بتانا یاد نہیں رہا آپ کو۔" وہ سرسری سا بتانے لگی تو وہ اس نے محض سر ہلایا۔

"ہم چلیں اس سے مل آئیں گے۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"ٹھیک ہے! آج تو نہیں کل چلیں گے ملنے، آج زرا ضروری کام ہیں مجھے۔" وہ مانتا ہوا بولا تو اس کی آنکھوں میں چمک سی آگئی خوشی سے۔

"ویسے آپ اس سے پوچھ لیں کہ کب تک یہاں ہے وہ یہ نہ ہو کہ کل وہ واپس چلی جائے۔" زوفا نے احتیاطاً کہا۔

"ہمم ٹھیک ہے میں کال کر کے پوچھ لوں گا۔" وہ مسکرا کے کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا تو زوفا بھی کمرہ سمیٹنے کے بعد دادی جان کے پاس نیچے چلی گئی۔

"اصفحان چلا گیا۔۔۔" دادی جان باہر صحن میں چارپائی بچھائے بیٹھی تھیں۔ زوفا کو ساتھ بیٹھے دیکھ انہوں نے پوچھا۔

"جی ابھی گئے ہیں۔۔" وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے بولی ساتھ ہی ٹوکری میں پڑے کنو اٹھا کے چھیلنے لگی۔

"آپ دونوں خوش ہیں ناں۔۔۔" انہوں نے پچھلی بات کا حوالہ دیتے ہوئے پوچھا، کنو چھیلتی ہوئی زوفا پہلے تو سوال پہ چونکی پھر مسکرا کے سر ہلا گئی۔

"وہ بہت اچھے ہیں دادی جان، بہت زیادہ اچھے۔ میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ اللہ نے کیا سب کو ایسا شریک حیات عطا کیا ہے یا بس مجھ پہ ہی یہ خاص کرم ہے، میری ہر کہی بات کو پورہ کرنا۔ میری ہر طرح سے فکر کرنا، مجھ سے عزت سے بات کرنا۔۔ ہاں مجھ پہ ایک بار غصہ ہوئے ہیں۔۔۔" وہ کھوئی کھوئی سے اپنی بات کہہ رہی تی آخر پہ زرا سا ہنسی۔۔

"لیکن وہ میری ہی غلطی تھی۔۔ انہوں نے مجھے اگر سزا بھی دی تو اس میں بھی وہ میرا خیال رکھنا نہیں بھولے۔" وہ تھوڑا اترا کے بولی تو دادی جان نے پیار بھری

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نظروں سے اس کو دیکھا جس کا چہرہ چمک رہا تھا اصفحان کی سنگت میں رہ کے، وہ بہت نکھری نکھری سی لگی۔

"یہ سب آپ کی تربیت ہے دادی جان، ان سے زیادہ میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ مجھے آپ جیسی ساس اور آپ کا پوتا اصفحان ملے، اور حیام جیسی پیاری سی بہن۔" وہ لاڈ سے اپنی باہیں ان کے گرد باندھتی ہوئی بولی کہ وہ اس کا سر چوم کے دعائیں دینے لگیں۔۔

_________*__________

"اٹھ جائیں اب، اماں بیگم دو بار آ کے مجھے کہہ چکی ہیں ناشتے کا اور اس دوران میں آپ کو دسویں بار اٹھا رہی ہوں۔" اب کی بار حیام غصے سے بلینکٹ ہی اس پر سے اٹھا کے طے کرتی ہوئی بولی کہ اچانک اپنے پہ ہلکی سی سردی محسوس کرتے ہوئے وہ اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتا ماتھے پہ سلوٹیں لیے کہنی کے بل سیدھا ہونے لگا۔۔

"یار کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟" وہ بیڈ کو بلینکٹ کے بغیر دیکھتا ہوا ناگواری سے بولا۔

"اٹھ جائیں اب بہت سو لیا۔۔۔ جب سے آئیں ہیں سوتے جا رہے ہیں، پہلے گھر سے سو کے آئے تھے پھر یہاں آتے سفر کی تھکن سے نیند، پھر رات کی نیند جو اب بھی صبح دس بجے تک چل رہی ہے۔ میں تو حیران ہوں کہ آپ اتنا سو کیسے لیتے ہیں۔" وہ مسلسل بولتی ہوئی چیزیں ان کی جگہ پہ رکھنے کے بعد اپنے بال بنا رہی تھی۔۔

"اور میں حیران ہوں کہ تم اتنا بول کیسے لیتی ہو!" اس کی پشت کو گھورتے ہوئے وہ بھاری آواز میں بولتا ہوا بیڈ سے اٹھا اور کبرڈ سے کپڑے لیتا واشروم میں بند ہو گیا۔

وہ کب سے اس کو دیکھ رہا تھا جو کمرے میں ادھر سے اُدھر چکر لگاتی کبھی کسی چیز کو رکھتی تو کبھی کسی چیز کو اٹھاتی ہوئی بولتی چلی جا رہی تھی پھر آئینے کے سامنے رک کے اپنے لمبے سیاہ بالوں کو سلجھاتے ہوئے ان کی چٹیا بنانے لگی۔ اس کی آواز پہ حیام نے گردن گھماتے ہوئے بیڈ کی جانب دیکھا تو وہ باتھ روم کا دروازہ بند کر چکا تھا۔

"کپڑے لے لیے آپ نے۔۔۔؟" کبرڈ کھولتی ہوئی وہ باتھ کے باہر کھڑی ہوتی آواز دیتی پوچھنے لگی۔

"ہوں۔۔۔" اس نے ہنکار بھرا۔

"کون سے لیے۔۔؟" اس کے اگلے سوال پہ دانت برش کرتے جہانگیر کے ہاتھ تھمے تھے اور ایک نظر اپنے کپڑوں کو دیکھتا بند دروازے کو دیکھنے لگا۔

"اندر آکے دیکھ لو۔۔۔" منہ صاف کرتے ہوئے وہ سپاٹ لہجے میں بولا کہ اس کے جواب کی منتظر دروازے کو دیکھتی حیام سٹپٹا اٹھی۔

"بے شرم۔۔۔ بری بات حیام بڑے ہیں تم سے۔۔" خجل سی ہوتی اس کو کچھ کہتی کہ خود کو سرزنش کرتی ہوئی روک گئی۔

اس کے نکلنے تک وہ خود کو آئینے میں ایک نظر دیکھتی ہوئی نیچے چلی گئی۔

سرخ رنگ کا خوبصورت سا نفیس سا لباس پہنے اوپر شال لیے وہ نیچے آئی تو سب خواتین صحن میں بیٹھی تھیں۔۔۔ ناشتہ تو سب ہی جلدی کر لیتے تھے۔اب حیام کو تھوڑی سی شرمندگی ہو رہی تھی ایسے کہ وہ لیٹ ناشتہ کریں گے اور غلطی کس کی تھی سراسر عاصم جہانگیر خان کی۔

"آجا میری بچی۔۔۔!" دی جان اس کو دیکھتی ہوئی محبت سے بولیں۔۔

"تیرا شوہر نہیں اٹھا ابھی تک۔۔۔" وہ عینک پہنے کچھ بننے میں مصروف تھیں جب عینک کے پیچھے سے تیکھی نظریں کرتے ہوئے وہ حیام کو دیکھتی پوچھنے لگیں۔

"اٹھ گئے ہیں دی جان، آتے ہونگے۔نیند ہی ختم نہیں ہوتی ان کی تو۔" ان کی بات پہ وہ منہ بنا کے بتانے لگی کہ تائی جان ہنس دیں۔

"وہ ایسا ہی ہے نیند کا دیوانہ۔۔ تم بدلو اس کو۔" تائی جان نے ہنستے ہوئے اسے شرارت سے مشورہ دیا۔

"میں کیسے بدلوں۔۔؟" وہ ناسمجھی سے سوال کرنے لگی۔

"اپنا دیوانہ بنا کے۔۔۔۔" ان کے بجائے گل نے اب کی بار شرارت سے کہا تو سب کے سامنے اس کی بات پہ وہ جھینپ گئی۔

"وہ میں پہلے ہی ہوں اس کی ضرورت نہیں، میرا ناشتہ ؟" اچانک بھاری گھمبیر آواز پہ جہاں حیام کی دھڑکنیں ساکت ہوئیں وہیں گل کے ساتھ باقیوں نے بھی چونک کے دیکھا جو مزے سے کہتا ہوا حیام کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔

سیاہ رنگ کے شلوار سوٹ میں وہ بہت جاذب اور نکھرا سا لگ رہا تھا، ماتھے پہ گیلے نم بال آگے گرے تھے۔۔ابھی آنکھوں پہ اس نے اپنی گلاسز نہیں پہنی ہوئی تھی، تصور میں ہی حیام نے اس کو گلاسز کے ساتھ پایا تو خود ہی میں مسکرا دی۔ابھی اس وقت وہ بالکل ایک وڈیرہ لگ رہا تھا، اکھڑ مزاج سنجیدہ، سرد سپاٹ لہجے والا اکڑو شہزادہ۔۔۔حیام دل ہی دل میں اس پہ کرش محسوس کرتے ہوئے مسکرائی۔۔ پھر اسے اپنا شوہر سوچتے ہوئے اترائی۔

"گل نے تو چلو شرارت میں بات کر دی تم تو واقعی بے شرم نکلے خان۔" تائی جان اس کی بات پہ تبصرہ کرتے ہوئے بولیں تو گل کھلکھلا اٹھی۔

"بے شرم۔۔۔" دی جان بھی گھورتے ہوئے بولیں تو وہ کندھے اچکا گیا کہ ایسا کیا کہہ دیا میں نے۔

"ناشتہ۔۔۔!" وہ جھنجھلا کے بولا تو حیام ہڑبڑا کے اٹھ گئی کہ وہ بھی اماں بیگم کے ساتھ جا کے ناشتہ لے آئے۔

"تم کہاں! بیٹھو۔" حیام کو کھڑا دیکھتے جہانگیر نے اس کو بازو سے پکڑتے واپس بٹھایا۔

"تینوں تے میں سر تے چڑھا لیا۔۔۔" دی جان نے گھورتے ہوئے کہا، لیٹ اٹھتے ہوئے بھی وہ عجلت دکھا رہا تھا۔

"اب اتنی دور سے مہینوں بعد آیا ہوں دی جان آپ کا لاڈلہ پوتا ہوں ایسے تو نہ کہیں۔۔" وہ مسکرا کے بولا تو انہوں نے سر جھٹکا۔

"ہم نہیں کہتے تمہیں مہینوں بعد آؤ، ہم تو کہتے ہیں روز آؤ۔۔" گل بھی اس کی کلاس لگنے میں حصہ لے گئی جبکہ حیام ان کی باتیں مزے سے سن رہی تھی۔

"مصروف ہوتا ہوں دی جان۔۔!" وہ بے بسی سے بولا۔

"جاننی آں میں تیری مصروفیت۔۔۔" وہ غصے سے بولیں کہ حیام نے چور نظروں سے جہانگیر کو دیکھا جو مسکرا کے ابھی بھی دی جان کو دیکھ رہا تھا۔

"اس بار بھولا یا ہوں آپ کے لیے دیکھیں تو، ہر بار جس کا طعنہ دیتی تھیں آج میں ساتھ لایا ہوں۔" اب کی بار وہ شرارت سے حیام کے قریب ہوتا ہوا اس کا ہاتھ تھامے کہنے لگا کہ حیام اس کی اچانک حرکت پہ گبھرا گئی۔

"ہم نے ہی بھیجی تھی ساتھ ورنہ آپ کو ہوش کہاں تھی۔۔" گل جتاتے ہوئے بولی جبکہ اس سب میں حیام خاموشی سے ان کو دیکھ رہی تھی۔

"اب بھی کہاں ہوش رہتا ہے۔۔۔!" گل کو جواب دینے کے بجائے وہ حیام کے نزدیک ہوتا سرگوشی میں بولا کہ وہ سرخ پڑ گئی۔

"عماد۔۔۔؟" جہانگیر نے گل کو دیکھتے عماد کا پوچھا۔

"وہ مجھے کسی کام کا کہہ کے گئے تھے کہ شام تک آجائیں گے۔" وہ عام لہجے میں بولی۔

تبھی اماں بیگم نے آواز دی کہ وہ ٹیبل پہ ناشتہ لگوا چکی ہیں آجائیں۔

حیام اور جہانگیر دونوں وہاں گئے اور ناشتہ کرنے لگے جب جہانگیر نے اس کو مخاطب کیا کھاتے ہوئے۔

"میں آج شہر واپس جارہاہوں، تم ایک دو دن رک جاؤ پھر لینے آجاؤں گا، ٹھیک ہے۔"جوس کی جگہ اماں بیگم نے لسّی بنوائی تھی جو وہ ابھی پی رہا تھا۔

"آپ بھی رک جاتے ساتھ ہی۔۔۔"اس کی جانب دیکھتی ہوئی بولی تو جہانگیر نے نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑیں' اگلے ہی پل وہ اپنی نظریں جھکا گئی جس پہ اس کے ہونٹوں پہ تبسم بکھرا۔

"ضروری کام ہیں۔۔۔"وہ سنجیدگی سے واپس ناشتے کی طرف متوجہ ہوتا ہوا بولا تو وہ محض سر ہلا گئی۔

www.novelsclubb.com

"آجاؤ بہو رانی ملنے آئے ہیں تم سے۔۔۔"گل اس کے پاس آتی ہوئی بولی، حیام اپنا ناشتہ ختم کر چکی تھی بس اٹھنے ہی والی تھی کہ گل آگئی۔وہ جہانگیر کو دیکھتی ہوئی اٹھی اور باہر صحن میں آگئی جہاں گاؤں کی دو تین عورتیں بھی موجود تھیں۔۔۔کل شام میں بھی اس سے کچھ عورتیں مل کے گئی تھیں کیونکہ وہ نئی بہو تھی یہاں کی۔

حیام ان عورتوں میں گھیری ہوئی تھی جب اس کی نظر برآمدے میں کھڑی جہانگیر پہ گئی، وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔۔حیام کے دیکھنے پہ اس نے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا تو وہ اپنے سامنے بیٹھی عورتوں کو دیکھنے لگی کہ کیسے ان کے درمیان سے اٹھے جبکہ جہانگیر وہاں سے جا چکا تھا کمرے میں۔

"حیام زرا میری بات سنو۔۔" گل کیچن سے آواز لگاتی ہوئی بولی تو وہ ان سب کو تھوڑی دیر میں آنے کا کہتے وہاں سے اٹھی۔۔اسے بہانہ بھی مل گیا اٹھنے کا کہ گل کی بات سن کے وہ جہانگیر کی بات بھی سن لے گی۔

"جی ادی۔۔" کیچن میں جھانکتے ہوئے وہ پوچھنے لگی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟ وہ الٹا اس سے سوال کرنے لگی تو حیام تذبذب کا شکار ہوئی۔

"خان بلا رہا تھا نا تمہیں۔۔۔" وہ اس کو یاد کروانے لگی۔

"ہاں لیکن آپ نے بھی بلایا تھا۔" اسے سمجھ نہ آئے۔

"ہاں میں نے تو ایسے ہی بہانہ کیا تھا تمہارے لیے پاگل۔۔۔" وہ ہنستی ہوئی بولی تو حیام خجل سی ہو گئی اور شکریہ کہتے وہاں سے اپنے کمرے میں گئی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" کمرے میں داخل ہوتے اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں میں جا رہا تھا تو بلا لیا۔" وہ بیڈ پہ بیٹھا موبائل یوز کر رہا تھا اس کو دیکھتے ہوئے عام سے لہجے میں بولا۔

"آپ اتنی جلدی جا رہے ہیں۔۔۔" اس کو تیار دیکھتے ہوئے وہ کچھ لہجے میں اداسی سموئے بولی۔

اس کے چہرے کے بدلتے رنگ کو دیکھتے وہ اٹھا اور اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے سائیڈ پہ کر لیا۔

"ہاں جلدی جانا ہے کورٹ میں ہئیر نگ ہے نا اسی لیے۔ جانا ضروری ہے میرا۔"

وہ سنجیدگی سے بولا تو حیام نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"یہی بتانا تھا کہ میں بس نکلنے والا ہوں۔" وہ کھڑا ہوتا ہوا بولا تو حیام خاموش سنجیدہ سی کھڑی رہی۔

اس کے ایسے کھڑے رہنے پہ وہ مسکا یا اور جو دو قدم کا فاصلہ تھا اس کو طے کر کے قریب کھڑا ہوا۔۔ حیام اسکے قریب آنے پہ تھوڑا جھجکی پھر نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔

اس کے دیکھنے پہ جہانگیر نے اپنے بازو وا کیے تو حیام مسکراتی ہوئی اس کے سینے سے آ لگی، اس کا ہاتھ جہانگیر کے گرد اور دوسرا اس کے سینے پہ رکھا تھا۔۔ دونوں جانتے تھے کہ ایک دوسرے کے قریب آتے دونوں ہی دھڑکنوں میں انتشار پیدا ہو جاتا تھا۔ ابھی بھی اس کے دل کی دھڑکنوں کی دھن وہ اپنی مرمری ہتھیلی کے نیچے محسوس کر سکتی تھی۔۔ دوسری جانب اس کو سینے سے لگتا محسوس کرتے اس کے

نازک سے لمس میں مدہوش سا ہو رہا تھا۔اپنی آنکھیں بند کیے وہ چند پل کیا ساری زندگی ہی ایسے اسے محسوس کرتے گزارنے کو تیار تھا۔

"اپنا خیال رکھنا میں لینے آؤں گا، اگر لیٹ ہو جاؤں تو پریشان نہیں ہونا ٹھیک ہے۔۔۔"اس کے ماتھے پہ اپنے لبوں کا پر حدت لمس چھوڑتے ہوئے بولا تو حیام بھیگی نم پلکوں سے مسکائی۔

جانے کیوں اس کا جانا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔۔وہ چاہتی تھی کہ وہ اس کے ساتھ یہاں رہ کے پل جیے لیکن وہ جا رہا تھا، پھر سے مصروفیت کا کہہ کے۔۔۔

--------------*

جہانگیر کے ساتھ ہی حیام نیچے برآمدے میں آئی تو صحن میں بیٹھی خواتین کی نظر ان دونوں کی رشک بھری طرف اٹھیں اور مسکراتے ہوئے ان کو دعا دینے لگیں۔

"آپ ابھی ہی نکلنے لگے ہیں یا کچھ دیر بعد۔" حیام اس کے ساتھ چلتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"دی جان سے مل کے نکلنے لگا ہوں۔" گھڑی میں ٹائم دیکھتے ہوئے وہ بولا اور نظریں اپنی حیام کی جانب کی جو ہلکی سی مسکراہٹ سے اسے ہی دیکھ رہی تھی، اس کی مسکراہٹ میں کچھ اداسی بھی شامل تھی جس کو محسوس کرتے ہوئے جہانگیر نے اپنا بازو اس کے گرد کرتے آہستہ سے اسے حلقے میں لیا۔ اس نے آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اسے پیار سے دیکھا تو وہ مسکرا کے اس سے دور ہوتی واپس صحن میں آتے اماں بیگم کے ساتھ چارپائی پہ بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

"ماشاءاللہ بہت پیاری جوڑی ہے چھوٹے خان کی اور حیام بچی کی، بہت جچتے ہیں دونوں ایک ساتھ کھڑے ہو کے۔" حیام کے بیٹھتے ہی عورتوں نے اس کی تعریفیں کرنا شروع کر دی جس پہ وہ جھینپ سی گئی۔

"کتنی دیر ہوئی گئی بھلا شادی کو۔۔۔؟" ایک عورت آنکھوں میں چمک لیے بولی۔

"تین ماہ ہو گئے ہیں۔۔"ساتھ ہی بیٹھی باقی عورتوں نے یاد کرتے کہا تو حیام اور اماں بیگم نے تائید کی۔حیام کو تین ماہ کا سنتے پچھلے دو ماہ یاد آئے جو اس نے بغیر جہانگیر کے گزارے تھے،ان دنوں کو یاد کرتے بے ساختہ ہی وہ جھر جھری لے اٹھی۔

"تین ماہ ماشاءاللہ۔۔۔تو ابھی تک خوشخبری نہیں آئی۔۔۔"وہی عورت منہ بنا کے حیام سے پوچھنے لگی جس پہ حیام ہڑ بڑا گئی۔

"نہیں۔۔۔!وہ۔۔۔"حیام کو امید نہیں تھی کہ کوئی ایسا سوال بھی کرے گا تو ابھی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہے۔۔

"کتنی بار منع کیا ایسے سوال نہ کیا کرو،یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے اور سب سے اہم بات یہ اللہ کی مرضی ہے۔۔۔"حیام کی متغیر رنگت دیکھتے اماں بیگم نے اس عورت کو بری طرح ٹوکا جو خود لگ بھگ پینتیس سال کی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"معافی اماں بیگم، میں تو بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔" وہ شرمندہ ہوتی ہوئی بولی تو باقی بھی خاموش ہو گئیں۔

"گل بی بی جی کی مبارک ہو آپ کو۔۔" تھوڑی دیر بعد وہ پھر سے گل کی مبارک دیتی ہوئی بولی تو انہوں نے مسکرا کے وصول کی۔

کل شام کو بھی عورتیں آئی تھیں لیکن حیام کو تب نیند بہت ستا رہی تھی، وہ تھوڑی دیر ہی ان کے پاس بیٹھی تھی پھر واپس کمرے میں آ گئی تھی۔اماں بیگم نے پہلے ہی اس کو کہہ دیا تھا کہ یہاں تیار سی رہا کرے کیونکہ کسی بھی وقت کوئی بھی گاؤں سے عورت اس سے ملنے آسکتی تھی۔۔اس کی ہدایت پہ ہی وہ آج سجی سنوری تھی تو گاؤں سے خواتین بھی اس کو ملنے آ گئیں۔

حیام انہیں کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا جواب دے رہی تھی جب جہانگیر صحن میں آتا ہوا دکھائی دیا۔۔

"چھوٹے خان بہت مبارک ہو آپ کو شادی کی۔۔۔آپ کی دلہن بہت خوبصورت ہے چاند کی طرح۔" جہانگیر کو دیکھتے ہی سب اس کو مبارک باد دینے کے ساتھ حیام کی تعریف بھی کرنے لگیں جس پہ وہ بس مسکا رہی تھی۔اس نے کچھ کہنے کے بجائے سر کو خم دیا بس اور اماں بیگم کی جانب متوجہ ہوا۔

"چلتا ہوں اماں بیگم دعا کریے گا۔" اس کے آگے جھکتا وہ سنجیدگی سے بولا جبکہ نظریں ہنوز حیام پہ جمی تھیں جو اماں بیگم کے کھڑے ہونے پہ خود بھی کھڑی ہو گئی تھی۔

"اللہ کامیاب کرے فی امان اللہ!" اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔

مسکاتی انکھوں سے دیکھتے ہوئے جہانگیر وہاں سے چلا گیا،اس کے جاتے ہی حیام کا دل براہونے لگا۔۔اب اس کا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا یہاں بیٹھنے کا،زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے وہ ان کے درمیان بد۔دلی سے بیٹھی رہی۔

_________________**

دواؤں کے زیر اثر وہ نیند میں تھا جب دھڑام سے کچھ اس کے پاس آ گرا۔۔ہڑ بڑا کے آنکھیں کھولتے اس نے دائیں جانب دیکھا جب ایک شرارت بھرا مسکراتا ہوا چہرہ اس کے سامنے آیا جو اپنے چھوٹے دانت دکھاتا اس کو دیکھ رہا تھا۔

"ابان۔۔۔!" وہ مسکراتا ہوا اپنی بہن کے بیٹے (شیطان) کو دیکھنے لگا جو کل رات ہی آئے تھے یہاں۔

"ماموں گڈ مارننگ۔۔۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔

"بیٹا ابھی گڈ مارننگ نہیں ہوئی تھی تو نے زبردستی کروائی ہے۔" وہ مزے سے اب اس کے اوپر چڑھ کے بیٹھ گیا کہ کیف گہرا سانس بھرتا ہوا بولا۔

"ماما کدھر ہیں۔۔۔؟" وہ ٹھوڑی تلے دونوں ہاتھ معصومیت سے ٹکائے ہوئے اب اس کو تک رہا تھا جب کیف نقاہت سے تھوڑا اوپر کی طرف اٹھتا ہوا پوچھنے لگا جس پہ بجائے کچھ بتانے کے ابان نے آنکھوں سے کمرے کے باہر اشارہ کیا۔

"اور بابا۔۔۔؟"اس پہ وہ کندھے اچکاتا ہوا لاعلمی کا اظہار کرنے لگا تو کیف ہنس دیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ابان کے واپس پاکستان آئے ہی نہیں تھے کام کی وجہ سے۔

"رز گل تیرا بیٹا تنگ کر رہا مجھے اٹھا اس کو یہاں سے۔۔۔" وہ جان بوجھ کے اونچی آواز میں ہانکتا ہوا بولا کہ ابان ایسے ہی اس کے پیٹ پہ بیٹھا اب اس کو گھورنے لگا۔

"گناہ ملے گا اللہ سے۔" وہ کہتا ہوا اس کے پیٹ سے اٹھ کے سائیڈ پہ آرام سے لیٹ گیا جب تک اس کی ماں آتی وہ اچھا بچہ بن چکا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" ایپرن سے ہاتھ صاف کرتی ہوئی اندر آتے وہ پوچھنے لگی۔

بالکل کیف کے نین نقوش کی مالک وہ خوبصورت سی لڑکی عام سے حلیے میں موجود تھی۔اسی کی طرح تیکھی ناک ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے لب، کندھوں سے نیچے تک آتے بال جن کو کیچر میں باندھ رکھا تھا۔

"کیف یہ ہڈیاں بچی ہیں نا میں نے یہ بھی توڑ دینی، آرام سے لیٹا ہوا ہے وہ، کہاں تنگ کر رہا ہے اور مجھ سے زرا تمیز سے بات کیا کرو میرے بیٹے کے سامنے۔۔ اتنی سی عمر میں کیا سیکھے گا وہ۔" زرگل ابان کو سکون سے لیٹا ہوا دیکھ کے کیف کو باتیں سنانے لگی اور چلتی ہوئی اس کی سائیڈ آتے لحاف اچھے سے اوڑھنے لگی۔

"الحمدللہ میری پہلے بھی کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔۔۔اور یہ کیسی تمیز ہے، مجھے خود تم باتیں سنا رہی ہو۔" وہ بدلے میں اس چھوٹے کو گھورتا ہوا بولا تو اپنے بیٹے کا سر ماتھا چومتی وہ واپس چلی گئی۔

کل رات ہی زرگل اپنے بیٹے کے ساتھ پاکستان آئی تھی اور اظہر صاحب ان دونوں کو یہاں گھر لائے تھے۔۔ گاؤں میں ابھی بتانا تھا ان کی آمد کا کیونکہ ان کی آمد بھی اچانک ہی تھی۔

دو سال کا فرق تھا دونوں میں لیکن لڑتے پھر بھی ایسے تھے جیسے ہم عمر ہوں، لیکن پیار بھی اس سے بڑھ کے تھا دونوں میں، عماد اور جہانگیر سے بھی اس کی کافی اچھی خاصی دوستی تھی۔

"کیف یہ کوئی لیڈی آئیں ہیں۔" زرگل کیف کو ناشتہ کروا کے کیچن میں گئی تو بیل سنتے جب دروازہ کھولا تو رمشا باہر کھڑی تھی۔۔اس کو اندر آنے کا کہتے وہ خود کیف سے پوچھنے لگی۔

"آ ویری پریٹی لیڈی، بھیجو روم میں۔" وہ شرارت سے آنکھ دبا کے بولا تو زرگل ماتھے پہ بل لیے اس کو دیکھنے لگی۔

"یار ڈاکٹر ہے میری بھیجو اس کو۔۔۔" وہ شرافت سے بولا تو زرگل اچھا کر کے باہر جانے لگی۔

"کافی چھوٹی نہیں۔۔۔ ویسے ہے پیاری۔" وہ پہلے حیرانگی کا اظہار ہوتے کرتی ہوئی بولی پھر مسکرا کے ستائشی انداز میں کہتی رمشا کو اندر بھیجنے لگی۔

رمشا اندر آتی ہوئی اپنا بیگ صوفے پہ رکھتے اس میں سے اپنی چیزیں نکالنے لگی۔

"یہ آپ کی بہن ہیں نا۔" وہ پرجوش سی بولی۔

"ہاں جی۔۔۔" اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کیف بولا اور رمشا کو بغور دیکھنے لگا جو کانجی کلر کے سوٹ میں ملبوس تھی اور ہنوز اپنی نظریں دروازے پہ جمائے ہوئے تھی۔

"بالکل آپ کی طرح لگتی ہیں۔۔۔" وہ اپنی رائے دینے لگی۔

"بہن ہے تو میرے جیسی ہی لگے گی نا تمہارے جیسی نہیں۔" وہ طنزیہ کہتا ہوا اپنا ہاتھ آگے کرنے لگا جس کو وہ منہ بنا کے تھامتی ہوئی کھڑا کرنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"انداز سے جہانگیر بھائی کھڑوس لگتے تھے اور یہ ہنس مکھ جبکہ یہاں کیس الٹا نکلا انفیکٹ یہاں والا کیس زیادہ مینٹل ہے۔" وہ دل میں سوچتی ہوئی اس کو نرمی سے وہیل چیئر پہ بٹھانے لگی۔

"یار آرام سے۔۔۔" اس کی ٹانگ کو جب وہ پیچھے کرنے لگی تو وہ پھر تڑپ کے بولا کہ رمشا نے آج ہاتھ ہٹانے کے بجائے اپنا کام جاری رکھا۔

"میں بہت آرام سے کر رہی ہوں سر۔۔۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"یہ آرام ہے۔۔۔؟" وہ آنکھیں دکھاتا ہوا بولا تو رمشا اس کی ٹانگ کو چھوڑے اب کھڑی ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"یہی کام میں بہت پیار سے کر رہی ہوں، اگر ہوتا نا کوئی میل ڈاکٹر تو لگ پتا جاتا آپ کو۔" وہ جتاتی ہوئی بولی کہ جب بھی وہ آرام سے کام کرتی تھی تب ایسے ہی جان بوجھ کے نخرے دکھاتا تھا۔

"ہاں واقعی بہت پیار سے۔۔۔" وہ اسے گھورتا ہوا بولا تبھی زر گل اندر داخل ہوئی۔

"سوری میں دوبارہ نہیں آئی، میرا ابان کب سے تنگ کر رہا تھا کہ اندر جانا اندر جانا تو میں آنے نہیں دے رہی تھی اب ضد کر کے آیا ہے۔۔" زر گل کی ٹانگ سے چپکا ابان چور نظروں سے رمشا کو دیکھ رہا تھا جبکہ زر گل نے ہاتھ میں ٹرے تھامی ہوئی تھی۔

"یہ آپ کا بیٹا ہے۔۔۔" وہ کیف پر سے توجہ ہٹاتی ہوئی زر گل کی ٹانگ کی طرف دیکھنے لگی جہاں پیارا سا گلابی گالوں کا اپنی ماں جیسی تیکھی ناک والا بچہ کھڑا اسے اشتیاق سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا نام ہے آپ کا۔۔۔؟" وہ پیار سے پوچھنے لگی جس پہ ابان شرمانے لگا تو رمشا ہنس پڑی۔

"کچھ کھا لو۔۔۔۔" زر گل ہاتھ میں تھامی ٹرے کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

"اس کی کیا ضرورت تھی آپی۔۔میں بس اس کی فزیو کروا کے جانے والی تھی۔" رمشا تھوڑا خجل ہوتی ہوئی بولی۔

"جب سے آئی ہے مجھے تو احسان جتا رہی ہے یہ کام کر کے خیر تم مزے لو۔۔۔" کیف ہنس کے زرگل کو چڑاتا ہوا بولا تو اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"میں بھی کھالوں۔۔۔!" ابان اپنی ماں کو دیکھتا ہوا معصوم چہرہ بنا کے بولا۔

"آپ پہلے ہی بہت کھا چکے ہیں اب اور نہیں۔" اس کو گود میں اٹھاتی ہوئی وہ واپس کمرے سے باہر چلی گئی۔

"زری جہانگیر آنے والا ہے آج۔۔۔" اس کے جاتے ہی کیف یاد کرتا ہوا پیچھے سے ہانکتا ہوا بولا۔

"خان ماموآرہے ہیں! ان کے ساتھ نئے گھر جائیں گے۔۔۔" وہ ابان کو مزے سے بتاتی ہوئی دوسرے کمرے میں اس کو لے گئی۔

__________________**

"جب سارے ثبوت اور معاملے اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ زمین اور یہ ساری پراپرٹی آصف رفاقت کی ملکیت تھی جو اب ان کے بیٹے کی ملکیت ہے تو میں عدالت سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کیس کا آج ہی میرے مؤکل کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے۔" وکیل کھڑا ہوتا اپنے پروفیشنل انداز میں کہتا ہوا دفاعی وکیل کی کو دیکھنے لگا جو اپنی سیٹ سے کھڑا ہوتا تکبرانہ انداز میں چلتا ہوا درمیان میں آ کھڑا ہوا۔

"ضرور جج صاحب میں بھی چاہتا ہوں کہ یہ فیصلہ ہو جائے جلد از جلد اور عدالت کا وقت برباد ہونے سے بچایا جائے لیکن اس سے پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ میرے فاضل دوست کے مؤکل عاصم جہانگیر میرے ساتھی اکبر اعظم کے بھائی کی بیٹی کو قید کیے ہوئے ہیں۔۔۔ فرہاد اعظم کی بیٹی کو اپنے پاس روکے ہوئے ہیں صرف اس بات کی وجہ سے کہ وہ اس زمین سے دستبردار ہو جائیں۔" جہاں جہانگیر اس کیس

کے ختم ہونے اور اپنے حق میں فیصلہ ہونے پہ ہوش تھا اور مسکراتے ہوئے عدالت کے فیصلے کا منتظر تھا وہیں دفاعی وکیل کے ایک اور الزام تو جیسے وہ ساکت سا ہو گیا۔۔۔

بے ساختہ ہی جہانگیر کی نظر اکبر اعظم کی جانب اٹھی اور بے یقینی سے ان کو دیکھنے لگا کیونکہ اصل حقیقت سے وہ بھی انجان نہ تھے۔

جہانگیر کو وہ خود بھی پریشان لگے، لازماً ان کے علم میں بھی یہ بات نہیں تھی۔

"آئی ابجیکشن یور آرنر۔۔" جہانگیر کے وکیل نے فوراً مخالفت کی تو جج صاحب نے ٹوک دیا۔

www.novelsclubb.com

"جج صاحب اکبر اعظم کے چھوٹے بھائی فرہاد اعظم جی سابقہ بیوی جہانگیر خان کی بہن ہیں جو اب اپنے ماموں زاد سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہیں۔۔۔ فرہاد اعظم نے کئی بار اپنی بیٹی سے ملاقات کی چاہ کی تو بدلے میں ان کو روکا گیا۔۔ اور اب اگر وہ بچی کو اپنے پاس لانا چاہ رہے ہیں جو ان کا قانونی حق ہے تو یہ اعظم فیملی پہ دباؤ ڈال رہے

ہیں کہ وہ اس مقدمے سے برخاست ہو جائیں ورنہ وہ کسی صورت بھی بچی ان کے حوالے نہیں کریں گے جبکہ یہ بات بھی طے ہے کہ بچی اپنے والد کو ملنے کو بے تاب ہے یہ کچھ تصاویر جو اس بات کی حقیقت بیان کریں گی۔" جانے کہاں سے وہ یہ ساری معلومات لے کے آئے تھے کیونکہ فرہاد تو خود ابھی پولیس کی حراست میں قید تھا تو اور اکبر اعظم سے کیس کی سماعت شروع ہونے سے پہلے جب جہانگیر ملا تھا تب واضح لگ رہا تھا کہ وہ اس کیس سے برخاست ہونے والے ہیں اور اب یہ سب۔۔۔ یہ جہانگیر کی سمجھ سے جیسے باہر ہو رہا تھا۔۔۔ خود پہ ضبط کیے وہ لب بھینچے ان پہ مٹھی بنائے بیٹھا سب سن رہا تھا ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا نہ اس فرہاد کو لا کے یہاں کھڑا کر کے اس کی دھلائی کر ڈالے۔

"آپ کچھ کہنا چاہیں گے۔۔۔" انہوں نے اب جہانگیر کے وکیل کی جانب دیکھا تو انہوں نے ایک نظر جہانگیر کو پھر جہانگیر کے اشارہ کرنے پہ وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔۔۔

www.novelsclubb.com

"جج صاحب پہلے کی طرح یہ بھی سراسر الزام ہے اور اگر اس بات کا ثبوت بھی پیش کرنا چاہیں تو ہم کر سکتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم یہاں جس چیز کے فیصلے کے منتظر ہیں وہ کیا جائے اور اگر فرہاد اعظم کو یہ مسئلہ درپیش ہے تو وہ باقاعدہ کیس فائل کریں اس طرح سے ہمارا اور عدالت کا وقت برباد نہ کیا جائے۔" وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے اپنی جگہ پہ بیٹھ گئے۔

"ویسے تو یہ کیس اس کے ساتھ نہیں لیکن اندر دفاعی وکیل نے یہ بات جوڑی ہے کہ اعظم فیملی پہ زور ڈالا جا رہا ہے جس کی وجہ سے بچی بھی ان کے حوالے نہیں کی جا رہی۔۔۔ تو کورٹ کا حکم ہے کہ اس کی جانچ پڑتال کی جائے اور اصل بات سے کورٹ کو آگاہ کیا جائے کیس کی اگلی سماعت تک یہ کیس پینڈنگ۔۔۔" وہ جیسے جیسے کہہ رہے تھے جہانگیر کے غصے میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ خود کے غصے پہ قابو پانے کی کوشش کرتا جیب سے لائٹر اور سگریٹ نکالنے لگا جب وکیل کو اشارہ کیا۔۔۔ غصے سے اپنا ہاتھ کرسی پہ مارتے اٹھتا ہوا اور اپنا کورٹ حسب معمول اپنے

بازو پہ لٹکائے ہوئے تھا۔۔۔گلاسز کو پاکٹ میں ڈالتا ہوا وہ وکیل کے روبرو کھڑا ہو کے بات کرنے لگا۔

"آپ کو اگلی سماعت کی تیاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ضرورت ہمیں پڑنے بھی نہیں والی۔۔۔آپ نیکسٹ ٹائم بس ریڈی رہیں ایک دو بات کر کے ختم کریں کیس۔۔۔آئی ایم سیر یسلی فیڈ آپ ود دس۔" وہ سخت جھنجھلاہٹ کا شکار تھا۔۔۔وکیل اس کو غصہ نہ کرنے کی تلقین کرتا ہوا اپنے آفس چلا گیا تو وہ سیگریٹ سلگاتا ہوا گہرے کش لینے لگا ساتھ ہی اپنی شرٹ کے کف فولڈ کرتے جو دو سٹیپس بنے تھے وہاں سے اترتے ہوئے لوگوں کی چہل پہل کو دیکھنے لگا۔

"میں معذرت خواں ہوں عاصم جہانگیر۔۔۔!" اچانک پیچھے سے آتی آواز پہ اس نے نا سمجھی سے مڑتے ہوئے دیکھا تو اکبر اعظم کھڑے تھے۔

"کس بات کی معذرت۔" وہ سپاٹ انداز میں بولا اور سیگریٹ کا گہرہ کس بھرا البتہ نظریں ان کی جانب نہیں تھیں۔

"جو آج سب کورٹ میں ہوا۔ میں خود نہیں جانتا کہ یہ سب وکیل نے کس کے کہنے پہ بات کی، یا شاید جانتا ہوں۔" وہ نادم سے کہتے ہوئے آخر پہ ہلکا سا ہنسے تھے جس پہ جہانگیر نے ان کی طرف دیکھا۔

"آپ کو معذرت کرنے کی کوئی ضروت نہیں اعظم صاحب آپ بڑے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ وہ سب آپ نے نہیں کیا۔۔۔ لیکن میں یہ امید رکھتا ہوں کہ آپ اس چیز کو جلدی ختم کر دیں گے اپنا خیال رکھیں خدا حافظ۔" وہ بنا کسی تاثر کے اپنی بات کہتا ہوا آخر میں نرمی سے مسکرایا تھا اور پھر وہاں رکنے کے بجائے اپنے ڈرائیور کے آنے پہ گاڑی میں بیٹھتا ہوا چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

گاڑی میں بیٹھتے اس نے موبائل آن کیا تو ڈیئر وائف کے نام سے دو مسڈ کالز موجود تھیں جن پہ وہ بے ساختہ ہی مسکرا دیا۔

"کہاں ہیں آپ۔۔۔؟ پہنچ گئے۔۔؟" نمبر ملتے ہی دوسری جانب سے حیام کی بے چین آواز ابھری تو لبوں پہ ہتھیلی جمائے مسکراہٹ روکنے لگا۔

"ہاں جی پہنچ چکا ہوں، عماد کو میسج کر چکا تھا میں۔" اس نے ایک طرح بتانا ضروری سمجھا جبکہ وہ خفا ہو گئی۔

"بیوی میں ہوں آپ کی یا عماد بھائی۔" عماد کو بتانے والی بات پہ وہ برا مناتی ہوئی بولی۔

"بالکل آپ ہیں میری زوجہ محترمہ!" وہ سر کو خم دیتا ہوا گھمبیر لہجے میں بولا تو حیام کے لب اپنے آپ مسکائے۔

"کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟" وہ بیڈ پہ لحاف اوڑھتی ہوئی ٹیک لگائے بیٹھتی ہوئی اب مزے سے اس سے بات کرنے کے موڈ میں تھی۔

"بیٹھا ہوں۔"

باہر رستے کو دیکھتے اس نے عام سے لہجے میں کہا۔

"اور تم۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

"میں آپ سے بات کر کے سکون حاصل کر رہی ہوں۔" اب کی بار مسکرانے کی باری عاصم جہانگیر کی تھی۔

"کب آئیں گے۔۔۔" کچھ دیر بات کرنے کے بعد حیام نے اداسی پوچھا۔

"مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم اظہار محبت کرنا چاہ رہی ہو۔" وہ جواب دینے کے بجائے الٹا گویا ہوا تو حیام لب دبا کے مسکراہٹ کو ہونٹوں کے گوشے چھونے سے پہلے ہی چھپا گئی۔

"میرے بغیر خوش فہمیاں نہ پالیں آپ۔۔۔" وہ اترا کے بولی تو وہ ستائشی انداز میں اوو کر تا رہ گیا۔

"جناب آپ کے بغیر ہم خوشیاں بھی کہاں پال رہے ہیں۔" وہ دلکشی سے بولا تھا۔

"تو آجائیں۔۔" وہ بہت مدھم آواز میں بولی تھی کہ جہانگیر گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے مس کر رہے ہیں؟" وہ چھت کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"نہیں۔۔۔!" وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا اور یونیورسٹی آتے اپنا کوٹ بازو پہ رکھے دروازہ کھولتے باہر نکلا۔

"کیوں۔۔۔؟" اس کا جواب دیتے وہ مایوس ہوئی تھی بہت، بیڈ شیٹ کو ناخن سے کھروچتے ہوئے ہوئے اپنا عکس دور آئینے میں دیکھنے لگی جہاں اس کے بال بندھے ہوئے تھے۔ اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو اس کو بال باندھنے نہ دیتا۔

"تم بھولی کب ہو۔" جہاں اس کا ایک لفظ اس کو مایوس کر گیا تھا وہیں اس کا اگلا جواب سنتے وہ بلش کرتی ہوئی مسکرا دی۔ اندر تک سرور کی لہر دوڑ گئی ہو جیسے۔

"فری ہو کے بات کرتے ہیں ابھی یونیورسٹی میں ہوں۔" نرمی سے کہتا ہوا کال کاٹ گیا تو منہ بنا کے وہ بھی موبائل سائیڈ پہ رکھتی ہوئی کمرے سے نکلی اور جا کے دعا کے ساتھ بزی ہو گئی۔۔

گل اماں بیگم کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی تھی اپنا روٹین کا چیک اپ کروانے تو گھر میں دی جان،تائی جان اور دعا ہی تھیں۔۔دی جان تو کمرے میں آرام کر رہی تھیں اور تائی جان کیچن میں ملازموں کے ساتھ کھانے کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔

__________________**

"کیسی جا رہی ہے تمہاری کسرت۔۔۔؟" جہانگیر کیف کو کال کرتا ہوا پوچھنے لگا اس وقت وہ بالکل ابھی اپنے اپارٹمنٹ کی طرف جا رہا تھا۔

"اچھی جا رہی ہے تیرا بھائی جلدی ریکور کر رہا ہے،تو سنا۔" کیف مزے سے بیٹھتا ہوا اسے بتانے لگا،اس کے کمرے میں ابھی ابان بھی موجود تھا جو صبح کی طرح اس کی گود میں چڑھے بیٹھا تھا۔

"میں آج تو نہیں آپایا، کل آؤں گا پھر شفٹنگ کا کام بھی کل مکمل ہو جائے گا۔"

اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ مصروف سا بولا تو کیف نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں تو صبح صبح آجانا پھر ناشتہ بھی ادھر کر لینا، اور یہ تیرا بھانجا صبح سے میرے اوپر چڑھ کے بیٹھا اس کو بھی لے جانا۔۔" وہ جان بوجھ کے ابان کے بال چھیڑتا ہوا بولا جو مزے سے اس کی ٹانگوں پہ اپنی ٹرے سجائے ہوئے نوڈلز کھا رہا تھا۔

"ماما ماموں تنگ کر رہے۔۔۔" اس کے ہاتھ لگانے کی دیر تھی جب وہ چیختا ہوا اپنی ماں کو آواز لگانے لگا۔

"یہ سن رہا ہے جان بوجھ کے جھوٹ بول کے اپنی ماں کو آوازیں لگا رہا ہے۔۔۔ اپنی ماں پہ گیا ہے نا بالکل۔۔" کیف بغیر اس کو چھوڑے زبردستی اس کے گال پہ کاٹتا ہوا جہانگیر کو بتانے لگا تو دوسری طرف سے اس کا قہقہہ گونج اٹھا۔

"اور تم نے جینا حرام کیا ہو گا اپنی بہن کا جب سے آئی ہوئی ہے تب سے۔" جہانگیر اپنے شوز اتارتا ہوا صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتا ہوا بولا تو کیف نے بھرپور تائید کی۔

"کوئی شک۔۔" وہ فخریہ گویا ہوا۔

"کھانا نہیں کھائے گا۔" کیف نے اب کی بار ابان کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"نہیں تھک گیا ہوں آج تو باہر سے کھا چکا ہوں۔" وہ بولتا ہوا اپن شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔

"کل اماں بیگم بھی آرہی ہیں عماد کے ساتھ۔" اس نے ساتھ ہی اطلاع دی۔

www.novelsclubb.com

"چل تو آرام کر تھکا ہوا ہے۔۔۔" کیف اس کو بائے کہتا ہوا واپس سے ابان کو تنگ کرنے لگا جواب کی بار چیخنے کے بجائے الٹا اسی پہ چھپٹ پڑا جس پہ وہ قہقہہ لگاتا ہوا اپنا بچاؤ کرنے لگا۔

وہ آنکھیں موندے پڑا سکون کی چاہ میں تھا، اسے لگ رہا تھا جیسے ابھی حیام مسکراتی ہوئی آئے گی اور اپنی مسکراتی ہوئی آواز میں اس سے شکوہ کرے گی کہ "تھوڑا اور لیٹ آجاتے"

خیر وہ دو دن کے لیے ہی گئی تھی واپس تو اس نے آجانا تھا۔۔ ٹھنڈی سرد آہ بھرتا ہوا وہ اٹھا اور جا کے فریش ہونے لگا۔۔

"عادت ڈال گئی ہے مجھے۔۔۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے بڑبڑایا اور باتھ میں نہانے گھس گیا۔

"کل خود نہ آیئے گا میں آپ کو پک کر لوں گا۔" رمشا کو میسج کرتے ہوئے وہ کنفرٹر اوڑھے لیٹ گیا تبھی حیام۔ کی کال آگئی۔۔۔

"اگر مجھے عادت ڈالی ہے تو خود بھی میرے بغیر نہیں رہ رہی۔" وہ جاندار لبوں پہ مسکراہٹ لیے ہوئے اس کی کال اٹینڈ کرتا ہوا سکون سے آنکھیں موندے زوجہ محترمہ سے باتیں کرنے لگا۔۔ اصل میں اس نے سننا ہی تھا باتیں تو وہ کرتی تھی۔

_______________**

"حیام آپی کے ساتھ سونے کی ضد کی جا رہی تھی۔۔۔" وہ جہانگیر سے باتیں کر کے فارغ ہوئی تھی کہ کمرے کے دروازے کے باہر ناک ہوئی دیکھا تو عماد گود میں دعا کو لیے ہوئے تھا۔

"سوری میں بہت منع کیا لیکن بضد تھی تو لانا پڑا۔۔۔" دعا کو حیام کی گود میں دیتے ہوئے وہ سر کھجاتا ہوا بولا تو حیام نے دعا کے رخسار پہ بوسہ لیا۔

"کوئی بات نہیں جبکہ اس کے مامو نہیں آجاتے دعا ان کی جگہ میرے ساتھ رہے گی۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی اور عماد کے جانے۔کے بعد دروازہ اچھے سے لاک کرتے ہوئے اس کو اٹھائے بیڈ پہ کے آئی جو ہلکے سبز رنگ کے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھی۔

"آجاؤ آپی کی جان۔۔۔" وہ خود چینج کر کے آتی اس کے ساتھ لیٹتی ہوئی بولی تو دعا اس کے گرد باہیں پھیلائے چہکتی ہوئی آنکھیں بند کر کے سونے لگی۔

"آپی۔۔۔۔؟" تھوڑی ہی دیر گزری ہو گی جب حیام کو دعا کی پکار سنائی دی۔

"جی۔۔!" وہ محبت سے اس کا ماتھا چھوتی ہوئی بولی۔

"آپ جہانگیر ماموں کی دلہن ہیں نا۔" اس کے رخسار پہ اپنی ہتھیلی جما کے وہ معصومیت سے پوچھنے لگی تو حیام اس کے اگلے سوال کو سوچتے ہوئے پہلے ہی سرخ پڑ گئی۔

"ہاں جی۔۔۔" وہ آہستہ سے سر ہلاتی ہوئی بولی۔

"آپ کا بے بی نہیں آیا ابھی؟" جس کو وہ سوچ رہی تھی وہی سوال وہ معصومیت سے منہ بنا کے بولی۔

"صبح تمہاری ماما کو کہتی ہوں کہ بتائیں تمہیں کہ کس کا بے بی آنے والا۔" وہ دل میں سوچتی ہوئی خود ہی ہنسی اور دعا کے چہرے کو دیکھنے لگی جس کی سنہری آنکھیں اسی پہ ٹکی تھیں۔

"اللہ تعالیٰ سے دعا کرو آجائے گا۔" وہ اسے اور کیا کہتی تو مسکرا کے جواب دیتی ہوئی اس کو سونے کا کہنے لگی۔

"کتنے۔۔۔؟" اب کی بار وہ الجھن بھرے تاثرات سے پوچھنے لگی کہ حیام نا چاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔

"سو جاؤ دعا میری جان سو جاؤ۔" وہ اس کو ہنستے ہوئے اب تھپکتے ہوئے سلانے لگی۔

www.novelsclubb.com

________________**

"یہ ہمارا نیا گھر۔۔اب سے حیام اور میں بھی یہی رہیں گے ان سب کے ساتھ جب تک یہ شہر موجود ہیں۔" رمشا کو جب وہ گھر کے لان میں لیے داخل ہوا تو مسکراتے ہوئے بتانے لگا تو وہ ستائیشی نظروں سے داد دینے لگی۔

"ماشاءاللہ سر ویری نائیس۔"

"باقی بھی گھر آ گئے ہیں؟" اس کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہوئے وہ پوچھنے لگی۔

"ہمم، آپ کے سر کچھ بگڑے سے موڈ میں لگ رہے ہیں۔" فرسٹ فلور پہ لاؤنج کے دائیں طرف بنے کمرے میں اس کو لے جاتا ہوا سنجیدگی سے بتانے لگا تو رمشا نے آنکھیں گھمائیں۔

"جان بوجھ کے کرتے ہیں سب جانتی ہوں میں۔" وہ منہ بنا کے بولتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اس کے پیچھے ہی جہانگیر بھی اندر داخل ہوا۔

کمرے میں زرگل اظہر صاحب اور کیف سب موجود تھے، سب سے ملتی ہوئی وہ بھی زرگل کے ساتھ۔ہی صوفے پہ بیٹھ گئی۔۔اس کے بیٹھنے پہ زرگل کی گود میں بیٹھا ہوا ابان شرمانے لگا۔

"ابان۔۔۔" جہانگیر اظہر صاحب کو ملتا ہوا ابان کو اپنے پاس بلانے لگا تو رمشا کی موجودگی میں وہ شریف بچہ بنتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس کے پاس آیا جس کو سمجھ کے جہانگیر بھی ہنس دیا۔

"یہ شاید رمشا کو دیکھ کے اپنے بابا پہ چلا جاتا شرمیلا سا۔" کیف نے فوراً دیکھتے ہوئے زرگل کو چھیڑنا اپنا فرض سمجھا۔

"زرا شرم نہیں ہے تم میں بہن کو ایسا کہتے ہوئے۔" اس کی بات پہ وہ گھورتے ہوئے بولی۔

www.novelsclubb.com

"عماد رستے میں ہے اماں بیگم آرہی ہیں تیار رہو زرگل۔" جہانگیر نے زرگل کو اشارہ کرتا ہوا بولا تو وہ بات کو ہوا میں اڑا گئی۔

"حیام کو کب لا رہے ہو گھر؟" اظہر صاحب نے بھی باتوں میں حصہ لیا۔

"جی بس یہ کام سے فری ہوتے ہی میں اسے لینے جاؤں گا۔" وہ سنجیدگی سے بتانے لگا۔

____________________**

آج صبح جب وہ سو رہی تھی۔ تو دعا کو سکول جانے کے لیے لینے عماد آیا تھا، دعا کو وہ خود تیار کر کے جب وہ واپس روم آئی تو اس کا کسی چیز میں دل نہ لگا۔۔ ناشتے کے بعد عماد اماں بیگم کو اپنے ساتھ لیے شہر روانہ ہو چکا تھا۔۔۔ تھوڑی دیر ایسے ہی گزری تو ملازم نے آکے ان کو اطلاع دی کہ حیام کے بھائی آئیں ہیں۔۔ وہ تو جیسے کھل اٹھی، مہمان خانے میں آئی تو وہ سب اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی سب سے

پہلے تو دادی جان کے پاس گئی اور ان سے پیار لیتی ہوئی اپنی بھابی سے ملی۔۔آخر پہ اپنے لالہ کے پاس آتے وہ وہیں پہ جیسے چپک گئی۔

"تم تو جیسے بھول ہی گئی ہو ہمیں۔"زوفا نے آنکھیں دکھاتے ہوئے شکوہ کیا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

"اب اس کو بس ایک ہی شخص یاد ہے۔"گل اس کے اور زوفا کے ساتھ ہی بیٹھی تھی تبھی شرارت سے سرگوشی میں بولی جس پہ حیام تو منہ بنا گئی البتہ زوفا ہنس دی۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے۔۔؟ماشاءاللہ بہت مبارک ہو۔"زوفا مسکراتی ہوئی خوش دلی سے بولی۔۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں بس تھکن رہتی ہے تھوڑی سی۔"وہ مسکرا کے بتانے لگی۔۔

"گل ادی صاحبہ آپ نے ہماری گڑیا کو یہ نہیں بتایا کہ گھر میں ایک بے بی آرہا ہے۔۔۔" حیام فوراً سے یاد کرتی ہوئی گل کو پوچھنے لگی جس پہ وہ ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"مجھ سے رات میں پوچھ رہی تھی کہ جہانگیر ماموکا بے بی نہیں آیا ابھی تک۔۔" حیام ہنستی ہوئی بتانے لگی تو تینوں ہنس دیں۔

"میں نے خود نہیں بتایا، پھر اس کے سوال نہیں ختم ہونے جن سے میں نے چڑ جانا ہے۔" گل آنکھیں گھماتی ہوئی بتانے لگی۔

"تو ابھی بتادیں گی تو میں بچ جاؤں گی سوالوں سے۔" حیام اپنی طرف سے مشورہ دیتی ہوئی بولی۔

"توتم ایسا کرو کہ اس کے سوالوں کے جواب میں اسے بے بی لا دو۔" اب کی بار زوفا نے شرارت سے مشورہ دیا جس پہ وہ سٹپٹا اٹھی۔

"حد ہے آپ دونوں تو مجھ پہ ہی تیر چلانے لگیں۔" حیام ان کو آنکھیں دکھاتی ہوئی بولی اور اٹھ کے دی جان کے پاس بیٹھ گئی۔

***________**__________*

سردی نے اب ڈھلنا شروع کر دیا تھا۔ دوپہر کی تپش سے ابھی لوکل تھانے میں ہر سو خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا، کہ بس تھانے دار ہی اپنی ڈیوٹی پہ کھڑے تھے۔

"یہ تم نے کیا بکواس کی ہے وکیل سے۔۔۔" جیل کی سلاخوں کے پیچھے وہ فرہاد کو دیکھتے ہوئے دھاڑے تھے۔۔

"کون سی بکواس؟" وہ صاف انجان بنتا ہوا حیرت کا اظہار کرنے لگا۔

"وکیل کو کیا پٹی پڑھائی ہے تم نے، تم پہلے بھی میرا بنا بنایا کام بگاڑ چکے تھے اور اب بھی یہ بے وقوفی، مقصد کیا ہے تمہارا آخر اس سب سے۔۔" مزید اس پہ چلاتے ہوئے بولے تو فہد استہزائیہ ہنسی ہنستا ہوا ان کو دیکھنے لگا۔

"مجھے بس میری گلِ لالہ کو لا دیں باقی میری طرف سے سب بھاڑ میں جائیں۔۔۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔" وہ اپنے ہاتھ سلاخوں پہ باندھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا تو اکبر اعظم کو اس کی فرمائش پہ حیرت زدہ ہوئے۔

"اگر تمہیں یاد ہو تو تم خود اس کو اپنی رضا سے طلاق دے چکے ہو اور اب تو وہ ویسے بھی عماد کی بیوی ہے۔ یہ فضول سی بکواس اور ضد کو اپنے ذہن سے نکال باہر پھینکو ورنہ بہت برا ہو گا۔" سلاخوں کے پیچھے اس کا گریبان پکڑتے ہوئے وہ سختی سے اس کو باور کروانے لگے۔

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کون کس کی بیوی ہے۔۔۔مجھے وہ ہر حال میں چاہیئے ورنہ زندہ میں اسے بھی نہیں چھوڑوں گا۔" بدلے میں وہ بھی غراتا ہوا بولا تو اکبر اعظم تاسف سے اپنے بھائی کو دیکھنے لگے جو شاید اپنا توازن کھو بیٹھنے کو تھا۔

"یہی سڑنا تمہارے لیے بہتر ہے۔" وہ غصے سے کھولتے ہوئے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔۔

وہ تو شکر تھا کہ انہوں نے وکیل سے یہ سب بات کر لی تھی تو وکیل نے بتایا کہ یہ سب جب وہ جیل میں فرہاد سے ملنے گیا تھا اس نے بتایا اور اسی کے کہنے پہ کورٹ میں بھی یہ بات پیش کی تا کہ یہ الگ کیس کھل جائے اور اسی کی وجہ سے دعا اس کے پاس آئے اور دعا کی دوری کے ڈر سے گل اس کے پاس۔۔۔۔ لیکن یہ سب خیالی پلاؤ تک ہی تھا کیونکہ اکبر اعظم اب وکیل کو صاف لفظوں میں منع کر چکے تھے اس بات کو مزید گھسیٹنے سے۔۔ وہ اب جلد از جلد اس سب سے چھٹکارا چاہ رہے تھے تا کہ جہانگیر کے ساتھ ساتھ وہ بھی اپنی فیملی کو توجہ دیں۔۔۔ پہلے ہی وہ اپنی بیٹی سے

غفلت برتتے نقصان سے بچ چکے تھے لیکن اب وہ کسی قسم کا نقصان نہیں چاہتے تھے۔

---------*---------

آج یہاں رہتے اس کا تیسرا دن تھا اور کل ہفتہ۔۔۔یعنی اس کی کلاسز تھیں کل۔۔۔آج وہ صبح سے انتظار میں تھی کہ جہانگیر اس کو لینے آجائے، رات میں جہانگیر سے بات ہوئی تو اس نے بتایا تھا کہ وہ آنے کی کوشش کرے گا کیونکہ آج کل اس نے آفس کے چکر لگانا شروع کر دیئے تھے تو اس میں بھی مصروف تھا۔

کافی دفع وہ جہانگیر کے نمبر پہ کال کر چکی تھی لیکن وہ پک نہیں کر رہا تھا اور وہ بے چینی سے صحن میں چکر لگا رہی تھی۔

"خیر ہے جانِ خان یہاں کیوں گھوما جا رہا ہے۔۔۔؟"گل اس کے پاس آتی شرارت سے بولی تو وہ جھینپ گئی۔

"نہیں بس ایسے ہی، شاید آج عاصم آئیں وہ کہہ رہے تھے کہ لینے آئیں گے لیکن کال نہیں ریسیو کر رہے۔" وہ مسکراتی ہوئی بتانے لگی جبکہ اس کے انداز سے واضح لگ رہا تھا کہ وہ عاصم جہانگیر کے لیے مضطرب تھی بہت۔

"ہو سکتا ہے وہ مصروف ہو، ویسے بھی وہ بہت میسنا ہے۔۔" گل اس کو حوصلہ دیتی ہوئی بولی تو وہ ہنس دی۔

"کیا تم یہاں بور ہو رہی ہو۔۔۔؟" گل اس کے چہرے کو جانچتے ہوئے پوچھنے لگی تو وہ گڑبڑا گئی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ادی۔۔۔بس وہ کل کلاسز ہیں نا میری تبھی۔" وہ مسکراتی ہوئی بات کہنے لگی۔۔۔بور تو نہیں لیکن جہانگیر کے بغیر اس کا دل نہیں لگ رہا تھا اور کلاسز کا تو بہانہ تھا بس۔۔

"اچھا اچھا۔۔۔وہی کلاسز جو جہانگیر خان پڑھاتا ہے۔۔" وہ آنکھیں مٹکاتے ہوئے معصومیت سے پوچھنے لگی تو حیام گلنار ہوتی ہوئی اس کو گھورنے لگی۔

"ہاں جی وہیں جو آپ کو عماد بھائی پڑھاتے ہیں۔۔۔" وہ بھی دو بدو کہتی ہوئی آنکھیں دکھاتی بولی تو اب کی بار گل گڑ بڑا گئی۔

"بد تمیز میرا وہ مطلب نہیں تھا میں تو یونیورسٹی کی بات کر رہی تھی۔۔" گل اس کے کندھے پہ ہاتھ مارتی ہوئی بولی تو حیام خجل سی ہو کے رہ گئی۔

"اچھا میرا دل گھبرا رہا ہے آئیں کیچن میں چل کے جوس پیتے ہیں۔۔۔" حیام بات گھماتی ہوئی اس کا بازو پکڑے کیچن میں لے گئی۔۔

-------*--------

"آج گاؤں نہیں گئے تم۔۔؟" رمشا ابھی ابھی اس کو فزیو کروا کے ابان کے ساتھ ادھر لان میں کھیل رہی تھی جب جہانگیر کو آتا دیکھتے کیف نے پوچھا۔

"نہیں یار، یونیورسٹی سے ابھی آیا ہوں۔ پھر آفس جانے لگا ہوں میں تو ٹائم نہیں ملا۔" وہ تھکے لہجے میں کہتا اس کے ساتھ موجود کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"لیکن تو نے لینے جانا تھا اس کو آج۔۔؟" وہ تیکھی نظریں کرتے اس سے پوچھنے لگا تو جہانگیر سر کجھاتا ہوا اس کو دیکھنے لگا۔

"یار دفع ہو وہ یاد کر رہی ہو گی تجھے۔۔۔" کیف آنکھیں دکھاتا ہوا بولا۔

"ہاں وقت ملتے ہی میں جاؤں گا گالیوں سے نہ نواز مجھے۔" جہانگیر آنکھیں بند کرتا ہوا بولا تو وہ تاسف سے اسے دیکھنے لگا۔۔

وہ دو دن سے وکیل کے پاس چکر لگ رہا تھا کیونکہ اب کیس ختم ہونا تھا تو اس کی بھی کچھ ضروری کاروائی کرنی تھی۔اور آفس میں بھی کچھ ضروری کام نکل آئے تھے جو اس کی موجودگی میں ہونا ضروری تھی تبھی وہ حیام کو بھی ٹائم نہیں دے پا رہا تھا اور گاؤں جاتا تو دی جان کے اصرار پہ رکنا پڑتا وہ منع بھی کیسے کرتا۔۔۔ تبھی وہ دی جان جو فون کر کے ابھی بتا چکا تھا لیکن اب اس کی بیگم اس کی کال ریسیو نہیں کر رہی تھی جس سے اعصابی تھکن مزید سوار ہو رہی تھی۔۔

"آہ زوجہ۔۔۔" وہ سرد آہ بھرتا ہوا آنکھیں بند کر کے وہیں ٹیک لگائے بیٹھا تو آنکھوں کے پردوں پیچھے اس دشمن جان کا چہرہ لہرایا جس کی غیر موجودگی میں سکون اس کو بھی نہیں تھا۔

_______________**

"حیام۔۔۔! جہانگیر کی کال آرہی ہے، تمہاری فون بند ہے شاید۔" وہ کمرے میں خاموشی سے بیٹھی تھی جب تائی جان دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے اس کو آواز دینے لگی۔ لیکن وہ ان سنا کرتی ہوئی بیٹھی رہی۔

"تائی جان میں اٹھ کے کال کرتی ہوں ان کو، میری طبیعت ٹھیک نہیں۔" وہ دروازے کے پاس آتی ہوئی آہستہ آواز میں بولی تو تائی جان مسکراہٹ دبائے واپس مڑیں مطلب وہ ناراضگی جتا رہی تھی۔

"اور کرو لیٹ۔۔۔ شرم نہیں آتی نا بیگم کو ناراض کرتے ہوئے۔" سیڑھیاں اترتے ہوئے انہوں نے جہانگیر کی کلاس لینا شروع کی، وہ کب سے کال کر رہا تھا

جب حیام نے نہ اٹھائی تو تائی جان کے موبائل پہ کال کر کے حیام سے بات کروانے کو کہا لیکن یہاں بھی نو سگنل۔۔

"تائی جان اسے سمجھائیں نا کہ میں مصروف ہوں لیکن بات تو کرے۔۔۔" وہ جس لہجے میں بولا تائی جان کو دل کھول کے ہنسی آئی۔۔

"اچھا ہے کسی کے بہانے تو تم آؤ گے ہی نا یہاں۔۔۔ چلو شاباش فون بند کرو۔"

تائی جان ہری جھنڈی دکھاتی ہوئی بولیں تو جہانگیر ارے ارے کرتا رہ گیا۔۔

------------**

کلاس میں ابھی ہمیشہ کی طرح ہلا گلا ہو رہا تھا۔۔ لڑکوں کا ٹولا الگ سے کھڑا ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے قہقہہ لگا رہا تھا تو ایک کونے میں کھڑی لڑکیاں کھلکھلا رہی تھیں۔۔

صنم بھی اپنی کلاس فیلو کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی، حیام ہوتی تو وہ اس کے علاوہ کسی سے اتنی بات نہ کرتی لیکن ابھی تک حیام نہیں آئی تھی۔

لیکچر کی بیل ہوئی تو سب اپنی اپنی نشستوں پہ جانے لگے جب ٹھیک دو منٹ بعد وہ اپنی شاندار وجہیہ پر سنیلٹی لیے حسب معمول کوٹ بازو پہ لٹکائے اپنے انداز میں کلاس میں داخل ہوا، یہ اس کی شاید پچھلی بار کی میٹھی عزت افزائی کا نتیجہ تھا جو آج اس کی آمد سے پہلے ہی ہر کوئی تمیز سے بیٹھا تھا۔ کلاس کی یہ صورتحال دیکھتے وہ اپنے مخصوص انداز میں ایک طرفہ مسکایا تھا کہ اس کے ساتھ باقی کلاس کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

www.novelsclubb.com

"ایکسکیوز می سر!" وہ ڈائیز پہ اپنا بیگ رکھتا ہوا پروجیکٹر آن کرنے کو تھا جب کلاس کی ایک لڑکی کی آواز اس کے سماعتوں سے گزری۔ اس کی پکار پہ وہ سوالیہ آبرو اچکاتا ہوا دیکھنے لگا۔

"سر مس حیام کیوں نہیں آئیں؟"اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا کہ جہانگیر کی بے ساختہ ہی نظر صنم کی جانب اٹھی کیونکہ وہ جانتی تھی۔۔اس کی نظر خود پہ محسوس کرتے صنم تھوڑا گڑبڑائی،عاصم جہانگیر کے دیکھنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ 'کیا تم نے بتایا نہیں'۔

"لیٹس موو آن۔۔!"اس کے سوال کو وہ ایسے نظرانداز کر گیا جیسے اس نے سنا ہی نہیں ہو اس کو۔

وہ لڑکی خود ہی شرارت سے مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی،جبکہ پوری کلاس دبی دبی ہنسی ہنس دی۔

"اینڈ لاسٹ تھنگ۔کیپ ان یور مائینڈ ڈیٹ،مجھے پرسنل سوال بالکل بھی پسند نہیں۔"لیکچر کے آخر میں وہ سرد سپاٹ لہجے میں کہتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

"میں نے بتایا تو تھا کہ وہ گاؤں گئی ہوئی ہے پھر کیوں سر سے پوچھا۔"کلاس میں دبی دبی ہنسی گونجی تو صنم آنکھیں دکھاتی ہوئی بتانے لگی۔

"ہاں پتا تھا لیکن یار بس سر کو تنگ کرنے میں مزا آتا، تمہیں پتا جب حیام تھی نا کلاس میں تب سر کوئی سو دفع اس کی طرف دیکھتے تھے۔۔۔"اس کی کلاس کی لڑکی دانت نکالتی ہوئی معنی خیزی سے بتانے لگی تو صنم بھی ہلکا سا ہنس دی۔۔

"حد ہوتی ہے یار۔۔ سر ہیں وہ۔"وہ ٹوکتی ہوئی بولی۔

"لیکن ہم تو اپنی دوست حیام کو چھیڑتے ہیں۔"وہ آنکھیں گھما کے بولی کہ سب لڑکیاں مدھم سے قہقہے لگا اٹھیں۔

صنم تھوڑی دیر کے وقفے میں کینٹین کی طرف گئی کہ کچھ ہلکا سا کھانے کو لے لے کیونکہ آج ارتسام کی جلدی جلدی کی رٹ میں اس نے ناشتہ نہیں کیا تھا۔

"صنم۔۔۔!" وہ ایک کونے کی ٹیبل پہ بیٹھی ہوئی مزے سے سینڈوچ کھا رہی تھی ساتھ ہی موبائل بھی استعمال کر رہی تھی جب آواز پہ اپنی گردن اٹھا کے دیکھا تو عاصم جہانگیر کھڑا تھا۔

"جی۔۔۔!" وہ کھڑی ہوتی ہوئی اس سے بولی۔

"ارتسام کے ساتھ گھر جانا ہے آپ نے؟" وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگا تو صنم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی انہیں کے ساتھ جانا ہے۔"

"جب وہ آئے تو میرے آفس میں آجانا، ایکچولی مجھے اس سے کام ہے ایک۔۔۔" اس نے نرمی سے کہا تو صنم سر ہلا گئی۔۔ انجوائے کا کہتے عاصم وہاں سے چلا گیا۔

اپنے کاموں سے فارغ ہو کے اپنے آفس میں آیا تو کوٹ کو پیچھے چیئر پہ ہینگ کر کے بیٹھ کے لمبا گہرا سانس بھرا۔۔اپنا لیپ ٹاپ آن کر کے کچھ میلز چیک کرنے لگا لیکن دھیان اس کا بار بار اپنی زوجہ کی طرف جا رہا تھا۔

"آہ بیگم۔۔۔"موبائل فون نکالتا اس کی پروفائل پر کھولے دیکھنے لگا جس میں حیام نے کھانے کی ٹیبل پہ بیٹھے ہوئے اپنی اور اس کی سیلفی لی ہوئی تھی۔

ٹیک لگاتے ہوئے اس نے کال پہ پریس کیا تو رنگنگ ہونے لگی لیکن اٹھایا کسی نے نہیں۔۔

وہ مزید پانچ منٹ کال کرتا رہا لیکن کوئی رد عمل موصول نہ ہوا، سینے میں جیسے بے چینی کی آگ بھڑک اٹھی اور اسے بے آرام کر گئی۔

"حیام کدھر ہے، فون نہیں اٹھا رہی۔"اس نے گل کو کال کی اسی کے کہہ کے بات کروا دے۔

"سلام دعا بھی لے لیا کرو خان۔۔" دوسری جانب سے شرارت سے شکوہ کرتی ہوئی بولی تو جہانگیر خجل ہو گیا۔

"اچھا بتاؤ وہ کہاں ہے؟" وہ پھر سے اپنی بات دہرانے لگا۔

"ادھر ہی میرے پاس کیچن میں ہے۔" وہ احسان کرتی ہوئی بتانے لگی۔

"زرا بات کروانا میری۔۔۔" جہانگیر اپنی کیفیت چھپاتا ہوا بولا اور تھوڑا کرسی پہ بیٹھا آگے کی طرف جھک گیا۔

بیگم ناراض تھی تو اس کو منانے کے لیے وہ جھکا تھا، چاہے اس کے سامنے نہیں لیکن وہ جھکنا چاہتا تھا اس کی ناراضگی کے آگے۔

"امم جہانگیر وہ تھکی ہوئی ہے تو روم میں آرام کرنے چلی گئی۔۔" گل تھوڑے توقف کے بعد حیام کو دیکھتی ہوئی بولی جو واقعی اب کمرے میں جانے والی تھی۔

"اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا، اس سے کہو کہ روم میں جا کے میری کال ریسیو کرے۔" وہ کچھ متفکر سا ہوا تھا کہ گل نے تاسف سے ان کی لڑائی کا سوچا۔

"طبیعت اس کی ٹھیک ہے بس، میں کہتی ہوں اس سے۔" گل کہتی ہوئی کیچن سے باہر جھانکنے لگی جہاں حیام برآمدے کو کراس کر کے اوپر جانے والی تھی۔

جہانگیر اس کی بات سنتا وہی پہ کال کاٹ گیا اور حیام کے نمبر پہ دوبارہ سے کال کرنے لگا۔

"حیام جہانگیر کہہ رہا اس کی کال ریسیو کرو۔۔" وہ سیڑھیاں چڑھ رہی تھی جب گل نے وہاں آتے ہوئے اس کو جہانگیر کا پیغام دیا جس پہ وہ لب بھینچتی ہوئی سر ہلا گئی۔

دوسری جانب جہانگیر اس کو کال پہ کال کر رہا تھا لیکن وہ اٹھا نہیں رہی تھی۔

"حیام! پک اپ دی کال۔۔!" جب وہ مسلسل اس کی کال کو نظرانداز کرنے لگی تو جہانگیر نے میسج بھیج دیا۔

"مجھے نہیں اٹھانی کوئی بھی کال آپ کی۔۔۔ جھوٹے انسان۔۔" اس کا۔ میسج دیکھتی وہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹ گئی۔

جہانگیر کا جیسے دل گھبرانے سا لگا تھا۔۔ اتنی بھی کیا ناراضگی کہ ایک دفع بات بھی نہیں کرنی اس کو۔

تجھ سے برہم ہوں کبھی خود سے خفا

کچھ عجب رفتار ہے تیرے بغیر

"السلام علیکم! کیسے ہو؟" بنا کسی تاثر سے وہ ایسے ہی اپنی آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا جب ارتسام اندر داخل ہوتا ہوا ہشاش بشاش لہجے میں بولا۔اس کی آواز سنتے ہی جہانگیر اپنی آنکھیں کھولتا ہوا اس کو مسکراتا ہوا دیکھنے لگا۔

"وعلیکم السلام! بہت شکریہ یار کہ تم آ گئے۔۔" وہ مشکور ہوتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے بغل گیر ہوا۔۔

"صنم ادھر بیٹھ جاؤ ہم تھوڑی دیر میں آتے ہیں۔۔" جہانگیر صنم کو نرمی سے بولتا ہوا ارتسام کو لیے آفس سے باہر چلا گیا۔

***---------**----------**

"ماشاءاللہ کیف تم نے تو اب چلنا شروع کر دیا ہے۔۔۔" زرگل کیف کو رمشا کے سہارے لان میں چلتا دیکھ خوشی سے بولی تو وہ منہ بنا گیا۔

"ہاں ایک سال کا بچہ ہوں جو پہلی بار چل رہا ہوں۔" کیف دانت پیستے ہوئے زر گل کو بولا تو رمشا ہنس دی جس پہ کیف نے اسے بھی گھوری سے نوازا۔

"کون سے کریلے کھا رہے ہو آج کل۔۔۔" وہ بھی چبا کے بولی تو رمشا اب کی بار پھر سے ہنسنا چاہ رہی تھی لیکن کیف کی وجہ سے خاموش رہی۔

"بس ان شاءاللہ اب مزید چند دنوں میں سر بھاگنا شروع کر دیں گے پہلے کی طرح۔۔" رمشا پر امید لہجے میں بولی کہ کیف ٹھٹک گیا۔

"تمہارا کہنے کا مطلب ہے کہ میں پہلے لڑکیاں بھگاتا ہوتا تھا۔" وہ کڑے تیوروں سے پوچھنے لگا تو رمشا بونچھا کے رہ گئی کہ وہ کہہ کیا رہی تھی اور وہ سمجھ کیا رہا تھا۔

"میرا یہ بالکل بھی مطلب نہیں تھا۔" اس کا دل تو چاہا کہ یہی پہ ہاتھ چھوڑ دے اس کا تو اسے لگ پتا جائے۔۔

"کیف حد ہے تم کتنے بدتمیز ہو گئے ہو۔" زرگل اس کے بازو پہ ہاتھ مارتی ہوئی بولی تو وہ جان بوجھ کے کراہنے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

زرگل کو تو یہ چھوٹی سی پیاری لڑکی بہت پسند تھی، ویسے بھی وہ اس کے بھائی کے دوست کی سالی تھی (اف اتنے دور کی رشتہ داری)۔

"رمشا اس کو چھوڑو آؤ اندر چلتے ہیں تمہیں میں کچھ کھانے کو دوں کب سے لگی ہو۔" زرگل رمشا کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"دل تو میرا بھی یہی ہے لیکن پھر آپ کا بھائی مجھے نہیں چھوڑے گا۔" اس کی چھوڑنے والی بات پہ رمشا دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

"نہیں آپی بس ان کا ایک راؤنڈ ختم ہونے والا پھر اندر چلتے ہیں۔" وہ قدم بقدم کیف کو ساتھ لیے چلتی ہوئی مسکرا کے بولی تو زرگل سر ہلا کے اندر چلی گئی۔

"تم کیا کر رہی ہو آج کل۔۔۔؟" کیف نے ایسے ہی عام سے لہجے میں پوچھا تو رمشا نے آنکھوں میں حیرت لیے اسے دیکھا جو آج پہلی بار اس سے نارمل انداز۔ میں بات کر رہا تھا۔

"میری سٹڈی کمپلیٹ ہو چکی ہے، پریکٹس چل رہی ہے پھر میں یہاں آپ کے پاس بھی آجاتی ہوں۔" وہ بھی اسی انداز میں نرمی سے بولی تو کیف نے سر ہلایا۔

"تم اصفی کی شادی پہ آئی تھی نا؟" اب کی بار وہ اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تو رمشا نے جیسے بے زاریت سے اسے دیکھا۔

"میری بہن کی شادی تھی وہ۔۔۔" وہ۔ یاد دلاتی ہوئی بولی تو کیف نے اپنے لب او کی شیپ میں کیے۔۔

"میر بھابھی ہیں وہ۔۔۔" کیف جیسے خود کو بتا رہا تھا۔

"تو آج کل کہاں رہ رہی ہو۔۔؟" رمشا جب اس کو واپس چیئر تک لائی تو بیٹھتے ہوئے کیف نے پوچھا اور رمشا کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔وہ حیران ہوتی ہوئی بیٹھ گئی، حیران ہوتی بھی کیوں نا اس کا یہ انداز بالکل نیا تھا۔

"میں ہوسٹل رہ رہی ہوں۔" وہ نظریں اپنی ہاتھوں پہ جماتے ہوئی بولی۔

"تو تم یہاں آجاؤ، ہوسٹل میں ویسے بھی لڑکیاں اپنا گھر ہوتے ہوئے کیوں رہیں۔۔" وہ بول تو اٹھا لیکن بعد۔میں خود بھی حیران ہوا کہ وہ ایسے کیوں کہہ رہا ہے۔

"حد ہے کیف یہ تیرا کرش بن گئی، تو اتنا ٹھرکی کب سے ہو گیا۔۔۔" وہ خود کو کوستے ہوئے سوچنے لگا جبکہ دوسری جانب اس کی پیش کش پہ رمشا خود تاؤ کھا کے رہ گئی کہ "ہیں یہ سر کو کیا ہو گیا آج"۔

"نہیں شکریہ سر! میں ٹھیک ہوں ہاسٹل میں۔" اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی تو کیف نظریں چراتے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"ٹھیک تو ہو لیکن ویسے بھی تم اپنی ہی ہو تو اچھا نہیں لگتا تم ہوسٹل میں رہو، اب تو زرگل بھی یہیں ہے اور تھوڑے دنوں میں ویسے بھی میری فزیو کمپلیت ہو جائے گی تب تک ادھر ہی شفٹ ہو جاؤ۔" کو سنے کے باوجود وہ پھر سے اپنی بات کرنے پہ حیران ہوا۔

"شکریہ سر اس تکلف کی ضرورت نہیں۔۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی تو کیف نے مزید کچھ نہ کہا۔

پھر زرگل کے بلانے پہ وہ کیف کو سہارہ دیتے ہوئے اندر چلی گئی۔۔۔اب تو اس نے چلنا شروع کر دیا تھا، بازوؤں کو وہ ٹھیک سے حرکت دے لیتا تھا۔

کیف تو ویسے بھی ٹھنڈے مزاج کا لڑکا تھا، غصہ کم ہی کیا کرتا تھا رمشا کو دیکھ کے جانے کون سی نس بھڑک اٹھتی تھی جو وہ کھڑوس بن کے اس کو ستاتا تھا۔

ابھی جو اس نے باتیں کیں وہ خود پہ جتنا حیران ہوتا کم تھا۔

---------------**

"کب جانا ہے تم نے گاؤں۔۔۔؟" شام کو کھانے پہ جہانگیر سے کیف نے پوچھا تو وہ سر کھجاتا رہ گیا۔

"اس نے اب دی جان سے کچھ سننا ہے اس سے پہلے نہیں جانے والا یہ۔" اظہر صاحب نے دیکھتے ہوئے افسوس سے کہا۔

"بابا یار میں بس کاموں میں پھنس گیا تھا ورنہ میں نے کل پرسوں میں ہی چلے جانا تھا۔" وہ سنجیدگی سے بتاتا ہوا کھانا کھانے لگا تو اماں بیگم کی نظریں بھی اس کی جانب اٹھیں۔

"چلو کوئی بات نہیں اپنوں کے ہی پاس ہے لے آئے گا اس کو ایک دو دن میں۔" اماں بیگم نے جیسے اس کو حوصلہ دیا۔

"وہ تو ہے ماں جی لیکن وہ بچاری اس کے انتظار میں بیٹھی ہے۔" اب کی بار زر گل نے بھی حصہ لیا جس ابان کو ساتھ ساتھ کھانا کھلا رہی تھی۔

"بس میں جلد ہی جانے کی کوشش کروں گا۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا باقی کا کھانا کھانے لگا۔

"ابان بھی اپنی مامی جان کو دیکھے گا۔۔" زر گل پیار سے ابان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تو جہانگیر نوالہ کھاتے ہوئے کچھ سوچ کے کھل کے مسکرا اٹھا۔

***________**________**

www.novelsclubb.com

آج اس کا دن پہلے دنوں کی بانسبت بہت اچھا گزرا تھا کیونکہ دعا گھر میں تھی اور گل کے ساتھ وہ کافی دیر کیچن میں دعا کے لیے کچھ بناتی رہی تھیں۔۔

ابھی بھی گل کیچن میں دعا کی فرمائش پہ کڑھائی بنا رہی تھی۔۔

حیام ابھی دعا کے ساتھ مل کے فریش ہونے گئی تھیں،ان کا ارادہ آج مہمان بن کے آنے کا تھا گل کی طرف، تبھی وہ دونوں حیام کے کمرے میں تیار ہو رہی تھیں۔گل ان کے لیے اہتمام کر رہی تھی کیچن میں ساتھ ہی یک ملازمہ بھی کام کر رہی تھی۔ابھی اس نے ملازمہ کو کسی کام کے لیے بھیجا تھا اور وہ اکیلی تھی۔

عماد ابھی اپنے کام سے فارغ ہوتے حویلی واپس آیا تھا جب گل اور دعا کو کمرے میں نہ پاتے ہوئے وہ کیچن میں آگیا تو دیکھا کہ دشمن جان کندھے پہ دوپٹہ ٹکائے کڑاہی میں چمچ ہلا رہی تھی۔

"خیر ہے آج یہاں کیچن میں۔۔۔"موقع دیکھتا وہ اس کے قریب جاتا کندھے پہ ٹھوڑی ٹکائے پوچھنے لگا۔

"ہاں جی آج میرے گھر مہمان آرہے ہیں۔۔۔"وہ مسکرا کے بولی اور گردن ہلکی سی گھماتی عماد کو دیکھنے لگی جس نے مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پہ لب رکھے۔

"تھک گئی ہو نگی۔۔۔۔" اس کے چلتے ہوئے ہاتھ پہ اپنا مضبوط ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تو گل نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔

"حیام میرے ساتھ تھی ابھی گئی ہے دعا کے ساتھ کمرے میں۔" وہ چولہے کی آنچ ہلکی کرتی ہوئی اس کی طرف اپنا رُخ کرتے ہوئے بولی۔

"اور ہمارے گھر مہمان کون کون آرہا ہے۔۔۔؟" اس کو کمر سے دونوں ہاتھوں سے تھامتا ہوا بولا۔

"آپ کی بیٹی اور بھابھی۔۔۔" وہ کہہ کے مدھم سا قہقہہ لگا اٹھی کہ اس کی ہنسی کے سرور میں کھوتے ہوئے عماد مزید قریب ہوتا کوئی جسارت کر بیٹھتا جب اچانک سے کسی کی آواز آنے پہ وہ اس کی طبیعت کو دیکھتے آہستہ سے دور ہٹا۔

"اہم اہم، سوری بھئی میں غلط ٹائم پہ آگئی۔" حیام معذرت کرتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور وہاں موجود ٹیبل پہ پڑا اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے ایک نظر گل کے گلابی گالوں کو دیکھتے آنکھ دباتی ہوئی واپس مڑی۔

"کمبٹینیو۔۔۔!" وہ شرارت سے کہہ کے وہاں سے چلی گئی تو گل کھلکھلا کے واپس کڑاہی کی طرف متوجہ ہوئی اور عماد اس کی طرف۔

"کیا ہم بھی مہمان آسکتے ہیں آپ کی طرف، کچھ تنہائی کے دلنشیں لمحات بیتانے ہیں۔" اس کا سائیڈ کا رُخ دیکھتے ہوئے بال کان کے پیچھے اڑستے وہ محبت بھرے لہجے میں بولا کہ گل اپنا سر جھکاتی مسکراہٹ دبا گئی۔

"آپ کی تو ساری زندگی میزبان ہوں میں۔۔۔!" اپنی نظریں اس کے چہرے پہ جماتے ہوئے وہ بولی تو جیسے ایک مدھر سی دھن کا رس گھول دیا ہو کسے نے۔

" ملتے ہیں پھر تنہائی میں۔۔۔" وہ سرگوشی کرتا ہوا بولا اور اپنے لب اس کے ماتھے پہ رکھتے ہوئے کیچن سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر میں حیام اور دعا تیار ہوتے مہمان بن کے آئے۔ گل نے ان دونوں کو صحن میں چارپائی پہ بٹھاتے ہوئے ان کے سامنے چائے اور باقی لوازمات سجا کے رکھے۔۔

دعا تو بار بار اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتے ہنس رہی تھی۔

گل ان کے سامنے موجود چارپائی پہ بیٹھ گئی اور ان کا حال احوال پوچھنے لگی۔ حیام نے نیوی بلیو کلر کا ویلوٹ کا سوٹ پہن رکھا تھا ساتھ ہی اس کے ہم رنگ شال اوڑھ رکھی تھی۔

دعا نے بھی اسی رنگ کی اپنی شارٹ فراک پہن رکھی تھی۔

"اور سنائیں آپ کے باقی بچے کیسے ہیں؟" گل نے مسکراتے ہوئے حیام سے پوچھا تو وہ سٹپٹا اٹھی، پھر سنبھل کے گردن اکڑاتی ہوئی ایک بسکٹ پکڑتے ہوئے بے زاریت سے کہنے لگی۔

"بہن کیا بتاؤں، ایک کو تو ساتھ لائی ہوں باقی ان کے بابا کے پاس چھوڑ آئی ہوں، قسم سے بڑے تنگ کرتے ہیں وہ دس بیس بچے۔" حیام نے جیسے ہی دس بیس کہا وہیں گل کا قہقہہ صحن میں گونج اٹھا۔

"لگتا نہیں کہ آپ دس بیس بچوں کی ماما ہیں، ماشاءاللہ۔۔۔" گل جیسے ایمپریس ہوتی ہوئی بولی تو حیام فخریہ مسکرائی۔

"ہی ہی ان کے ابو بھی یہی کہتے ہیں، بڑا پیار ہے جی ان کو۔۔۔" وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی بتانے لگی تو وہاں سے گزرتی ہوئی تائی جان اس کی بات پہ ہنستی ہوئی سر جھٹک گئیں۔

www.novelsclubb.com

"پاگل ہو گئی ہو ایسی باتیں صحن میں بیٹھ کے کر رہی ہو۔" تائی جان آنکھیں دکھاتی ہوئی بولیں تو حیام کندھے اچکا گئی کہ وہ تو مہمان بن کے آئی ہے اب سنیں اس کی باتیں۔

"ان کے ابا جی ساتھ نہیں آئے آپ کے۔۔۔؟" گل مزے سے چائے کی چسکی بھرتی ہوئی پوچھنے لگی تو حیام نے برا سا منہ بنا دیا۔

"دس بیس بچوں کے ابا کہتے تو ضرور ہیں کہ ان کو پیار ہے لیکن فکر کوئی نہیں میری۔۔۔ میں کیا بتاؤں جی مجھے میری 'ظالم ساس' کے پاس چھوڑ کے خود شہر جا کے پتا نہیں کس کی آنکھیں ٹھنڈی کر رہے ہیں۔۔" وہ جھوٹے آنسوں صاف کرتی ہوئی شکوہ کرنے لگی ساتھ ہی تائی جان کو دیکھتی ہوئی جان بوجھ کے اونچی آواز میں 'ظالم ساس' کہا کہ وہ جوتے کی طرف اشارہ کرنے لگیں۔

"آنکھیں ٹھنڈی کر رہے ہونگے کیا مطلب۔۔۔" گل نے جان بوجھ کے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"وہ جی میرے وہ، ان کے ابا جی بہت ہینڈ سم ہیں نا اسی لیے۔۔۔ تو جو دیکھے گا اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرے گا۔" وہ اپنی شال منہ میں دبائے شرم سے دہری ہوتی ہوئی بولی کہ گل کے ساتھ تائی جان بھی کھل کے ہنس دیں۔۔

"ماما میرے بہن بھائی کہاں ہیں۔۔۔؟" دعا حیام کا بازو ہلاتے ہوئے اس ڈرامے کی حصے دار بنتی ہوئی بولی۔

"پتر آ جائیں گے فکر نہ کر۔" وہ سمجھاتے ہوئے بولی کہ گل نے آنکھیں دکھائیں۔

تبھی دو عورتوں جو غالباً ان کے گاؤں کی تھیں وہ حویلی میں داخل ہوئیں۔۔ گل ان کو دیکھتی ہوئی اٹھی اور ان سے ملنے لگی، حیام بھی اٹھتی ہوئی پیار لیتی واپس سے بیٹھ گئی۔

تائی جان ان کو لے کے وہیں صحن میں چارپائی پہ بیٹھ گئیں تو گل حیام اور دعا کو اپنے ساتھ لاتی برآمدے میں آ گئیں۔۔ وہاں موجود کرسیوں پہ بیٹھتے اب وہ مزے سے باتیں کر رہی تھیں کہ ان کی کھلکھلاہٹیں، باتیں صحن میں گونج رہی تھیں جب وہ عورتیں بھی مسکراتی ہوئی حیام کو دیکھنے لگیں۔۔۔

وہ اس خوبصورت سی لڑکی کو دیکھتی ہوئی تیکھی نظروں سے دیکھنے لگیں، وہ یہاں اپنے کسی کام سے آئیں تھیں۔

"یہ آپ کی بہو ہے نا۔۔"انہوں نے یاد قدرے اونچی آواز میں پر جوش ہو کے پوچھا تو حیام بھی ان کی آواز کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ہاں جی، ہمارے جہانگیر کی بیوی۔۔"تائی جان محبت سے بولی تو وہ ابرو اٹھاتے ہوئے چہرے کے نیچے ہاتھ رکھتے حیام کو کھوجتی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"وہی جو چھوٹے بیٹے کے بدلے ونی آئی تھی؟"وہ مزید یاد کرتی ہوئی بولی تو تائی جان ناگواریت سے اسے دیکھنے لگیں جبکہ ان کی بات پہ حیام کے بات کرتے لب ایک دم سکڑے اور اس پہ مسکراہٹ بھی سمٹ گئی۔

"چھوٹے خان گاؤں میں ہیں کیا؟"وہ عورت اب آہستہ آواز میں پوچھنے لگی لیکن آواز اتنی ضرور تھی کہ حیام نے سن لی۔

"شہر میں ہے وہ، اور یہ آپ دھیان سے سن لیں اور ذہن نشین کر لیں کہ یہ ہماری بیٹی ہے اور ونی نہیں آئی۔۔ ہم نے اسے اپنی بیٹی بنا کے بیاہا ہے۔۔ کسی کے نام کی ونی نہیں اور اللہ کا شکر ہے وہ ہمارے ساتھ اپنے شوہر کے ساتھ خوش ہے۔"تائی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جان اپنا لہجہ سخت بناتی ہوئی بولیں کہ ان کا یہ سب کہنا انہیں ناگوار گزرا تھا تبھی وہ ٹوکتی ہوئی بولیں۔۔ جبکہ حیام بنا تاثر کے وہیں بیٹھی رہی۔

"لو بیگم صاحبہ میں نے وہی پوچھا کہا جو سچ تھا، اب آپ کہہ رہی ہیں کہ چھوٹے خان شہر میں ہیں تو اس کے پیچھے یہی وجہ ہو گی نا کہ ان کی زبردستی شادی کروائی گئی تھی۔۔۔" وہ اپنی بات کہنے سے پھر بھی باز نہ آئی۔

حیام کا اچانک سے دل برا ہونے لگا تو وہاں سے کھڑی ہو گئی۔

"حیام کیا ہوا۔۔۔؟" گل بھی گھبرا سی گئی بھلا کیا ضرورت تھی ان کو فضول بولنے کی۔

"ادی میرا دل گھبرا رہا میں کمرے میں جا رہی۔۔۔" پھر وہ بنا کسی کی سنے بنا کچھ کہے وہاں سے چلی گئی اور سیڑھیاں چڑھتی اپنے روم میں بند ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"وہ اسی کے پاس رہ رہی تھی شہر میں۔۔۔اور آئیندہ ایسی فضول بات کرنے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ کہاں بیٹھ کے کس کے بارے میں بات کر رہی ہیں وہ عاصم جہانگیر خان کی بیوی ہے، اس گھر کی بڑی بہو۔۔۔"گل حیام کے جانے پہ صحن میں آتی ہوئی غصے سے دبی دبی آواز میں چلاتی ہوئی بولی تو وہ نادم سی سر جھکاتی ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"معافی بی بی جی ہم چلتے ہیں۔۔۔"وہ فوراً وہاں سے نکتی نو دو گیارہ ہوئیں۔

"میں اس کے پاس جاتی ہوں، میری بچی پریشان ہو گئی ہو گی۔"تائی جان کہتی ہوئیں حیام کے کمرے کی جانب گئیں، گل کو اس لیے نہ بھیجا کہ ڈاکٹر نے سیڑھیاں چڑھنے اترنے سے منع کیا تھا۔۔

_______________**

کمرے میں آتے ہی اس نے شال اتار کے پھینکنے کے انداز میں صوفے پہ پٹخا اور بیڈ پہ بیٹھ کے خود کو نارمل کرنے لگی لیکن اچانک سے دل گھبرانے لگا۔۔۔آنکھیں بند کرتے ہوئے وہ لمبے سانس لینے لگی کہ خود کو کمپوز کرنے لگی۔۔۔

باتھ میں جاتے پانی سے منہ پہ چھینٹے مارنے لگی کہ بے ساختہ ہی دشمن جان کے یاد آنے پہ رخساروں پہ آنسوں بہنا شروع ہوگئے۔۔۔

"آپ بہت برے ہیں عاصم جہانگیر خان،بہت برے۔۔۔۔" وہ غصے و بے بسی سے بڑبڑاتی ہوئی واپس آئی لیکن گھبراہٹ کسی صورت کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔

"حیام بیٹا۔۔۔"تائی جان دروازہ ناک کرتی ہوئی آواز لگانے لگیں جواب نہ ملنے پہ وہ خود ہی اندر آگئیں تو دیکھا کہ وہ بیڈ پہ آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھی آنسوں بہا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہوا میری بچی۔۔۔" انہوں نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تو وہ ان کے سینے سے لگ گئی۔

"میرا دل گھبرا رہا ہے ماں جی۔۔۔ مجھے جیسے سانس نہیں آ رہی۔۔۔" وہ سینے پہ ہاتھ رکھتی ہوئی بولی گہرے سانس بھرنے لگی۔۔

"ادھر لیٹ جاؤ اور آرام کرو دیکھو کیسے ٹھنڈی ہو رہی ہو۔" انہوں نے اس کو بیڈ پہ لٹاتے ہوئے کہا اور کمفرٹر اوڑھا۔

"میرے پاس رہیں ماں جی، میرا دل بہت گھبرا رہا۔" ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ بولی تو وہ سر ہلاتی ہوئیں اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں اور آیت الکرسی پڑھ کے اس پہ پھونکنے لگیں۔

_______________**

"ہاں ابھی میں لیکچر سے فارغ ہوتے ہوئے نکلا ہوں، میں روڈ پہ میں تھوڑی دیر میں آرہا ہوں۔۔۔"موبائل فون کان سے لگائے وہ ایک ہاتھ سے سٹئیرنگ سنبھالے ہوئے بولا۔

"ہاں آج میں گاؤں جاؤں گا تمہاری بھابی کو لینے۔"وہ ہلکی سی مسکراہٹ لیے بظاہر سنجیدگی سے بولا۔۔۔

دائیں طرف ٹرن لیتے وہ مسکرا کے کیف سے بات کر رہا تھا، ابھی مین روڈ پہ جانے کے لیے اس نے یوٹرن لیا ہی تھا کہ اچانک سے 'ٹھاہ' کی آواز پہ اس کا موبائل تھاما ہوا ہاتھ سن ہوا اور موبائل ہاتھ سے گر پڑا۔۔۔ گاڑی کو اچانک سے بریک لگاتے اس سے پہلے وہ کچھ سمجھتا اچانک سے ایک درد کی ٹھیس اٹھی اور آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا۔۔

وہ ماتھے پہ ایک بل لیے نا سمجھی سے سامنے دیکھنے کو تھا جہاں سامنے شیشے پہ ایک سوراخ تھا اور اس کے ارد گرد دراڑیں۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے ہلکی سی گردن موڑتے ہوئے دائیں جانب دیکھنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی درد کی شدت نے اتنی مہلت نہ دی، کئی چہرے آنکھوں کے پردوں کے پیچھے لہرائے اور وہ پل میں ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

دوسری جانب عجیب سے آواز سنتے کیف چونکا اور اسے پکارنے لگا لیکن جواب ندارد۔۔

____________________**

"کیا ہوا ہے کیوں اس طرح بوکھلائے سے لگ رہے ہو۔۔؟" اظہر صاحب اس کو لان میں بیٹھا دیکھ خود بھی اس کے پاس آ کے بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"مجھے لگتا ہے کہ عاصم کا ایکسیڈینٹ ہوا ہے شاید۔۔" وہ پریشانی سے کہتا ہوا کسی کو کال کرنے لگا۔

"ہاں میری بات سنو، اس لوکیشن پہ جاؤ فوراً جو میں نے فارورڈ کی ہے بنا کسی تاخیر کیے عمل کرو میری بات پہ۔۔" دوسری جانب سے جی سر سنتے ہی اس نے فوراً سے جہانگیر کے پاس پہنچنے کی ہدایت دی تو وہ یس سر کہتا ہوا کال کاٹ گیا۔

"اللہ خیر کرے سب۔۔۔" اظہر صاحب اٹھتے ہوئے بولے اور گاڑی کی چابی اندر سے لینے چلے گئے کہ وہ بھی فوراً سے اس کے پاس پہنچیں۔

ابھی اظہر صاحب اندر سے گاڑی کی چابی لیتے ہوئے باہر آئے تھے کہ کیف کے موبائل پہ کال آنے لگی۔ کیف نے دیکھا تو کسی ان ناؤن نمبر سے کال آرہی تھی۔۔ اس نے سرعت سے اٹھایا۔

"کیف اظہر خان بات کر رہے ہیں۔۔؟" دوسری جانب سے سوال داغا گیا۔

"ہاں جی میں بات کر رہا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے تھوڑا آگے کو ہوا۔

"یہ عاصم جہانگیر صاحب ہیں شاید، آپ جلدی سے اسپتال پہنچیں، ان کو گولی لگی ہے۔" گولی کا سنتے تو جیسے کیف کے حواس سن ہو گئے، اس سے مزید کچھ بولا ہی نہ گیا جبکہ دوسری طرف اطلاع دیتے وہ رابطہ منقطع کر چکا تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھا اس نے جب دیکھا کہ اچانک سے گاڑی کو بریک لگی اور گولی چلی ہے تو وہ سرعت سے اس کے پاس پہنچا، گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے اس نے اندر چیک کیا تو والٹ میں ایک دو کارڈ نظر آئے جس میں سے ایک تو کارڈ کا نمبر ملایا تو پاس ہی جہانگیر کا موبائل رنگ کیا۔۔ دوسرے کارڈ پہ اسے کیف کا نمبر ملا تو وہ ملا کے اس کو اطلاع دی اور فوراً سے ایمبولینس کو کال کی۔

کیف ابھی خود تو جا نہیں سکتا تھا تو اس نے فوراً سے ارتسام کو کال کر دی، مینیجر کو تو وہ پہلے ہی اس جگہ بھیج چکا تھا۔۔ اب وہ خود پریشان تھا جہانگیر کا سوچتے تو اس نے

www.novelsclubb.com

ڈرائیور کو کال کی، زر گل اور رمشا اندر تھیں، رمشا بھی اس کی فزیو کروا کے اندر گئی تھی۔

"گاڑی یہاں لاؤ اور اندر سے رمشا میڈم کو بلا کے لاؤ۔" ڈرائیور جب اس کے پاس آیا تو کیف نے عجلت میں کہا تو وہ مؤدب سا اندر کی جانب گیا۔۔۔اندر پیغام دینے کے بعد وہ گاڑی کو لان کے قریب لے آیا، اس کے آتے ہی رمشا کے ساتھ زر گل بھی متفکر سی باہر آئی۔

"کیا ہوا ہے کیف۔۔۔؟" زر گل نے آتے ہی پریشانی سے پوچھا تو اس کے سوال کو نظر انداز کرتا ہوا اس نے رمشا کو پاس آنے کا اشارہ کیا۔

"یار کچھ نہیں دوست کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے تو اس کو دیکھنے جانا ہے۔" وہ بغیر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تو اس کے اشارے پہ رمشا اس کے قریب آتی اس کو سہارہ دیتی گاڑی میں بٹھانے لگی۔

www.novelsclubb.com

"ساتھ چلو میرے۔۔۔" سنجیدگی سے بولتا ہوا وہ سامنے دیکھنے لگا۔ رمشا نے ایک نظر پریشان سے زرگل کے چہرے جو دیکھا پھر خاموشی سے کیف کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

کیف نے رمشا کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ رہے گی تو زرا دھیان رکھے گی اس کے اٹھنے بیٹھنے پہ۔

"اس ہوسٹپل چلو۔۔۔" ڈرائیور کو اسپتال کا نام بتاتے ہوئے وہ لب بھینچ گیا کہ رمشا اسپتال جانے کا سن کے پریشان ہو گئی۔

--------------------**

کافی دیر اکیلے گزارنے کے بعد جب وہ سکون میں آئی تو موبائل اٹھاتے ہوئے دیکھا جہاں جہانگیر کی پانچ سے چھے مسڈ کال تھیں اور ایک میسج جس میں اس نے بتایا تھا کہ وہ آج آرہا ہے لہذا زرا اچھا سا احتمام کرے، اس کا میسج دیکھ کہ وہ کھل کے مسکاتی ہوئی اسے کال بیک کرنے لگی۔

ایک بار دو بار مسلسل کرنے پہ بھی کال نہ اٹھائی تو وہ ماتھے پہ ہلکی سی شکن نمودار ہوئی۔۔۔

"فون کیوں نہیں اٹھا رہے۔۔۔؟" وہ بڑبڑاتی ہوئی آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی اور اپنا حلیہ دیکھنے لگی، وہی بلیو ویلوٹ سوٹ پہنے، دوپٹے سے آزاد سراپا جس پہ بکھرے بال۔۔۔ وہ موبائل کو سائیڈ پہ رکھتی ہوئی اپنے بال سنوارنے لگی یہ سوچتے کہ آج اس کا محبوب شوہر آنے لگا ہے۔

بالوں کو سنوارتے اس نے پھر سے کال کی تو اب کی بار بھی کوئی جواب نہ آیا الٹا کال کاٹ دی۔

وہ پھر سے ماتھے پہ شکن لیے الجھی کہ پہلے اتنی کالز اور اب ایک بھی کال نہیں اٹھا رہے تھے۔

اپنے فیس پہ ہلکا سا میک اپ لگا کے تھوڑی سی فریش ہوئی اور مسکراتی ہوئی شال خود پہ اوڑھے کمرے سے باہر نکل آئی۔۔

www.novelsclubb.com

کمرے سے نکلتے اس نے سامنے بنی ریلینگ سے نیچے جھانکا جہاں گل بیٹھی دعا کو پڑھا رہی تھی، دائیں جانب تائی جان کیچن کے باہر کی کھڑیں ملازمہ جو ہدایت دے رہی تھیں۔

"آج سنڈے ہے بچی کی جان چھوڑ دو وادی۔" حیام اوپر سے ہی دیکھتے ہوئے ہشاش بشاش لہجے میں بولی تو گل اس کے لہجے کو نوٹ کرتی کھل کے مسکرا اٹھی یعنی وہ اب ٹھیک تھی ورنہ اس کی فکر ستائے جا رہی تھی۔

"جب تمہارے ہونگے تو تم بھی ایسے ہی بیٹھی ہو گی اور پھر میں کہوں گی ایسا۔" گل ہنستی ہوئی بولی تو حیام سرخ سی ہوتی خاموش ہو گئی لیکن آگلے ہی پک وہ پھر سے بول اٹھی۔

"ان کے بابا ٹیچر ہیں تو وہ اچھے سے پڑھا لیں گے۔" وہ شرارت سے بولتی خود بھی سرخ ہو گئی کہ گل ہنسنے لگی۔

حیام پھر سے واپس مڑتے ہوئے کمرے میں گئی اور اپنا موبائل دیکھنے لگی کہ کہیں جہانگیر کی کال نہ آئی ہو۔۔۔ لیکن موبائل کو دیکھتے وہ مایوس ہی ہوئی، ایک بار پھر اس کا نمبر ڈائل کیا لیکن کوئی رسپانس نہیں آیا، موبائل کو ہاتھ میں تھامتی ہوئی وہ نیچے گل کے پاس آگئی۔

گل نے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا ابھی وہ کچھ کہتی جب عماد صحن میں داخل ہوا۔

"میرے کپڑے نکال دیں پلیز، مجھے کچھ کام ہے ابھی جانا ہو گا شہر۔" وہ دعا کے رخسار پہ بوسہ دیتا ہوا بولا تو گل جی کہہ کے اٹھتی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔

"عماد بھائی آپ کو کوئی کال آئی آپ کے بھائی کی۔۔۔؟" حیام عماد کو بغیر دیکھے ہوئی عام سے انداز میں جہانگیر کے بارے میں پوچھنے لگی۔

"نہیں کیوں؟" عماد اس کے سوال پہ پہلے خاموش رہا پھر سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"وہ آج آنے والے ہیں یہاں، لیکن اب ان کا نمبر نہیں لگ رہا۔" اب کی بار وہ اس کو دیکھتی ہوئی بولی اور پھر مسکرا دی کہ کہیں اس کی بے چینی واضح نہ ہو جائے۔

"شاید مصروف ہوں، فکر نہ کریں آپ۔۔" وہ نظریں چراتا ہوا ہلکی سی مسکان لیے بولا اور دعا کو گود میں بٹھا لیا۔۔

"کیا کر رہی ہے میری گڑیا۔" وہ محبت سے اس کا رخسار چھوتا ہوا بولا۔

"ماما زبردستی مجھے پڑھا رہی ہیں حالانکہ آج چھٹی ہے۔۔۔" وہ منہ بسورے بولی تو عماد دلکشی سے ہنس دیا۔

"یہ شکایات آپ کو اور بھی بہت کاموں میں ہیں آپ کی ماما سے، تو جلدی جلدی سے کام کر لیں پھر حیام آپی ساتھ کھیل لیجیے گا۔" وہ کہتا ہوا دعا کو گود سے اتار کے اپنے کمرے سے گیا تو حیام اس کو پڑھانے لگی۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے۔۔۔؟"کمرے میں داخل ہوتے اس نے گل کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو عماد کو کمرے میں آتا دیکھ شرٹ اس کی طرف پکڑانے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں، کیا شہر سب ٹھیک ہے۔آپ اتنی جلدی میں وہاں جانے لگے ہیں۔"گل عماد کو ایک پل دیکھتے چونکی ضرور تھی لیکن باہر حیام کے سامنے خاموش رہی، اب وہ اس سے براہ راست پوچھنے لگی۔

"ہاں سب ٹھیک ہے، بس بھابھی کو سنبھال لینا لالہ نے آج نہیں آنا۔۔۔"وہ بس اتنا ہی کہہ سکا ابھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ گھر میں سب کو معلوم پڑے۔

"کیا جہانگیر آنے والا تھا۔۔۔؟"گل بیڈ بیٹھتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"ہم ابھی بھابھی نے ہی بتایا ہے، لیکن اب وہ نہیں آئیں گے وہاں کچھ ضروری کام ہیں اسی لیے میں بھی جارہاں ہوں۔"چینج کرنے کے لیے جاتے ہوئے اس کے ماتھے کو لبوں سے چھو کے وہ باتھ میں گھس گیا۔

گل اس کے آنے کا انتظار کرتے اس کی باقی کی چیزیں بھی نکال کے رکھنے لگی۔

______________**

"کیا ہوا کچھ خبر ملی۔۔۔؟" ارتسام اس کو گھر ڈراپ کرتے ہوئے کافی دیر سے ضروری کام کا کہہ کے نکلا ہوا تھا، اس کے مسلسل اصرار پہ ارتسام کو بتانا پڑا کہ جہانگیر کا ایکسیڈینٹ ہوا ہے تو وہ اس کے پاس آیا ہے۔۔

"یار ابھی پانچ منٹ پہلے کال کی تھی تم نے صنم جانم، ابھی کیف کے بابا آئے ہیں یہاں، رک جاؤ ذرا کرتا ہوں کال۔۔۔" وہ سامنے تو نہیں تھی لیکن پھر بھی آنکھیں دکھاتا ہوا بتانے لگا۔

"اچھا حیام کو بتایا آپ نے۔۔؟" وہ متفکر سی پوچھنے لگی۔

"نہیں! اور اسے بتانا بھی نہیں۔۔" وہ مزید ایک دو بات کر کے کال ڈراپ کر گیا۔

"اچھا! مجھے یاد سے کال کیجیے گا۔"

موبائل کو پاکٹ میں رکھنے کے بعد وہ اظہر صاحب کی جانب مڑا جو ریسپشن کاؤنٹر سے ابھی واپس آئے تھے۔

"ہو گیا اینٹر۔۔۔؟"

"ہاں ایک تو مجھے سمجھ نہیں آتی جب میں کہہ بھی رہا تھا کہ میں پے منٹ کرنے لگا ہوں تو آپ اسے لے جائیں لیکن نہیں ان کو تو جیسے یقین ہی نہیں آتا ہماری بات پہ۔۔۔اب چل کے انہیں بتاتا ہوں۔" وہ بولتے ہوئے ارتسام کو ساتھ لیے آپریشن تھیٹر کے باہر پہنچے جہاں ڈاکٹر پہلے ہی کھڑے آپس میں مشورہ کر رہے تھے۔

"آپ پولیس کو بھی کال کر دیں یہ پولیس کیس بھی ہے۔" وہ ان کے ہاتھ سے سلپ لیتے ہوئے اپنی بات کہہ کے اندر روم میں داخل ہو گئے، جبکہ ان کی بات سن کے تو اظہر صاحب مزید پریشان ہو گئے۔

"پولیس۔۔۔!" وہ بڑبڑائے تو کیف بھی رمشا کے ساتھ آہستہ سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا، اس کو یہاں دیکھ کے تو اظہر صاحب ماتھے پہ تیوری لیے دیکھنے لگے۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی یہاں آنے کی۔" وہ غصے سے زرا سخت لہجے میں بولے کہ کیف نے آنکھیں گھمائیں۔

"مجھے جہانگیر کا بتائیں بابا۔۔۔" وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا تو رمشا چونکی۔

"گولی لگی ہے اس کو، وہ تو شکر ہے کہ جس نے کال کی تھی وہ اسے بروقت یہاں لے آیا اور ڈاکٹر نے ایڈمٹ کر لیا، ابھی پیمنٹ کر کے آیا ہوں تبھی اندر آپریشن کرنے لے کے گئے ہیں اور اب کہہ رہے کہ پولیس کو کال کریں۔" وہ پریشان ہوتے ہوئے ساری بات بتائی تو کیف گہرہ سانس بھر کے رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

"میں تو کہتا ہوں انکل کال کریں آپ پولیس کو۔۔۔" ارتسام بھی ساتھ ہی تائید کرتا ہوا بولا تو کیف نے سر ہلایا۔

"میں کال کرتا ہوں پولیس کو آپ پریشان نہ ہوں بیٹھیں۔۔" کیف کہتا ہوا کال ملانے لگا تو زبردست گھوری سے رمشا کو نوازا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"تم کیوں کھڑی ہو بیٹھو۔۔۔" وہ آنکھیں دکھاتا ہوا بولا تو وہ جی کر کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

جہانگیر کو دائیں جانب پسلیوں کے پاس لگی تھی، گولی ابھی اندر ہی تھی تبھی جہانگیر ہوش سے بیگانہ پڑا تھا۔ڈاکٹر نے فوراً سے آپریشن کرنے کا کہا لیکن اس سے وہی وہی اسپتال کے رونے کہ پہلے پیمنٹ کریں پھر ان کو کریڈٹ کارڈ پیمنٹ بھی نہیں چاہیئے تھی وہ تو شکر تھا کہ ارتسام یہاں تھا جس نے کافی مدد کی تھی۔

اب وہ ڈاکٹر آپریشن شروع کر چکے تھے لیکن اظہر صاحب کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔پہلے گھر کا چھوٹا بیٹا اور اب گھر کا بڑا بیٹا۔

انہوں نے تو ابھی پریشانی سے کسی کو کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔

_______*_______

دوپہر سے شام ہونے کو آئی تھی ابھی لیکن جہانگیر کی کال کے انتظار میں وہ اب بھی ویسے ہی بے چین سی بیٹھی تھی، کھانا بھی اس سے نہیں کھایا تھا۔دی جان نے بھی نوٹ کیا تھا کہ آج وہ خاموش سی تھی۔۔

راتیں تو ویسے بھی پہلے کی بانسبت اب چھوٹی ہونا شروع ہو گئیں تھیں لیکن پھر شام میں سردی کے باعث سب اپنے روم میں چلے گئے تھے،حیام کے کمرے کے ساتھ تائی جان کا کمرہ بھی اوپر ہی تھا جبکہ ابھی حیام کمرے میں اکیلی بیٹھی تھی، اچانک سے گھبراہٹ ہونا شروع ہوئی تو کمرے کی لائٹس آف کرتے وہ نیچے گل کے روم میں آگئی۔۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" حیام دروازہ ناک کرتی ہوئی پوچھنے لگی تو دعا کو بستر میں گھساتی ہوئی گل نے دروازے کی جانب دیکھا۔

"ہاں ضرور یہ پوچھنے والی بات ہے کیا۔۔۔" وہ ابھی کہہ رہی تھی کہ دعا جھٹ سے خود پر سے کمبل ہٹاتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"ابھی ایک سنبھالی نہیں جا رہی مجھ سے۔" وہ لاچارگی سے بولی تو اندر آتی حیام ہنسی تھی۔ دعا خوش ہوتی ہوئی اس کو اپنے پاس بلا رہی تھی میرے پاس بیٹھیں۔۔

"ابھی تو سات بجے ہیں اور اس کو سلانے لگی تھی۔" وہ جوتا اتار کے ساتھ ہی ان کے کمبل کے اندر گھس آئی۔

"صبح سکول جانا ہے اس نے، تو لیٹ بہت کرتی ہے یہ کہہ کے نیند آئی ہے، اپنے ماموں کی طرح نیند کی بہت پکی ہے۔" گل تاسف سے بولتی ہوئی دوبارہ سے دعا کو لٹانے لگی لیکن اب کہاں، اب تو حیام آپی آ گئی تھی۔

"ماما نے ابھی نہیں سونا۔" وہ حیام کی جانب کروٹ لیتے ہوئی بولی تو گل افسوس کرتی رہ گئی۔

"تم پریشان لگ رہی ہو۔۔۔" حیام کے پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے گل نے کہا تو حیام چونکی۔

"نہیں پریشان نہیں ہوں، بس وہ عاصم نے صبح بتایا تھا کہ وہ آرہے ہیں لیکن ابھی تک دوبارہ رابطہ نہیں کیا انہوں نے تو بس وہی سوچ رہی تھی کہ آئے کیوں نہیں۔" وہ اپنی کیفیت چھپاتی ہوئی بولی اور یہ سچ بھی تھا۔

"وہ نہیں آئے گا آج، عماد بتا رہے تھے کہ کچھ ضروری کام ہیں جس کی وجہ سے وہ بھی گئے ہیں شہر۔۔۔ تم پریشان نہ ہو فری ہوتے کال کرلے گا۔" گل تسلی دیتی ہوئی بولی تو یہ سن کے بظاہر تو وہ مسکرائی لیکن اندر سے وہ مزید اداس ہوگئی۔

پہلے اس کا دل یہاں آنے کو کر رہا تھا لیکن اب دل چاہ رہا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے جہانگیر کے۔پاس پہنچ جائے۔

"عماد بھائی گئے ہیں تو مجھے بھی لے جاتے۔" وہ اچانک ہی شہر جانے کا سنتی ہوئی بولی کیونکہ اس نے بھی تو وہیں جانا تھا تو ساتھ چلے جاتی۔

"آئی تھنک وہ کسی دوسرے شہر گئے ورنہ انہیں بھی تمہارے جانے کا آئیڈیا تھا۔" گل بات بناتی ہوئی بولی تو حیام پھیکا سا مسکرا دی۔

دن میں کافی دیر وہ دادا جان کے پاس بھی بیٹھی رہی تھی اور دی جان کی باتیں ہی کمال کی ہوتی تھی کہ وہ بور ہی نہیں ہوتی تھی، لیکن اب وہ اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے۔

"تمہیں دن والی بات بری لگی۔۔۔؟" اچانک گل کی آواز پر وہ چونکتی ہوئی اس کی جانب الجھی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کون سی بات۔۔۔" اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو گل زرا سا مزید قریب ہوئی۔

دعا کو وہ اب سلا چکی تھی۔

"وہی جو عورتیں صبح گھر آئی تھیں اور کچھ غلط بول کے گئیں تھی۔" گل یاد کرواتے ہوئے بولی تو حیام تلخی سے ہنس دی۔

"کیا کہہ سکتے ہیں ہم، انہوں نے وہی کہا جو انہوں نے دیکھا۔اس میں ان کی تو غلطی نہیں تھی نا، وہ اپنا کام کر رہی تھیں جو ان کو کرنا تھا۔دوسروں کی زندگی میں بنا مطلب کی تانک جھانک جو انہیں اپنے گھر نہیں ملتی، پہلے مجھے انتہا کا برا لگا اور میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اسے بھی لازماً لگتا۔۔ لیکن ہم دیکھنے والے کی آنکھیں اور سننے والے کے کان نہیں نوچ سکتے کیونکہ وہ سب وہ دیکھ رہے ہیں جس میں ان کو دلچسپی ہے جو وہ دیکھنا چاہتے ہیں،

اسی طرح آج جب انہوں نے مجھے عاصم کے بغیر دیکھا تو ان کو مطلب کی چیز مل گئی، اور وہیں اپنے تیر پھینک دیئے۔بدلے میں میں کیا کر سکتی تھی، وہی دل برداشتہ ہو کے کمرے میں چلی آئی اور وہ شاید اسی بات کو لے کے دوسروں کے کانوں میں پہنچا بھی آئیں ہوں۔" وہ نظریں اپنی دعا کے چہرے کی جانب کرتی ہوئی

اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتی ہوئی آہستہ سے بات کرنے لگی اور آخر پہ آتی ہوئی ہلکا سا ہنس دی۔ گل اس کی مسکراہٹ کو دیکھتی ہوئی مسکرا دی۔

"اچھی عادت ہے تم میں کہ تم زیادہ کچھ سوار نہیں کرتی سر پہ، ہم سب میں جہانگیر بہت باز یٹو نیچر کا مالک ہے اور میں بہت خوش ہوں کہ اسے تم ملی۔" گل صاف گوئی سے اس کی تعریف کرنے لگی تو حیام عاصم کے زکر پہ پھیکا سا مسکرا دی۔

"اور مجھے وہ۔۔۔" وہ بس دل میں بڑ ائی تھی۔

"کیا آج عماد بھائی واپس آجائیں گے؟" تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد حیام نے اپنے لب پھر سے ہلائے۔

"نہیں وہ دو دن ادھر ہی رہیں گے۔" اس نے کندھے اچکائے تو حیام ارہلا گئی یعنی وہ اتنے دن پھر نہیں یہاں آنے والا۔۔۔ انتظار کی گھڑیاں طویل سے طویل تر ہوتی جا رہی تھیں۔۔

www.novelsclubb.com

----------*----------

آپریشن شروع ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا لیکن ابھی کوئی ڈاکٹر باہر نہیں نکلا تھا، یا انہیں کچھ خبر ہوتی کہ کب تک آپریشن جاری رہے گا۔

پرائویٹ اسپتال ہونے کی وجہ سے رات کے وقت اب اکادکا لوگ ہی نظر آرہے تھے ویسے بھی آپریشن تھیٹر والا فلور ویسے بھی اب جیسے خالی ہوگیا تھا۔۔جہاں تھوڑی دیر پہلے کچھ چہل پہل تھی اب وہ بھی ماند پڑچکی تھی۔ایسے میں وہ تینوں خالی بینچ پہ بیٹھے پریشانی سے سر جھکائے ہوئے تھے اور رمشا کو کیف ڈرائیور کے ساتھ واپس زرگل کے پاس بھجواچکا تھا لیکن یہ سمجھا کے کہ خبر ابھی گاؤں نہ جائے۔۔

"کیا ہوا ہے جہانگیر کو۔۔؟" اچانک ہی آواز آنے پہ وہ تینو اپنے جھکے سر اٹھاتے ہوئے دیکھنے لگے تو عماد کے ساتھ اماں بیگم اور اصفحان بھی موجود تھے۔

"تم سب لڑکے یہاں ہو تو گھر کون ہے۔۔۔؟"اظہر صاحب پہلے تو تھوڑا حیران ہوئے پھر پریشانی سے چاروں لڑکوں کو دیکھتے پوچھنے لگے تو سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"میں تو صنم کو تایا جان کی طرف چھوڑ آیا تھا۔"ان سب میں ارتسام سب سے پہلے بولا وہ بھی جھوٹ۔۔

"باقی تم لوگ۔۔۔؟"اب کی بار ان کا دھیان تینوں کی طرف تھا۔

"میں تو آپ کے پیچھے ہی آگیا۔۔"کیف بڑبڑاتا ہوا بولا تو اظہر صاحب گھور کے دیکھنے لگے۔

www.novelsclubb.com

"میں سیدھا اماں بیگم کو گھر سے ساتھ لایا ہوں۔"عماد بھی صاف صاف بولا کہ وہ تو گاؤں سے سیدھا آیا۔

"اور تم۔۔۔؟"اب کی باران کا دھیان اصفحان کی طرف تھا۔اس سوال پہ سب کی نظریں اصفحان کی طرف اٹھیں۔

"دادی جان گھر پہ ہیں بابا۔۔"اصفحان مسکرانے کی سعی کرتا ہوا بولا۔

"نالائق توان کے پاس کون ہے۔۔۔؟"وہ برہم ہوئے کہ اس پہر عورتوں کو گھر اکیلا چھوڑا ہے۔

"بابا زوفا بھی ساتھ ہیں۔۔۔"اصفحان فوراسے بولا تو اتنی تشویش ناک حالت میں باقی سب کی ہنسی نکلتے نکلتے بچی۔۔۔

"اصفی۔۔عورتوں کے پاس کون ہے ابھی۔۔؟"اب کی بار انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"افکورس بابا اپنے بھروسے مند آدمیوں کو ڈیوٹی پہ لگا ہے آیا ہوں۔"وہ خجل سا ہوتا بولا تو باقی سب بھی سیریس ہوئے۔

"آپ بھی یہاں آگئی ہیں تو بچیاں اکیلی ہونگی گھر پہ، صبح آجاتیں۔" اظہر صاحب قدرے پر سکون ہوتے اماں بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے بولے تو پریشانی سے بس رو دینے کو تھیں۔

"مجھے تو جب رمشانے آکے بتایا تو میرا جیسا کلیجہ کسی نے نوچ لیا ہو، مجھ سے رہا نہیں گیا تو آگئی، آپ کا بلڈ پریشر نہ ہائی ہو جائے آپ گھر جا کے آرام کر لیں کافی دیر سے ہیں یہاں۔" اماں بیگم تھوڑا روہانسے انداز میں بولیں تو انہوں نے آس پاس کھڑے چاروں کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں گھر، ڈاکٹر جیسے ہی باہر آئیں مجھے خبر کر دینا۔۔۔" ابھی وہ ان کو ہدایت کرتے ہوئے جانے لگے کہ آپریشن روم سے ایک دو لوگ باہر نکلے۔

"آپریشن کامیاب گزرا ہے اللہ کا شکر۔۔ مبارک ہو، پیشنٹ کو ابھی ہوش نہیں صبح تک ہوش آجائے گا، باقی پولیس کو بھی انفارم کر دیں۔" وہ پیشہ ورانہ انداز میں

www.novelsclubb.com

مسکرا کے کہتے ہوئے ارتسام کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہاں سے کیبن کی طرف چلے گئے پیچھے جیسے سب کی اٹکی ہوئی سانسوں میں سانس آئی۔

"اللہ تیرا لاکھ شکر ہے تو نے میرے بچے کو زندگی عطا کی۔۔۔" اماں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتی ہوئی بولیں تو سب مسکرا۔دیئے۔

"چلو اب میں چلتا ہوں۔۔باقی کچھ بھی ہو تو خبر ضرور کرنا مجھے۔" وہ سنجیدگی سے بولتے ہوئے ڈرائیور کو کال کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔۔

باقی سب بھی وہاں موجود لگی چیئرز پہ بیٹھ گئے تو انہیں ارتسام آتا ہوا دکھائی دیا۔

"میں یہ میڈیسنز وغیرہ لاتا ہوں۔" ارتسام ان کو ایسے ہی کہہ کے دوائی لینے چلا گیا اور ساتھ ہی صنم کو کال کی۔

"صنم ادھر چچی کے پاس چلی جاؤ، میں تھوڑا لیٹ ہو جاؤں گا، آتے ہی تمہیں وہاں سے لے آؤں گا۔" صنم کی کال اٹھاتے ہی اس نے بولا تو وہ جہانگیر کی خیریت پوچھنے لگی۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہے اب تم فکر نہ کرو گھر آ کے بتاؤں گا ابھی چچی کے پاس چلی جاؤ۔" وہ فارمسی پہ آتا ہوا پر سکرپشن انہیں دیتا ہوا کال پہ بولا۔

تو وہ مانتی ہوئی کال کاٹ گئی۔۔

ارتسام دوائیاں لیتا واپس آیا تو شاید جہانگیر کو شفٹ کرنے لگے تھے، پولیس پہلے ہی یہاں آتے ایک چکر لگا کے جا چکی تھی، حادثہ ہونے والی جگہ وغیرہ ساری ان سے معلوم کرتی وہ وہاں سے تفتیش کرنے گئی تھی پہلے۔۔۔

"میری تو جان ہی اس نے ختم کر دی تھی یہ خبر سنا کے۔۔۔" سکون کی خبر ملی تو سب کے اعصاب بھی پر سکون ہوئے، سب سے پہلے زبان بھی کیف کی چلی۔

"مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میری محبوبہ کو کچھ ہو گیا تھا۔۔۔رنگ دیکھنے والا تھا میرا۔" وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا تو باقی سب لڑکے اس کو گھورنے لگے۔

"کیف تیرا رنگ ابھی بھی دیکھنے والا نہیں چپ کر جا۔" اصفحان نے اکتا کے کہا تو کیف نے آنکھیں گھمائیں۔

"امی آپ اس روم میں آرام کریں جا کے، ہم نے بک کروایا ہوا۔" کیف اماں بیگم کو پریشان ہوتے دیکھ بولا تو ان کے ساتھ ساتھ باقیوں نے بھی سرعت سے استغفرُللہ کہا۔

"میرا مطلب تھا کہ یہ پیشنٹ کے ساتھ آنے والوں کے لیے کمرہ بنا ہے کہ وہ آرام کرلیں۔" اپنی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ کچھ نادم سا ہوتے بولا تو وہ سر ہلا کے اندر چلی گئیں۔

"تو لوگ بھی آرام کر لو تھک گئے ہوگے بیویوں کی خدمتیں کرتے کرتے۔۔۔" کیف ان تینوں کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھتا ہوا۔

"نہیں بالکل بھی نہیں۔۔۔" وہ تینوں ایک ساتھ بولتے کیف کو جلا کے رکھ گئے۔۔

"آجاؤ اس کے پاس چلتے ہیں۔۔۔" عماد کھڑا ہوتا ہوا بولا تو باقی سب بھی اس کی تائید میں کھڑے ہوئے۔

"شکریہ یار۔۔۔۔ورنہ میری بیوی ہوتی تو مجھے تم لوگوں کی ضرورت نہ ہوتی۔" وہ مشکور ہوتے بولا تو اس کو اٹھاتے ہوئے عماد اور ارتسام تاسف سے دیکھتے رہ گئے۔

"سر شور نہ کیجیے گا، پیشنٹ ابھی ہوش میں نہیں۔۔۔" پاس سے گزرتی ہوئی نرس ان کو سنجیدگی سے باور کرواتی خود چلی گئی۔

باقی وہ چاروں پاس بنے صوفے پہ ایک ایک کرتے بیٹھ گئے۔۔۔ "ادھر کمرے میں ہم سب کو رکنے کی اجازت ہو گی؟" عماد بولا تو باقی بھی سوچنے لگے۔

"مجھے لگتا ہے نہیں، اچھا میری بیگم گھر میں اکیلی ہے تو میں صبح آتا ہوں، اور ضرورت ہو تو ضرور کال کرنا مجھے۔۔۔" ارتسام اٹھتا ہوا بولا تو باقیوں نے تائید کی کہ آرام کرے گھر جا کے باقی تو سب یہی پہ ہیں نا۔

"میں اماں بیگم کے پاس روم میں چلا جاتا ہوں تم لوگ یہی بیٹھو۔۔۔" عماد بھی کہتا ہوا اٹھا اور دوسرے روم میں اماں بیگم کے پاس چلا گیا کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔

عامر صاحب کو بھی اس ایکسیڈنٹ کا معلوم تھا تو وہ ان کو بھی خیریت بتانے لگا اور تھوڑی دیر گل سے بات کر کے پاس ہی صوفے پہ نیم دراز ہو گیا۔

نماز سے فارغ ہوتے اماں بیگم جہانگیر کو ایک نظر دیکھنے اس کے روم میں گئیں۔

پاس بیٹھے دونوں اپنے اپنے موبائل میں گم تھے جبکہ جہانگیر بے سدھ بیڈ پہ لیٹا تھا، ایک دن میں ہی اس کا رنگ کتنا پھیکا پڑ چکا تھا۔۔۔ وہ محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتی ہوئی آیت الکرسی پھونکتے ہلکا سا جھکتے اس کے ماتھے پہ لب رکھے۔۔

"میرا بچہ۔۔۔"نم آنکھیں لیے وہ اس کو دیکھتی ہوئی بولی تو کیف اور اصفحان نے ان کی جانب دیکھا۔

"ماں جی پریشان نہ ہو وہ ٹھیک ہے اللہ نے اسے زندگی عطا کی ہے۔۔اس طرح خود کو پریشان کریں آرام کریں،ان شاءاللہ صبح ہوش آجائے گی آپ کے سوہنے پتر کو۔"اصفحان ان کو روتا دیکھ ان کو اپنے ساتھ لگاتا پیار سے بولا۔

"میری حیام اس کا انتظار کر رہی تھی کب سے کہ لینے آئے گا اور دیکھو اس کو ناراض کیے یہاں لیٹا ہے۔"نم لہجے میں وہ جیسے جہانگیر سے شکوہ کرنے لگیں تو اصفحان حیام کے زکر پہ لب بھینچ گیا کیونکہ یہاں وہ خود بے بس تھا۔۔

"ماں جی جس کے گلے آپ لگ کے شکوے کر رہی ہیں 'بھائی' ہے آپ کی حیام دھی کا کیا سوچے گا وہ۔"کیف کی زبان اب بھی کھجلی کرنے سے باز نہ آئی تو اصفحان دانت پیستے ہوئے اس کو خون آشام نظروں سے گھورنے لگا جس پہ وہ کندھے اچکا کے رہ گیا۔

***______**________**

صبح کی روشنی ہر سوں اپنا بکھیرا کیے ہوئے تھی۔ کھڑکی کے پار سے چڑیوں پرندوں کی خوبصورت سی چہچہاتی آوازیں اندر سنائی دے رہی تھیں جب اس نے پلکوں کی باڑ کو اٹھاتے ہوئے اپنی مندی مندی آنکھیں واہ کیں۔ کچھ پل تو ایسے ہی غفلت سے لیٹے رہنے کے بعد اس نے کمرے کی چھت کو غور سے دیکھا تو معلوم پڑا کہ یہ اس کا کمرہ نہیں، جلدی سے گردن دائیں بائیں گھماتے ہوئے آس پاس سے شناسا ہونا چاہا تو ذہن کے کسی کونے میں ابھرا کے کہ وہ رات کو باتیں کرتی ہوئی ادھر ہی سو گئی تھی، اپنے کمرے میں جانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔

دھکتے سر کو تھامتی ہوئی وہ اپنے نین کٹوروں کو مکمل کھولنے کی کوشش کرتی ہوئی نیچے قدم رکھنے کو تھی لیکن جسم جیسے دکھنا شروع ہو چکا تھا۔

ایک کراہ کے ساتھ واپس اپنے پیر لپیٹتی ہوئی بیڈ پہ چڑھ کے بیٹھ گئی، پیچھے کمر سے ٹیک لگانے کے لیے تکیے سیٹ کرتے ہوئے وہ واپس سے آنکھیں موند گئی۔

"تم اٹھ گئی۔۔؟" دفعتاً کمرے میں گل داخل ہوتی ہوئی بولی جس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی۔

"ہاں بس ابھی ابھی 'آپ نے اٹھایا نہیں تھا صبح۔۔۔" گل کی آواز سنتے ہی اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دونوں ہاتھوں سے بال پیچھے کرتے وہ زرا سیدھی ہو کے بیٹھی۔۔

"عاصم کی کال آئی کیا۔۔۔؟" وہ اپنا موبائل بند دیکھتی پوچھنے لگی جو کچھ فاصلے پہ تھا۔

گل اس کی سائیڈ پہ آتے اس کے ساتھ ہی بیٹھی اور اس کا ماتھا ہاتھ سے چھو کے چیک کرنے لگی۔

"نہیں اس کی کال نہیں آئی، عماد کی آئی تھی کہہ رہے تھے کہ تھوڑی بزنس میں گڑبڑ ہوئی ہے تبھی وہ نہیں آرہا۔۔" ابھی حیام کو ٹمپریچر تو تھا تبھی اس کو فریش ہونے کا کہتے اس کے لیے بستر سہی سے لگانے لگی۔

"مجھے لگتا تمہیں گاؤں کی آب وہوا سوٹ نہیں کرتی۔۔" وہ واشروم سے فریش ہو کے واپس آئی تو گل اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی کیونکہ وہ واقعی کافی نقاہت سے چل رہی تھی۔۔

"ایسی بات نہیں ہے، میں خود گاؤں کی لڑکی ہوں مجھے بھلا کیوں نہیں سوٹ کرے گی یہ آب وہوا۔۔" وہ ہنس کے کہتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھی تو گل نے سوپ کا باؤل اس کے آگے کیا۔

"پہلے بھی تم جب یہاں تھی تو بخار میں ہی لت پت رہی تھی، اور اب پھر بخار ہو گیا۔" گل سوپ کا چمچ اس کے منہ نے قریب لاتی ہوئی بولی تو وہ آہستہ سے پینے لگی۔

"یہ پتا نہیں کیوں ہو گیا ہے، شاید موسم چینج ہو رہا اسی لیے۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ سے بولی تو گل اس کی بات پہ تاسف سے دیکھنے لگی۔ جانتی تھی باتیں چھپا رہی ہے بھلا جو اس کی کل حالت تھی جہانگیر کے آنے کا سن کے وہ کس سے چھپی تھی، اور اب اس کے نہ آنے پہ اداس ہوئی بیٹھی تھی۔

"پتا نہیں میری طبیعت ہی عجیب ہو رہی ہے۔۔۔" سوپ ختم کرتے ہوئے وہ دوبارہ سے ٹیک لگا کے بیٹھ گئی۔

"چلو اب آرام کرو آج تو لگ رہا ہے کہ بارش ہو گی تو ایسے موسم میں تمہیں باہر نہیں لے کے جا سکتی ابھی ورنہ مزید بیمار ہو جاؤ گی، جیسے ہی شام میں یا دوپہر تک موسم ٹھیک ہوتا میں تائی جان کو کہتی ہوں کہ تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔" اس کو پیار بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی وہ مسکرا کے کہتی ابھی کمرے سے باہر نکلنے کو تھی جب حیام نے اسے پکارہ۔

"عماد بھائی کی کال آئے تو ان کو کہنا کہ عاصم سے ایک بار بات کروا دیں، ان کا موبائل بند ہے اب۔۔" یہ کہتے ہوئے اسے جھجک تو بہت ہوئی لیکن کیا کرتی کچھ بے چینی اور پریشانی بھی بڑھ گئی تھی۔۔ایک بار اس سے بات کر لیتی تو تھوڑا سکون تو مل جاتا۔

"اچھا میں کہوں گی ان سے کہ بات کروا دے تمہاری، کل سے دی جان کی بھی بات نہیں ہوئی خان سے۔" اس کی بات پہ سر ہلاتی ہوئی گل کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔۔

جسم دکھنے سے وہ پھر سے آنکھیں موندتی ہوئی نیم دراز ہوئی تو نیند ایک بار پھر سے مہربان ہو گئی۔

***_________**_________**

ابھی ذہن نے بیدار ہونا شروع کیا تو آس پاس سے کچھ شور کی آوازیں سنائی دینے لگی، وہ ابھی خالی الذہن کے ساتھ لیٹا کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جب اسے ہاتھ

پہ ایک احساس سا ہوا۔۔ساتھ ہی بازو پہ کسی کا لمس محسوس کرتے اس نے اپنی پلکوں کو ہلکی سی جنبش دی۔

ماتھے پہ ایک شکن سی نمایاں ہوئی ساتھ ہی اس نے حالات سمجھنے کی کوشش کرتے آنکھیں کھولیں تو ایک غیر شناسا سا چہرہ دیکھا۔

"کیسا فیل کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟"وہ اپنے پروفیشنل انداز میں مسکرا کے بولا۔

"بہتر۔۔۔۔"وہ نقاہت زدہ آواز میں بولا تو ڈاکٹر مدھم سا مسکرایا۔

"عاصم صاحب اب آپ بالکل ٹھیک ہیں،بس کچھ ریسٹ دن کے ہیں تاکہ آپ کے سٹچز ٹھیک ہو جائیں۔۔اور آپ کے ڈائٹ چارٹ میں سب کچھ مینشن کر دیا ہے۔بس آج شام کو آپ کو ڈسچارج کر دیا جائے گا۔ٹیک کیئر۔"ڈاکٹر اس کا بلڈ پریشر چیک کرتے ہوئے تھوڑی بہت ہدایت کرتا جیسے ہی کمرے سے نکلا تبھی اماں بیگم کمرے میں داخل ہوئیں ساتھ ہی ان کے پیچھے پہلے ایک لڑکا پھر دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا۔۔جن کو ایک ساتھ دیکھتے تو وہ خود بھی حیران ہوا تھا۔

"ماں صدقے میرا بچہ۔۔۔" اماں بیگم آتے ہی اس کا ماتھا چوما اور پیار سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما جو زرد رنگ لیے ہوئے تھا۔

"کیسا ہے یار۔۔۔؟" اصفحان نے فکر مندی سے پوچھا تو باقیوں کی نظر بھی اس کے چہرے پہ ہی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے ٹھیک ہوں۔" وہ مسکرانے کی سعی کرتا ہوا بولا۔

"کچھ شرم نہیں ہے نا تجھ میں ہم سب کو رات ورات یہاں بلوانے کی کیا ضرورت تھی۔" کیف اس کو جھڑکتے ہوئے بولا تو سب مسکرا دیئے جبکہ اماں بیگم نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے ماں جی؟" دروازے پہ ایک نظر ڈالتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا۔

"ہم سب ٹھیک ہیں ماں جی بھی ٹھیک ہیں۔۔۔"عماد کے سہارے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے کیف لاپرواہی سے بولا۔

"ماں جی حیام نہیں آئی؟"جب لڑکے سب واپس صوفے پہ بیٹھے تو اس نے جھجک کے کچھ آہستہ آواز میں پوچھا تو کیف کے کان ادھر ہی کھڑے ہوئے۔

"نہیں بیٹا اس کو نہیں معلوم، گاؤں میں ابھی نہیں پتا کسی کو۔"اماں بیگم اس کے پاس ہی بیٹھتے ہوئے نرمی سے اس کے بال سنوارتے ہوئے کہا تو اس نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"ٹھیک کیا، پریشان ہو جائیں گے وہاں سب۔"وہ تائید کرتا ہوا بولا۔

"تیری بہن کی بات کر رہا۔۔۔"کیف زرا جھک کے اصفحان سے رازداری سے بولا تو اس نے ناگواریت سے دیکھا۔

"بیوی ہے اس کی۔"وہ دانت پیستے ہوئے بولا تو کیف دانت نکالنے لگا۔

"یار میری ڈاکٹر نہیں آئی آج، بلاؤ اس کو بڑا بور ہو رہا ہوں میں۔" تھوڑی دیر گزرنے کے بعد کیف جھنجھلاتے ہوئے بولا۔

"کیوں تمہاری ڈاکٹر کیا تمہارے ساتھ لڈو کھیلتی ہے۔۔" عماد زرا ہنستے ہوئے بولا۔

"نہیں یار، ایک وہی ہے جس پہ میرا رعب چلتا ہے۔۔۔" وہ فخریہ بولا تو اصفحان کے ساتھ ساتھ عماد نے افسوس بھری نظروں سے اس کو گھورا۔

"ڈاکٹر سے اس کے کھانے پینے کا پوچھو پھر میں اس کی دوائی کا بھی خیال رکھوں۔۔" اماں بیگم کچھ توقف کے بعد بولیں جب جہانگیر واپس غنودگی میں جانے لگا۔

www.novelsclubb.com

"اس کی بیگم کو بلالیں یہاں۔" اصفحان نے عام سے لہجے میں مشورہ دیا تو اماں بیگم نے نفی میں سر ہلایا جبکہ جہانگیر بھی پور پور سماعت ان کی جانب متوجہ ہوا۔

"نہیں گل نے صبح فون کر کے بتایا تھا کہ اس کی تھوڑی طبیعت ٹھیک نہیں تو خوامخواہ ہی پریشان ہو گی۔" اماں بیگم پریشانی سے بولیں تو اصفحان کے ساتھ ساتھ جہانگیر بھی چونکا۔

"کیا ہوا اس کو۔۔۔؟" اصفحان کے بولنے سے پہلے جہانگیر نے پوچھا تو باقی لڑکوں نے اصفحان کے چہرے کو دیکھا جیسے اس کے تاثرات جھانکنے ہوں۔

"بھائی سے زیادہ فکر۔۔۔" کیف ستائشی انداز مین داد دیتا ہوا بولا، اصفحان صوفے سے کھڑا ہوتا اب اماں بیگم کے قریب ہی چلا آیا۔

"شوہر ہے۔۔۔" ارتسام نے ساتھ ہی جتاتے ہوئے جواب دیا۔

"فکر نہ کرو ہلکا سا بخار ہو گیا ہے آرام کر رہی ہے۔۔" ان دونوں کے چہرے پہ پریشانی کی لکیر ابھرتے دیکھ اماں بیگم نے تسلی دی۔

"یہاں سے جاتے میں ایک بار اس کے پاس جاؤں گا۔۔" اصفحان اب اس کی طرف سے بھی پریشان ہو چکا تھا۔ تبھی ارادہ کرتا ہوا بولا، اس کی بات سن کے جہانگیر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں کال کرتا ہوں تھوڑی دیر میں اس کو، پریشان ہو رہی ہو گی۔" اب کہ اسے بھی پریشانی لاحق ہو چلی تھی حیام کی طرف سے تو سنجیدگی سے کہتا ہوا آنکھیں موند گیا۔

کیا یہ تقاضائے محبت تھا کہ اگر یہاں وہ بے چین تھا اس کو دیکھنے کے لیے اس کو اپنے پاس محسوس کرنے کے لیے تو وہ بھی وہاں اسی تڑپ کا شکار تھی۔۔ اسی بے چینی کا شکار پہ وہ اپنے اعصاب تک لے گئی تھی۔۔ بے ساختہ ہی جہانگیر کے لب اپنے آپ میں مسکا اٹھے۔

ارتسام بھی صبح صبح آفس سے ایک چکر لگا کے ان کو انفارم کرتا ہوا یہاں واپس آ گیا تھا کہ کہیں کسی چیز کی ضرورت نہ ہو۔ باقی سب بھی ناشتہ کر چکے تھے۔۔ ابھی دن کے بارہ بج رہے تھے، جہانگیر اندر روم میں آرام کر رہا تھا جبکہ کیف اور اصفحان باہر ویٹنگ ایریا میں۔ عماد نیچے تھوڑی دیر کے لیے اسپتال کے گراؤنڈ میں گیا تھا۔

"یار ایک بات کرنی تھی تم سے۔۔۔" کیف نے تمہید باندھتے بات شروع کی تو اصفحان سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ رمشا کو گھر میں شفٹ کر لیتے ہیں، اب تو اماں بیگم بھی ہیں یہاں۔ زرگل بھی آئی ہوئی سب ساتھ ساتھ ہیں تو اسے رہنے میں مسئلہ نہیں ہو گا، ایسے ہوسٹل میں رہنا مجھے اچھا نہیں لگا، پہلے حیام کے ساتھ وہ دن میں رک جایا کرتی تھی لیکن پھر بعد میں وہی روٹین۔۔۔ تو میں سوچ رہا تھا کہ تم بتاؤ کیا خیال ہے، پہلے اس لیے نہیں کہا تھا کیونکہ تب گھر میں کوئی عورت نہیں تھی لیکن اب

www.novelsclubb.com

زرگل اور اماں بیگم دونوں یہاں ہیں تو کیا کہتے ہو تم۔" وہ تفصیل سے اپنی بات کہتا ہوا اس کی رائے جاننے لگا تو کچھ دیر اصفحان خاموش رہا۔

"ہاں ویسے ٹھیک ہے کہ وہ یہاں شفٹ ہو جائے ویسے بھی اب بس تھوڑے دنوں کی ہی بات ہے کیونکہ ماشاءاللہ سے تم ریکوور کر چکے ہو۔" بلآخر وہ مانتے ہوتے جیسے اپنا راضی نامہ اس کو تھما چکا تھا۔۔ کیف سن کے مسرور سا ہوا۔

"تو آج اس کو کہو کہ اپنی پیکنگ وغیرہ کر لے اور یہاں گھر شفٹ ہو جائے۔۔ ہماری واپسی تو رات کو ہی ہو گی۔" کیف نے آگے بھی مزید کہا تو اصفحان تائید کرتا ہوا اٹھا اور رمشا کو کال کرنے کے ارادے سے زرا سائیڈ پہ ہو گیا۔۔

لیکن اس سے پہلے رمشا کے والد کو بتانا ضروری تھا کہ ان کی بیٹی ایک اچھی جگہ رہ رہی ہے۔۔

_______*_________

"کہیں درد تو نہیں ہو رہا تمہیں؟" ارتسام اس کے پاس آتا ہوا بولا، ساتھ ہی موجود کرسی کو زرا قریب کھسکا کے اس پہ بیٹھ گیا۔

"نہیں درد ابھی کہاں ہو گا، ابھی تو شاید وہ جگہ ہی سن ہے۔" وہ اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولا۔

"پولیس نے بتایا مزید۔۔؟" جہانگیر نے آہستہ آواز میں پوچھا۔

تھوڑی دیر پہلے ہی پولیس ایک بار پھر چکر لگا کے جا چکی تھی جہانگیر سے بیان نوٹ کروا کے۔

"ان کا کہنا کہ قتل کی کوشش تھی کیونکہ سڑک پہ لگے کیمرے کی ریکارڈنگ میں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو ان کو مشکوک لگا۔" ارتسام نے وہی باتیں دہرائیں جو تھوڑی دیر پہلے پولیس والے بتا کے گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"میں نے بھی ان کو واضح بتا دیا تھا کہ کوئی میرا پیچھا کر رہا تھا کافی دنوں سے ہو سکتا ہے یہ اسی کا کام ہو۔" وہ بھی کچھ سوچتا ہوا بولا تو ارتسام نے سر ہلایا۔

"میں نے تایا جان سے بات کی، ان کا کہنا کہ تھانے دار بتا رہا ہے کہ پچھلے دنوں کوئی بھی ملنے نہیں گیا فرہاد سے۔" ارتسام اسے کل پرسوں ہونے والی بات کا حوالہ دینے لگا جو جہانگیر نے اس سے زکر کیا تھا۔

"لیکن میں پولیس کو یہ بتا چکا ہوں کہ مجھے فرہاد پہ شک نہیں یقین ہے، اور اس نے یہ بہت ہی بزدلانہ حرکت کی کہ مجھ پہ حملہ کروایا۔ شاید وہ سوچ رہا تھا کہ ہم اس حملے سے ڈر جائیں گے۔۔۔بے وقوف!" وہ سپاٹ لہجے میں سر جھٹکتا ہوا بولا۔

"شادی والے دن کیف کو جو گولی لگی تھی وہ۔۔۔" ارتسام نے کچھ توقف کے سوچتے ہوئے کہنا شروع کیا لیکن اپنی بات بیچ میں ہی چھوڑ گیا۔

"وہ کیف کو مارنے کے لیے نہیں تھی، وہ عماد کے لیے تھی لیکن اتفاقاً کیف آگے آ گیا تھا۔ مجھے یہ شروع سے ہی پتا تھا لیکن میں چپ اس لیے تھا کہ کہیں ہمارے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیس میں مزید دیر نہ ہو جائے لیکن وہ تو خود ہی لیٹ ہو گیا۔۔ لیکن یہ فرہاد اپنے گھٹیا کاموں سے باز نہیں آیا۔" زیادہ بولنے کی وجہ سے اب وہ ٹھہر ٹھہر کے اپنی بات کہنے لگا کیونکہ اسے اب درد شروع ہونے لگا تھا۔

"تم آرام کرو ورنہ پھر مجھ پہ الزام لگاؤ گے کہ میری وجہ سے طبیعت بگڑ گئی تھی۔" ارتسام اس کے چہرے پہ درد کے آثار دیکھتے ہوئے نرمی سے اس کو سہارہ دیتے لٹانے لگا ساتھ ہی ہلکا سا ہنستے ہوئے بولا تو جہانگیر مسکا دیا۔

"نہیں بھئی ایسی بات نہیں۔" جہانگیر آنکھیں بند کیے ہوئے بولا تو ارتسام اس کے آرام کا خیال کرتے ہوئے باہر چلا گیا۔

"یہ کسی صنم جانم کا پانچ بار فون آچکا تیرے موبائل پہ۔۔۔" جیسے ہی وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا تو کیف کی چہکتی ہوئی آواز اس کے کان سے ٹکرائی تو وہ ہڑ بڑا اٹھا اور جھپٹنے کے انداز میں اس سے موبائل چھینا۔

"بیگم ہے میری۔۔۔" وہ چبا کے بولتا ہوا صنم کو دوبارہ سے کال ملا کے سائیڈ پہ ہو گیا تو کیف سرد آہ بھرتا ہوا واپس سے ٹیک لگا گیا۔

وہ اندر جاتے ہوئے اس کو موبائل تھما گیا تھا کہ اس کے بابا کی کال آ رہی تھی جہانگیر کی خیریت دریافت کرنے کے لیے تو کیف نے ان سے بات کی، وہ آج کل ارتسام کے ساتھ ہی مصروف تھے آفس کے کاموں میں تو رات کو تھوڑی تاخیر ہو جاتی تھی آنے میں۔

"لوگوں کے کیا کیا اپنی بیگمات کے نام رکھے اور ایک میں ہوں جسے سوائے ایک بدتمیز ڈاکٹر کے کچھ نہ ملا۔" وہ دہائیاں دیتا ہوا بڑبڑایا تو اصفحان نے اس کی بات پہ چونک کے دیکھا۔

"تم رمشا کی بات کر رہے ہو۔۔۔؟" اس نے جیسے تصدیق چاہی تو کیف اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے فوراً سے سیدھا ہوا۔

"نہیں یار میں کیوں تمہاری سالی کو کوسنے لگا، میں تو اپنے دوسرے ڈاکٹر کی بات کر رہا تھا جو اکثر میرا اٹریٹمنٹ کرنے آتا ہے۔۔۔" وہ بات سنبھالتے ہوئے بولا تو اصفحان سمجھتا ہوا سر ہلا گیا۔

_______*_______

رات کے سات بجے اس کو ڈسچارج کر دیا تھا۔۔ گھر واپس آتے ہی اپنے کمرے میں اصفحان اور عماد کے سہارے وہ بیڈ پہ لیٹا گیا۔۔ ڈاکٹر نے پین کلر دے دی تھی کیونکہ دوپہر میں اس کو درد شروع ہو گیا تھا۔

"یار میرا موبائل کو چارج لگا دو گاؤں کال کرنی ہے میں نے۔" عماد ابھی اس کے پاس ہی تھا، باقی سب کمرے سے جا چکے تھے تب جہانگیر نے لیٹے لیٹے کہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں میں نے لگا دیا ہے اور دو بار مجھے کال آچکی تھی حیام بھابھی کی کہ آپ سے بات کرواؤں لیکن آپ بزی ہیں یہ کہہ کے ٹال دیا۔" اس کی میڈیسن کو سائیڈ ٹیبل پہ سیٹ کرتے ہوئے عماد کے بتانا ضروری سمجھا تو جہانگیر چونکا۔

"تو مجھے بتا دینا تھا نا۔" وہ بے چین سا ہوا۔

"بتا تو رہا ہوں ابھی۔۔" وہ کھٹاک سے بولا۔

"نہیں میرا مطلب کہ جب آئی تھی کال تب بتانا تھا نا میں بات کر لیتا۔" وہ جھنجھلا کے بولا تو عماد نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا لیکن وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا اپنے تاثرات چھپانے میں ماہر تھا وہ۔

"تب آپ آرام کر رہے تھے۔۔۔"

"چلو اب آیا تو بتانا مجھے میں بات کر لوں گا تین دن ہو گئے بات نہیں ہوئی اس سے۔" وہ خود کو پر سکون رکھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا تو عماد نے اثبات میں سر ہلایا۔

---------*----------

دوپہر میں طبیعت بحال ہونے کی وجہ سے وہ کمرے سے باہر نکلی تھی اور تھوڑی دیر دی جان کے پاس بیٹھتے ان سے خوب باتیں کی تھیں جس میں آدھی تو انہوں نے جہانگیر کو سنائی تھیں کہ ہر بار وہ کس طرح آنے کا کہتے مہینوں لگا دیتا تھا۔۔

ان کے مہینوں سنتے ہوئے حیام نے صدمے سے دیکھا تو وہ ہنس دی۔

"تو پریشان نہ ہو پہلے بیوی نہیں تھی نا اب تو یہاں پہ تو ہے دیکھنا جلدی آجائے گا۔" دی جان نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا تو نا چاہتے ہوئے بھی وہ شرما سی گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ابھی شام کا کھانا کھانے سب بیٹھے تھے لیکن اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا کھانے کو، ایک دو نوالے کھاتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی تو دی جان کے ساتھ تائی جان نے بھی ٹوکا کہ ٹھیک سے کھانا کھائے۔

ان کے اصرار پہ وہ دو تین اور نوالے کھا کے اٹھ گئی۔ گل سے کہتے وہ اسی کے روم میں آگئی کہ اکیلے وہ نہیں رہ سکتی تھی وہاں۔۔ گل نے اسے کہہ دیا کہ جب تک عماد نہیں آجاتے وہ اسی کے ساتھ لے بعد میں دعا یا وہ خود اس کے ساتھ سو جایا کرے گی۔

ابھی بھی وہ طبیعت کے باعث ہلکی سی نیند میں تھی جب موبائل فون بجنا شروع ہوا۔۔اس نے کچی نیند سے جاگتے ہوئے اپنا موبائل سائیڈ ٹیبل سے پکڑا تو وہاں درج نام دیکھتے جیسے اس نے بہار دیکھ لی، گھڑی کی سوئیاں جیسے وہی ٹھہر گئی کہ دل کی دھڑکن بھی ایک پل کو ساکت ہوتے تھم سی گئی تھی۔

اس نے سنبھل کے لرزتے ہاتھوں سے کال اوکے کرتے کان سے موبائل لگایا۔

دھڑکنیں ایک بار پھر سے ساکت ہوئی جب دوسری جانب سے اس کی گھمبیر بھاری آواز ابھری۔۔۔

"السلام علیکم!" ایک ہوا کا جھونکا تھا جو اچانک سے اس سے ٹکرایا تھا کہ اس کی آواز سماعتوں سے ٹکراتے ہوئے وہ جیسے جی اٹھی تھی کہ بغیر ہلتے لبوں سے ہی وہ اللہ کی شکر گزار ہوئی۔۔

"آپ بہت برے ہیں انتہا کے برے۔۔۔" وہ یہ کہنا چاہتی تھی مگر لب جیسے ہلنے سے انکاری تھے، وہ تو جیسے منجمد ہی ہو گئی تھی اپنی جگہ پہ کہ کچھ بولنے کی ہمت نہ رہی تھی بس آنسوں تھے اپنی پلکوں کی باڑ کو توڑ کے نکلنا چاہتے تھے لیکن وہ گہرہ سانس بھرتی ہوئی کچھ بولنے کی ہمت کرنے لگی۔

"بیگم طبیعت کیسی ہے۔۔؟" اس کے نہ بولنے پہ وہ خود ہی بات کرنے لگا۔

"آپ کو اس سے کیا۔۔۔؟" وہ دل ہی دل میں اس کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی جانے کیوں وہ ناراضگی میں اس کو اپنی آواز نہ سنا کے مزید بے چین کرنا

چاہتی تھی لیکن خود وہ سن رہی تھی کسی دیئے گئے نشے کی طرح۔۔ یہاں وہ خود غرض تھی۔

"ایم سوری! میں نہیں آسکا، آفس کے کاموں میں پھنس گیا تھا۔" اب بھی جواب نہ ملنے پہ وہ اپنا لہجہ ہنوز نرم رکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے آپ کی سوری نہیں آپ چاہئیے۔" وہ روہانسا ہوئی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں لیکن وہ بول کچھ نہیں رہی تھی یا اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"میں تمہارے پاس ہی ہوں حیام، اپنے دل میں جھانک کے دیکھو۔" وہ اس کی خاموشی کو مزید محسوس کرتے ہوئے قدرے آہستہ آواز میں بولا کہ اس کی لہجے کی گھمبیرتا کو محسوس کرتے وہ تڑپ اٹھی کہ اپنی سسکی روکنے کو اس نے بے ساختہ ہی اپنا ہاتھ منہ پہ رکھا۔

"اپنا خیال رکھ رہی ہو نا۔۔۔؟" اب کی بار اس کا لہجہ متفکر تھا، حیام آنکھیں بند کیے محض سر ہلا گئی۔

"کچھ بولو گی نہیں۔۔۔"اب کی بار وہ تڑپ اٹھا تھا جیسے اس کی خاموشی سے۔۔وہ اپنی خاموشی سے اس کو تڑپا رہی تھی۔

اس کے پوچھنے پہ وہ اب کی بار نفی میں سر ہلا گئی۔اور آنسوں اپنی باڑ توڑتے ہوئے گلابی رخساروں پہ پھسل آئے کہ اس کا ضبط بھی ساتھ ہی جواب دے گیا اور ہچکیاں بھرتی رونے لگی،جانے کس بات کا غبار تھا جو وہ نکال رہی تھی۔۔

جہانگیر ان کی خاموشی میں اچانک سے سانس‌وں کے خلل کو محسوس کرتا کچھ کہنے کو تھا جب دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئ،وہ حیران پریشان سا اس کے ردعمل کو دیکھنے لگا،آخر وہ کیوں اتناری ایکٹ کر رہی تھی۔۔اس نے دوبارہ سے نمبر ملایا لیکن اب کی بار وہ اٹھا نہیں رہی تھی۔

کال کاٹتے وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ہوئے آنسوں بہانے لگی،اپنی کیفیت سے وہ خود بھی انجان تھی کہ آخر ایسا کیا ہو گیا تھا جو وہ اس قدر سخت ہو رہی تھی اس سے۔

اس کی دوبارہ کال آتے دیکھ وہ وہ نظر انداز کرتی ہوئی ہنوز ایسے ہی بیٹھی رہی کہ اچانک پھر سے اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی، کمرے میں بیٹھے اس کو گھٹن کا احساس ہوا تو اپنے قدم بیڈ سے نیچے اتارتے ہوئے اپنی حالت سنوارتے وہ سلیپر پہنتے کمرے سے باہر آئی جہاں سب صحن میں بیٹھے تھے۔۔ درمیان میں آگ لگائے ہاتھ سینکنے میں مصروف تھے، دادا جان اس کو کمرے سے نکلتا دیکھ پکارنے لگے۔

"ادھر ہمارے پاس آکے بیٹھو۔۔۔" وہ شفقت بھرے لہجے میں بولی کہ آسودگی سے مسکراتے ہوئے وہ ان کے پاس جانے لگی۔۔ باہر کی ڈھنڈی سرد خنکی لیے ہوئے ہوا جب اس کے وجود سے ٹکرائی تو ایک کپکپی سی تاری ہوئی لیکن اگلے ہی لمحے گہرہ سانس بھرتے ہوئے ایک بار آنکھیں میچ کے کھولیں۔

"کیا ہوا اداس سا لگ رہا میرا بچہ۔۔۔" اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے وہ نرمی سے بولے کہ وہ ہلکے سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں بس ایسے ہی موسم بدلا ہے نا شاید۔" وہ بات کو چھپاتی ہوئی بولی۔

www.novelsclubb.com

"لو یہ کاجو پستہ کھاؤ۔۔"تائی جان اس کی طرف پلیٹ بڑھاتے ہوئے بولیں۔

"نہیں تائی جان مجھے نہیں یہ پسند۔" وہ انکار کرتی ہوئی بولی اور نظریں اپنے ہاتھوں میں جمادیں۔

"تمہیں تو بخار ہو رہا پھر سے،اندر چلو میں سوپ لاتی ہوں۔"تائی جان اس کے پاس ہی بیٹھی تھیں جب انہوں نے اس کا ماتھا آہستہ سے چھو کے دیکھا۔

"میں نے بھی پینا۔۔۔"دعا بھی چہکتے ہوئے بولی تو سب مسکرا دیئے۔۔

"ویسے پڑھاتے وقت اس کی زبان کہیں چلی جاتی ہے اور اب دیکھو کیسے چلتی ہے پٹر پٹر۔۔۔"گل اس کے رخسار زبردستی کھینچتے ہوئے بولی جس پہ وہ آئی ماما کہتے ہوئے ان کو سہلانے لگی۔

"اٹھو روم میں چلو۔۔آرام کرو یہاں مزید سردی لگ جائے گی"تائی جان آنکھیں دکھاتی ہوئی بولیں تو وہ منہ بنا گئی۔

"تائی جان ابھی روم سے آئی ہوں، اندر گھٹن ہو رہی تھی مجھے۔" وہ بے بسی سے بولی لیکن وہ اس کی سنے بغیر واپس کمرے میں لے آئیں۔

"یہ کھڑکیاں کھول لو، ہوا ہلکی سی اندر آئے گی تو گھٹن نہیں ہو گی۔" کمرے کی ایک کھڑکی کو آدھا کھولتے ہوئے وہ بولیں اور سوپ لانے کا کہتے وہ چلی گئیں۔

----------*----------

"یہ اچھا کیا کہ آپ یہاں آگئی ہیں تھوڑی میری بھی ہیلپ ہو جائے گی۔" رمشا کو لان میں آتا دیکھ وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ مسکرا دی۔

"بھائی نے کہا تھا تو آنا پڑا اور اس میں ہیلپ کی کیا بات آپ میری دوست کے ہزبینڈ ہیں۔۔" وہ مسکراتی ہوئی چائے کا کپ اس کو تھما گئی اور ایک نظر ان سے لاپرواہ بنے بیٹھے کیف کی طرف کی جو موبائل پہ بزی تھا۔

"حیام نے کب واپس آنا ہے۔۔؟" کچھ دیر بعد وہ پوچھنے لگی تو جہانگیر نے کپ سے نظریں ہٹاتے ہوئے اسے دیکھا۔

اس دن اس کے فون بند کرنے کے بعد جانے کتنے لمحے وہ فون کو دیکھتا رہا کہ شاید ابھی اس کو واپس کال کرے لیکن اس نے نہیں کی، شاید وہ اپنی ضد کی پکی تھی لیکن وہ یہ بھی محسوس کر چکا تھا کہ وہ ڈسٹرب ہے اور رو بھی رہی تھی تبھی تو اس کی بے چینی میں اضافہ ہو چلا تھا۔۔

عماد کو اسنے جلدی واپس جانے کا بول دیا تھا کیونکہ یہاں پہ اب سب موجود تھے، اصفحان بھی کل شام کا واپس جا چکا تھا۔

"حیام کو میں جلد لے آؤں گا، اس کی طبیعت بھی نہیں ٹھیک تو جیسے ہی میں ٹھیک ہوتا ہوں اس کو لینے جاؤں گا۔" وہ مسکرا کے بولا تو رمشا سر ہلا گئی اور گردن گھما کے کیف کو دیکھا جو روٹھی محبوبہ کی طرح بیٹھا تھا۔۔آج تھیراپی کرواتے اس نے رمشا کو بہت تنگ کیا تھا جان بوجھ کے اپنا سارا بوجھ اس پہ ڈال دیتا تھا کہ چلا نہیں جا رہا

جبکہ رمشا اچھے سے جانتی تھی کہ وہ اب چل سکتا ہے بس زیادہ تیز نہیں۔۔۔ لیکن پھر بھی تنگ کر کے اسی کو باتیں سنا رہا تھا پھر جب جہانگیر یہاں لان میں آیا تو اس کی روح میں بھی سکون آگیا اور آرام سے بنا کسی رکاوٹ کے رمشا کو۔کام کرنے دیا۔

"ویسے میں سوچ رہی تھی کہ یہ رمشا کتنی پیاری بچی ہے نا۔۔۔" اماں بیگم اور اظہر صاحب کمرے میں موجود تھے ابھی جب اماں بیگم نے اپنی شال ٹھیک کرتے ہوئے پر جوش ہوتے کہا۔

"آپ بس یہ سوچ رہی تھیں۔۔۔" اظہر صاحب ان کی بات سنتے ہوئے مصنوعی حیرانگی سے بولے تو وہ سر کو دائیں بائیں ہلاتے اس کے سامنے بیڈ پہ بیٹھیں۔

"ہاں نا دیکھیں کتنی پیاری بچی ہے اصفحان کی سالی بھی ہے۔" وہ ان کی بات پہ سر جھٹکتے ہوئے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"بیگم آپ بس یہی سوچتے رہیں، میں نے اس کے علاوہ بہت کچھ سوچ لیا ہے۔۔" اپنی بیگم کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ مسکراتے بولے تو انہیں تجسس ہوا جاننے کا۔

"کیا سوچا ہے آپ نے۔۔؟" وہ آہستہ آواز میں بولیں۔

"یہی کہ رمشا کے لیے میرے دوست کا لڑکا ہے، اس کی بات کرتا ہوں رشتے کی۔" وہ سنجیدگی سے بولے کہ ان کی انکھوں میں چمکتی ہوئی شرارت کو دیکھتے ہوئے وہ خفگی سے ان کے بازو پہ ہاتھ مار گئیں۔

"کیف کے بابا، مجھے یہ بچی کیف کے لیے بہت پسند ہے آپ کیا کہتے ہیں۔۔۔؟" وہ اپنی دلی بات ان کے سامنے رکھتے ہوئے بولیں، تین دنوں سے وہ ان کے ساتھ رہ رہی تھی اور ایک بھی کوئی ایسی بات انہوں نے نہیں دیکھی جس پہ ان کو اعتراض ہو، بہت سلجھی ہوئی اور سوبر بچی لگی تھی ان کو۔

"میں نے کیا کہنا بیگم آپ نے پہلے ہی سوچ کے رکھا ہے،اور یہ کیا ہوتا ہے کیف کے بابا بھئی اس سے پہلے میں آپ کا کچھ لگتا ہوں۔"ان کی بات سنتے وہ مسکرا کے آخر پہ شرارت سے بولے کہ اس عمر میں ان کے چھیڑنے پہ وہ جھینپ گئیں اور خفگی بھری نظر ڈالتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئیں۔

لیکن ان کو بہت خوشی تھی کہ ان کے شوہر کو بھی رمشا پسند آئی تھی اور کیف کا کیا تھا وہ اس سے پوچھ لیں گی ایک بار اس نے انکار تو کرنا نہیں تھا، کہیں نہ کہیں وہ بھانپ چکی تھیں کہ کیف رمشا کی کمپنی کو انجوائے کرتا اور اس کی آنکھوں میں پسندیدگی بھی وہ دیکھ چکی تھیں۔۔

www.novelsclubb.com

ان کو اس بات کا بھی سکون تھا کہ ان کا بیٹا پرانی باتوں کو اپنی زندگی کا روگ لگا کے نہیں بیٹھا رہا بلکہ قدرت کے فیصلے کو مانتے ہوئے وہ خوشی سے ہر چیز کو قبول کرتا آگے بڑھ گیا تھا۔ایک ماں کو اس سے زیادہ سکون اور کیا چیز دے سکتی ہے کہ اس کا بیٹا اپنی زندگی میں پر سکوں ہو۔۔

________________**

"تمہاری طبیعت ابھی بھی ٹھیک نہیں ہوئی اور مجھے کچھ اور لگ رہا۔۔" گل اس کو آج پھر بخار میں دیکھتے ہوئے کچھ پریشانی اور سوچ کے بولی تو حیام نے الجھی نگاہوں سے اس کو دیکھا۔

"کیا لگ رہا ہے۔۔؟" لفظ 'کچھ اور' پہ اس کا دل زوروں سے دھڑکا تھا کہ کہیں وہ وہی بات تو نہیں کہنے والی جو وہ خود بھی محسوس کر چکی تھی لیکن پھر نظرانداز کر گئی۔

"ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں آج۔۔۔ٹھیک ہے تھوڑی دیر میں تائی جان تمہیں لے جائیں گی، پچھلے دنوں تو ڈاکٹر یہاں تھی ہی نہیں۔" گل اس کے سوال کو جیسے ان سنا کرتی ہوئی بولی،اس کے اٹھنے سے پہلے ہی حیام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اگر ایسا ہوا تو۔۔۔" وہ کچھ جھجک کے نظریں جھکاتی ہوئی بولی تو گل مطلب سمجھتے کھل کے مسکرائی اور اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

"تو۔۔۔۔۔" گل نے اچانک سے اپنے تاثرات سنجیدہ کیے کہ حیام کا دل جیسے سکڑ سا گیا۔

"تو بہت خوشی کی بات ہے یار، سوچو ذرا خان کا ہے۔۔۔" وہ خوشی سے چہکتی بول رہی تھی جب حیام نے سرعت سے ٹوکا۔

"ادی۔۔۔" وہ گلنار ہوتی ہوئی باز رکھنے لگی لیکن گل اس جو معنی خیزی سے دیکھنے سے باز نہ آئی جس پہ وہ حجاب کے مارے وہ اپنا سر جھکا گئی۔

"کافی اچھی پڑھائی کروائی ہے پروفیسر عاصم جہانگیر خان نے۔۔۔" وہ ہنستی ہوئی زومعنیت لیے بولی کہ حیام کو مزید شرم نے آن گھیرا۔

"ویسے یہ بات کنفرم ہوئی تو جہانگیر خان کو تو تم خود کال پہ بتاؤ گی ویسے بھی تین دن سے اس کی کالز کے ساتھ ساتھ اسے بھی نظرانداز کر رہی ہو۔" گل مزید شرارت سے کہتی ہوئی اس کو یاد دلانے لگی جس پہ حیام سنبھل کے براسامنہ بنا گئی۔

"وہ اسی لائق ہیں۔۔۔" وہ منہ بناتے ہوئے ماتھے پہ بل لیے بولی تو گل ہنستی ہوئی اس کے رخسار کو نرمی سے چھوتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

پیچھے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کے آنکھیں موند گئی کہ آنکھوں کے پردے پیچھے اس ظالم کا چہرہ لہرایا جس کے لیے آج کل وہ خود ظالم بنی تھی۔۔لبوں کے گوشوں پہ مسکراہٹ نے احاطہ کیا تو وہ خوبصورت بیتے لمحات لہرانے لگے جو انہوں نے ساتھ گزارے تھے۔بے ساختہ ہی اس کے رخسار تپ اٹھے تو اپنی آنکھیں کھولتی ہوئی ان کو چھوتی ہوئی بیڈ سے اٹھی تا کہ تائی جان کے ساتھ جا کے ڈاکٹر کے پاس سے ہو آئے جبکہ لبوں پہ گہری مسکان کا ابھی بھی پہرہ تھا۔

www.novelsclubb.com

----------------*

تائی جان کے ساتھ وہ جب سے ڈاکٹر کے پاس سے واپس آئی تھی گل نے تو جیسے اس کو چھیڑنے کا زمہ ہی لے لیا تھا ہر تھوڑی دیر بعد وہ زو معنی جملہ بولتی کہ حیام ان پہ جواب نہ سوجھتے ہوئے خاموش ہو جاتی۔۔

"ویسے جہانگیر کتنا رومینٹک ہے۔۔۔؟" وہ دونوں اب کمرے میں بیٹھی ہوئیں فروٹس کھا رہی تھیں جب سیب کا ایک ٹکرا منہ میں ڈالتے ہوئے گل نے پھر سے چھیڑتے ہوئے پوچھا، سیب کا ایک پیس اٹھاتے ہوئے حیام کے ہاتھ وہیں سٹل ہوئے اور وہ گھور کے گل کو دیکھنے لگی۔

"ادی آپ بتائیں۔ عماد بھائی کتنے رومینٹک ہیں آخر کو پہلا نمبر بھی آپ نے لیا ہے۔" آنکھیں مٹکاتے ہوئے لہجے میں بلا کی معصومیت لیے وہ پوچھنے لگی کہ گل اس کی جوابی کاروائی پہ کھلکھلا اٹھی۔

"تمہیں تقریباً جہانگیر کی ساری عادتیں لگ گئی ہیں، کمرے میں کم روشنی چاہیئے۔ چائے بہت کم چینی کی وہ پیتا ہے تو تم بھی اسی کی طرح پیتی ہو جبکہ مجھے یاد تھا کہ پہلے

تم یہاں اچھی خاصی میٹھی چائے پیتی تھی ہاں بس نیند تمہاری اس طرح کی نہیں ہوئی۔" گل مزے سے سیب کھاتے اس کو عادات یاد دلانے لگی جو واقعی جہانگیر کی سنگت میں بدل چکی تھی اب وہ اسے کیا بتاتی اسے تو مکمل ہی جہانگیر کی عادت تھی۔

"اف ان کی نیند سے میں تو بھی بہت تنگ ہوں اتنا گہرا اور لمبا سوتے ہیں نا۔۔۔"

حیام نیند کی بات آنے پہ آنکھیں گھماتی ہوئی بولی تو گل نے بھرپور تائید کی۔

"تمہیں پتا اس کا اپنی نیند کے بارے میں کیا خیال ہے۔۔؟"

"نہیں۔۔۔!" حیام لاعلمی کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔

"اس کا کہنا کہ اس نیند لمبی اور گہری اس لیے ہے کیونکہ وہ اپنی پریشانیوں کو اللہ حافظ کر کے سوتا ہے، یعنی پر سکون ہو کے۔۔" وہ مزے سے بتانے لگی تو حیام چونکی۔

"لیکن ہم بھی پر سکون ہی سوتے ہیں آرام سے۔۔" حیام کو یہ بات کچھ کھٹکی تبھی نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔

"دیکھو ہم پر سکون نینداس کو کہتے ہیں جس میں کوئی خلل نہ آئے اور آرام دہ جگہ پہ میٹھی نیند سو جائیں لیکن جہانگیر کا کہنا کہ اسے جگہ 'وقت سے کوئی سر و کار نہیں اس کو اپنا دماغ پر سکون رکھنا ہے اور وہ رکھتا بھی ہے اس کی پر سکون نیند ایسی ہے کہ جب وہ صبح اٹھے تو سب سے پہلے زہن میں اللہ کا خیال آئے کہ اس نے یہ دن دیکھانا بھی نصیب میں لکھا، وہ ایسا انسان ہے کہ چاہ کے بھی خود پہ پریشانی تھوپ نہیں سکتا۔۔" گل جیسے کافی امپریس تھی جہانگیر سے تبھی اس کا زکر کرتے ہوئے محبت سے بول رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہائے میں کتنی خوش نصیب ہوں مجھے عاصم ملے۔۔۔" اچانک ہی حیام خود کی قسمت پہ ناز کرتی ہوئی فخر محسوس کرنے لگی، ساتھ ہی مصنوعی شرماتے چہرے کو ہاتھوں سے چھپایا کہ گل نے اس کی بازو پہ ہلکی سی چپت لگائی۔

" کبھی جہانگیر نہیں کہا اس کو۔۔۔" گل اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی ذو معنی شرارت سے بولی تو اب کی بار اسے واقعی شرم نے آن گھیرا۔

"میں نے شروع سے ہی عاصم کہا ہے تو انہیں اچھا بھی یہی لگتا ہے۔" وہ حجاب آمیز لہجے میں بولی تو گل مسکا دی۔

پچھلے دنوں کی بانسبت آج وہ فریش سی لگ رہی تھی وجہ شاید خوشی کی خبر تھی اور آج وہ کھل کے گل سے باتیں بھی کر رہی تھی، دی جان کو جب خبر پتا چلی تھی پہلے تو انہوں نے حیام کے ساتھ ساتھ گل کو ڈھیر ساری دعائیں دیں پھر جہانگیر کے حصے میں کو ان کی ڈانٹ تھی وہ آئی۔۔۔

جبکہ یہاں عورتوں کے علاوہ باقی مردوں کو صرف معلوم تھا حادثے کا۔

"آج کال کرنا خان کو، اور اسے یہ خبر تم خود سنانا ٹھیک ہے۔۔" گل اس کو محبت و مسکرا کے کہتی ہوئی اس کو آرام کی تلقین کرتے باہر چلی گئی۔

آج اصفحان کی کال آئی تھی وہ اس سے ملنے آنے والا تھا ایک دو دن میں تو وہ اس وجہ سے بھی خوش تھی بہت۔

***_________**_________**

"یار اصفی ایک کام کرے گا۔۔" اصفحان دو دنوں کے بعد آج پھر اس کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا جب کمرے میں ایک ساتھ بیٹھے جہانگیر نے پکارہ۔

"ہاں بولو۔۔۔" وہ کافی کا گھونٹ بھرتا ہوا بولا۔

"یار کیس کی آخری سماعت ہے تو تم بابا کو ساتھ لیے چلے جانا، کیف ابھی کہیں جانے کی کنڈیشن میں نہیں اور عماد کو میں نہیں وہاں بھیج سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی

نظروں میں تھا تو تم بابا کے ساتھ جا کے ہو آنا۔" جہانگیر اس سے کہنے لگا تو اصفحان نے سمجھ کے سر ہلا یا۔

"ہاں ٹھیک ہے میں چلا جاؤں گا، ارتسام نے آنا۔۔؟" وہ حامی بھرتا ہوا بولا ساتھ ہی ارتسام کا بھی پوچھنے لگا۔

"ہاں کچھ پیپرز پہ اس کے سائین چاہیے تو وہ بھی ساتھ ہو گا۔۔۔" وہ یاد کرتے ہوئے بولا۔

اتفاقاً وہاں کمرے میں ارتسام داخل ہوا ساتھ ہی اس کے پیچھے صنم بھی مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی، جہانگیر ابھی سمپل سی ٹی شرٹ میں ملبوس تھا کہ صنم کی آمد پہ وہ زرا خجل سا ہو گیا۔۔

"السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سر۔۔۔؟" وہ صوفے پہ ارتسام کے ساتھ بیٹھتی ہوئی مسکرا کے پوچھنے لگی۔

"اللہ کا شکر ہے آپ سنائیں کیسی ہیں۔۔۔؟" وہ نرمی سے اپنی مسکراہٹ لیے

بولا۔۔

"حیام سے رابطہ ہے آپ کا۔۔۔؟" کچھ ہلکی پھلکی باتوں کے ساتھ جہانگیر نے براہ راست صنم سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں مجھے ارتسام نے منع کر دیا تھا۔" وہ منہ بناتے ہوئے ہلکا سا شکوہ کیے ہوئے ارتسام کو دیکھتی بولی تو اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"میں نے ہی اس لیے منع کیا تھا کہ تم اس کو کچھ بتا نہ دو ورنہ وہ پریشان ہو گی۔"

ارتسام جہانگیر کو وضاحت دیتا ہوا بولا۔

"چلو یہ اچھا کیا کہ تم نے اسے کال نہیں کی۔۔میں کچھ دنوں میں اس کے پاس جاؤں گا۔" جہانگیر ٹیک لگاتا ہوا بولا۔

حیام کی خیریت تو وہ معلوم کرتا رہا تھا جب بھی دادا جان یا گل سے بات کرتا، حیام کو کال کرتا تو وہ اٹھانے کے بجائے اپنا نمبر ہی بند کر دیتی تھی جس پہ وہ بس موبائل کو گھورتا رہتا تھا۔

اسے نہیں یاد پڑتا تھا کہ وہ کبھی کسی کی آواز سننے اسے دیکھنے کے لیے اتنا بے چین بھی ہوا ہو، فیملی کی الگ بات تھی دن میں سب سے بات ہو جاتی تھی لیکن یہاں وہ تو جیسے وہ اس کے ضبط کا امتحان ہی لیے جا رہی تھی۔

خیر یہ وصل کی گھڑیاں بھی میٹھی سی تھی جن میں اس کی یادیں بے شمار تھیں۔۔۔

***_______**______**

کورٹ اس وقت ایسا سناٹا موجود تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو، سب اپنی سانسیں جیسے سامت کیے بیٹھے تھے۔۔خاموشی ایسی تھی جیسے ابھی کسی نے سانس لی تو خاموشی کا پہرہ ٹوٹ جائے گا۔ نشستوں کی پہلی لائین میں اصفحان کے ساتھ اس وقت داد جان اور اظہر صاحب موجود تھے جو باقی سب کی طرح ہی جج صاحب کے فیصلے کے منتظر تھے۔

جج صاحب کے دائیں بائیں دونوں آدمی مؤدب سے کھڑے تھے۔

جہانگیر کے وکیل نے اپنی فائل اٹھاتے سامنے جج صاحب کو تھمائی تو وہ ایک نظر دیکھتے ہوئے واپس پیپرز کی جانب متوجہ ہوئے جس پہ وہ آخری فیصلہ درج کر رہے تھے۔

دوسری طرف پہلی نشستوں پہ اکبر اعظم اور ان کا دوسرا بھائی براجمان تھے۔۔اکبر اعظم کے چہرے پہ واضح پریشانی کی لکیریں اور شکستہ حالت نظر آرہی تھی لیکن وہ شکست ان کو کیس ہارنے کی نہیں تھی وہ شکست ان کو اپنے رشتوں کو برقرار نہ

رکھنے کی وجہ سے تھی۔۔وہ جانتے تھے کہ آج کے جج صاحب کے فیصلے کے بعد ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کو کھو دیتے۔

لیکن وہ ایک طرف سے دعا گو تھے کہ ان کے بھائی کو جو سزا ملنی تھی وہ زندگی جی کے ہی ملے،اسی زندگی میں ہی اس کو سبق مل جائے جس سے وہ ہدایت کے رستے پہ آجائے۔۔لیکن شاید ایسا ممکن نہ تھا کیونکہ اس نے دو دو جانیں لینی کی کوشش کی تھی،ان کو مارنے کے ارادے سے حملے کروائے تھے لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا تبھی ان دونوں کو دوبارہ زندگی سے نوازا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس وحشت بھرے سناٹے کو جج صاحب کی بھاری آواز نے توڑا تو سب سانس ساکن کیے انہیں کو منجمند آنکھوں سے تکنے لگے۔جیسے ہی انہوں نے بولنا شروع کیا تو ان ہے ایک ایک لفظ کے بولنے پہ سب کے دل کی دھڑکن تھمنے سی لگی۔

"تمام ثبوتوں، گواہوں اور پولیس کی کاروائی کے بعد عدالت اس نتیجے پہ پہنچی ہے کہ وہ زمین جسے اکبر اعظم اپنے ہونے کا دعویٰ کرتا تھا وہ جعلی دستخط اور دھوکے سے لی گئی تھی لہذا اس زمین کو واپس اس کے اصلی حقدار آصف رفاقت خان کے بیٹے عاصم جہانگیر خان کی ملکیت کی جائے۔۔

اکبر اعظم کے بھائی فرہاد اعظم کو آصف رفاقت کی فیملی پہ جان لیوا حملہ کرنے کی پاداش میں سزائے عمر قید کی سزا سنائی جاتی ہے۔۔۔دی کیس از کلوسڈ۔" وہ سامنے موجود سب کو دیکھتے ہوئے بولے ساتھ ہی اپنا فیصلہ سناتے انہوں نے پین کی نب کو زور سے دبا کے ٹیڑھا کر دیا۔

دونوں وکلاء ایک دوسرے کے روبرو کھڑے مسکراتے ہوئے مصافحہ کرنے لگے جب اکبر اعظم اپنے بھائی کے ہمراہ جہانگیر کے دادا جان کے پاس آئے۔ وہ اصفحان اور ارتسام کے ساتھ باہر جانے والے تھے جب پیچھے سے اکبر اعظم نے پکارہ۔۔ ان

کی پکار پہ وہ ٹھٹک کے رکے۔۔تو وہ نادم سے چھوٹے قدم لیے اس کے قریب آئے۔

"مجھے معاف کر دیں رفاقت خان صاحب، میں بہت شرمندہ ہوں اس سب کی وجہ سے جو میں نے کیا جو میرے بھائی نے ضد میں آ کے کیا، میں معافی چاہتا ہوں۔" وہ ان کے سامنے کھڑے ہاتھ جوڑنے کو تھے جب اصفحان نے آگے بھڑتے ہوئے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"میری جگہ ان کا پوتا بھی ہوتا تو وہ کبھی گوارہ نہ کرتا کہ کوئی ان کے سامنے ہاتھ جوڑے۔۔۔" ان کے ہاتھوں کو نرمی سے تھپکتے ہوئے بولے تو ہلکی سی مسکان لیے اسے دیکھنے لگے۔

"معافی مانگنے کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی اکبر اعظم کیونکہ تم اس کی تلافی کیس واپس لے کے کر چکے ہو، تمہاری وجہ سے ہی تمہارے وکیل کے سب کچھ خود ر کوا دیا، ہم تمہارے بہت مشکور ہیں کہ تم نے جہانگیر کو اس کا حق لٹا دیا۔۔بہت شکریہ

اب ہم چلتے ہیں۔۔۔" دادا جان اظہر صاحب کو بھی اپنے قریب آتا دیکھ کے بولے تو اکبر اعظم کی آواز نے انہیں پھر سے رکنے پہ مجبور کر دیا۔

"عاصم صاحب کیسے ہیں اب۔۔؟" وہ کترائے تھے یہ پوچھتے ہوئے۔ بھلا جس کے بھائی نے مارنے کی کوشش کی تھی وہ مرنے والے کی خیریت پوچھ رہے تھے۔

"اللہ کا شکر ہے کہ وہ اب بہتر ہے بس ان شاءاللہ وہ ایک دن مکمل صحت یاب ہو گا۔" اظہر صاحب پاس آتے ہوئے خوشدلی سے بولے تھے۔ پھر وہ سب وہاں رکے نہیں، اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھے اور وہاں سے نکلتے چلے گئے، جہانگیر کی جگہ اظہر صاحب وکیل سے جو بات کرنی تھی وہ کر آئے۔

________________**

"یار تم یہ لے نہیں رہی پھر طبیعت بگڑ جائے گی۔۔۔" گل اس کے پاس بیٹھی اس کو سوپ کا باؤل تھما رہی تھی لیکن وہ مسلسل انکار کر رہی تھی۔

"مجھے نہیں پینا قسم سے میرا دل نہیں کر رہا' یہ نہ ہو میں ومٹ کر دوں۔" حیام برے سے منہ بناتی ہوئی بے بسی سے بولی۔ اب وہ کرتی بھی کیا اسے واقعی کچھ کھانے کو دل نہیں کر رہا تھا ابھی اوپر سے دی جان اور تائی جان اسے اور گل کو جانے کیا کیا کھلا چکی تھیں۔

"تمہیں پھر سے بخار ہو رہا حیام پی لو یہ۔۔۔" گل نے آنکھیں دکھاتے کہا۔

"سچی دل نہیں چاہ رہا میرا۔۔" وہ بے بسی سے بولتی ہوئی باؤل کو تھام گئی اور بجھے دل سے ایک ایک چمچ پینے لگی۔

"ماما دلہن آئیں ہیں۔" گل جیسے ہی اس کو سوپ پیتے دیکھتی ہوئی باہر جانے کے لیے دروازہ کھولا تو دعا خوشی سے چہکتی ہوئی بولی۔

"کون سی دلہن۔۔۔؟" اس کی خوشی کو دیکھتے ہوئے وہ ناسمجھی سے بولی۔

"پیارے انکل کی دلہن۔۔" وہ کچھ شرمائی سی بولی تو گل سمجھ گئی کہ اصفحان آیا ہے زوفا کے ساتھ۔

"اصفحان ماموآئے ہیں۔۔۔؟" وہ دعا کو دیکھتے پوچھنے لگی جواب حیام کے پاس جاتے اس سے سوپ کا ایک چمچ پی رہی تھی۔

ایک سپ پیتے ہی وہ جھٹ سے سر ہلاتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"رکیں ادی میں بھی آرہی ہوں، لالہ آئے ہیں اتنے دنوں بعد۔" حیام نے سوپ کا باؤل وہیں رکھا اور اپنے سلیپرز پہنے، گل اس کی جلد بازی کو بس دیکھتی رہ گئی۔

"سوپ تو ختم کرلیتی۔۔۔" وہ پھر بھی اس کو ڈانٹتی ہوئی بولی۔

"ہو گیا ختم۔۔۔ چلیں اب۔" وہ اکتا کے کہتی ہوئی اس کے ہمراہ باہر آئی اور مہمان خانے میں گئی۔

ابھی دوپہر کے دو بج رہے تھے، پچھلے دنوں کی بانسبت آج سردی کم تھی'اب سردی ختم ہونے کا وقت تھا۔

مہمان خانے میں جاتے ہی سب سے پہلے وہ اصفحان سے ملی جو سفید شلوار سوٹ میں خود کو ہلکی براؤن شال اوڑھے ہوئے تھا۔اس کے ساتھ ہی بیٹھی زوفا کو وہ شدت سے گلے لگاتے ہوئے ملے، جانے کیوں ان سے بہت اداس ہو گئی تھی۔

"میں نے کتنا مس کیا آپ سب کو۔۔۔"وہ خوشی سے چہکی تو اصفحان مسکرا دیا۔

"بس دیکھا،اسی لیے میں نے سوچا کیوں نہ اپنی گڑیا سے مل آؤں اور اپنے ساتھ لے بھی چلوں۔"اصفحان نے مسکراتے ہوئے کہتے دی جان کی طرف دیکھا جیسے اجازت چاہ رہا ہو۔

"دی جان میں نے سوچا کہ سسرال اتنے دن رہ لیے تو اب کچھ دن میکے میں بھی گزار لے۔"وہ دانت نکالتے ہوئے دی جان کی گھوری پہ بتانے لگا تو انہوں نے محض سر ہلا یا۔

"یہ اس کا سسرال نہیں اپنا گھر ہے، ہمیں کیا مسئلہ ہو گا اگر تم ہماری بیٹی کو کچھ دن اپنے ساتھ لے جاؤ۔" دی جان محبت سے حیام کو دیکھتی ہوئی بولیں تب ہی گل بھی اندر داخل ہوئی اور اس کے پیچھے ملازمہ لوازمات ہی ٹرے سجائے۔

"بھئی مبارک ہو تم لوگوں کو۔۔"تائی جان ان کی آمد کا سن کے ابھی کمرے میں داخل ہوئیں کہ اصفحان اور زوفا کو دیکھتے ہوئے خوشی سے بولیں جس پہ وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگے۔

"ہیں تم نے ابھی بتایا نہیں۔۔۔"اس کی سوالیہ چہروں کو دیکھتے ہوئے تائی جان نے حیام کو گھورتے ہوئے پوچھا تو اس نے سر جھکا کے نفی میں سر ہلایا۔

"کس بات کی مبارک تائی اماں۔۔"اصفحان چائے کا کپ تھامتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"بھئی تم ماموں اور زوفا دلہن ممانی بننے والی ہے ماشاءاللہ سے۔۔"وہ خوشی و مسرت سے کہتی ہوئی ان کے سامنے میٹھائی کا ڈبہ کر گئیں جبکہ اصفحان نے اس بات کو سمجھتے ہوئے حیام کی طرف اپنا رخ کیا تو وہ نظریں جھکاتی ہوئی کھڑی تھی۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔۔!" زوفا تو سنتی ہوئی جیسے کھل اٹھی اور اس کی طرف آتے ہوئے مسکراتے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"ماشاءاللہ! اللہ صحت دے۔۔" اصفحان اس کے سر کو چومتا ہوا بولا تو شرم کے مارے جیسے وہ گلال سی ہو گئی۔

"حیام بچے جاؤ پھر تھوڑی سی پیکنگ کر لو وہاں جانے کے لیے۔" تائی جان نے سنجیدگی سے بولا تو وہ جی اچھا کر کے اٹھ گئی۔اس کے پیچھے ہی گل بھی گئی کہ وہ ہیلپ کروا دے۔

"دی جان آپ کو بھی بہت مبارک ہو آپ کا پوتا کیس جیت گیا ہے زمینوں والا۔" چائے کا کپ خالی ٹیبل پہ رکھتے ہوئے اصفحان نے بھی جیسے اطلاع دی سب مسکرا دیئے کیونکہ وہ سب جانتے تھے دادا جان ان کو آگاہ کر چکے تھے اس بات سے۔

"ہاں ماشاءاللہ میرے پوتے نے بڑی محنت کر کے انہیں واپس لیا اور اب میرے بیٹے ہی خواہش پوری کرے گا۔" بات کرتے ہوئے ان کا لہجہ آصف رفاقت کو یاد کرتے رندھ گیا تو اصفحان اٹھ کے ان کے پاس آیا اور ان کو اپنے ساتھ لگایا۔

"آپ اداس نہ ہوں دیکھیے گا ایک دن آپ کے بیٹے کا خواب پورا سچ ہو گا وہ بھی آپ کا پوتا کرے گا، اللہ ان کو جنت میں جگہ دے آمین۔" اصفحان نے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے تسلی تو تائی جان بھی نم آنکھوں سے مسکرا دیں۔

"ایک اور خوشی کی خبر دوں آپ کو۔۔۔!" کچھ توقف بعد اصفحان ان کو ایسے ہی ساتھ لگائے بیٹھا تھا جب اس نے دوبارہ سے کہنا شروع کیا۔ دی جان جو اداس سی اس کے کندھے پہ سر رکھے ہوئے تھیں انہوں نے ناسمجھی سے دیکھا۔

"آپ کے کیف کے لیے لڑکی پسند آگئی ہے ہمیں۔۔" وہ خوشگوار لہجے میں بولا کہ سب کی آنکھوں میں چمک در آئی۔

"تم لوگوں نے کیوں پسند کیا جس کی شادی ہونی تھی اسے کرنے دیتے۔۔۔"دی جان تھوڑا مزاح کا رنگ لیے بولیں تو وہ ہنس دیا۔

"آپ کے پوتے کو بھی پسند ہے ہماری پسند۔۔۔"وہ ہنستا تھا

"اچھا کون ہے وہ؟کوئی تصویر ہے بھی یا ہمیں بتائے بغیر وہاں سب طے کر دیا۔" دی جان تھوڑا مصنوعی خفگی سے آنکھیں سکیڑتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"ارے آپ کو کیسے نہ بتاتے، ہماری زوفا کی چھوٹی بہن ہے نا اسی کو اماں بیگم نے پسند کیا ہے۔"اس نے زوفا کی طرف اشارہ کیا تھا جس پہ زوفا بھی مسکرا دی لیکن بات سمجھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں پہلے حیرت پھر خوشی چمک اٹھی۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا۔۔۔؟"زوفا کی ناراضگی بھری آواز ابھری تو اصفحان نے اس کی جانب دیکھا۔

"یہ بات ابھی کسی کو بھی نہیں پتا مجھ سے کل اماں بیگم نے زکر کیا تو میں نے یہاں بتادیا۔۔ان کو نہ بتایئے گا کہ میں نے بتایا کچھ۔" وہ رازداری سے بولا تو دی جان نے ایک لگائی اس کے سر پہ۔

"کتنے کان کے کچے نکلے تم اصفحان۔۔"تائی جان تاسف سے بولیں تو وہ دل کھول کے قہقہہ لگا اٹھا۔

"اگر آپ نے لڑکی دیکھنی ہے تو ہماری زوفا کو ہی دیکھ لیں۔۔"اصفحان اب کی بار اٹھتا ہوا واپس اپنی جگہ پہ آبیٹھا تھا۔

"ہماری یا بس تمہاری۔۔۔"گل اندر داخل ہوتی ہوئی مزے سے پوچھنے لگی۔

اس کے سوال پہ جہاں اصفحان کے لب کھل کے مسکائے تھے وہیں زوفا تھوڑی خجل سی ہوتی سر جھکا گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"بھئی میری صرف میری زوفا کو دیکھیں بلکہ دیکھنا بھی کیوں ہے آپ اسی کو مل لینا جس کو پسند کیا ہے ابھی۔" وہ اتراتا ہوا مسکرا کے بولا تو زوفا مزید گلنار ہوئی تھی۔

"ہو گئی گڑیا پیکنگ۔۔؟" حیام کو اندر آتا دیکھتے ہوئے وہ بولا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر تھوڑی دیر لگا کے تائی جان نے اس کو اچھی خاصی نصیحتیں کیں جس پہ وہ محض سر ہلا جایا کرتی۔

اصفحان ان کے اصرار پہ دوپہر کا کھانے پہ رک گیا ورنہ اس کا ایسا ارادہ نہ تھا۔

کھانے کے فوراً بعد ہی وہ زوفا 'حیام کو لیتا وہاں سے نکل پڑا۔ وہ یہاں سے زیادہ دنوں کے لیے نہیں بس تھوڑے دنوں کے لیے گئی تھی ویسے بھی جب سے شادی ہوئی تھی وہ پہلی بار اپنے میکے جارہی تھی تو دی جان، تائی اماں نے اتنا سامان اس کو تھمادیا پھر وہ خوشی خوشی وہاں سے رخصت ہوئے۔

**_______*________*

"دادی جان۔۔!" حیام جب گاڑی سے نکلتے ہوئے حویلی کی دہلیز پہ آئی تو دادی جان کو صحن میں آتا دیکھ وہ بھاگنے کے انداز میں ان تک پہنچی جس پہ وہ خود دل تھام کے رہ گئی۔

"حیام آہستہ سے نہیں تھی آسکتی حالت دیکھو اپنی۔" انہوں نے آنکھیں دکھاتے تھوڑا سختی سے ٹوکا تو وہ رکتی ان کو دیکھنے لگی۔

"اوہو کچھ نہیں ہوا دادی جان۔۔" وہ بات ہوا میں مکھی کی طرح اڑاتے ہوئے بولی تو وہ مزید اس کو سخت نظروں سے گھورنے لگیں۔

"آپ سنائیں کیسی ہیں۔۔؟" وہ محبت سے ان کا گال چومتی ہوئی بولی تو زوفا بھی ان کے قریب آئی۔

"حیام آرام سے آنا تھانا، بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔" زوفانے بھی آتے ہی ٹوکا تو وہ ان کی پریشانی پہ سر جھٹکتی ہلکا سا ہنس دی۔۔

"اچھا اب نہیں ایسا کرتی۔۔" وہ ان دونوں کی فکر دیکھتی ہوئی آرام سے بولی۔

"ماشاءاللہ سے اب ہم نانی بننے والے ہیں اور آپ ممامی۔۔" انہوں نے حیام کی پیشانی چومی تو جوان کے پاس کھڑی ملازمہ تھی وہ بھی اس خبر کو سن کے حیام کو مبارک دینے لگی جبکہ شرمگیں مسکراہٹ نے ہما وقت اس کے لبوں کا احاطہ کرر کھا تھا۔

"میں نے آپ لوگوں کو اتنا یاد کیا۔۔۔" وہ ایک بار پھر سے دادی جان کے گلے لگتی لاڈ سے بولی۔

"چلو اب آئی ہو تو کچھ دن رہ کے جانا۔۔" دادی جان بولیں اور ملازمہ کو کچھ اہتمام کرنے کو کہا۔

ابھی صحن میں کافی دھوپ تھی، صحن کی سائیڈ پہ ایک لکڑی کا خوبصورت سا ٹیبل پڑا تھا جس کے گرد کین کی بنی خوبصورت سی کرسیاں تھیں۔۔حیام آج انہیں سیاہ گولڈن کپڑوں میں تھی جنہیں اس نے صنم کے گھر جاتے پہنا تھا۔

وہ تینوں وہاں پہ بیٹھیں اور اپنی شال کو طے کر کے ملازمہ کو دیا وہ ان کے کمروں میں چھوڑ آئیں۔

"جہانگیر بیٹا کیسے ہیں۔۔؟" ملازمہ کو سادہ پانی لانے کو بول رہی تھی جب دادی جان نے سوال پوچھا۔

"ٹھیک ہیں وہ، ابھی شہر گئے ہیں کچھ کاموں میں الجھے ہیں۔" وہ اپنا ڈوپٹہ اپنے گرد پھیلاتی ہوئی ان کو بنا دیکھے بولی۔

"آپ کے ساتھ وہ ٹھیک ہیں نا۔۔" اب کی بار انہوں نے متفکر ہوتے پوچھا بے ساختہ ہی حیام کے لبوں پہ مسکراہٹ آئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"وہ بہت اچھے ہیں دادی جان، بہت زیادہ اور باقی سب بھی 'میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔" وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کرتی ہوئی بولی۔ ناراضگی اپنی جگہ لیکن جہانگیر ایک آئیڈیل ہزبینڈ تھا۔

"چلو شکر ہے اللہ کا۔" وہ سکھ کا سانس لیتی ہوئی بولیں۔

"بھابھی سے بھی پوچھ لیں کہ ان کے شوہر کیسے ہیں۔" حیام دادی جان کو دیکھتی کوئی سنجیدگی سے بولی جبکہ آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

"ہاں بھئی زوفا بتائیں، آپ کے ساتھ اصفحان ٹھیک ہیں، کبھی کچھ کہا تو نہیں۔" اب کی بار دادی جان نے رعب سے کہا۔

"وہ بھی بہت اچھے ہیں، بہت خیال رکھتے ہیں میرا۔" زوفا بھی ہنستی ہوئی بولی۔ حیام نے بھی پھر دل کھول کے آج باتیں کیں ان سے۔۔ اصفحان کو رستے میں کسی کی ضروری کال آگئی تھی تو وہ ان کو چھوڑ کے چلا گیا تھا، جب یہ لوگ ابھی دی جان کے

پاس تھے تب دادی جان نے کال کی تو تب انہیں حیام کی طرف سے خوشی کی خبر سنائی گئی۔

اصفحان کو زوفا کی طرف سے اب کوئی پریشانی نہیں تھی کیونکہ اس کے بعد اس نے ایسی کوئی بات یا حرکت نہیں کی تھی جس سے لگے کہ وہ احساس کمتری میں جا رہی تھی۔

حیام کی خبر سنتے اس کے دل میں ایک بار بھی ایسی کوئی بات نہیں آئی تھی جس سے وہ کچھ دوبارہ غلط سوچتی۔ وہ اس کی خوشی میں بہت خوش تھی اور جب اللہ حیام کو اولاد کی نعمت سے نواز رہا تھا تو ان شاءاللہ اسے بھی ایک دن ضرور نوازے گا، چاہے جلد یا بدیر اب وہ مطمئن اور خوش تھی۔

----------*--------

اسے گولی لگے ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا تھا اور اب زخم میں کچھ بہتری بھی آ گئی تھی جس سے وہ آہستہ سے چل پھر لیتا تھا لیکن زیادہ تر آرام ہی کرتا تھا، ایک ہفتے میں وہ

گھر بیٹھے بیٹھے بیزار ہو گیا تھا اور یونیورسٹی بھی نہیں جا پا رہا تھا۔ لیکن وہاں ہیڈ آفس میں بات کرتے اس نے آنلائن پڑھانا شروع کیا تھا کہ جب تک وہ یونیورسٹی نہیں جاتا اسی طرح ہی پڑھا لے۔۔

حیام اب بھی مسلسل اس کو نظر انداز کر رہی تھی جبکہ باقیوں سے وہ روز بات کر رہی تھی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کمرے میں واپس آیا تھا جب اچانک سے کیف کمرے میں آتے ہی صوفے پہ دھپ سے گرنے کے انداز میں بیٹھا۔

"یار بہت مبارک ہو تمہیں۔۔۔" کیف اب مکمل صحت یاب ہو چکا تھا اور پورا گھر سر پہ اٹھا کے رکھتا تھا، زیادہ حکم اس کا رمشا پہ چلتا تھا جو اب بھی جہانگیر کی وجہ سے ان کے گھر موجود تھی۔

www.novelsclubb.com

"رکو میں ایسے کیوں مبارک باد دے رہا ہوں پاس آتا ہوں۔" صوفے سے اٹھتے ہوئے وہ جہانگیر کے قریب آیا اور آہستہ سے اس کے ساتھ لگتے ہوئے احتیاط سے الگ ہوا۔

"خیر ہے مبارک باد کس خوشی میں۔" وہ آبرو سکیڑتا ہوا آنکھیں چھوٹی کر کے پوچھنے لگا۔

"لے۔۔۔ تمہیں نہیں پتا۔۔" اس کی لاعلمی پہ کیف تلملا کے رہ گیا اور اپنی ماں کو آوازیں لگاتا اس کے کمرے سے واپس نکل گیا۔

"کیا ہو گیا کیف آہستہ سے۔۔۔" اماں بیگم بوکھلاتی ہوئی اس کے ساتھ چلتی آئیں۔

"یہ اس کو نہیں بتایا آپ نے۔۔؟" وہ تیکھی نظریں اپنی ماں پہ گاڑتے ہوئے بولا۔

"سو رہا تھا میرا بچہ جب فون آیا تھا تبھی اسے نہیں پتا۔" کیف کو گھورتے ہوئے وہ جہانگیر کے پاس آئیں اور محبت بھری نظر اس پہ ڈالی۔

"کیا نہیں معلوم مجھے۔۔؟" وہ بھی نا سمجھی سے پوچھنے لگا۔

"آج دی جان کا فون آیا تھا، ماشاءاللہ سے تم بابا بننے والے ہو اور میں دادی۔۔" اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے وہ اس کی پیشانی پہ بوسہ دیتی ہوئی اس کی سماعتوں کو جیسے ساکت کر گئیں۔

ان کی بات سنتے ہی اس کا پل میں زور سے دھڑ کا جیسے اس کی آواز سب نے سنی ہو، وہ حیرانگی سے ان کو دیکھنے لگا جبکہ کیف کی پر شوق نظریں اسی کے چہرے پہ جمی ہوئی تھیں کہ آیا وہ کیسا ردعمل دے گا۔

آپ کا مطلب حیام۔۔۔"وہ بے یقینی سے دوبارہ تصدیق چاہنے لگا کہ اماں بیگم نے سختی سے اس کی بات کاٹی۔

"تو کیا کوئی اور بیوی رکھی ہے۔۔؟" وہ ناگواریت سے بولیں تو جہانگیر ہلکا ہنس کے نفی میں سر ہلا گیا۔

"نہیں میں تو بس ایسے ہی۔۔۔" وہ اپنی خوشی ظاہر کرتا ہنس کے بولا۔

"اور۔۔۔۔۔؟؟" کیف ابھی بھی اس کو دیکھ رہا تھا کہ باقی بھی کچھ کہو جبکہ جہانگیر نے نا سمجھی سے دیکھا کہ کیا 'اور'۔

"کیا۔۔۔؟"

"بس۔۔!!" وہ منہ کھولے حیرت سے بولا۔

"یار تھوڑا بھنگڑا ڈال، خوشی سے ناچ۔۔" کیف جلتے ہوئے مزید بولا تو جہانگیر آنکھیں گھما گیا۔

"اس حالت میں بھنگڑا ڈالوں میں۔" وہ گھورتے ہوئے بولا۔

"اب کال کر لو اپنی بیگم کو۔۔" اماں بیگم کمرے سے نکلتے ہوئے بولیں۔

"کال کر لوں بلاک کیا ہوا ہے آپ کی بہو نے۔۔" ان کی بات سنتا وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کے سرد آہ بھر تا رہ گیا۔

"چل کر فون، میں چلتا ہوں۔" کیف معنی خیزی سے کہتا آنکھ دبا کے جانے لگا تو جہانگیر اس کی حرکت پہ تاؤ کھا کے رہ گیا۔

"فون دے جا اپنا، تیری بھابھی نے بلاک کیا۔" ابھی وہ کمرے سے نکلتا کہ جہانگیر نے فون مانگا، اپنا فون پکڑاتا ہوا وہ پھر اس کو چھیڑتے آنکھ مارتا وہاں سے نکلا۔

----------------*

اپنے کمرے میں بیٹھی وہ پاؤں سیدھے کیے نیم دراز سی ایل ای ڈی آن کیے کچھ دیکھنے میں مگن تھی۔ ساتھ ہی وہ جھولی میں رکھی پلیٹ سے ایک ایک فروٹ کا پیس اٹھا کے کھا رہی تھی جو زوفا ابھی اس کو دے کے گئی تھی۔

اب وہ اپنے میکے میں آئی تھی تو اسے بننے سنورنے کی جیسے کوئی ضرورت نہیں تھی تبھی کھدر کا سادہ سا کرتا پہنے اس کے نیچے ٹراؤزر پہنے بالوں کو الٹ پلٹ کر کے جوڑے میں قید کیا تھا جو لڑکھڑاتا ہوا دائیں جانب گردن کی طرف جھول رہا تھا جبکہ

سر پہ اپنے لالہ کی ایک گرم کیپ پہنے ہوئے تھی۔ایک پاؤں میں گلابی رنگ کا اور دوسرے میں نیلے رنگ کا موزا پہنے آس پاس کی ہر چیز سے لاپرواہ بنی بیٹھی تھی۔

اچانک ہی کمرے میں ایل ای ڈی پہ چلتی مووی کی آواز کو چیرتی ہوئی اس کے موبائل کی آواز گونجی تو فروٹ کا ایک پیس کھاتے اس نے موبائل تلاشنا شروع کیا۔

"کہاں رہ گیا۔۔۔"اپنی جھولی سے پلیٹ اٹھاتے ہوئے دیکھنا چاہا لیکن وہاں بھی نہ ملا،اپنے پیچھے تکیے کو اٹھایا تو وہ ادھر موجود مسلسل بج رہا تھا۔

کالر آئی ڈی پہ نام دیکھتی وہ الجھی لیکن کچھ ضروری بات سوچتے ہوئے اوکے کرتے کان سے لگایا۔

"السلام علیکم !"وہ مصروف سی نظریں ہنوز سامنے سکرین کی جانب مرکوز کیے ہوئے بولی۔

اس کی آواز سنتے دوسری جانب جہانگیر کے لبوں پہ ہلکے سے تبسم بکھرا اور من ہی من میں اس کی سلام کا جواب دیا۔اس کی آواز جیسے چاروں اور فسوں بکھیر گئی، وہ سکون سے بیڈ پہ نیم دراز دوبارہ اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا، ورنہ جانتا تھا کہ ابھی اس نے ایک حرف بھی منہ سے نکالا تو وہ فون بند کر دے گی۔

"ہیلو۔۔۔!"اس نے فون کو کان سے ہٹاتے ہوئے دیکھا کہ کہیں کال نہ کٹ گئی ہو۔

"السلام علیکم!"اس نے ٹی وی کا والیوم کم کرتے دوبارہ سے سلام کیا۔

"ہیلو، آواز آ رہی ہے۔۔۔"وہ سپیکر کو منہ کے قریب کرتی ہوئی قدرے اونچی آواز میں بولی کہ جہانگیر نے سنتے مسکراہٹ روکی۔

"آواز تو بخوبی آ رہی ہے لیکن کیا گارنٹی ہے کہ میری آواز سنتے ہی تم رابطہ منقطع نہیں کرو گی۔"اچانک سے دوسری جانب سے سنجیدہ گھمبیر آواز سنتے ہی حیام کا دل

ایک دو بیس کی سپیڈ سے دوڑا کہ وہ جیسے اس کو ہموار کرنے کے لیے لمبا سانس بھر گئی۔

"کون بات کر رہا ہے۔۔؟" وہ انجان بنتی ہوئی بولی اور سیب کا ٹکڑا اٹھاتے منہ میں رکھنے لگی، اس کی آواز وہ کیسے نہ پہچانتی عادت جو تھی اس ظالم کی۔

"انٹرسٹنگ!"

"اتنی یادداشت کمزور ہوگئی آپ کی بیگم۔" وہ امپریس ہوتے ہوئے آبرو اچکاتے بولا تھا جبکہ دوسری جانب اس کی بات سنتے اس نے کندھے اچکائے۔

"آپ کو کوئی ضروری کام تھا۔۔۔؟" وہ لٹھ مار انداز میں دوبدو بولی۔

"بھلا بیگم سے بھی ضروری کوئی کام ہوتا ہے۔۔" وہ دلکشی سے بولا تو نا چاہتے ہوئے بھی حیام کے لب مسکائے تھے۔

"ہاں جی آپ کی نیند جو آپ کو 'مجھ سے زیادہ 'عزیز ہے۔" وہ اس کا کہا گیا جملہ یاد دلانے لگی جس پہ جہانگیر کا بے ساختہ ہی قہقہہ لگا تھا۔

"اتنی جیلیسی وہ بھی میری نیند سے۔" اب وہ مزے سے ایک بازو سر کے نیچے رکھتا ہوا بولا۔

"تو کیا نہیں ہونی چاہیئے۔۔!" وہ آنکھیں سکیڑ سے جیسے اس سے پوچھنے لگی۔

"اگر ایسا ہے تو اب لگتا نیند کو کم کرنا پڑے گا بشرطیہ کہ میرے جاگنے پہ تم اپنے کچھ لمحات میری نظر کرو گی۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو حیام اس کی بات سنتے پل میں سرخ ہوئی، اس کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کی ناراضگی میں بھی اپنے مطلب کی بات کہے گا۔

"الفاظ حیام۔۔" وہ جانتا تھا کہ اس کی کہی بات پہ وہ لاجواب ہو جائے گی تبھی وہ مزید بات کرنے پہ اکسانے لگا۔

"کیا کہوں۔۔؟" وہ آہستہ آواز میں بولی جسے محسوس کرتے جہانگیر کو لگا کہ وہ رو دے گی۔

"کچھ بھی لیکن خاموش نہ رہو۔۔" وہ نرمی سے بولا تو حیام کی آنکھوں میں نمی چھلکنے لگی۔

"آپ بہت برے ہیں۔۔۔" وہ روہانسی آواز میں بولی تو جہانگیر اس کی بات پہ ہلکا۔سا مسکایا۔

"طبیعت کیسی ہے۔۔؟" وہ نرمی سے بولا تو آنکھوں سے نمی چھلکتی ہوئی اس کے رخساروں پہ بہنے لگی۔

"ٹھیک ہوں۔۔" وہ بچوں کی جیسے رونے کے درمیان آواز نکالتی ہوئی بولی تو جہانگیر پریشان ہوا۔

"یار رو کیوں رہی ہو، طبیعت نہیں ٹھیک کیا؟" وہ مضطرب کیفیت میں پوچھتا ہلکا سا اٹھ بیٹھا۔

"اچھا میری بات سنو، خود کو پریشان نہ کرو ورنہ حالت بگڑے گی۔ میں نیکسٹ ویک آرہا ہوں لینے۔" اس کو تسلی دیتا وہ بولا تو اپنا رونا دھو بھول کے وہ اچانک سے غصے میں آگئی۔

"مجھے اب آپ کی ایسی کوئی بات کا یقین نہیں کرنا، میری طرف سے جب مرضی آئیں کیونکہ میں نے نہیں ملنا آپ سے 'خداحافظ۔" وہ غصے میں بھڑک کے کہتی کھٹاک سے فون بند کر گئی کہ جہانگیر اس کی حرکت پہ موبائل کو خشمگیں نظروں سے گھورنے لگا جیسے اس کا قصور ہو سارا۔

"چلو حیام کے عاصم صاحب اب جلدی سے بیگم کے پاس جانے کی تیاری کرو۔" وہ دوبار نمبر ڈائل کرنے بعد مایوسی ہونے پہ ٹھنڈی آہ بھرتا ہوا واپس نیم دراز ہوا اور آنکھیں موند گیا۔

www.novelsclubb.com

دوسری جانب وہ موبائل کو ایروپلین موڈ پہ لگاتے ہوئے دوبارہ مزے سے مووی دیکھنے میں مصروف ہوگئی جیسے ابھی وہ روئی نہ ہو۔

__________________**

"صنم جانم کہاں ہو۔۔۔"گھر میں داخل ہوتے آج ہمیشہ کی طرح اس کو صنم نظر نہ آئی تو وہ اونچی آوزیں لگاتا ہوا اسے پکارنے لگا لیکن شاید وہ گھر نہیں تھی۔

"صنم۔۔۔"اپنے کمرے میں پہنچتے اس نے اب کی بار زرا اونچا پکارا لیکن پھر بھی اس کا کوئی جواب نہ آیا۔

"کال کرتا ہوں۔"موبائل نکالتا ہوا صنم کا نمبر ملانے لگا لیکن وہ بھی ادھر کمرے میں بجنا شروع ہوگیا تھا،ڈھونڈنے پہ دیکھا تو تکیے کے نیچے پڑا تھا۔

"ارے یہ لڑکی کہاں گئی۔۔؟" وہ بڑبڑاتا ہوا اس کا فون بند کرتا چھت کی طرف جانے لگا، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ اوپر دوسرے پورشن میں آیا لیکن وہاں بھی نہیں تھی۔ پھر اوپر ٹیرس میں بھی نہیں۔

ایک دم سے وہ پریشان ہو گیا کہ وہ گئی کہاں وہ بھی بتائے بغیر۔

"صنم۔۔!" عجلت میں سیڑھیاں اترتا وہ پھر سے صنم کو پکارنے لگا لیکن جواب ندارد۔

"خوامخواہ پریشان ہو رہا ہوں ادھر دوسرے گھر جا کے دیکھتا ہوں۔" خود کو تسلی دیتا ہوا وہ اکبر اعظم کے گھر کی جانب گیا۔

گیٹ پہ ہی اس نے چوکیدار سے پوچھا تو پتا چل گیا کہ صنم ادھر ہی ہے وہ بھی دوپہر سے۔

اس کا شکریہ کرتا وہ اندر کی جانب بڑھ گیا جہاں وہ دیبا کے کمرے میں موجود تھی۔

www.novelsclubb.com

"صنم۔۔۔!" ملازمہ سے پوچھتے اس نے دروازہ نوک کیا تو اندر سے صنم باہر نکلی جس وہ شکوہ کناں نظروں سے گھورنے لگا۔

کچھ بھی کہنے کے بجائے اس نے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا تو ایک منٹ کہہ کے دوبارہ واپس گئی۔

"چلیں۔۔" باہر آتے وہ اس کو چلنے کا کہتے اس کے ساتھ باہر کی جانب گئی جب کیچن سے باہر نکلتی دیبا کی ماں رکیہ بیگم ان کو دیکھتے ہوئے ان کے پاس آئیں۔

"ارے صنم اتنی جلدی جا رہی ہو تھوڑی دیر اور رک جاتی آؤ کھانا کھا کے جانا۔" وہ صنم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے واپس لے جانے لگیں لیکن صنم نے مسکرا کے انکار کر دیا۔

"تائی جان گھر چلنا چاہئے آب کافی دیر ہو گئی ہے۔" ارتسام سنجیدگی سے بولا اور صنم کا ہاتھ پکڑے وہاں سے اسے لے کے نکلا۔

"اوہو ایک منٹ ارتسام میری ایک چیز رہ گئی وہاں۔" اپنے گھر کے گیٹ پہ پہنچتے ہوئے ہی صنم کو اپنی چیز یاد آگئی جو وہ وہاں عجلت میں چھوڑ آئی تھی۔

"نہیں واپس آؤ، اندر چلو لاتا ہوں میں۔" وہ سختی سے بولا تو صنم کو وہ واقعی آج سیریس لگا تبھی بنا کوئی بات کیے وہ اندر چلی گئی۔

ارتسام گھر میں داخل ہوتا واپس دیبا کے کمرے کے باہر پہنچ کے ناک کرنے ہی والا تھا کہ اس کا ہاتھ اچانک سے تھم گیا جب اندر سے آتی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"تم کیوں اس صنم کے آگے پیچھے گھوم رہی ہو آج کل؟" رکیہ بیگم کی ناگوار آواز ابھری تو ارتسام وہیں کھڑا مڑا سے دیبا کے جواب کے انتظار میں کھڑا رہا جانتا تھا کہ غیر اخلاقی حرکت تھی لیکن پھر بھی۔۔۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو ماما سکون سے جینے دیں اب مجھے، دوست ہے وہ میری اب۔" وہ جھنجھلا کے بولی کہ اس کی ماں کا اب بھی ویسے ہی رویہ تھا۔

"اور اسی دوست کا شوہر وہ جس سے تم محبت کرتی ہو۔" وہ جتانا نہ بولی کہ دیبا نے سختی سے اپنی آنکھیں میچیں۔

"بس کریں امی بھائی مانتی ہوں انہیں میں 'ویسے بھی وہ جو فتور تھا وہ سارا آپ کا اور بابا کا بھرا ہوا تھا اب مجھ سے ایسی کوئی بات نہ کیجیے گا۔" وہ آہستہ آواز میں چیخی جس پہ رکیہ بیگم کے ماتھے پہ ناگوار لکیریں ابھریں۔

"اتنا اچھا لڑکا چھوڑ کے تم اس کی بیوی سے دوستیاں نبھاؤ۔" ان کو زرا اچھا نہیں لگا تھا دیبا کا ایسا کہنا۔

"اوہو یہ تو رہ ہی گیا صنم کا۔۔" اچانک سے چیزیں سمیٹتے ہوئے دیبا نے صنم کا بیگ دیکھتے ہوئے بولی اور اس سے پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچتی ارتسام نے خود ہی دروازہ ناک کر دیا۔

کم از کم دیبا کی باتیں سنتا وہ مطمئن تو ہوا تھا لیکن اس کی تائی جان، افسوس کہ وہ اب بھی نہیں سدھری تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

--------*---------

"یہ کیا ہے اس میں۔۔؟" کمرے میں داخل ہوتے دروازے کو بند کرتے ہوئے اس نے بیگ کو کھولنے کی کوشش کی تو صنم نے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے وہ بیگ چھپٹ لیا۔

"چیزیں ہیں میری اس میں چھوڑیں۔۔" وہ آنکھیں دکھاتی ہوئی بولی تو ارتسام نے مشکوک نظروں سے صنم کو دیکھا پھر اس کے ہاتھ میں موجود بیگ کو دیکھا، پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ چالاکی سے مسکرایا۔ صنم کو اس کی مسکراہٹ میں ایک چمک نظر آئی۔

اچانک ہی ارتسام نے اس کو بازو سے کھینچتے اس کے گرد مضبوط حصار باندھا کہ وہ اس افتاد پہ دہل کے اپنا دل تھام گئی۔

اس کی اگلی حرکت پہ صنم بوکھلا سی گئی۔

"ہم میں تم میں کیا فرق اب جو چیزیں چھپاتی پھرتی ہو۔" نرمی سے اس کی گردن پہ ہاتھ پھیرتا وہ مخمور لہجے میں بولا جہاں اس نے ابھی دانت گاڑھے تھے۔

"ارتسام برے انسان۔۔۔" اس کے کندھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے وہ غصے ورو ہانسا لہجے میں بولی کہ اس نے بہت شدت دکھائی تھی۔

"نہیں بتانا میں نے چھوڑیں مجھے۔۔۔" اس کے بازوؤں کا حصار توڑتے وہ غصے سے بولی اور اپنا بیگ پکڑتے ہوئے اسے وارڈروب میں رکھنے لگی۔

"کھانے کا تو پوچھ لو۔۔۔۔" وہ جب فریش ہو کے واشروم سے نکلی تو ارتسام نے تنگ کرنے کے لیے جان بوجھ کے ہانک لگائی جبکہ جانتی تھی کہ وہ صبح بتا کے گیا تھا کہ کھانا گھر نہیں کھائے گا۔

"مجھے کاٹ کے کھا جائیں۔۔۔" وہ غصیلی آنکھوں سے اسے گھورتی ہوئی بولی۔ اشارہ اس کا تھوڑی دیر پہلے والی حرکت کا تھا جس پہ ارتسام کے لب مسلسل مسکرائے جا رہے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"خیال برا نہیں ہے۔۔۔"اپنی گہری پر شوق نگاہیں اس پہ ٹکاتا ہوا معنی خیزی سے بولا کہ صنم سٹپٹا اٹھی۔

"صنم جانم یہ ذرا تایا جان کے گھر اتنا نہ جایا کرو، اگر کبھی دیبا سے ملنے کا دل کیا تو اسے یہاں بلا لیا کرو۔"کچھ دیر بعد جب وہ ایک دو کام سے نپٹا کے واپس آئی تو ارتسام ایسے ہی بیڈ پہ لیٹے لیٹے بولا۔آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے بالوں سے پونی اتارتی ہوئی اس نے نا سمجھی سے ارتسام کو دیکھا جو موبائل میں بزی تھا۔

ہاتھ پہ تھوڑا سا لوشن لگاتے ہوئے وہ واپس بیڈ پہ آ کے بیٹھی۔

"کیوں کوئی بات ہوئی ہے کیا وہاں؟"وہ پریشانی سے پوچھنے لگی۔

"نہیں کوئی بات تو نہیں ہوئی بس ایسے ہی تائی جان کچھ الگ مزاج کی مالک ہیں تو بس اسی لیے 'کچھ لڑاکا قسم کی ہیں وہ۔"اس کا دوپٹہ آہستہ سے بازو پہ لپیٹتے ہوئے وہ ہنوز لہجہ سنجیدہ کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا سہی۔۔۔" وہ محض سر ہلا گئی، ابھی وہ ارتسام کے بابا کو کھانا دے کے آئی تھی اور ساتھ ہی برتن وغیرہ سمیٹ کے۔۔ارتسام تھوڑا جلدی آگیا تھا تبھی وہ کمرے میں ہی لیٹا رہا۔

کندھے پہ دوپٹے کا ایک سرا دیکھتے وہ ارتسام کے ہاتھوں کو دیکھنے لگی جس نے آدھے سے زیادہ دوپٹہ لپیٹ رکھا تھا۔اس نے جھٹکے سے کھینچا تو وہ جو آنکھیں بند کیے دوپٹے کو چہرے پہ رکھے ہوئے تھا اچانک سے ہڑبڑا اٹھا اور واپس سے کھینچا کہ وہ اس کے انتہائی قریب آ گری کہ صنم سٹپٹا اٹھی۔

"کچھ دیر قبل کوئی کہہ رہا تھا کہ اس کو کھا جاؤں، تو کافی دیر سوچنے کے بعد فیصلہ کیا کہ آخر اس پہ عمل کیا جائے۔" دوپٹے کو مزید لپیٹتے ہوئے اس نے صنم کی آنکھوں میں جھانکتے معنی خیزی سے کہا وہ حجاب کے مارے نظریں جھکا گئی۔

________________**

"کس سے وہ چھوٹی ڈاکٹر۔۔۔؟"ان کی بات سنتے وہ اچانک سے چیخا کہ اماں بیگم نے ماتھے پہ افسوس سے ہاتھ مارا۔

"کیف آہستہ۔۔۔"اظہر صاحب نے تنبیہی نگاہ سے ٹوکا تو وہ نارمل کے بیٹھا۔

"کیا مسئلہ ہے اس سے۔۔"اظہر صاحب نے سپاٹ قدرے کڑے تیوروں سے پوچھا۔

"نہیں میں تو بس کنفرم کر رہا تھا مسئلہ تو کوئی نہیں۔۔"وہ پر سکون انداز میں کہتا ہوا ٹیک لگا گیا۔

ابھی اظہر صاحب کے بلاوے پہ وہ ان کے کمرے میں موجود تھا تو اماں بیگم نے اپنے دل کی بات کہی کہ وہ اس کی شادی رمشا سے کرنا چاہتے ہیں اور یہ بات وہ اصفحان سے کر بھی چکے ہیں۔۔

سن کے اچھا لگا تھا اس سے کہ وہ چھوٹی سی ڈاکٹر اس کی وائف، بس پہلے وہ تنگ کرنے کے ارادے سے احتجاج کرنے والا تھا لیکن اپنے بات کے سرد تاثر پہ وہ خاموشی سے مان گیا۔۔

"پھر ہم شادی کی بات کریں ان سے۔۔" اماں بیگم نے آخری خدشہ کی بنا پہ پھر سے پوچھا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں کہ اصفحان سے بات کر چکے ہیں۔" وہ آنکھیں سکیڑ کے کہنے لگا۔

"ہم نے اصفحان سے بات کی ہے، رمشا کے والدین سے نہیں۔" اظہر صاحب اب کی بار پھر سے ناگواریت سے بولے تو وہ شرافت سے خاموش ہو گیا۔

"لگتا بیماری اس کے دماغ پہ چڑھ گئی ہے جو فضول میں بحث کرنے لگ جاتا ہے۔" اظہر صاحب صوفے سے اٹھتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے باہر نکلے۔

"کچھ تو خیال کریں کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" اماں بیگم ان کی بات پہ برا مناتی ہوئی بولیں اور اپنے بیٹے کا ماتھا چومتے اس کو دعائیں دینے لگیں۔

_________________**

آج اظہر صاحب 'اماں بیگم دی جان کی اجازت سے رمشا کے والدین کی طرف جانا تھا ان سے رشتے کی بات کرنے کے لیے، رمشا اس سب سے بے خبر تھی کہ اس کی شادی کی بات چل رہی ہے۔

کیف اب ٹھیک تھا تو ہلکی پھلکی جو ورزش ہوتی تھی وہ خود ہی کر لیتا تھ، رمشا آج کل زرگل کے ساتھ ہی مصروف رہتی تھی اور ابان اس کے آگے پیچھے۔ ان کا ارادہ جھٹ منگنی پٹ بیاہ کا تھا وہ کسی قسم کی تاخیر نہیں چاہتے تھے۔

ابھی گھر میں جہانگیر، کیف، رمشا اور زرگل موجود تھے، خواتین دونوں شام کے کھانے کا انتظام کر رہی تھی باقی دونوں لڑکے لان میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے جس میں زیادہ حصہ کیف کا ہی تھا کیونکہ باتیں وہی کر رہا تھا جہانگیر بس اس کی سن رہا تھا۔

"یار اب تو تمہیں جانا چاہیئے گاؤں، اب تو تم ماشاءاللہ سے بابا بننے والے ہو اور میں چاچو۔" کیف تھوڑا سنجیدہ ہوتا بولا۔

"ہاں جاؤں گا اس جمعہ کو سب سے پہلے تو دی جان سے کلاس لگے گی میری۔"

جہانگیر چائے کا سپ لیتا ہوا بولا تو کیف نے تائید میں سر ہلایا۔

"یہ ہونا بھی چاہیئے تمہارے ساتھ، تم اگر پہلے چلے جاتے تو یہ سب نہ ہوتا اور ابھی حیام یہاں تمہارے پاس ہوتی۔" کیف تاسف بھری نظروں سے جہانگیر کو دیکھتا ہوا بولا تو وہ بے زاریت سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم اپنی فکر کرو تمہارا آج رشتہ کرنے گئے ہیں اور تمہاری ہونے والی بیگم یہاں موجود ہے پہلے سے ہی میں سوچ رہا تھا کہ اس کو واپس بھیج دیں، ویسے بھی تو اب بالکل ٹھیک ہے۔" جہانگیر اس کو اپنی نظروں میں رکھتا ہوا سرد لہجے میں بولا تو کیف کے حواس معطل ہوئے۔

"ویسے میں اس کے ری ایکشن کا انتظار کر رہا ہوں جب اسے معلوم ہو گا کہ اس کا ہونے والا سیاں جی میں ہوں۔" وہ دانت دکھاتا ہوا شریر لہجے میں بولا تو جہانگیر نے تاسف سے اس کو دیکھا۔

"رمشا کو خوب پتا ہو گا کہ تمہیں کیسے ہینڈل کرنا ہے آخر کو ایک ماہ سے زیادہ اس نے جھیلا ہے تم کو۔" جہانگیر چائے کا کپ واپس رکھتے ہوئے آنکھیں سکیڑ کے بولا کہ سورج اب غروب ہونے کو تو تھا اور روشنی سیدھا اس کی آنکھوں سے ٹکرا رہی تھی جبکہ آنکھوں کا سیاہ رنگ واضح نظر آ رہا تھا۔

"وہ شکر گزار ہو گی اپنی قسمت کی جو 'میں' اسے مل رہا ہوں۔" اس نے گردن اکڑائی تھی ساتھ ہی آنکھوں میں شریر سی چمک نمایاں ہوئی۔

"استغفرُللہ۔۔!" جہانگیر کے لبوں سے بے ساختہ ہی ادا ہوا تو کیف نے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"سر کچھ چاہیے آپ کو۔" رمشا اندر سے ابان کا ہاتھ تھامتی ہوئی ان دونوں کے پاس آتے جہانگیر سے پوچھنے لگی۔

"سر نہیں بھائی۔۔!" وہ نرمی سے ٹوکتے ہوئے بولا تو رمشا نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔

"بھائی آپ کو؟" اب کی بار وہ کیف کی جانب گھومی تو چائے پیتے ہوئے جہانگیر نے کن اکھیوں سے بغور کیف کا چہرہ دیکھا جو اس کے بھائی کہنے پہ جان بوجھ کے دوسری جانب دیکھنے لگا تھا جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

www.novelsclubb.com

"سر۔۔؟"وہ جہانگیر کو دیکھتی پھر پکارنے لگی توکیف نے جھٹ سے سنا جہانگیر اپنی مسکراہٹ دبا کے رہ گیا۔

"جی۔۔؟"وہ مسکراتا ہوا بولا۔

"کچھ چاہیئے آپ کو؟"وہ دانت پیستے ہوئے بولی توکیف نے زبردستی مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔

"بھائی کچھ چاہیے ہو تو مجھے آواز دیجئیے گا۔"وہ مسکراتی ہوئی ابان کو ساتھ لیے اندر واپس چلی گئی۔

"کچھ چاہیے آپ کو بھائی!"رمشا کے جانے کے بعد جہانگیر نے معصومیت سے کہا توکیف دانت نکوستے ہوئے اس کو گھورنے لگا۔

__________________**

شام میں جب اظہر صاحب اور اماں بیگم واپس آئے تو انہوں نے خوشی کی خبر سنائی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہ اب رمشا کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں لہذا وہ واپس گھر جائے گی، جس پہ کیف نے تو کوئی خاص ری ایکشن نہیں دیا وہ بس لاپرواہ سا بنا بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"رمشا کے جاتے ہی میں تو شادی کی تیاریاں شروع کرنے والی ہوں، حیام بھی یہاں آجائے گی تو میں اس کے ساتھ مل کے خوب شاپنگ کروں گی۔" زرگل خوشی سے چہکتی ہوئی بولی۔

"ہاں بالکل ضرور۔۔ میں تو بہت خوش ہوں کہ انہوں نے فوراً ہاں کر دی، ابھی دی جان کو فون کر کے بتاتی ہوں۔" اماں بیگم کی باتوں سے واضح محسوس ہو رہا تھا کہ ان کا بس نہ چلے تو کیف کی شادی ابھی کے ابھی کر دیں۔

"بس ایک مہینے کے اندر اندر شادی کر دوں گی کیف کی، اور پھر بچیوں کی طبیعت بھی نہیں ٹھیک تو بس جلدی جلدی سب ہو جائے، اللہ تیرا لاکھ شکر ہے کہ تو نے

میرے سارے بچوں کی خوشی مجھے دکھائی۔" اماں بیگم بیڈ سے اٹھتی ہوئی باقاعدہ ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے شکر ادا کرتی نوافل پڑھنے چلی گئیں۔

"اب تم بھی چلے جاؤ اپنی بیگم کے پاس۔" کیف نے لگے ہاتھوں جہانگیر کو بھی سنا دی جس پہ وہ سرد نگاہوں سے گھورنے لگا۔

"جا رہا ہوں میں بس ایک دو دن میں۔" وہ سرد نگاہیں اس پہ گاڑے سنجیدگی سے بولا تو کیف نے بزرگوں کی طرح اثبات میں سر ہلایا۔

"زرا میری ہونے والی بیوی سے کہنا کہ چائے پلا دے۔" کیف بے شرمی سے ڈھٹائی سے زرگل کو بولا تو وہ اپنے بھائی پہ افسوس کرتی رہ گئی۔

"شرم کر لو کچھ۔" وہ دانت پیستے کہتی اٹھی اور چائے بنانے کیچن میں خود چلی گئی۔

اب بس جہانگیر کے کمرے میں کیف موجود تھا باقی سب باری باری جا چکے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"چلو اب تم بھی جاؤ سونا ہے میں نے۔" جہانگیر نیم دراز ہوتا ہوا بولا تو کیف نے مشکوک نظروں سے دیکھا جس پہ جہانگیر نے ابرو اچکائے تھے۔

چھوٹے سے قدم لیتا کیف وہاں سے نکلا تو جہانگیر نے موبائل ہاتھ میں تھامے حیام کا نمبر ٹرائی کیا لیکن پچھلے دنوں کی طرح آج بھی وہ بلاک ہی تھا جس پہ وہ سرد آہ بھرتا ہوا واپس موبائل رکھتے آنکھیں بند کر گیا۔

__________________**

"طبیعت کیسی ہے حیام کی۔۔؟" زوفا بھی کیچن میں داخل ہوئی تھی جب اس کے پیچھے ہی اصفحان نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی بہتر ہے زرا ورنہ میں اتنا ڈر گئی تھی جب اچانک ہی اس کی طبیعت بگڑی تھی لیکن شکر ہے کہ اب وہ بہتر۔" زوفا دودھ کو چولہے پہ گرم کرتی ہوئی بولی تو اصفحان محض سر ہلا گیا۔

"لاؤ یہ میں دے آؤں۔۔"اس کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس پکڑتے ہوئے کہا تو زوفا نے مسکرا کے اس کو تھما دیا۔

اصفحان گلاس تھامتا ہوا حیام کے کمرے کی جانب گیا جس اوپر سیڑھیاں طے کرتے بنا تھا۔

کمرے میں داخل ہوا تو ملگجے سے اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔

"حیام گڑیا۔۔!"وہ لائٹ آن کرتا ہوا حیام کو پکارنے لگا تو حیام نے اپنی آنکھیں وا کیں۔

"لالہ آپ کیوں لے آئے۔۔"حیام اٹھ کے بیٹھتی برا مناتے ہوئے بولی تو اصفحان دودھ کا گلاس کا پکڑاتا ہوا اس کے برابر میں بیٹھ گیا،دودھ پی کہ اس نے گلاس لیتے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور اس کے ساتھ ہی ٹھیک سے بیٹھتا ہوا اس کے گرد اپنے بازو پھیلائے۔۔

"طبیعت کو کیا ہو گیا تھا اچانک سے۔" محبت سے اس کے بال سنوارتے ہوئے وہ بولا اور بالوں پہ اپنے ہونٹ رکھے کہ حیام کی آنکھیں نمکین پانی سے بھیگنے لگیں۔

"بس لالہ پتا نہیں۔۔۔" وہ بچوں کی طرح اس کے سینے سے لگتی ہوئی بولی کہ پانی نین کٹوروں سے بہتے اس کے رخساروں کو بھی نم کر گیا۔

"اداس ہو گئی ہوں یہاں رہ کے۔۔۔" اصفحان محبت سے پچکارتے ہوئے بولا دو حیام آنکھیں میچیں آنسوں کو پیتی نفی میں سر ہلانے لگی۔

"کہیں تکلیف ہے تو بتاؤ ہم ابھی چلتے ہیں ڈاکٹر کے پاس۔" اس کا زرد رنگ دیکھتے ہوئے وہ فکر مندی سے بولا تو حیام بے ساختہ ہی اس کی آغوش میں رونے لگی۔

"حیام بچے تم مجھے ڈرا رہی ہو کیا ہوا ہے۔۔۔؟" اس کے اچانک سے رونے پہ وہ خود پریشان ہو گیا تھا کہ اچانک سے کیا ہوا۔

"آپ میرے پاس ہی رہیں ابھی۔۔۔" جب وہ دادی جان کو بلانے کے لیے جانے لگا تو حیام اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی جس پہ وہ اس کا سر چومتا واپس سے اس کو سینے سے لگائے بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر وہ اس کے پاس ہی ایسے ہی اس کے بال سہلاتا رہا کہ کچھ دیر میں اسے لگا کہ وہ پر سکون ہوتے سو گئی تھی تو اس کے ماتھے پہ لب رکھتے وہ نرمی سے اس کے پاس سے اٹھا۔۔

اس کے چہرے کا زرد رنگ دیکھتے اصفحان کے دل کو جیسے کچھ ہو گیا تھا۔ بچپن سے اس کو بیٹی بنا کے رکھا تھا تو اب اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی، جانتا تھا کہ یہ سب اس کنڈیشن میں ہوتا رہتا لیکن پھر بھی وہ پریشان ہو رہا تھا اس کی حالت پہ۔

"سو گئی کیا۔۔۔" جب وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا تو زوفا نے اس کی جانب دیکھتی ہوئی متفکر ہوتے پوچھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں ابھی سو گئی ہے کل اس کو ڈاکٹر کے پاس لے کے جاؤں گا پر اپر چیک اپ کے لیے۔" اس کے مقابل آتا وہ ایک نظر سیڑھیوں کی جانب دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں وہ ٹھیک ہے۔۔" حیام کے بارے میں اس کی پریشانی دیکھتے اسے اچھا لگا تھا۔

"کل لازمی لے کے جایئے گا اس کو۔۔۔" وہ آہستہ سے بولی اور کیچن کی طرف جانے لگی کہ اصفحان نے اس کی کلائی اپنی گرفت میں لی تھی جس پہ وہ چونکی۔

"اپنا خیال رکھا کریں، آپ بھی کمزور ہو گئی ہیں۔۔" وہ نرمی سے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا زوفا آسودگی سے مسکرا دی۔

"رکھتی تو ہوں۔۔۔" وہ نظریں نیچی کئے ہلکی آواز میں منمنائی تھی۔

"اچھے سے رکھا کریں نا اور کھانا لگائیں ادھر کیچن میں ہی ساتھ کھاتے ہیں۔" اس کا ہاتھ نرمی سے دباتا ہوا وہ مسکایا تھا کہ زوفا سر ہلاتی کوئی کیچن میں چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

_________*__________

اس نے کسمسا کے آنکھیں کھولنا چاہیں لیکن ہمت نہ ہوئی، صبیح پیشانی پہ ایک بل واضع ہوا ساتھ ہی گھنیری سیاہ پلکوں پہ کسی لمس کو محسوس کرتے ان میں لرزش پیدا ہوئی۔

چند دنوں سے طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے وہ کمرے میں ہی قید ہو کے رہ گئی تھی، بخار میں تپتے رہنے کی وجہ سے جسم میں درد سا رہتا تھا۔اصفحان اس کو ڈاکٹر کے پاس کے جانا چاہ رہا تھا لیکن اس کی طبیعت کو دیکھتے اس نے ڈاکٹر کو گھر ہی بلوا لیا تھا۔ڈاکٹر نے بتایا کہ سردی کی وجہ سے بخار ہے ٹھیک ہو جائے گا لیکن وہ شام کو پھر تیز ہو گیا تھا، ڈاکٹر کی دی ہوئی دوائی کھاتے وہ آرام کے غرض سے لیٹی تھی کہ غنودگی چھا گئی، شاید سکون آیا تھا کہ نیند بھی حملہ آور ہوئی۔

اس نے نیند میں ہی اٹھنا چاہا جب اپنے اوپر ہلکا سا بوجھ محسوس کرتے پھر سے کوشش ترک کرتی ہوئی نیند میں جانے لگی۔

بخار ور سردی کی وجہ سے اس کے گالوں پہ سرخی کی گھٹا چھائی تھی جیسے اور رنگ زردی مائل ہو گیا تھا۔۔ بالوں کا۔ ہمیشہ کی طرح جوڑا کیے وہ اصفحان کی گرم ٹوپی پہنے ہوئے تھی۔ خود کو بچوں کی طرح کمفرٹر میں چھپایا ہوا تھا، روم ہیٹر بھی آن تھا جس سے روم کا ٹمپریچر نارمل تھا۔ خود پہ کسی کی گہری نظروں کا محور اور رخسار پہ جانا پہچانا لمس محسوس کرتے اس نے اب کی بار ہمت کرتے اپنی بخار کی وجہ سے سرخ ڈوروں والی خمار زدہ آنکھیں کھولیں تو نظریں سیدھی کالی گہری آنکھوں سے ٹکرائیں۔ وہ شاید اسے اپنا خواب سمجھ بیٹھی یا کوئی گہرا خیال تبھی لب اپنے آپ مسکرانے لگے۔

"عاصم۔۔۔"اس کے لب سرگوشانہ ہلے کہ مقابل اس کی آنکھوں کے سحر میں کھویا مسکایا تھا۔

www.novelsclubb.com

"جی بیگم جان۔۔!" جھک کے عقیدت سے اس کی پر حدت پیشانی پہ لب رکھے کہ وہ سکون سے ایک بار پھر آنکھیں موند گئی تھی۔

"عاصم۔۔۔!" وہ اب بھی جیسے اپنے خیالوں میں کھوئی کھوئی سے پکارنے لگی تو جہانگیر اس کے ساتھ تھوڑی جگہ دیکھتا احتیاط سے ساتھ ہی نیم دراز ہو گیا۔

"بیگم آپ کی شیریں آواز سنتے میں ہمہ تن گوش ہوں۔۔۔" آہستہ سے اس کی رخسار کو انگلیوں کے پوروں سے سہلاتے ہوئے وہ گھمبیر تا سے بولا تو حیام نے مندی مندی آنکھیں پھر سے کھولیں۔

"میں آپ سے بہت ناراض ہوں۔۔۔" اس کو اپنے قریب محسوس کرتے وہ آنکھوں میں ہلکی سی نمی لیے شکوہ کر گئی تھی کہ جہانگیر مبہم سا مسکراتا اس کی پیشانی پہ ہونٹ ثبت کرتا اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام گیا۔

"میں ہوں ناں ناراضگی دور کرنے کے لیے۔۔۔"اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھوتے وہ بالکل مدھم لہجے میں بولا کہ کمرے میں نیم اندھیرے میں اس کا گھمبیر بھاری لہجہ ایک فسوں بکھیر گیا۔

"آپ تو دور ہیں۔۔؟"ایک اور شکوہ اس کے لبوں سے رقصاں ہوا کہ وہ جھک کے اس کی تپتی رخسار پہ اپنا لمس بکھیرنے لگا۔وہ ابھی بھی زیرِ خیال تھی کہ اس کے رخساروں میں قوس قزح کے رنگ بکھر گئے۔

"محسوس کرو میں قریب ہی ہوں۔۔"اس کی پلکوں کی جھل مل کو چھیڑتے وہ اپنی مخصوص مسکان لیے بولا کہ حیام کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

بے ساختہ ہی اس نے اپنا دوسرا ہاتھ اٹھاتے اپنی مخروطی انگلیوں کے پوروں کو اس کے خود پہ جھکے چہرے پہ پھیریں۔۔اس کی انگلیوں کا نرم لمس محسوس کرتے اس کی آنکھیں بھی مسکرائی تھیں جو ہمہ وقت اسی کا طواف کر رہی تھیں۔۔اس کے طلسمی لمس کا خمار تھا کہ دل کی دھڑکن اسے کانوں میں سنائی دینے لگی۔

اس کی انگلیاں سرکتی ہوئی اس کے لبوں پہ جا ٹھہریں، جہانگیر نے بغور اس کی آنکھوں کو دیکھا جو انگلیوں کے تعاقب میں ہی تھیں۔اس نے آہستہ سے ہونٹوں کو جنبش دیتے اس کے پوروں کو چوم لیا کہ وہ مسکراتی ہاتھ ہٹا گئی۔

"سڑیل کھڑوس۔۔۔"وہ بڑبڑاتی ہوئی خواب کے زیر اثر ہی اس کی طرف مکمل کروٹ لینے لگی کہ جہانگیر نے آہستہ سے اپنا بازو اٹھایا کہ وہ ٹھیک سے تکیے پہ سر رکھے جبکہ اپنا بازو خود کے سر نیچے دبالیا اور خود بھی تھوڑا کروٹ کے بل اس پہ جھک سا گیا۔

"طبیعت کیسی ہے۔۔۔؟"وہ کروٹ کے بل لیٹتی پھر سے غنودگی میں چلی گئی جب جہانگیر نے آہستہ سے اس کے بالوں سے گرم ٹوپی کو اتارا تھا۔

"بالکل بھی ٹھیک نہیں۔۔۔!"اپنا ایک ہاتھ اس کے سینے پہ رکھتے وہ تھوڑا نروٹھے پن سے بولی تھی۔جہانگیر نے آہستہ سے اس کے بالوں کو سہلانا شروع کیا۔

"میڈیسنز نہیں کھا رہی۔۔۔؟"اس کے دوبارہ نیند میں جانے پہ وہ ہنوز اپنا لہجہ نرم مدھم رکھتا اس سے پوچھنے لگا جس پہ اس نے کوئی رد عمل نہیں دیا۔

"مجھے یاد کیا۔۔؟"اب کہ جہانگیر کی انگلیاں اس کے رخسار سے ہوتی اس کی پر حدت گردن پہ رقصاں تھیں۔

حیام نے نرمی سے اپنی خمار زدہ آنکھیں کھولتے اس کو شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا تھا کہ یہی لمحہ جہانگیر کے اعصاب پہ بھاری پڑا۔

"بہت۔۔۔"جس انداز میں وہ کہتے دوبارہ سے آنکھیں بند کر گئی تھی کہ جہانگیر کو اس پہ ٹوٹ کے پیار آیا۔وہ دوپٹے سے نداردا اس کے بے حد قریب اس کے پہلو میں اس کی محبوب بیوی تھی،اس کے گداز بدن کے نقش و نگار واضح تھے کہ وہ ان رعنائیاں سے نظریں چرانے لگا۔

"ناراض ہو۔۔۔؟"اس کے چہرے پہ آتے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے گردن سے بھی ہٹائے کہ وہ رکاوٹ سے بن رہے تھے۔

"اوں ہوں۔۔"آہستہ سے نفی میں گردن ہلائی جبکہ اس کے حصار میں اس کی رقصاں انگلیوں کو محسوس کرتے مزید گردن تک سرخ پڑ رہی تھی۔

"مجھ سے پیار ہے۔۔۔؟"اب وہ شاید اپنی مرضی کا سننے کے موڈ میں تھا تبھی پوچھ بیٹا جبکہ اس سوال پہ حیام کے ہلکے کھلے ہونٹوں کا لرزنا اسے متبسم کر گیا تھا۔

بنا کچھ کہے حیام نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا تو جہانگیر نے اس کی ٹھوڑی پہ آہستہ سے انگلی پھیری کہ وہ سمٹ گئی۔اس کی بخار کی تپش سے گرم سانسیں مزید جھلس رہی تھی جو جہانگیر اپنے سینے پہ واضح محسوس کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"سانس سانس قربتیں ہیں بات بات دوریاں

تیرے میرے درمیان یہ رابطے عجیب ہیں"

"محبت بھی۔۔۔؟"اس کے سوال پہ جہاں حیام کے لبوں پہ شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا وہی ایک سرور سا بھرپا ہوا تھا کہ چاہ کے بھی خود پہ ضبط کے پہرے نہ بٹھا پایا اور بے ساختہ ہی جھکتا اس کی گرم سانسوں کو مہکا گیا۔اس کے رخسار پہ لمس چھوڑتے وہ مزید بے خود ہوا تو فاصلہ بنانا چاہا لیکن حیام کی مٹھی میں شرٹ دیکھتے دور نہ ہو پایا جبکہ وہ اپنی آدھ کھلی آنکھوں سے جہانگیر کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"خیال رکھ رہی ہو نا اپنا۔۔؟"اس کے ماتھے کو نرمی سے چھوتے ہوئے بولا تو اس نے جھٹ سے سر ہلایا۔

وہ واقعی ابھی حواس میں نہیں تھی ورنہ اس طرح جواب نہ دیتی الٹا بھڑک اٹھتی۔

جہانگیر جانتا تھا کہ کیسے اس سے بات نکلوانی تھی تبھی وہ ان فسوں خیز لمحات میں اظہارِ محبت سننے کی چاہ کر بیٹھا۔

"کہیں درد محسوس ہوتا ہے۔۔۔؟"نرمی سے اپنی شرٹ کو اس کی گرفت سے آزاد کرتے وہ کچھ سیدھا سا ہوا کہ جہاں گولی لگی وہاں ہلکی سی درد کی ٹھیس اٹھی تھی۔اس سوال پہ وہ بس 'ہوں' کر گئی شاید وہ گہری نیند میں جا رہی تھی۔

ایک بار جھکتے اس کی پیشانی کو لمس سے معتبر کرتے آہستہ سے بازو اس کے گرد باندھتے وہ آنکھیں موند کے ساتھ لیٹے وجود کی موجودگی کو محسوس کرنے لگا۔

حیام نے اس کے مزید قریب ہونے کی کوشش کی کہ جہانگیر ٹھنڈی آہ بھر کے رہ گیا اور احتیاط سے اس کے سر کو اپنے بازو پہ منتقل کیا کہ حیام کہ وہ سمٹتی ہوئی مکمل اس میں سما گئی۔

www.novelsclubb.com

"بیگم کیوں مشکل بنا رہی ہو میرے لیے۔۔!"لمبا سانس کھینچتا وہ پر سکون ہوا تھا۔

فون پہ کہی بات جہانگیر نے سچ کی تھی،وہ ہفتے بعد ہی یہاں موجود تھا اس کو لے جانے کے لیے،وہ 'کیف اور زر گل کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ارادہ ان کا حیام کو یہاں

سے لے جانے کا تھا لیکن یہاں آتے ہی خبر ملی کہ اس کی طبیعت نہیں ٹھیک ابھی سفر نہیں کر سکتی۔۔

دادی جان نے سہولت سے ان سب کو یہاں رکنے کو کہا جہانگیر تھوڑا تذبذب کا شکار ہوا لیکن اصفحان کے اصرار پہ مان گیا۔شام کو وہ سب یہاں پہنچے تھے، کھانے سے فارغ ہوتے تھوڑی دیر دادی جان اس کی صحت کے بارے میں استفسار کرتی رہیں کیونکہ ان کو اصفحان نے بتایا تھی کہ گولی لگی تھی اس کو۔۔۔ساتھ ہی کیف کو ٹھیک دیکھتے اس ڈھیڑوں دعائیں دی تھیں کیونکہ وہ ٹھیک سے چل پھر رہا تھا اور اس کا زخم بھی اب بالکل ٹھیک تھا۔

رات کی خنکی محسوس کرتے ہی اصفحان نے خود زوفا کو اشارہ کیا کہ وہ جہانگیر کو روم میں چھوڑ آئے۔جہانگیر مسکراتا ہوا زوفا کے ساتھ چل دیا لیکن سیڑھیوں کی جانب دیکھتا وہ ہلکا سا ہنس دیا، اصفحان اس کی حالت کو سمجھتا ہوا خود اس کے پاس آیا اور آہستہ سے اس کو ساتھ لیے سیڑھیاں چڑھنے لگا، روم کے باہر پہنچتے ہی اس نے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔جب اس نے بتایا کہ حیام روم میں ہی سو رہی ہے جس پہ وہ سر ہلا گیا،اصفحان کے جاتے ہی وہ روم میں آیا تھا جہاں نیم اندھیرا تھااور وہ بلینکٹ میں دبکی سو رہی تھی۔۔اپنی جیکٹ اتارتا ہوا نرمی سے اس کے پاس ہی بیٹھ گیا کہ اندھیرے میں بھی اس کا چہرہ چاندی لیے ہوئے تھا۔

آدھی رات کا وقت تھا جب اسے ہلکی سی درد محسوس ہوئی تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں جب نظریں حیام کے چہرے سے ٹکرائی وہ ابھی بھی اسی پوزیشن میں اس کے قریب سو رہی تھی،ایک ہاتھ اس کے سینے کے قریب جبکہ دوسرا جہانگیر کے گرد۔۔

www.novelsclubb.com

اس نے گردن ہلکی سی موڑتے اپنی پیٹ کی جانب دیکھا جب اسے درد کی وجہ سمجھ آئی۔۔وہ اپنا ہاتھ بے خیالی میں ہی اس کے زخم والی جگہ پہ رکھ چکی تھی۔

جہانگیر نے حیام کے چہرے پہ نظریں ٹکاتے اس کے ہاتھ کو آہستہ سے وہاں سے ہٹاتے اپنے کندھے پہ رکھ دیا۔

نیند میں خلل ہونے کی وجہ سے حیام کروٹ بدل کے اس کی طرف پشت کر گئی جب جہانگیر نے آہستہ سے اس کے گرد بازو کرتے دوبارہ سے نیند کی وادی میں چلا گیا۔وہ ایک پل کو حیران ہوا تھا کہ حیام واقعی اتنی گہری نیند میں تھی کہ اس کی موجودگی کو وہ خیال یا خواب تصور کر رہی تھی۔

کمرے کی کھڑکیوں کی آگے پردے پہرا دے رہے تھے کہ چاند کی روشنی کو اندر آنے میں رکاوٹ سی تھی جبکہ کمرے میں ہلکے سے بلب کی روشنی پھیلی کمرے کو خواب ناک بنا رہی تھی۔

_______*_________**

"کہاں گئے تھے آج آپ۔۔۔؟"وہ گھر میں داخل ہوتے لاونج کے صوفے پہ بیٹھے تھے کہ رکیہ بیگم اپنی ساڑی کا پلو سنبھالتے ہوئے ان کے پاس ہی بیٹھتی ہوئی پوچھنے لگیں۔

"کہیں نہیں۔۔۔" وہ سنجیدگی سے بولے تو رکیہ بیگم کو کچھ مشکوک سا لگا۔

"آپ پھر اپنے بھائی کے پاس جیل گئے تھے۔۔۔؟" وہ نخوت سے کہنے لگی تو اکبر اعظم کے ماتھے پہ بل پڑے۔

"ہمم بھائی ہے میرا خیر خبر تو رکھوں گا ہی نا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو رکیہ بیگم کو ناگوار گزرا۔

"یہ سب اس ارتسام کی وجہ سے ہوا اگر وہ ان پیپرز پہ سائن نہ کرتا تو آج فرہاد ہمارے ساتھ ہی ہوتا، اور آپ کو کیا ضرورت تھی کیس واپس لینے کی۔۔۔" وہ غصے سے ان پہ بھڑک اٹھیں کہ اکبر اعظم کے ماتھے پہ بلوں کا اضافہ ہوا۔

"میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا چاہیئے تھا تمہارے مشوروں کی مجھے ضرورت نہیں۔" وہ سختی سے کہتے ہوئے وہاں سے اٹھے اور بنا ان کی کوئی فضول گوئی سنتے وہ کمرے میں چلے گئے پیچھے وہ دل مسوس کر رہ گئیں اور ارتسام کو کوسنے لگیں جس نے ان پیپرز پہ سائن کیے جو کیس واپس لینے کی فائل تھی، اس نے گواہ بن

کے سائن کیے تھے کہ وہ اپنی رضامندی سے یہ کیس واپس لے رہے ہیں بنا کسی زور زبردستی کے۔۔

"تم کہاں جا رہی ابھی۔۔۔۔" دیبا اپنے روم سے باہر نکلتی ہوئی ایک بیگ ہاتھ میں تھامے کہیں جانے کو تھی جب رکیہ بیگم اپنا غصہ اس پہ نکالتی ہوئی غرائی تھیں۔

"میں صنم کی طرف جا رہی ہوں اس نے بلایا ہے۔۔۔" وہ بتاتی ہوئی جانے لگیں جب ان کی کرخت آواز سنتے وہ رک گئی۔

"کوئی ضرورت نہیں اس منحوس کے پاس جانے کی، سارا گھر تباہ کر دیا اس نے، نہ تم میری بات سنتی ہو اور نہ ہی تمہارے ابو، خبردار اگر تم وہاں گئی تو۔۔" وہ سخت لہجہ اپناتی ہوئی بولیں تو دیبا ان کو الجھن سے دیکھنے لگی کہ یہ آج اس سے کس لہجے میں بات کر رہی تھیں۔

"ماما یہ کس طرح بات کر رہی ہیں آپ اس کے بارے میں۔۔۔اور میں کیوں نہ جاؤں وہاں 'آپ جاتی ہیں نا اپنی دوستوں کی کٹی پارٹی میں تو مجھے بھی نہ روکیں

ویسے بھی آپ کی وجہ سے میں بہت کچھ سہہ چکی ہوں۔" وہ بھی دوبدو اپنا لہجہ بدلتی ہوئی بولی جبکہ اس کی بات سنتے وہ مٹھیاں بھینچ گئیں۔

پھر دیبار کی نہیں بلکہ وہاں سے نکلتی گئی۔

----------------**

"اتنا لیٹ کیوں آئی کب سے انتظار کر رہی تھی میں۔" ابھی وہ صنم کے کمرے میں موجود تھیں جہاں وہ دونوں بیڈ پہ بیٹھیں کچھ چیزیں سامنے پھیلائے ہوئے تھیں۔

"ماما نہیں آنے دے رہی تھیں عجیب سا رویہ ہو گیا ان کا۔" وہ کندھے اچکاتی ہوئی بولی اور ایک پیکٹ اس کو تھمایا۔

"ارتسام بھائی آفس چلے گئے۔۔" ارتسام کو گھر نہ پا کے وہ پوچھنے لگی۔

"ہاں تبھی تو تمہیں بلایا۔" وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

"یہ میں نے بہت مشکل سے ڈھونڈی ہے یہ۔۔۔" وہ اس کو پکڑاتی ہوئی بولی تو صنم نے نا سمجھی سے دیکھا۔

"لیکن یہ اتنا مشکل کام نہیں تھا کسی بھی شاپ سے مل جاتی تمہیں۔" وہ پیکٹ کو کھولنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی تو دیبا نے فوراً سے اسکے ہاتھ سے وہ پیکٹ لیا۔

"ہاں مل جانی تھی لیکن جو میں لائی ہوں وہ ہر جگہ سے نہیں ملتی، سپیشل تھی نا اسی لیے۔" وہ فخریہ بولی تو صنم ہنس دی۔

"اچھا لاؤ میں چیک کروں۔۔۔" وہ واپس سے اس سے لینے لگی جب دیبا نے منع کر دیا۔

"ابھی نہیں جب پہنو گی تبھی کھولنا، میں نے ٹھیک سائیز لیا اور کلر بھی بلیک ہے فکر نہ کرو بس تم تب کھولنا جب پہننے لگو۔" دیبا اصرار کرتی ہوئی بولی تو صنم کو لاچار ماننا پڑا۔

www.novelsclubb.com

"ویسے کوئی فنکشن بھی نہیں نہ ہی ان کی برتھ ڈے پھر میں کس خوشی میں یہ سب تیاری کروں گی۔" وہ دیبا کو تیکھی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی تو دیبا نے آنکھیں دکھائیں۔

"یار ضروری نہیں کہ شوہر کے لیے بس کسی موقع پہ تیار ہو، پیار بھی جتانا چاہیے وقفے وقفے سے۔۔۔" دیبا بڑی بہن کی طرح سمجھداری کا مظاہرہ کرتی ہوئی بولی۔

"تمہیں میرا شکر گزار ہونا چاہیے جو میں تمہیں اتنی اچھی ٹپس دے رہی ہوں۔" وہ آنکھیں دکھاتی ہوئی داد وصول کرنا چاہ رہی تھی۔

"وہ آگے ہی اتنے بے باک ہیں اگر میں اتنی تیاری کے ساتھ ان کے سامنے گئی تو ۔۔۔۔؟" وہ سوچتی ہوئی پل کو رکی تھی۔

"تو۔۔۔" خود سے سوال کرتی ہوئی جواب پا کے جھرجھری لے اٹھی۔

"بڑی ہی خطرناک تیاری ہے ویسے۔۔" وہ خود سے بڑبڑائی تو دیبا قہقہہ لگا اٹھی۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں میں یہی ساتھ والے گھر میں ہی رہتی ہوں، کسی چیز کی ضرورت ہو تو کال کر لینا مجھے۔" دیبا آنکھوں میں شرارت لیے اس کو معصومیت سے کہنے لگی جس پہ صنم خجل سی ہوتی اس کے بازو پہ ہاتھ مارتی ہوئی گھورنے لگی۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں اس سے پہلے کہ میری ماما غصے سے آگ بگولہ ہوتے ادھر آجائیں۔" دیبا اس کی چیزیں سائیڈ پہ کرتی ہوئی بولی اور بیڈ سے اٹھ کے اپنے سلیپرز پہننے لگی۔

صنم اس کی لائی ہوئی چیزیں وارڈروب میں رکھنے لگی جبکہ سوچوں کا محور بس ارتسام ہی تھا، تھوڑے دنوں سے دیبا اس کو مشورے دے رہی تھی کہ وہ ارتسام کے لیے اچھا سا ڈنر پلین کرے اور اس کے لیے سجے جس پہ صنم نے بتایا کہ وہ روز سجتی سنورتی ہے۔

"لیکن کچھ سپیشل کر وان کے لیے ایسا کہ ان کو ہوش ہی نہ رہے۔۔" وہ معنی خیزی سے اس کو کہتی ہوئی مختلف مشوروں سے نوازنے لگی۔

اور کل وہ اس سے اس کا پسندیدہ کلر پوچھتی ہوئی شاپنگ پہ نکل پڑی تھی اور اس کے لیے خوبصورت سا جوڑا لائی تھی جس پہ وہ ابھی تائید کر کے گئی تھی کہ جب پہننے لگے تب اس ڈریس کو کھول کے دیکھے،ایک طرف صنم کو یہ دھڑکا لگا تھا کہ کہیں وہ کچھ اور نہ لے آئی ہو۔۔ خیر وہ تو شام میں تیار ہوتے دیکھ ہی لے گی۔

ابھی تو اس نے ارتسام کو کال کرنے کا سوچا کہ اس کو بتادے کہ رات کو کھانا گھر ہی کھائے اور جلدی بھی آجائے۔۔ارتسام کے والد صاحب تو ابھی کسی دوست سے ملنے دوسرے شہر گئے ہوئے تھے۔

"جی خیریت۔۔!" وہ آفس میں امپلائیز سے کوئی بات کر رہا تھا جب صنم کی کال آتا دیکھ وہ ایکسکیوز کرتا ہوا زرا سائیڈ پہ ہو گیا۔

"وہ ارتسام۔۔۔!" وہ فریج کا دروازہ کھولتے وہ ہوئے اس کو گھر آنے کا کہنے والی تھی وہ اپنی عادت کے مطابق اس کا جملہ ٹوکتے ہوئے بول اٹھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"صنم جانم ارتسام کی جان کتنا حسین لگتا میرا نام جب تمہارے خوبصورت لبوں سے ادا ہوتا۔۔۔" وہ قدرے آہستہ آواز میں بولا کہ کہیں سن نہ لے' دوسری طرف وہ اس کا جملہ سنتے وہ ہمیشہ کی طرح بلش کر گئی تھی۔

"میری بات تو سنیں۔۔۔۔!" تھوڑا نروٹھے پن سے کہا تو ارتسام مسکراہٹ روکتا ہوا ایک نظر امپلائز کو دیکھتا اس سے کہنے لگا۔

"جی جی سن رہا ہوں۔"

"آج آپ جلدی گھر آجائیں اور کھانا بھی کہیں میٹنگ کے بہانے نہ کھا لیجیے گا گھر پہ ڈنر ریڈی کروں گی میں۔" وہ فوراً سے بولی مبادہ کہیں پھر سے بات ٹوک نہ دے۔

"خیر ہے آج، ابھی تو آفس آیا ہوں میں صبح بتا دینا تھا۔" وہ گھڑی میں ٹائم دیکھتا ہوا بولا کیونکہ ابھی اسے ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا یہاں آئے۔

"بس ایسے ہی'بس آپ یاد سے جلدی آیئے گا۔" وہ بات گھماتی ہوئی لاپرواہی سے بولی تو ارتسام ہولے سے سر ہلا گیا۔

" چلیں ٹھیک ہیں جناب، ویسے اگر آپ اتنا اصرار کر کے بلا رہی ہیں تو تھوڑا زیادہ اہتمام کیجیئے گا ہمیں زیر کرنے کا۔" وہ کچھ گھمبیر لہجے میں ذو معنی بولا تو صنم بوکھلا گئی کہ یہ کیوں ایسا کہہ رہا تھا۔

"اوکے اللہ حافظ !" وہ کہتی کھٹاک سے کال بند کر گئی کہ ارتسام قہقہہ لگا اٹھا۔

_________________**

"جہانگیر آرہا ہے گاؤں آج۔۔۔؟"عماد کو ناشتہ دیتے ہوئے گل نے پوچھا اور اس کے پاس ہی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

"امم شاید آج نہ آئیں کیونکہ وہ اصفحان لالہ کی طرف ہیں کل رات سے، بھابھی کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی تو ادھر رک گئے۔" وہ پراٹھے کا نوالہ توڑتا ہوا اس کو بتانے لگا تو حیام کی طبیعت کا سن کے وہ چونک اٹھی۔

"اس کی طبیعت ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئی۔۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"سردی ہو گئی ہے انہیں ڈاکٹر کو دکھایا تھا اصفحان لالہ نے فکر نہ کریں، خان لالہ بھی ادھر ہی ہیں۔" اس کی فکر دیکھتا وہ مسکراتا اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"کیف بھی آ رہا اور زرگل ادی بھی۔" وہ مزید بولا تو زرگل کا سنتے اس کی آنکھیں چمک اٹھی۔

"اماں بیگم نہیں آ رہی واپس۔۔۔" وہ باقیوں کے آنے کا سنتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"نہیں بابا اور اماں بیگم ادھر ہی ہیں گھر پہ پھر کوئی نہ ہوتا تو وہ رک گئے۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے سرسری سا بتایا تو وہ سر ہلا گئی۔

"اپنا خیال رکھیے گا اور کھانا ٹائم پہ کھائیے گا۔" اس کے ماتھے کو چومتا وہ محبت سے بولا تو وہ آنکھوں میں محبت کے ہزاروں رنگ لیے اس کو دیکھنے لگی۔

وہ مسکراتا ہوا کرسی کھسکا کے نکلنے کو تھا جب گل نے یکلخت اس کی کلائی کو اپنے مرمرئی ہاتھ کی گرفت میں لیا جس پہ وہ چونکا۔

"شکریہ۔۔۔" اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھامتی ہوئی لبوں سے لگا گئی اور تشکر بھری نظروں سے دیکھنے لگی جس پہ وہ مسکراتا ہوا واپس بیٹھ کے چیئر اس کے قریب کھسکا گیا۔

"کس بات کا۔۔۔؟" اب کے اس کا ہاتھ تھامتے وہ عقیدت سے لبوں سے لگاتے ہوئے پوچھنے لگا جس پہ اپنی پلکوں کی جھالر اٹھاتے وہ اسے دیکھنے لگی۔

"ہر بات کا، میں سوچتی ہوں محبت کتنی خوبصورت چیز ہے نا ہمیں اپنے محبوب کا پابند بنا دیتی ہے چاہے وہ سڑیل ہی کیوں نہ ہو۔" وہ تھوڑے نروٹھے پن سے عماد کو جتاتی ہوئی بولی جس پہ وہ سر جھکا کے مسکراہٹ چھپاتا ہوا پھر سے اس کو دیکھنے لگا۔

"واقعی یہ محبت بہت حسین ہے کہ لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ شخص برا نہیں لگتا جو آپ سے محبت کا دعوے دار ہو۔" وہ بھی کچھ جتاتا ہوا بولا کہ اب کی بار گل مسکراہٹ دبا گئی۔

"آپ دعا کرتے تھے کہ میں آپ کو بری لگوں۔۔۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولی تو عماد کندھے اچکا گیا۔

"بری لگنے کے بجائے اتنی محبت ہوئی کہ اپنی زندگی کہہ دیا آپ کو۔" وہ کچھ مخمور سا کہنے لگا کہ اس کی پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریزہ ہوئی تھیں۔۔اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا جب وہ آنکھیں دکھاتا اس پہ گرفت بڑھا گیا۔

"عماد ابھی کوئی آجائے گا' کیا سوچیں گے سب۔" وہ ہڑ بڑاہٹ میں کہتی ڈائینگ ہال کے دروازے کو دیکھنے لگی۔

"پہلے سوچنا چاہئے تھا نا۔۔" وہ مزے سے کہتا اس کے ہاتھ کو لبوں سے چھونے لگا۔

"میں نے تو ایسے ہی روکنے کے لیے کہہ دیا تھا، ع۔۔ عماد' عماد امی آ گئیں۔" وہ بوکھلاہٹ میں کہتی ہوئی ہاتھ تیزی سے چھڑوانے لگی لیکن اب وہ کہاں چھوڑنے والا تھا، اسے یہی تھا کہ وہ مزاق کر رہی ہے ہاتھ چھڑوانے کے لیے لیکن اچھلا تو تب جب واقعی تائی جان کی آواز سنی۔

"عماد بچے ابھی تک گئے نہیں بابا انتظار کر رہے ہیں۔" ان دونوں کو ساتھ دیکھتی وہ اندر آتے خود شرمندہ سی ہوئی تھیں لیکن جب گل نے دیکھ لیا تو وہ گلا کھنگالتے ہوئے عماد کو مخاطب کرنے لگیں۔

وہ پل میں گل کا ہاتھ چھوڑتے اس سے زرا فاصلے پہ ہوا جبکہ گل مارے حجالت کے نظریں نہ اٹھا پائی تھی۔

"میں بس جا ہی رہا تھا امی۔۔۔" وہ نظریں چراتا ہوا بولا تو گل بھی جانے کے لیے پر تولنے لگی، وہ دونوں ایک ساتھ جانے لگے کہ وہ ٹکرا گئے آپس میں۔ عماد اس کو رکنے کا کہتے خود پہلے گیا اور گل شرمندہ سی اس کے نکلتے ہی جانے لگی۔

"لگتا ہے کچھ زیادہ ہی تنگ کرتا میرا بیٹا کہ کہنے پہ بھی نہیں چھوڑتا۔" تائی جان ٹیبل سے برتن سمیٹتے ہوئے کچھ ذو معنی بولیں تو گل مزید شرم سے سرخ پڑ گئی اور بغیر نظریں اٹھاتے ان کے ساتھ ہی برتن اٹھانے لگی۔

"نہیں وہ بس ایسے ہی۔۔۔۔" اسے سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے۔

"بس کرو اب مجھ سے کتنا شرماؤ گی آگے ہی لال ہوئی پڑی ہو، خیال رکھا کرو اپنا بہت بہت۔" اس کو مزید شرماتا دیکھتے وہ ہنستے ہوئے بولی کہ وہ بس مسکرا دی۔

www.novelsclubb.com

"چلو جاؤ کمرے میں آرام کرو باقی میں کر لوں گی۔"اس کو نرمی سے کہتے کمرے میں بھیجنے لگی کہ وہ جی کہہ کے وہاں سے کھسک گئی کہ اس کی جلدی دیکھتی وہ سر نفی میں ہلاتیں ہنس دیں اور دونوں بچوں کے لیے دعائیں کرنے لگیں۔

______________*

"حیام اٹھے تو اس کو میڈیسن دے دیجیئے گا، میں تو ابھی جا رہا ہوں کسی کام سے۔۔" آئینے کے آگے کھڑے ہوتے بالوں پہ برش پھیرتے اس نے سنجیدگی سے کہا اور برش واپس ٹیبل پہ رکھتے ہوئے پرفیوم اٹھاتے سپرے کرنے لگا۔

"جی میڈیسن میں دے دوں گی آپ ناشتہ کر لیں پہلے میں بس جلدی سے بنا دیتی ہوں۔"وہ بلینکٹ کو طے کرتی ہوئی بولی جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھی۔

"نہیں ناشتہ نہیں کروں گا ابھی آپ کے بابا کو ملنے جانا ہے آفس کے سلسلے میں ورنہ لیٹ ہو جاؤں گا۔" آج وہ معمول سے ہٹ کے پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا جس پہ وہ جیکٹ پہننے والا تھا، زوفا نے جیکٹ کو پہلے ہی ہینگر سے اتار کے ڈریسنگ کے پاس رکھ دیا تھا۔

"یہ آپ کی جیکٹ بہت گرم ہے۔۔۔" زوفا ایک بار جیکٹ کو پہنتی ہوئی مزے سے بولی تو اصفحان آئینے میں اس کو مسکراتا دیکھنے لگا۔

"ہاں جب میں پہنتا ہوں تو سردی نہیں لگتی۔" وہ زومعنی بولتا ہوا جیکٹ میں ہی ہاتھ اس کی کمر پہ ٹکاتا ہوا اپنی طرف کھینچنے لگا کہ اس غیر متوقع افتاد پہ وہ ناسمجھی سے اس کی طرف کھینچتی آئی' جبصور تحال سمجھ آئی تو یکلخت وہ بوکھلا اٹھی ساتھ ہی رخسار گلال بکھیر نے لگے۔

"اس طرح بھی مجھے سردی نہیں محسوس ہوتی۔" اس نے دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا ساتھ ہی اپنے ہاتھ مکمل اس کے گرد باندھے تھے۔

"آپ کو اب لیٹ تو نہیں ہو رہا نا۔" وہ بھنویں سکیڑتی ہوئی گھور کے بولی تھی، بے ساختہ ہی میں اس نے بھی اپنے ہاتھ اس کے بازو پہ رکھے تھے۔

"آپ لیٹ کروا رہی ہیں۔۔۔" سارا الزام اس کے سر ڈالتے وہ مسکایا تھا کہ اس کی مسکراہٹ کو اتنے قریب دیکھتی زوفا کی کو جیسے پیٹ میں گدگدی سی ہوئی تھی۔

"یہ جو آپ کی مونچھیں ہیں نا۔۔۔۔" اس کی مونچھوں کو اپنی نازک انگلیوں سے چھوتی وہ شریر لہجے میں بولی تھی۔

"آپ کو چبھتی نہیں۔۔۔؟" اس نے کہتے اصفحان کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا لیکن اس کی پر شوق نگاہوں سے خود کو تکتا پا کے دوبارہ سے جھکا گئی۔

"جیسے آپ کو چبھتی ہیں۔۔۔!؟" اس کے سوال پہ وہ معصوم لہجہ اپناتے ہوئے پوچھنے لگا کہ زوفا اس کی بات سنتے شرم سے اس کے بازو پہ ہاتھ مار گئی۔

"اتنی دیر میں آپ نے ناشتہ کر لینا تھا۔" وہ جتاتی ہوئی بولی اور اس کے بازو خود سے ہٹانے چاہے جب وہ شریر ہوتا ہوا اس کو چھوڑنے کے بجائے اس کی راہ فرار کو تنگ کر گیا۔

"اصفحان! لیٹ ہو رہے ہیں آپ۔۔۔" وہ ہلکا سا چیخی تھی کہ وہ ہنستا ہوا اس سے دور ہوا۔

اس کی جیکٹ اتارتے اس کو تھماتی ہوئی وہ دوپٹہ اوڑھتی ساتھ ہی باہر آ گئی۔

اس کو رخصت کرنے کے بعد وہ دادی جان کے کمرے میں گئی کہ ان کو جگا سکے۔

دادی جان اپنے کمرے میں بیٹھی تسبیح کرنے میں مصروف تھیں تو زوفا کیچن میں آ گئی ناشتہ دیکھنے۔ تھوڑی دیر میں زرگل کے ساتھ ابان بھی اس کے پاس ہی آ گئے۔ ان سے باتیں کرتے وہ ملازمہ سے ناشتہ تیار کروانے لگی۔

__________________**

کہاں ہم کہاں وصل جاناں کی حسرت

بہت ہے انہیں اک نظر دیکھ لینا

سورج کی کرنین ہلکی ہلکی سی کرنیں کھڑکی سے اندر آتیں پردوں سے اٹھکیلیاں کر رہی تھیں جب اس نے خود کو کسی نرم گرم حصار میں محسوس کرتے سکون سے آنکھیں کھولیں تو نظریں سیدھا اس کی بند آنکھوں کو ٹکرائیں تو اس کے شنگرفی لب مسکرائے تھے ساتھ ہی آنکھوں میں چاہت کے رنگ نمایاں ہوئے تھے۔

اس نے ہاتھ بڑھاتے اس کے ماتھے پہ بکھرے بال سنوارے تھے ساتھ ہی اس کے گال پہ اپنا مرمرئی ہاتھ رکھا۔

رات کے آخری پہر جب اس کی آنکھ کھلی تو جانی پہچانی خوشبو محسوس کرتے اس کے حواس سنسنا اٹھے، رگ جان کا سوچتے اس نے اس کے لمس محسوس کرتے

ہوئے گردن ہلکی سی گھمائی تو وہ اس کے بے حد قریب خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔۔

اپنی بصارتوں پہ یقین نہ کرتے اس نے کروٹ بدلنی چاہی جب اس کا بازو اپنے گرد لپٹا پایا۔۔اب قدرے غنودگی ختم ہو چکی تھی تبھی وہ ہوش میں تھی۔

آہستہ سے وہ کروٹ اس کی طرف لیتی ہوئی مڑی تو مسکراہٹ اس کے لبوں پہ رقصاں ہوئی مطلب جو وہ رات کو سمجھ رہی تھی کہ اس کا وہم' خیال یا خواب ہے وہ واقعی حقیقت میں اس کے پاس موجود تھا۔

اور اب جب وہ دوبارہ صبح اٹھی تو اس کا رہا سہا شک بھی حقیقت واضح کر رہا تھا۔۔وہ اس کے پاس تھا اور وہ اس کے پہلو میں۔۔۔

کافی دیر یونہی اس کو ایسے ہی محبت بھری نظروں سے تکتی رہی جیسے وہ سارے گزرے دنوں کا حساب چکا رہی تھی اس کو دیکھ کے۔

آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد

آج کا دن گزر جائے نہ کہیں

"میسنے کہیں کے،اب بھی نہ آتے رک جاتے تھوڑے دن میں خود آجاتی آپ کے پاس خوامخواہ ہی آپ نے تکلف کیا۔" اس کو گھورتی ہوئی وہ بالکل سرگوشیانہ اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی ساتھ ہی اس کی مغرور ناک کو اپنی انگلی سے چھیڑتی ہوئی ہلکے سے اس پہ بوسہ لیا تھا۔

اب کے نظریں اس کی بند آنکھوں پہ گئیں جہاں کالی گھنی خم دار پلکیں پہرے دار تھیں۔

"یہ جو کالی آنکھیں ہیں نا بہت پیاری ہیں، آپ مجھے کلاس میں سب کے سامنے گھورتے تھے جبکہ اندر ہی اندر پیار بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔" وہ مبہوت سی اس کی پلکوں پہ اپنی انگلی پھیرتی ہوئی ہلکا سا ہنس کے بولی اور ان پہ ہلکے سے پھونک مارنے لگی۔

"آپ کی ہلکی ہلکی داڑھی 'نہیں شیو۔۔ یہ کتنی سوٹ کرتی ہے آپ پہ بالکل ہینڈ سم ہیرو۔" اب اپنی انگلی اس کی شیو پہ پھیرتی ہوئی اپنے نام کا ایچ لکھنے لگی۔

"سن تو نہیں رہے نا۔۔۔" وہ کچھ مشکوک سی ہوتی ہوئی اس کی بند آنکھوں کو دیکھتی ہوئی بولی وہ جو اس کے چہرے پہ ہاتھ رکھنے سے ہی بیدار ہو گیا تھا ایک ایک حرکت کو ایک ایک لمس کو محسوس کر رہا تھا۔۔۔ اس کی باتیں اسے جوابی کاروائی کرنے پہ مجبور کر رہی تھیں۔ اس کے سوال پہ وہ بہت مشکل سے اپنی مسکراہٹ دبا گیا ورنہ ابھی دل چاہ رہا تھا کہ دل کھول کے بیگم کی شرارتوں پہ ہنسے۔۔

"آپ کو پتا ہے میں نے کتنا مس کیا آپ کو؟" اب کے وہ تھوڑا دکھی لہجے میں بولی جبکہ اس کی مخروطی انگلی اس کے لبوں کے قریب لارہی تھی، اس کے انگلی کی حرکت کو محسوس کرتے جہانگیر کے جیسے سینے میں سانس اٹکی تھی۔

"کب آپ مجھے بیگم کہیں، کب آپ مجھے پکاریں۔۔۔" اسکے لبوں کے کناروں کو انگلی سے محسوس کرتے ہوئے وہ مزید قریب ہوئی تھی۔ رخسار پہ بے ساختہ ہی گلابی رنگ نمایاں ہوا تو پلکیں بھی لرزا ٹھیں، اس کی بند آنکھوں کو دیکھتی ہوئی وہ دوبارہ سے نظریں جھکاتی اپنی نظریں انگلی پہ کیں۔ جہانگیر کی گرم سانسیں وہ بخوبی اپنی گلابی پنکھڑیوں پہ محسوس کر سکتی تھی یہ پہلی بار تھا کہ وہ الفت کا اظہار اس طرح پہل کر کے کرنے والی تھی لیکن۔۔۔

اچانک ہی جہانگیر کی سائیڈ ٹیبل پہ پڑا جہانگیر کا موبائل اچانک سے بجنا شروع ہو گیا کہ وہ اس کے چہرے سے نظریں ہٹاتی ہوئی ہڑبڑاہٹ میں اس کے ہی سینے پہ ہاتھ رکھتے زرا اوپر کو اٹھی تھی اور موبائل کو پکڑنا چاہا۔ شاید صبح کا الارم لگا تھا جو ابھی بج

رہا تھا، موبائل کی آواز سنتے جہانگیر نے بھی پٹ سے اپنی آنکھیں کھولیں اور موبائل کو کوسنے لگا تو اگلے ہی لمحے وہ بری طرح درد سے کراہ اٹھا۔

"آہ۔۔۔"

"کیا ہوا۔۔۔؟" حیام موبائل سے نظریں ہٹاتے بوکھلا کے واپس سے جہانگیر کو دیکھتی ہوئی ڈر و خوف سے پوچھنے لگی جبکہ ایک ہاتھ اس نے ڈر سے اپنے منہ پہ رکھ لیا تھا۔

"ہاتھ۔۔۔" وہ بس درد کی شدت سے یہی کہہ پایا تو حیام نے ناسمجھی سے اپنا ہاتھ وہاں سے ہٹا کے وہ بھی منہ پہ رکھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ عاصم کیا ہوا؟" وہ ڈرتی ہوئی بولی کیونکہ وہ ابھی بھی لیٹا ہوا تھا جبکہ وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہائے کیا ہوا ہے بتائیں بھی۔۔۔" وہ روہانسا ہوتی پوچھنے لگی جبکہ وہ کچھ بتا ہی نہیں تہا تھا۔

"کچھ نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔۔" وہ کچھ سنبھل کے بولا اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا جبکہ حیام کا دل جیسے سوکے پتے کی مانند لرز اٹھا تھا، وہ اس کو بازو سے تھامتی ہوئی بٹھانے میں مدد کروانے لگی اور جلدی سے تکیہ اس کے پیچھے سیٹ کیا۔۔۔

"بیمار میں ہوں اور تیمارداری مجھ سے خود کی کروا رہے ہیں۔۔۔" وہ پل میں آنکھوں میں آنسوں لاتی ہوئی بولی تو جہانگیر نے حیرت سے اپنی بیگم کو دیکھا۔

"بیگم تکلیف مجھے ہوئی ہے آنسوں آپ کے نکل رہے ہیں۔۔" جہانگیر متفکر ہوتا ہوا اس کے نین کٹوروں کو آنسوں سے بھرا دیکھ کے بولا تو حیام نے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا۔

"آپ مجھے بتا بھی تو نہیں رہے۔۔" وہ سنبھل کے تھوڑا غصے سے بولی۔

"ایکسیڈنٹ ہوا تھا تو یہاں چوٹ لگی تھی پریشان نہ ہو۔۔۔" وہ نرمی سے بولتا ہوا اپنا بازو اس کے گرد لپیٹتے ہوئے اپنے قریب کرنے لگا لیکن وہ اس کے ایکسیڈنٹ کا سن کے حواس باختہ سی ہوئی تھی۔

"کب ہوا تھا آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں۔۔؟" وہ پل میں پریشان ہوتی ہوئی اپنا رخ اس کی جانب کرتی نظریں وہاں مرکوز کیں جہاں ابھی وہ ہاتھ رکھے ہوئے تھی

"بتاتا کیسے بیگم جان 'آپ بلاک کر کے بیٹھی تھیں۔" اب کی بار جہانگیر شکوہ کرتا ہوا بولا تو بجائے غلطی ماننے کے حیام نے گھورا۔

"ادھر آؤ اب۔۔۔" وہ اپنی باہیں پھیلاتا ہوا اس کو پاس بلانے لگا لیکن اس کی نظریں تو جیسے اب وہاں زخم والی جگہ ٹک گئی تھیں۔

"یہ دکھائیں مجھے۔۔۔" وہ بالوں کو لپیٹتے ہوئے بولی اور ساتھ ہی ادھر اُدھر نظریں دوڑاتی ہوئی اپنی گرم ٹوپی ڈھونڈتی ہوئی اسے پہننے لگی جبکہ جہانگیر اس کو خشمگیں نظروں سے گھورنے لگا۔

"میں تمہیں دیکھنے 'لینے آیا ہوں اور تم میری چوٹ کو دیکھنے کی بات کر رہی ہو۔"

وہ برا مناتا ہوا بولا تو حیام آنکھیں گھما گئی۔

"اوہو عاصم ایک منٹ دکھائیں تو کہاں لگی ہے۔۔"وہ جھنجھلا کے بولی،ایک تو پریشانی ہو رہی تھی اوپر سے جناب کے نخرے۔

"ابھی میں نے شرٹ اتارنی ہے تو تم لال ہو جانا۔" جہانگیر تھوڑی ٹیک چھوڑتا ہوا اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا اور ساتھ ہی جتانا نہ بھولا جس پہ حیام واقعی احساس کرتی ہوئی سٹپٹا اٹھی۔

اس نے جیسے ہی شرٹ کے چار بٹن کھولتے دائیں جانب سے سائیڈ پہ کی تو حیام گھبرا گئی 'وہاں پہ بینڈ تج کیا گیا تھا۔۔حیام منہ پہ ہاتھ رکھے کانپتے ہاتھوں سے اس کو ہلکا سا چھونے لگی۔

"یہ کب ہوا آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔۔"وہ بھرائے لہجے میں بولی اور جہانگیر کو دیکھنے لگی جو خود اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

"دو ہفتے ہو گئے ہیں، گاؤں میں کسی کو نہیں بتایا تھا تم پریشان نہ ہو میں ٹھیک ہوں۔" اپنے سینے سے اس کا ہاتھ ہٹاتا ہوا خود کی گرفت میں لیتے لبوں سے لگاتا ہوا بولا۔

"کہاں ٹھیک ہیں آپ؟، ابھی اتنی درد ہوئی آپ کو۔" وہ تھوڑا ڈانٹنے کے انداز میں تھوڑی دیر پہلے کا حوالہ دیتی ہوئی بولی تو وہ مبہم سا مسکایا اور اس کو پاس کرتے ہوئے آہستہ سے سینے سے لگایا۔

www.novelsclubb.com

ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغر

لب ہلے کہ شکایات نے دم توڑ دیا

"میرا چھوڑو! تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔۔؟"اپنی شرٹ ٹھیک کرتا اب وہ اس سے تفتیشی انداز میں پوچھنے لگا جس پہ حیام نے زخم والی جگہ سے نظریں ہٹاتے ہوئے نا سمجھی سے چونک کے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا نہیں بتایا۔۔۔؟"

وہ جس انداز میں مسکرایا تھا حیام کو لمحہ بھی نہ لگا تھا سمجھنے میں اور اگلے ہی پل وہ گردن تک سرخ پڑی تھی۔

"بتایا تو تھا آپ کو اماں بیگم نے۔۔"وہ نظریں واپس جھکاتی ہوئی اس پہ اور خود پہ بلینکٹ صحیح سے اوڑھنے لگی۔

"تم نے تو نہیں بتایا تھا نا۔۔۔"وہ سنجیدگی سے جتاتے ہوئے شکوہ کر گیا تھا ساتھ ہی اس کے بالوں سے پھر سے گرم ٹوپی اتاری تھی۔

www.novelsclubb.com

"میری طبیعت نہیں ٹھیک تھی۔" وہ اپنے لفظوں پہ زور دیتی ہوئی بولی کہ اسے کونسا فکر تھی میری۔

"تو میڈیسنز بھی تو نہیں کھا رہی تم۔۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو حیام چونک اٹھی بھلا اس کو کیسے معلوم تھا۔

"میرا دل گھبراتا ہے اس سب سے۔۔۔" اس نے اعتراف کرتے ہوئے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تھا جبکہ وہ ایک بازو اس کے گرد اور دوسرے ہاتھ سے اس کے بال سہلا رہا تھا۔

"تو تمہیں یہ بات ڈاکٹر کو بتانی چاہیے تھی نا کہ سب کو یہ بتانا کہ تم میڈیسنز لے رہی ہو۔" وہ سمجھانے والے انداز میں بولا تو حیام خاموشی سے سر ہلا گئی۔

"آپ کو اب درد تو نہیں ہو رہا؟" وہ دوبارہ سے گردن اس کی جانب موڑتی ہوئی چہرے کو دیکھتے پوچھنے لگی جس پہ اس نے مسکراتے نفی میں سر ہلایا اور جھک کے اس کے ماتھے پہ لب رکھے۔

"ویسے ابھی کچھ دیر پہلے تم کچھ کرنے والی تھی۔۔۔" کچھ پل ایسے ہی خاموشی کی نظر ہوئے جس میں حیام اس کے ہاتھ کو تھامے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی جب جہانگیر کی گھمبیر آواز کمرے میں گونجی۔

حیام ناسمجھی سے اس سے پوچھنے لگی۔

"جب تمہاری یہ مخروطی انگلیاں باری باری میرے چہرے پہ اپنا رستہ بناتی ہوئی کہیں جا ٹھہریں تھیں۔" نرمی سے اس کو بازو پہ منتقل کرتا وہ قدرے اس کے چہرے کے قریب جھکتا ہوا یاد دلانے لگا کہ حیام یاد کرتے ہوئے مارے حجاب کے سرخیاں چھلکا گئی۔

"میں تو کچھ نہیں کرنے والی تھی بس آپ کا موبائل اٹھانے لگی تھی۔" وہ مسکراہٹ ڈباتی ہوئی شرارت سے بولی اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"اس سے پہلے۔۔۔" اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو نرمی سے لبوں سے لگاتے ہوئے وہ سرگوشیانہ بولا تو حیام کی آنکھوں میں خوشگوار حیرت آسمائی۔۔۔اپنے تراشے لبوں

کو حسین ساماں بناتی ان پہ مسکراہٹ کھلاتی ہوئی جہانگیر کو سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی اپنی پر شوق نگاہیں اس انگھوٹی پہ ٹکا گئی جو اس کے دائینے ہاتھ میں موجود تھی۔ سادھا سی نفیس سی وہ مندری جو چھوٹے چھوٹے ہیروں سے مزین تھی، درمیان میں بڑا ہرا اجڑا تھا جو اس کی خوبصورتی کو مزید نکھار رہا تھا، اسے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن وہ واقعی بہت قیمتی تھی۔

"اتنی بڑی خوشی کا شکریہ ادا کرنا تو بنتا تھا میرا۔" وہ محبت سے اس کے رخسار کو سہلاتا ہوا سرگوشی میں بولا تو حیام سمٹتی شرماسی گئی۔

"تمہیں بخار ہو رہا ہے پھر سے۔۔۔" اس کی کلائی ابھی اس کی نرم گرفت میں تھی جب جہانگیر نے شرارت سے کہا۔

"نہیں تو۔۔۔" حیام خود کو ٹھیک پاتے ہوئے حیران ہوتی بولی کہ ابھی تو بخار اتر چکا تھا۔

"تو پھر یہ تمہارا چہرہ میری وجہ سے ٹماٹر بنا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو حیام نے مطلب سمجھتی ہوئی خفگی سے اس کے بازو پہ ہلکی سی چپت رسید کر دی۔

"جب اتنے قریب آئیں گے تو ایسا ہی ہو گا۔" وہ ہلکا سا بڑبڑائی تو جہانگیر قہقہہ لگا اٹھا۔

"نیند آ رہی ہے پھر سے۔۔۔؟" تھوڑی دیر میں ہی حیام آنکھیں بند کرتی ہوئی سکون سے اس کی طرف کروٹ لیتے لیٹی تو جہانگیر نے نرمی سے پوچھا جس پہ وہ سر ہلا گئی۔

جہانگیر کو اتنی تو معلومات تھی کہ اس حالت میں نیند بہت آتی لیکن ابھی سے ہی۔۔۔ وہ حیران ہوا تھا۔

اس کے حصار میں کندھے پہ سر رکھے وہ پھر غنودگی میں جانے لگی کہ جہانگیر گھڑی میں صبح کے آٹھ بجتے دیکھتا ہوا خود بھی آنکھیں میچتے ہوئے سکون کی سانس بھر کے

رہ گیا کہ تھوڑی دیر بعد وہ اس کے ساتھ ہی اٹھ جائے، ابھی وہ اس کی نیند میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا تھا تو موبائل پکڑتے اس میں مصروف ہو گیا۔

_________________**

"آج کل کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟" وہ ناشتے سے فارغ ہوتے ہوئے حویلی کے برآمدے میں کرسیوں پہ بیٹھے کچھ ڈرائی فروٹس کھا رہے تھے جب زوفا نے کیف سے مخاطب ہوتے پوچھا۔

"میں کچھ بھی نہیں! ابھی زرا آپ کی بہن نے سنبھالا ہے تو فارغ ہی ہوں۔" وہ ہلکی سی مسکان چہرے پہ سجائے بولا تو زرگل اس کی بے تکی بات پہ گھور کے رہ گئی جبکہ زوفا اپنی مسکراہٹ روک گئی۔

"اور اس کے بعد۔۔۔؟" زوفا نے مسکراہٹ دباتی ہوئی سنجیدگی سے بولی۔

"اس کے بعد جو پہلے کرتا تھا، زیادہ تر عاصم صاحب کو تنگ اور پھر آفس کے کاموں میں مصروف۔" وہ تھوڑا آگے کو جھکتا ہوا سادہ سے لہجے میں بولا اور ساتھ ہی لگے ہاتھوں ابان کے بال کھینچے جو اس کے قریب ہی اپنی ماں کی گود میں بیٹھا مزے سے آخروٹ کھا رہا تھا۔

"ماما ماموں مار رہے ہیں۔۔" وہ چیختا ہوا اس کی شکایت کرنے لگا کہ وہ اپنا منہ کھولے اس آفت کو دیکھنے لگا۔

"بیٹا ماموں پیار کر رہے ہیں مار تو نہیں رہے۔۔۔" وہ ابان کو پچکارتی ہوئی بولی۔

"حیام کو کیا ہوا تھا اچانک۔۔؟" زرگل اب حیام کی طبیعت کے بارے میں دریافت کرنے لگی۔

"اس کو بخار ہو گیا تھا، ڈاکٹر کو چیک کروایا تھا لیکن رات کو اچانک سے تیز ہو گیا تھا پھر تبھی وہ آپ لوگوں سے نہیں مل پائی۔" زوفا تھوڑی فکر سے بولی تو زرگل سر ہلا گئی۔

"میں اس کو پہلی بار مل رہی ہوں تو تھوڑی اکسائیٹمنٹ ہو رہی ہے۔۔۔" وہ ہلکا سا ہنسی تھی جب زوفا کو وہ بالکل کیف کی کاپی لگی کیونکہ دونوں میں بہت مشابہت تھی۔

زرگل اور گلِ لالہ دونوں کے نام پشتو تھے لیکن گلِ لالہ ہی بس پٹھان لگتی تھی اس کے بالوں اور آنکھوں کے رنگ کی وجہ سے، اوپر سے وہ تھی بھی بہت خوبصورت۔۔

"میں جا کے دیکھتی ہوں اٹھے ہیں یا نہیں۔۔" زوفا گود میں رکھی پلیٹ کو واپس سے ٹیبل پہ رکھتی ہوئی بولی اور وہاں سے جاتی بائیں جانب بنی سیڑھیوں کی طرف گھوم گئی۔

"دیکھا کیسے میری خدمتیں ہو رہی ہیں۔۔۔" زوفا کے جاتے ہی کیف فخریہ بولا تو زرگل آنکھیں گھما گئی۔

"جہاں تک مجھے لگا اس کی نیچر ہی ایسی ہے۔۔" زرگل نے اس کی خوش فہمی کو دور کرنا چاہا۔

"ایکچولی میں ان کی بہن کا ہونے والا شوہر ہوں تو وہ مجھے پروٹوکول دے رہی ہیں، زیادہ خود سے باتیں نہ بناؤ۔" وہ دانت پیستا ہوا بولا ساتھ ہی پھر سے ابان ہے بال کھینچے کہ اب کی بار زرگل نے اس کے ہاتھ پہ چپت رسید کی۔

"بکواس۔۔۔" وہ منہ بنا کے اس کی بات کو خاطر میں نہ لائی تو کیف جل بھن کے رہ گیا۔

"ویسے کیا جاتا اگر میں خود رمشا کو چھوڑنے چلا جاتا اس کے گھر یا وہ ہمارے ساتھ یہاں آجاتی یہ بھی تو اس کی بہن کا گھر ہے نا۔" وہ پلیٹ سے پستہ اٹھاتا ہوا شکوہ کرتا ہوا بولا۔

"ہاں بہت اچھے، ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا کہ دلہا پہلے ہی دلہن کے ساتھ کہیں آئے جائے۔" زرگل ایک نظر اس کو دیکھتی ہوئی جتا کے بولی۔

"یہ رسم ہمارے ہاں نہیں سارے ہاں ہے، ویسے بھی ابھی کون ساوہ میری دلہن بن گئی تھی' ابھی تو رشتہ ہی طے ہوا ہے نا۔" وہ کندھے اچکاتا ہوا بولا جیسے یہ بات نارمل تھی۔

"پھر شادی کے بعد ہی گھومتے رہنا اس کے ساتھ۔" وہ ابان کو گود میں اٹھاتی ہوئی بولی اور اس کے پاس سے اٹھتی ہوئی باہر صحن میں تھوڑی دھوپ دیکھتی وہاں چارپائی پہ بیٹھ گئی، پیچھے وہ اس کی نقل اتارتا ہوا باقی کے بادام کھانے لگا۔

_________________**

"حیام۔۔۔!!" وہ دروازے کے باہر کھڑی دروازہ ناک کرتی آہستہ سے اس کو پکارنے لگی۔

زوفا نے ایک دو بار پھر ناک کیا اور جواب نہ پاتے جانے لگی تو دروازہ کھلنے کی آواز پہ رک گئی۔

"جی بھابھی۔۔۔! "حیام مسکراتی ہوئی بولی۔ زوفا اس کی طبیعت ٹھیک دیکھتی ہوئی کھل اٹھی۔

"ماشاءاللہ سے طبیعت ٹھیک ہو گئی ہے اب بہتر لگ رہی ہو۔۔۔" وہ اس کے رخسار کو محبت سے چھوتی ہوئی بولی تو حیام نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آجاؤ ناشتہ تیار ہے، پھر میڈیسن بھی کھانی ہے تم نے۔۔۔ بھائی ابھی تک نہیں اٹھے۔۔" وہ کہہ کے جانے لگی جب جہانگیر کا سوچتے ہوئے رک کے پوچھا۔

"اٹھے تھے تھوڑی دیر پہلے پھر سے سو گئے میں ان کو اٹھاتی ہوں۔۔" وہ ایک نظر اندر کمرے میں دیکھتی ہوئی بولی تو زوفا سر ہلا کے وہاں سے چلی گئی کہ وہ ناشتہ اوپر ہی بھجوا دیتی ہے دونوں کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔

"عاصم! اٹھ جائیں۔" وہ دروازہ بند کرتی ہوئی اس کی جانب آتی احتیاط سے اٹھانے لگی جو ہلکی سی کروٹ لیے پھر سے سو گیا تھا۔ سو تو وہ بھی رہی تھی بس دستک پہ اس کی آنکھ کھل گئی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔؟" وہ آنکھیں مسلتا ہوا آرام سے اٹھ کے بیٹھنے لگا کہ حیام سرعت سے اس کے پاس آتی بیٹھانے میں مدد کرنے لگی۔

"جی ٹھیک ہے، آپ آئیں فریش ہو لیں۔۔" وہ کان کے پیچھے بال اڑستی ہوئی بولی تو جہانگیر سر ہلاتا ہوا اٹھا۔۔

"آرام سے۔۔۔" وہ اس کو سہارہ دینے کے لیے آگے بڑھی جگ جہانگیر مسکراتا ہوا اس کو روک گیا۔

"بیگم میں ٹھیک ہوں آرام سے چل پھر لیتا ہوں۔" وہ مسکرایا تو حیام 'اوہ' کہتی ہوئی زرا پیچھے ہوئی۔

"دھیان سے ٹھیک ہے۔۔۔" جب وہ واشروم میں داخل ہونے لگ تب بھی حیام نے گھبرا کے کہا کہ کہیں درد نہ ہو اس کو چلنے سے۔

www.novelsclubb.com

"بیگم جان آپ ساتھ آجائیں تاکہ آپ آرام سے میرا خیال رکھ سکیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ بوکھلا گئی اور مسکراتی ہوئی نفی میں سر ہلانے لگی۔

"آپ جائیں۔۔۔" وہ کہہ کے خود بیڈ شیٹ کو صحیح کرنے لگی تو وہ سر جھٹکتا ہوا واش روم میں بند ہو گیا۔

بیڈ شیٹ سہی کرتے حیام کی نظر بے ساختہ ہی آئینے کی طرف اٹھی تو ساکت سی رہ گئی۔۔۔وہ کتنی مرجھا سی گئی تھی۔اور وہ اس حال میں تھی عاصم کے سامنے یہ سوچتے ہی وہ شرمندہ سی ہو گئی، بال ایسے جیسے تین دن سے بنائے نہ ہوں اور ایسا ہی تو تھا اس نے کتنے دن ہو گئے تھے اپنا خیال نہیں رکھا تھا۔۔اس نے سب سے پہلے وارڈروب سے اپنا ایک ڈریس نکالا اور بالوں کو سلجھانے لگی۔اس کا ارادہ باتھ لینے کا تھا۔جہانگیر فریش ہوتا باہر نکلا تو وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوتے بالوں کے ساتھ مصروف تھی جن کو دیکھ کے وہ ہولے سے مسکایا تھا۔

"آپ بیٹھے تب تک بھابھی ناشتہ بھجواتی ہیں میں باتھ لے لوں۔" جہانگیر کو دیکھتی ہوئی وہ اپنے کپڑے اٹھاتی ہوئی بولی۔۔

" باتھ لینے لگی ہو۔۔۔" جب وہ پاس سے گزرنے لگی تو جہانگیر نے بازو سے پکڑتے روک کے پوچھا جس پہ وہ سر ہلا گئی۔اس کے اقرار پہ جہانگیر نے گھورا۔

"ابھی صبح طبیعت ٹھیک ہوئی ہے اور اب تم پھر طبیعت خراب کرنے کے چکروں میں ہو، کوئی ضرورت نہیں باتھ لینے کی بس ایسے ہی فریش ہو آؤ۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو حیام کا منہ بن گیا۔

"عاصم میری حالت دیکھیں زرا! میں اس حال میں آپ کے سامنے رہوں کیا۔" وہ بہت آہستہ آواز میں بولی تھی کہ جہانگیر بیڈ پہ بیٹھ کے اس پہ بھرپور نظر ڈالتے ہوئے مسکرایا۔

"بیگم آپ ہر حال میں میرے سامنے آئیں گی تو مجھے پیاری ہی لگیں گی، جاؤ بس چینج کر آؤ۔" وہ محبت بھرے لہجے میں بولا تو حیام ڈریسنگ میں چینج کرنے چلی گئی

پھر فریش ہو کے جب وہ واپس آئی تو ملازمہ کمرے میں موجود ٹیبل پہ ناشتہ لگا رہے تھے۔

حیام بنا دوپٹے کے تھی تو تھوڑی خجل سی ہوتی ہوئی بالوں کو آگے کی طرف کرتے ہوئے بیڈ پہ موجود اپنا دوپٹہ اوڑھا۔

وہ مونگیا رنگ کے کھدر کے سوٹ میں تھی جس پہ ہلکی سی کڑھائی ہوئی تھی، جہانگیر نے اس کے سراپے پہ ایک گہری نگاہ ڈالی تو وہ بلش کرتی ہوئی صوفے پہ جا بیٹھی اس کے شرمانے پہ متبسم ہوتا ہوا اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"یہ شرم آپ کو صبح نہیں آئی تھی جب میری تعریفوں کو پل باندھے جا رہے تھے۔" اپنے کف فولڈ کرتا ہوا وہ کچھ شریر لہجے میں اس کی صبح کی جانے والی جسارتوں کا ذکر کر چھیڑتا ہوا بولا کہ حیام سمجھتے ہی مزید گلنار ہو گئی یعنی وہ جاگ رہا تھا۔

"آپ کو کسی کی باتیں نہیں تھی سننی چاہیے ایسے۔" وہ اس کو شرم دلانے لگی کہ اس نے غلطی کی تھی یہ۔

"انٹرسٹنگ۔۔۔!" وہ ایمپریس ہوتا بھنویں اچکا گیا۔

"اور آپ کو کسی کی نیند کا ایڈوینٹیج نہیں لینا چاہئیے۔۔۔" وہ مسکراہٹ چھپاتا دوبدو بولا تو حیام کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"میں فائدہ اٹھا رہی تھی آپ کی نیند کا۔۔۔!؟" وہ صدمے سے ہلکی آواز میں چلائی تھی جیسے جس پہ جہانگیر نے بنا دیکھے مزے سے پراٹھے کا نوالہ توڑتے ہوئے سر ہلایا۔

"کیا چاہتی ہیں بیگم کہ میں ابھی آپ کے جاگنے کا فائدہ اٹھاؤں۔۔۔" اس کے مسلسل دیکھنے پہ وہ چوٹ کرتا ہوا معنی خیزی سے بولا تو حیام ہوش میں آتے سر جھکا کے ناشتے کی طرف متوجہ ہوئی۔۔

وہ دونوں ناشتے سے فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر میں ہی ملازمہ برتن اٹھانے آگئی۔

"آپ ادھر ہی رکیں میں زرا نیچے سے مل کے آئی سب سے۔" حیام بالوں کو ایک بار پھر سلجھاتے ہوئے آئینے کے سامنے کھڑی ہو کے بولی۔

"نہیں کرو کھلے رہنے دو ان کو۔۔۔" اس کو بال باندھتا دیکھ وہ ٹوک گیا تو دوبارہ سے ان کو کھلا چھوڑتے ہوئے وہ اپنا دوپٹہ سر پہ جماتی ہوئی آئینے کے سامنے سے ہٹی تو ایک نسوانی آواز پہ وہ چونکتی ہوئی دروازے کی جانب دیکھنے لگی۔

"ہاں کھلے رہنے دو اس کو لمبے بال بہت پسند ہیں۔۔۔" یہ زرگل تھی جو کھلے دروازہ کو دیکھتی ناک کرتے ہوئے بولی۔

حیام مسکراتی ہوئی زرگل کی جانب آئی اور اس سے ملنے لگی۔

"اس سے ملو حیام یہ ہماری بہن اور کیف کی سوتیلی بہن۔" وہ بیڈ پہ ٹیک لگاتا ہوا سنجیدگی سے بولا تو سوتیلی بہن پہ حیام نے ناسمجھی سے زرگل کو دیکھا کیونکہ جہاں تک اس کو معلوم تھا کیف کی ہی بہن تھی تو وہ سوتیلی کیسے ہوئی۔

"ایکچولی وہ فضول میں مجھے تنگ کرتا رہتا تو بس ایسے ہی چھیڑنے کے لیے سوتیلا کہتے ورنہ میں سگی بہن ہوں۔" وہ مسکراتی ہوئی حیام کو دیکھتی بولی۔

"اور جہانگیر خان ان کا تعارف بھی تو کروادیں مجھ سے۔" حیام اس کو روم میں لاتے ہوئے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا تو زرگل نے کچھ خفگی سے جہانگیر کو دیکھتے بولا۔

"کیوں تمہیں نہیں پتا۔" وہ آبرو اچکاتے سنجیدگی سے بولا تو وہ کڑھ کے رہ گئی سب ہی ایسے تھے کمینے۔

"شی از مائی ڈئیر وائف۔"

زرگل کی گھوری پہ وہ شرافت سے بولا تو زرگل کھل کے مسکرائی۔

"ہاں بال کھولنے کی فرمائش پہ پتا چل گیا تھا۔" وہ جواباً شرارت سے بولی کہ حیام کے رخسار تپ اٹھے جبکہ جہانگیر نے فرصت سے حیام کو دیکھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب۔۔؟"اپنے پاس بیٹھی حیام کو دیکھتے وہ مسکرا کے پوچھنے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں اللہ کا شکر، آپ سنائیں۔"حیام کو یہ بہت پیاری لگی تھی۔'یہ خان سب کتنے پیارے ہیں'وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی کیونکہ وہ سب کزن ہوتے ہوئے بھی بہت خوبصورت تھے سب اور ان سب میں سب سے پیاری گل۔

جہانگیر تو ہے ہی اس کا تھا تو وہ سب سے پہلے آتا تھا۔

"تمہاری طبیعت نہیں ٹھیک تھی اور نہ ہی خان کی تو میں نے سوچا کہ روم میں ہی آ کے مل لوں۔"زر گل اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی نرمی سے بولی۔

"ماموں'ماما۔۔۔۔؟"حیام زر گل سے باتیں کرنے میں مصروف تھی جب ابان دروازے پہ کھڑے ہو کے جہانگیر کو پکارتا ہوا بولا،اس کے نزدیک یہ اجنبی کا گھر تھا تبھی وہ شرماتا ہوا اندر نہیں آیا تھا۔اس کی آواز پہ حیام کے ساتھ ساتھ زر گل بھی چونکی تھی۔

"ماموں کی جان اندر آجاؤ۔۔۔"جہانگیر اس کو اندر بلانے لگا تو وہ جھجک کے اندر آیا۔۔

"ابان آئی ایم ہئیر، کم اِن بیٹا۔" ابان کو کتراتے دیکھ زرگل نے پکارا تو وہ اپنی ماں کی آواز کے تعاقب میں دیکھنے لگا جو صوفے پہ موجود تھی۔

وہ آہستہ سے قدم لیتا ہوا اپنی ماں کی گود میں چڑھ کے بیٹھ گیا۔

"ابان یہ آپ کی مامی جان ہیں، خان ماموں کی دلہن۔۔" وہ ابان کا تعارف حیام سے کروانے لگی جب وہ حیام سے بھی شرما گیا۔

"تمہارا بیٹا اپنے کیف ماموں سے بلکل الٹ ہے، جتنا یہ شرماتا ہے اتنا ہی وہ بے شرم ہے۔" جہانگیر ابان کے گول رخساروں پہ سرخی دیکھتا ہوا ہنس کے بولا تو حیام بھی مسکرا دی۔

حیام نے آہستہ سے اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کہ وہ اس کے پاس آئے وہ مزید شرماتا ہوا اپنی ماں کی گود میں سمٹ گیا۔

www.novelsclubb.com

"جاؤ مامی بلا رہی ہیں۔۔۔" زرگل نے ابان کو گود سے اٹھاتے حیام کی گود میں بٹھایا تو ایک پل کو حیام بلش کر گئی کیونکہ اس نے کبھی بچوں کو اٹھایا نہیں تھا۔ وہ اتنا بھی چھوٹا نہیں تھا تین سال کا تھا۔

"کیسے ہو۔۔۔؟" وہ مسکراتی اس کے رخسار پہ بوسہ دیتی ہوئی بولی تو وہ ہلکی آواز میں 'ٹھیک' کہتا ہوا جہانگیر کو دیکھنے لگا جو اپنی بیگم کو دیکھنے میں مگن تھا۔

پھر ایسے ہی ان کا آپس میں اچھا وقت گزرا تھا۔۔ زوفا بھی ان کے ساتھ ہی اوپر بنے دوسرے روم میں چلی گئیں تاکہ ان کی باتوں سے جہانگیر اریٹیٹ نہ ہو۔

کیف اصفحان کے واپس آتے اس کے ساتھ مصروف ہو گیا۔۔ جہانگیر ابھی سیڑھیاں اتر چڑھ نہیں سکتا تھا تو وہ روم میں ہی موجود تھا، تو تھوڑی دیر بعد وہ اس کے پاس آ کے بیٹھ گئے، اچھی محفلیں لگائی تھیں انہوں نے آپس میں۔

___________________**

سو چاند بھی چمکیں گے تو کیا بات بنے گی

تو آئے تو اس رات کی اوقات بنے گی

تقریباً رات کے آٹھ بجے کا ٹائم تھا جب وہ گاڑی گھر پارک کرتا ہوا اپنا سوٹ کیس اٹھاتے گھر میں داخل ہوا، خاطر خواہ تو کوئی نہیں تھا گھر میں۔ اس وقت ملازم بھی جا چکے ہوتے تھے۔۔ ویسے تو اسے آتے اکثر نو دس بج جاتے تھے لیکن آج وہ جتنی کوشش کر سکا جلدی آنے کی اس نے کی کیونکہ صنم جانم کا خاص پروگرام تھا کچھ اس کے خیال میں۔

www.novelsclubb.com

وہ لاؤنج سے ہوتا ہوا اپنے کمرے کے پاس پہنچا اور ہلکے سے ناک کرتا اندر داخل ہوا۔۔

"صنم جانم میں آ۔۔۔گیا!" وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوتا خوشگوار لہجے میں بولا تو سامنے منظر دیکھتے وہ ساکت سا ہو گیا الفاظ جیسے کہیں دور کا سوئے۔

"صنم۔۔۔۔"اس کے لب سرگوشانہ ہلے کہ دوسری جانب صنم اچانک سے اس کی آواز سنتے حواس باختہ سی ہو گئی۔

-------*--------

وہ دوپہر سے ہی کھانا بنانے میں لگی تھی ساتھ ملازمہ کو بھی ہلکان کیا ہوا تھا۔ارتسام کی پسند کا کھانا وہ بہت شوق سے بناتی تھی اور اب بھی بہت انہماک سے اس کام میں مصروفِ تھی۔

شام میں کہیں جاکے وہ فارغ ہوئی تھی تو کیچن کی صفائی مکمل کرتے ملازمہ کو بھی چھٹی دے دی۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اب باری تھی تھوڑا سجنے سنورنے کی۔۔

روم میں آتے اس نے سب سے پہلے کمرے کی حالت درست کی، کمرے کے بالکل وسط میں بیڈ موجود تھا جس پہ اس نے اچھے سے شیٹ بچھائی اور وارڈروب سے اپنا وہ پیکٹ نکالا جو صبح دیبا دے کے گئی تھی۔

اس نے صوفے پہ بیٹھے کے وہ پیکٹ کھولا تو اندر سے نہایت ہی خوبصورت سا بلیک کلر کا ڈریس نکلا، وہ اس کے گھٹنوں سے نیچے تک کی لانگ ٹیل فراک تھی، اس کے پہننے سے پاؤں کی پنڈلیاں واضح ہوتی تھیں جبکہ پیچھے سے وہ ٹیل نما تھی۔اس کی فرنٹ پہ بالکل مائنر سا سٹون ورک کیا گیا تھا، ایک باریک سی سٹون لائین سے بیلٹ جیسا ڈیزائن بنایا گیا تھا، جبکہ اس کے بازو نہیں تھے یہ سلیولیس تھی صنم نے اس بات کو نوٹ ہی نہ کیا۔

اس کو یہ ڈریس بہت پسند آیا تھا۔۔۔وہ مسکراہٹ دباتی ہوئی شاور لینے چلی گئی۔۔

شاور لے کے جب واپس آئی تو ڈریس ویسے کا ویسے ہی بیڈ پہ پڑا تھا۔

وہ ہولے سے مسکراتی ہوئی آئینے کے سامنے کھڑے ہوئے اپنے بال سلجھانے لگی ساتھ ہی اس کو بلوڈرائیر کرنے لگی۔

تھوڑی دیر میں بال سکھاتے ان کو کیچر میں مقید کیا، رنگ روپ تو ویسے بھی بہت گوراخوبصورت تھاتو بس اپنی پلکوں پہ ہلکاسامسکاراالگاتے ہوئے اس نے بلش آن لگایا۔۔بلیک کے ساتھ اسے سرخ رنگ کی لپسٹک اچھی لگی تھی۔۔۔لپسٹک کو چھوڑتے ابھی اس نے چینج کرنے کا سوچاکہ پہلے چینج کرلے پھر بالوں کواور باقی چیزیں دیکھے گی۔

وہ ڈریس کو اٹھاتے ہوئے ڈریسنگ میں چلی گئی لیکن جلد ہی احساس ہوا کہ یہ ڈریس اس کے پہننے والا نہیں تھا لیکن اب کیا کر سکتی تھی منگوایا تو تھا لیکن وہ دیباغدار اس کو یہ بولڈ ڈریس لا کے دے گئی تھی۔۔

"یہ۔۔۔اس کی تو بیک نیک بھی ڈیپ ہے بہت۔۔" وہ ڈریسنگ میں موجود آئینے میں پیچھے سے اپنا عکس دیکھتی ہوئی بولی جس میں سے اس کی ہلکی سی کمر نمایاں تھی لیکن زیادہ نہیں۔

"شال سے کوور کرلوں گی۔" وہ سوچتی ہوئی آگے سے ڈریس دیکھنے لگی جو واقع اسی کے سائیز کا تھا۔۔

اس کے خوبصورت دودھیا بازو اس رنگ میں مزید جاذب نظر آرہے تھے۔

لمبی سانس بھرتی وہ باہر آئی اور جیولری کو دیکھنے لگی کہ کیا پہنے۔۔۔وہ پر سوچ ہوتی ہوئی اپنے باکسز کو کھول کے دیکھنے بھلا اس ڈریس پہ کیا سوٹ کرے گا۔۔

ارتسام کا دیا ہوا بریسلٹ اپنی کلائی کی زینت بناتی ہوئی ایک رنگ اٹھاتے دوسرے ہاتھ میں پہنی۔۔ باریک سا نفیس سا ایک لاکٹ اپنی گردن میں پہنا۔اب وہ اپنے بالوں جو دیکھنے لگی کہ کیا کرے۔۔

"کھلے رہنے دیتی ہوں۔۔۔" وہ فیصلہ کرتی ہوئی ان کو ایسے ہی برش کرتی پیچھے کمر پہ کھلا چھوڑ گئی۔

"اب۔۔۔؟" وہ سوچتی ہوئی یاد آنے پہ لپسٹک اٹھاتے ہونٹوں پہ لگانے لگی۔

ابھی اس نے اوپر والے ہونٹ پہ لپسٹک لگائی تھی کہ ارتسام کی آواز پہ چونکنا کیا تھا وہ ڈر کے ہی اچھل پڑی تھی، ہاتھ میں موجود لپسٹک نیچے جا گری۔

وہ حواس باختہ سی ہو کے نیچے گری لپسٹک کو دیکھنے لگی لیکن ارتسام تو جیسے سٹل اسے ہی دیکھنے کی چاہ میں تھا۔۔اس کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا، مطلب آج وہ واقعی اس کو زیر کرنے کے چکروں میں تھی تبھی اس کو چاروشانے چت کیا تھا۔

"آ۔۔آپ آ گئے۔۔" وہ ہلکی سی ہمت کرتی نیچے جھک کے لپسٹک اٹھانے لگی کہ اس کے کندھن وجود کی رعنائیوں سے وہ نظریں بھی نہ چرا سکا جبکہ صنم اس کی جھلساتی نگاہوں کی تپش محسوس کرتے بوکھلا سی گئی تھی۔

اپنا بیگ وہیں ٹیبل پہ رکھتے وہ قدم بقدم اس کے قریب آیا کہ صنم کے چہرے سے ہوائیاں اڑھی تھی، وہ پہلی بار تو قریب نہیں آرہا تھا جو اس کی حالت غیر ہو رہی تھی لیکن آج شاید وہ کچھ زیادہ اہتمام کر گئی تھی۔

ایک پل کو اس کو نظرانداز کرتے وہ لپسٹک کو واپس ٹیبل پہ رکھتے اوپری لب کے رنگ کو بھی صاف کرنے لگی کہ اچانک ہی نرم گرفت ہاتھ پہ پڑنے سے وہ نہ کر پائی۔

"اتنا اہتمام، کچھ مجھ پہ رحم کرتی 'کچھ خود پہ رحم کر لیا ہوتا۔" اس کے قریب آتا سرگوشی میں بولا تھا ساتھ ہی خود رنگ اٹھاتے اس کا رخ اپنی جانب کرتے اس کے نچلے لب کو بھی سرخی سے ڈھکنے لگا۔

اس کے لبوں کو رنگ میں بھرنے کے بعد اب اس کی نگاہوں کا مرکز ہی وہ اسی رنگ میں ڈھکی پنکھڑیاں تھی۔ صنم کی ہتھیلیاں یکلخت ہی پسینے سے شرابور ہوئیں

www.novelsclubb.com

کہ وہاں سے بھاگنے کے پر تولنے لگی لیکن ہمت کہاں تھی ٹانگوں میں جو ابھی اس کا ساتھ دیتیں۔

ارتسام نے ہاتھ بڑھاتے ہاتھ کی پشت سے اس کے رخسار کو سہلایا اور بغور اس کی بند آنکھوں کو دیکھا جو گھبراہٹ میں سختی سے میچ چکی تھی۔

"ابھی یہ سرخ رنگ مجھے رقیب سالگ رہا کیا خیال ہے اتار دوں!" وہ اس کے کان پہ جھکا سرگوشی میں اس کو بتارہا تھا یا پوچھ رہا تھا لیکن پھر بھی صنم نے جھٹ سے نفی میں سر ہلایا۔

"اس معاملے میں کبھی تمہاری بات مانی میں نے؟" ایک ہاتھ سے اس کے سلکی گھنی زلفوں کو محسوس کرتے وہ شرارت پہ آمادہ تھا۔

"ارتسام کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔۔۔" اس کی پیش قدمی کو روکنے کی خاطر وہ بروقت کھانے کا زکر کر چھیڑ گئی کہ وہ اسے خشمگیں نظروں سے گھورنے لگا۔

ہلکا سا نرمی سے محبت بھرا بوسہ لیتے وہ اس کی جان خلاصی کر گیا جس پہ وہ اپنی دھڑکنوں کا شمار کرتی گہرہ سانس بھر کے رہ گئی۔اس کا گال تھپتھپاتا ہوا وہ فریش ہونے چلا گیا پیچھے وہ جلدی سے شال خود پہ لپیٹتی کیچن میں چلی گئی۔

دس پندرہ منٹ میں کھانا گرم کر کے اس نے ٹیبل پہ لگایا کہ ارتسام بھی اپنی شرٹ کی کہنیاں فولڈ کرتا ہوا مسکراتا ہوا آیا۔

اس کے دیکھنے پہ صنم بھی نرمی سے مسکرائی اور اس کے ساتھ والی چیئر پہ ہی بیٹھ گئی۔

صنم ارتسام کی مسلسل نگاہ الفت پہ نظریں چراتی کھانا کھا رہی تھی لیکن اس نے تو جیسے قسم کھا رکھی تھی اس کی جان خشک کرنے کی۔

"کھانے کے بعد میٹھے میں کیا ملے گا۔۔؟" مکمل خاموشی کو اس کی گھمبیر آواز نے توڑا تو صنم نے کھیر والا باؤل اس کے سامنے رکھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کھیر بنائی ہے نا میں نے۔" وہ چہکتی ہوئی بولی جبکہ ارتسام اس کی کھیر کو نظر انداز کرتا ہوا اس کی کلائی کو پکڑتے تھوڑا قریب کر گیا۔

"مجھے تمہیں چکھنا ہے۔۔" وہ ذومعنی سے بولا کہ صنم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس ہوئی۔

سرخ چہرہ لیے اس نے پلکوں کی جھالر کو اٹھاتے ارتسام کو دیکھنا چاہا جو محو سے اسی کو تکنے میں مصروف تھا۔

"ارتسام کھانا کھائیں پلیز۔۔" اپنا ہاتھ چھڑاتی وہ اس سے قدرے فاصلے پہ ہوتی حیا آمیز لہجے میں مسکراہٹ دباتے بولی جس پہ وہ اس کو اپنی گرفت سے آزاد کر گیا۔

شال سے اس نے اچھے سے اپنے بازو لپیٹے ہوئے تھے، کھانے سے فارغ ہوتے صنم آہستہ سے برتن سمیٹتی کیچن میں رکھنے لگی، ارتسام بھی اس کے ساتھ ہی کیچن میں گیا۔۔ وہ اس کی مدد کم اس کو ستا زیادہ رہا تھا۔

"آئی ایم ویٹینگ۔۔" وہ آنکھ دباتا ہوا کمرے میں چلا گیا پیچھے وہ مسکراہٹ چھپاتی رہ گئی۔

اگلے دو منٹ میں وہ اپنا کام کرتی کمرے میں داخل ہوئی تو ارتسام آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے خود پہ سپرے چھڑک رہا تھا جب اس کی نظر صنم سے ٹکرائی۔

"صنم جانم آج تو میری جان لینے کے درپہ ہیں خیریت۔۔" وہ چلتا ہوا اس کے قریب آتے گھمبیرتا سے بولا صنم مسکراتی سر جھکا گئی۔

"بس ایسے ہی سوچا کہ میں بھی ذرا شوہر کے رنگ میں رنگ جاؤں۔" اس کے کندھے پہ اپنا نازک ہاتھ رکھتی وہ پل پل اس کو حیرت زدہ کر رہی تھی۔

"بہت ہی خوبصورت سوچ ہے صنم جان۔۔" اس کے اسی ہاتھ کو تھامتا اپنے لبوں سے لگاتا بولا کہ چاند کی چاندنی ساری اس کے صبیح چہرے پہ آسمائی تھی۔

"ڈنر بہت مزے کا تھا،اب کچھ میٹھا مل جائے تو میں ٹھیک سے شکریہ ادا کر سکوں۔"اس کے بالوں کی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے وہ ذو معنی لہجے میں بولا کہ صنم کی پلکیں حیا سے لرزا ٹھیں،اس کے تھامے ہاتھ میں ہاتھ کپکپا اٹھا۔

آہستہ سے جھکتے ارتسام نے اس کی ٹھوڑی کو چوما تھا۔

شب وصال ہے گل کر دو ان چراغوں کو

خوشی کی بزم میں کیا کام جلنے والوں کا

وہ آہستہ سے دور ہوتا ہوا کمرے کی لائٹ کو بجھا گیا کہ صنم کے لبوں پہ شرمگیں مسکراہٹ رقصاں کر گئی۔چلتا اس کے پاس آیا،ہاتھ تھام کے آئینے کے سامنے لایا جہاں ان دونوں کا عکس واضح تھا۔اس کی گردن پہ اپنی انگلیاں گھماتے اس باریک

سی چین کو اتارتے وہاں اپنے نرم پر حدت لبوں کا لمس بکھیر نے لگا کہ وہ خود میں سمٹنے لگی۔

"میرا میٹھا ہو گیا۔۔" وہ شریر سا بولا تو صنم بلش کر گئی، ابھی اس کی دھڑکنوں نے جیسے اس سے دغا کیا تھا جو آہستہ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں الٹا پل پل بڑھتی جا رہی تھی۔

اس نے اپنے ٹراؤزر کی پاکٹ سے کچھ نکال کے آرام سے صنم کی گردن پہ پہنایا کہ اس ملگجے سے اندھیرے میں وہ ایک نفیس سالاکٹ محسوس کرتی مسکرا دی۔

"کیا میں مشکور ہوتا تمہارا شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔۔" اس کے کان کی لو کو چومتے ہوئے جیسے وہ اجازت چاہ رہا تھا۔

"پہلے کبھی پوچھا ہے آپ نے۔۔۔؟" وہ نروٹھے پن سے اس کی طرف اپنا رخ کرتے بولی تو ارتسام قہقہہ لگا اٹھا اس کے شکوے پہ۔

"پہلے کبھی آپ اس قدر جان لینے کے درپہ نہیں آئی تھیں جانم۔۔"اس نے بازو کی نرمیاں محسوس کرتے اپنی انگلی سے ٹریس کرنے لگا کہ صنم کا دیکھنا محال ہوگیا۔

"جب جانتی ہو کہ شوہر پہلے سے ہی اتنا گرویدہ ہے تمہارا تو کیوں اپنی جان کے لیے مشکل بنائی۔۔"اب کی بار وہ سرگوشی میں جیسے اس کو غلطی گنوا رہا تھا جس پہ صنم کھلکھلا اٹھی۔

اوس سے پیاس کہاں بجھتی ہے

موسلادھار برس میری جان

وہ شریر سی سرگوشی کرتا اس کو اپنے ساتھ لگاتا موبائل پہ ہلکی سی دھن بجاتا ہلکے سے ڈانس سٹیپس پہ مووو کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"رومینٹک کینڈل لائٹ ڈنر مکمل ہونا چاہیے۔"اس کو گھماتا اپنے بازو پہ گراتا ہوا اس کے رخسار پہ لب رکھ گیا کہ صنم اس کے محبت بھرے لمس میں ناز سے مسکرا دی۔

___________________**

"جی ماما آپ نے بلایا تھا۔"وہ اپنے ماما بابا کے روم میں داخل ہوتے ہوئے بولی،ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اظہر صاحب ڈرائیور کے ساتھ اس کو چھوڑ کے گئے تھے گھر کیونکہ وہ سب گاؤں جانے لگے تھے۔

"جی بیٹے آپ سے ضروری بات کرنی تھی ہم نے ادھر آئیں ہمارے پاس۔"اس کے بابا نے اپنے پاس بلاتے پیار سے کہا تو وہ اس کے پاس جا کے بیٹھتی لاڈ سے سینے پہ اپنا سر جما گئی۔

"کیسے گزرے وہاں دن،سب ٹھیک تھا نا۔"اس کے سر پہ بوسہ دیتے ہوئے بولے تو وہ سر ہلا گئی۔

"جی سب بہت اچھے تھے، جہانگیر بھائی کے ساتھ آتی جاتی رہتی تھی پھر اصفحان بھائی اور جہانگیر بھائی کے کہنے پہ ان کے گھر ہی رک گئی۔۔"وہ ان کو سرسری سا بتانے لگی، اپنی ماما سے تو روز بات ہوتی تھی اس کی اور ان کو وہ بتا چکی تھی پہلے سے ہی سب۔

"اور جس کے لیے وہاں گئی تھیں وہ کیسے تھے۔۔؟"انہوں نے کیف کا نام لیے بغیر اس کے بابت دریافت کیا۔

"اب تو وہ بالکل ٹھیک ہیں آپ کی بیٹی ایسا ویسا کام نہیں کرتی، لیکن ہیں بہت ہی کوئی سڑیل قسم سے، باقی سب سے تو ہنسی مزاق میں بات کرتے تھے بس مجھ سے بات کرنے پہ جانے ان کو کیا ہوتا تھا۔"وہ منہ بناتی ہوئی بتانے لگی جس پہ اس کی ماما کے ساتھ ساتھ بابا بھی مسکرائے۔

"وہ اپنوں کے ساتھ زرا گھل مل کے رہتا ہے نا تبھی تم کو سرد مہری دکھاتا ہوا گا۔" اس کی ماما نے کیف کی بھرپور حمایت کی۔

"میں کوئی غیر تو نہیں تھی ان کی بھابھی کی بہن تھی۔۔۔" وہ برا مناتے ہوئے بولی۔

"لیکن وہ تب غیر ہی سمجھتا تھا، اس لیے ہم نے سوچا کہ اسے اپنا بنالیں ہم۔۔۔" وہ تمہید باندھتے ہوئے ڈھکے چھپے لفظوں میں بولے کہ رمشا کو کچھ سمجھ نہ آئی۔

"اپنا کیسے بنانا ہے ان کو، کیا بھائی بنا رہے ہیں میرا۔" وہ استہزایہ مسکراتی ہوئی بولی کہ اس کی ماما کے آنکھیں دکھائیں۔

"کتنا فضول بولتی ہو تم، آپ اس کو سیدھی طرح بتائیں بھی خوامخواہ پہیلیاں بنا رہے ہیں۔" اب کی بار اس کی ماما سنجیدگی سے بولیں تو اس کے بابا نے کہنا شروع کیا۔

"بیٹا انہوں نے ہم سے آپ کا کیف کے لیے رشتہ مانگا ہے جو ہم نے ہاں کر دی۔۔۔" وہ بنا کوئی ادھر اُدھر کی بات کیے بولے تو وہ سناٹوں میں آگئی۔ اس کو لگا جیسے اس نے غلط سنا ہو کچھ۔

"جی۔۔۔؟" وہ ناسمجھی سے بولی۔

"اظہر صاحب کیف کے والد نے آپ کا ہاتھ مانگا ہے اپنے بیٹے کے لیے، اصفحان اور زوفا سے مشورہ کر کے ہم نے ہاں کر دی۔۔" وہ نارمل انداز میں مسکرا کے بولے کیونکہ انہیں اس رشتے میں کوئی قباحت محسوس نہ ہوئی تھی جبکہ رمشا کا حال جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والا تھا، وہ ہونق بنی اپنے بابا کو دیکھ رہی تھی۔

"لیکن وہ تو بہت سڑیل ہیں، مجھ سے تو سہی سے بات بھی نہیں کرتے۔۔۔" وہ دکھ لہجے میں بولی۔

"بیٹا میں نے پہلے بھی کہا کہ وہ اپنوں میں گھل مل جاتا تو جب آپ بھی ان کی اپنی بنے گیں تو وہ آپ سے ٹھیک ہو جائیں گے۔" اب کی بار وہ رسان سے سمجھانے لگے تو رمشا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے، یا جب تک آپ وہاں تھیں کوئی غیر اخلاقی حرکت کی ہو اس نے۔۔۔" اس کی ماما نے سنجیدگی سے پوچھا جیسے کچھ جاننا چاہا

تورمثا نے جھٹ سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں ماما ایسی کوئی بات نہیں، انہوں نے کبھی کوئی غیر اخلاقی حرکت نہیں کی وہ بس کام کی بات پہ مجھ سے مخاطب ہوتے تھے ورنہ نہیں۔" وہ ان کو تفصیلاً بتانے لگی، بھلا کیف کیوں ایسی حرکت کرے گا جب کے وہ سب کو اچھے سے جانتی تھی اور انکار کرنے کی کوئی خاص وجہ بھی نہیں تھی۔

"تو اگر وہ شادی کی بات کریں تو ہم رضامندی دے دیں ان کو۔" اس کے والد نے پوچھا تورمثا ایک پل چونکی۔

"شادی اتنی جلدی۔۔۔!" وہ حیران ہوئے بنا نہ رہی۔

"جی بیٹا وہ جلدی شادی کرنا چاہ رہے ہے۔۔ اگر آپ کو اس سے کوئی اعتراض ہے تو بتا دیں ہم تھوڑا وقت لے لیتے ہیں، ویسے بھی زوفا آپ کے قریب ہی ہو گی۔" اس کی ماما نے نرمی سے بات کہی۔

"نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں، جیسا آپ کو مناسب لگے۔۔۔" وہ مسکرا کے بولتی ان کو خوشی کی لہر دے گئی، اس کے والد نے اس کا سر چوما تو ماما نے بھی اس کو گلے سے لگایا۔

"حیام بھی آپ کے ساتھ ہو گی اچھی دوستی ہے آپ کی اس سے تو آپ اداس بھی نہیں ہو گی۔" وہ گلے لگاتے ہوئے بولی تو رمشا محض سر ہلا گئی۔

"مطلب جو میرا اپیشنٹ تھا اب میں ان صاحب کی بیوی بننے جا رہی ہوں۔" وہ دل میں سوچتی ہوئی ایک بار ہنسی تھی۔

وہ اس بات سے بخوبی واقف تھی کہ کیف حیام کو پسند کر کے شادی کرنے والا تھا کہ لیکن قسمت کو کچھ اور منظور تھا جو وہ اس کی بھابھی بن گئی۔۔۔ کیف کا حیام کے ساتھ وہ رویہ دیکھ چکی تھی وہ بالکل اس سے نارمل بات کرتا تھا کبھی بھی کچھ جتایا نہیں تھا اور سب سے ضروری بات کیف اپنی زندگی میں خوش تھا اور حیام اپنی

زندگی میں جہانگیر کے ساتھ خوش تھی۔تو وہ بھی مطمئن تھی اس رشتے سے تبھی ہامی بھر لی۔

----------*----------**

حیام جب صبح اٹھی تو جہانگیر بیڈ پہ موجود نہیں تھا،وہ بیٹھتی ہوئی اپنے بال باندھنے لگی جب جہانگیر کی شرٹ اس نے سامنے صوفے پہ دیکھی۔وہ چلتی ہوئی صوفے کے پاس آئی شرٹ اٹھا کے دیکھا جس پہ تھوڑا سا خون لگا ہوا تھا۔۔وہ خون کو دیکھتی حواس باختہ سی ہو گئی جہانگیر کی فکر ستانے لگی۔وہ آواز لگاتی ہوئی کمرے سے باہر جانے لگی یہ سوچ کے کہ شاید وہ باہر ہو لیکن باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز سنتے وہ رک گئی یعنی وہ باتھ لے رہا تھا۔

"عاصم آپ باتھ لے رہے ہیں۔۔؟"اس کی شرٹ کو پکڑتے وہ باتھ کے باہر کھڑی ہوتی پوچھنے لگی جب اندر سے اس کی سنجیدہ سی آواز ابھری۔

"اندر آ کے دیکھ لو۔"اس کی بات سنتے وہ بری طرح سٹپٹائی۔

"سیدھا جواب بھی دے دیا کریں کبھی۔"وہ منہ بنا کے طنزیہ بولی۔

"بی بی جی یہ صاحب کے کپڑے ابھی ان کی بہن نے دیئے۔۔"دروازے پہ دستک ہوئی تو حیام نے دیکھا ملازمہ جہانگیر کے کپڑے اس کو دے رہی تھی جو زرگل نے دیئے تھے۔

"عاصم آپ کے کپڑے میں نے یہاں باہر ہینگ کر دیئے ہیں۔۔۔"وہ باتھ کے باہر اس کے کپڑوں کو ہینگ کرتی خود اپنا ایک ڈریس لیتی ساتھ والے روم میں چلی گئی کہ خود بھی فریش ہو جائے۔

آج اس کی طبیعت ٹھیک تھی۔وہ چینج کر کے جب واپس آئی تو عاصم ڈریسنگ کے آگے کھڑے ہو کے اپنے بال بنا رہا تھا۔۔حیام مسکراتی ہوئی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوتی اپنے بال سلجھانے لگی۔

www.novelsclubb.com

"آج ہم نے واپس گاؤں جانا ہے نا۔" بالوں کو آگے کی طرف کرتے بغیر اس کو دیکھے وہ عام سے لہجے میں بولی۔

"ہم آج گاؤں جائیں گے پھر کل صبح واپس شہر میں اور تم۔۔" وہ سر ہلاتا ہوا بولا اور اچانک ہی حیام کو کمرے سے پکڑتا اپنی قریب کر گیا کہ وہ اچانک افتاد پہ دل تھام کے رہ گئی، اس کے بال جو پہلے ہی آگے تھے وہ بکھر کے چہرے پہ آ گئے۔

"رات کو اتنی لیٹ روم میں کیوں آئی۔۔؟" وہ سرد لہجے میں بولا کہ حیام نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔

"ہم اب بیٹھی باتیں کر رہی تھیں تو وقت کا پتا نہیں چلا۔" اس کے حصار میں کھڑی اپنے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"طبیعت کیسی ہے؟" اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ اس کے سینے پہ رکھ گئی کیونکہ وہ جن نظروں سے دیکھ رہا تھا اس سے اس کے گال دہک اٹھے تھے۔۔ تبھی وہ اس کے سینے پہ سر رکھتی اپنے لیے جا پناہ بنا گئی۔

"ٹھیک ہوں اب۔۔" وہ آہستہ سے اس کے سینے پہ انگلی پھیرتی ہوئی بولی تو جہانگیر نے اپنے بازو اس کے گرد لپیٹے۔

"شہر جا کے پر اپر چیک اپ کے لیے بھی جانا ہے تو جلدی واپس آجائیں گے اوکے۔" اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتا وہ نرمی سے بولتا اس کی ٹھوڑی کو چوم گیا جس پہ وہ سرخ پڑتی محض سر ہلا گئی۔

"آپ کا زخم کیسا؟ آپ کی شرٹ پہ خون بھی لگا ہوا تھا۔" اچانک یاد آنے پہ وہ پریشانی سے پوچھنے لگی۔

"ہاں زخم ٹھیک ہے اور شرٹ پہ شاید رات کو خون لگ گیا تھا کبھی کبھی ایسا ہو جاتا۔" وہ نارملی انداز میں بتاتا ہوا اس کے بالوں کو کندھے سے پیچھے کمر میں پھینک گیا، اس کی شفاف گردن اب واضح تھی جو اسے مزید بہکا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

آہستہ سے اس کی گردن پہ اپنے ہاتھ کی پشت پھیرتا ہوا اس کے چہرے کو دیکھنے لگا جو سرخ پڑتے نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

ہم کو معلوم نہیں محبت کے تقاضے لیکن

ہم نے تیرے سوا۔۔۔۔ہر بات بھلا رکھی ہے۔۔

وہ نرمی سے جھکتا اس کی گردن پہ اپنے لب رکھ گیا کہ حیام اس کا پر حدت لمس محسوس کرتے سختی سے آنکھیں میچ گئی۔

"تمہیں بخار ہو رہا ہے پھر سے۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا ذو معنی لہجے میں بولا تو حیام جھٹ سے آنکھیں کھولے اس کو دیکھنے لگی لیکن اگلے ہی لمحے نظریں چراتی نفی مین گردن ہلا گئی۔

"اپنی ادائیں دکھا کے کسی دن جان لے لوگی۔۔۔"اس کی حیا سے جھکی پلکوں کو دیکھتا وہ مخمور سی سرگوشی کرتا ہوا اس کے ماتھے کو محبت سے چومتا اس سے فاصلے پہ ہوا تو حیام گہرے سانس بھرتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کو سختی سے تھام گئی۔

"اور آپ کسی دن اپنی قربت سے میری جان نکال دیں گے۔"وہ دل میں سوچتی گہرہ سانس بھرتے برش اٹھاتے بیڈ پہ بیٹھ گئی کیونکہ کھڑے ہونے کی سکت ابھی باقی نہیں تھی۔

بھلا ہم ملے بھی تو کیا ملے وہی دوریاں وہی فاصلے

نہ کبھی ہمارے قدم بڑھے نہ کبھی تمہاری جھجک گئی

www.novelsclubb.com

"میرے سامنے نہ باندھا کرو بالوں کو حیام!" وہ اپنے بالوں کی چٹیا کرنے لگی تھی جب اس کی سنجیدہ سی آواز ابھری۔۔ جس پہ حیام نے نظریں اس کی جانب اٹھائیں جو صوفے پہ بیٹھا موبائل یوز کر رہا تھا۔

"ابھی نیچے ناشتہ کرنے جانا ہم نے اسی لیے باندھ رہی ہوں۔" وہ مسکراہٹ دباتی ہوئی بولی اور اپنے بالوں کو چٹیا میں باندھنے لگی۔ جہانگیر نے ایک نظر اس کی کمر پہ جھولتی اس لمبی چوٹی کو دیکھا جو دوپٹے کے ہالے سے باہر جھانک رہی تھی۔۔

"چلیں۔۔۔!" وہ اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے اس کی جانب آتی ہوئی بولی۔

وہ ہنکار بھرتا ہوا اٹھا اور اچانک ہی اس کو سمجھنے کا موقع دیئے بغیر ہی اس کے رخسار پہ جارحانہ پیار کرتے ہوئے دور ہٹا کہ وہ سٹل ہوتے سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ یہ ابھی ہوا ہی کیا ہے۔

"چلیں۔۔۔!" وہ اپنی مخصوص کن مسکراہٹ لیے اس سے بولا تو وہ ہوش میں آتی ہوئی اس کو دیکھنے لگی جو آنکھوں میں شریر چمک لیے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"ججـ۔۔جی چلیں۔" وہ ہکلاتی ہوئی بولی اور آہستہ سے اپنی رخسار پہ ہاتھ رکھا یقیناً وہ سرخ ہو چکا ہو گا۔۔

"یہ کبھی کبھی اتنے بے باک ہو جاتے ہیں کہ مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ یہ وہی عاصم جہانگیر ہیں جو کلاس میں سردپن لیے گھومتے تھے۔" وہ سوچتی ہوئی اس کے ساتھ جانے لگی۔

"آپ کو درد تو نہیں ہو گا نا اترتے ہوئے۔" وہ متفکر ہوتی پوچھنے لگی جس پہ اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

"تمہارا جب ساتھ ہو تو کوئی درد محسوس نہیں ہوتا۔" وہ دلکشی سے بولا تو حیام مسکرائے بنا نہ رہ پائی اور آہستہ سے اس کے قریب ہوتی اس کا بازو تھام گئی سہارہ دینے کے لیے لیکن وہ ٹھہرا اتنا جواں مرد' اگر وہ اپنا بوجھ اس پہ ہلکا سا بھی ڈالتا تو یقیناً وہ سنبھل نہ پاتی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ سر جھٹکتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔اس کی سنگت میں وہ نیچے آیا تو سب ڈائننگ روم میں بیٹھے ناشتہ کرنے کی تیاری میں تھے۔

حیام اس کے ساتھ ہی کرسی پہ بیٹھی تو زوفا نے دادی جان کی ہدایت پہ حیام کو دودھ کا گلاس تھمایا۔

"پہلے یہ۔۔"زوفا نے دودھ کی طرف اشارہ کیا تو وہ منہ بناتی تھام گئی۔

________________**

وہ کیچن میں کھڑی مسکراتی ہوئی ناشتہ بنا رہی تھی جب وہ بنا آواز کیے آہستہ سے اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"بھاؤ۔۔۔!!"اچانک ہی وہ اس کے پیچھے کھڑے ہوتا چیخا تو صنم کی خوف سے چیخ نکل گئی اور ہاتھ میں پکڑا ٹماٹر نیچے جا گرا۔

"آہ۔۔۔!" وہ اچانک ڈر سے اپنے دل پہ ہاتھ رکھتی اس کی رفتار کو نارمل کرنے لگی لیکن ڈری ہی اتنا تھی کہ دل کی آواز کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

"ارتسام۔۔۔۔!" وہ ہاتھ میں بیلنا پکڑے اس پہ غصے سے بھڑکی کہ وہ قہقہہ لگا اٹھا۔

"ہائے وہ تیرے لبوں کا میرا نام پکارنا۔۔" وہ دلکشی سے کہتا ہوا اس کے ہاتھوں کو تھام گیا۔

"میرا دل باہر آنے کو تھا، اتنی بری طرح سے ڈری ہوں میں۔" وہ روہانسا ہوئی کہ ارتسام مزید قہقہہ لگا اٹھا۔

"ادھر آؤ میری ننھی سی جان۔۔" اس کو ساتھ لگاتا ہوا وہ ہنسی روکتا ہوا بولا۔

www.novelsclubb.com

"ہٹیں آفس کے لیے آپ کو دیر ہو جانی ہے اور میری کلاس بھی ہے۔۔"اس کو دور کرتی وہ نیچے سے گرا ہوا ٹماٹر اٹھاتے ہوئے بولی تو وہ سر کھجاتا رہ گیا۔

"یار آفس جانے کو دل نہیں کر رہا میرا۔" وہ منہ بناتا ہوا بولا اور کیچن میں موجود کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"لیکن میری ایک ایکسٹرا کلاس ہے آج میرا جانا ضروری ہے، حیام بھی یہاں نہیں ہے تو نوٹس تیار کر لوں گی اس کے لیے بھی۔" وہ بڑے انہماک سے ناشتہ بناتے ہوئے بولی۔

"چلو ٹھیک ہے تم تیار ہو جانا میں چھوڑ آؤں گا، ویسے وہ کل آجائیں گے واپس۔" ارتسام کرسی سے اٹھتا ہوا اس کا کاٹا ہوئے ٹماٹر کا ایک پیس اٹھاتا بولا تو حیام چونکی۔

"عاصم بھائی چلے گئے ہیں گاؤں۔" وہ حیران ہوتی پوچھنے لگی جس پہ اس نے سر ہلایا۔

"ویسے ان کی طبیعت نہیں تھی ٹھیک تو تھوڑا ویٹ کر لیتے۔" اب وہ آملیٹ بناتی ہوئی بولی۔

"حیام کی بھی طبیعت نہیں ٹھیک تھی تو اسی کو لینے گیا ہے۔" اس کے بالوں کو اچانک سے کھینچتا ہوا وہ بولا تو صنم گھور کے رہ گئی۔

"حیام کو کیا ہوا، اس سے میری بات ہی نہیں ہوئے کافی دن ہو گئے۔" وہ پل میں حیام کے لیے پریشان ہوئی۔

"تمہیں نہیں پتا۔۔!" اس کی لاعلمی پہ اب ارتسام چونکا جس پہ صنم نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم خالہ بننے والی ہو۔۔" وہ ایک اور پیس کو اٹھاتے منہ میں رکھتے بولا جبکہ صنم اس کی بات سنتے حیرت کی کیفیت میں چلی گئی کہ کیا واقعی اس نے سہی سنا تھا۔

www.novelsclubb.com

"مطلب حیام، میں خالہ۔۔" وہ بے یقینی سا بولی تو ارتسام اس نے خوشگوار حیرت دیکھا کندھے اچکا گیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔

"واؤ ماشاءاللہ مجھے کیوں نہیں پتا تھا۔۔" وہ پل میں اداس ہوئی کہ اسے ابھی یہ بات پتا چل رہی تھی۔

"جب وہ یہاں آئے گی ملنے جائیں گے ابھی کے لیے تیار ہو جاؤ یونیورسٹی چھوڑ آؤں پھر میں بھی آفس جاؤں۔" وہ مسکراتا اس کے ماتھے پہ لب رکھتا ہوا بولا۔

"ویسے کل رات۔۔۔۔!" وہ ذومعنی سا سرگوشی کرتا بولا کہ صنم نے اسکے بازو پہ ہاتھ مارتے باز رکھنا چاہا جس پہ وہ قہقہہ لگا اٹھا اور شرافت سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

صنم اپنے خالہ بننے کا تصور کرتی خوشی سے نہال ہو رہی تھی اپنی کوئی بہن تو تھی نہیں لیکن حیام اس کی بہن ہی تھی تو جتنا خوش ہوتی اتنا۔ کم تھا، اپنی لاپرواہی پہ اس کو دکھ ہوا کہ اس نے حیام سے رابطہ کیوں نہ کیا بھلا اس کی خیریت ہی معلوم ہو

جاتی۔۔ لیکن وہ بہت خوش تھی اب تو اس کو مزید چھیڑ سکتی تھی جسکا سوچتے اسے گدگدی سے ہونے لگی تھی۔۔

_______________**

وہ لوگ ناشتے کے بعد اپنی حویلی جانے کے لیے۔ نکل پڑے، حیام اور جہانگیر ایک گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ تھے، حیام نے بہت بار کہا کہ ابان کو ان کے ساتھ بھیج دو لیکن وہ شرمیلا کہاں آ رہا تھا۔

کیف اور زرگل دوسری گاڑی میں تھے جو حویلی سے منگوائی تھی انہوں نے۔۔

آدھے گھنٹے کے سفر میں حیام پھر سے سو گئی تھی جبکہ جہانگیر کو واقعی حیرت تھی کہ وہ اس سے زیادہ سو رہی تھی آج کل۔

حویلی پہنچتے ہی اس نے حیام کو اٹھایا تو وہ اندر بڑھے۔۔دی جان نے تو محبت سے بلائیں لی حیام اور جہانگیر کو۔ہمیشہ کی طرح لتاڑنا شروع کر دیا کیونکہ اس کے ایکسیڈینٹ کی خبر یہاں تک بھی پہنچ چکی تھی۔

گل تو زرگل کو دیکھتی بھاگتی اس کے گلے لگی کہ دونوں کی آنکھیں نم ہو گئیں ایک دوسرے کو اتنے سالوں بعد دیکھتے۔

"شادی کروا کے چھکا مار بھی لیا تم نے واہ بھئی۔۔"زرگل اس کو چھیڑتی ہوئی بولی تو گل خوامخواہ میں لال پڑ گئی۔

"تم بھی تھوڑی تیاری کر لو۔۔"وہ بھی دوبدو بولی کہ زرگل ہنس دی۔

"ابھی ایک کو سنبھال لوں یہی دس کے برابر کا ہے۔۔"وہ ابان کی طرف اشارہ کرتے بولی جو رستے میں ہی سو گیا تھا اور اب تائی جان کی جھولی میں تھا۔

"ٹانگیں سیدھی کر والیں۔۔"دی جان کیف کو دیکھتی ہوئیں محبت سے بولیں۔

"آپ کی بہو عین وقت پہ کام آگئی۔" وہ شرارت سے رمشا کی طرف اشارہ کرتا بولا تو دی جان نے ہلکے سے اس کو اپنی چھڑی دے ماری۔

"اور تم فرصت مل گئی آن واسطے، بیچاری بچی سوکھ گئی سی۔۔" دی جان لگے ہاتھوں جہانگیر کی کلاس لینا شروع کر دی۔

"دی جان میری بھی جان ہی سوکھی ہوئی تھی جب آپ کی بہو یہاں تھی، اس کے پیچھے ایکسیڈنٹ کروالیا تھا۔" وہ بھی دکھی لہجے میں بولتا معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتا ہوا انہیں دیکھنے لگا۔

ان کے پاس مزید بیٹھتے وہ ایسے ہی باتوں میں مصروف ہو گئے اور لڑکیاں اپنی باتیں لے کے بیٹھ گئیں۔

"عماد کہاں ہے؟" زرگل نے عماد کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کسی کام سے باہر گئے ہیں آتے ہونگے۔" اس نے عام سے لہجے میں جواب دیا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئیں۔

تھوڑی دیر میں ہی جہانگیر کے اعصاب پہ تھکن واضح ہوئی تو وہ اپنے کمرے میں جانے لگا۔

"خان پتر اوپر نہ جا، یہیں نیچے والا کمرہ لے لے کوئی، اوپر جاتے تکلیف ہو گی۔" دی جان نے اس کے اوپر جانے پہ ٹوکا۔

"نہیں دی جان میں بہتر ہوں آگے سے بہت، اس طرح میری کسرت بھی ہو جاتی ہے آپ فکر نہ کریں آپ کی بہو سنبھال لے گی۔" وہ شریر لہجے میں بولتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا جب دی جان کی کرخت آواز حیام کو۔ سنائی دی۔

"حیام پتر جا اس کے ساتھ، اور تھوڑی دیر تو بھی آرام کر۔" وہ سنجیدگی سے بولیں تو وہ جی اچھا کر کے جہانگیر کے ساتھ اوپر جانے لگی۔

"زرا برداشت نہیں کہ میں کسی کے پاس بیٹھ کے تھوڑی دیر باتیں کرلوں۔" وہ غصے سے دبی آواز میں اس پہ برسی کہ وہ خاموشی سے سیڑھیاں چڑھ کے اپنے روم میں آگیا۔

حیام اس کو چھوڑ کے جانے لگی جب جہانگیر نے اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لیا اور سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے جانے دیں ان کے پاس۔" وہ بے بسی سے بولی تو جہانگیر نے آگے ہوتے کمرے کو لاک کیا۔

"سیڑھیاں اترنا چڑھنا تمہارے لیے بھی ٹھیک نہیں تو آرام سے یہی آرام کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو حیام لاچارگی سے اس کو دیکھنے لگی جو اپنی جیکٹ اتارے اب سکون سے اپنی جگہ پہ لیٹ رہا تھا۔

"تھوڑی دیر بعد چلی جانا ابھی آرام کرلو۔" وہ پیار سے پچکارتا ہوا بولا کہ وہ پیر پٹختی ہوئی اپنی جگہ آ کے بیٹھ گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

________________**

ان کی آمد گاؤں میں پھیل چکی تھی ساتھ ہی یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی تھی کہ کیف سائیں صحیح سلامت یہاں گاؤں میں آچکے ہیں۔

مطلب کہ جہانگیر خان سائیں کی جو شادی ہوئی تھی وہ ونی نہیں تھی۔۔ایک طرح سے سب کو خوشی تھی کہ یہاں اب کوئی ونی کی رسم نہیں چلی تو دوسری طرف جرگے کے لوگ خفا تھے اس بات پہ کہ ان سے کیوں چھپایا گیا کیف کے بارے میں، جس کو بعد رفاقت خان نے خود سنبھال لیا۔

ابھی کیف کی خبر سنتے آدھا گاؤں تو اس کی خیریت دریافت کرنے آگیا تھا جس پہ وہ لمحہ بہ لمحہ اکتا رہا تھا اور مدد طلب نظروں سے زرگل کو دیکھتا جو گاؤں کی عورتوں کے سوالوں کے جوابات دے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

زر گل اور گلِ لالہ تو ویسے ہی سب کو بہت پیاری تھیں، زر گل اتنے سالوں بعد واپس آئی تھی تو وہ بھی گھیری ہوئی تھی ان سب خواتین میں جبکہ حیام مزے سے اپنے کمرے میں نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ یہ عادت اب اسے جہانگیر سے مل گئی تھی کہ وہ نیند زیادہ لینے لگی تھی۔

"کیف تمہارے لیے کال ہے، کمرے میں موبائل رکھا ہے۔" بالآخر اس کی جان خلاصی ہوئی وہ بھی گل کے ہاتھوں جو اس کی رونی صورت دیکھتی ہوئی بہانہ تراشتی ہوئی اس کو یہاں سے لے گئی۔

شام کے سائے ڈھلنا شروع ہوئے تو لوگوں نے آنا کم کیا جس پہ زر گل نے بھی سکون کا سانس لیا، ابان کچھ دیر پہلے اٹھ چکا تھا اور گل کے کمرے میں دعا کے ساتھ ہی موجود تھا۔

زر گل بھی اپنے کمرے میں آرام کے غرض سے چلی گئی، کیف تو پہلے ہی جن کی طرح غائب ہوا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جہانگیر لالہ کہاں ہیں۔۔؟"عماد گل کو کمرے میں جاتا دیکھ اس کے پیچھے ہی آگیا اور جہانگیر کے بارے میں پوچھنے لگا۔

"کمرے میں ہے اپنے۔"وہ کبرڈ کھولتی ہوئی مصروفیت سے بولی۔

"سنیں۔۔۔!"وہ فریش ہونے کے غرض سے جب باتھ میں جانے لگا تو گل کی مدھم آواز پہ پلٹ کے دیکھا۔

"وہ۔۔۔مجھے کچھ چیزیں چاہیے، کیف کی شادی بھی آرہی ہے تو شاپنگ بھی کرنی ہے۔۔"وہ ناز سے اس کے قریب آتی اس کی سینے پہ ہاتھ رکھتی ہوئی بولی تو عماد نے مسکراتے اس کے گرد بازو پھیلائے۔

"تو۔۔۔؟"وہ مسکراتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ایک بار لے جائیں شہر پھر میں اپنی تیاری تو مکمل کروں۔"وہ نروٹھے پن سے بولی تو عماد جی جان سے مسکرا اٹھا۔

www.novelsclubb.com

"جانم بس کچھ دن، پھر آپ کو لے چلیں گے۔" اس کے رخسار کو نرمی سے چھوتے ہوئے وہ محبت پاش لہجے میں بولا تو وہ سر ہلا گئی۔

_______________**

شام سے رات ہونے کو آئی تھی جب اسے بھوک نے ستایا۔۔وہ آنکھیں کھولتی ہوئی اٹھنے کی کوشش کرتی لیکن وہ اپنے حصار کو مضبوط کر دیتا جس پہ وہ بے بس ہو جاتی۔۔

"عاصم۔۔۔مجھے بھوک لگی ہے چھوڑیں۔" وہ التجاء کرتی ہوئی بولی تو جہانگیر نے اپنی آنکھیں واہ کرتے اسے گھورا جس کے چہرے سے واقعی لگ رہا تھا کہ اسے بھوک ستا رہی تھی۔

"رکو۔۔۔" وہ کہتا اس کو حصار سے آزاد کرتا خود اٹھا اور دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

حیام بیڈ کے کنارے پہ آتی اس کو دیکھنے لگی جو سامنے موجود راہداری پہ لگی ریلنگ سے کسی کو پکار رہا تھا۔

وہ اپنا کام مکمل کرتا ہوا واپس دروازہ بند کرتا آیا تو حیام زرا پیچھے ہٹی اس کی جگہ سے۔

جب وہ بیڈ سے دوسری جانب سے اترنے کا خیال زہن میں لاتی ہوئی ابھی مڑی ہی تھی کہ جہانگیر نے بازو اس کے گرد پھر باندھ لیا۔

"سکون سے لیٹی رہو۔" سرد سا لہجہ اس کو ٹھٹکا گیا وہ بیٹھی ہوئی اس کے بازو کو اپنے گرد بندھا دیکھنے لگی۔

"میں تھک گئی ہوں لیٹ لیٹ کے، آپ کتنا سوتے ہیں۔" وہ بے زاریت سے بولی اور اپنے ہاتھ اس کے بازو پہ ٹکا گئی۔

"کھانا روم میں آ رہا ہے، میں تمہارا خیال کرتے کہہ رہا ہوں۔ ابھی سیڑھیاں اترو چڑھو نہیں۔" وہ ایسے ہی اپنا منہ تکیے میں دیے نیند سے خمار لہجے میں بولا۔

"آپ خود تو سو رہے ہیں اور میں یہاں بور ہو رہی ہوں۔" وہ منہ بناتے بولی، جب وہ روم میں آئی تھی تو تب اس کے ساتھ تھوڑی مووی دیکھتے اس کو بھی نیند آ گئی تھی اور ایسے ہی اس کی آغوش میں سکون سے سوتی رہی۔۔اور اب جب ہوش آیا تو وہ اسے چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔

"اچھا میں اٹھ رہا ہوں لیکن مجھ سے کوئی شرافت کی امید بھی نہ رکھنا اب۔" وہ تکیے سے منہ نکالتا ہوا دھمکی دیتا ہوا بولا تو حیام کی سٹی گم ہوئی۔

وہ زرا سیدھا ہوا تو اپنا بازو اس کی کمر کے گرد سے نکالتا دوسرا اس کے گرد حمائل کیا اور زرا سا اپنی طرف کرتے ہلکا سا کھینچا جس پہ وہ اس کے بے حد قریب آ گئی، اس کی حرکت حیام کے چہرے پہ گلال بکھیر گئی۔

"اس دن کا کا ادھورا کام مکمل نہیں کرو گی۔۔۔؟"

ایک بازو سر کے نیچے تکیے پہ رکھے دوسرے سے اس کے بالوں کی لٹوں کو پکڑتے وہ خود پہ قدرے جھکی حیام کے چہرے کو دلچسپی سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کون سا۔۔۔" وہ انجان بنی۔

"یہی جو آپ کی انگلیوں کی شرارتیں رقصاں تھیں سفر کرتی کہیں اپنی منزل پہ پہنچی تو تھیں لیکن آگے کا کام ادھورا ہی تھا۔" اس کے مرمرئی ہاتھ کو تھامتے اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں بولا کہ حیام اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے تھوڑی سمٹ سی گئی۔

"فضول کی خواہشات۔۔" وہ ناک چڑھاتی ہوئی بولی۔

"فضول کی نہیں تمہاری۔۔" وہ مزید اس کو خود پہ جھکا گیا جس پہ حیام سٹپٹا اٹھی۔

"عاصم۔۔۔" وہ گھبراتی ہوئی بولی جو اس کے ہاتھ کو پکڑتے مزید قریب کھینچی جا رہا تھا کہ فاصلہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔

"جی بیگم جان۔۔!" وہ مخمور سا سرگوشی کرتا بولا تو وہ ہلکی سی مزاحمت کرتے دور ہونے لگی جب وہ اپنا تھوڑا سا فاصلہ بھی مٹا گیا۔

www.novelsclubb.com

__________________**

وہ سیڑھیوں سے نیچے آتی ہوئی دوپٹہ خود پہ اچھے سے اوڑھتی ہوئی ڈائننگ ہال میں سب کے ساتھ ہی بیٹھی جب اماں بیگم نے جہانگیر کے بارے میں پوچھا۔

"انہیں کوئی ضروری کام تھا تو کہہ رہے تھے کہ روم میں ہی کھانا بجھوادوں۔" اپنے لیے پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے وہ ان کو ایک نظر دیکھتے بتانے لگی۔

"تم بھی ساتھ رک جاتی اس کے تمہارا بھی کھانا بجھوادیتی۔" انہوں نے ساتھ والی چیئر پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ابھی میں نے جوس پیا تھا سعیدہ دے گئی تھی اوپر اور کمرے میں رہ کے بور ہو رہی تھی تو سوچا نیچے آجاؤں سب کے ساتھ بیٹھ کے تھوڑا سا کھانا کھالوں۔" وہ مسکرا کے بتانے لگی جس پہ انہوں نے سر ہلایا۔

"چلو اچھا کیا۔" اس کے بور ہونے کا سنتے وہ کہتی ہوئی خاموشی سے کھانا کھانے لگی، باقی سب بھی ہلکی پھلکی گفتگو کرتے کھانا کھا رہے تھے۔

دادا جان کھانا ختم ہوتے جہانگیر کے پاس جانے کا۔ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

پیچھے خواتین برتن سمیٹتی ہوئیں دی جان کے کمرے میں ہی جمع ہو گئیں کیف کی شادی کے متعلق باتیں کرنے کے لیے۔

یہ لڑکے والے تھے تو انہوں نے سوچا کہ بس اسی مہینے ہی سب خیر خیریت سے ہو جائے تو سب نے اپنا رضامندی دے دی۔

"اب تو خیریت سے اپنا گھر ہے وہاں جہانگیر کا تو شاپنگ پہ آنے جانے میں مسئلہ نہیں ہو گا۔" اماں بیگم خوشی سے بولیں۔۔

www.novelsclubb.com

اماں بیگم آج ہی اظہر صاحب کے ساتھ یہاں گاؤں واپس اچکی تھیں کیونکہ شاید جہانگیر نے کل واپس چلے جانا تھا تو اپنی نگرانی میں انہوں نے ایک بار گھٹ کی اچھی صفائی کروادی تھی۔

"اپنی تیاریاں شروع کردو پھر تم سب" دی جان نے سب کو مخاطب ہوتے کہا تو وہ سب خوشی ست نہال ہوگئیں کہ اب گھر میں کوئی فنکشن آنے والا ورنہ تو جب سے حیام اور جہانگیر کی شادی ہوئی تھی کوئی فنکشن نہیں آیا تھا اور اب پھر سے گاؤں میں رونق لگنے والی تھی کیونکہ کیف کی شادی تھی۔

"دی جان اماں یہاں ہیں۔۔۔؟" وہ بے دھڑک اندر کمرے میں داخل ہوتا بولا اور بے ساختہ ہی چھینپ گیا کیونکہ یہاں ساری خواتین اب اس کی آمد پہ حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھیں۔

"سوری وہ امی۔۔۔" وہ خجل سا ہوتا سر کھجاتا ہوا بولا جب اماں بیگم منہ بگاڑتی ہوئی اٹھیں اور اس کے چپت پہ چپت رسید کی۔۔

"یہ کوئی طریقہ ہے اندر آنے کا؟"اب وہ اس کی کلاس لگانے کے درپہ تھیں جس پہ اندر موجود خواتین کی دبی دبی ہنسی گونج اٹھی۔

--------------------**

حیام ابھی جہانگیر کی وجہ سے سو کے اٹھی تھی تو اسے ابھی نیند کی کوئی پرواہ نہیں تھی تبھی وہ زرگل کے کمرے میں بیٹھیں آپس میں باتیں کرتی رہیں، گل بھی ان کے ساتھ ہی شامل تھی۔

"حیام تم نے صبح جانا ہے جہانگیر کے ساتھ اب تو طبیعت نہیں خراب۔"زرگل نے باتوں باتوں میں پوچھا تو حیام مسکرا دی۔

"نہیں اب ٹھیک ہوں شکر ہے۔"

"ہاں اب اس نے ایسے ہی ٹھیک ہونا تھا جہانگیر کے واپس آنے پہ۔"گل نے حیام کو آڑے ہاتھوں لیا تو وہ جھینپ سی گئی۔

"ویسے حیام جہانگیر سے زیادہ دیر کی دوری برداشت نہیں ہوتی کیا کیونکہ ہم سے تو تم مہینے سے بھی زیادہ عرصے بعد ملی تھی۔" اب گل کو موقع ملا تھا حیام کو چھیڑنے کا تو وہ پورا پورا مزہ لے رہی تھی۔

"نہیں ایسی بات تو نہیں ہے ادی۔" وہ چاہ کے بھی اپنے چہرے پہ بکھرتا گلال چھپا نہ پائی، بے ساختہ ہی اس کے رخسار تپ اٹھے۔

"تو پھر ایسا کیوں۔۔؟" وہ دونوں دلچسپی سے اب اس کے چہروں کو دیکھتی ہوئیں اس کے جواب کی طلب گار تھیں۔

حیام کچھ نہ سوچتے ہوئے باری باری ان دونوں کے چہرے دیکھنے لگی جو اشتیاق سے اپنی نظریں اسی پہ ٹکائے ہوئے تھیں۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں آپ دونوں۔" وہ حیا آمیز لہجے میں جنجھلا کے بولتی ان دونوں کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔

"اچھا چلو یہ بتاؤ کبھی خان نے محبت کا اعتراف کیا۔۔" وہ اب بھی اس کی جان نہ چھوڑنے پہ آمادہ تھیں تبھی پھر سے اس سے سوال کرنے لگیں۔

"ہہ۔۔۔ہاں کیا ہے ایک دو بار۔" وہ ہکلا کے بولی تھی جبکہ اپنی مسکراہٹ کو وہ روک نہ پائی 'ابھی تھوڑی دیر پہلے سن کے آرہی تھی' وہ من ہی من میں بڑبڑائی۔

"اور تم نے۔۔۔؟" زرگل آنکھیں پٹپٹائے معصومیت سے اگلا سوال پوچھنے لگی۔

"میں نے۔۔ نہیں۔۔۔!" وہ خود کا سوچتی ہوئی جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی جس پہ دونوں کو اچھنبا ہوا۔

"کیوں۔۔۔؟" ان دونوں نے اچانک سے پوچھا کہ وہ گڑبڑا گئی جس پہ وہ کندھے اچکا کے رہ گئی۔

"ویسے اس کی ضرورت نہیں اُس کا ابھی بات میں زکر کرنے کی دیر ہوتی ہے یہ کھل اٹھتی ہے تو سوچو جہانگیر کو کیسے علم نہیں ہوگا کہ یہ اس سے محبت کرتی۔" گل

لاپرواہ انداز میں بولی تو حیام نے سکون سے سانس خارج کرتے اثبات میں سر ہلایا کہ وہ جانتے ہی ہیں۔

"لیکن آئے دن محبت کا اظہار کیا کرو صحت کے لیے اچھا ہوتا۔" زر گل نے بھرپور شرارت سے کہہ کے آنکھ دبائی تو گل کے ساتھ ساتھ حیام بھی ہنس دی۔

حیام وہی بیٹھ کے سوچنے لگی کہ واقعی اس نے کبھی جہانگیر سے اظہار نہیں کیا تھا کبھی لفظوں میں تو کیوں نہ آج کیا جائے، وہ من ہی من منصوبہ بناتی خود کو داد دینے لگی اور پھر ان کی چھیڑ چھاڑ میں جھینپ کے رہ گئی، اس سے حیام کو۔ اس بات کا اندازہ ہوا کہ ان دونوں کے پاس کبھی اکیلے نہیں بیٹھنا ورنہ تو وہ اس کو شرم سے پانی پانی کر دیں۔

کافی دیر باتیں کرنے کے بعد جب ٹائم دیکھا تو رات کا ایک بجنے والا تھا وہ حیران ہوئی کہ اتنی دیر بیٹھی رہیں۔ ابان تو پہلے کا ہی سو چکا تھا تو گل اور حیام نے بھی زر گل۔ کی نیند کا خیال کرتے اب جانا چاہا۔

"دھیان سے جانا۔۔۔"رات کا اندھیرا دیکھتے گل ہدایت کرتی ہوئی وہیں سیڑھیوں کے پاس رک گئی۔

رات ہونے کی وجہ سے دور دراز جانور بھی سو چکے تھے،رات کی خنکی بڑھ رہی تھی،ویسے تو یہ جاڑے کا موسم تقریباً ختم ہو ہی چکا تھا اور خزاں کی آمد تھی۔

وہ جب اوپر جا چکی تو گل بھی آہستہ سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

حیام نے دروازہ کھولا تو کمرہ نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا جبکہ جہانگیر بیڈ سے ٹیک لگائے گود میں لیپ ٹاپ رکھے ایک ہاتھ سے ٹائپنگ اور دوسرے ہاتھ سے سیگریٹ سلگانے میں مصروف تھا۔

"کب سے پی رہے ہیں۔۔۔؟"وہ کمرے میں دھوئیں کے مرغولے دیکھتی ناک بھوں چڑھاتے بولی اور ہاتھ سے ہوا پرے کرتے اس نے کھڑکی کھول دی۔

"کافی سال ہو گئے ہیں۔۔"وہ لاپرواہی سے بولا تو حیام گھور کے رہ گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یار ہوا آرہی ہے بند کردو کھڑکی کو۔" وہ ٹھنڈی ہوا خود پہ محسوس کرتا ہوا بولا تو حیام بند کرتی ہوئی اپنی جگہ آئی۔

"اور جو میری سانسیں رک رہی تھیں وہ۔" وہ دھوئیں کی وجہ سے ہونے والی بو کی وجہ سے بولی جس پہ جہانگیر نے اپنا سیگریٹ تو بجھا دیا اب اس کے سوال پہ گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"آؤ ہموار کردوں ان کو۔" وہ مسکراہٹ دباتا ہوا معنی خیزی سے بولا تو حیام نظر انداز کرتی ہوئی آرام سے اپنے پاؤں کے ناخن کو کھروچنے لگی۔

"حیام الفاظ۔۔۔!" وہ کچھ دیر ایسے ہی خاموشی سے اس کو کام کرتا دیکھتی رہی جب جہانگیر کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"عاصم۔۔۔" اس کے کہنے وہ دھیرے سے بولی تو جہانگیر کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

"جی۔" وہ اسی انداز میں جواب دیئے بولا تو حیام مسکرا دی اور زرا کھسکتی ہوئی اس کے قریب آ بیٹھی جس پہ جہانگیر نے اپنا ایک بازو اوپر کو اٹھایا تو حیام دبی دبی مسکان کے ساتھ اس کے کندھے پہ سر رکھے اس کے پاس ہو لی۔

"اب کہو۔۔۔" اس نے جیسے اجازت دی۔

"آپ کو کبھی کسی سے محبت ہوئی۔۔" وہ بالکل عام سے لہجے میں سوال کرنے لگی جیسے وہ جانتی ہی نہ ہو۔

"ہوں۔۔" اس کے سوال پہ اس نے دائیاں ابرو اچکاتے سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

"کس سے۔۔۔" وہ بغور اس کے ہاتھ پہ اپنی مخروطی انگلیاں پھیرتی ہوئی مسکراہٹ دباتے بظاہر لاپرواہ انداز میں بولی۔

"میری محبت 'میرے پہلو میں 'میری دسترس میں 'میری محرم بن کے بیٹھی ہے۔" وہ اس کے ماتھے کو لبوں سے چھوتا ہوا دلکشی سے بولا تو حیام کے لبوں پہ شرمگیں مسکراہٹ در آئی۔

"میری بھی۔۔۔" وہ بھی اپنی طرف سے اظہار کرتی ہوئی جھٹ سے آنکھیں بند کر گئی جیسے جہانگیر نے کچھ کہنا تھا۔

ابھی وہ کچھ کہنے کے لیے لب وا کرتا جب موبائل نے بجنا شروع کر۔دیا،اس وقت کیف کی کال نے اسے حیرت میں ڈال دیا۔حیام بھی آنکھیں کھولے اسے دیکھنے لگی جو کال او کے کرتا کان سے۔لگا چکا تھا۔

"ہاں کیف خیریت۔۔" عاصم پل میں سنجیدہ ہوا تو دوسری طرف سے کیف کی جھنجھلاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یار یہ لڑکی میرا فون کیوں نہیں ریسیو کر رہی الٹا بلاک کر دیا مجھے۔" وہ شدید کوفت میں مبتلا اس کو بتا رہا تھا جہانگیر نے اچھنبے سے موبائل کان سے ہٹا کے دیکھا۔

"کون سی لڑکی۔۔"اس نے پوچھا۔

"افکورس یار میری منگیتر، سوچا بات کرلوں اس سے ابھی ایک بات بھی نہیں ہوئی تھی کہ فون کاٹ کے بلاک کر دیا۔۔"وہ بے بسی سے بولا۔

"تو اس وقت کال بات کرنے کی ضرورت کیا تھی تمہیں۔"جہانگیر نے الٹا سوال کیا تو وہ چونکا۔

"یار ویسے ہی دل نے سوچا کہ تھوڑی رضامندی جان لوں گا۔"اسے واقعی ٹائم کا اندازہ نہیں ہوا تھا تبھی اس کو کال کر بیٹھا۔۔تنگ کرنے کا ارادہ تو بالکل بھی نہیں تھا اس کا۔

www.novelsclubb.com

"کوئی حال نہیں کیف، یہ کوئی وقت ہے پوچھنے کا'رضامندی جاننے کا۔"جہانگیر نے الٹا اپنے سرد لہجے میں کہا تو وہ نادم سا ہوتا سر کھجا گیا۔

"اچھا چل آرام کر صبح معلوم کر لوں گا رضامندی۔"اپنی نادانی پہ وہ ہنس کے کہتا کال کاٹ گیا جس پہ جہانگیر بھی مسکرا دیا۔

"کس کی رضامندی۔۔۔؟"حیام نے چہرہ اس کی طرف کرتے نا سمجھی سے پوچھا۔

"تمہاری۔۔"وہ پل میں اپنا لہجہ بدل گیا حیام نے محسوس نہ کیا۔

"میری! کیوں۔۔؟"وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی جب جہانگیر نے آہستہ سے اس کے رخسار پہ لب رکھے۔

"کچھ نہیں سو جاؤ، صبح واپس بھی جانا ہے۔"وہ ہنستا ہوا بولا تو حیام کندھے اچکا کے واپس اس کے ہاتھ پہ اپنا نازک ہاتھ پھیرنے لگی۔

***_________**________**

رات کے اس تاریک سناٹے میں ابھی ہر سوں عجیب ہی ماحول ہو رہا تھا۔گہری کالی رات ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیے خاموش ویران سی تھی۔

جیل کی اس چار دیواری میں رہتے اسے مہینہ ہونے والا تھا۔دیواروں پہ الگ الگ قسم سے نقش و نگار بنائے ہوئے تھے جیسے اپنی وقت گزاری ہو رہی ہو،وہ ایک کونے میں بیٹھا کافی دیر سے اس لمحے کے انتظار میں تھا۔

رات آٹھ بجے ہی یہاں موجود کانسٹیبل ہی ڈیوٹی بدل چکی تھی،جو کافی دیر سے یہاں سے وہاں چکر کاٹتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ بارہ بجے کے وہ بھی تھک کے ستانے نکل جاتا تھا،اکثر وہ چائے وغیرہ پی کے خود کو سونے سے روکنے کے لیے زبردستی جاگتا یا اکثر وہ بارہ تک ہی چائے پینے کے بعد بھی سو چکا ہوتا۔

اس نے محسوس کیا کہ کانسٹیبل کافی دیر سے چکر نہیں لگا رہا تو یقیناً وہ گھوڑے بیچ کے سو رہا ہو گا، باقی یہاں کے چوکیدار کو بھی وہ جان گیا تھا تبھی ان سب کی روٹین کا اس کو معلوم تھا۔

پچھلے دنوں اس کو ایک آدمی ملنے آتا تھا لیکن وہ بھی بس دو دن ملنے آیا اور انہیں دو دنوں میں اپنا لائحہ عمل تیار کر لیا تھا۔

اس نے آہستہ سے اپنی قمیض کی آستین جو فولڈ ہوئی تھی اس کو کھولا تو ایک جابی اس کے ہاتھ لگی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر ہڑ بڑی مچائی تو زور پیدا ہو گا لہذا اس کو یہ کام بہت تحمل سے کرنا تھا۔۔

www.novelsclubb.com

یہ تاریک رات واقعی اپنے اندر رازوں کو سمیٹ کے رکھتی تھی، کسی کے اچھے راز تو کسی کے برے، لیکن اس دیکھنے والی کی نظروں سے کچھ بھی اوجھل تو نہ تھا تو بندہ اتنا غافل ہو جاتا تھا۔

اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ باہر کی جانب نکالتے کونے پہ لگے تالے میں دوسرے ہاتھ میں تھاما اور اس میں چابی کو آہستہ سے لگانے لگا۔

یہ چابی اس نے کانسٹیبل سے ہی چرائی تھی، ابھی وہ جس جیل میں بند تھا وہ وہاں اکیلا ہی تھا۔اس نے اپنا رویہ کافی برار کھا ہوا تھا یہاں جس کی وجہ سے وہ الگ تھا۔

وہ دوپہر میں اکثر لیٹ جایا کرتا تھا، کرنے کو تو کچھ تھا ہی نہیں تو یونہی گیڈر بنا وہاں ٹانگ پہ ٹانگ جمائے آنکھوں پہ ہاتھ رکھے لیٹا رہتا یا کبھی ستا لیتا۔آہستہ آہستہ اس نے نوٹ کیا کہ کانسٹیبل اس وقت وہاں موجود کرسی پہ بیٹھ جایا کرتا تھا اس کو لیٹا دیکھ کے۔کرسی بالکل اس کی دروازے کے پاس ہوتی تھی۔۔جس سے وہ تو نہیں نظر آتا تھا لیکن اس کی پینٹ پہ بیلٹ ہولڈر کے ساتھ چابیوں کا گچھ ضرور نظر آتا تھا۔ایک دو بار اس نے دیکھا بھی تھا کہ کس چابی سے یہ دروازہ کھلتا تھا تو بس اسی وقت اس کے شیطانی ذہن نے کام شروع کیا اور روز روز کوشش کرتا کہ کیسے بھی کر کے وہ چابی کے گچھے سے وہ مخصوص چابی نکال لے۔۔اس کی خوش قسمتی کہ

انہی دنوں اس کا قریبی دوست اس سے ملنے چلا آیا اس پہ فرہاد کو یقین تھا تبھی اپنے بھاگنے کا پروگرام اس کے گوش گزارنے لگا جس پہ اس نے بھرپور مدد کرنے کا وعدہ بھی کیا۔

دو دن پہلے وہ چابی نکالنے میں کامیاب ہوا تو اسی دن اس کا دوست بھی اس سے ملنے آ گیا۔۔یہاں سے بھاگنے کا پروگرام طے کرتے ہوئے اس کا دوست چلا گیا تو وہ آج کے دن کا انتظار کرنے لگا اور وہ دن بھی آ گیا جب اسے یہاں ڈے بھاگنا تھا۔

چابی کے لگتے ہی اس نے آہستہ سے گھمانا شروع کیا جب ہلکی سی چرر کی آواز پیدا ہوئی تو اپنے ہاتھ روکتے وہ کچھ پل ساکت ہوا۔ابھی یہاں بس ایک ہی سپاہی موجود تھا جس نے کوئی حرکت نہ کی یعنی وہ آج پکی نیند میں تھا۔

زمین پہ بجھا گدہ اس نے احتیاطاً پہلے ہی ہلکا ہلکا سا کتر کے رکھا تھا اس کو دروازے کے نیچے کونے میں رکھتے اپنے پاؤں سے دھکیلنا شروع ہوا جو بنا آواز پیدا کیے کھلتا چلا گیا۔

دروازے کو ایسے ہی کھلا چھوڑے اس نے کانسٹیبل پہ غصے بھری نظر ڈالی اور سامنے موجود راہداری سے ہوتا ہوا مین گیٹ کے پاس پہنچا جو باہر سے کنڈی لگے ہوئے تھا۔

اس نے ہلکا سا اپنے دوست کو اشارہ کیا جو پہلے سے ہی موجود تھا فوراً الرٹ ہوا اور باہر سے لگی کنڈی کو کھولنے لگا۔

اس وقت تھانے میں جو بھی چائے پیتا تھا وہ یہی پاس سے ہی مگواتے تھے اور اس کے دوست نے موقع دیکھتے ہی اس کو پیسے دے کے اندر نیند کی گولیاں ڈلوادی تھیں تاکہ کسی کو پتا نہ چلے فرار کا۔

وہ وہاں سے فرار ہو چکا بنا کسی کو پتا لگے لیکن کب تک آخر کو اس نے اپنے انجام تک تو پہنچنا ہی تھا۔۔۔اپنے دوست کے ساتھ وہی خوشی سے قہقہے لگاتا وہاں سے روانہ ہوا کہ وہ پولیس والوں کو دھوکا دیتے وہاں سے بھاگ نکلا تھا لیکن کب تک۔۔۔؟

____________**

"یااللہ خیر۔۔۔"وہ ایک دم ہڑبڑا کے اپنی آنکھیں کھول اٹھی،اسے لگا جیسے ابھی زلزلہ آیا تھا۔دل پہ ہاتھ رکھے وہ اپنی سائیڈ پہ دیکھنے لگی جہاں دعا کن اکھیوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔

"اٹھ گئی ماما آپ کی۔"عماد آنکھیں دکھاتا ہوا بولا تو دعا کھسک کے اپنے بابا کے قریب ہولی۔وہ ابھی بیڈ پہ اچھل رہی تھی آہستہ سے پھر اچانک ہی دھڑام سے وہ کودی جس سے گلِ لالہ کی آنکھ کھل گئی۔

"یہ ابھی کیا ہوا تھا؟"اسے سمجھ ابھی بھی نہیں آئی تھی کہ کیا ہوا تبھی نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں آپ آرام کریں۔۔"وہ بات ٹالتا ہوا بولا۔

"نہیں اب اٹھنا چاہیے ٹائم ہو گیا اٹھنے کا۔۔" وہ اٹھ کے بیٹھتی بال سمیٹتے ہوئے ایک طرف کندھے پہ کرتی ہوئی اپنے پاؤں نیچے کیے بیٹھ گئی تھی کہ چاند سی چمکتی اس کی پیچھے سے گردن نمایاں نظر آ رہی تھی۔

"جاؤ جلدی سے اپنا یونیفارم چینج کر کے آؤ پھر مل کے ناشتہ کرتے ہیں۔" عماد دعا کو زر گل کے پاس بھیجتا ہوا بولا تو وہ جلدی سے ہاں میں سر ہلاتی اپنی خالہ کے پاس بھاگی۔

گل تکیے کے قریب پڑا اپنا دوپٹہ اٹھانے لگی جب عماد کی فوری نظر اس پہ پڑی۔ دوپٹے کا ایک سرا پکڑتے اپنے ہاتھ میں لپیٹے وہ مزے سے نیم دراز ہو کے اس کی جانب رخ کر گیا۔

ہلکے گلابی رنگ میں اس کے سنہری بال اور دمکتی اس کی شفاف گردن عماد کی نیت خراب کر گئی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پاؤں میں سلیپرز پہنتے وہ بے دھیانی میں اٹھنے لگی ساتھ ہی دوپٹہ کندھے پہ رکھا لیکن اٹھتے ہی کھچاؤ محسوس ہوا۔

اس نے نا سمجھی سے پیچھے مڑ کے دیکھا تو عماد صاحب شوخ نظروں سے اسی کو دیکھ رہے تھے۔

"چھوڑیں۔۔۔" گل نار ملی بولی کہ شاید ایسے ہی پکڑا ہو۔

"عماد دوپٹہ چھوڑیں میں نے ناشتہ بھی تیار کرنا ہے دعا کا۔" وہ بھنویں سکیڑتی ہوئی اس کو ایک نظر دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔اس کی آواز میں وہ نیند کا خمار واضح محسوس کر سکتا تھا رات کو لیٹ جو سونا ہوا تھا اس کا۔

"چھوڑیں۔۔۔" وہ گھور کے اب کی بار بولی۔

"نہ چھوڑوں تو۔۔۔" وہ مسکراتا ہوا اس کا دوپٹہ چہرے کے قریب لے جاتا بولا۔

"آپ کی بیٹی سکول سے لیٹ ہو جائے گی۔" وہ مزے سے بولی اور مڑتی ہوئی زرا سا جھکی کہ اپنا دوپٹہ کھینچ سکے کہ اس کے سنگ تراش کندن بدن کا وجود حشر سامانیاں پیش کرنے لگا جس سے عماد کی نظریں پل میں خمار آلود ہوئیں۔

"وہ چلی گئی ہے تیار ہونے آپ زرا اپنے شوہر کی طرف توجہ دیتیں اس کی تیاری میں مدد کروا دیں۔" وہ بیڈ کے بیچ و بیچ موجود تھا تو زرا سا گل کے کان کے قریب جھکتا بولا جس پہ وہ مسکراہٹ دبا گئی۔

"آپ کا مطلب اچھے سے سمجھ گئی ہوں میں، اب زرا میرا یہ دوپٹہ چھوڑ دیں کام ہیں مجھے۔۔" وہ نظریں چراتی اس سے حیا آمیز لہجے میں بولی تو عماد نے ہنستے اس کا دوپٹہ چھوڑ دیا۔

گل فریش ہو کے باہر آئی اور بالوں کو کیچر لگانے لگی جب دیکھا کہ عماد ابھی بھی اسی پوزیشن پہ بیٹھا اس کو مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔" وہ دعا کی پھیلی چیزوں کو سمیٹتے ہوئے بولی تو عماد نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا جس پہ گل نے مشکوک ہوتے آنکھیں سکیڑیں، پھر مسکراتی ہوئی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھماتی ہوئی اس کے قریب بیٹھی جب عماد مزید اس کے قریب ہوا تھا۔اپنا کندھا اس کے گرد پھیلاتے اس کو خود سے لگایا تھا۔

"کیوں ہیں اتنی پیاری 'میں جب دیکھتا ہوں آپ میری نیت خراب کر دیتی ہیں۔"

اب جب وہ پاس بیٹھی تھی تو اس کے کان میں وہ سرگوشی کرتا بولا ساتھ ہی اس کے ہاتھ کو خود کے ہاتھ میں الجھا دیا۔۔

اس کی بات پہ گل کی آنکھیں حیرت سے پھیل اٹھیں جس پہ وہ ہلکی سی مزاحمت کرنے لگی۔

"مم۔۔میں نیت خراب کرتی ہوں آپ کی۔"

"اوں ہوں نہ کریں یار۔۔۔" وہ جیسے ان پلوں میں ڈسٹرب ہوا تھا تبھی بولا جبکہ اس کے ہونٹ اس کے کان کے نیچے گردن کو چھو رہے تھے۔

"عماد دروازہ کھلا ہے۔۔۔" اپنی دھونکنی کی مانند چلتی سانسوں میں وہ بے ربط بولی۔

ابھی عماد مزید پیش قدمی کرتا جب اچانک ہی کوئی دروازے پہ دستک دینے لگا۔ گل اس سے زرا پیچھے ہوتی اپنی سانسیں ہموار کرنے لگی جبکہ ہاتھ ابھی بھی عماد کی گرفت میں تھا۔

اس کے ماتھے پہ لب رکھتا وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور دروازہ کھولا تو سامنے کیف کو کھڑا پایا۔

"ڈیرے پہ ضروری کام ہیں آجاؤ چلتے ہیں ساتھ ہی۔" وہ بولتا ہوا وہاں سے موبائل فون کو کان سے لگائے چل پڑا جب عماد دروازے کو بند کرتا ہوا گل کی طرف آیا۔

"اب دروازہ بند کر آیا ہوں میں۔" وہ اس کو تنگ کرنے کے لیے مزید شرارت سے کہتا ہوا اس کی اور جھکا کہ گل نظریں جھکاتی ہوئی ہنس دی۔

"ہٹیں پیچھے۔۔۔"اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کو پیچھے دھکیلتے وہ نروٹھے انداز میں بولی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

وہ اپنے کپڑے پکڑتا باتھ میں بند ہو گیا تھوڑی دیر میں وہ تیار ہوتا کیف کے ساتھ دیڑے پہ جانے کو تیار تھا۔۔گل ٹیبل پہ ان دونوں کا ناشتہ لگوا چکی تھی ساتھ ہی دعا کو بھی کھلا رہی تھی۔

اتنے میں زرگل بھی ان کے پاس آکے بیٹھ گئی۔

"کیف تم نے رات کو کسی کو کال کی تھی کیا۔۔۔"زرگل نے یونہی اس کو دیکھتے پوچھا جو پراٹھے کا نوالہ توڑ رہا تھا۔رات کو سنتے کیف کو ایک پل کو رمشا کی حرکت یاد آئی کیسے اس نے ظالم بنتے اس کو بلاک کر دیا تھا۔

"نہیں تو۔۔۔کیوں؟"وہ مصروف سا بولا کیونکہ رات کو بس رمشا کو کال کرنے کے بعد اس نے جہانگیر کو ہی کال کی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے رمشا کا میسج آیا ہوا کہ تم اسے رات کو کال کر رہے تھے شاید ضروری بات تھی۔۔وہ کہہ رہی تھی کہ سگنلز ایشو تھا ورنہ وہ کال کر کے پوچھ لیتی۔"زرگل نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے معصومیت سے کہا تو دعا کو ناشتہ کرواتی گل کے ساتھ بیٹھے عماد نے بھی چونک کے دیکھا۔

کیف دل ہی دل میں اس وقت کو کوسنے لگا جب اس نے رمشا ہو کال کی تھی۔

"ہاں میں تب جہانگیر کو کال کر رہا تھا ہو سکتا اس کو لگ گئی ہو غلطی سے۔"تھوڑی سی حیرانی ہونے کی ایکٹنگ کرنے کے بعد اس نے یاد آنے پہ بتایا۔

"اتنی رات کو کیوں کال کرنی تھی جہانگیر کو؟"وہ مسکراہٹ دباتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"تمھیں مسئلہ پر سنلز ایشوز ہیں ہمارے۔۔"وہ دانت پیستے ہوئے بولا جب حیام کے ساتھ جہانگیر بھی وہاں آتے ہوئے دکھائی دیئے۔۔

"کون سے ایشوز۔۔۔؟" جہانگیر اس کے ساتھ ہی کرسی پہ بیٹھتا ہوا پوچھنے لگا جبکہ حیام کیچن میں ملازمہ کو اپنا ناشتہ لانے کا کہنے گئی تھی۔

"پتا نہیں یہ ہی کہہ رہا تھا کہ تم دونوں کے پرسنلز ایشوز۔۔" زرگل کندھے اچکاتی ہوئی بولی جس پہ جہانگیر نے سنجیدہ سی نظر کیف پہ ڈالی۔

جہانگیر نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ کیف اس کو ٹیبل کے نیچے سے ہاتھ مار سے خاموش کروا چکا تھا۔

"تم دونوں جانے کے لیے تیار ہو۔" اماں بیگم حیام کے ساتھ ہی آتی ہوئی پوچھنے لگیں۔

"جی یہ کہہ رہے تھے کہ کلاسز مس ہو رہی ہیں تو ابھی ناشتے کے بعد ہی نکلنا ہے۔۔" حیام جہانگیر کے ساتھ کرسی پہ بیٹھتی ہوئی بولی اور ہاتھ میں تھاما ہوا دودھ کا گلاس پینے لگی جو کیچن میں تائی جان نے دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تمہاری کلاسز۔۔؟"سوال زرگل کی جانب سے آیا۔

"ارے اس کی خیر ہے جہانگیر خان ہے ناکلاسز دینے کے لیے اس کو، جہانگیر کی بات کر رہی ہے۔"گل سنجیدگی سے بولی لیکن اس کی بات کا مطلب وہ اچھے سے سمجھ گئی تھی تبھی اس کو گھورنے لگی۔

-----------------**

اب تو آہستہ آہستہ گرمی نے بھی جھلک دکھانا شروع کر دی تھی، صحن میں لگے پودے خشک ہوتے اب نئے پتوں کو خوش آمدید کہنے والے تھے۔پورا صحن دھوپ سے روشن جگمگا رہا تھا۔

جہانگیر بھی کیف اور عمار کے ساتھ نکل چکا تھا تو اب حیام اس کا انتظار کرتی دی جان کے پاس بیٹھی نصیحتیں سن رہی تھی۔

"طبیعت کو کچھ بھی ہو فوراً ادھر کال کرنی ہے۔" حقے سے نظریں ہٹاتے انہوں نے کوئی دسویں بار یہ بات کہی تھی کہ اب کی بار حیام ہنس کے اس کے کندھے پہ سر ٹکا گئی۔

"دی جان فکر کیوں کرتی ہیں عاصم ہیں نا پاس۔" وہ مسکراتی ہوئی ان کی پریشانی دور کرنے کے لیے بولی۔۔

"پاگل نام سے نہ بلایا کر اس کو۔" انہوں نے آنکھیں دکھاتے کہا۔

"نہیں دی جان بہت کم بلاتی ہوں میں تو ان کو۔" وہ فوراً اپنی صفائی دیتی ہوئی بولی۔

"اب میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ اس کو بلایا بھی نہ کر۔" دی جان اس کی صفائی پہ ہنس کے بولیں۔

"عماد کے بابا! جب عماد فری ہو تو اس کو کہیے گا کہ میں گھر بلا رہی ہوں۔" دفعتاً وہاں تائی جان عامر رفاقت صاحب کو پیچھے سے پکارتی ہوئی بولیں تو وہ جی کہہ کے چلے گئے۔

"ایسے بلاتے ہیں۔۔" دی جان سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

"میں کیسے ابھی ان کو یہ کہہ کے بلاؤں۔۔۔" وہ تھوڑا خفگی سے بولی تو دی جان نے اس کے سر پہ پیار سے ہلکی سی چپت لگائی۔

"پگلی۔۔۔!"

"لو آگیا تمہارا عاصم۔۔۔" جہانگیر کو صحن میں داخل ہوتے دیکھ وہ بولیں۔

"تیار ہو۔۔۔؟" آنکھوں سے گلاسز اتارتا ہوا وہ بولا تو حیام اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جی۔۔!"

"چلیں دی جان اجازت دیں ہمیں لیٹ ہو رہے ہیں۔" ان کے سامنے جھکتے وہ پیار لینے لگا۔

"خیر سے جانا اور پہنچتے ہی اطلاع دینا ہمیں، اس کا بہت سا خیال رکھنا ٹھیک ہے۔۔" اس کو پیار دیتیں ساتھ ہی حیام کو سر پہ پیار۔ کرتی ہوئی وہ نرمی سے بولیں تو سر کو خم دے گیا۔

سب سے ملتے وہ اپنے رستے پہ گامزن ہوئے، آدھا رستہ بھی نہ گزرا تھا کہ حیام گاڑی میں خاموشی محسوس کرتے سو گئی۔

"مجھ سے زیادہ سونے لگی ہے۔" جہانگیر اپنے ساتھ بیٹھی اپنی زوجہ کو دیکھتے گویا ہوا اور آرام سے اس کا سر اپنے کندھے پہ رکھا جو ڈھلک رہا تھا بار بار، خود موبائل نکالتے اس میں مصروف ہو گیا تھا، ڈرائیور اپنا کام جاری رکھتا ان کو منزل تک لے جا رہا تھا۔

***____________**_________**

گھر پہنچتے ہی جہانگیر حیام کو اپنا کمرہ دکھاتا ہوا یونیورسٹی کے لیے نکل گیا کیونکہ وہ لیٹ ہو رہا تھا اور یہاں سے یونیورسٹی زیادہ دور بھی نہیں تھی۔

گرے ہلکے براؤن کلر کے امتزاج کا یہ روم ڈیکور تھا۔۔۔ کو حیام کا اچھا نہیں بہت اچھا لگا تھا، اپارٹمنٹ میں بھی یہی کلر تھا تقریباً لیکن اس کی بانسبت یہ روم زیادہ بڑا تھا۔

کمرے کے وسط میں کنگ سائز بیڈ جس کے سائیڈ ٹیبل موجود تھیں، خوبصورت سلکی کرٹنز موجود تھے، لائٹ براؤن دبیز کالین۔۔ سامنے ہی ایل ای ڈی موجود تھی، بائیں جانب صوفہ سیٹ موجود تھا جس کے سائیڈ پہ خوبصورت ساشو پیس موجود تھا۔

روم کے دائیں جانب اٹیچڈ باتھ موجود تھا، جس کے بالکل ساتھ ہی ڈریسنگ روم کا۔ دروازہ موجود تھا۔۔ اس نے دروازہ کھول کے دیکھا تو کھل اٹھی۔۔ کشادہ

وارڈروب جس کے پٹ شیشے کے تھے۔ایک کو کھولا تو اس میں جہانگیر کے اور اس کے کپڑے ترتیب سے سیٹ تھے۔۔

وہ مسکراتی ہوئی وہاں سے باہر آئی۔

جہانگیر اسے بتا گیا تھا کہ تھوڑی دیر میں کام کرنے ملازمہ آجائے گی تو خود کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں۔۔

شام میں اس نے ملازمہ کے ساتھ مل کے ہی رات کے کھانے کی تیاری کر لی تھی۔ دن میں جہانگیر نے دو بار فون کرتے اس کی خیریت ضرور دریافت کی تھی۔آج وہ دو ڈھائی ہفتوں بعد جا رہا تھا تو وہاں اس کے بہت سے کام پینڈنگ تھے،آفس میں بھی چکر لگا تو آتے ہوئے دیر ہو گئی۔جب پہنچا تو پتا چلا کہ وہ کھانے پہ اسی کا انتظار کر رہی تھی جس پہ جہانگیر اچھا خاصا برہم ہوا۔حیام بھی ناک بھوں چڑھا کے ناراضگی کا اظہار کرتی ہوئی شب خیر کہہ گئی۔

_____________**

"یہ فضول کی ضد مجھے بالکل بھی سمجھ نہیں آ رہی تمہاری۔" گاڑی سے اترتے ہوئے جہانگیر سرد لہجے میں بولا تو حیام آنکھیں گھما گئی۔

"میری بہت کلاسز مس تھیں عاصم۔۔" وہ بھی تنک کے بولی تو جہانگیر سر نفی میں ہلاتا ہوا گاڑی کو لاک کرتے اس کو چلنے کا کہا۔

"چلو اب۔۔۔" وہ آنکھیں دکھاتا ہوا بولا اس کو ساتھ لیے چلنے لگا۔

صبح جہانگیر جب یونیورسٹی جانے کے لیے اٹھا تو وہ تیار ہونے لگی' پوچھنے پہ اس نے بتایا کہ وہ بھی جا رہی ہے یونیورسٹی، کل کی تو کلاسز ایسے ہی مس ہو گئی تھیں اب آج کی وہ نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ جہانگیر نے اس پہ بھی طبیعت کو دیکھتے منع کیا تو وہ ضد کرنے لگ گئی۔

صنم بھی ابھی گیٹ سے انٹر ہوئی تھی تو حیام کو جہانگیر کے ساتھ پارکنگ سے نکلتے دیکھ وہ اس کی طرف لپکی۔

"حیام۔۔۔" وہ چیختی ہوئی اس کے قریب آئی اور گلے سے لگی، حیام بھی اس کو دیکھتی بہت خوش ہوئی اور چاہت سے ملی جبکہ ان دونوں کے چیخنے پہ جہانگیر نے سرد نظروں سے گھورا۔

"طبیعت ٹھیک ہے نا۔" ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہوئے جہانگیر نے رک کے اس کے چہرے پہ نظریں گاڑھے پوچھا۔ صنم چند قدم آگے جاچکی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں، آپ فکر کیوں کررہے ہیں۔" وہ تھوڑا خجل ہوتی بولی کیونکہ اندر جاتے سٹوڈینٹس ان کو دیکھ رہے تھے۔

وہ سر ہلاتا ہوا کلاس کے اندر کی طرف بڑھا جب حیام بھی اس کے پیچھے مسکراتے ہوئے داخل ہوئی، کلاس میں داخل ہوتے ہی پرفیومز کی خوشبو اس کے ناک کے نتھنوں سے ٹکرائی تو اسے عجیب سا لگا، ابھی ایک قدم آگے بڑھی ہی تھی کہ وہیں لڑکھڑا پڑی۔۔ اس سے پہلے کہ گرتی جہانگیر نے فوراً سے آگے بڑھتے تھام لیا۔

"حیام۔۔۔!" صنم جو اپنی سیٹ پہ بیٹھی اسی کو دیکھ رہی تھی اس کے چکرانے پہ چیخ ہی اٹھی جبکہ باقی سب بھی متوجہ ہوئے ان کی جانب۔۔

"یو اوکے۔۔؟" اس کا ایک ہاتھ جہانگیر کے ہاتھ میں تھا جبکہ دوسرا اس کے کندھے پہ۔ جہانگیر نے سب کی موجودگی کا خیال کرتے اپنا ہاتھ آہستہ سے اس کی کمر سے ہٹاتے ہوئے پوچھا۔۔ جس پہ حیام نے محض سر ہلایا۔

"ادھر آؤ۔۔" اس کو ساتھ لیے وہ کرسی پہ بٹھانے لگا جو صنم بروقت اٹھا کے قریب لے آئی تھی اور خود اس کے پاس نیچے بیٹھنے لگا تو ایک سٹوڈینٹ نے اس کو بھی کرسی پیش کی جس پہ وہ مشکور ہوا۔

www.novelsclubb.com

"ناشتہ ٹھیک سے نہیں کیا تھا۔۔؟" جہانگیر نے آہستہ آواز میں سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا تھا۔۔" وہ دھیمی آواز میں بولی جبکہ لڑکیاں ابھی سیٹس سے کھڑی ہوتی انہیں کو دیکھنے میں مگن تھی۔

"کب۔۔؟"اب کی بار اس نے آبرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"آ۔۔آپ کے ساتھ۔"وہ نظریں چراتی بولی جب جہانگیر نے اس کو زبردست گھوری سے نوازا۔

"وہ میرے ساتھ بس دو نوالے لیے تھے تم نے۔"وہ حیران ہوتا بولا جبکہ اس نے گھر میں پوچھا تو تب بتایا تھا کہ وہ ناشتہ اس کے تیار ہونے تک کر چکی تھی تو وہ مطمئن ہو گیا لیکن اب وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے ساتھ ناشتہ کیا تھا جو بس دو نوالے تھے۔

"یہ پرفیوم کی سمیل کی وجہ سے شاید چکر آ گئے۔"وہ صفائی دیتی ہوئی بولی۔

"از شی ایکسپیکٹنگ۔۔!"کلاس میں ایک لڑکی کی ہلکی سی سرگوشی ابھری تو حیام نے ڈرتے جہانگیر کے چہرے کو دیکھا جو اسی کو گھورنے میں مصروف تھا۔

حیام اس کے گھورنے پہ نا جانے کیوں سرخ پڑ گئی یا شاید اس لڑکی کی بات پہ ایسا ہوا جبکہ دوسری طرف جہانگیر خود خجل سا ہو گیا تھا ایسی سٹوئیشن میں۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تمہیں گھر جا کے پوچھتا ہوں میں۔" اس کے قریب سے اٹھتے وہ دھمکاتے ہوئے بولا کہ حیام کا منہ بن گیا۔

"صنم پلیز۔۔۔" صنم کو اس کے پاس رکنے کا کہتے وہ کلاس سے باہر گیا اور ڈیپارٹمنٹ میں ہمہ وقت موجود گارڈ کو آواز دیتے کینٹین سے فریش جوس اور سینڈوچ لانے کو کہا۔

*-------**--------**

"مجھے کبھی بھی زندگی میں اتنی شرم نہیں آئی جتنی آج میں محسوس کر رہا تھا اپنے سٹوڈینٹس سے مبارکباد وصول کرتے۔" گاڑی میں بیٹھتے اپنے ہاتھ سٹئیرنگ پہ رکھتے وہ کڑے ضبط سے بولا اور ایک پل کو آنکھیں میچے گہری سانس بھرتا خود کو نارمل کرنے لگا، جبکہ چہرہ واقعی سرخ ہو چکا تھا۔

ایک طرف سے وہ بات بھی ٹھیک کہہ رہا تھا کیونکہ حیام کی حالت دیکھتے جہانگیر کے واپس آنے پہ سب اس کو مبارکباد دینا شروع ہو گئے تھے جس پہ وہ سخت جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔

"تمہیں مبارکباد دیتے ٹھیک تھا لیکن مجھے۔" اپنے ساتھ بیٹھی حیام کو گھورتے ہوئے بولا۔

"تو اور کس کو دیتے۔۔۔" اس کی بات پہ وہ حیرت سے ہمت کرتی ہوئی بولی۔

"سٹوڈینٹس ٹیچر کو مبارک دے رہے تھے جبکہ میں 'بابا' بننے والا ہوں 'ابھی بابا بنا نہیں افففف۔۔۔" وہ دونوں ہاتھ سے اپنا سر تھامتا ہوا بولا تو حیام مسکراہٹ دباتی ہوئی اپنا سر بھی جھکا گئی۔

"اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ناب۔" وہ معصومیت سے کہتی باہر دیکھنے لگی۔

"تمہیں تو میں گھر جا کے بتاتا ہوں تمہارا کتنا قصور ہے۔" وہ سرد لہجے میں کہتا اگنیشن میں چابی گھمانے لگا۔حیام کی اس بات پہ پتلیاں سکڑ گئیں کہ اس نے کیا کیا اب۔۔

اچانک سے طبیعت کا بگڑنا اس کو تھوڑی ناپتا تھا۔۔جب سب اندازے لگاتے اس کو مبارک دینے لگے تو وہ ناچاہتے ہوئے وہ سرخ پڑتی گئی کہ سب کو یقین ہی ہو گیا۔۔ عاصم جہانگیر نے تو جیسے تیسے کر کے پہلا لیکچر گزارا اس کے بعد پہلی فرصت میں وہ حیام کو لیے گھر روانہ ہوا۔

"ہائے اللہ! گھر پہ سب موجود ہونگے۔۔"

گاڑی گیٹ سے اندر لاتے جب وہ دونوں داخلی دروازے پہ پہنچے تو جہانگیر نے حیام کو جاتا دیکھ اس کی کلائی تھام کے اپنی طرف کیا اور اچانک ہی بازوؤں میں بھر لیا۔ اس اچانک افتاد پہ وہ سخت بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی تھی تبھی بے ساختہ کہہ اٹھی۔

www.novelsclubb.com

"کوئی نہیں ہے ابھی۔۔۔" وہ کہتا سنجیدگی سے اس کو اٹھائے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

"مجھے نیچے اتاریں میں گر جاؤں گی۔" اس کی گردن کے گرد بازو حمائل کرتے وہ ڈرتے ہوئے بولی تھی جب جہانگیر نے جان بوجھ کے ہلکا سا ڈرایا جس پہ وہ ڈر کے مارے چیخ اٹھی۔

اس کو لیے کمرے میں داخل ہوا جہاں نیم اندھیرا تھا کیونکہ روم کی ساری لائٹس آف تھیں اور پردے کھڑکیوں کے آگے گرے تھے۔

آہستہ سے بیڈ پہ لٹاتے اس کے پاس ہی بیٹھ گیا، حیام اس کے سرد تاثرات نوٹ کرتی ہوئی آہستہ سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی جب دونوں ہاتھ اس کے گرد رکھتے اسی پہ جھک آیا، اس کے جھکنے سے اپنا سر دوبارہ تکیے سے لگا گئی۔

"ناشتہ کیوں نہیں کیا تھا؟" چھوٹی چھوٹی آوارہ لٹیں جو چہرے کا طواف کر رہی تھیں ان کو ایک ہاتھ سے پیچھے کرتے ہوئے وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔

"کک۔۔۔کیا تھا۔" نظریں اس کے ہاتھ پہ ٹکاتے وہ آہستہ سے کہنے لگی۔

"بس دو نوالے' وہ ناشتہ نہیں تھا۔" اپنی انگلی اس کے رخسار پہ ٹریس کرتے اپنی آنکھیں اس کی کالی آنکھوں میں گاڑھے اپنے لہجے میں ہلکا سا سرد پن لیے بولا تو حیام کی گردن میں ایک گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔ نرمی سے اس کے دوپٹے کو آہستہ سے اس سے دور کیا کہ حیام کے چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔ اس پہ سایہ بنتا وہ جیسے چھا گیا تھا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔" وہ اعتراف جرم کر گئی تھی جیسے 'تو جہانگیر کے لبوں پہ تبسم بکھرتا دیکھ اس نے بھی مسکرانا چاہا لیکن اگلے پل اس کی مسکراہٹ گھبراہٹ میں بدلی جب اس نے ہلکے سے جھکتے اس کی گردن پہ ہونٹ ثبت کیے۔

"طبیعت خراب کیوں ہوئی۔۔؟" ایسے ہی اس کے بالوں کی مہک کو محسوس کرتے وہ اس کی جان ہوا کر رہا تھا۔

"پپ۔۔۔پر۔۔پرفیوم کی سمیل سے۔" وہ گہرا سانس بھرتی ہوئی اپنے ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھ گئی۔

"میں نے بھی سپرے کیا ہے مجھ سے نہیں ہو رہا کچھ؟" وہ مصنوعی حیرانگی سے اس کے کان میں سرگوشی کرتا بولا حیام کو رونا آنے لگا۔۔۔میسنا کیسے تنگ کر رہا تھا۔

"آپ کی عادت ہے۔۔۔" اس کی آواز پہ جہانگیر نے مسکراہٹ دبائی۔

"مجھے تمہاری۔۔۔" یہ کہتے ہی اس نے پھر سے اپنے لبوں سے جسارت کی۔

"عاصم۔۔!" وہ چلانے کے انداز میں بولی جب وہ ہنستا مزید قریب ہوا۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید بے باک ہوتا اچانک ہی چنگھارتی ہوئی فون کی آواز ان لمحوں میں مداخلت کر گئی جو عاصم جہانگیر جو ناگوار گزرا۔

عاصم اپنے ہاتھ اس پر سے ہٹاتا ہوا بد مزا ہوا اور پینٹ پاکٹ سے موبائل نکال کے دیکھا تو گاؤں سے کال تھی۔

بیٹھتے اس نے کال اٹینڈ کی اور اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی تھی جب حیام شکر کا کلمہ پڑھتی ہوئی اٹھ بیٹھی ساتھ ہی اپنا دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھا۔

"میرا ولیمہ کس کے ساتھ!" وہ تعجب سے بولا کہ حیام کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔

"تیری بیوی کے ساتھ اور کس کے ساتھ کرنا ہے۔۔" دوسری جانب سے دی جان کی سخت آواز سنتے وہ ہنسا تھا۔

"میرا مطلب کہ آپ کیف کی شادی کے ساتھ کرنا چاہ رہی ہیں۔۔" وہ اب کی بار کھل کے بولا جبکہ حیام اپنے پیر اکھٹے کیے مزے سے اس کے کندھے سے آگے جھانک رہی تھی۔

چلیں ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔۔" وہ مسکراتا ان کے فیصلے پہ حکم بجالایا تو دی جان حیام کا خیال رکھنے کی نصیحت کرتی کال کاٹ گئیں۔

"کون تھا۔۔؟"اس کے کال بند کرتے ہی حیام نے متجسس ہوتا پوچھا۔

"میں ہی تھا۔۔۔"وہ اچانک مڑتے ہوئے اس کے بندھے بالوں کو کھول گیا کہ حیام کا دماغ گھوم گیا۔۔۔یہ آج اسے آخر ہو کیا گیا تھا۔

"آپ لیٹ ہو رہے ہیں یونیورسٹی جائیں اب۔۔"وہ اپنا آپ چھڑاتی دوسری طرف سے اتر کے مزے سے بولی۔

حیام کی حرکت پہ جہانگیر خود کا قہقہہ روک نہ پایا اور دل کھول کے ہنس دیا جب وہ خفگی سے اس کو گھور کے رہ گئی۔

"کال پہ کون تھا اور کیا کہہ رہے تھے؟"اپنا بیگ اس کے قریب سے اٹھاتی ہوئی بولی اور اس میں اپنا موبائل تلاشنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"دی جان تھیں 'کہہ رہی تھیں کہ وہ ہمارا ولیمہ کرانا چاہ رہی ہیں کیف کی شادی کے ساتھ ہی۔" آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اپنی ٹائی کی ناٹ ٹھیک کرنے لگا، حیام نے آگے بڑھتے کمرے کی لائٹس آن کیں جب اس کی بات پہ وہ چونکی تھی۔

"ہمارا ولیمہ کیوں۔۔۔!" وہ حیران ہوئی تھی ساتھ ہی چلتے اس کے قریب آئی۔

"کہہ رہی تھیں کہ ہماری شادی جلدی ہوئی تو کوئی فنکشن نہیں ہوا اسی لیے۔" اس کے گرد باہیں پھیلاتے وہ مسکراتے بولا تو حیام نے سر ہلایا جبکہ آج کے بدلے بدلے انداز پہ جی جان سے چونک رہی تھی۔

"خیر ہے آج آپ بدلے سے لگ رہے ہیں۔" بلآخر وہ آنکھیں سکیڑتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مجھ سے

یقیناً اک جسارت ہو گئی ہے

تمہیں کوئی شکایت تو نہ ہو گی

مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے"

وہ اپنی مخصوص کن مسکراہٹ لیے دلکشی سے بولا تو حیام سر جھٹکتی ہوئی شرما کے ہلکا سا ہنس دی۔

"اتنی دیر بعد آپ کو محبت کا اظہار کرنا یاد آیا۔۔۔" وہ مسکراتی آنکھوں سے دیکھتی ہوئی مدھر لہجے میں بولی۔

"بیگم آپ کو لگتا ہے کہ میں نے اظہار کرنے میں دیر کر دی۔" اس کے سراپے کو استحاق بھری نظروں سے دیکھتے وہ شرارت سے بولا تو حیام کے رخساروں پہ گلال بکھر گیا۔

"پتا نہیں 'لیکن ابھی آپ کو دیر ہو رہی ہے 'یونیورسٹی جائیں۔" حیام چڑھاتی ہوئی بولی اور اس کے حصار کو نرمی سے کھولتی ہوئی کمرے سے باہر نکلنے لگی جب اس کے الفاظوں نے قدم جکڑ لیے۔

"فراز عشق کی دنیا تو خوبصورت تھی

یہ کس نے فتنۂ ہجر و وصال رکھا ہے"

"کھانا اچھے سے کھانا، میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔" جاتے ہوئے اس کے ماتھے کو اپنے لمس سے معطر کرتا ہوا چلا گیا۔

کیچن میں کاونٹر سے ٹیک لگاتے وہ اپنے ہونے والے ولیمے کے بارے میں سوچنے لگی۔بے ساختہ ہی وہ کھلکھلا اٹھی، خود کو دلہن کے روپ میں تصور کرتے وہ مزے سے اب فریج سے فروٹ نکالتے کھانے لگی۔

دی جان نے بھی اچھا فیصلہ کیا تھا کہ ان کا بھی ولیمہ ساتھ ہی رکھ دیا تھا کیونکہ ان کا تو بس نکاح ہوا تھا رخصتی بھی ساتھ ہی سادھی سی جس میں کوئی تیاری نہ ہوئی تھی۔ اب وہ چاہتی تھیں کہ ان دونوں کو بھی ساتھ عروسی جوڑوں میں دیکھ کے خود کی بھی تمنا پوری کرلیں۔

_______*_______**

وہ دونوں ڈیرے پہ بیٹھے سارے کام وغیرہ نپٹا رہے تھے زمینوں کے جب دادا جان بھی ان کے پاس آکے بیٹھ گئے۔۔

وہ بہت کم ڈیرے پہ آتے تھے کیونکہ یہاں عماد پہلے ہی موجود ہوتا تھا اور کام وہ خود دیکھ لیتا تھا۔دادا جان اپنے کچھ قریبی دوستوں کے ساتھ موجود ہوتے تو کبھی جرگے کے بزرگوں کے ساتھ مصلحتیں کرتیں۔

www.novelsclubb.com

"ارے دادا جان آپ۔۔!" ان کو دیکھتے وہ دونوں چونکے تھے تبھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بیٹھے رہو بھئی۔۔۔میں نیا تھوڑی ہوں جس کے لیے کھڑے ہو رہے ہو۔" وہ ہنس کے ان دونوں کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

"کیا کر رہے تھے تم دونوں۔۔" وہ ان کو حساب کتاب میں لگا دیکھ پوچھنے لگے۔

"کچھ نہیں بس یہی دیکھ رہے تھے۔" کیف ہاتھ میں پکڑی حساب والی ڈائری کی طرف اشارہ کرتا بولا۔

"تم بتاؤ برخوردار خوش ہو۔۔۔؟" دادا جان ایک نظر ڈائری پہ ڈالتے کیف کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

"کس سے۔۔؟" وہ الجھن بھرے تاثرات سے پوچھنے لگا۔

"ارے بھئی اپنی شادی سے۔۔۔راضی ہو۔" وہ اس کی عقل پہ ماتم کرتے ہوئے ہنس کے بولے۔

"ہاں جی داداجان میں تو شروع سے ہی راضی ہوں بس اب قبول قبول بولنا ہے۔۔" وہ پھیلتا ہوا شرارت سے بولا تو عماد کے ساتھ ساتھ داداجان بھی قہقہہ لگا اٹھے۔

"اتنے بھی اتاولے نہ بنو کہ دلہن بیٹی عین موقع پہ تمہیں دیکھتے 'مجھے قبول نہیں' پھر تم وہاں دیکھنے رہنا شکلیں سب کی۔" داداجان بھی بدلے میں دوبدو بولے تو اس کی بولتی بند ہوگئی۔

"تم لوگوں کی جودی جان ہے ناانہوں نے عین موقع پہ کہہ دیا تھا۔" وہ مزے سے اپنا وقت یاد کرتے ہوئے بتانے لگے جب وہ دونوں چونکے پھر قہقہہ لگا اٹھے۔

www.novelsclubb.com

"کیوں داداجان، آپ توماشاءاللہ سے اتنے ہینڈ سم ہیں تبھی تو ہم ایسے پیس نکلے ہیں پھر انکار کیوں کیا۔" اب کی بار عماد بھی شرارت سے بولا تو داداجان مدھم سا مسکرا دیئے۔

"تم کو گوں کی دی جان پنجابی تھی اور ہم ٹھہرے خان لوگ تو شادی والے دن ان کو لگا کہ ہم پختون ہیں تو وہی پہ انکار کر دیا کہ کیسے رہیں گی یہاں ایک پشتوں لڑکے کے ساتھ۔" وہ اس پل کو یاد کرتے ہنس دیئے۔

"پھر شادی ہو گئی۔۔۔" کیف آنکھیں مٹکاتے ہوئے معصومیت سے بولا۔

"گدھوں تبھی تو تم لوگ یہاں ہو اور دی جان تم لوگوں کی دی جان میری بیگم۔۔" وہ کیف کو لگے ہاتھوں ایک مارتے ہوئے بولے جبکہ عماد اس کی درگت پہ ہنس دیا۔۔

"ہائے شیریں گھل گئی آپ کے لفظوں میں جب دی جان کو آپ نے 'میری بیگم' کہا۔" کیف اپنا بدلہ پورا کرتا ہوا اس کو چھیڑتے ہوئے بولا۔

"بد تمیز۔۔!" وہ اس کو پھر ایک تھپڑ سے نوازنے لگے جب وہ ان کی پہنچ سے دور بھاگا۔

"ناراض ناراض رہتی تھی شروع میں بہت۔۔۔ پسند کا دلہا نہیں ملا تھا نا، جب وہ ناراضگی سے کچھ کہتیں تو تمہاری دی جان بہت اچھی لگتی تھی۔۔ شروع شروع میں تعریف کرتا تو غصہ کرتی پھر آہستہ آہستہ خود ہی ٹھیک ہو گئی۔۔۔ پھر جب تعریف کرنا بھول جاتا تو پنجابی میں نہ جانے کیا کیا کہہ کے الفاظوں سے نوازتی تھیں۔۔" وہ ہنستے ہوئے ان کو اپنی باتیں یاد کرتے بتانے لگے جب وہ دونوں بھی ان کی بات پہ مسکرا دیئے۔

"ہاں لیکن کبھی غصہ نہیں کیا تھا ان پہ تبھی تو رعب رکھتی ہیں۔۔" وہ زرا ٹھہر کے مسکرا کے بولے۔

"تبھی تو وہ آپ پہ غصہ نہیں ہوئیں کبھی۔" کیف داد دیئے بنا نہ رہ پایا۔

"بات غصے کی نہیں بات احترام کی ہے جو آپ کی دی جان اور میں ان کا کرتا ہوں۔۔شروع شروع میں اختلاف تھے ہم میں لیکن کبھی بھی کسی کی بھی بات پہ اس کی بے عزتی نہیں کی تھی۔۔اگر بات بری لگی خاموش ہو گئے، نہیں تو اکیلے میں بتا دیا، آپ کی دی جان بہت صبر والی ہیں، جب وہ بیاہ کے لائی گئیں تو خاندان کی کئی عورتوں نے اعتراض اٹھایا کہ یہ پنجابی ہم خانوں میں کیوں ہیں۔۔لیکن جب میں ان کے ساتھ ہوتا تو پھر انہیں کسی کی بھی بات کا ڈر نہیں تھا۔۔انہیں مجھ پہ یقین تھا کہ میرے ہوتے ہوئے کوئی ان کو کوئی کچھ بھی نہیں کہے گا۔" وہ بات کر رہے تھے، کیف اور عماد ان کو یک ٹک بس دیکھے جا رہے تھے۔۔

www.novelsclubb.com

وہ اتنی عمر میں بھی ایک رعب رکھتے تھے ایک شخصیت تھی ان کہ وہ محفل میں جاتے تو پتا چلتا کہ رفاقت خان آرہے ہیں۔۔۔اور ان کے پوتے جب کہیں جائیں تو پتا چلتا کہ رفاقت خان کے پوتے آرہے ہیں۔۔ان کی سرخ و سپید رنگت پہ داڑھی

جو چاندی میں رنگ چکی تھی۔ایک شال جو ہمہ وقت وہ اوڑھ کے رکھتے تھے خود

پہ۔

"عمر میں مجھ سے چھوٹی تھیں تمہاری دی جان۔۔ لڑتی بھی تو مجھے ہنسی آتی پھر جب ہمارا آصف آیا۔۔ ہماری پہلی اولاد۔۔ ہماری تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا'تم لوگوں کی دی جان اکثر مجھ سے لڑتی تھیں کہ آصف ان پہ ہے جبکہ وہ خوبخبو مجھ پہ تھا۔۔اور آج دیکھو ہمارا جہانگیر۔۔ مجھے آصف نظر آتا اس میں، بالکل اسی کی طرح بولنا اسی کی طرح چلنا سب وہی ہے۔۔ میرا آصف ہنستا بہت تھا لیکن ہمارا جہانگیر اتنا ہی کم ہنستا ہے۔۔ تم لوگوں کی دی جان اکثر عاصم کو دیکھ کے روتی ہیں۔۔" وہ اپنی بات پہ مسکرا رہے تھے،اپنی اولاد کے زکر پہ لہجہ رندھ گیا جیسے،آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے آصف رفاقت کے زکر پہ۔

"لیکن جب عاصم جہانگیر خان ہنستا ہے تو وہ میرے سامنے میرا بیٹا ہوتا ہے۔پورا اپنے باپ ک پرچھائی ہے وہ۔" کہتے انہوں نے اپنی آنکھیں مسلی تھیں کہ کہیں

نکمین پانی ان کی داستاں نہ سنا دے۔ عماد اور کیف بے ساختہ ہی مسکرا کے ان کے قریب بیٹھ گئے۔

"کبھی نہیں سوچا تھا کہ ہمارا جوان بیٹا ایسے چھوڑ کے چلا جائے گا ہمیں۔۔" وہ اچانک سے رو پڑے تو کیف اور عماد کے دل کو جیسے کچھ ہوا۔

"جہانگیر کو دیکھتا ہوں وہ تو یاد آنے لگتا ہے۔۔۔ تم تینوں میرے پاس موجود ہو جا کا مطلب کہ میرا فخر میرا مان میرے پاس ہے، بس کبھی اس مان بھروسے کو کچھ ہونے نہیں دینا۔" وہ ان دونوں کو بغلگیر کرتے ہوئے بولے تو وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرا دیئے۔

www.novelsclubb.com

"رمشا بیٹی پہ اپنا رعب نہیں ڈالنا کیف، وہ بہت سادھی سی بچی ہے اصفحان کی بیوی کی طرح۔" معاً وہ سنبھلتے ہوئے کیف کو باور کروانے لگے جس پہ وہ سر خم کر گیا۔

"میری مجال۔۔۔" وہ فرمانبردار بچے کی طرح نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا کہ ایسا بالکل بھی نہیں ہو گا۔۔ جس پہ وہ کندھا تھپکتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئے۔۔

شام کو جب یہ بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے تو کیف کے ڈھیلے سکریو کی وجہ سے اس کی زبان نے کجھلی کی جس پہ دادا جان تو بہت پچھتائے اس سے بات کر کے۔

"دی جان سنا ہے کہ آپ دادا جان کو پنجابی میں باتیں سناتی تھیں۔۔"وہ مزے سے کھانے سے انصاف کرتا ہوا بولا تو عماد نے بامشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"اور کیا بیوی کی روز تعریف کرنی چاہیے۔۔؟"وہ متجسس ہوتا پوچھنے لگا جیسے اس وقت اس سے ضروری بات کوئی اور تھی ہی نہ۔۔دادا جان نے بے ساختہ ہی دانت پیسے اپنے نالائق پوتے کی حرکت پہ۔

"پتر جی کچھ اور وی رہ گیا پوچھنا یا سب ہو گیا۔۔؟"دی جان نے سخت گھوری ڈالتے ہوئے کہا جس پہ وہ گڑ بڑا گیا۔

"میں تو بس جنرل نالج کے لیے، یونو شادی ہے میری اب۔۔۔"وہ دانت نکالتے ہوئے بولا جس پہ وہ سب کی دبی دبی ہنسی گونج اٹھی۔

"عماد تو بتادو سرے سوال کا جواب۔۔ تعریف ضروری ہے۔۔؟" وہ اب بھی باز نہ آیا تھا تبھی تو یوں کا رخ اپنا عماد کی جانب کیا جس پہ وہ کندھے اچکا گیا جبکہ گل سب کے سامنے سٹپٹا اٹھی اس کی بکواس پہ۔

"اپنا اپنا تجربہ الگ ہے بھئی۔۔۔ مجھے تو کرنی پڑتی۔۔" وی آنکھ دبا کے شرارت سے بولا کہ اب کی بار ساری عورتوں نے گھورا جبکہ مرد حضرات قہقہہ لگا اٹھے۔۔۔

"بھئی اس بات پہ میں بھی راضی ہوں۔" اظہر صاحب بھی فوراً تائید کرتے ہوئے بولے جس پہ عامر رفاقت نے بھی بھرپور تائید کی۔۔۔

جبکہ وہ سب اب خود حجاب سی خاموش ہو گئی تھیں اور مرد سب اپنے کارناموں پہ سرخرو۔

"دعا میری جان یہاں آجاؤ اپنے کیف ماموں پاس جب تک میری بیگم نہیں آجاتی ہم اپنی ٹیم بناتے ہیں۔" سب کی بیگمات دیکھتے وہ کچھ جل گیا تبھی دعا کو اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے بولا کہ ڈائننگ ہال سب کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔

_______________**

"میں نہیں جارہی اب۔۔۔" وہ صبح یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہورہا تھا جب حیام کو بھی تیار ہونے کو کہا کیونکہ وہ ابھی تک بستر میں گھسی ہوئی تھی۔

"کیوں۔۔۔؟" وہ ماتھے پہ شکن لیے پوچھنے لگا۔۔

"میرا دل نہیں کررہا آج جانے کو، دل گھبرا رہا ہے۔" اپنا چہرہ کمفرٹر سے باہر نکالتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

اس کے بولتے ہی جہانگیر آئینے کے سامنے سے ہٹتا ہوا اس کے پاس آیا اور کمفرٹر پیچھے کیا۔

"تمہاری اٹینڈینس کا مسئلہ بن جانا ہے بعد میں۔" اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا جہاں ہلکی ہلکی حدت محسوس ہوئی لیکن وہ بخار کی نہیں تھی، بستر میں گھسنے کی وجہ سے وہ ہیٹ آپ تھی۔

www.novelsclubb.com

"چلو میں نوٹس لے آؤں گا اور ٹائم پہ مجھے انفارم کرتی رہنا اپنی طبیعت سے، شام تک اماں بیگم آجائیں گیں۔"اس کے ماتھے کو نرمی سے چھوتا اٹھا تھا اور اپنی تیاری مکمل کرنے لگا۔حیام مزے سے اب دوبارہ سونے کی تیاری میں تھی۔

شام کو سب خواتین کیف کے ساتھ یہاں آرہی تھیں شادی کی شاپنگ کے لیے تو ایک طرح سے حیام کی خود نیت خراب تھی نہ جانے کی تبھی وہ کہتے مزے سے نیند میں آغوش میں آسمائی۔

دوپہر ڈھلی تو سب یہاں لاؤنج میں موجود خوش گپیوں میں مصروف تھے جب جہانگیر آفس سے بھی ایک چکر لگاتا ہوا واپس آیا۔۔۔حیام اس کو دیکھ کے اٹھی اور کھانا دینے لگی جبکہ باقی سب ویسے ہی بیٹھیں باتیں کررہی تھیں۔

کچھ ابھی شاپنگ پہ جانے تو تیار تھیں تو اماں بیگم کل پہ پروگرام بنائے بیٹھی تھیں۔۔ پھر آپس میں مشورہ مشاورت کر کے وہ ابھی تھوڑی دیر میں نکلنے والی تھیں۔

کیف اور جہانگیر دونوں ان کے ساتھ تھے۔ابھی وہ سب رمشا کے لیے جوڑا پسند وغیرہ کر رہی تھیں جب گل ایک سائیڈ ہوتی چھوٹی بچیوں کے لیے کپڑے دیکھنے لگی۔اسی شاپ کی ساتھ والی دکان پہ بچوں کا سٹاک دیکھتی ہوئی وہ اماں بیگم کو بتاتے وہاں نکل گئی۔۔اسے دعا کے لیے دو ڈریس پسند آئے تو وہ اوکے کر کے جاونٹر پہ دیئے۔۔وہیں کھڑے اسے ایک اور خوبصورت سی پیچ کلر کی فراک نظر آئی تو وہ کاؤنٹر پہ ویٹ کا کہہ کے وہاں پھر سے بڑھ گئی۔

اس خوبصورت فراک کی ریک کے قریب پہنچتے وہ اسے ہاتھ میں تھامے محو سے تک رہی تھی جب اس کو محسوس کیا کہ کوئی اس کو دیکھ رہا تھا۔

اس لیے وہم سمجھ کے سر جھٹکا اور پھر سے جیڑے دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔

کندھے سے شال ٹھیک کرتے اس نے ایک ہاتھ میں فراک تھاما اور دوسرے سے ریک چیک کرنے لگی جب اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس ہوئی۔

اس نے چونک کے گردن گھمائی جب آنکھیں پتھرا گئیں کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے کہ اپنا سخت ہاتھ اس کے چہرے پہ جما گیا۔اس کی دھڑکنیں ساکت ہوئیں تھی کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جیسے سلب کر گئی تھی۔

"ہماری بیٹی کی شاپنگ کر رہی ہو۔۔" وہ کان کے قریں جھکتا غرایا جب مزاحمت کرتی خود کو چھڑوانے کی سعی کرنے لگی۔اپنے دونوں ہاتھ اس کے سخت ہاتھ پہ رکھتے اپنا چہرہ چھڑوانا چاہا جب اس کا ایک بازو پیچھے پیٹھ کی طرف لے جاتے سخت گرفت جمائی جب وہ اس کی ظالم گرفت میں تڑپ کے رہ گئی۔وہ خوبصورت پیچ رنگ فراک اس کے ہاتھ سے چھوٹتی نیچے جا گری جب وہ اس کو گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے جانے لگا۔

گل کا شدت سے دل چاہا کہ کوئی اس کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اس طرف آجائے۔

______________**

"تم بھی اپنا کوئی پسند کرو اچھا سا ولیمے کا، دونوں کا ایک ساتھ ہی ہو جائے تو اچھا ہو گا۔" تائی جان نے حیام کو مخاطب کرتے کہا جس پہ وہ سر ہلاتی ہوئی گل کو بلانے لگی لیکن وہ یہاں تھی ہی نہیں۔

اس نے نظریں دوڑائیں جب جہانگیر اور کیف ایک جگہ بیٹھے موبائل میں مصروف نظر آئے۔

"ادی گل کہاں گئی۔۔؟" حیام نے ساتھ بیٹھی زر گل کو پوچھا۔

"وہ ساتھ والی شاپ تک گئی ہے دعا کے کپڑے دیکھنے۔۔" سمسں بیگم اپنے سامنے رمشا کے لیے پسند کیا جوڑا پھیلاتے ہوئے بولیں۔

"ساتھ چلتے نا، اکیلے کیوں گئیں۔" حیام بڑبڑاتی ہوئی اٹھی اور جہانگیر کی طرف آئی۔

"سنیں۔۔!" وہ پاس پہنچتی ہوئی بولی جب جہانگیر کے ساتھ ساتھ کیف نے بھی استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"جی سنائیں۔۔۔" وہ نرم نظروں سے دیکھتا ہوا اسی انداز میں بولا۔

"گل ادی کو بلا دیں پاس میں کسی شاپ پہ گئی ہیں۔۔ ہم نے ڈریس پسند کرنا ہے۔" حیام مسکا کے بولی تو جہانگیر اٹھتا ہوا اپنی شرٹ ٹھیک کرتا اچھا کہہ کے وہاں پاس شاپس میں دیکھنے لگا۔

کیف ابھی بھی وہیں بیٹھا تھا جب حیام کو مسکراتی نظروں سے دیکھتا اس کی طبیعت دریافت کرنے لگا۔

-------------**

چینجنگ روم میں اس کے ساتھ خود کو بند کرتے ہوئے وہ اسے مکمل بے بس کر چکا تھا۔ جبکہ آنکھوں میں خباثت چمک رہی تھی۔

"آج بچ کے دکھا یہاں سے، کتنے عرصے سے تجھے ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔اداس نہیں ہوئی مجھ سے۔۔" نرمی سے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹاتا وہ عجیب ہی لہجے میں بولا۔

"چھوڑو مجھے جنگلی انسان۔۔"اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروانے کی جدوجہد کرتی وہ چیخنے کے انداز میں بولی جب وہ اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑتا اس کو اپنے قریب کر گیا۔

"چھوڑنا تو اب کبھی نہیں۔۔"ایک ہاتھ سے اس کے دونوں ہاتھوں کو قابو میں کیا اور دوسرے سے اس کے بال اپنی مٹھی میں جکڑے جس پہ وہ کراہ اٹھی۔

"تم لوگوں نے کیا سوچا کہ میں کبھی تم تک نہیں پہنچ پاؤں گا،ارے میری قسمت خراب تھی جو تجھ جیسی سونے کی چڑیا میں نے چھوڑ دی خیر بدلہ اب بھی کچھ نہیں تو میرے ساتھ چل واپس۔۔"وہ پاگلوں کی طرح اس کے باک چھوڑتا چہرے کو تھامتا ہوا بولا جب گل کو اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہوا۔

"مجھے جانے دو فرہاد، چھوڑو مجھے علاج کرواؤ اپنا۔۔۔"اپنے منہ سے اس کا۔ہاتھ جھٹکتے وہ سرد لہجے میں بولی اور وہاں سے بھاگنا چاہا۔

"ایسے کیسے۔۔۔اتنی آسانی سے تھوڑی جانے دوں گا اب۔"اس کا بازو جکڑتا وہ سرد لہجے میں غرایا جب گل کا بے ساختہ ہی ہاتھ اٹھا تھا اس پہ۔

"اپنی بکواس اپنے پاس ہی رکھو تم گھٹیا آدمی اور آئندہ میرے سامنے اپنی شکل نہ لانا۔۔"وہ نا جانے کہاں سے ہمت سمیٹ لائی تھی اور اس کے سامنے کھڑے ہوتے انگلی اٹھا کے وارن کرنے لگی۔اس کا دل سخت گھبرا رہا تھا تبھی بغیر دیر کیے اس نے دروازہ کھول کے نکلنا چاہا۔۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا تو فرہاد نے ہوش میں آتے اس کو پکڑنا چاہا لیکن وہ اس کی پہنچ سے دور ہو گئی تھی۔

وہ خوف زدہ ہوتی وہاں سے نکلنے لگی جب فرہاد پھرتی سے اس کے پاس پہنچا تھا۔۔ گل اس کو دیکھتے بے ساختہ ہی چیخی تھی جب فرہاد نے تھپڑ کا بدلہ اس کو تھپڑ مارتے ہی لیا لیکن اگلے ہی لمحے وہ اپنے سن ہوتے دماغ کے ساتھ اپنے حواس کھو بیٹھی اور دھڑام سے نیچے جا گری۔

"ایکسکیوز می! کیا یہاں پہ ایک لیڈی آئی تھیں بچی کے کپڑے خرید رہی ہونگی وہ۔" جہانگیر شاپ میں داخل ہوتے ہوئے جب گل کو ڈھونڈنے لگا تو اسے نہ ملی تبھی وہ کاونٹر پہ آتے وہاں سیلز گرل سے پوچھنے لگا۔

"یہاں آئی تو تھیں ایک۔۔ پھر ایک دو ڈریسز دیکھنے لیے دوسری جانب گئی تھیں لیکن واپس نہیں آئیں ابھی، یہ انہوں نے رکھوائے تھے۔" وہ دو بیگس کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی تو دوسری جانب کا سنتے جہانگیر شکریہ ادا کرتا ہوا وہاں سے دوسری جانب آیا۔

"ہاں ادھر پاس کے مال آئے ہیں آجاؤ تم بھی۔۔" اچانک فون کے بجنے کی آواز پہ اس نے عماد کی کال ریسیو کرتے کہا جب اس نے اس کی سماعتوں پہ دھماکہ کیا یہ بتا کے کہ پولیس نے انفارم کیا ہے کہ فرہاد جیل توڑ کے وہاں سے بھاگ چکا ہے۔۔

"یہ کب کی بات ہے۔۔؟" وہ ماتھے پہ بل لیے بولا جب اس نے بتایا کہ اس واقعے کو دو ہفتے ہو گئے تھے اور ابھی پولیس کی اطلاع کے مطابق وہ یہی موجود تھا۔

"تم آجاؤ پھر دیکھتے ہیں۔" وہ کہتا ہوا کال بند کر گیا جب دوسری جانب بھی اسے وہ دکھائی نہ دی، فرہاد کے جیل سے نکلنے کے بعد اب تو اسے ٹینشن ہونے لگی تھی کیونکہ گل اکیلی نکلی تھی۔

"اے اٹھ اپنی آنکھیں کھول۔۔۔" وہ گل کے گرنے پہ ہڑ بڑا اٹھا بھلا وہ اس کو کیسے لے جاتا اب تبھی اپنے دوست کو کال کر کے بلانے لگا اور گل کے گال تھپتھپاتا ہوا بولا لیکن وہ ہوش میں ہوتی تو اٹھتی۔

"منحوس ابھی بیہوش ہونا تھا۔۔۔" وہ غصے بھری نظر اس پہ ڈالتا ہوا پچھلے دروازے کی طرف گیا جہاں سے اس کا دوست آرہا تھا۔

ابھی وہ گل کو لیے جہاں موجود تھا وہاں بہت کم لوگ آتے تھے یہاں سے تھوڑے فاصلے پہ ہی مال کا پچھلا گیٹ تھا تا کہ وہ بآسانی سے گل کو یہاں سے لے جاتے لیکن وہ ابھی خود دوست کو دیکھنے اسی گیٹ کی جانب گیا گل کو ایسے ہی بے سدھ پڑا چھوڑ کے۔

جہانگیر اس شاپ سے باہر آتا ہوا مزید آگے بڑھا جب اس نے گل کے نمبر پہ کال ملائی۔کال ملاتے ہی اس کو فون کی آواز سنائی دینے لگی تو وہ اس کے تعاقب میں گیا۔۔

اسی شاپ کی پچھلی سائیڈ پہ چینجنگ روم موجود تھا جہاں قدرے اندھیرا تھا۔اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تو وہ سرعت سے اندر داخل ہوا جہاں اس کو گل کا آنچل دکھا، تھوڑا آگے ہوا تو وہ بے ہوش بے سدھ زمین پہ پڑی تھی۔۔

اپنا موبائل جلدی سے پاکٹ میں رکھتا وہ گل کے پاس آیا۔۔اس کا چہرہ تھامتا وہ اس کی نبض ٹٹولنے لگا جو بہت آہستہ چل رہی تھی۔۔اس کی حالت کو مد نظر رکھتے اس نے بنا کسی کو خبر دیئے ایمبولینس کو کال کی۔

اس کی شال درستے کرتے اس نے عماد کو کال کی لیکن وہ اٹھا نہیں رہا تھا۔اب اس کو فکر لاحق ہوئی کہیں اس کی مزید طبیعت نہ بگڑ جائے۔۔

اچانک باہر شور کی آواز سنتا جہانگیر چونکا اور اٹھ کے باہر دیکھا جہاں فرہاد کو کوئی پیٹ رہا تھا۔۔اس نے غور کیا تو وہ عماد تھا۔

"عماد۔۔۔عماد۔۔اندر سے گل کو لو اور باہر لے جاؤ ایمبولینس آ گئی ہو گی، وہ بیہوش ہو گئی ہے۔" فرہاد کو اس کی گرفت سے چھڑواتا ہوا خود فرہاد کا گریبان ہاتھ میں دبوچتا ہوا عماد کو اندر بھیجا جب وہ گل کو سوچتا ہوا سرعت سے اندر گیا۔

"ہاں بھئی جیل کی ہوا سے سکون نہیں ملا جو یہاں بھٹک رہے ہو۔" اس کو زبردستی خود کے مقابل کھڑا کرتے ہوئے جہانگیر سرد لہجے میں بولا پھر اچانک ہی ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے کی زینت بنایا۔

عماد جلدی سے گل کو باہوں میں اٹھائے ہوئے باہر کی جانب گیا۔

عماد جب جہانگیر کے کہنے پہ یہاں آ رہا تھا تو اس کے ساتھ پولیس کی نفری بھی یہاں آ رہی تھی۔وی دوسری جانب سے اندر آنے لگا تھا جب اسے فرہاد نظر آیا۔وہ متعجب سے اس کے پیچھے آنے لگا، کچھ پچھلا بھی غصہ تھا جو وہ ضبط کیے بیٹھا تھا۔۔

عماد نے اس کو پکارا تو وہ جانے کیا کیا بکواس کرنے لگا، جو اس کے ضبط کا امتحان تھا تبھی وہ بے قابو ہوتا اس پہ جھپٹا اور پے در پے تھپڑوں مکوں سے اس کی تواضع کرنے لگا۔ اصل ہوش تب اڑے جب جہانگیر نے بتایا کہ وہ اندر بیہوش تھی۔ اس کو اٹھائے وہ باہر کی جانب بڑھا تب تک ایمبولینس بھی آ گئی تھی۔ بنا کو خبر لگے وہ گل کو وہاں سے لے جا چکا تھا، اس کے جاتے ہی پولیس بھی اندر داخل ہوئی اور جہانگیر سے فرہاد کو چھڑوایا تو اپنے ہاتھ آزاد پاتے ہی اس نے اپن چھپائی ہوئی پسٹل نکالی اور جہانگیر۔ کی طرف رخ کیے کھڑا ہو گیا۔

"سالے پہلے بھی تم لوگوں کی وجہ سے وہ مجھ سے دور ہوئی اور سالو اب بھی اس کو مجھ سے چھیننا چاہ رہے ہو۔" وہ پسٹل کا رخ جہانگیر کی طرف کرتا ہوا بولا جبکہ اپنی قسمت پہ اسے رج رج کے غصہ آ رہا تھا کہ وہ اپنے دوست کے لیے کیوں رکا بھلا اس کو اٹھائے خود ہی باہر چکا جاتا تو اب وہ اس کے پاس تو ہوتی۔

"یہ فضول کی بکواس کرنے کا اب کوئی فائدہ نہیں تمہیں فرہاد کیونکہ تم نے خود اسے چھوڑا تھا اور اب وہ عماد کی بیوی ہے۔۔اگر اسے کچھ بھی ہوا تو زندہ تو تمہیں میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔"اچانک پیچھے سے ایک سپاہی نے اس جے ہاتھ سے پسٹل چھین کے اس کو قابو میں کیا۔۔جہانگیر چلتا ہوا اس کے پاس آیا اور ایک اور تھپڑ سے تواضع کرتا ہوا سرد مہری سے بولا۔

"چل تجھے تو اب پھانسی ہی ملے گی۔۔"پولیس اس کو اپنے ساتھ لے جاتی ہوئی بولی تو ان کے جاتے ہی جہانگیر نے عماد کو کال کر کے گل کی خیریت دریافت کی۔

"ابھی ابھی پہنچے ہیں ڈاکٹر لے گئی ہیں اندر۔"وہ مضطرب سا بولا۔

"تم فکر نہ کرو وہ ٹھیک ہو جائے گی ابھی تھوڑی دیر میں میں آتا ہوں تمہارے پاس۔"وہ تسلی آمیز لہجے میں بولا اور کال کاٹ کے واپس ان سب کے پاس روانہ ہوا جب کیف بھی اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔

"کہاں تھے یار اور گل کہاں ہے؟ سب پوچھ رہے ہیں۔" کیف نے پریشانی سے پوچھا۔

"وہ گل کی طبیعت بگڑ گئی تھی تو عماد اس کو اپنے ساتھ لے گیا اسپتال۔۔" وہ سرسری سا بتاتے ہوئے بولا اور ساتھ چلنے لگا۔

"کیا ہوا اسے۔۔۔" وہ متفکر ہوتا بولا۔

"فکر کی بات نہیں بس چکر آگئے تھے اسے۔۔" وہ اسے نارمل انداز میں بتاتا ہوا اسی شاپ میں داخل ہوا جہاں وہ سب خواتین ابھی بھی بیٹھیں بحث و تکرار کر رہے تھے۔

"عاصم گل نہیں آئی ابھی تک اور اتنا لیٹ۔" حیام اس کو دیکھتی ہوئی بولی جو کافی دیر کیے اب آ رہا تھا۔

"وہ واپس چلی گئی عماد کے ساتھ، طبیعت بگڑ گئی تھی اس کی۔" وہ نارمل لہجے میں بتاتا واپس صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"خان یہ دیکھو یہ ہم نے پسند کیا ہے حیام کا صحیح رہے گا نا۔" تائی جان نے اس کو مخاطب کرتے کہا اور سامنے پھیلائے جوڑے کی طرف اشارہ کیا جو گرے کلر کا لانگ ٹیل فراک تھا جس کو خوبصورت نگینوں سے مزین کیا گیا تھا۔

یہ جوڑا دیکھتے ہی جہانگیر کی نظر بے ساختہ ہی حیام کی جانب اٹھی جو اپنے لباس کو پر شوق نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہمم اچھا رہے گا۔" وہ اتنا کہہ کے واپس سے موبائل پہ توجہ مرکوز کر گیا تھا جہاں وہ عماد سے بات کر رہا تھا۔

"مجھے پسند ہے یہ فائنل کر دیں۔۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی تو انہوں نے اسے آرڈر پہ دے دیا حیام کے سائیز کا۔

ویسے تو یہ بھی ٹھیک تھا لیکن وہ فریش پیس چاہتے تھے اسی طرح انہوں نے رمشا کے لیے بھی بک کروا دیا جو اسی ڈیزائن کا تھا لیکن کیف سے پوچھتے انہوں نے اس کا رنگ آف وائٹ کروا دیا تھا۔

کیف کو کہتے اس نے سب کو واپس گھر بجھوا دیا تھا اسی کے ساتھ اور خود ایک کام کا کہہ کے حیام کو ساتھ لیے وہاں سے نکل پڑا ساتھ ہی بتایا کہ ڈاکٹر کے پاس اپائنٹمنٹ تھی ان کی۔

____________________**

"آپ کو میرا ڈریس کیسا لگا۔۔؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی حیام نے مسکراتے لہجے سے پوچھا۔

"اچھا لگا مجھے۔۔" وہ عام سے لہجے میں کہتا ہوا گاڑی کو ریورس بیک کرتے ہوئے بولا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے بھی۔۔"وہ مسرور ہوئی کہ چلو اس کو تو اچھا لگا۔

"مطلب کہ تم اچھا خاصا دلہن بننے کی تیاری میں ہو۔"کچھ دیر بعد وہ مخصوص کن مسکراہٹ سجائے بولا تو حیام چونکی۔

"اب سب بنا رہے ہیں تو میں نے بھی سوچا کہ بن جاؤں۔"وہ مسکراہٹ دباتا ہوا بولا تو جہانگیر نے داد دینے والے انداز میں ابرو اچکائے۔

"اگر ایسا ہے تو مجھے تم میری دلہن بن کے میرے انتظار میں مکمل تیاری سے ملو۔" وہ اس کی جانب نظریں مرکوز کرتا ہوا شوخ لہجے میں بولا کہ حیام مسکراہٹ چھپا کے بنا جواب دیئے باہر دیکھنے لگی۔

"ہوسپٹل۔۔۔!"اپنا سیٹ بیلٹ اتارتی ہوئی حیام الجھن سے پوچھنے لگی۔

"چیک اپ ہو جائے گا تمہارا۔"وہ بولتا ہوا خود بھی اٹھا تھا جس پہ حیام سر ہلا گئی۔

www.novelsclubb.com

"عماد بھائی یہاں۔۔۔؟" مطلوبہ فلور پہ پہنچتے ہوئے وہاں عماد کو بیٹھا دیکھ حیام نے پوچھا تو اس کو جواب دینے کے بجائے عماد کے پاس پہنچا۔

"گل کی طبیعت کا کیا بتایا۔۔؟"

"پریشانی کی بات نہیں وہ دونوں ٹھیک ہیں، دھچکا لگا تھا کسی چیز کا تو اسی وجہ سے بیہوش ہو گئیں۔" وہ محض اتنا ہی بولا تو جہانگیر نے شکر کا سانس بھرا۔

"تم اندر چلو ڈاکٹر سے ٹائم لے لیا تھا میں نے۔۔" حیام کو بیٹھتے دیکھ جہانگیر نے اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتی ہوئی اندر چلی گئی۔

"پولیس لے گئی تھی اس کو فکر کی کوئی بات نہیں 'اپنا آپ گل کا خیال رکھو بس۔" جہانگیر نے اس کے کندھے پہ کاتھ رکھتے حوصلہ دیا تو وہ مسکرا دیا۔

"ابھی گل کی طبیعت کیسی ہے۔۔؟"

"ابھی تو اندر ہی ڈاکٹر چیک آپ وغیرہ کر رہی ہیں ویسے ہوش آگیا تھا، میں پاس ہی تھا۔" اس نے بھی مزید بتایا جب اندر سے ایک نرس باہر آئی جو جہانگیر کو اندر بلا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اور عماد ان دونوں کو ساتھ لیے گھر کے لیے روانہ ہوئے۔۔

ڈاکٹر نے ابھی گل کو تھوڑے دنوں کے لیے ریسٹ کا کہا تھا۔

__________________**

گھر پہنچے تو سب نے گل کی طبیعت کا پوچھا جس پہ انھوں نے بس چکر آنے کا بتایا۔

"اچانک سے 'گھر سے تو ماشاءاللہ ٹھیک گئی تھی وہاں۔" اماں بیگم اس کو ساتھ لگاتی ہوئی بولیں اور اپنے ساتھ صوفے پہ بٹھایا۔

"رنگ بھی دیکھو کیسا زرد ہو رہا۔" تائی جان بھی فکر مندی سے بولیں۔

www.novelsclubb.com

"لالہ کمرہ ریڈی ہے آپ کا۔۔" حیام نے آتے ہی ملازمہ سے کہتے ان کا۔ کمرہ سیٹ کروادیا تھا تو بتانے لگی۔

"ہاں جاؤ آرام کرو کمرے میں۔۔۔" عماد کو اشارہ کیا تو وہ اس کو سہارہ دیتا کمرے میں لے گیا۔

سارے رستے بھی وہ کچھ نہیں بولی تھی بس خاموش آنسوں بہائے جارہی تھی۔

کمرے میں داخل ہوتے عماد نے جب دروازہ بند کیا تو گل اس کے سینے سے آلگی اور پھوٹ پھوٹ کے رودی۔

"میں بہت ڈر گئی تھی، مجھے لگا کہ میں مرجاؤں گی۔" وہ رونے کے درمیان نم لہجے میں اس کے گرد حصار باندھے بولی۔

"کچھ نہیں ہوتا اب سب ٹھیک ہے۔۔" نرمی سے اس کو بولا تو اس نے نروٹھے پن سے گھورا۔

"نہ کریں یار۔۔"اس کے ایسے دیکھنے پہ وہ نرمی سے اس کی بھیگی پلکوں پہ بوسہ دیتا ہوا ہلکا سا ہنسا تھا۔

"آرام کریں، اللہ کا شکر ہے کہ آپ کو کچھ نہیں ہوا۔"اس کو بیڈ پہ لٹاتے ہوئے وہ پاس میں ہی نیم دراز ہو گیا جبکہ وہ اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے اس کے گرد اپنے بازو باندھ کے اپنا خوف زائل کرنا چاہ رہی تھی۔۔عماد نرمی سے اس کے بالوں پہ ہونٹ رکھتے ہوئے ایسے ہی ہلکی پھلکی باتیں کرتا بہلانے لگا۔

____________**

حیام نے تو جیسے یونیورسٹی جانے سے انکار ہی کر دیا تھا کیونکہ وہاں روز اس کو کوئی نہ کوئی سٹاف سے مبارک دینے آجاتا تھا اگر وہاں سے کوئی نہ آتا تو مختلف قسم کے رنگ برنگے عاصم صاحب کے سٹوڈینٹ اس کو مبارک دینے آجاتے جس پہ وہ اکثر جھینپتی تو کبھی جھنجلاہٹ کا شکار ہوتی۔

اسی لیے وہ جہانگیر کو صاف الفاظ میں کہہ چکی تھی کہ وہ اب نہیں جانے والی تھی جس پہ جہانگیر کندھے اچکا کے رہ گیا۔

کل وہ سب کے پاس جا رہے گاؤں، کیونکہ کل کیف صاحب کی مہندی تھی۔

جہانگیر یونیورسٹی سے واپس آیا تو وہ کیچن میں کھڑی دوپہر کے کھانے کو دیکھ رہی تھی جب اس نے آہستہ سے پیچھے سے حصار میں قید کیا۔

"کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟" اس کے بالوں پہ ہونٹ رکھتا مزے سے پوچھنے لگا۔

"میں کپڑے دھو رہی ہوں۔" وہ جس انداز میں بولی جہانگیر نے اچھنبے سے اس کے سر کو گھورا۔

"پیکنگ کر لی۔۔" اس کے کندھے پہ ٹھوڑی ٹکاتا ہوا مزید پوچھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"ہمم ہو چکی ہے، آپ اپنا اور کیف کا ڈریس لے آیئے گا شام میں' صبح کال آئی تھی کہ ڈریس ریڈی ہیں۔" اس کی جانب رخ کرتے ہوئے بولی اور اس کو سائیڈ پہ کرتے وہاں سے نکلنے لگی جب وہ روک گیا۔

"روز بتانا پڑتا ہے جناب کو کہ ہم تھکے ہارے بندوں کو آپ کا خوبصورت ویلکم ہی تروتازہ کرتا ہے۔۔" وہ محبت سے اس کو ساتھ لگاتا ہوا بولا کہ حیام شرمگیں مسکراہٹ سجاتے اس کے سینے سے لگی۔

"ویسے ہماری ساتھ ہی شادی ہے ہمیں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنا چاہیے تھا۔" اس سے الگ ہوتی ہوئی مسکراتی ہوئی نظروں سے شرارت سے بولی۔

"ولیمہ 'ریسیپشن۔۔۔ کیونکہ ہماری رخصتی ہو چکی ہے اور اس کے بعد کے نتائج بھی، اب بس ولیمہ ہی باقی تھا۔" وہ زو معنی سا بولا کہ حیام بری طرح بلش کر گئی اس کی بات پہ کہ پلکوں کی باڑ گراتے ہوئے اس کے سینے پہ ہاتھ مار گئی۔

"بے شرم۔۔۔!" ناچاہتے ہوئے وہ ہلکا سا بڑبڑائی تو جہانگیر کا قہقہہ کیچن میں گونج اٹھا۔

"کل کے بجائے میں نے سوچا ہے کہ آج ہی ہم گاؤں چلے جائیں۔۔" ٹیبل کے گرد بیٹھے وہ کھانا کھانے میں مگن تھے جب جہانگیر نے عام سے لہجے میں بتایا تو اپنے ہاتھ کھانے سے روکتے ہوئے وہ جہانگیر کو دیکھنے لگی۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔۔" وہ تائید کرتی ہوئی بولی۔

"سب ریڈی ہے تو جب میں ڈریس وغیرہ پیک کر کے واپس آؤں گا تو نکل جائیں گے۔۔" وہ پروگرام ریڈی کرتا ہوا بولا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

شام میں وہ لوگ تقریباً چھ بجے کو گھر سے نکلے تھے، گاؤں وہ انفارم کر چکے تھے کہ وہ لوگ آرہے ہیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ لوگ پہنچے تو ہمیشہ کی طرح ان لوگوں کا اچھا استقبال ہوا، حیام تھوڑی دیر سب میں بیٹھ کے آرام کرنے کے غرض سے کمرے میں چلی گئی کیونکہ پھر رات کو سب نے ادھم مچانا تھا یہاں۔۔

_________________**

رات کا سماں تھا جب سب گھر والے صحن میں اپنی محفل جمائے بیٹھے خوشگپیوں میں مصروف تھے۔ بڑے بزرگ اور باقی مرد تو اپنی باتوں میں مشغول تھے جبکہ خواتین پارٹی کی توپوں کا رُخ حیام کی جانب تھا کیونکہ ایک دلہن تو یہ بھی تھی۔

"حیام خان نے منہ دکھائی نہیں نادی تمہیں۔۔" زرگل نے آہستہ سے پوچھا تو حیام نے منہ بنا کے نہ میں سر ہلایا۔

"جب بھی دی اسائنمنٹ ہی دی مجھے۔۔" وہ جلے دل سے بولی تو سب ہنس دیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"دلہن تو تم نے بھی بننا ہے تو جب تک منہ دکھائی نہ دے کوئی بات نہ ماننا اس کی۔"

تائی جان نے بھی شرارت سے حصہ ڈالا تو وہ خوشی سے سر ہلا گئی۔

گل کی اب طبیعت بالکل ٹھیک تھی اور اس واقعے کو ذہن سے نکال بھی چکی تھی۔۔

"ہاں بھئی گل لگے ہاتھوں عماد بھائی کو کیا دو گی منہ دکھائی میں۔" اب کے توپوں کا رُخ گل کی جانب تھا جو بے ساختہ ہی سٹپٹا اٹھی۔

ایک چور نظر اس نے تائی جان (اپنی ساس) کو دیکھا۔

"میں بھلا کیا دوں گی۔۔" وہ بہت آہستہ آواز میں بولی۔

"تم بڑی ہوتا تو تمہارا حق بنتا ہمارے بھائی کو منہ دکھائی دینا۔" زر گل نے آنکھیں نچا نچا کے کہا تو قہقہے گونج اٹھے۔ جبکہ گل نے ایک تھپڑ اس کے بازو پہ دے مارا۔

"دے تو رہی ہے وہ ننھا سا مہمان۔۔" تائی جان محبت سے بولیں تو لڑکیوں نے اس کو معنی خیزی سے دیکھا جس پہ اس کے رخسار گلال بکھیر گئے۔

کل ان کے گھر میں الگ ہی سماں لگنا تھا، کیف کی مہندی تھی اور یہ ایسی خوشی تھی جو مکمل طور پہ کھل کے منائی جانی تھی کیونکہ عماد کی دفع سب سادہ سا ہوا تھا، جہانگیر کی دفع کچھ ہوا ہی نہیں تھا اور کیف کی باری تھی۔۔ جس پہ سب اپنے اپنے ارمان پورے کریں گے۔

________________**

"اصفی لالہ آپ یہاں آرہے ہیں یا رمشا کی طرف جائیں گے۔۔؟" رات کو جب حیام کمرے میں آئی تو جہانگیر اصفحان سے بات کر رہا تھا۔ ساتھ بیٹھتے اس نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

"ایک طرف میرا سسرال ہے تو دوسری طرف میری بہن کا۔۔ میں خود کنفیوز ہوں۔" حیام کی بات سنتے وہ ہنس کے گویا ہوا۔

"تم آرام سے اپنے سسرال جاؤ، میرے ریسیپشن پہ تو تم لوگ یہی ہو گے نا۔" اس سے پہلے حیام اس کو مشورے سے نوازتی جہانگیر خود فوراً سے بولا۔

"ہاں یہ تو ہے۔۔" اصفحان پر سوچ ہوا۔

"لالہ آپ ایک کام کریں دادی جان کو یہاں چھوڑ جائیں، بھابھی اور آپ ان کی طرف چلے جائیں۔" حیام نے بھی بات کر کے دم لیا جس پہ اصفحان کے ساتھ ساتھ جہانگیر نے بھی تائید کی۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا، پھر میں صبح دادی جان کو اُدھر چھوڑ جاؤں گا، ویسے بھی تمہاری بھابھی گئی ہوئی ہے شہر۔" اصفحان بیڈ پہ پاؤں پسارتا ہوا بولا تو حیام نے مزے سے سمجھداروں کی طرح سر ہلایا۔

"میں انتظار کروں گی آپ کا۔۔" وہ بولتی ہوئی ایک بار پھر سے اٹھی تھی۔ جہانگیر اور خود کے کپڑے کبرڈ سے دیکھتی ہوئی سیٹ کرنے لگی۔

_______________**

سردی خیر باد کہتے یہاں دوسرا موسم چھوڑ کے جا چکی تھی۔۔درختوں کے پتے جھڑتے پراسرار سا روپ دھارے ہوئے تھے۔ صحن میں موجود درخت کی پتوں سے خالی شاخیں کھنک رہی تھیں ہلکی سی ہوا سے۔

نماز پڑھنے کے بعد وہ کافی دیر کمرے میں ایسے ہی بیٹھی رہی، جب ہلکا سا اجالا کھڑکیوں سے واضح ہوا تو سلیپرز پہنتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ ریلینگ پہ ہاتھ جمائے وہ راہداری سے گزرتی ہوئی ڈائیں جانب بنی سیڑھیوں کی طرف گئی۔۔ دوپٹے کو اچھے سے لپیٹے وہ سیڑھیاں چڑھتی گئی۔

کھلی کشادہ چھت اس کے سامنے تھی لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ کیف یہاں پہلے سے ہی موجود تھا۔ جو چارپائی پہ ٹانگیں نیچے کو لٹکائے آسمان کو تکنے میں مصروف تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"السلام علیکم !" حیام اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی تو وہ چونک اٹھا اس کی آواز سنتے۔

"وعلیکم السلام۔۔۔" وہ خوشدلی سے اٹھ بیٹھا اور اتنی صبح یہاں آنے کی وجہ پوچھنے لگا۔

"نماز پڑھنے کے بعد سے اٹھی ہوں نیند نہیں آئی دوبارہ تو سوچا کہ چھت پہ تھوڑی سی والک ہی کر آؤں۔" وہ مسکرا کے بولی تو کیف بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ تو اچھا کیا، میں بھی تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا۔" وہ ابھی ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھا۔

"آپ خوش ہیں اس شادی سے۔۔؟" حیام نے ساتھ چلتے ہوئے ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مطمئن ہوں،اکسائٹمنٹ بھی ہے تھوڑی سی۔۔"اس کے سوال پہ وہ ہلکا سا ہنسا تھا۔

"رمشا کو پسند کرتے ہیں۔۔؟"اس نے کچھ کھوجتے ہوئے سوال کیا جس پہ وہ چونک اٹھا۔

"پسند۔۔۔!"وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

"محبت ہوگئی ہے۔۔"وہ جی جان سے اعتراف کر گیا جو حیام کے لیے خوشگوار تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی اس کے چہرے کو دیکھنے لگی جو واقعی مسرور سا لگ رہا تھا۔

"تو پہلی محبت ختم ہوگئی۔۔۔؟"حیام نے آبرو اچکاتے شرارت سے پوچھا کیف جانتا تھا کہ وہ محض تنگ کر رہی تھی اس کو۔

"کیا چاہتی ہو، تمہارا شوہر اٹھ کے مجھے مارے۔۔"اس کی بھنویں سکڑیں تھیں درمیان میں جبکہ آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی جس پہ حیام اچانک سے کھلکھلا اٹھی۔

"میں نے کب کہا کہ میری محبت ختم ہو گئی ہے'وہ تو وہیں ہے ہاں بس اس کا حقدار بدل گیا ہے۔"وہ پر سکون لگ رہا تھا تبھی تو کھل کے مسکراتے اس نے کہا،حیام اس کی بات پہ رشک سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"محبت مجھے میری بیوی سے ہی ہونی تھی جو کل آرہی ہے میرے پاس، تم تو بس کرش تھی۔"کیف شرارتی چمک لیے اس کو بولا تو حیام نے خفگی سے گھورا۔

"ہاں لیکن میں اپنی کرش کے بچوں کا ماموں نہیں بنوں گا،ان کے ابا سے رشتہ کافی ہے میرا۔"وہ بھی گردن اکڑا کے بولا کہ حیام جھینپ گئی اس کی بکواس پہ۔

"بدتمیز۔۔۔زرا شرم نہیں ہے۔"وہ خفگی سے اس کے بازو پہ ہاتھ مارتی ہوئی بولی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تمہیں پتا جب یہ محبت کا کیڑا کاٹتا ہے تو کتنا میٹھا درد ہوتا ہے اور میٹھا بھی ان کے لیے جو خوشی یہ درد لینا چاہتے ہیں ورنہ بد ذائقہ تو بہت سے لوگوں نے اپنے لیے کرر کھا ہے اس کو۔" وہ ایسے ہی ساتھ چلتے چلتے آہستہ سے قدم لیتا ہوا بولا۔۔

حیام اس کی بات سن کے مسکرائی تھی جیسے واقعی میٹھا سا درد تھا جس میں ہجر و وصل کا مصالحہ بھی شامل تھا۔

"ہاں یہ تو بالکل ٹھیک کہا ہے آپ نے۔۔" وہ تائید کرتی ہوئی بے ساختہ ہی بول اٹھی کہ کیف نے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

"تمہیں بھی کاٹا ہے اس کیڑے نے۔۔" وہ حیران ہوتا بولا جیسے اسے امید نہیں تھی۔

"کیوں مجھے نہیں کاٹ سکتا کیا۔" وہ برا مناتے ہوئے بولی۔

"کاٹ سکتا ہے لیکن عاصم جہانگیر جیسے بندے سے۔۔" وہ مصنوعی حیرت سموئے بولا تو حیام نے تیکھی نظروں سے اس کو گھورا۔

"کیوں ان کو کیا ہے، شوہر ہیں میرے۔۔"وہ اترائی تھی جیسے جس پہ کیف متاثر ہوا۔۔

"نہیں اچھی بات ہے کرو کرو'محبت کھل کے کرو۔"وہ نظریں ادھر اُدھر گھماتا ہوا مزے سے بولا اور سیڑھیاں اترنے لگا۔حیام اس کی بات کا مطلب سمجھتے سرخ چہرہ لیے اس کی پشت گھورتی رہ گئی۔

'بدتمیز اس کو چھیڑنے سے بھی باز نہیں آیا تھا'وہ دل میں سوچتی ہوئی تھوڑی دیر چھت پہ ہی رہی تھی چہل قدمی کرنے۔

--------------**

www.novelsclubb.com

ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اصفحان دادی جان کو لے آیا تھا یہاں۔اصفحان کو دیکھتے وہ سب بہت خوش ہوئے لیکن وہ یہ کہہ کے تھوڑی دیر میں ہی نکل گیا کہ اس نے شہر جانا تھا، کل وہ استقبالیہ میں شامل ہو گا جس پہ کیف نے تو سب سے زیادہ اعتراض اٹھایا۔

"یار تو میرا ہے لیکن پارٹی تیری دشمنوں والی ہے۔" وہ صحن میں چارپائی پہ اس کے ساتھ جڑ کے بیٹھتا ہوا شکوہ کر گیا جس پہ دی جان نے اپنی چھڑی گھمائی ایک۔

"منہ سے کوئی اچھے لفظ بھی نکال کیا کر، رشتے دار ہیں وہ سب ہمارے۔۔" دی جان نے سخت لہجے میں کہا تو وہ سر کھجا گیا۔

"میرا مطلب کچھ اور تھا دی جان۔۔" وہ دانت نکوستا ہوا بولا جبکہ انہوں نے خفگی سے سر جھٹکا۔

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اصفحان چلا گیا تو سب شام کی تیاریوں میں لگ گئے۔

"عاصم آپ اٹھ رہے ہیں یا میں بلاؤں دی جان کو قسم سے میں تنگ آگئی ہوں آپ کے سونے سے۔" تیسری بار وہ اس کو کندھے سے جھنجھوڑتے ہوئے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی جو آج بھی نشہ کر کے سو رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اٹھ رہا ہوں یار۔۔۔" کسلمندی سے اپنی آنکھیں کھولتا ہوا بولا اور موبائل اٹھاتے اس میں ٹائم دیکھا۔

"ناشتہ کریں 'آپ کو کافی دیر سے بڑے بابا بلا رہے ہیں لیکن آپ اٹھ نہیں رہے تھے۔۔اب جلدی سے فری ہو کے جائیں۔" وہ ڈریسنگ میں جاتی ہوئی ایک دو کام دیکھتے مصروف ہوتے بولی۔

"یہ کیا ہے۔۔۔؟" اس کو ایک ڈریس کا پیکٹ پکڑتے ہوئے وہ باتھ سے واپس آتا پوچھنے لگا۔

"یہ۔۔۔میرا ولیمے کا ڈریس ہے ابھی آیا ہے۔" وہ نارملی کہتی ہوئی اس کو اندر ہینگ کرنے لگی تو جہانگیر کی آنکھوں میں چمک واضح ہوئی۔

"یاد آیا۔۔پرسوں تو میرا ابھی ولیمہ ہے۔۔" وہ چلتا ہوا اس کے پیچھے ہی ڈریسنگ روم میں اینٹر ہوا۔

"ہا۔۔۔" وہ اپنے ہی دھیان میں ہینگ کرنے کے بعد جب مڑی جو اپنے بالکل پیچھے جہانگیر کو کھڑا پایا جس پہ وہ اچانک سے گھبرا اٹھی۔

"آپ کو کوئی کام تھا۔۔۔" کندھے سے دوپٹہ ٹھیک کرتے وہ نارملی پوچھنے لگی۔

"ہاں۔۔" وہ اس کے بال سنوارتا ہوا آہستہ سے بولا جس پہ وہ سوالیہ نظروں سے اس کی بات کی منتظر تھی۔

"پرسو ولیمہ ہے نا۔۔" وہ جیسے کنفرم کرنا چاہ رہا تھا جس پہ اس نے نا سمجھی سے سر ہلایا۔

"تو اس حساب سے کل بارات بھی ہونی چاہیے ہماری۔" وہ کچھ مخمور لہجے میں بولا جس پہ حیام متحیر ہوتی اپنی آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ گئی۔

"پھر اسی حساب سے مجھے بھائی کے پاس چلے جانا چاہیے۔" اگلے ہی پل وہ بھی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتی ہوئی بولی۔

"بھئی رخصتی تو ہو گئی نا۔۔"اس کو بازو سے تھامتے تھوڑا قریب کرتے وہ ہوئے بولا۔

"سب کچھ ہو گیا ہے بس ولیمہ ہے پرسوں۔۔"حیام بھی اسی انداز میں کہتی ہوئی اس سے دور ہوتی جانے لگی جب اس کے جانے کے سبھی رستے وہ روک گیا،اس کے گرد بازو ٹکاتے ہوئے اسے الماری سے پن کیا تھا جس پہ وہ آنکھیں پھیلاتے اس کی حرکت کو دیکھنے لگی۔

"بیگم پیار جتنی بار بھی ہو کم ہی ہوتا ہے۔۔"اس کے چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے وہ دلکشی سے بولا کہ یکلخت ہی حیام کا چہرہ سرخی چھلکا گیا۔

www.novelsclubb.com

"عاصم شرم کریں کچھ۔۔ حد کرتے ہیں آپ بھی 'اور یہ کہاں رومانوی انداز اپنا رہے ہیں آپ۔"اس کی بات کا پس منظر سمجھتے ہوئے حیام نے اس کے بازو کو تھامتے ہوئے جیسے باز رکھنا چاہا کیونکہ وہ مزید اس کے قریب تر ہوتا فاصلے مٹانے کو آرہا تھا۔

"بی بی جی! خان سائیں کو بڑے سائیں بلا رہے ہیں۔" وہ باقی کا فاصلہ بھی طے کر جاتا اگر باہر سے سعیدہ کی آواز نہ آتی۔۔ پھر بھی مسکراتا ہوا اس کے رخسار کو نرمی سے چھوتا وہ دور ہو گیا اور اپنا ڈریس لینے لگا۔ حیام اس کے ہٹتے ہی آہستہ سے باہر ہوئی اور سعیدہ کو کہا کہ وہ ابھی آ رہے ہیں جس پہ وہ سر ہلا کے چلی گئی۔

--------------**

چینج کرنے کے بعد وہ ناشتے کرنے گیا جہاں ہمیشہ کی طرح دی جان نے اس کو آڑے ہاتھوں لیا اور سب کے سامنے اس کی ستھری کر دی۔

بڑے بابا کے بلاوے پہ وہ ان کے روم میں گیا جہاں انہوں نے کنسٹرکشن سائیڈ کی کچھ باتیں ڈسکس کرنی تھیں اس سے۔۔

شام میں مہندی کی خوب تیاریاں چل رہی تھیں۔ گھر میں مہمانوں کی ریل پیل لگی ہوئی تھی ہر کوئی گھن چکر بنا کبھی یہاں سے وہاں تو کبھی وہاں سے یہاں گھوم رہا تھا۔

صحن میں موجود پتوں سے خالی درختوں کو برقی قمقموں سے سجادیا گیا تھا کہ وہ الگ ہی سماں پیش کر رہے تھے۔ ہر سوں خوشیاں ہی خوشیاں ہی بکھری نظر آرہی تھیں جو ہر ہوئی سمیٹتا ہوا لبوں پہ مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔

مہمانوں کی آمد کی وجہ سے تقریباً ہر کمرہ بھرا تھا۔ حیام اور زرگل کا کمرہ اوپر تھا تو لڑکیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ خود یہاں اوپر تیار ہو جائیں گی ایک کمرے میں اور دوسرے میں لڑکے ہو جائیں گے تیار۔۔ باری باری سب اپنی تیاری مکمل کرتی نیچے جا چکی تھیں جب جہانگیر کے آنے پہ حیام نے اس کو ڈریس تھمایا۔۔ لڑکیاں یہی حیام کے کمرے میں ہی تیار ہوئی تھیں تبھی کمرے میں تھوڑا بکھیرا ابھی پڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

آئینے کے سامنے کھڑے ہوئے وہ ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رہی تھی، گلابی، ہلکے سبز اور نارنجی رنگ کے امتزاج کا خوبصورت سا سادہ سا نفیس لانگ فراک پہنے کھڑی تھی۔ بالوں میں وہ پراندہ آج بھی دادی جان سے بندھوا کے آئی تھی جیسے پہلے بندھواتی تھی۔

مرے دل نے جھٹکے اٹھائے ہیں کتنے یہ تم اپنی زلفوں کے بالوں سے پوچھو

کلیجے کی چوٹوں کو میں کیا بتاؤں یہ چھاتی پہ لہرانے والوں سے پوچھو

اچانک ہی اپنے قریب گھمبیر آواز سنتے وہ بنا دیکھے کھل کے مسکرائی تھی کہ اس طرح کے الفاظوں سے عاصم جہانگیر کے علاوہ اور کون سراہے گا اس کو۔

"بال بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔۔"اس کی مہک میں لمبا سانس کھینچتا ہوا اس کی ایک دو لٹوں کو جو باہر نکلی تھیں ان کو انگلی سے چھوتا وہ دلکشی سے بولا ساہی اس کا رُخ اپنی جانب کیا۔

ابھی اس نے دوپٹہ سیٹ نہیں کیا تھا اور فراک کا گلا کھولے ہونے کے سبب وہ ابھی رعنائیاں چھلکاتی حشر سامانیاں پیش کر رہی تھی کہ مارے حجاب کے اس نے کتراتے دوپٹے کو تلاشتے نظریں دوڑائیں۔

www.novelsclubb.com

"ہم سے کیسا پردہ۔۔۔۔!"اس کی چہرے کے خوبصورت رنگ دیکھتا وہ مبہم سا مسکرایا تھا۔مرمرئی کلائی کو تھامتا اس میں خوبصورت موتیے کے پھولوں سے سجے گجرے پہنانے لگا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میری محبت تمہیں دیکھتے زیادہ ہوتی ہے یا'تم میری محبت میں مزید حسین ہوتی جارہی ہو۔"اس کے سراپے کی مہکتی خوشبو اسے جھنجھوڑ کے رکھنے لگی تھی جب وہ دلکشی سے بولا تو حیام نے مسکراتے ہوئے پلکوں کی باڑ کو رخساروں پہ گرایا۔

"میں آپ کی محبت میں زیادہ حسین ہوتی جارہی ہوں تبھی میرے دل میں'آپ کی محبت'زیادہ بڑھ رہی ہے۔"وہ اسی کا انداز اپناتے ہوئے بولی کہ جہانگیر نے جھکتے اس کی ٹھوڑی کو چوم لیا۔وائٹ کاٹن کے سوٹ پہ گولڈن واسکٹ پہنے،آنکھوں پہ گلاسز لگائے وہ مکمل تیاری کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا اس کا دل دھڑکا رہا تھا۔

"اوہو اعتراف محبت۔۔" وہ ستائشی انداز میں بولا کہ حیام شرما سی گئی اور اپنا رُخ واپس آئینے کی طرف کرتے ہوئے ہاتھوں میں اس کے پہنائے گجروں سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں نے محبت کا اقرار کرنے میں دیر کر دی۔۔" وہ اس کا کہا گیا جملہ واپس کرنے لگی جس پہ وہ گردن دائیں بائیں ہلاتا ہوا اس کے بالوں پہ ہونٹ رکھتا ہوا کمرے سے چلا گیا پیچھے وہ اس کے لمس کے حصار میں کھوئی کھوئی سی مسکرانے لگی۔

_______________**

"اصفحان بھائی اپنی بیگم کے ساتھ آئیں اکیلے نہیں آنا۔" وہ سامنے پھولوں سے مزین جھولے پہ بیٹھی جب اصفحان کو اپنی طرف آتا دیکھنے لگی تو فوراً سے ٹوک گئی۔

اصفحان نے آنکھیں دکھاتے ہوئے اپنی بیگم کی تلاش میں نظریں گھمائی جب وہ کیچن کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی۔اس کے آنچل کے تعاقب میں وہ ایک منٹ کہتا ہوا وہاں سے نکلا اور زوفا کے پیچھے ہو لیا۔

"تم یہ وہاں رکھو ٹرے میں باقی بھی بجھواتی ہوں۔۔" وہ کہتی ہوئی اچانک سے مڑی جب اگلے ہی پل کسی سے تصادم ہوتے وہ سخت بوکھلاتے ہوئے چہرے پہ ہاتھ رکھ گئی، ہاتھ میں تھامی مہندی اور باقی چیزوں سے سجی ٹرے مقابل کے کپڑوں کو سلامی دے گئی تھیں۔

"اصفحان آپ کے کپڑے۔۔۔" وہ صدمے سے اس کے نئے آف وائٹ کرتے کو دیکھتی ہوئی بولی جب پہ آئل اور مہندی کے نشان واضح تھے۔۔اصفحان کے کیچن میں آنے پہ وہ قطعی انجان تھی تبھی یہ سب ہوا جبکہ اصفحان اس کے بازو کو تھام چکا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے ایک نظر اپنے کپڑوں کو دیکھا جو واقعی بری طرح سے خراب ہو چکے تھے پھر اپنی بیوی کے چہرے کو جو ابھی بھی مارے گھبراہٹ کے چہرے پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔۔

اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں دیکھتا اصفحان مسکرا دیا۔

"آئیں میں آپ کو چینج کروا دوں۔۔" وہ ہوش میں آتی ہوئی بولی جب پیچھے کھڑی ملازمہ کی ہنسی کی آواز اس تک پہنچی جسے وہ ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

"چینج میں کر لوں گا آپ مجھے کپڑے نکال دیں بس۔" وہ قدرے اس کی جانب جھکتے ہوئے آہستہ آواز میں بولا کہ اپنے بولے گئے جملے کو غور کرتی وہ خفت زدہ ہو گئی۔

"جی آئیں میں کپڑے نکال دوں آپ کو' اور تم جلدی سے یہ سب سمیٹ دو۔" وہ سنبھلتے ہوئے بولی ساتھ ہی ملازمہ کو آنکھیں دکھانے لگی جس پہ وہ اپنی بتیسی کنٹرول کرتی ہوئی نیچے گری ٹرے اٹھانے لگی۔

____________**

"سارے کپڑے خراب ہوگئے۔۔"کمرے میں پہنچتے ہی زوفا نے پہلے ڈریسنگ ٹیبل سے ٹشوز اٹھاتے ہوئے اس کے کرتے سے مہندی صاف کرنی چاہی۔

اس کے نازک سے سفید ہاتھوں پہ مہندی کی خوبصورت نقش و نگاری ہوئی تھی جس سے اس کے ہاتھ مزید خوبصورتی کا سماں بنے تھے۔وہ آہستہ سے اس کی شرٹ کے بٹن کھولتی ہوئی اس کے اوپر سے مہندی اتار رہی تھی۔

نارنجی لہنگے پہ اتشی رنگ شرٹ پہنے، بالوں کو کھلا چھوڑے سٹریٹ کیا ہوا تھا، کانوں میں لمبے لمبے سے آویزے پہن رکھے تھے جبکہ اس سٹائل کو مزید نکھارنے کے لیے کچھ شریر لٹیں چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔

وہ مسلسل اس کی شرٹ کو ٹشو سے صاف کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی جبکہ اصفحان کی تو جیسے اس کے چہرے پہ ٹک کے رہ گئی تھی۔

"اتنا غصہ کیوں آرہا ہے۔۔؟" اچانک ہی اس کی مرمرئی کلائی اس کی گرفت میں آئی تو وہ آبرو اچکاتے دلچسپی سے سوال کرنے لگا۔ جبکہ زوفا کے ہلتے لبوں کو جیسے بریک لگی تھی۔

"غصہ کہاں۔۔ میں تو بس ایسے ہی کہہ رہی تھی۔" اپنی کلائی اس کی نرم گرفت میں دیکھتی ہوئی وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"چینج کروائیں اب۔۔۔" وہ اس کی بات دہراتے ہوئے بولا کہ وہ سٹپٹا اٹھی جب اس نے قدرے نرمی سے اپنی جانب کھینچا جس پہ وہ اس کے سینے سے آلگی۔

"اصفحان میرے کپڑے۔۔" ابھی وہ شرمانے والی تھی جب احساس ہونے پہ وہ فوراً اچھلی، ہاتھ میں پکڑے ٹشو اس نے پھینک کے فاصلہ بنانا چاہا جب اس نے ایسے ہی اس کو خود سے لگائے رکھا۔

"کوئی بات نہیں چینج کر لیں گے۔۔" وہ شریر سی سرگوشی کرتا ہوا بولا اور اپنی ہلکی شیو والی گال اس کے ملائم رخسار سے سہلانے لگا کہ ایک گدگدی سی اس کو ہونے لگی۔

"آپ پہلے چینج کر لیں کیونکہ آپ کے کپڑے زیادہ خراب ہیں۔۔" اس کی بڑھتی گستاخیاں دیکھتے زوفا آہستہ سے اس سے دور ہوتی سنبھل کے بولی جب اصفحان ابھی بھی اس کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک سے دور کیوں ہوئی۔

"دور کیوں گئی ہیں پاس سے بھی کہہ سکتی تھیں آپ۔۔" وہ برا مناتا ہوا بولا اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اچانک سے قریب کیا، خود بیڈ پہ بیٹھتا اس کو اپنی گود میں بٹھا گیا کہ زوفا کو ڈھیڑوں شرم نے آن گھیرا۔۔ وہ چہرہ مزید جھکا گئی جو اس کی حرکت سے تپ اٹھا تھا۔

"سب انتظار کر رہے ہیں ہمارا۔" وہ نروس سی ہوتی یاد دلانے لگی۔

"میں بھی آپ کا انتظار کر رہا تھا کب سے، جب سے آیا ہوں آپ ملی ہی نہیں تنہائی میں 'اور اگر آپ میسر ہیں تو کچھ پل میری نظر کر جائیں۔" اس کے ہاتھ کو لبوں سے لگاتا ہوا، اپنی انگلیوں کے پوروں کو اس کی تھوڑی پہ پھیرنے لگا۔

"ابھی جانے دیں مجھے۔۔۔" اس کی شرٹ کے کالر پہ انگلی پھیرتی ہوئی بالکل آہستہ آواز میں بولی تھی جبکہ نظریں ہنوز جھکی ہوئی تھی کہ چہرے کے خدوخال میں سرخی واضح چھلک رہی تھی۔

"پھر ہاتھ کب آئیں گی میرے۔۔" اس کے کھلے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ سرگوشیانہ بولا کہ زوفا سانس روک کے رہ گئی۔

"بتائیں۔۔۔" وہ جواب پہ اکسانے پہ لگا جب وہ مزید بے بس سی ہوئی اس کے طلسمی لمس میں۔

وہ جیسے اس کو حصار میں لیے اس تپتے سحرا میں مزید پیاسا سا ہوا تبھی اس کی راہ فرار کو تنگ کرتا سمٹنے میں مجبور کر گیا۔

www.novelsclubb.com

کہو تو دو لفظ

مانگو تو بندگی

سوچو تو گہرا ساگر

ڈوبو تو زندگی

کرو تو آسان

نبھاؤ تو مشکل

بکھرے تو سارا زمانہ

سمیٹو تو صرف تم

www.novelsclubb.com

"حد کرتے ہیں آپ دونوں اتنی دیر۔۔۔" رمشا ان دونوں کو ساتھ دیکھتی ہوئی خفگی سے کہتی چہرہ موڑ گئی۔

"تمہارے بھائی کے کپڑے خراب ہو گئے تھے اسی وجہ سے دیر ہو گئی۔۔" زوفا نرمی سے اس کو وضاحت دینے لگی اور پھر رسم شروع کر دی۔۔

"یہ تمہارے دوپٹے پہ داغ کیسا۔۔۔؟" جب زوفا نے رمشا کو مٹھائی کھلائی تو اس کے دوپٹے پہ داغ دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی کہ بے ساختہ ہی زوفا کی نظر اصفحان پہ تھی جو اس کو ہی پر شوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیچن میں مجھ سے ٹرے گر گئی تھی مہندی کی اسی کے داغ ہیں۔۔اصفحان کے کپڑے بھی کافی خراب ہو گئے تھے، میرا بس یہی داغ ہے صاف ہو جائے گا۔" وہ مزید تفصیل بتاتی ہوئی بولی تو رمشا نے سمجھتے سر ہلایا۔

وہ مہندی رنگ کے خوبصورت سے لہنگے میں ملبوس سہی روپ دھارے بیٹھی تھی۔۔اور ہنس ہنس کے اپنی دوستوں کزنز سے باتیں کر رہی تھی۔۔یہ مہندی کا جوڑا کیف کے گھر کی طرف سے ہی آیا تھا یہاں کو زرگل عماد کے ساتھ دینے آئی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

_____________**

جامنی اور گہرے سبز رنگ کی لانگ فراک زرگل اور گلِ لالہ نے پہن رکھی تھی، دعاحیام کے ساتھ کا جوڑا پہنے ابان کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔

وہ دونوں بالوں کی چٹیا کیے ان میں موتیے کے پھول سجائے خود بھی سجی سنوری پھر رہی تھیں۔

"حسبی اللہ۔۔!" کمرے میں داخل ہوتے وہ گرجاتی جب اچانک ہی توانا بازو نے اسے سہارہ دیا جس پہ اس کا دل جیسے بند ہونے کو تھا۔

"دھیان سے۔۔۔" اس کو سیدھا کرتے ہوئے وہ بولا تو گل اپنے دل پہ ہاتھ رکھتی سانسیں ہموار کرنے لگی۔

"یہ ڈریس ہیوی ہے کیری نہیں کیا جاتا۔۔" وہ بے بسی سے بولی اور بیڈ پہ بیٹھ کے گہرے سانس بھرنے لگی۔

"طبیعت ٹھیک ہے آپ کی۔۔۔؟"اس کو ایسے دیکھتے وہ پریشان ہوا تھا تبھی گھٹنوں کے بل بیٹھتا پوچھنے لگا۔

"جی ٹھیک ہوں بس عجلت میں کمرے میں آئی تو سانس پھول گیا تھا۔"وہ مسکرا کے بتانے لگی تو عماد نے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس بھر کے اس کی جانب کیا جسے وہ تھامتی آہستہ سے پینے لگی۔

"خیریت۔۔"اس کے ساتھ ہی بیٹھتا اس کی جلدی کی وجہ پوچھنے لگا۔

"بس آپ کو ہی بلانے آرہی تھی۔۔کیف کے دو بار پیغام آچکے ہیں،وہ آپ کو مہمان خانے میں بلا رہا ہے۔۔"وہ اپنی وجہ بتانے لگی جس پہ عماد اس کو گھور کے رہ گیا۔

"میں ابھی آ ہی رہا تھا۔۔آپ احتیاط کیا کریں،بھاگنے کی نہ کیا کریں۔۔"وہ اٹھتا ہوا بولا اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ تھامے اس کو کھڑا کیا۔

داخلی دروازے کے بالکل سامنے صحن میں گاؤں کی لڑکیوں نے اپنا ڈیرہ بنایا ہوا تھا۔درمیان میں ڈھولکی رکھے اس کو بجاتی گاؤں کے مختلف رنگ برنگے گانے گا رہی تھیں۔۔لڑکیوں نے الگ ہی شور شروع کر دیا جب انہوں نے برآمدے سے جہانگیر کے ساتھ حیام کو آتے ہوئے دیکھا جو ابھی سیڑھیاں اترتے ساتھ ہی آئے تھے۔

"میں نہیں پہن رہی وہ ہیوی ڈریس۔۔"حیام اس کے ساتھ چلتے آہستہ سے اس کو بتایا تو جہانگیر نے بنا کوئی بات کیے محض سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

"کچھ الٹا سیدھا نہ کھانا۔۔"وہ سرد لہجے میں کہتا ہوا مردوں والی سائیڈ پہ جانے لگا کہ لڑکیوں نے اپنی پکار پہ اس کو روک لیا جس پہ وہ ناسمجھی سے مڑا اور حیام کو سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن وہ کندھے اچکا گئی۔

"حیام ادی کے ساتھ رہیں یہاں تھوڑی دیر۔۔"ان کی فرمائش پہ اس کے ماتھے پہ سلوٹیں واضح ہوئیں۔

"نہیں آپ مزے کرو۔۔"وہ اتنا کہتا بغیر مزید کسی کی پکار سنے وہاں سے چلتا بنا۔

پیچھے وہ سب اتنا سامنہ لے کے بیٹھ گئیں۔۔وہ چاہ رہی تھیں کہ ان دونوں کو ساتھ دیکھتے وہ کچھ تعریفی اشعار کہتیں لیکن وہ رکا ہی نہیں۔

"صنم نہیں آئی ابھی تک۔۔؟"گل نے اس کے پاس پہنچتے ہوئے پوچھا۔

"ان کے تایا کی فیملی شفٹ ہو رہی تھی باہر، تو آج ارتسام بھائی اسی وجہ سے مصروف تھے تبھی وہ نہیں آسکے لیکن اس نے کہا تھا کہ وہ کل ضرور آئیں گے۔۔"صنم کے نہ آنے کی وضاحت کرنے لگی جب زرگل نے نا سمجھی سے پوچھا کہ صنم کون ہے۔

"صنم حیام کی بہت اچھی دوست ہے اور اس کے ہزبینڈ عماد اور خان وغیرہ کے دوست ہیں۔" گل نے مسکرا کے بتایا۔

"او یعنی ایک اور شادی شدہ ہاتھ لگ رہی ہے میرے کلاس لگوانے میں۔۔" زرگل معنی خیزی سے کہتی ہنس دی جب حیام نے گھورا۔

گاؤں کی شادی ہونے کی وجہ سے تقریباً گیارہ بجے تک ہر سو سناٹا چھا گیا تھا بس کچھ مردوں کے آوازیں تھیں جو مہمان خانے سے آرہی تھیں باقی سب تو کمروں میں آرام کرنے جا چکے تھے۔ جانوروں کی ہلکی ہلکی سی آوازرات کی گہرائی کا پتا بتا رہی تھی۔ لڑکیاں سب تو اس فنکشن سے فارغ ہوتے ابھی زرگل کے کمرے میں بیٹھیں مہندی کے ڈیزائن بنوا رہی تھیں جبکہ حیام بیٹھے بیٹھے کوئی تین بار اونگھ چکی تھی، وہ مشکل سے خود کی آنکھیں کھولتی ہوئی خود کو سونے سے باز رکھ رہی تھی

لیکن تھکن سے بار بار آنکھ لگ جاتی جس پہ مہندی لگانے والی لڑکی اس کو تین بار ٹوک چکی تھی کہ نہ سوئیں ورنہ خراب ہو جائے گی۔۔

زرگل نے مشکل آسان کرتے ہوئے اس کے پیچھے تکیے ایسے سیٹ کر دیئے کہ وہ ہلکا سا نیم دراز ہو گئی اپنے پاؤں سیدھے کیے اور ہاتھوں کو پھیلاتے۔

"میں جا رہی ہوں میری بچی کی نیند کچی ہے کہیں اٹھ نہ جائے پھر۔"مزید کچھ وقت بتاتے ہوئے گل دعا کو گود میں اٹھانے لگی تو زرگل نے منع کر دیا کہ اسے نہ اٹھائے۔۔ مہندی لگانے والی لڑکی بھی اس کے ساتھ جانے لگی تو اس نے دعا کو گود میں اٹھا لیا۔

www.novelsclubb.com

حیام کی مہندی اب قدرے سوکھ چکی تھی لیکن اس کی سانسوں سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ گہری نیند میں جا چکی تھی۔۔ابان حیام کے ساتھ ہی جڑا سو رہا تھا۔۔اس کو اٹھانے کے بجائے زرگل جہانگیر کو اس کے کمرے سے بلانے گئی جو حیام کے ہی انتظار میں بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا۔

اس کے بلانے پہ وہ آیا تو اپنے بازو، پاؤں سیدھے کیے وہ ہوش و حواس سے بیگانی پڑی تھی۔۔جہانگیر مبہم سا مسکرایا اور آگے بڑھتے اس گردن کے نیچے ایک بازو دوسرا اس کی نازک سی کمر میں ڈالا' آہستہ سے اس کو باہوں میں بھرا کے نیند میں بھی وہ اپنی مہندی کے لیے متفکر تھی تبھی ہوش میں آنے لگی۔زرگل ان سے نظریں ہٹائے ابان کو سیدھا کرنے میں مصروف تھی۔۔

حیام نے خود کو اس کے مضبوط بازوؤں میں دیکھا تو ایک شرمگیں مسکراہٹ سجاتے اس کے کندھے پہ اپنا سر ٹکا گئی جیسے اب یہیں سونا ہے۔

اس کو جگہ پہ لٹاتے ہوئے جہانگیر نے دروازہ بند کیا اور چلتا ہوا اس کے قریب آتا اس پہ کنفرٹر اوڑھا۔۔

"میری مہندی۔۔۔"خود پہ کنفرٹر محسوس کرتے ہوئے وہ بوکھلاتی ہوئی اچانک سے اٹھ بیٹھی۔

"سو کھ گئی ہے۔۔ابھی آرام کرو، پھر کل میں نے تمہیں تنگ بھی کرنا ہے۔" وہ سنجید گی سے بولا اور لائٹ بند کرتا ہوا اپنی جگہ پہ آیا۔

"نہیں یہ رات کو کہیں نشان نہ چھوڑ جائے تو میں دھو لیتی ہوں۔۔" وہ نیند میں ڈوبی ہوئی خماری میں بولی تو جہانگیر نے بغور اس کا جائزہ لیا جس کے بال پراندے سے نکلنے کے بعد ویو بنا گئے تھے۔۔

ابھی وہ آرام دہ کپڑوں سے موجود تھی۔ واشروم میں جاتے اس نے نیم گرم پانی سے اپنے ہاتھ بازو دھوئے جہاں مہندی کے خوبصورت پھول بنے تھے۔۔ان کا رنگ دیکھتی وہ مسرور ہوئی تھی تبھی ہاتھ پونچھتی ہوئی واپس آئی۔اپنی جگہ پہ ابھی لیٹنے کی دیر تھی جب اس کی نرم گرفت اپنے گرد محسوس کرتے اپنے ہاتھ اس کے بازو پہ رکھتے ہوئے وہ مسکرا گئی۔۔

یقیناً وہ اسی کے انتظار میں ابھی تک جاگ رہا تھا ورنہ تو سو جاتا۔۔اب وہ پاس تھی تو سکون سے آنکھیں موند گیا تھا۔۔

صبح ویسے بھی ان بھائیوں کو بہت کام تھے، کیف تو کدھے گھوڑے بیچ کے سو رہا تھا کیونکہ اس نے صبح گھوڑی چڑنا تھا۔۔۔

***_______**________**

"جہانگیر اٹھا۔۔۔؟" اماں بیگم نے حیام کو ناشتہ کرتے دیکھ پوچھا۔

"نہیں صبح صبح اٹھے تھے ایک بار، شاید اب پھر سو رہے ہوں۔" حیام نے ناشتے سے ہاتھ روک کے جواب دیا۔

"اس کو کوئی اٹھا کے لائے۔۔" اماں بیگم نے عماد اور کیف کو دیکھتے کہا۔۔

"خیر ہے اماں میری بارات کی واپسی پہ اٹھ جائے گا ریلیکس۔۔۔" وہ موبائل پہ ہاتھ چلاتے ہوئے مصروف سا بولا جس پہ اماں بیگم نے گھور کے دیکھا۔

"طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی کیا۔۔؟" تائی جان گرم دودھ کا گلاس اس کے آگے رکھتی ہوئی پوچھنے لگیں تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ابھی بھی گھبراہٹ ہو رہی ہے۔۔" وہ گہرہ سانس بھر کے بولی اور اپنا سر وہیں ٹیبل پہ ٹکا دیا۔

"کیا کھایا تھا کل۔۔۔؟" اماں بیگم پاس بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"جو کھانا بنا تھا وہی کھایا تھا۔۔" وہ ہلکی آواز میں منمنائی' آواز ایسی تھی کہ ابھی رو دینے کو تھی وہ۔

"اسی سے طبیعت بگڑی ہو گی پھر۔۔" وہ متفکر ہوتی بولیں۔۔ جب سے وہ اٹھی تھی اس کی حالت خراب تھی، دل خراب ہو رہا تھا، صبح کی کوئی چار بار وہ وومٹ کر چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اس جہانگیر کو کوئی اٹھانے جائے گا یا میں خود جاؤں۔۔" دی جان کی غصے سے کرخت آواز سنتے ہوئے کیف اپنی جگہ سے سیدھا ہو کے بیٹھا اور تابعداری سے سر ہلاتا ہوا جہانگیر کے کمرے کی طرف جانے کی ہامی بھر گیا لیکن اس سے پہلے ہی وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نظر آیا تو وہ واپس وہیں سابقہ پوزیشن میں چارپائی پہ لیٹ گیا۔

"آ گیا ہوں میں دی جان، کیا ہوا ہے۔۔" وہ لاپرواہی سے کہتا ہوا نیچے آیا اور برآمدے میں بیٹھی دی جان کے پاس ہی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"کچھ ہوش ہے 'بیگم دی طبیعت نہیں ٹھیک تے توں نیند پوری کرن تے لگاں اے۔" چشمے کے پیچھے سے گھورتی آنکھیں دیکھتے وہ گڑبڑایا جبکہ ان کی بات سنتے وہ چونکا۔

"حیام کی۔۔کیا ہوا اسے۔۔؟" ماتھے پہ پریشانی کی لکیر واضح دکھائی دی اور نظریں ادھر اُدھر گھمائیں کیونکہ وہ صبح کی نظر نہیں آئی تھی۔

"ادھر ڈائننگ ایریا میں بیٹھی ہے اماں بیگم کے ساتھ۔" زرگل ایک دوپٹہ دی جان کے پاس آ کے دیکھاتی ہوئی بولی تو وہ سر ہلاتا ہوا اٹھتا ان کے پاس ہی چلا گیا۔

"میں نے رات کو بھی کہا تھا کہ دھیان سے کھانا،" وہ اپنا سر ٹیبل پہ ٹکائے بیٹھی تھی جب وہ سرد لہجے میں کہتا ہوا ساتھ والی چیئر پہ بیٹھا، اس کا ہاتھ پکڑتے اس کی نبض ٹٹولنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں بس صبح اچانک ہی طبیعت بگڑ گئی۔" وہ نقاہت زدہ لہجے میں بولی۔

"ڈاکٹر کو بلوانا تھا۔۔" وہ تائی جان کو دیکھتا ہوا بولا۔

"اسی لیے تمہیں کب سے بلا رہے تھے کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ لیکن تمہیں سونے سے کہاں فرصت تھی۔" اماں بیگم بگڑے لہجے میں بولیں تو جہانگیر شرمندہ سا ہو گیا۔

"خدا بخش گیا ہے لینے اب ڈاکٹر کو تم ناشتہ کرو اب۔" تائی جان نے لگے ہاتھوں گھورتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلا گیا۔

"یہ دودھ نہیں پیا تم نے۔۔" دودھ کا گلاس ہنوز ایسے ہی پڑا دیکھ وہ بولا اور اٹھا کے پکڑانے لگا۔

"میرا دل نہیں کر رہا پینے کو۔" وہ منہ بناتی ہوئی بولی۔

"کچھ کھایا ہے ابھی یا نہیں۔۔" اپنا ناشتہ دیکھتے وہ مزید پوچھنے لگا۔

"ابھی میرا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں کر رہا۔" وہ کوفت سے کہتی ہوئی اٹھی تاکہ تھوڑی چہل قدمی کر سکے۔۔اس کو اٹھتا دیکھ جہانگیر بھی اپنی جگہ سے سرعت سے اٹھا،اسے لگا کہ شاید پھر طبیعت بگڑ رہی ہے۔۔

"آپ کھانا کھائیں میں بس ایسے ہی باہر ہوا کھانے جا رہی تھی۔" جہانگیر کو اپنے پاس دیکھتے وہ مسکراتے بولی تو وہ سر ہلا گیا۔۔

تھکے قدموں سے چلتی وہ دادی جان کے پاس بیٹھ گئی جو دی جان کے پاس ہی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ان کے پاس بیٹھتے اس نے اپنا سر کندھے پہ ٹکا دیا تو وہ مسکرائیں۔

"حیام ڈاکٹر آئیں ہیں ادھر روم میں آ جاؤ۔" گل اس کو اپنے کمرے کی طرف پکارتی ہوئی بولی۔

ڈاکٹر اس کو کچھ بھی ہیوی کھانے سے منع کر کے گئی تھیں اور ایک دو وٹامن کی سپلیمنٹ بھی ساتھ دے گئیں۔۔

صبح صبح حویلی کے کھلے سے گارڈن کی دوسری سائیڈ پہ ہی مٹھائی وغیرہ بنا رہے تھے تو اس آئل کی سمیل سے اس کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔۔ لیکن ابھی وہ بہتر محسوس کر رہی تھی، تھوڑی دیر گل کے روم میں ہی آرام کرتے ہوئے گزارے۔۔

دن کا اجالا مزید ہوا تو سب بارات کی تیاریوں میں لگ گئے۔ حیام کو جہانگیر نے کہا کہ وہ ادھر ہی گل کے روم میں رہ کے تیار ہو جائے۔۔ زیادہ گھومے پھرے نہیں۔

جب حیام آرام کر رہی تھی تب صنم ارتسام کے ساتھ یہاں موجود تھی۔۔ سب اس سے ملتے بہت خوش ہوئے تھے اور تھوڑی ناراضگی کا اظہار بھی کیا کہ وہ لیٹ آئی تھی۔۔

www.novelsclubb.com

انہوں نے بیوٹیشن ارینج کروائی تھیں جو ان کی تیاری میں تھوڑی ہیلپ کر دیتی۔۔

حیام سنہرے رنگ کے خوبصورت سے جوڑے میں ملبوس تھی جس کے ساتھ ٹشو کا ہی سنہری دوپٹہ تھا۔ بال ابھی اس کے کھلے ہی تھے، باقی وہ اس کو تیار کر چکی تھی۔۔ جب وہ اسے لپسٹک لگانے لگی تو حیام نے منع کر دیا۔۔

"کیوں۔۔؟" وہ اچھنبے سے پوچھنے لگی، بنا لپسٹک کے تو اس کی تیاری پھیکی پھیکی سی لگتی۔

"مجھے اس کی سمیل سے الرجی ہے۔" وہ لاچارگی سے بولی کیونکہ لپسٹک کی بھی اسے سمیل سی آرہی تھی۔ پھر اس نے گل کو کہہ کے اپنے روم سے لپ بالم مگوائے جو الگ فلیورز میں تھے۔۔ وہ لگاتے گزارا ہو گیا تھا۔

گل نے کاپر رنگ کا اور زرگل کا مونگیا رنگ کا سیم جوڑا تھا۔۔ جس پہ خوبصورت سی امبرائیڈری کی گئی تھی۔

بالوں کو اس نے خوبصورت سی چٹیا میں بندھوا دیا۔۔

ہیل وہ خود نہیں پہن رہی تھی، خوبصورت گولڈن کھسا ہی پہنتے وہ مکمل تیار تھی۔۔

صنم نے اس کی تیاری دیکھتی ہوئی ایک شکوہ کیا کہ ابھی ایک چیز کی کمی لگ رہی تھی وہ تھی اس کی تیاری میں سرخ گلابی رنگ جو اس نے لبوں پہ نہیں لگیا تھا۔

"مجھے سمپل آرہی تھی اس میں سے تبھی نہیں لگائی۔۔"اپنی وضاحت کرتی وہ دوپٹہ اوڑھتی ہوئی خود کو ایک نظر آئینے میں دیکھنے لگی پھر خود ہی مسکرادی۔

صنم رائل بلیو کلر کے جوڑے میں ملبوس تھی جس کے ساتھ گرڑرے سلور کلر کا دوپٹہ تھااور اسی رنگ کا امبرائیڈری ہوا تھا۔۔

وہ سب تیار تھیں تو باہر سے بارات جانے کے پیغامات آنے لگے۔۔

لڑکے سب اوپر تیار ہو رہے تھے لیکن ہر دوسرے منٹ کسی نہ کسی کو آواز لگاتے کہ یہ نہیں مل رہا وہ نہیں مل رہا۔

"تم لوگ ابھی مجھے بتاؤ کہ کس کو کیا نہیں مل رہا، حد ہے تم سب کی بھی۔۔۔" زرگل کمرے میں پہنچتی ہوئی غصے سے ان تینوں لڑکوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"ہماری چھوڑو یہ بتاؤ بہنوئی صاحب آرہے ہیں کیا آج۔۔؟" کیف اپنی بلیک شیروانی کے بٹن بند کرتا ہوا بولا، عماد نے بھی اس کی بات پہ کیف کے کف لنکس بند کرتے زرگل کو دیکھا۔

"نہیں کیوں۔۔؟" اس کے سوال پہ وہ حیران ہوئی۔

"آتش فشاں بنی ہو۔۔۔" وہ ایک آبرو اچکاتا ہوا شریر لہجے میں بولا کہ بہن کو تنگ کرنے پہ زرگل نے دانت کچکائے۔

"کمینہ کہیں کا۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی جہانگیر کے بلانے پہ اس کو شال سیٹ کر کے دینے لگی۔۔ جبکہ ارتسام ان میں بیٹھا ہنس دیا۔

جہانگیر اور عماد سفید کاٹن کے سوٹس میں ملبوس تھے، ساتھ ہلکی براؤن شال اوڑھنی تھی۔۔ جبکہ کیف اپنے بال سلیقے سے سنوارے۔۔ بلیک شیروانی پہنے کھڑے جاذب لگ رہا تھا۔۔ چہرے پہ الوہی سی چمک لیے وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"حیام کی طبیعت اب کیسی ہے۔۔۔؟"اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتے ہوئے زر گل سے پوچھنے لگا۔

"بالکل ٹھیک کہ اسے دیکھتے تمہاری طبیعت بگڑ جانی ہے۔"زر گل معنی خیزی سے بولی تو جہانگیر نے آنکھیں دکھائیں جس پہ وہ ہنس دی۔ تھی تو وہ کیف کی ہی بہن اپنی بات مکمل کرنے والی۔

"لڑکو آجاؤ۔۔۔"ان کو مسلسل کھڑے باتوں میں دیکھتے ہوئے اظہر صاحب نے آواز لگائی تو وہ سب باری باری نکلے۔

--------------**

"یہ دیکھنا میری بار بار خراب ہو رہی ہے۔۔"برائڈل روم میں بیٹھی وہ عروسی لباس میں چاند کا سماں پیش کر رہی تھی جب اس نے زوفا کو آتے دیکھ مخاطب کیا اور اپنی نتھ کی جانب اشارہ کیا جو بار بار ڈسٹرب کر رہی تھی۔

"بولو نہ رمشا اس کے ملنے پہ یہ رنگ بکھر رہا ہے۔۔" وہ نتھنی کا موتی دیکھتے ہوئے بولی جس کے ملنے سے اس کے اوپری لب کا رنگ پھیلا تھا بالکل تھوڑا سا۔

"رکو میں یہ بعد میں کرتی ہوں ٹھیک نکاح خواں آرہے ہیں اصفحان کے ساتھ یہاں۔" اس کے اوپر گھونگھٹ کرتے ہوئے وہ بولی اور پاس کھڑی ہو گئی۔۔

تھوڑی دیر پہلے ہی بارات پہنچ چکی تھی اپنی دلہن لے جانے کو۔۔

اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ زوفا واضح محسوس کر پا رہی تھی، اس کو یقین تھا کہ اس کے بعد وہ رونے والی تھی۔

نکاح ہوا تو اصفحان کے ساتھ نکاح خواں وہاں سے نکلنے کی دیر تھی جب زوفا نے آہستہ سے گھونگھٹ پیچھے کیا تو وہ رونے کا شغل فرما رہی تھی۔۔ مشکل سے خود کو کنٹرول کرتے اپنا حلیہ خراب ہونے سے روکا تھا۔

ڈارک مہرون شیڈ کا بھاری عروسی لہنگا پہنے وہ بجلیاں ہی گرا گئی تھی کیف کے دل پہ۔۔اس کے آنے پہ اس نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو روکا تھا ورنہ دانت بھی ابل ابل کے باہر آنے کو تھے۔۔

پہلے وہ دلہا بنا تھا لیکن وہ کسی اور کا نصیب تھی اسے مل گئی، اب وہ دلہا بنا تھا جو اس کا نصیب تھی وہ اس کی محرم تھی اب۔۔۔اتنے بڑے حادثے کے بعد وہ اللہ کی عطا کردہ زندگی پہ خوش و مطمئن سا شکر گزار تھا۔۔

رخصتی ہونے کے مراحل آئے تو بنا کسی جھجک کے کیف نے رمشا کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے سٹیج سے اترنے میں مدد کی، اور ایسے ہی ہاتھ تھامے آہستہ سے قدم لینے لگا۔۔ساتھ باندھا تھا تو ابھی سے ساتھ قدم چلتے اسے نبھانے کی بھی ٹھانی تھی۔

"طبیعت تو نہیں بگڑی دوبارہ۔۔۔" حیام کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے

"نہیں بس میں تھک گئی ہوں اب گھر جا کے سوؤں گی بس۔۔"گاڑی کی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ تھکے سے لہجے میں بولی، جبکہ بالوں کی شریر لٹیں چٹیا سے باہر آگئی ہوئی تھیں۔

"شوہر کا خیال کر لو کچھ۔۔۔"وہ سرد آہ بھرتا ہوا بڑبڑایا۔

"یہ مجھے دے دیں زرا۔۔۔"اپنا دوپٹہ سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا تبھی اس کی شال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔۔جہانگیر نے شال دینے کے بجائے اس کے قریب بیٹھنا زیادہ پسند کیا جس پہ وہ گھور کے رہ گئی۔

"ابھی سو جاؤ بعد میں اٹھ جانا۔۔"جب وہ اس کے کندھے پہ سر رکھے آنکھیں موند گئی تو جہانگیر نے آہستہ سے سرگوشی کی۔۔

حیام نے جھٹکے سے آنکھیں کھولے اس کے چہرے کو دیکھا جو سنجیدہ سا نظر آرہا تھا۔۔اس نے ایسے ہی اس سے لپٹے اس کے سینے پہ زور سے ہاتھ مارا۔۔۔

"آپ باز آجائیں۔۔"اس کے کہنے کی دیر تھی کہ جہانگیر کا قہقہہ گونج اٹھا۔۔ابھی وہ اپنی گاڑی میں بیٹھے تھے،ڈرائیور خاموشی سے اپنا کام کر رہا تھا جبکہ جہانگیر وقفے وقفے سے اس کو چھیڑنے کا کام سرانجام کر رہا تھا۔۔

____________**

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے خود کی آنکھوں کو بھیگنے سے روکا۔۔ہاتھ میں ٹشو تھامے اس نے آہستہ سے پلکوں سے نمی سمیٹی تھی۔۔وہ دوسری جانب سے زوفا سے کچھ کہہ رہی تھی جب اچانک سے اس کے ساتھ کوئی بیٹھا،بات کرتے کرتے اچانک ہی اس کی آنکھیں پھیلی کیونکہ بیٹھنے والے کی وہ آواز پہچان چکی تھی۔۔

اب وہ اپنی بات بھول گئی تھی کہ وہ کہہ کیا رہی تھی۔۔کیف کے ساتھ جڑ کے بیٹھنے پہ اس کی ہتھیلیاں نم ہونے لگیں مارے گھبراہٹ کے۔۔۔زرا سا اس نے سرکنا چاہا لیکن اس کے لباس سے اجازت نہ دی۔۔

www.novelsclubb.com

جہانگیر پہلے ہی حیام کو لیے نکل گیا تھا،ان کی گاڑی اور ساتھ ہی عماد کی گاڑی ابھی نکلنے والی تھی بس۔

"آر یو کنفرٹیبل۔۔؟"گاڑی کی روانگی شروع ہوئی تو رمشا خاموشی سے بیٹھی رہی تھی۔۔اس میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ کچھ بات کرتی یا پہل کرتی۔۔اس کا لہنگا ہلکا سا کیف کے نیچے آیا تو رمشا نے ہاتھ سے سمیٹنا چاہا جب کیف نے پوچھا بجائے جواب دینے کے وہ محض سر ہلا گئی۔

"ریلیکس۔۔۔"اس کے ہاتھوں کو دیکھتا ہوا وہ نرمی سے تھام گیا جو وہ مسلسل الجھائی جا رہی تھی آپس میں۔۔اس کے ہاتھ تھامنے پہ رمشا کی دھڑکنیں تھمنے لگی۔

سارے رستے کیف نے اس کا ہاتھ نہ چھوڑا جبکہ وہ اس کے ریلیکس کہنے کے بجائے مزید نروس ہوتی جا رہی تھی۔

حویلی کی سفید ماربل کی روش پہ گاڑی رکتے ہی کیف نے اس کا ہاتھ تھام کے ہی باہر نکلنے میں مدد دی۔

www.novelsclubb.com

سب انہیں کی راہ میں پھول بچھائے انتظار کر رہے تھے۔۔ حویلی کے ملازموں نے فوراً سے ان پہ پھول برسانا شروع کر دیئے۔

"ہم چلیں اپنے روم میں، کل ہمارا ابھی ولیمہ ہے۔۔" جہانگیر کو جانے کون سا جن چمٹ گیا تھا جو اس کو یہاں ٹکنے نہیں دے رہا تھا۔

"عاصم۔۔۔!" وہ آنکھیں دکھاتی خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگی۔

آدھے سے زیادہ وقت تو ان کو گاؤں والوں کی رسموں پہ لگ گیا جبکہ رمشا کی بیٹھ بیٹھ کے کمر تختہ ہو گئی تھی۔۔ کیف تو مزے سے اپنے دوستوں بھائیوں مین گھیرا بیٹھا تھا۔

یہاں رمشا سب کی محبت دیکھتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔۔۔ اس میں ہمت نہیں تھی یہ بھی کہنے کی کہ وہ تھک گئی ہے بیٹھ گے۔۔۔

www.novelsclubb.com

آخر کو دی جان کی کڑک آواز سب کو ہوش میں لائی کہ دلہن سفر کرتے بھی تھک گئی ہے اور بیٹھ بیٹھ کے بھی۔۔۔ تبھی کہیں جا کے اس کی جان خلاصی ہوئی اور اس کو روم میں پہنچایا گیا۔

_______*_______

"آج اگر میں تمہارا شدت سے انتظار کر رہا تھا تو تم نخرے دکھا رہی ہو مجھے۔۔"

کمرے میں ابھی وہ مکمل داخل بھی نہیں ہوئی تھی کہ اچانک سے دروازہ بند کرتے اس کو وہیں پن کیا تھا کہ حیام اس افتاد ہی بوکھلا گئی۔

"کیا ہو گیا ہے آج آپ کو۔۔" وہ حیران تھی اس کی آشکار کی گئی الفت پہ۔

"مجھے محبت ہو گئی ہے جس کا اعتراف کرنا تھا، کچھ میری بیگم اتنی حسین بھی لگ رہی تھی کہ سراہنا تھا شب بھر۔" وہ ذو معنی سا ہوا تھا کہ حیام اس کی بات پہ مسکراتے نظروں پھیر گئی تھی۔

اس کو دیکھوں تو یوں نظر مہکے

جس طرح پھول شاخ پہ مہکے

اپنے ہمراہ خوشبوئیں لے کر

جب وہ آئے تو رہ گزر مہکے

اسکو محسوس بھی اگر کرلوں

شام مہکے میری سحر مہکے

یہ عنایت ہے اس کے خوابوں کی

www.novelsclubb.com

میرا بستر جو رات بھر مہکے

وہ چلے میرے ساتھ ساتھ اگر

میری زندگی کا ہر سفر مہکے

اس نے احتجاجاً کچھ کہنا چاہا جب وہ اس کی ساری فرار کی راہیں مستفید کر گیا۔

"مجھے یہ زلفیں اتنی پسند ہیں کہ میں چاہتا ہوں ہماری بیٹی کی بھی ایسی ہی ہوں۔"

اس پہ بادل بن کے چھایا وہ محبت سے بولا تو حیام نے زرا سی زرا پلکیں اٹھاتے اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں حسین لمحات کا خمار چھایا اس کو مزید ڈبو رہا تھا۔

جس کا چہرہ پہلے ہی سرخیاں چھلکا رہا تھا اس کی بات پہ وہ مزید خود میں سمٹی تھی۔

اس کے کانوں میں رس گھولتے وہ مزید بے خود ہوتا خود کی محبت برسانے لگا کہ چاند کی جیسے ساری چاندنی بھی سمٹ گئی اس میں۔۔

www.novelsclubb.com

------------**

کمرے میں بیٹھے اسے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا جب کیف داخل ہوا۔۔ سرشار سا چلتا وہ بیڈ کی جانب بڑھا جب اس کے قدم قدم پہ رمشا کا دل ہتھیلی پہ آنے لگا۔۔

اس کے سامنے بیٹھتے ہلکے سے سلام کیا تو رمشا نے سر کے اشارے سے ہی جواب دیا۔۔

عروسی لباس میں بیٹھی وہ نظریں جھکائے ایک سیراب سی لگی جیسے ابھی ہاتھ سے چھوا تو غائب ہو جائے گی یا کہیں ہوا میں گھل جائے گی۔

اس کی نتھنی کا جھولتا موتی ابھی بھی شرارت پہ آمادہ تھا کہ اس کے لب سے چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھ کیف کی دھڑکنوں کو تہہ و بالا کر گیا تھا۔

اس کے طلسم میں کھوئے ہی اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے اس گستاخ موتی کو چھوتے ہلکا سا پیچھے کیا۔۔انجانے میں ہی وہ اس کے بے حد قریب ہو گیا تھا کہ رمشا کی ہتھیلیاں نم ہونے لگی اس کی اتنی سی قربت پہ۔۔

اس کی انگلی کے پورے نے نرمی سے وہ رنگ خود پہ سمیٹا تو رمشا سانس روکے آنکھیں میچ گئی۔

"تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں کہوں گا

جادو ہیں ترے نین، غزالاں سوں کہوں گا"

اپنے اور اس درمیان موجود فاصلے کو ختم کرتے وہ محبت کا پہلا لمس اس کو بخش گیا تھا کہ وہ ساکت تھی اپنی جگہ۔۔اس کے ہونٹ لرز اٹھے، پلکوں میں لغزش سی پیدا ہوئی تو ان کو آہستہ سے موندے وہ اس کی سرگوشی کو سننے لگی۔

"بادِ صبا، گل رخ، رخِ صبیح اتنا مت مجھے گم کرو خود میں کہ میں خود کو چاہ کے بھی نہ ڈھونڈ پاؤں۔۔"اس کے رخسار کو نرمی سے سہلاتے ہوئے بالکل مدھم گھمبیر لہجے میں سرگوشی کرتا ہوا بولا۔اس کی آواز کمرے میں گونجی تو اپنے کانوں میں سرگوشیاں سی سنانے لگی۔اس نے زرا کی زرا پلکوں کو جو اجازت دی اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی تو محبتوں کا جہاں آباد دیکھتے وہیں ہار مان گئی۔

اس کی نظروں کی حیا پہ وہ مبہم سا مسکراتا ہوا اس کے رخسار پہ اپنا لمس بکھیرنے لگا۔

شب سیاہ میں چراغ نظر تیری آنکھیں

راہ حیات میں رخت سفر تیری آنکھیں

طلوع ہو تیری پلکوں کے سائے میں ہر صبح

جھکتی رہیں میری ہر شام پہ تیری آنکھیں

خدا کرے کہ میں بس جاؤں تیری آنکھوں میں

کئے رہیں میری آنکھیں میں گھر تیری آنکھیں

میری نگاہ میں رہ کر بھی جانے کیوں آخر

میری نگاہ سے نہیں بے خبر تیری آنکھیں

خدا کرے رہیں ہمیشہ میری ہمسفر تیری آنکھیں

www.novelsclubb.com

جھل مل کرتی اس کی پلکوں کی شرارت اسے مزید بہکا رہی تھی۔ سرد ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیے انہیں لبوں سے لگاتے ہوئے نئی زندگی کی نوید سنائی تھی کہ وہ پری پیکر اس کے حصار میں پگھلتی ہوئی خود کو اس کا نام دے گئی۔

______*______

"آپ نے جانا نہیں اب۔۔؟" وہ فریش ہوتی جب اپنا ڈریس پکڑے وہ ڈریسنگ روم سے باہر آئی تو جہانگیر کو ایسے ہی باہوں میں تکیہ بھینچتے دیکھ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

"کہاں۔۔۔؟" وہ الٹا سوال کرنے لگا۔

"تیار نہیں ہونا آپ نے۔۔؟" وہ آنکھیں دکھاتی ہوئی بولی اور اپنے بالوں کو سمیٹتے جوڑا بنانے لگی۔

"ہاں ہونا ہے پہلے اپنی دلہن کو تو تیار ہوتا دیکھ لوں۔۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور تکیے کو چھوڑتا ہوا اپنی بیگم کے پاس آیا کہ اب اس کو باہوں میں بھینچے گا۔

"عاصم۔۔۔ نہیں ہٹیں، میں نے تیار ہونا ہے۔" جب وہ اس کے قریب پہنچا اس کے بالوں کی آبشار کو کھولتا ہوا اس کی خوشبو میں گہرے سانس بھرنے لگا تو حیام بدک کے پیچھے ہٹی اور دوٹوک لہجے میں بولی جبکہ اس کی بات کو خاطر میں لائے بغیر وہ ماتھے پہ شکنیں نمودار کرتا ہوا ایک ہی جست میں قریب کرتا ہوا شرارت کر گیا جس پہ وہ بوکھلا کے رہ گئی۔۔

"اب میں کبھی بھی باتوں میں نہیں آؤں گی۔" اپنے رخسار کو سہلاتے وہ غصے سے بولی اور اپنا ڈریس پکڑتے ہوئے روم سے باہر نکلی۔۔ لہجہ صاف دھمکی آمیز تھا جس پہ جہانگیر کندھے اچکاتا ہوا ہنس دیا جیسے وہ اس کی بات ماننے والا تھا۔

_______*_______

www.novelsclubb.com

کمرے میں آئینے کے سامنے بیٹھی وہ بیوٹیشن سے تیار ہونے میں مصروف تھی۔۔

جب کیف کمرے میں داخل ہوا۔

"یار میری ٹائی نہیں مل رہی۔۔" وہ اس کے پاس کھڑا ہوتا ہوا بولا تو رمشا نے بے بسی سے ایک نظر لڑکی کو دیکھا جو کیف کو گھور رہی تھی۔

یہ پانچویں بار وہ کمرے میں آیا تھا، بار بار کوئی نہ کوئی بہانہ کرتے۔۔ کبھی یہ نہیں مل رہا کبھی وہ نہیں مل رہا۔ رمشا تو اب بھی اس کے رعب میں تھی ورنہ اس بیوٹیشن کا دل چاہ رہا تھا کہ سب کچھ یہی چھوڑ کے نکل بھاگے یہاں سے۔

"ایک منٹ۔۔" وہ ایکسیوز کرتی ہوئی اٹھی اور ڈریسنگ میں جاتی ہوئی کبرڈ کھولے اس میں سے ٹائی دیکھنے لگی۔ اس کا میک اپ تقریباً ہو چکا تھا اب وہ لڑکی اس کے بال بنانے کی تیاری میں تھی اگر کیف بنانے دیتا تو۔۔

"آپ نے کہاں رکھی تھی۔۔؟" ٹائی نہ ملنے پہ اس نے بنا گھومے ایسے ہی پوچھا جب کیف نے نرمی سے اسے پیچھے سے حصار میں لیا۔

"معلوم نہیں کہاں رکھ دی تھی۔۔"وہ مصنوعی پریشانی سے بولا جبکہ اس کی حرکت پہ رمشا سانس روک گئی تھی۔

"میں ادھر روم میں دیکھتی ہوں۔۔"اس نے مڑنا چاہا لیکن وہ کہاں باز آرہا تھا۔

"کیف میں لیٹ ہورہی ہوں۔۔"بالآخر اس کی شرارت سمجھتے وہ ہلکی آواز میں منمنائی جبکہ وہ ایسے ہی اس کے کندھے پہ ٹھوڑی ٹکائے ہوئے جانے کہاں گم تھا۔

"میم میں نے دوسری برائڈ کو بھی ریڈی کرنا پلیز ہری اپ۔"باہر سے لڑکی کی تقریباً غصے میں بھڑکی ہوئی آواز آئی تو کیف ہوش میں آیا۔

"ہاں چلو پھر اس نے میری کرش کو بھی تیار کرنا،شوہر اس کا نیند میں گھوم رہا ہر طرف۔۔"وہ شرارت سے آنکھ دباتا ہوا بولا جب رمشا اس کی بات سنتے ہلکا سا ہنس دی۔

کل شب کیف نے اس سے دل کھول کے باتیں کی تھیں،اپنے حیام کے ریلیشن کو بھی کلئیر کر دیا تھا اس کے سامنے کہ کہیں یہ غلط نہ سمجھ جائے وہ ابھی بھی اس کو پسند کرتا تھا۔۔ جبکہ وہ محض ایک اٹریکشن تھی کیف کے لیے۔۔وہ جس کو پسند کرتا تھا وہ اس کے پاس ہے اب وہ یہ بات واضح کل رات اس کو بتا چکا تھا۔۔رمشا کو پہلے سے ہی سب معلوم تھا۔۔اس کے دل میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے کبھی بھی ان کے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی۔۔۔وہ خوش تھی بہت خوش سب سے مل کے ان کے درمیان آ کے۔

"چلیں جناب آپ بجلیاں گرانے کی باقی تیاری مکمل کریں میں چلتا ہوں دوسری حسیناؤں پہ بجلیاں گرانے کی تیاری کرنے۔۔"وی شرارتاً کہتا ہوا ایک کاٹ دار نظر اس بیوٹیشن پہ ڈالتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

______________**

"جی صنم جانم بلایا تم نے۔۔۔" وہ دھڑلے سے کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا جبکہ صنم اچانک اس کی آمد پہ دل تھام کے رہ گئی۔

"کبھی تو آرام سے اپنے آنے کی نوید سنایا کریں۔۔" وہ دانت پیستے ہوئے زبردستی مسکرا کے بولی۔

"وہ بھابھی آپ کو عماد بلا رہا ہے۔۔۔" اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو گل اس کے کمرے میں موجود تھی جو اپنی ہنسی دبا رہی تھی۔

اس کی بات سنتے وہ اچھا کہہ کے کمرے سے چلی گئی۔

"آپ پورے کپڑے تو لے جاتے اپنے، کیا ایسے آدھے کپڑوں میں جائیں گے شادی پہ۔" وہ اس کی ڈریس پینٹ کی جانب اشارہ کرتی ہوئی افسوس سے بولی۔

"یار میں کب ایسے ہی جانے والا تھا، ایک ضروری کام تھا مجھے تو ایمرجنسی میں کال سننے چلا گیا۔"

اپنے فور پیس سوٹ کی شرٹ اور اس پہ ویسٹ کوٹ پہنے، نیچے ٹراؤزر پہنے جانے کیا نظارہ پیش کر رہا تھا وہ۔۔

"مکمل ڈریس آپ ہوں اب۔" وہ آنکھیں دکھاتی ہوئی بولی تو ارتسام دروازہ لاک کرتا ہوا اوکے کہتا اپنے باقی کے کپڑے تھام گیا جب صنم اچانک بوکھلاتی ہوئی چیخ پڑی۔

"یہاں کیوں پہن رہے ہیں۔۔ادھر جائیں۔" اس کے چیخنے پہ وہ ناسمجھی سے دیکھنے لگا تو صنم نے نظریں پھیرتے ہوئے ڈریسنگ کی جانب اشارہ کیا جس پہ وہ محضوظ ہوتا قہقہہ لگاتا ہوا چلا گیا چینج کرنے۔

_______*_______

ولیمے کا فنکشن اپنے جلوے بکھیر رہا تھا ہر سوں۔۔ جہانگیر کے ہمراہ حیام مسکراتی ہوئی کھڑی تھی جبکہ بھوک اسے شدت سے اپنا احساس دلا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے پرفیوم سے جانے کیوں الجھن ہو رہی ہے۔" جہانگیر کے پہلو میں بیٹھی وہ کچھ برا سا منہ بناتی ہوئی بولی۔

"میرا سر بھی درد ہونے لگ گیا۔" سر میں واقعی ہلکی سی درد محسوس کرتے ہوئے وہ بولی تو جہانگیر نے ہاتھ تھام کے تسلی دی کہ بس تھوڑی دیر میں ہی وہ نکل جائیں گے، باقی سب بعد میں آجائیں گے۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں

تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

اس کی پکار پہ اس کے آگے جاتے قدم تھمے تو مسکراتے ہوئے اس کو دیکھنے لگی۔

"کیوں جی ایسی بھی کیا آفت آن پڑی۔۔" وہ ایک ادا سے کہتی ہوئی اس میں سکون کی لہر بھر پا گئی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے میری محبوب بیوی ایک نظر دیکھنے کو بھی روادار نہیں تو میرا چلانا بنتا ہے۔"
عماد خوب بے بسی کی مورت بنتا ہوا شکوہ کرنے لگا کہ گل نے حیرت سے اس کو دیکھا۔

"یہ جو شکوے کر رہے ہیں نا آپ۔۔زرا یاد کریں آپ ہی کی وجہ سے آج میں نے دی جان سے ڈانٹ سنی تھی، لیٹ کروا رہے تھے مجھے۔" وہ تھوڑا پاس آتی ہوئی اس سے جواب شکوہ کرنے لگی جس پہ وہ متبسم ہوا۔

"وہ آپ کی سراسر غلطی تھی۔۔کس نے کہا تھا کہ قیامت کا سماں پیش کریں صبح صبح جبکہ جانتی ہیں بندہ زرا کمزور دل کا مالک کا۔" وہ بھی بدلے میں شرارت سے قدرے جھکتا معنی خیزی سے بولا تو گل سٹپٹا کے اس کو گھور کے رہ گئی۔

"جائیں یہاں سے کوئی دیکھ لے گا۔" وہ ہنستی ہوئی اس کو کہتی وہاں سے سٹیج کی جانب چلی گئی جہاں زرگل اس کا انتظار کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کتنی پیاری لگ رہی ہو ماشاءاللہ۔" زوفار مشا سے ملتی ہوئی خوشی سے چہکی، آف وائٹ لانگ ٹیل میکسی میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

یہ حسین زندگی سے بھرپور قہقہوں کی شام نئ کھلکھلاہٹیں ہر طرف بکھیرے اپنے احتتام کو پہنچی جب سب اپنے آشیانوں میں اپنے ہمسفر کے سنگ حسین شام کا نظاروں کو مکمل کررہے تھے ایک دوسرے کے ساتھ سے۔

گفتگو اچھی لگی ذوق نظر اچھا لگا

مدّتوں کے بعد کوئی ہمسفر اچھا لگا

زندگی کی بے سروسامانیوں کے باوجود

آج تُو آیا تو مجھکو اپنا گھر اچھا لگا

منزلوں کی بات چھوڑو کس نے پائیں منزلیں

ایک سفر اچھا لگا ایک ہمسفر اچھا لگا

جہاں وہ عاصم جہانگیر کو کھڑوس سڑیل سمجھتی تھی وہ لمحہ بہ لمحہ اس پہ چھاتا جارہا تھا، اپنی محبت کی سرگوشیوں پہ اس کو سمیٹتا جارہا تھا۔ یہ دن بہ دن اس کو نئے عاصم سے روشناس کرواتا کہ وہ چاہ کے بھی جائے پناہ نہ تلاش کر پاتی کہ وہ آخری لمحے میں اسی کے سینے سے لگتی بھرپور شکوے کرتی۔

شب وصال ہے گل کردوان چراغوں کو

خوشی کی بزم میں کیا کام جلنے والوں کا

------*-------

وقت کی رفتار سے کون کرسکتا تھا کوئی مقابلہ، وہ حسین لمحات! حسین یادیں بکھیرتا ہوا گزرتا گیا اور ہر نئے دن اپنی خوشی کے دروازے کھولتا کہ عاصم جہانگیر کو ایک ٹینس بھرے ماحول میں یہ نوید سنائی گئی کہ اللہ نے اسے رحمت سے نوازا ہے۔۔ وہ مسرور سا پر سکون ہوتا دل میں ڈھیروں دعائیں کرتا اپنے وجود کے ٹکرے کو باہوں میں تھامے اس کی ننھی سی انگلیوں کو لبوں سے لگا رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ایک ماہ پہلے ہی گھر میں خوشی کی لہریں دوڑیں تھیں جب عماد اور گل کو اللہ نے بیٹے سے نوازا تھا اور اب خوشی دوبالا تھی کہ ننھی سی مہمان آگئی تھی آنگن میں۔۔ کمزور کلی نہیں تھی وہ ایک پھول تھا عاصم جہانگیر کا مہکتا ہوا پھول۔۔۔ نکھرتا ہوا، خوشبو بکھیرتا ہوا گلاب۔

"یہ بالکل تم پہ ہے، جیسے تم تھی بچپن میں۔۔" کمرے میں اس کی گھمبیر سرگوشی گونجی جو وہ اپنی پیاری سی پری پہ جھکا کر رہا تھا لیکن مخاطب وہ اپنی بیگم سے تھا۔

"مجھ پہ۔۔۔ کیسے؟" وہ کروٹ بدلتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"تمہاری جو تصویر ہے نا کبرڈ میں، اس میں بالکل ایسی ہی ہو تم۔" وہ پرانی بات یاد دلاتا ہوا بولا۔

"گاؤں والی کبرڈ میں۔۔" وہ الجھن سے پوچھنے لگی تو جہانگیر نے بنا دیکھے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ کے پاس وہ کیسے آئی تھی؟" برسوں کا بھولا سوال اب پوچھنا یاد آیا تھا اسے جس پہ وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

"تب تم بے بی تھی' اب ہماری بے بی ہے۔۔" انداز صاف ایسا تھا کہ کچھ باتوں کو راز رہنے دو۔۔

"خان اب لیٹ نہیں ہو رہے، ناشتہ کب کا ٹھنڈا ہو گیا ہے تمہارا۔" اماں بیگم کمرے میں آتی ہوئی اس کو ٹھنڈے لہجے میں بولیں کیونکہ صبح کا جب سے وہ اٹھا تھا 'لیٹ ہو رہا ہوں، لیٹ ہو رہا ہوں' کہہ کے گھر سر پہ اٹھایا ہوا تھا، اور اب اتنے آرام سے یہاں لیٹا پڑا تھا۔

"جی اماں بیگم جا رہا ہوں بس، وہاں جا کے بھی آدھا دن تو میں مبارک وصول کرنے میں گزار دیتا ہوں۔" وہ مسکراتا اپنی بیٹی کے ماتھے پہ ایک بوسہ دیتا اور پھر جھکتا بغیر اماں بیگم کی موجودگی کا احساس کرتا حیام کے ماتھے پہ پیار کرتا ہوا اپنا کوٹ پکڑتا کمرے سے باہر گیا۔

www.novelsclubb.com

"یہ لو تم اپنا ناشتہ کرو۔۔۔" حیام کو کہتے وہ اس کے سامنے اس کا ہلکا پھلکا سا ناشتہ رکھتے ہوئے بولیں۔۔

وہ شادی کے کچھ دنوں بعد ہی واپس شہر آ گئے تھے، اماں بیگم اکثر اس کے پاس رہنے آتی تھیں اس کی طبیعت کی وجہ سے جو اچانک ہی بگڑ جاتی تھی۔ جب سے ان کے ہاں بیٹی ہوئی تھی اماں بیگم یہیں پہ موجود تھیں ان کے پاس شہر والے گھر میں۔۔۔

"مِسکاء بے بی تو اپنے والد صاحب پہ گئی ہے جیسے۔۔ کب سے سو رہی ہے۔" اماں بیگم حیام کے پاس سوئی ننھی سی گلابی گل گوتھنی کو دیکھتے ہوئے پیار سے کہا جو سیدھے ہاتھ سر کے قریب کیے ہوئے تھے۔

"جانے دیں اماں بیگم۔۔۔ سارا رات کو تنگ کرتی رہتی ہے مجھے۔۔" حیام ان کی بات سنتے ہوئے برا سا منہ بناتی ہوئی بولی تو اماں بیگم نے مسکاء بے بی کو اپنی گود میں اٹھایا۔

"ہیسم خان سے تو اچھی ہے جو دن میں تو سو جاتی ہے' اس نے تو گل کو گھن چکر بنایا ہوتا ہے بیچاری کہیں سکون سے بیٹھ بھی نہیں پاتی۔" وہ ہنسی تھی عماد کے بیٹے کا ذکر کرتے۔۔۔ عماد جتنی سادہ نرم طبیعت کا مالک تھا اس ہیسم خان نے تو خوب ناک و چنے چبوائے تھے ان سب کو۔

وہ مسکرائی تھی جب صنم اچانک سے شور کیے اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی، حیام تو اب اس کی آمد پہ دل تھام لیتی تھی کیونکہ جب بھی آتی خوب شور مچاتی کہ اس کی پیاری سی مسکاء بے بی شورسن کے ماتھے پہ تیوڑی چڑھائے رونے لگ جاتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم کبھی انسانوں کی طرح بھی اینٹری مار لیا کرو۔" حیام انکھیں دکھاتی ہوئی بولی جس پہ وہ لاپرواہی سے کندھے اچکا گئی۔۔

"میرے بچوں کو یہ غصے والا بنائے گی۔" پیچھے ارتسام افسوس کرتا ہوا اندر آیا اور سلام کرتا ہوا صوفے پہ بیٹھ گیا۔

ارتسام کی بات پہ صنم ناک بھوں چڑھا کے رہ گئی۔

"میری گڑیا ابھی سو رہی ہے۔۔ماما کو تنگ نہیں کرنا۔" اماں بیگم سے مسکاء کو لیتے ہوئے وہ لاڈ سے بولی تھی جب جہانگیر ناشتے سے فارغ ہو تا کمرے میں واپس آیا۔

"اچھا اماں بیگم میں چلتا ہوں جلدی واپس آؤں گا۔" ایک مسکراتی نظر ان پہ ڈالتا ہوا وہ بولا۔

"چلیں بیگم آپ نے بھی پڑھنے جانا ہے۔۔" ارتسام کو اس کو پکارتا ہوا جہانگیر کے پیچھے ہی چل دیا، یہ صنم کا آج کل کا معمول بن گیا تھا کہ وہ یونیورسٹی جاتے ہوئے ایک بار ضرور اس سے مل کے جاتی تھی۔

"بس ختم ہو لیں تمہارے پیپر پھر دیکھنا کیسے ہاتھ آتی تم میرے۔۔۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی ارتسام کا روز کا کہا گیا جملہ آج پھر دہرایا گیا۔

"ارتسام آپ بھول رہے ہیں آپ نے ہی کہا تھا کہ میری سٹڈی کے بعد فیملی سٹارٹ کریں گے اب آپ روز مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔۔"صنم اس کی طرف رخ کیے ہوئے ناراضگی جتاتی ہوئی بولی۔

"پہلی بات تو۔۔۔میرا نام اتنا میٹھا کیوں لگتا ہے جب تم مجھے بلاتی ہو۔"وہ اس کے قریب ہوتا زبردستی اس کے رخسار پہ بوسہ دیتا ہوا بولا۔

"دوسری بات میں کب مکر رہا ہوں اپنی بات سے، میں ابھی سٹڈی کی ہی بات کر رہا ہوں، جب کمپلیٹ ہو گی تب۔۔"وہ ابھی بھی اپنی بات دہراتا ہوا بولا۔

یہ اس کا آخری سال تھا تبھی وہ جان بوجھ کے اس کو چڑاتا رہتا تھا جس پہ وہ اکثر چڑ بھی جایا کرتی تھی۔

"تمہارے سر جا چکے ہیں اب کہیں ہم نہ لیٹ ہو جائیں پہنچتے پہنچتے۔"ارتسام وقت کی قلت دیکھتا ہوا بولا کیونکہ جہانگیر جا چکا تھا۔

حیام اپنی سٹڈی کو وہیں فریز کر چکی تھی کہ اس حالت میں پڑھنا مشکل تھا۔۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد اپنی ڈگری مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی تھی وہ۔

تھوڑے دن پہلے اصفحان نے کال کی تھی حیام کو جس پہ اس نے یہ خوشی دی تھی کہ وہ پھپھو بننے والی تھی، زوفا کا تو پہلے رو رو کے برا حال تھا۔۔ اسے اپنی حالت ہی سمجھ نہیں آرہی تھی جبکہ اصفحان اکثر اس کے ری ایکشن پہ ہنس دیتا تھا۔

وہ ابھی سے کہنا شروع ہو گئی تھی کہ دادی جان کیسے وہ سب سنبھالے گی، جس پہ دادی جان پیار سے اس کو ساتھ لگاتے حوصلہ دیتے کہ وہ سب پاس ہیں تو کیوں فکر کرتی ہے کسی بھی چیز کی۔ لیکن وہ اللہ کی اس مصلحت کو سمجھ گئی تھی کہ اللہ نے اگر دعا کرنے کی تلقین کی ہے، اللہ کو پکارنے کا کہا تو وہ ضرور اس کی پکار کا جواب دیتا ہے، اس کی دعا کو ضرور پوری کرتا ہے لیکن اس کے وقت پہ۔۔

وہ اب ڈھیروں اللہ کا شکر ادا کرتی تھی کہ اس کو نعمت سے نوازا تھا، اس میں ایسی کوئی خامی نہیں تھی جس پہ کوئی اس کو باتیں کرتا، اس کو شوہر اس کو سمجھتا تھا تبھی تو

وہ ثابت قدم رہی تھی ورنہ اس کے قدم تو بہک چلے تھے لیکن بر وقت ہی اس کے شوہر نے اس کا ساتھ دیا تھا۔۔

اور اللہ نے آج انعام میں، اس کے صبر کی خوشخبری سنائی تھی کہ وہ مامتا کی مہک سے مالا مال ہونے والی تھی۔۔ اصفحان نے اس کو اپنی محبت میں نکھار کے رکھ دیا تھا جو وہ مونچھوں کے چبھنے کا شکوہ کرتی تھی اب تو وہ بھی نہیں رہا تھا۔۔ اکثر ایسے وہ اپنی منمانی پوری کر لیتا تھا بدلے میں بس اس کی باتیں سنتا تھا جو ڈھیروں لیے بیٹھی ہوتی تھی۔

_______*______**

"رمشا اسے پلیز تھوڑی دیر کے لیے اپنے پاس سلا لو۔۔ میری طبیعت نہیں ٹھیک۔" سعیدہ جب رمشا کو بلا کے لائی تو گل نے ہیسم کی طرف اشارہ کرتے کہا جو ابھی سو رہا تھا۔۔ رمشا مسکراہٹ دباتی ہوئی اس کی جانب آئی اور آہستہ سے اس کو گود میں اٹھایا۔۔ گل بیچاری کا حال تو اس کی آنکھوں کے سامنے ہی تھا، یہ ضدی بچہ

اپنی ماں کو سکون کا سانس نہیں لینے دیتا تھا، جب وہ سکون میں آتا تو بڑی دعا کوئی نہ کوئی کام نکال لاتی۔ ابھی بھی گل تھکن سے چور لہجے میں بولی، آنکھیں جگ راتی کی چغلی کھا رہی تھیں۔۔

رمشا اس کو اپنے کمرے میں آرام سے لاتی ہوئی لٹائے ایک دو کام مکمل کرنے لگی جب کیف اپنی دبنگ اینٹری مارتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔۔

"رمشا۔۔۔"اس کا روز کا معمول تھا کہ جب بھی وہ کمرے میں آتا تو رمشا کو ایسے ہی پکارتا کہ کہیں سے بھی سامنے آجائے بس۔۔

"یہ کس کا بچہ ہے، میرے والا تو ابھی رستے میں ہے۔"کیف بیڈ کی جانب دیکھتا ہوا نا سمجھی سے بولا تو رمشا اپنا ماتھا پیٹتی ہوئی باتھ سے باہر آئی۔

"اُفف کیف! ہیسم سو رہا ہے، آرام سے پکارہ کریں۔"وہ آنکھیں دکھاتی ہوئی بولی جب اپنی جند جان کو نظروں کے سامنے دیکھتے کیف شریر مسکان سجاتا ہوا دروازہ بند کرتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔

"خیر ہے آج بڑی سٹرابیری سی لگ رہی ہو۔" اس کو بھاگنے کے پر تولتے دیکھ کیف ایک جست میں اس کو جالیا اور زبردستی باہوں میں بھرتے ہوئے شرارت سے اس کے گہرے گلابی سوٹ کو دیکھتا بولا۔

"آپ نے زرا شور بھی کیا تو یہ اٹھ جائے گا۔" اس کی بات پہ دھیان نہ دیتے وہ اپنی بات دہرانے لگی۔

"عادت ڈال لو اس شور کی بھی، ہمارے والے نے بھی ایسا ہی کرنا ہے۔۔۔" اس کے بالوں میں چہرہ چھپاتا ہوا وہ شریر ہوا تو رمشا کو حیرت ہوئی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے ابھی۔۔" وہ سرخ پڑتی ہوئی بولی۔

"کوشش جاری ہے۔۔" وہ نعرہ لگاتے ہوئے بولا اور جھک کے اس کی گردن پہ نرمی سے بوسہ لیا۔ کتنا ہی کوئی بے باک شوہر مل گیا تھا اسے وہ بس سوچتی رہ جاتی تھی۔۔

"اٹھ گیا۔۔۔"اس کے حصار کو کھولتی ہوئی وہ ہیسم کو ہاتھ پاؤں مارتے دیکھ بولی اور اس کے پاس گئی۔

"ہائے اللہ کب وہ دن آئیں گے جب یہ کہا کرے گی کیف دیکھیں نا یہ مجھے سونے نہیں دے رہا اور میں بدلے میں کہوں گا تو کیا ہوا یہ کام تو ہم بھی بہت اچھے سے سر انجام دیتے آئے ہیں۔"وہ آہستہ سے تھپکتی ہوئی ہیسم کو دوبارہ سلانے کی کوشش میں تھی جب وہ اس کے سامنے ہی نیم دراز ہوتا ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا ذو معنی بولا جس پہ وہ کانوں کی لو تک سرخ پڑ گئی۔

"لاؤ یہ جن کا پیس ہے ان کو دے کے آؤں میں۔۔۔ہم اپنے کی تیاری کرتے ہیں۔"کافی دیر آرام سے لیٹے رہنے کے بعد ہیسم جب دوبارہ سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا تو کیف پیار سے ہیسم کو اٹھاتا ہوا اس پہ جار خانہ اپنے پیار کا وار کرتا ہوا بولا جس پہ ہیسم اب رونی کی تیاری پکڑ چکا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اللہ! کیف آپی کی طبیعت نہیں ٹھیک، اسے مجھے دیں، آپ اپنی تیاری بعد میں کر لیجیے گا۔" رمشا ہیسم کو روتا دیکھ تڑپ کے اس کے ہاتھوں سے لیتی ہوئی بولی اور اس کو سلانے لگی۔

"کب کرنی ہے تیاری پھر۔۔۔" اس کی بات کو پکڑتا ہوا وہ آنکھوں میں شرارت لیے بولا نہ رمشا اپنی بات سمجھتے ہوئے خجل سی ہو کے رہ گئی، اب کیف نے آتے جاتے اس کو یہ بات کہنی تھی نہ کسی چھوٹے کا لحاظ کرنا تھا نہ بڑے گا۔۔۔ رمشا اپنی بات پہ پچھتائی تھی جیسے۔۔ کیونکہ کیف ایسا پہلے بھی بہت بار کر چکا تھا، اور اس کی اس چالاکی کا شکار گلِ لالہ بہت بار ہوئی تھی۔ زر گل اب واپس دبئی جا چکی تھی اپنے شوہر کے پاس لیکن وہ مسلسل رابطے میں رہتی تھی۔ تھوڑے دن پہلے جہانگیر نے اظہر صاحب کو بتایا تھا کہ کنسٹرکشن سائیڈ پہ کام بس مکمل ہونے والا تھا پھر اس کے بابا کا خواب مکمل ہو جاتا جب وہاں سب کام شروع ہو جاتے۔۔ یہ ایک بہت بڑی خوشخبری تھی ان سب کے لیے، ایک کامیابی۔

اکبر اعظم کی فیملی تو یہاں سے کسی باہر کے ملک میں شفٹ ہو گئی تھی جبکہ عدالت کے فیصلے پہ فرہاد کو پھانسی کی سزا سنادی گئی تھی۔۔اب وہ ان کے کسی بھی کام میں دخل اندازی نہیں کر سکتا تھا۔

____________**

دعا ابھی سکول گئی تھی تو گل کو اچھا موقع ملا تھا آرام کرنے کا۔۔ تبھی کمرے کی لائٹس آف کرتے وہ آنکھیں موندے میٹھی نیند سو رہی تھی۔۔جب کوئی آہستہ سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔

نرمی سے اس کو حصار میں لیتے اس کے بالوں پہ ہونٹ رکھے تھے۔

"تھک گئیں ہیں ابھی سے۔۔۔" وہ گھمبیر لہجے میں بولا جب وہ ایسے ہی لیٹے لیٹے مسکرائی تھی۔

"مجھے آپ کے بیٹے نے تھکا دیا ہے۔۔" وہ اسی انداز میں بولی جب عماد نے اپنا حصار مزید تنگ کیا تھا اس پہ۔

"میڈیسن لینی تھی آپ نے۔۔" اس کے پر حدت ہاتھوں کو محسوس کرتے ہوئے عماد فکر مندی سے بولا۔

"مجھے سکون ہے اب۔۔۔" اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھتی وہ محبت سے بولی تھی اشارہ واضح تھا کہ وہ اس کے حصار میں سکون محسوس کر رہی تھی کہ اسے کسی دوائی کی ضرورت نہیں تھی ابھی۔

جو دیکھتے تیری زنجیر زلف کا عالم

اسیر ہونے کی آزاد آرزو کرتے

*------**------**

آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے بال سلجھا رہی تھی، مسکاء کی پیدائش کے بعد وہ تھوڑی سی ہیلدی ہوئی تھی لیکن زیادہ نہیں۔۔ مامتا کا ایک روپ آیا تھا جو اس پہ بہت جچ رہا تھا۔

اماں بیگم نے مسکاء کو آج نہلایا تھا تو اسے لان میں لے کے بیٹھی تھیں۔۔ سردی بڑھ رہی تھی لیکن آج دھوپ اچھی خاصی تھی تو وہ اس سے فائدہ اٹھا رہی تھیں۔

کافی دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے تھک گئی تھی تو بیڈ پہ آہستہ سے بیٹھتے آنکھیں بند کر لیں جب کندھوں پہ نرم کا لمس محسوس ہوا۔ وہ بند آنکھوں سے ہی مسکرائی تھی۔

اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ سامنے ہی کھڑا مسکراتی نرم نظروں سے اس کو محبت سے دیکھ رہا تھا۔ حیام نے ایسے ہی مسکراتے اپنے بازو کھولتے اس کی کمر کے گرد بیٹھے بیٹھے لپیٹے۔

www.novelsclubb.com

"تمہاری کلاس فیلوز نصیحتیں کر رہی تھیں بہت سی۔۔"اس کے بازو نرمی سے کھولتا اس کے برابر میں بیٹھتا ہوا بولا تو حیام ہنس دی۔

"کیا کہا انہوں نے؟"حیام مزے سے پوچھنے لگی جس پہ جہانگیر نے گھورا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں یہ سب سننے جاتا ہوں وہاں۔۔"وہ سرد پن لہجے میں سموئے بولا جس پہ حیام نفی میں سر ہلاتی ہوئی اس کے کندھے پہ سر ٹکا گئی۔

سرخی شفق کی زرد ہو گالوں کے سامنے

پانی بھرے گھٹا ترے بالوں کے سامنے

اس کے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے وہ محبت بھری سرگوشی کر گیا۔

"مجھے مس کیا۔۔؟"اس کا چہرہ روبرو کرتا ہوا وہ رخسار کو انگلی کے پوروں سے سہلاتا ہوا وہ پوچھنے لگا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیوں۔۔؟" وہ الٹا سوال کر گئی تھی جس پہ اپنی مخصوص کن مسکراہٹ لیے اس کو دیکھنے لگا۔

"محبت کرتی ہو۔۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ کچھ چاہت لیے بولا۔

وہ مسکراہٹ دباتی نفی میں سر ہلا گئی اب کے اس کی انگلیاں آہستہ سے گردن پہ رقصاں تھی۔

"مسکاء کی ماما سے ابھی ملوں یا اپنی بیگم سے۔۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ الگ ہی چمک لیے بولا جس پہ حیام کے رخسار پہ سرخی چھلکی۔

"مسکاء کی ماما سے ملتے ہیں پہلے، بیگم سے فرصت سے ملاقات ہو گی ابھی۔" وہ کہتا ہوا اس کے ماتھے کو اپنے لمس کی خوشبو سے معتبر کر گیا جس پہ حیام جی جان سے مسکرائی تھی اور آہستہ سے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتی آنکھیں موند گئی۔

"اب بیگم کی باری۔۔۔" حیام نے پلکیں اٹھاتے اس کو ایک نظر بھر کے دیکھنا چاہا لیکن اس کی آنکھوں سے چھلکتی محبت پہ وہ دوبارہ سے نظریں جھکا گئی۔۔

"عاصم۔۔۔!" وہ بلش کرتی ہوئی اسے پکار بیٹھی۔

"جی بیگم جان۔۔!" ابھی وہ کسی بھی مداخلت کے موڈ میں نہیں تھا تبھی قریب ہوا کہ اس کی سانسوں کی تپش سے حیام کا چہرہ تپ اٹھا جب اس نے کسی بھی پیش قدمی سے پہلے رخ موڑنا چاہا لیکن وہ اپنے فاصلے مٹاتے اس کی مسکان کو خود میں سمیٹ گیا کہ دھڑکنوں کے سمندر میں ان کی محبت دیر تک لہروں میں سیر کرتی تھی۔

اس کا ہم سفر 'سراپا محبت تھا

محبت کرنے والا

محبت کروانے والا

www.novelsclubb.com

اس کی 'م' سے محبت کا 'محرم' تھا عاصم جہانگیر خان جس کی پہلی اور آخری بیوی 'بیگم' زوجہ 'محبت' پیار' زندگی بس وہی تھی۔۔۔۔

"کہاں ہو تم چلے آؤ محبت کا تقاضا ہے

غمِ دنیا سے گھبرا کے تمہیں دل نے پکارا ہے"

______________**

ختم شد۔۔۔

www.novelsclubb.com